

تاریخ طبری

تاریخ الامم والملوک

جلد سوم

خلافت حضرت عمرؓ سے لے کر خلیفہ چہارم حضرت علیؓ تک

تصنیف:

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۲۰ھ



نفس اکابر اسلامی طبری

تاریخ الامم والملوک

تاریخ طبری

جلد سوم

تصنیف: علامہ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۲۰ھ

خلافت راشدہ حصہ اول (۱۶ء تا ۴۰ء)

ترجمہ: سید محمد ابراہیم (ایم۔ اے) ندوی

حبیب الرحمن صدیقی فاضل دیوبند

نفسِ اکبر دوازا کراچی طبری

تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک

اردو ترجمہ کے جملہ حقوق قانونی اشاعت و طباعت دہی
تصحیح و ترتیب و ترویج

چوہدری طارق اقبال گاہنڈری
مالک نفیس اکیڈمی۔ اردو بازار کراچی محفوظ ہیں

نام کتاب: تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک
مصنف: علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری
ناشر: نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی
طبع: جدید کمپیوٹر ایڈیشن اپریل ۲۰۰۳ء
ایڈیشن: آفست

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

دورِ فاروقی و عثمانی رضی اللہ عنہما

از

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل و کرم نے آج ہمیں تاریخ طبری کے حصہ سوم کو پیش کرنے کی خدمت بخشی۔ تاریخ طبری کا یہ وہ حصہ ہے جسے دارالترجمہ جامع عثمانیہ نے نامعلوم وجوہات کی بنا پر اردو زبان میں منتقل نہیں کیا تھا۔ یہ کتاب علمی حلقوں میں نامکمل ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں ہو سکی اب یہ کتاب مکمل صورت میں اہل ذوق حضرات کی خدمت میں پیش ہے۔

۱۳ھ سے لے کر ۳۵ھ تک کی تاریخ طبری کا ترجمہ ہمارے محترم دوست حافظ سید رشید احمد صاحب ارشدائیم۔ اے بیگمرا شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی نے نہایت سلیس زبان میں اور با محاورہ کیا ہے۔ صاحب موصوف عربی سے اردو ترجمہ کرنے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔

یہ حصہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے عظیم الشان کارناموں پر مشتمل ہے یہ دور اسلام کا زریں دور کہلاتا ہے جس کی تقلید بعد کے خلفاء اور سلاطین و ملوک کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تدبیر انتظام سلطنت کے ہر گوشہ سے باخبری اور بے نظیر ایثار و قربانی کا جذبہ ہر مسلمان کے لیے مشعل راہ بن سکتا ہے اور بالخصوص ان لوگوں کے لیے جو حکومت و قیادت کے فرائض انجام دیتے ہیں ان کے لیے اس دور حکومت کے حالات کا مطالعہ مستقبل کی تعمیر میں رہنمائی کا موجب ہوگا۔

ہماری مملکت خدا داد کا قیام بھی اسی بنیاد پر ہوا تھا کہ یہاں خلفائے راشدین کے طرز پر حکومت قائم کی جائے گی چنانچہ آج بھی عوام اور حکام میں اس قسم کا بے پناہ جذبہ موجود ہے کہ عوام خالص اسلامی اصولوں کے مطابق حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اس لیے بھی ہمیں خلافت راشدہ کی تاریخ کا خاص طور پر مطالعہ بہت مفید ثابت ہوگا بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے تاریخ طبری کے اس حصے کے مطالعہ سے قارئین کرام یہ اندازہ لگ سکیں گے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس زمانے میں جب کہ آمد و رفت سفر اور خبر رسانی کی بے حد دشواری تھی۔ عرب کے ریگ زار میں بیٹھے ہوئے کس

طرح اپنی وسیع سلطنت کے حالات سے باخبر رہتے تھے اور اپنے دارالسلطنت مدینہ منورہ میں بیٹھے بیٹھے اپنے تمام عمال و حکام پر کڑی نظر رکھتے تھے اور عوام کی تمام مشکلات کا کس قدر جلد فیصلہ کرتے تھے۔ آپ ان تاریخی حالات کو چھوڑ کر یہ بھی محسوس کریں گے کہ مسلمانوں کے اس ابتدائی دور میں عوام کو کس قدر آزادی رائے حاصل تھی اور جمہوری روایات اور اس کی قدروں کا کس قدر احترام کیا جاتا تھا کہ خلفاء اور دوسرے حکام عوامی مشوروں کو قدروں و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے اور جب رائے عامہ کسی حاکم کے خلاف ہو جاتی تھی تو اسے معزول کر دیا جاتا تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بے مثال اعلیٰ کردار انتظامی قابلیت اور سیاسی تدبیر مردم شناسی ایثار و قربانی اور ان کی سادگی ہمارے لیے آج بھی قابل تقلید ہے۔

اس تاریخی کتاب کے مصنف علامہ ابن جریر الطبری نے تمام حالات و واقعات ان مستند راویوں کے ذریعے سے بیان کیے ہیں جو ان واقعات کے یقینی شاہد تھے مصنف نے ان واقعات کی تدوین میں صرف ایک سلسلہ روایت کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ متعدد و مستند راویوں کی روایات نقل کر کے اپنے بیانات کو تقویت پہنچائی ہے۔

علامہ طبری واقعات کو جزئیات کی حد تک اسنے دلکش انداز میں پیش کرتے ہیں کہ ہر واقعہ تصویر کی شکل میں نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔

خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات، خلافت راشدہ حصہ سوم کی شکل میں پیش کیے جا رہے ہیں امید ہے کہ جلد خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ پیش خدمت کی جائے گی۔

و ما توفیقی الا باللہ



فہرست موضوعات

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۳	کسریٰ کی اراضی	۳۳	آندھ کی جاتی	۳۳	پہلا باب
۳۴	نقابہ تقسیم	۳۴	دو بارہ حملہ	۳۳	سلطنت کسریٰ کا خاتمہ
۳۵	مرکاری زمینیں	۳۵	قتل پر حملہ	۳۴	ایوان کسریٰ میں نماز
۳۵	کسانوں کے فرائض	۳۵	ایک لاکھ قتل	۳۴	ہدائن میں قیام
۳۵	ذمیوں کا صلح نامہ	۳۵	حقیقی مجسمہ	۳۴	بہار کسریٰ
۳۵	اہل رے کا صفایا	۳۴	بارہ ہزار کا لشکر	۳۴	مصنوعی بہار
۳۵	سوادھراق کی اراضی	۳۴	تخت معرکہ	۳۴	قالین کی تقسیم
۳۵	فروخت ممنوع	۳۴	اشاروں سے نماز	۳۴	بہار کسریٰ کا حال
۳۶	اہل سواد کا معاملہ	۳۴	حضرت قطاعہ بن سحر کا کارنامہ	۳۴	نقابہ تقسیم
۳۶	دشمن کا تعاقب	۳۴	بیش قیمت تحفے	۳۴	مسلمانوں سے مشورہ
۳۶	خسر و ختموم	۳۵	بادشاہ کا فرار	۳۵	حضرت علیؑ کے مشورہ پر عمل
۳۶	حلوان کی فتح	۳۵	حلوان میں قیام	۳۵	اہل قادیسیہ کی فضیلت
۳۶	فتح نمریت	۳۵	تھاقب کی ممانعت	۳۵	کسریٰ کے سامان کی فائز
۳۶	حضرت عمرؓ کا خط	۳۵	مہران کی گرفتاری	۳۵	حضرت عمرؓ کی نصیحت
۳۶	نمریت کا محاصرہ	۳۶	جنگی قیدی	۳۶	نعمان اور اس کی تلوار
۳۶	رومیوں کا فرار	۳۶	مال قیمت کی تقسیم	۳۶	عراق کا انتظام
۳۶	عرب قبائل کا قبول اسلام	۳۶	بہادری کے انعامات	۳۶	جنگ جلواء
۳۸	مسلمانوں کی امداد	۳۶	زیادہ کی گفتگو	۳۶	جنگی ہدایات
۳۸	اہم جنگی چال	۳۶	فوج مقرر	۳۶	جنگ کی وجہ
۳۸	اہل انکھل کا لشکر	۳۶	جلد تقسیم	۳۶	سابق مرتدوں کا مقابلہ
۳۸	تاکہ پر قبضہ	۳۸	کثرت مال کے نقصانات	۳۸	طویل محاصرہ
۳۸	مصالحت	۳۸	کسانوں کا معاملہ	۳۸	اسی جسے
۳۸	مال کی تقسیم	۳۸	دیگر ہدایات	۳۸	ترغیب جہاد

۳۹	کوفہ کی مسجد	۵۶	حضرت عیاض کی فتوحات	۱۱
۵۰	کوفہ کا محل	۵۷	اہل جزیرہ کی مصالحت	۶۵
۵۱	مکانات کا تعین	۵۸	دیگر علاقوں کی مصالحت	۶۶
۵۲	بازار	۵۹	اہل حران کی صلح	۶۷
۵۳	بیت المال	۶۰	دیگر فوجی انتظامات	۶۸
۵۴	مسجد محل کی تعمیر	۶۱	شام روم کو خط	۶۹
۵۵	مسجد کی دوبارہ تعمیر	۶۲	قبیلہ تغلب کا معاہدہ	۷۰
۵۶	محل کا دروازہ	۶۳	تغلب کا معاہدہ	۷۱
۵۷	دروازہ جلانا	۶۴	جزیرہ کے نقطہ سے انکار	۷۲
۵۸	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط	۶۵	ولید کی معزولی	۷۳
۵۹	حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ہریت	۶۶	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سفر شام	۷۴
۶۰	روزہ بن بزرجمبر	۶۷	سفر پر اختلاف	۷۵
۶۱	تقسیم میں تہدیلی	۶۸	لوٹنے کا فیصلہ	۷۶
۶۲	جداد کا گن گنار	۶۹	اعتراض کا جواب	۷۷
۶۳	کوفہ سے پہلے کی فتوحات	۷۰	حضرت عبدالرحمن بن عوف کی حدیث	۷۸
۶۴	کوفہ کے سرحدی علاقے	۷۱	طاعون کی وبا	۷۹
۶۵	بصرہ کے حکام	۷۲	اسلامی شہروں کے بارے میں رائے	۸۰
۶۶	۳ باب	۷۳	کوفہ کی فضیلت	۸۱
۶۷	رومیوں کے حملے	۷۴	شام کا سفر	۸۲
۶۸	محفوظ گھوڑے	۷۵	مماک کے بارے میں حدیث	۸۳
۶۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احکام	۷۶	طاعون عمواس	۸۴
۷۰	فوجی نقل و حرکت	۷۷	حضرت ابو موسیٰ کی وضاحت	۸۵
۷۱	اہل جزیرہ کا فرار	۷۸	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط	۸۶
۷۲	مسلمانوں کی فتح	۷۹	حضرت ابو سعیدؓ کا جواب	۸۷
۷۳	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آمد	۸۰	دوبارہ خط	۸۸
۷۴	اہل کوفہ کی امداد	۸۱	دکا کا آغاز	۸۹
۷۵	گھوڑوں کی تربیت	۸۲	حضرت ابو سعیدؓ کی تقریر	۹۰
۷۶	فتح جزیرہ	۸۳	حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا خطاب	۹۱

۸۹	حضرت احنف کو نصیحت	۸۹	پیش قدمی کی ممانعت
۹۰	حضرت قتیبہ کو ہدایات	۹۰	صلح کی درخواست
۹۱	حقوق کو خط	۹۱	غیر مفتو دعا توں پر صلح
۹۲	فارس پر بکری حملہ	۹۲	حضرت احنف کو نصیحت
۹۳	علاء بن حضری جوڑتے	۹۳	حضرت قتیبہ کو ہدایات
۹۴	حضرت سعد سے مقابلہ	۹۴	حقوق کو خط
۹۵	فوج کا بکری سفر	۹۵	فارس پر بکری حملہ
۹۶	بکری حملوں کی ممانعت	۹۶	علاء بن حضری جوڑتے
۹۷	حضرت خلیفہ کا خطاب	۹۷	حضرت سعد سے مقابلہ
۹۸	گھمسان کی جنگ	۹۸	فوج کا بکری سفر
۹۹	دوسرے داروں کی شہادت	۹۹	بکری حملوں کی ممانعت
۱۰۰	بیادہ جنگ میں کامیابی	۱۰۰	حضرت خلیفہ کا خطاب
۱۰۱	حضرت علاء جوڑتے کی معزوری	۱۰۱	گھمسان کی جنگ
۱۰۲	امدادی فوج اور اس کے سردار	۱۰۲	دوسرے داروں کی شہادت
۱۰۳	دونوں فوجوں کی ملاقات	۱۰۳	بیادہ جنگ میں کامیابی
۱۰۴	نئی پودے کا رٹا سے	۱۰۴	حضرت علاء جوڑتے کی معزوری
۱۰۵	فوجوں کی واپسی	۱۰۵	امدادی فوج اور اس کے سردار
۱۰۶	حضرت قتیبہ جوڑتے کی وفات	۱۰۶	دونوں فوجوں کی ملاقات
۱۰۷	پس ماندگان	۱۰۷	نئی پودے کا رٹا سے
۱۰۸	اہل طاؤس	۱۰۸	فوجوں کی واپسی
۱۰۹	بصرہ کے حکام	۱۰۹	حضرت قتیبہ جوڑتے کی وفات
۱۱۰	فتح راءمر مرہوس	۱۱۰	پس ماندگان
۱۱۱	حکام کا تقرر	۱۱۱	اہل طاؤس
۱۱۲	حضرت ایوموی کو خط	۱۱۲	بصرہ کے حکام
۱۱۳	کوفہ اور بصرہ کی فوج	۱۱۳	فتح راءمر مرہوس
۱۱۴	حضرت مغیرہ کی معزوری	۱۱۴	حکام کا تقرر
۱۱۵	حضرت مغیرہ کے خلاف شکایت	۱۱۵	حضرت ایوموی کو خط
۱۱۶	حضرت ایوموی کا تقرر	۱۱۶	کوفہ اور بصرہ کی فوج
۱۱۷	اصل واقعہ	۱۱۷	حضرت مغیرہ کی معزوری
۱۱۸	حضرت ایوموی کو ہدایت	۱۱۸	حضرت مغیرہ کے خلاف شکایت
۱۱۹	صحابہ کا مطالبہ	۱۱۹	حضرت ایوموی کا تقرر
۱۲۰	معزوری کا حکم	۱۲۰	اصل واقعہ
۱۲۱	اہل بصرہ کو خط	۱۲۱	حضرت ایوموی کو ہدایت
۱۲۲	حضرت مغیرہ کے خلاف شہادت	۱۲۲	صحابہ کا مطالبہ
۱۲۳	زیادہ کی شہادت	۱۲۳	معزوری کا حکم
۱۲۴	گواہوں کو سزا	۱۲۴	اہل بصرہ کو خط
۱۲۵	باب ۳	۱۲۵	حضرت مغیرہ کے خلاف شہادت
۱۲۶	فتح ابواء اور منازار	۱۲۶	زیادہ کی شہادت
۱۲۷	بنو العجم کی حمایت	۱۲۷	گواہوں کو سزا
۱۲۸	ہرمزان سے مقابلہ	۱۲۸	باب ۳
۱۲۹	ہرمزان کو شکست	۱۲۹	فتح ابواء اور منازار
۱۳۰	ہرم بن حیان کی گھوڑی	۱۳۰	بنو العجم کی حمایت
۱۳۱	صلح کی درخواست	۱۳۱	ہرمزان سے مقابلہ
۱۳۲	بصرہ کی سرحدی چوکیاں	۱۳۲	ہرمزان کو شکست
۱۳۳	بصرہ کا وفد	۱۳۳	ہرم بن حیان کی گھوڑی
۱۳۴	احنف بن قیس کی تقریر	۱۳۴	صلح کی درخواست
۱۳۵	انصاف کی درخواست	۱۳۵	بصرہ کی سرحدی چوکیاں
۱۳۶	مزید اراضی	۱۳۶	بصرہ کا وفد
۱۳۷	بصرہ کی آبادی	۱۳۷	احنف بن قیس کی تقریر
۱۳۸	ہرمزان کی بے ادبیت	۱۳۸	انصاف کی درخواست
۱۳۹	ہرمزان سے دوبارہ جنگ	۱۳۹	مزید اراضی
۱۴۰	سوق ابواء کی فتح	۱۴۰	بصرہ کی آبادی
۱۴۱	فتح تفسر	۱۴۱	ہرمزان کی بے ادبیت
۱۴۲	عمر بن العاص کا مشورہ	۱۴۲	ہرمزان سے دوبارہ جنگ
۱۴۳	رسول اللہ ﷺ کی دعا	۱۴۳	سوق ابواء کی فتح
۱۴۴	نئے حکام	۱۴۴	فتح تفسر
۱۴۵	خطرناک وہاب	۱۴۵	عمر بن العاص کا مشورہ
۱۴۶	بصرہ میں وہاب	۱۴۶	رسول اللہ ﷺ کی دعا
۱۴۷	نبی آواز	۱۴۷	نئے حکام
۱۴۸	آخری ستر شام	۱۴۸	خطرناک وہاب
۱۴۹	حضرت عمر جوڑتے کی سادگی	۱۴۹	بصرہ میں وہاب
۱۵۰	حضرت عباس جوڑتے کی صیحت	۱۵۰	نبی آواز
۱۵۱	شام کے انتظامات	۱۵۱	آخری ستر شام
۱۵۲	شام میں آخری تقریر	۱۵۲	حضرت عمر جوڑتے کی سادگی
۱۵۳	ازان بلال سے رقت	۱۵۳	حضرت عباس جوڑتے کی صیحت
۱۵۴	حضرت خالد کے خلاف شکایت	۱۵۴	شام کے انتظامات
۱۵۵	حضرت خالد جوڑتے کا جواب	۱۵۵	شام میں آخری تقریر
۱۵۶	حضرت خالد جوڑتے کی معزوری	۱۵۶	ازان بلال سے رقت
۱۵۷	کثرت مال کی شکایت	۱۵۷	حضرت خالد کے خلاف شکایت
۱۵۸	معزوری کا حکم	۱۵۸	حضرت خالد جوڑتے کا جواب
۱۵۹	قاضی کا جواب طلبی	۱۵۹	حضرت خالد جوڑتے کی معزوری
۱۶۰	حضرت خالد جوڑتے کی صفائی	۱۶۰	کثرت مال کی شکایت
۱۶۱	طلبی کا حکم	۱۶۱	معزوری کا حکم
۱۶۲	الوداعی تقریریں	۱۶۲	قاضی کا جواب طلبی
۱۶۳	حضرت عمرؓ سے شکایت	۱۶۳	حضرت خالد جوڑتے کی صفائی
۱۶۴	مال کا حساب	۱۶۴	طلبی کا حکم
۱۶۵	معذرت نامہ	۱۶۵	الوداعی تقریریں
۱۶۶	خراج خمسین	۱۶۶	حضرت عمرؓ سے شکایت
۱۶۷	حضرت عمر جوڑتے کا عمرہ	۱۶۷	مال کا حساب
۱۶۸	تقریر حرم	۱۶۸	معذرت نامہ
۱۶۹	حضرت ام کلثومؓ سے نکاح	۱۶۹	خراج خمسین
۱۷۰		۱۷۰	حضرت عمر جوڑتے کا عمرہ
۱۷۱		۱۷۱	تقریر حرم
۱۷۲		۱۷۲	حضرت ام کلثومؓ سے نکاح

۱۰۷	سپہ سالاروں کے مقامات	۹۵	زمنہ حکام	ہرمزان کو تخت
"	سال روانگی	"	حضرت منیر کو نصیحت	حضرت نعمان کا قیام
"	ان کے معاونین	"	عہد شکنی کی تحقیق	تسری طرف روانگی
"	اس سال کے حکام	"	حضرت اصف کی توضیح	مزید امدادی فوج
۱۰۸	۱۱ھ کے واقعات	"	بادشاہت ختم کرنے کی ضرورت	دشمن کا محاصرہ
"	شرابیوں کے بارے میں حکم	۹۶	چشم قدمی کی اجازت	اہل کوفہ و بصرہ کے کارنامے
"	اسی کوڑے	"	باب ۵	اسی جملے
"	حضرت عمر بن خطابؓ کا فیصلہ	"	فتح سوس	شہر کا خفیہ راستہ
۱۰۹	مجرموں کی پشیمانی	"	کھانا پینے میں قیام	جانے والے حضرات
"	شرابیوں کو نصیحت	۹۷	مسلمان ہونے کا ارادہ	شہر میں داخلہ
"	سکون قلب	"	شیر و پیہ کی شرائط	ہرمزان کی شرط
"	جہاد کی درخواست	"	مطالبات کی منظوری	مال قیمت کی تقسیم
"	قطر سالی	"	بہترین عطیات کا مطالبہ	رہنما کو پناہ
۱۱۰	حضرت عمر بن خطابؓ کا ایثار	"	حضرت عمر بن خطابؓ کا جواب	مسلمانوں کی شہادت
"	بندیدہ قلعہ	"	سیاہ کا کارنامہ	تغائب اور واپسی
"	رسول اللہ ﷺ کا قاصد	۹۸	دجال کی فتح کی روایت	حضرت مقرب
۱۱۱	نماز استسقاء	"	حکام کے چادر لے	حضرت زہر کے لیے دعا
"	دوسری روایت	"	صاف کا مکملہ	ہرمزان کا لباس
"	حضرت عمر بن خطابؓ کو پیغام نبویؐ	"	اہل سوس کی مصالحت	حضرت عمر بن خطابؓ کی تلاش
"	استسقاء میں تاخیر	"	حضرت نعمان کی واپسی	مسجد میں آرام
۱۱۲	دعا	"	حضرت دانیالؑ کا واقعہ	ہرمزان کے سوالات
"	غلام کی امداد	۹۹	کتاب اللہ کی حفاظت	حضرت عمر بن خطابؓ کی نصیحت
"	بحری راستہ	"	جسد مبارک کی تدفین	ہرمزان سے گفتگو
۱۱۳	غلام کی ارزانی	"	اہل ہندی ساہواری کی مصالحت	پانی مانگنا
"	دیگر فتوحات	"	پیغام امن	ہرمزان کا حیلہ
"	مستغرق واقعات	۱۰۰	غلام کے معاہدہ کی منظوری	پناہ کا حیلہ
۱۱۴	۱۹ھ کے واقعات	"	چشم قدمی کی اجازت	ہرمزان کا مسلمان ہونا
"	واقعی کے بیانات	"	سپہ سالاروں کا تقرر	ترجمان

باب ۶	حضرت عمرو بن لوط کی تقریر	۱۲۲	مسلمانوں کا قصاص	۱۱
۲۰ء کے واقعات	حضرت عمرو بن لوط کی تقریر	۱۱۵	حضرت مغیرہ کا بیان	۱۳۰
فتح مصر و اسکندریہ	سناہ کی پیش قدمی	۱۱۶	شان و شوکت کا اظہار	۱۱
فتح اسکندریہ میں اختلاف	نوبہ کا صلہ	۱۱۷	ایرانی سردار کی تقریر	۱۲۳
صلح کا بیٹام	نوبہ کا صلہ نامہ	۱۱۸	حضرت مغیرہ کا جواب	۱۱
بیٹام کا جواب	فوجی مراکز کا قیام	۱۱۹	جنگ کا فیصلہ	۱۳۱
حضرت عمرو بن لوط کا جواب	حقوق واقعات	۱۲۰	حضرت مغیرہ کا اعتراض	۱۱
نہجی آزادی	حبشہ کی مہم	۱۲۱	حضرت نعمان کا جواب	۱۲۴
ابوہریرہ کا اسلام	دیگر واقعات	۱۲۲	شہادت کی تمنا	۱۱
فتح اسکندریہ	باب ۷	۱۲۳	فوج کو ہدایت	۱۱
لوط بات کی تردید	۲۱ء کے واقعات	۱۲۴	تکبیر اور جھنڈا لہرانا	۱۳۲
سیف کی روایت	جنگ نہادہ	۱۲۵	جانشینوں کا تقرر	۱۱
معدرت کا موقع	حضرت نعمان کو خط	۱۲۶	تھکسان کی لڑائی	۱۱
دعوت اسلام	ممتاز صحابہ کی شرکت	۱۲۷	دشمن کا فرار	۱۱
حسن سلوک کی ہدایت	جنگی تدابیر	۱۲۸	فتح اور شہادت	۱۱
حضرت باجرہ کا خاندان	حضرت نعمان کی ہدایت	۱۲۹	شہادت کی خبر	۱۳۳
مزید مہلت	تین تکبیریں	۱۳۰	گنہگار شہداء	۱۱
فرقہ کا حملہ	حضرت نعمان کی شہادت	۱۳۱	جنگ کی وجوہات	۱۱
اسکندریہ اور فرما کے شہر	مال قیمت کی تقسیم	۱۳۲	حضرت سعد بن لوط کی مخالفت	۱۳۴
جنگ اور صلح	جوہرات کا خزانہ	۱۳۳	حضرت عمرو بن لوط کا جواب	۱۱
صلح نامہ	شہادت کی فضیلت	۱۳۴	حضرت سعد کے خلاف تحقیقات	۱۱
فسطاط کی تعمیر	جوہرات کا تحفہ	۱۳۵	مخالف کا بیان	۱۱
جنگی قیدیوں کا معاملہ	قاصد کو بھیجنا	۱۳۶	بددعا کا اثر	۱۳۵
حضرت عمرو کے سوالات	جوہرات کو لوٹانا	۱۳۷	حضرت سعد بن لوط کی فضیلت	۱۱
حضرت عمرو بن لوط کا فیصلہ	میں لاکھ میں فروخت	۱۳۸	حضرت عمرو بن لوط کی تحقیقات	۱۱
شان و شوکت کا اظہار	ایران کا سر	۱۳۹	جنگ نہادہ کی تیاری	۱۱
اہل مصر کے لباس میں	مختلف فوجوں کی روانگی	۱۴۰	اصل سبب	۱۳۶
مسلم فوج کا معائنہ	مشترکہ سپہ سالار	۱۴۱	اہل عجم کے خیالات	۱۱

۱۵۰	جواہرات کی دواہی	۱۳۳	جواہرات کی جنگ	۱۳۷	جواہرات کی جنگ
۱۵۱	طیغ کی کرامت	۱۳۴	جواہرات کی کرامت	۱۳۸	جواہرات کی کرامت
۱۵۲	دینار کی مصالحت	۱۳۵	دینار کی مصالحت	۱۳۹	دینار کی مصالحت
۱۵۳	دینار کا خطاب	۱۴۰	دینار کا خطاب	۱۴۱	دینار کا خطاب
۱۵۴	ایوبیہ الوداع کا شوق	۱۴۲	ایوبیہ الوداع کا شوق	۱۴۳	ایوبیہ الوداع کا شوق
۱۵۵	حق تواریخ کی تعداد	۱۴۴	حق تواریخ کی تعداد	۱۴۵	حق تواریخ کی تعداد
۱۵۶	اہل مابین کے لیے معاہدہ	۱۴۶	اہل مابین کے لیے معاہدہ	۱۴۷	اہل مابین کے لیے معاہدہ
۱۵۷	حضرت حذیفہ کا معاہدہ	۱۴۸	حضرت حذیفہ کا معاہدہ	۱۴۹	حضرت حذیفہ کا معاہدہ
۱۵۸	کارناموں پر انعام	۱۵۰	کارناموں پر انعام	۱۵۱	کارناموں پر انعام
۱۵۹	باب ۸	۱۵۲	باب ۸	۱۵۳	باب ۸
۱۶۰	جیش قدیمی کی اجازت	۱۵۴	جیش قدیمی کی اجازت	۱۵۵	جیش قدیمی کی اجازت
۱۶۱	شادامیان کو لٹکانے کا فیصلہ	۱۵۶	شادامیان کو لٹکانے کا فیصلہ	۱۵۷	شادامیان کو لٹکانے کا فیصلہ
۱۶۲	حکام کو فہم	۱۵۸	حکام کو فہم	۱۵۹	حکام کو فہم
۱۶۳	جنگوں کے سپہ سالار	۱۶۰	جنگوں کے سپہ سالار	۱۶۱	جنگوں کے سپہ سالار
۱۶۴	اصفہان کے سپہ سالار	۱۶۲	اصفہان کے سپہ سالار	۱۶۳	اصفہان کے سپہ سالار
۱۶۵	قلعہ فیضی کا ازالہ	۱۶۴	قلعہ فیضی کا ازالہ	۱۶۵	قلعہ فیضی کا ازالہ
۱۶۶	حضرت عمار کی تقریر	۱۶۶	حضرت عمار کی تقریر	۱۶۷	حضرت عمار کی تقریر
۱۶۷	عراق کے حکام	۱۶۸	عراق کے حکام	۱۶۹	عراق کے حکام
۱۶۸	تقریر کا حکم	۱۷۰	تقریر کا حکم	۱۷۱	تقریر کا حکم
۱۶۹	فتح اصفہان	۱۷۲	فتح اصفہان	۱۷۳	فتح اصفہان
۱۷۰	اہل اصفہان کی شکست	۱۷۴	اہل اصفہان کی شکست	۱۷۵	اہل اصفہان کی شکست
۱۷۱	شاد اصفہان سے متعلقہ	۱۷۶	شاد اصفہان سے متعلقہ	۱۷۷	شاد اصفہان سے متعلقہ
۱۷۲	مصالحت کی درخواست	۱۷۸	مصالحت کی درخواست	۱۷۹	مصالحت کی درخواست
۱۷۳	حضرت ابوموسیٰ کی آمد	۱۸۰	حضرت ابوموسیٰ کی آمد	۱۸۱	حضرت ابوموسیٰ کی آمد
۱۷۴	کوچ کا حکم	۱۸۲	کوچ کا حکم	۱۸۳	کوچ کا حکم
۱۷۵	معاہدہ اصفہان	۱۸۴	معاہدہ اصفہان	۱۸۵	معاہدہ اصفہان
۱۷۶	ہرمزان سے مشورہ	۱۸۶	ہرمزان سے مشورہ	۱۸۷	ہرمزان سے مشورہ
۱۷۷	اصفہان کی اہمیت	۱۸۸	اصفہان کی اہمیت	۱۸۹	اصفہان کی اہمیت

۱۷۲	فوجی چھاؤنی	۱۵۸	فتح کی بشارت	۱۵۸	شاہ اسماعیل کی شان و شوکت
۱۷۳	اہل آرمینیا کا معاہدہ	۱۵۹	ہمدان سے واپس	۱۵۹	حضرت مغیرہ کا داخلہ
۱۷۴	کویتانی ہمس	۱۶۰	فتح سے	۱۶۰	حضرت مغیرہ کی تقریر
۱۷۵	مشکل مہم	۱۶۱	دشمن کا مقابلہ	۱۶۱	تحت پر بیٹھنا
۱۷۶	اہل موکان کا معاہدہ	۱۶۲	پوشیدہ راستہ	۱۶۲	دشمن کی حیران دہازی
۱۷۷	ترکوں سے جنگ	۱۶۳	دشمن کو شکست	۱۶۳	حضرت نعمان کی ہدایات
۱۷۸	عبدالرحمن کی پیش قدمی	۱۶۴	آل زبیدی کی حکومت	۱۶۴	حضرت نعمان کا حملہ
۱۷۹	صحابہ کی برکات	۱۶۵	رستے کا صلح نامہ	۱۶۵	نعمان کی شہادت
۱۸۰	مجاہدانہ حملے	۱۶۶	دوسرا صلح نامہ	۱۶۶	چائین کا تقرر
۱۸۱	ترکوں پر عرب	۱۶۷	فتح قوس	۱۶۷	مشرق واقعات
۱۸۲	اسلامی عرب کا خاتمہ	۱۶۸	قوس کا معاہدہ	۱۶۸	حضرت حماد کے خلاف شکایت
۱۸۳	حضرت عبدالرحمن کی شہادت	۱۶۹	فتح جرجان	۱۶۹	حضرت مغیرہ کا تقرر
۱۸۴	سزا سکندری کی مہم	۱۷۰	جرجان کا معاہدہ	۱۷۰	دیگر واقعات
۱۸۵	یاقوت کا تختہ	۱۷۱	معاہدہ کے گواہ	۱۷۱	حضرت عمر کے کام
۱۸۶	حضرت عبدالرحمن کی تحریف	۱۷۲	فتح طبرستان	۱۷۲	باب ۹
۱۸۷	فصل کا رنگ	۱۷۳	معاہدہ	۱۷۳	۲۲ھ کے واقعات
۱۸۸	یاقوت کی قیمت	۱۷۴	فتح آذربایجان	۱۷۴	فتح آذربایجان
۱۸۹	مشرق واقعات	۱۷۵	اسفند یار کی گرفتاری	۱۷۵	فوجی مراکز کا قیام
۱۹۰	باب ۱۰	۱۷۶	علاقہ پر قبضہ	۱۷۶	فوجی مقاموں کے نام
۱۹۱	مفتوحہ علاقوں کی تسخیر	۱۷۷	قتل کی جان بخشی	۱۷۷	مصالحہ و عہد شکنی
۱۹۲	حضرت عمار کی مخالفت	۱۷۸	بہرام کی شکست	۱۷۸	فوجی افسروں کے تقرر
۱۹۳	اہل کوفہ و بصرہ کے تنازعات	۱۷۹	سلوک کی تکمیل	۱۷۹	حیثیہ العمل
۱۹۴	اصفہان کے دیہات	۱۸۰	آذربایجان کا معاہدہ	۱۸۰	ہمدان کا محاصرہ
۱۹۵	مزید علاقوں کا غلبہ	۱۸۱	فتح یاب	۱۸۱	پیغام صلح
۱۹۶	اہل عراق کی منتکلی	۱۸۲	صف آرائی	۱۸۲	فوجی مراکز کے گھران
۱۹۷	اہل تھلیس کا معاہدہ	۱۸۳	شہر ہمازی کی ملاقات	۱۸۳	روایات میں اختلاف
۱۹۸	حضرت حبیب کا قتل	۱۸۴	شاہ یاب کی گفتگو	۱۸۴	سیف کی روایت
۱۹۹	معاہدہ تھلیس	۱۸۵	جنگی خدمات کی منظوری	۱۸۵	شہیدہ جنگ

حضرت غازی بن یاسر ہمدانی کی معزولی	۱۸۱	فتح کی خبر	۱۸۱	دیگر حالات	۱۸۱
اہل کوئی کی مخالفت	۱۸۱	عہد عثمانی کا اندیشہ	۱۸۱	عہد عثمانی اور اہل بیت	۱۸۱
معزولی	۱۸۱	حضرت اصف کو ہدایت	۱۸۱	بڑا مرد و نصیحت	۱۹۳
کوئی اور مدائن کا مقابلہ	۱۸۱	ترکوں کی تعداد	۱۸۱	فرغانہ میں قیوم	۱۹۳
نا اعلیٰ کی شکایت	۱۸۱	اہل ادوی الفکر	۱۸۱	مسلمانوں کا اجتماع	۱۹۳
وزیر انتظام علاقے	۱۸۱	سپاہی کا مشورہ	۱۸۱	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطاب	۱۹۳
معزولی کا رجوع	۱۸۲	پہاڑ کے دامن میں	۱۸۲	مجاہدیت کا خاتمہ	۱۹۳
کمزوروں کی حکومت	۱۸۲	مسلمانوں کی تعداد	۱۸۲	مسلمانوں کو تہذیب	۱۹۳
حضرت ابو موسیٰ کا تقرر	۱۸۲	خبر رسائی	۱۸۲	حق کی اطاعت	۱۹۳
ان کے خلاف شکایت	۱۸۲	ترک سواروں کا قتل	۱۸۲	عہد عثمانی	۱۹۳
خاقت وریا کزور حاکم	۱۸۲	قتل کی بدگلوئی	۱۸۲	اس سال کے حکام	۱۹۳
اہل کوئی سے پریشانی	۱۸۲	خاقان کی واپسی	۱۸۲	باب ۱۱	۱۸۹
حضرت مغیرہ کا جواب	۱۸۳	خراسان کا حال	۱۸۳	۳۳۷ھ کے واقعات	۱۹۳
حضرت مغیرہ کا تقرر	۱۸۳	تعاقب کی ممانعت	۱۸۳	فتح توج	۱۹۳
حضرت مغیرہ کو نصیحت	۱۸۳	اہل فارس کی مزاحمت	۱۸۳	اہل توج کو شکست	۱۹۳
حکام سے باز پرس	۱۸۳	یزد گرد کا ارادہ	۱۸۳	توج کی آخری جنگ	۱۹۳
فتح خراسان	۱۸۳	ایرانوں کی تجویز	۱۸۳	اہل توج کا معاہدہ	۱۹۳
یزد گرد کا خواب	۱۸۳	مخالفت اور جنگ	۱۸۳	قاصد اور وفد کا انجام	۱۹۳
حاکم رے کی بغاوت	۱۸۳	یزد گرد کا فرار	۱۸۳	شکایت کی ممانعت	۱۹۵
خراسان میں قیام	۱۸۵	صلح کا معاہدہ	۱۸۵	فتح اسطخر	۱۹۵
جنگی ہمیں	۱۸۵	اہل خراسان کی عہد شکنی	۱۸۵	جزیہ کا معاہدہ	۱۹۵
خراسان کی مہم	۱۸۵	یزد گرد کا انجام	۱۸۵	دیانت داری کی ہدایت	۱۹۵
امداد کی درخواست	۱۸۵	بلخ کی طرف روانگی	۱۸۵	عثمان بن ابی العاص کی تقریر	۱۹۶
مسلمان سپہ سالار	۱۸۵	خاقان کا فرار	۱۸۵	بددیانتی کے اثرات	۱۹۶
فوجی ہتھیار سے مقابلہ	۱۸۶	فتح کی خبر	۱۸۶	شہرک کی بنیاد	۱۹۶
یزد گرد کو شکست	۱۸۶	سفیر چین سے ملاقات	۱۸۶	فرزند سے گفتگو	۱۹۶
بلخ کی فتح	۱۸۶	شاہ چین سے گفتگو	۱۸۶	فرزند کا جواب	۱۹۶
اہل خراسان کی مصالحت	۱۸۶	عربوں کا حال	۱۸۶	شہرک کا قتل	۱۹۶

۲۰۷	حضرت ایسوی کی طبی	فتح کرمان	۱۹۷	روایت میں اختلاف
"	دو چنانے	حضرت عمر بن خطاب کا جواب	"	حضرت ختم کی ہدایت
"	مقل کا ذکر	فتح بھتان	"	صف آرائی
"	زید کا معاملہ	بھتان کا علاقہ	"	زبردست شہت
"	حضرت عمر بن خطاب کا فیصلہ	بادشاہ کی اطاعت	"	شیرک کا سر
۲۰۸	زیاد کی آمد	عہد شکنی	"	آذربائیجان سے مصالحت
"	زیاد سے گفتگو	زرنج پر حملہ	"	اندازی کی خبر
"	زیاد سے منتر	فتح کرمان	۱۹۸	ضیافت کی فراہم
"	جھوٹ کی مذمت	شاہ کرمان کو شکست	"	وقت کا مظاہرہ
"	بیرون در دو بارہ آمد	فتح کی خوشخبری	"	معاہدہ کی تجدید
"	اصفہان کی جنگ	صہار عہدی کی باریابی	"	دشمنوں کا قتل
"	حکام کے تدارک	کرمان کا حال	"	اعداد کی درخواست
۲۰۹	کردوں سے جنگ	صحیح خبر	"	فتح قسار اور درابگرد
"	حضرت سلمیٰ کو ہدایت	پیش قدمی کی ممانعت	"	دشمن کی بڑی تعداد
"	خراب کی دعوت	فتح بیرون	۱۹۹	حضرت عمر بن خطاب کا خواب
"	ذاتی ذمہ داری پر معاہدہ	دشمن سے مقابلہ	"	حضرت ساراپہ کو حکم
"	دیگر ہدایات	حضرت مہاجر کی شہادت	"	حضرت عمر بن خطاب کی کرامت
"	فتح و نصرت	دشمن کی محصور	"	پہاڑ کے دامن میں
۲۱۰	زیارات کا صندوق	ربیع کی جان بخشی	"	خطبہ میں حکم
"	قاصد کو ہدایت	حضرت ایسوی کی واپسی	"	جو اہرات کا صندوق
"	کھانا کھانا	اہل بیرون پر فتح	۲۰۰	قاصد کی روانگی
"	کھانے کی نعمانی	ایک شخص کی شکایت	"	کھانے کا وقت
"	معمولی کھانا	حضرت ایسوی کی بریت	"	حضرت ام کلثوم کی گفتگو
"	حضرت عمر بن خطاب کا گھر	جنگل قیدی	"	کھانے کی دعوت
۲۱۱	قاروق اعظم بنو شہزادہ کا	عنبری شخص کی آمد	"	جنگ کا حال
"	حضرت ام کلثوم سے گفتگو	عنبری سے بے رخی	۲۰۱	جو اہرات کو لوٹنا
"	ان کا جواب	مخالفانہ شکایت	"	قاصد کی محرومی
"	تحقیق کا کھانا	زیاد پر اعتماد	"	حضرت عمر بن خطاب کی آواز

۳۲۰	ملکہ بنت جبرول	//	چالشیہ کو ہدایات	//	کھانے کے بعد دعا
//	زیدہ صغریٰ والدہ	۳۱۶	عربوں اور عیسویوں کے حقوق	//	اصل مسئلہ
//	قریبہ بنت ابی امیہ	//	خدا کا شکر	۳۱۲	گوشت کا ہوا
//	ام حبیبہ	//	بے کو ہدایات	//	جنگ کا حال
//	جمیلہ بنت ثابت	//	عام ہدایات	//	زیورات کا تحفہ
//	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا	//	کعبہ کو خطاب	//	تحفہ سے انکار
//	ابیہ	۳۱۷	طیب کی آہ	//	سواری کی اونٹیاں
//	ام ولد	//	وفات و تدفین	//	جلد وایتی کی ہدایت
//	فکبہ	//	حضرت صہیب کی امامت	//	زیورات کی تقسیم
۳۲۱	عائکہ بنت زید	//	تاریخ وفات میں اختلاف	۳۱۳	روایت میں اختلاف
//	ام کلثوم بنت ابی بکر سے پیغام	//	مدت خلافت	//	مختلف الفاظ
//	ان کا انکار	//	راویوں کا اختلاف	//	قاصد کو ملامت
//	عمر بن العاص کی آہ	//	ابو معشر کی روایت	//	دھمکی
//	صحیح مشورہ	۳۱۸	حضرت زہری کا قول	//	دعوت جہاد
//	بہتر رشتہ کی اطلاع	//	سیف کی روایت	//	آخری حج
۳۲۲	ام ابان کا انکار	//	مجلس شوریٰ کا اجتماع	//	باب ۱۲
//	سیرت و خصائص	//	احتشام بن محمد کی روایت	۳۱۴	فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت
//	عوام کی اہمیت	//	نام و نسب	//	ایلولوہ کا جواب
//	قوی اور امین	//	فاروق کا لقب	//	غلام کی دھمکی
//	قوی کاموں میں اہمیت	//	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول	//	کعبہ کی پیش گوئی
۳۲۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف	//	حلیہ اور صفات	//	دنوں کا شمار
//	اسلامی شیروں کا دورہ	۳۱۹	درازدہ	//	ایلولوہ کا دار
//	ملاقات کی عام ہدایت	//	گورارنگ داڑھی میں خضاب	۳۱۵	محمد و خدیجہ
//	قوی مال کی حفاظت	//	پیداؤں و عمر	//	حضرت عبدالرحمن بن عوف کی امامت
//	غیر مسلم سے احتیاط	//	عمر میں اختلاف	//	اہم مشورہ
۳۲۴	ذمہ داری کا شدید احساس	//	عام و خاص کا قول	//	مجلس شوریٰ کا تقرر
//	انصاف کی ہدایت	//	مستبر روایت	//	دارکان شوریٰ کی ہدایت
//	عوام سے بہرہ رسانی	//	اہل و عیال	//	حضرت ایلولوہ کا پیروہ

صمدی	۲۳۵	نرم و سخت	۲۳۰	قرب عوام کی سماعت	۲۳۵
علم کرنے کی ممانعت	۲۳۶	حاکم کی شکایت	۲۳۱	چستی اور تیز روی	۲۳۶
منصفانہ تقسیم کی ہدایت	۲۳۷	شکایت دور کرنا	۲۳۲	دنیا سے بے نیازی	۲۳۷
وہابیہ تقسیم کی نصیحت	۲۳۸	حکام سے معاہدہ	۲۳۳	زریں اصول	۲۳۸
حکام سے مواخذہ	۲۳۹	تنگ دستی	۲۳۴	فوری انصاف	۲۳۹
زور و کوب کی ممانعت	۲۴۰	عوام سے اجازت لینا	۲۳۵	نا انصافی کی ہزا	۲۴۰
حکام سے قصاص	۲۴۱	امیر المؤمنین کی وجہ تسمیہ	۲۳۶	نا جائز مال کی مذمت	۲۴۱
حکام کو ہدایت	۲۴۲	اولین کارنامے	۲۳۷	جماعت بندی کی ممانعت	۲۴۲
رحمہ کی خبر گیری	۲۴۳	ہجری سن کا اجراء	۲۳۸	گروہ بندی سے اجاری	۲۴۳
داخل ہونے کے آداب	۲۴۴	تراویح یا جماعت	۲۳۹	عوامی مفادات کو ترجیح	۲۴۴
چوروں سے حفاظت	۲۴۵	ورہ کا استعمال	۲۴۰	سادہ لوحی کا فطرہ	۲۴۵
نوہ لگانے پر اعتراض	۲۴۶	دقا تر کا قیام	۲۴۱	باب ۱۳	۲۴۶
چراغ جلانے کی ممانعت	۲۴۷	دقا تر کے بارے میں مشورہ	۲۴۲	قاروق اعظم کے خطبات	۲۴۷
راتوں کا انگشت	۲۴۸	حضرت عثمان نے فرمایا	۲۴۳	پہلا خطبہ	۲۴۸
مسافر عورت کی خبر گیری	۲۴۹	ولید بن ہشام کا مشاہرہ	۲۴۴	جامعہ ائمی پر اعتماد	۲۴۹
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت	۲۵۰	نام رکھنے کی ترتیب	۲۴۵	خدا کی مدد کی ضرورت	۲۵۰
شکایت کا ازالہ	۲۵۱	اعزاز نبوی سے ابتداء	۲۴۶	تہذیبی شخص ہوگی	۲۵۱
ابو جہان	۲۵۲	بے جا رعایت سے پرہیز	۲۴۷	تقویٰ اور صداقت	۲۵۲
آنے کی جوری	۲۵۳	اقرار پروری کی مخالفت	۲۴۸	انصاف پسندی	۲۵۳
کھانا پکانا	۲۵۴	اسلام کے ذریعے فضیلت	۲۴۹	غلام عوام	۲۵۴
بچوں کو کھانا	۲۵۵	اعمال کی نسبت پر برتری	۲۵۰	ذمہ داری کا احساس	۲۵۵
عورت کی تعریف	۲۵۶	تقسیم عطیات	۲۵۱	دوسرا خطبہ	۲۵۶
بچوں کا سوچنا	۲۵۷	مالی مساوات	۲۵۲	ظاہری کاموں پر فیصلہ	۲۵۷
کمل اطمینان	۲۵۸	جہاد کے گھوڑے	۲۵۳	نگل کی مذمت	۲۵۸
نصیحت کا آغاز	۲۵۹	بادشاہ اور طریقہ کافرق	۲۵۴	پاکیزہ ماحول	۲۵۹
رشتہ داروں کو تنبیہ	۲۶۰	رعایا کے لیے بار برداری	۲۵۵	عوام کی بہبود کی کا چند یہ	۲۶۰
مشہور شخصیات پر غصہ	۲۶۱	غریبوں کی امداد	۲۵۶	رزق حلال کی ترغیب	۲۶۱
غصہ کی شکایت	۲۶۲	قطر سانی کا انسداد	۲۵۷	شہادت کا مفہوم	۲۶۲

تیسرا خطبہ	تجارت میں خسارہ	معترض اور نوح	۲۵۰
اللہ کے احسانات	حضرت عمرؓ کی گرفت	ناصح کا غیر مقدم	۲۵۰
بے شمار نعمتیں	عدلیات کی تقسیم	چار امتزاحات	۲۵۱
دو ملتوں کو میں	مستحق کی حوصلہ افزائی	حد کی حرمت	۲۵۱
خائف دشمن	کفایت شعاری کی تعین	حد کی مشرقی	۲۵۱
خوش حالی اور زوال	خونِ منی	ام ولد کی آزادی	۲۵۱
عظیم فتوحات کا شہر	شاعرانہ ذوق	تشدید کی شکایت	۲۵۱
عمل کی توفیق	نیوت اور خلافت کا اجتماع	اصلاح کے مختلف ذرائع	۲۵۱
نعمتوں کی تکمیل	حضرت ابو بکرؓ کا طریقہ	خدا کی خوشنودی	۲۵۱
خدا شناسی کی نعمت	زہیر کا شعر	اونٹوں کو تیل ملنا	۲۵۱
دنیا اور آخرت کی نعمتیں	سورۃ واقعہ	دولت کی منصفانہ تقسیم	۲۵۱
حضرت عمرؓ کی وفات پر مرثی	بہترین شاعر	حکام کے بارے میں تحقیقات	۲۵۱
حضرت علیؓ کی وفات پر مرثی	زہیر کے دیگر شعار	ملت اسلامیہ کی حفاظت	۲۵۱
عائیکہ کا مرثیہ	۲۴۲ اشعار کا صحیح مصداق	مہاجرین و انصار	۲۵۲
دوسرا مرثیہ	خلافت کا معاملہ	اعراب	۲۵۲
حضرت عمرؓ کی وفات کا مرقم	قریش کی رائے	باب ۱۵	۲۵۳
باب ۱۴	حضرت ابن عباسؓ کی رائے	مجلس شوری	۲۵۳
حضرت عمرؓ کی وفات کے مزید سیر و خصائص	۲۴۳ ناپسندیدہ جماعت	موقع چاشمین	۲۵۳
انقلاب زمانہ	۲۴۳ مخالفانہ خبریں	حضرت سالم	۲۵۳
دنیا کی بے ثباتی	۲۴۳ حضرت ابن عباسؓ کا سوال	عبداللہ بن عمرؓ کی مخالفت	۲۵۳
بے کسوں کی مدد	۲۴۳ حسد اور ظلم کا الزام	خاندان کی بے تعلقی	۲۵۳
تقریب کے اشعار	۲۴۳ التزام کا جواب	فرض شناسی	۲۵۳
عہدہ سے استفادہ کی ممانعت	۲۴۳ آزادی کی رائے	نجات کی تمنا	۲۵۳
ابوحنیفہ کی نصیحت	۲۴۳ تجویز کی پاسداری	طریقہ خلافت میں بھی آزادی	۲۵۳
زہد پالی سفیان کا واقعہ	۲۴۳ قصور کی معافی	خلافت سے متعلق خواب	۲۵۳
حضرت معاویہؓ کے پاس	۲۴۳ چھ سوداگر	مجلس شوری کا اقرار	۲۵۳
بے نیکی کی نصیحت	۲۴۳ حاکم کے فرائض	نئے غلیظہ کے بارے میں ہدایات	۲۵۳
نصیحت پر عمل	۲۴۳ حکمرانی کی ذمہ داریاں	حضرت عباسؓ کی مشورہ	۲۵۳

۳۶۵	حضرت عبدالرحمن کا جواب	آخری رات کی کوشش	مجلس شوریٰ سے خطاب
"	فرزوق کے شہاد	حضرت سعد بن جندب کی رائے	صلاح و شہور کی ہدایت
"	حضرت عبدالرحمن کا اعلیٰ کردار	حضرت عبدالرحمن کا خواب	شور و غل
"	مجلس شوریٰ کی کارروائی	خلیفہ بننے پر اصرار	بعد وفات مشورہ کی ہدایت
"	مختلف لوگوں کا آغاز	حضرت علی و عثمان بنی ہاشم کی طلبی	صحیح کی ذمہ داری
"	اتحاد کی تلقین	عدائی فیصلہ	مستوع امیدوار
۳۶۶	حضرت عثمان بن جندب کی تقریر	حضرت عبدالرحمن کا خطاب	حضرت ابو طلحہ کا خطاب
"	احکام الہی کا اتباع	خلیفہ کے لیے حاضر و غیاب	مقداد کو نصیحت
"	حضرت عبدالرحمن کی تہیہ	حضرت علی بن جندب کی حمایت	حضرت صہیب کو ہدایت
"	حضرت زبیر بن جندب کی تقریر	حضرت عثمان بن جندب کی نامزدگی	اتحاد کا طریقہ
"	عدائی قوانین پر عمل	بنو ہاشم و امیہ میں بھرا	حضرت علی بن جندب کا قول
۳۶۷	حضرت عبدالرحمن کی حمایت	حضرت عمار کی تقریر	خلافت کے بارے میں شبہات
"	حضرت سعد بن جندب کا خطاب	تقریر کا جواب	حضرت عباس بن جندب کا جواب
"	بد اعمالی سے پرہیز	جلد فیصلہ کی درخواست	مشورہ نہ ماننے کی شکایت
"	خلافت سے دستبرداری	حضرت علی سے عہد لینا	احتیاط کا مشورہ
"	حضرت عبدالرحمن پر اعتماد	حضرت علی بن جندب کا جواب	آنکھ کا طریقہ کار
"	حضرت علی بن جندب کی تقریر	حضرت عثمان بن جندب کا جواب	حضرت صہیب کی امامت
۳۶۸	حق خلافت	حضرت عثمان بن جندب کی بیعت	مجلس شوریٰ کا انعقاد
"	مستقبل کے بارے میں اندیشہ	حضرت علی بن جندب کا اعتراض	حضرت ابو طلحہ کی تنبیہ
"	حضرت عبدالرحمن کی دستبرداری	حضرت عبدالرحمن بن جندب کا جواب	دست برداری کی تجویز
"	مجلس کے نفاذ	حضرت مقداد بن جندب کی شکایت	حضرت عبدالرحمن کی دستبرداری
"	سامعی جیلہ	بہترین شخص سے نظر اندازی	پختہ معاہدہ
"	عثمان اور علی	حضرت مقداد بن جندب کو تنبیہ	عہد مستحکم
۳۶۹	زبیر و سعد کی رائے	اہل بیت کا مشہد	حضرت علی سے خطاب
"	سور کی رائے	قریش کا نقطہ نظر	حضرت عثمان سے سوال
"	حضرت علی بن جندب کی طلبی	حضرت طلحہ بن جندب کی آمد	سعد و زبیر سے گفتگو
"	حضرت عثمان بن جندب کا بیاد	حضرت طلحہ بن جندب کی بیعت	حضرت سعد اور حضرت علی
"	حضرت عبدالرحمن کی گفتگو	منفیہ کا قول	رائے عام کا اتفاق

۲۸۱	جہاد کا شوق	۲۷۰	حضرت عثمان غنی سے مال
۲۸۲	روحی خالق پر حمد	۲۷۱	حضرت عثمان سے خطب
۲۸۳	عصیب بن مسلمہ کی اصلاح	۲۷۲	سید نبوی کا اجتماع
۲۸۴	سعید بن العوس و نعم	۲۷۳	حضرت عبدالرحمن کا خطاب
۲۸۵	عصیب کا شب خون	۲۷۴	حضرت عثمان سے استفسار
۲۸۶	مسلم خاقان کا کارنامہ	۲۷۵	حضرت عثمان کا اقرار
۲۸۷	حج کی قیادت	۲۷۶	حضرت عثمان سے بیعت کا فیصلہ
۲۸۸	تاریخ میں اختلاف	۲۷۷	حضرت عبداللہ کی قیادت
۲۸۹	۲۵ھ کے مشہور واقعات	۲۷۸	حضرت علیؓ کی بیعت
۲۹۰	افریقہ پر حملہ	۲۷۹	قول علیؓ کی توضیح
۲۹۱	مشرق واقعات	۲۸۰	عمرو بن العاصؓ کا قول
۲۹۲	۲۶ھ کے مشہور واقعات	۲۸۱	حضرت مغیرہ کی تقریر
۲۹۳	حرم کعبہ کی توسیع	۲۸۲	عبید اللہ بن عمرؓ کی خطی
۲۹۴	بردباری سے ناجائز فائدہ	۲۸۳	گھر میں عقیدہ
۲۹۵	حضرت سعدؓ کی معزولی	۲۸۴	عبید اللہ کے بارے میں مشورہ
۲۹۶	حضرت سعدؓ کی معزولی کے	۲۸۵	دینت پر رہائی
۲۹۷	اسباب	۲۸۶	بیاضی کے اشعار
۲۹۸	قرش کا گناہ	۲۸۷	قول کی سازش کا الزام
۲۹۹	تیز کاری	۲۸۸	عبید اللہ کا انتقام
۳۰۰	حضرت سعدؓ کی جنگ	۲۸۹	ہلینہ کا قتل
۳۰۱	حضرت عثمانؓ کی ناراضگی	۲۹۰	عبید اللہ کی گرفتاری
۳۰۲	ولید بن عقبہ کا تقرر	۲۹۱	آخری سال کے حکام
۳۰۳	حضرت ابن مسعودؓ کی بحالی	۲۹۲	قدوہ کی وفات
۳۰۴	نیا حاکم	۲۹۳	حضرت معدیہ کے حملے
۳۰۵	محبوب ترین شخصیت	۲۹۴	مشرق واقعات
۳۰۶	۲۷ھ کے مشہور واقعات	۲۹۵	فوجی امداد کا حکم
۳۰۷	عبید اللہؓ کا تقرر	۲۹۶	ولید بن عقبہ کی تقریر
۳۰۸	افریقہ کی فوجی مہم	۲۹۷	ترغیب جہاد

خاص الغم	معزولی کا کام کا اقرار	اہل قبرص سے معاہدہ	۳۹۷
اندلس کی مہم	عمر بن العاص کی معزولی	قبرص پر حملہ	۳۹۸
فریقیہ میں جنگ	عمر بن العاص سے گفتگو	اشک مہرت	۳۹۹
فریقیہ کی فتح	مزید فتوحات	بجلی قیدیوں کا تبادلہ	۴۰۰
مستقیمہ میں فتح	۲۸۷ کے واقعات	معاہدہ کی شرائط	۴۰۱
ابن سعد کے خلاف شکایت	بحری جنگیں	متفرق واقعات	۴۰۲
معزولی کی درخواست	بحری جنگ	باب ۱۷	۴۰۳
معزولی کا حکم	سمندر کا حال	۲۹ کے مشہور واقعات	۴۰۴
ابن سعد کی واپسی	بحری سفر کی ممانعت	عبداللہ بن عامر حبشہ کا تقرر	۴۰۵
اہل افریقیہ کی امن پسندی	بحری جنگ کی اجازت	حضرت ایسویٰ جوہرہ کی معزولی	۴۰۶
اہل عراق کی ریشہ وراثت	عمر بن العاص کا رائل	دیگر حکام کا تقرر	۴۰۷
ناتھانی کا سبب	امیر معاویہ جوہرہ کو خط	حمران کی جنگ	۴۰۸
تحقیقاتی وفد	۲۸۸ شاوروم کی خط و کتابت	دیگر انتظامات	۴۰۹
حکام کی بداعمالی	جامع مقولہ	کردوں کے خلاف جہاد	۴۱۰
خلافت چند پہ جہاد	پانی کی اہمیت	پیدل جہاد	۴۱۱
جنگ میں پیش قدمی	حق و باطل کا فرق	استغلا کا مطالبہ	۴۱۲
مظالم کی انتہا	مسافت	نئے حکام	۴۱۳
خلیفہ کو اطلاع	حضرت ام کلثوم حبشہ کے تھانف	خراسان و جہان کے حکام	۴۱۴
جواب میں نال مشاغل	حکمران کے تھانف	عبداللہ کی شہادت	۴۱۵
نفقت کا نتیجہ	۲۸۹ عوام سے مشورہ	اصطخر کی جنگ	۴۱۶
اندلس کے مجاہدین	لوگوں کا مشورہ	اطلاعات فارس کے حکام	۴۱۷
فتح قسطنطنیہ کا پیش خیمہ	بحری جنگ کا آغاز	خراسان کے حکام	۴۱۸
فتح اندلس	پچاس حملے	جہان کے حاکم	۴۱۹
ابن سعد کی معزولی	عبداللہ بن قیس کا واقعہ	کرمان و فارس کے حکام	۴۲۰
اہل اندلس کی اطاعت	عبداللہ بن قیس کی شہادت	حضرت ایسویٰ جوہرہ کی مخالفت	۴۲۱
افریقیہ کا جہاد	محتاج عورت کی شناخت	دونوں لشکروں کا سردار	۴۲۲
اہل افریقیہ کی مصالحت	۲۹۰ حکام کے نام بدایت	ابن عامر کا عبداللہ	۴۲۳
شاورومہ خراج	عہد فنی	خراسان کی حکومت	۴۲۴

فتح قارس	۳۰۱	قدح پر دانا افراد	۳۰۱	سازشی واقعہ	۳۰۱
مسجد نبوی کی توسیع	۳۰۲	مفسدوں کو سزا	۳۰۲	انگوٹھی غائب	۳۰۲
منی میں خیمہ	۳۰۳	اشعار	۳۰۳	بجرم کی تحقیق	۳۰۳
منی میں مکمل نماز	۳۰۴	ابوشریح خزامی کی ہجرت	۳۰۴	سازشی کی تکمیل	۳۰۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا امراض	۳۰۵	قیامت کا قانون	۳۰۵	مخالفانہ گواہ	۳۰۵
حضرت عبدالرحمن کی تختہ چینی	۳۰۶	قیامت کی توفیق	۳۰۶	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ	۳۰۶
خلاف ست عمل	۳۰۷	مہمان خانے میں قیام	۳۰۷	کوڑے کی سزا	۳۰۷
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دلائل	۳۰۸	ابوسہیل کا مہمان خانہ	۳۰۸	اصل واقعہ	۳۰۸
جہلی بات کا جواب	۳۰۹	ابوزہرہ بیدت تعلقات	۳۰۹	انگوٹھی کی گمشدگی	۳۰۹
دوسری بات کا جواب	۳۱۰	ولید کی مصاحبت	۳۱۰	بجرم غائب	۳۱۰
مخالفت سے پرہیز	۳۱۱	ابوزہرہ کی آمد و رفت	۳۱۱	دار خلافت میں	۳۱۱
خلیفہ کی اطاعت	۳۱۲	ولید کا مہمان	۳۱۲	کوڑے کی سزا	۳۱۲
سچے کے مشہور واقعات	۳۱۳	ولید کے خلاف سازش	۳۱۳	ولید کے بارے میں اختلاف	۳۱۳
جنگ طبرستان	۳۱۴	شراب نوشی کا اکرام	۳۱۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب	۳۱۴
ابن عامر کی روداگئی	۳۱۵	لفظ بیانی پر ملامت	۳۱۵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول	۳۱۵
اہل جرہان سے مصالحت	۳۱۶	انواہوں پر چشم پوشی	۳۱۶	لوٹن والوں کا ماتم	۳۱۶
طبیعیہ کی جنگ	۳۱۷	جنگ کا تذکرہ	۳۱۷	سعید بن العاص کا تقرر	۳۱۷
دشمن کا صفایا	۳۱۸	ولید کے جنگی کارنامے	۳۱۸	ابتدائی حالات	۳۱۸
اکابر صحابہ کی شرکت	۳۱۹	حضرت ابن مسعود کا جواب	۳۱۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سرپرستی	۳۱۹
محمد بن الحکم کی شہادت	۳۲۰	ولید کی ملامت	۳۲۰	بے کس خواتین سے امدادی	۳۲۰
کعب بن جہل کے اشعار	۳۲۱	جادوگر کا معاملہ	۳۲۱	دوسرے خاندان میں نکاح	۳۲۱
اہل جرہان کی عہد شکنی	۳۲۲	اکرام کی تحقیق	۳۲۲	سعید کی آمد	۳۲۲
خراج کی ادائیگی بند	۳۲۳	جادوگر کی کشتی	۳۲۳	سعید کا خطبہ	۳۲۳
سعید بن العاص کا تقرر	۳۲۴	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ	۳۲۴	تحقیقات کا نتیجہ	۳۲۴
معزول کے اسباب	۳۲۵	ولید کے خلاف شکایت	۳۲۵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب	۳۲۵
ولید بن عقبہ کا تقرر	۳۲۶	سازش پر عمل	۳۲۶	مردم شناسی کی ہدایت	۳۲۶
محبوب شخصیت	۳۲۷	مخالفانہ شہادتیں	۳۲۷	شرقا سے خطاب	۳۲۷
کوٹہ کا فساد	۳۲۸	ظاہری شہادت پر عمل	۳۲۸	تقریر کے اثرات	۳۲۸

۳۱۶	حالات پر غور و فکر	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو	۳۱۶	حکام شام کا تقرر	۳۱۶
۳۱۷	اتحاد کی تحقیر	مدینہ سے باہر قیام	۳۱۷	تقرر کا آغاز	۳۱۷
۳۱۸	اشعار کا استعمال	خفیہ آواز سے	۳۱۸	حلاق شام کے حکام	۳۱۸
۳۱۹	چاندی کی منتقلی	ربذہ میں قیام	۳۱۹	دور عثمانی کے حکام	۳۱۹
۳۲۰	انتقال اراضی	خلوت پسندی	۳۲۰	شام کی متحدہ حکومت	۳۲۰
۳۲۱	ارضی کی خرید و فروخت	خرید نیکی کی تعریف	۳۲۱	حاکم مصر	۳۲۱
۳۲۲	منتقلی کا حکم	کعبہ پر توجہ	۳۲۲	اہل روم سے مقابلہ	۳۲۲
۳۲۳	ترجمہ حقوق	تشریح کی ممانعت	۳۲۳	روم کا بحری بیڑہ	۳۲۳
۳۲۴	فوجی کمک	باہر قیام کی وجہ	۳۲۴	رومیوں سے بحری جنگ	۳۲۴
۳۲۵	خاتم مہارک کی تشددی	چیسوں کا تھیلا	۳۲۵	گھسان کی جنگ	۳۲۵
۳۲۶	انگوٹھی کی ضرورت	امیر کی اطاعت	۳۲۶	رومیوں کو شکست	۳۲۶
۳۲۷	خاتم نبوت	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے لیے روزینہ	۳۲۷	ابن ابی حذیفہ کی گھیر	۳۲۷
۳۲۸	چاندی کی انگوٹھی	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا حال	۳۲۸	دوبارہ ٹافرمانی	۳۲۸
۳۲۹	کسریٰ کو دعوت اسلام	اطاعت کی ہدایت	۳۲۹	روم کی بحری فوج	۳۲۹
۳۳۰	در بارہ کا حال	مال و دولت	۳۳۰	بحری جنگ کا عزم	۳۳۰
۳۳۱	برقیں کو دعوت اسلام	شاہ ایران کا فرار	۳۳۱	مسلمانوں کی صف بندی	۳۳۱
۳۳۲	خاتم مہارک کی حفاظت	مہم کے سپہ سالار	۳۳۲	فتح و نصرت	۳۳۲
۳۳۳	خاتم مہارک اور غلغلاء	برف باری	۳۳۳	باغیانہ گفتگو	۳۳۳
۳۳۴	دوسری انگوٹھی	قصر چاشق	۳۳۴	بغوات کی ابتداء	۳۳۴
۳۳۵	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے واقعات	تیز رفتار گھوڑی	۳۳۵	مخالفانہ اعتراضات	۳۳۵
۳۳۶	ابن سبا کی فتنہ پردازی	متفرق واقعات	۳۳۶	باغیانہ اعتراضات	۳۳۶
۳۳۷	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف	باب ۱۸	۳۳۷	تجسس	۳۳۷
۳۳۸	فتنہ کا علم	۳۳۷ کے واقعات	۳۳۸	فتح آرمینیا	۳۳۸
۳۳۹	غریبوں کی حمایت	رومیوں سے بحری جنگ	۳۳۹	شاہ ایران کا قتل	۳۳۹
۳۴۰	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شکایت	فروہ صواری	۳۴۰	دوسری روایت	۳۴۰
۳۴۱	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب	پورے شام پر حکومت	۳۴۱	قاتل کی گرفتاری	۳۴۱
۳۴۲	فتنی کی پیش گوئی	عیاض کی شکایت	۳۴۲	لاش کی تدفین	۳۴۲
۳۴۳		حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا احترام	۳۴۳		۳۴۳

۳۳۱	بادشاہ کی اواز	۳۳۱	نیزک کا بیٹا	۳۳۱	کناری سے مصالحت
۳۳۲	ماریہ کی سازش	۳۳۲	بادشاہ کی برہمی	۳۳۲	خراسان کی فتوحات
۳۳۳	شیعی شکر کو شکست	۳۳۳	شاهی لشکر کا صفایا	۳۳۳	اہل سرخس سے مصالحت
۳۳۴	بادشاہ کا فرار	۳۳۴	زمرہ پرواز کی ضرورت	۳۳۴	فتح سرخس
۳۳۵	پتلی والے کے گھر پتہ	۳۳۵	بادشاہ کا حلیہ	۳۳۵	جہنم کی فتح
۳۳۶	آکشیاب راز	۳۳۶	قتل کا حکم	۳۳۶	اسود بن کلثوم
۳۳۷	قتل کی مخالفت	۳۳۷	آکشیاب راز	۳۳۷	اہل مرو کی مصالحت
۳۳۸	بادشاہ کا قتل	۳۳۸	چار درہم کی پختائی	۳۳۸	۳۲۲ھ کے واقعات
۳۳۹	تدفین	۳۳۹	جاں بخشی کی درخواست	۳۳۹	امارت پر اختلاف
۳۴۰	مطیار کی قیادت	۳۴۰	لاش در پائیں	۳۴۰	خوش قدمی کی ممانعت
۳۴۱	درہان پر برہمی	۳۴۱	گمشدہ پائی	۳۴۱	لشکر کی ہم
۳۴۲	بادشاہ کا فرار	۳۴۲	چار ہزار کی فوج	۳۴۲	عبدالرحمن بن ربیعہ کی شہادت
۳۴۳	قیمم ہرستان پر اصرار	۳۴۳	مرد کے حکام	۳۴۳	اکابر صحابہ کی شرکت
۳۴۴	منصب میں ترقی	۳۴۴	ہا بھی سازش	۳۴۴	دشمنوں کی عقیدت
۳۴۵	مختلف روایات	۳۴۵	پیدل فرار	۳۴۵	سلمان بن ربیعہ کی مہارت
۳۴۶	مختلف شہروں میں قیام	۳۴۶	قتل اور فرار	۳۴۶	اہل خزرج کی عدالت
۳۴۷	عزم خراسان	۳۴۷	اطیاری کی تقریر	۳۴۷	غیر فانی انسان
۳۴۸	اعداد کے لیے خطوط	۳۴۸	عیسائیوں پر احسانات	۳۴۸	دشمن کا تجربہ
۳۴۹	ماریہ کی غداری	۳۴۹	عیسائی مقبرہ میں تدفین	۳۴۹	سخت حملہ
۳۵۰	مخالفانہ سررمیاں	۳۵۰	آخری بادشاہ	۳۵۰	خزرج کے راستے سے واپسی
۳۵۱	اہل مرو کی سرکشی	۳۵۱	فتح خراسان	۳۵۱	شوق شہادت
۳۵۲	قتل کی سازش	۳۵۲	واقعات کی تفصیل	۳۵۲	جہاد کا خواب
۳۵۳	نیزک طرغون کو خط	۳۵۳	مسجد کی تعمیر	۳۵۳	خون آلود پوشاک
۳۵۴	نیزک کی چاہنازی	۳۵۴	جہاد کی ترغیب	۳۵۴	معصہ کی شہادت
۳۵۵	ماریہ کا مشورہ	۳۵۵	ابن عامر کی روانگی	۳۵۵	قبائے لالہ گوں
۳۵۶	فرخ زاد کی مخالفت	۳۵۶	خراسان کی ہم	۳۵۶	مسلمانوں کو شکست
۳۵۷	فرخ زاد کو خط	۳۵۷	اہل ہرات کو شکست	۳۵۷	تین مجاہدوں کی شہادت
۳۵۸	خط مشورہ	۳۵۸	سعید بن العاص کی فوج	۳۵۸	نبید کا خواب

۳۵۹	مختل میں زہد کو ب	معادہ کے گواہ	اہل کوفہ کی بے وفائی
"	قبیلہ اسد کا محاصرہ	کاتب معاہدہ	خزرج کے فوجی حکام
"	مصلانی کو شش	بھاری فوج کا اجتماع	اورت پر اختلاف
"	۳۵۴ شریکوں کی افواہیں	۳۴۸ سپاہیوں کے خیانات	اہل کوفہ کے دعوے
"	مفسدوں کی جلاد فنی	فتح و برات	حبیب کے عزائم
۳۶۰	امیر معاویہ جوئے کو خط	مہر جان کے تحائف	حضرت حذیفہ جوئے کی بددعا
"	۳۵۵ اعانت کی نصیحت	تحائف پر قبضہ	اکابر صحابہ کی بددعا
"	سرکشی کا انجام	برات کی طرف ہم	حضرت عبداللہ بن مسعود کی وفات
"	باغیانہ جواب	۳۴۹ ابن عامر کی وسیع فتوحات	حضرت ابوذر جوئے کی وفات
"	اسلامی دور کی اہمیت	فتوحات کا شکر	سواروں کی آمد
"	قریش کی فضیلت	نیشاپور سے احرام باندھنا	وفات کی خبر
۳۶۱	۳۵۶ خانہ جنگی سے نہات	دشمن کی فوجوں کا اجتماع	حضرت ابن مسعود کو قتل
"	قریش پر فضل الہی	ایک حاکم کی ضرورت	تعلیق و تدفین
"	خدا کے انعامات	قیس اور ابن خازم	واپسی
"	دین اسلام کی حفاظت	۳۵۰ ابن خازم کی جنگی تدبیر	چودہ سوار
"	بدترین ہمتی	شعلہ بردار فوج	حضرت ابوذر جوئے کا حال
"	اسلام کے احسانات	دشمن کو شکست	چھبیس و تین
۳۶۲	۳۵۷ ہروں کی رسوائی	امیر ان جنگ	منکب کی خوشبو سے استقبال
"	جانے کی اجازت	خراسان پر مستقل حکومت	قافلہ کی روانگی
"	دو بارہ نصیحت	۳۵۱ قیس بن اثیم کو روانہ کرنا	اسائے گرامی
"	سازشوں کی ناکامی	ابن خازم کی فتح	باب ۱۹
۳۶۳	مفسدوں کے بارے میں رائے	۳۵۲ اہل خراسان سے جنگ	فتح ترکستان
"	۳۵۸ جزیرہ کی طرف روانگی	۳۳۳ کے واقعات	حاکم مرو کا قاصد
"	خالد کی تنہیہ	اہل خراسان کی عہد شکنی	حاکم مرو کا خط
"	مفسدوں کو ہدایت	مختل کا واقعہ	شرائک صلح
"	معافی کی درخواست	۳۵۳ حقاوت پر گفتگو	خط کا جواب
۳۶۴	قبول تو بہ	ابن خنیس کی گفتگو	شرائک کی اعانت
"	اشتر کی واپسی	لوگوں کی سخت کلامی	شرائک کی منظوری

سعید بن العاص کا تقریر	۳۶۹	عقیقوں کا اجتماع	۳۶۹
وید کی طبی	۳۷۰	امیرانی علاقوں کے حکام	۳۷۰
مشیر کو دھونا	۳۷۱	سازش کا آغاز	۳۷۱
وید کی منتقلی	۳۷۲	سرغزی کی گرفتاری	۳۷۲
کوڑے مارنے کا فیصلہ	۳۷۳	جلاوطنوں کو دعوت شرکت	۳۷۳
محفل آرائی	۳۷۴	اشتر کی پیش قدمی	۳۷۴
اشتر کی مخالفت	۳۷۵	دیگر افراد کی پیروی	۳۷۵
کو تو ال کی ملامت	۳۷۶	عبدالرحمن کا قتل قب	۳۷۶
کو تو ال کو زور و کوب	۳۷۷	سعید کے خلاف ہنگامہ	۳۷۷
اجتات کا آغاز	۳۷۸	مخالف جماعت کی تشکیل	۳۷۸
مخالفین کی جلا وطنی	۳۷۹	اجتات کی مذمت	۳۷۹
واقعہ کی مزید تفصیل	۳۸۰	کامیابی کا یقین	۳۸۰
امیر معاویہ کی گفتگو	۳۸۱	سعید سے ملاقات	۳۸۱
ابوسفیان کی تعریف	۳۸۲	سعید کی نصیحت	۳۸۲
صعصعہ کی تردید	۳۸۳	غلام کا قتل	۳۸۳
اصول زندگی	۳۸۴	تہدیبی کا مطالبہ	۳۸۴
قطع کلام	۳۸۵	حضرت ابوموسیٰ بن جعفر کا تقریر	۳۸۵
معاویہ کی تقریر	۳۸۶	آپ کی آمد	۳۸۶
افتراق کا پہلو	۳۸۷	اطاعت کا اقرار	۳۸۷
اجتماعی تلقین	۳۸۸	مخالف گروہ کی روانگی	۳۸۸
صعصعہ کی مستثنیٰ	۳۸۹	عامر کی گفتگو	۳۸۹
امیر معاویہ کی مدافعت	۳۹۰	اللہ کہاں ہے؟	۳۹۰
نیک کی نصیحت	۳۹۱	حکام کا اجتماع	۳۹۱
نافرمانی کی مذمت	۳۹۲	مشورہ طلی	۳۹۲
امیر معاویہ پر حملہ	۳۹۳	جہاد کا حکم	۳۹۳
حضرت عثمان بن جعفر کو خط	۳۹۴	خطرہ کا اہتمام	۳۹۴
کوڑے کی طرف واپسی	۳۹۵	علیہ افراد کا فقدان	۳۹۵
ممن بھوجان	۳۹۶	حکام کی ذمہ داری	۳۹۶

۳۸۹	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہدایت نامہ	۳۸۹	عالم کی انسداد
۳۸۹	عوام کا تاثر	۳۸۹	اعتدال کا مشورہ
۳۸۹	حکام سے مشورہ	۳۸۹	عمر بن العاص کی صفائی
۳۸۹	بے بنیاد خبریں	۳۸۹	امراء کے نام
۳۸۹	افواہوں پر سزا کی تجویز	۳۸۹	اپنے علاقے کے ذمہ دار
۳۸۹	حقوق و فرائض کا توازن	۳۸۹	فوجی ہمسوں میں مشغول
۳۸۹	شام کے پرامن حالات	۳۸۹	عمر بن العاص کی نکتہ چینی
۳۸۹	عمر بن العاص کی نکتہ چینی	۳۸۹	نکتہ چینی کی توجیہ
۳۸۹	نرم سلوک کی ہدایت	۳۸۹	تہذیب کی ہدایت
۳۸۹	تہذیب و فساد کی پیش گوئی	۳۸۹	سعید کے خلاف بغاوت
۳۹۰	آئندہ خلیفہ کا تذکرہ	۳۸۹	اشتر کی دھمکی
۳۹۰	خلاف توقع	۳۸۹	سازش کا اذہ
۳۹۰	معاویہ کی طرف اشارہ	۳۸۹	تکلیفیں واقعہ
۳۹۱	معاویہ کی روایت	۳۸۹	حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی
۳۹۱	اسلامی طریقہ انتخاب	۳۸۹	مستقبل کا واقعہ
۳۹۱	ریکسانہ نظام	۳۸۹	حضرت ابوموسیٰ کا تقرر
۳۹۱	تعاون کی نصیحت	۳۸۹	باقی کا قتل
۳۹۱	تقریر پر تنقید	۳۸۹	سعید کے خلاف سازش
۳۹۱	دوسری روایت	۳۸۹	مطالیہ کی منظوری
۳۹۲	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تقریر	۳۸۹	عزم جہاد
۳۹۲	آئندہ خلیفہ کی افواہ	۳۸۹	جہاد کی ترغیب
۳۹۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعتراض	۳۸۹	خلاف میں شدت
۳۹۲	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب	۳۸۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحت
۳۹۲	صلہ رحمی	۳۸۹	افضلیت کا اقرار
۳۹۲	شکایت کا ازالہ	۳۸۹	تہذیب کی ہدایت
۳۹۲	امیر معاویہ کی پیش کش	۳۸۹	بدعت و سنت میں امتیاز
۳۹۲	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انکار	۳۸۹	بدترین حاکم کی ملامت
۳۹۳	فوجی امداد سے انکار	۳۸۹	عالم حاکم کا انجام

۳۹۳	عبداللہ بن سبا کی شرکت	۳۹۸	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سنگباری
۳۹۴	اشکوفہ کا قافلہ	۳۹۹	تین مدنی حضرات
۳۹۵	کوفی سردار	۴۰۰	ہاشمیوں کے مخالفین
۳۹۶	بصرہ کے سرغنہ	۴۰۱	سجاسی عیادت
۳۹۷	مختلف خیالات کے گروہ	۴۰۲	مسجد کے قریب جنگ
۳۹۸	ہاشمیوں کے مراکز	۴۰۳	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آمد
۳۹۹	اہل مدینہ سے اندیشہ	۴۰۴	آپ کی بے ہوشی
۴۰۰	سرکردہ حضرات سے ملاقات	۴۰۵	امامت ممنوع
۴۰۱	اپنے امیدواروں سے ملاقات	۴۰۶	ہاشمیوں کی امامت
۴۰۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات	۴۰۷	قتل و غارت
۴۰۳	لغوی افراد	۴۰۸	ہواشیوں کی ملاقات
۴۰۴	حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو	۴۰۹	سورہ یونس کی آیت
۴۰۵	حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا انکار	۴۱۰	محفوظ چراگاہوں پر اعتراض
۴۰۶	اچانک محاصرہ	۴۱۱	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب
۴۰۷	واپس آنے کی وجہ	۴۱۲	شرائط کی پابندی
۴۰۸	ایک ہی قسم کا جواب	۴۱۳	عطیات اہل مدینہ کی بندش
۴۰۹	گفتگو کی آزادی	۴۱۴	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ
۴۱۰	امداد کے لیے خطوط	۴۱۵	عطیات کے بارے میں حکم
۴۱۱	امور خلافت کی انجام دہی	۴۱۶	قاصد کی گرفتاری
۴۱۲	ناچائز مطالبات	۴۱۷	سرکمر خط
۴۱۳	جنگ احزاب کا نمونہ	۴۱۸	حضرت علی سے شکایت
۴۱۴	امدادی فوجیں	۴۱۹	خط لکھنے سے انکار
۴۱۵	ممتاز صحابہ کی خدمات	۴۲۰	جنگی خط
۴۱۶	تابعین کی خدمات	۴۲۱	ناشائستہ روایت
۴۱۷	پر جوش تقریر	۴۲۲	عمر و بن العاص کی معزولی
۴۱۸	اہل بصرہ کی خدمات	۴۲۳	عمر و بن العاص کے اعتراضات
۴۱۹	شام کے کارکن	۴۲۴	عمر و بن العاص کا کارنامہ
۴۲۰	حضرت عثمان کی تقریر	۴۲۵	دور قاروقی کے حاکم

نہی کا نتیجہ	۳۰۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی واپسی	۳۱۷	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افسردگی	۳۱۷
دورانِ جاہلیت کا تذکرہ	۳۰۷	مروان کا مشورہ	۳۱۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو	۳۱۷
مروان کی ملامت	۳۰۷	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اعلان	۳۱۷	مروان کی بات پر عمل	۳۱۷
مخالفانہ نہ پروا لینا	۳۰۷	عمر بن العاص کی مخالفت	۳۱۷	خلیفہ میں جنگ	۳۱۷
فلسطین میں قیام	۳۰۷	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توبہ	۳۱۷	آیت کی تلاوت	۳۱۷
شہادت کی خبر	۳۰۷	فلسطین میں قیام	۳۱۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملامت	۳۱۷
مخالفت کا اقرار	۳۰۷	اطالیہ اخبار کا مشورہ	۳۱۷	باب ۲۱	۳۱۷
مخالفت کی وجہ	۳۰۸	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مشورہ	۳۱۸	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت	۳۱۸
بیوی کو طلاق	۳۰۸	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ	۳۱۸	تکمیل کی مخالفت	۳۱۸
مصر کے مخالفین	۳۰۸	توبہ و استغفار	۳۱۸	لوگوں کی گستاخیاں	۳۱۸
مصریوں کی روانگی	۳۰۸	معزز افراد کو دعوت	۳۱۸	جیل کی بدگامی	۳۱۸
اصل مقصد	۳۰۸	رفتہ آئینہ تحریر	۳۱۸	حکام پر اعتراض	۳۱۸
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اطلاع	۳۰۸	مروان کی مداخلت	۳۱۹	عمر بن العاص کا اعتراض	۳۱۹
فساد کی پیش گوئی	۳۰۸	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت	۳۱۹	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توبہ	۳۱۹
قتل کا ارادہ	۳۰۹	باہم سخت گدائی	۳۱۹	جمہور غفاری کی گستاخی	۳۱۹
بوائیوں کا قاصد	۳۰۹	مروان کا خط مشورہ	۳۱۹	عصائے نبوی کو توڑنا	۳۱۹
واپس بھجوانے کی کوشش	۳۰۹	لوگوں کا اجتماع	۳۱۹	غفاری کی بری حرکت	۳۱۹
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب	۳۰۹	جمع کا اخراج	۳۱۹	صحابہ کے نام خطوط	۳۱۹
صحابہ کا وفد	۳۰۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیض و غضب	۳۲۰	جعلی خط کا مضمون	۳۲۰
حضرت سعد و عمار رضی اللہ عنہما	۳۰۹	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مشورہ	۳۲۰	قاصد سے پوچھ گچھ	۳۲۰
خفیہ کا تقریر	۳۱۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انکار	۳۲۰	قاصد کی تلاشی	۳۲۰
کثیر کی خبری	۳۱۰	رفتہ آئینہ خطبہ	۳۲۰	بائیں کی واپسی	۳۲۰
حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا انکار	۳۱۰	عاجز اندر درخواست	۳۲۰	قتل کا حکم	۳۲۰
اہل مصر کی واپسی	۳۱۰	رائے میں تبدیلی	۳۲۰	جعلی کا رد و انکار	۳۲۰
مہر جرش کا نئے وفد	۳۱۰	مروان کا خط طریقہ	۳۲۱	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط	۳۲۱
انصار کا وفد	۳۱۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استفسار	۳۲۱	دیگر حکام کو خطوط	۳۲۱
محمد بن مسلمہ کی گفتگو	۳۱۱	مروان کے پرائز	۳۲۱	فوری امداد کی ضرورت	۳۲۱
اہل مصر کو شہادت	۳۱۱	صاف انکار	۳۲۱	یزید بن اسد کی فوج	۳۲۱

۳۳۶	حضرت علیؑ کو بیعت نام	۳۳۶	محل سے گریز	۳۳۶	دوسرا بیان
۳۳۷	معاون افراد	۳۳۷	دوسرے شخص کی واپسی	۳۳۷	شعبہ دہلی
۳۳۸	حضرت علیؑ کی ملامت	۳۳۸	تیسرے شخص کا لوٹ جانا	۳۳۸	حضرت عثمانؓ جو کچھ کا آخری حکم
۳۳۹	حضرت ام حبیبہؓ سے بدسلوکی	۳۳۹	عبداللہ بن سلام کی نصیحت	۳۳۹	مروان کی جنگ
۳۴۰	قتل کی کوشش	۳۴۰	بر سے تباہی	۳۴۰	مروان سے مقابلہ
۳۴۱	حضرت عائشہؓ کی بے بسی	۳۴۱	محمد بن ابی بکرؓ کی واپسی	۳۴۱	مروان کا زخمی ہونا
۳۴۲	محمد بن ابی بکرؓ کی نصیحت	۳۴۲	قاتلین کی آخری کوشش	۳۴۲	نیا راکھ قتل
۳۴۳	بر سے تباہی	۳۴۳	خلیفہ سوم کی شہادت	۳۴۳	قصص کا مطالعہ
۳۴۴	خانہ نشینی	۳۴۴	غلام کی نفاذ کاری	۳۴۴	گھمسان کی جنگ
۳۴۵	امیر الملوک کا تقرر	۳۴۵	لوٹ مار	۳۴۵	شہید اور زخمی افراد
۳۴۶	حضرت زہیرؓ کو ہدایات	۳۴۶	قاتل کا قتل	۳۴۶	گھر کے اندر جنگ
۳۴۷	آیت کی تلاوت	۳۴۷	بیت المال پر قبضہ	۳۴۷	آخری گفتگو
۳۴۸	نبی کی نصیحت	۳۴۸	غم اور خوشی	۳۴۸	مسجد نبویؐ کی توسیع کا ذکر
۳۴۹	انتقامی جذبہ	۳۴۹	حضرت زہیرؓ کا اظہارِ افسوس	۳۴۹	بے اثر نصیحت
۳۵۰	خالفات کا اندیشہ	۳۵۰	حضرت علیؓ کی خدمت	۳۵۰	سچا خواب
۳۵۱	گھر کے دروازے پر جنگ	۳۵۱	حضرت سعدؓ کی بددعا	۳۵۱	محمد بن ابی بکرؓ کی بدتمیزی
۳۵۲	لڑنے کی ممانعت	۳۵۲	مغیرہ کا مشورہ	۳۵۲	خونی قاتل
۳۵۳	مغیرہ بن افسس	۳۵۳	جنگ کی ممانعت	۳۵۳	قاتلوں کی آمد
۳۵۴	تلاوت قرآن	۳۵۴	قسمت پر صبر	۳۵۴	خون آلود صحنہ
۳۵۵	آتش زدگی	۳۵۵	قرآن کی تلاوت	۳۵۵	حضرت زکریاؑ کا نوحہ
۳۵۶	حضرت عبداللہ بن زہیرؓ کی حمایت	۳۵۶	بیت المال کی حفاظت	۳۵۶	آخری خطبہ
۳۵۷	نماز اور تلاوت	۳۵۷	ناپاک حملہ	۳۵۷	اتحاد کی نصیحت
۳۵۸	حضرت ابو ہریرہؓ کی حمایت	۳۵۸	آپ کی شہادت	۳۵۸	قسمت پر صبر و شہر
۳۵۹	مروان کا مقابلہ	۳۵۹	بیت المال کو لوٹنا	۳۵۹	اہل مدینہ کو الوداع
۳۶۰	مغیرہ بن افسس کی شہادت	۳۶۰	گھر میں گھٹا	۳۶۰	واپس جانے کا حکم
۳۶۱	گھر میں گھٹا	۳۶۱	نازیبا لفاظی	۳۶۱	امدادی فوجوں کی اطلاع
۳۶۲	اپنے موقف پر اصرار	۳۶۲	محمد بن ابی بکرؓ کی بدگمانی	۳۶۲	پانی بند
۳۶۳		۳۶۳		۳۶۳	سنگ باری

۳۶۰	مخالفت کی وجہ سے	مختلف شہروں میں آبادی	شہادت کا مزید حال
"	شانی بن حارث کا واقعہ	حج کا احترام	دوسری روایت
"	عائشہ بن ابی بکر کا انعام	کمزوروں کی حمایت	پہلے قاتل
"	نہیل کی بدعتی	مال و دولت کی فراوانی	تختی کا فضل پہ
"	رجل و سمن فی	انہما کا فتنہ	تیز سے فتنہ
۳۶۱	عہدہ حاج کا واقعہ	لب و لہجہ سے دلچسپی	مرواٹ پر حملہ
"	عمیر بن ضائق کا قتل	کپور بازی کی ممانعت	شہادت کا دن
"	دوسری روایت	نشانہ بازی پر سزا	سیران اٹھی
"	عمیر اور کسبل	دوسرے شہروں پر برے اثرات	فوجی تعداد کی خبریں
۳۶۲	کسبل کی گفتگو	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلق	محاصرہ کے وقت تقریر
"	عباس بن ربیعہ کا نام	جلاوطنی پر اعتراض	بانیوں سے سوالات
"	مطاوت اور مرواٹ	آپ کا جواب	مخالفت کا ذکر
"	حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے درخواست	احتیاط کی ہدایت	گدشتہ کارنامے
"	اراضی کی فروخت	ان ابائی مذلیلہ کے بارے میں سوال	قتل کے مستحق افراد
۳۶۳	امیر الحج کا تقرر	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پروردہ	قتل کے بارے میں نتائج
"	محاصرہ کی مدت	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراضگی	بانیوں کا جواب
"	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلوص	مخالفت کی وجہ	کارناموں کا اعتراف
"	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف گفتگو	غضب اور طمع	حق و صداقت کا دعویٰ
"	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایات	زہی کا نتیجہ	قتل کی دوسری صورتوں کا ذکر
"	بے جا الزام	بزرگوں کی تعظیم	علم و عبادت کا الزام
۳۶۴	خالد بن العاص کے نام پیغام	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا احترام	باب ۲۲
"	مخالفت سے خوف	نصیحت کی درخواست	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت و
"	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حج	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحت	نقص
"	خون کا الزام	نرم تھا	ہرچہ کی مرفعت
"	امیر الحج کا تقرر	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نڈا	ادب سے مشابہت
۳۶۵	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو	نرم کھانے کی عادت	بہت کمزوری
"	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جواب	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اصلاحات	قریش کے بے بندش
"	عام مسلمانوں کے نام خط	اہم باتوں سے آگاہی	جب دیوبی کو کچھ کی اہمیت

آیت سے استدلال	حق و صداقت کی دعوت	شیعہ علماء کی مذہب	۳۶۶
حق و یقین	ایک سے جہد کا حکم	فلسفہ کے بغیر تدفین	۳۶۷
اصاعت کا حکم	معدرت خواہی	حضرت شعی کی روایت	۳۶۸
افواہوں سے پرہیز	توبہ و استغفار	تاریخ شہادت	۳۶۹
نہاری کی مذمت	امت کی خیر خواہی	۳۷۰ کی روایت	۳۷۰
تقویٰ اور اطاعت	نہایتان شانہ	۳۷۱ کی روایت	۳۷۱
حکام کی اطاعت	حج سے واپسی	دیگر روایات	۳۷۲
خلافت کا بعد	باب ۲۳	شہادت کا وقت	۳۷۳
بیعت کی اہمیت	حضرت عثمان جوینہ کی تدفین	جمعی صبح	۳۷۴
امن و اتحاد کی ضرورت	تدفین میں رکاوٹ	ایام شریف کی روایت	۳۷۵
بائمی اختلاف کا انجام بد	حضرت علی جوینہ کی رکاوٹ	حضرت عثمان جوینہ کی عمر شریف	۳۷۶
نا اتفاق کی مذمت	قبرستان میں توسیع	عمر میں اختلاف	۳۷۷
مخالفت کا مشر	تدفین کا حال	حضرت عثمان جوینہ کا حلیہ مبارک	۳۷۸
فتنہ پر دازی	مدفن پر اختلاف	مشہور روایت	۳۷۹
معاہدہ کی پابندی	نہایتان شانہ کا امام	ایام زہری کی روایت	۳۸۰
جائزہ مطالبات کی حمایت	تدفین میں تاخیر	ہجرت و اسلام	۳۸۱
قوی مال کی حفاظت	جائزہ اٹھانے میں رکاوٹ	حضرت عثمان جوینہ کی کیفیت و نسب	۳۸۲
بزرگوں سے مشورہ	بقیع میں تدفین	حضرت عبداللہ جوینہ	۳۸۳
مشورہ پر عمل	جائزہ کے شرکاء	نسب نامہ	۳۸۴
مخالفوں کے مقابلہ کا ذکر	یکہ لوگوں کی مخالفت	اہل و عیال	۳۸۵
بائیس کا مطالبہ	تدفین میں مزاحمت	حضرت فاطمہ	۳۸۶
اعلان بریت	بے رحمی کا ارادہ	حضرت فاطمہ	۳۸۷
قصاص کا معاملہ	تدفین میں جھگڑت	حضرت ام کلثوم	۳۸۸
دست برداری سے انکار	حضرت نائلہ جوینہ کا پیغام	حضرت سلمہ	۳۸۹
اعلان بریت کا جواب	رات کو تدفین	حضرت نائلہ	۳۹۰
اللہ کی رض جوئی	غلاموں کی تدفین	دیگر روایات	۳۹۱
جہد حق کی مذمت	مزار عثمان جوینہ کے قریب تدفین	آخری ازواج	۳۹۲
خون بہ پڑی سے پرہیز	دواؤں کا مشر	حضرت عثمان جوینہ کے حکام و عمل	۳۹۳

علاقہ عراق کے حکام	آخری خطبہ	حضرت حسان جوہر کے مرثیہ	۳۸۲	پہلا مرثیہ	۳۸۳
حاکم مصر	تقویٰ اور اتحاد کی تلقین	حضرت کعب جوہر کا مرثیہ	۳۸۴	دوسرا مرثیہ	۳۸۵
علاقہ شام کے حکام	نماز کی اہمیت	حضرت عثمان جوہر کے مشہور خطبات	۳۸۶	حضرت حسان جوہر کا تیسرا مرثیہ	۳۸۷
عراق و ایران کے حکام	حضرت ابوالیوب جوہر کی امامت	اہل شام کی حمایت	۳۸۸	اہل شام کی حمایت	۳۸۹
پہلا خطبہ	سہل بن حنفیہ جوہر کی امامت	شہادت عثمان جوہر پر مرثیہ	۳۹۰	حباب بن یزید کا مرثیہ	۳۹۱
دنیا کی کشش	حضرت علی جوہر کی امامت				

باب ۱

سلطنت کسریٰ کا خاتمہ

محمد بن طلحہ، عمرو، سعید اور مہلب روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سعدؓ نے مدائن میں قیام کیا تو اس کے بعد انہوں نے اہل یمن کے تنقب میں (فوجی دستے) روانہ کیے یہ لوگ تعاقب کرتے ہوئے شہر وان تک پہنچ گئے پھر وہ سب واپس آ گئے۔ مشرکین حلوان کی طرف چلے گئے تھے حضرت سعدؓ نے شمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اس وقت کوئی مسلمان سواری کے بغیر نہیں تھا اس لیے ہر سوار کو بارہ ہزار کی رقم ملی۔ مدائن میں (مسلمانوں کو) بہت سے سواری کے جانور ملے۔

حضرت سعدؓ جو حضرت مدائن کے گھروالوں کو بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا اور وہ ان گھروں میں رہنے لگے تھے۔ عمرو بن عمرو اور مہربانی مال غنیمت کو جمع کرنے اور ان پر قبضہ کرنے کے ذمہ دار تھے اس کی تقسیم سلمان بن ربیعہ نے کی۔ مدائن کی فتح کا واقعہ ماہ صفر ۱۱ھ میں ہوا۔

ایوان کسریٰ میں نماز:

جب حضرت سعدؓ مدائن میں آئے تو وہ مکمل فریضہ نماز ادا کرنے لگے تھے اور روزے رکھتے تھے انہوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ایوان کسریٰ میں نماز پڑھنے کے لیے آئیں اسے عید گاہ بھی بنا دیا گیا اور وہاں ایک منبر بھی نصب کر دیا گیا تھا وہ خود بھی نماز و ہیں پڑھتے تھے حالانکہ اس میں تصاویر تھیں بلکہ جمعہ کی نماز بھی وہیں پڑھتے تھے۔

جب عید الفطر کا دن آیا تو لوگوں نے کہا کہ باہر نکل کر نماز پڑھی جائے کیونکہ باہر نکل کر پڑھنا مسنون ہے مگر حضرت سعدؓ نے فرمایا "یہیں نماز پڑھو کیونکہ ہستی کے اندر نماز پڑھنا یا باہر پڑھنا یکساں ہے"۔ چنانچہ یہیں (ایوان کسریٰ) میں نماز پڑھی گئی۔

مدائن میں قیام:

حضرت قسطنطین کی روایت ہے کہ جب حضرت سعدؓ مدائن میں مقیم ہوئے اور وہاں کے گھروں کو لوگوں میں تقسیم کیا تو انہوں نے اہل و عیال کو بلوا لیا اور انہیں گھروں میں ٹھہرایا۔ وہ مدائن میں اس وقت تک رہے جب تک کہ مسلمان جولاہہ بکریات اور موصل کی جنگوں سے فارغ نہیں ہوئے پھر وہ کوفہ کی طرف منتقل ہو گئے۔

بہاء کسریٰ:

محمد بن طلحہ، زیادہ عمرو، مہلب، سعید روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے شمس (مرکزی حکومت کو بھیجنے کے لیے پانچواں حصہ) میں ہر قسم کے مال غنیمت کو شامل کر لیا تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عمرؓ کسریٰ کے لباس، نموار اور زیورات وغیرہ کو دیکھ کر خوش ہو جائیں اور اہل عرب بھی انہیں دیکھ کر سرور ہوں۔ مال غنیمت کی تقسیم اور شمس نکالنے کے بعد ایک بہت بڑی قالین باقی رہ گئی تھی۔ اس کی تقسیم صحیح طریقے پر نہیں ہو سکی۔ تو حضرت سعدؓ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کیا تم اپنی خوشی اور رضا مندی کے ساتھ

کے بعد مسلمانوں سے اس فرش کے پارے میں مشورہ طلب کیا اور اس کا حال بتایا لوگوں نے مختلف خیالات کا اظہار کیا۔ کچھ لوگ نے کہا کہ اس پر قبضہ کیا جائے کچھ لوگوں نے کہا کہ اسے آپ کے سپرد کر دیا جائے۔ جب حضرت علیؓ جو بیٹھنے والے دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے اسے لینے سے انکار کر رہے ہیں تو انہوں نے کھڑے ہو کر فرمایا:

”حضرت علیؓ جو بیٹھنے والے مشورہ پر عمل:

”آپ کو اچھی طرح معلوم ہے اور آپ کو اس بات کا پختہ یقین ہے کہ دنیا میں آپ کے لیے وہی چیز کارآمد ہے جو آپ نے عطیہ کے طور پر دے کر آخرت کا سامان کیا تھا یا جو لباس پہنا اور اسے بوسیدہ کر دیا یا کسی چیز کو کھانہ کر دیا ہو۔“

آپ نے فرمایا تم سب کہتے ہو اس کے بعد آپ نے اسے کاٹ کر لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت علیؓ کو اس کا جو ٹکڑا ملا تو اسے انہوں نے تیس ہزار میں فروخت کر دیا تھا حالانکہ وہ بہترین ٹکڑوں میں سے نہیں تھا۔

سیف کی روایت ہے کہ مدائن کا شمس (پانچواں حصہ) بشیر بن انصاصیہ نے کر مئے تھے اور حلیس بن فلاں اسدی شیخ کی خبر لائے تھے۔ مال غنیمت پر قبضہ کرنے پر عمر و مامور تھے۔ اور تقسیم کرنے پر سلمان مقرر تھے۔

اہل قادیسیہ کی فضیلت:

جب فرش (بہار کسری) لوگوں میں تقسیم کیا گیا تو مسلمانوں نے اہل قادیسیہ کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی اس وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”عرب کے ممتاز زور بازو لوگ وہ ہیں جنہوں نے غزوات کا مقابلہ کیا وہ جنگ قادیسیہ کے بہادر انسان ہیں۔“

کسری کے سامان کی نمائش:

کسری (ایمان کے بادشاہ) کے سامان آرائش اور اس کی ممتاز تقریبات کی پوشاکیں لائی گئیں۔ کسری ہر موقع اور ہر تقریب پر ایک مختلف لباس پہنا کرتا تھا۔ (اس لیے مختلف قسم کی پوشاکیں جمع کی گئی تھیں۔ ایسے موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میرے پاس حکم کو لاؤ اس وقت مدینہ منورہ کی سرزمین میں اس سے بڑھ کر کوئی قوی الجسم انسان نہ تھا اسے کسری کا تاج لکڑی کے دو ٹکڑوں کے درمیان میں بٹھا کر پہنایا گیا۔ نیز تمام شاہی ہاروں شاہی لباس اور سامان آرائش سے اسے آراستہ کیا گیا پھر اسے لوگوں کے سامنے بٹھایا گیا۔ حضرت عمرؓ اور تمام مسلمانوں نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے دنیا کا ایک عجیب و غریب منظر دیکھا پھر وہ کھڑا ہو گیا اس کے بعد اس نے دوسری پوشاک زیب تن کی اس وقت ایک دوسری نوعیت کا منظر تھا۔ اس کے بعد اسے ہر قسم کے لباس میں پیش کیا گیا اور اسے بادشاہ کے ہتھیار بھی پہنائے گئے اور اس کی تلوار بھی اس کے گلے میں ڈالی گئی۔ مسلمانوں نے ان مختلف مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

حضرت عمرؓ کی نصیحت:

وہ مرد مسلمان کس قدر احمق ہو گا جسے دنیا فریاد کر لے وہ فریب خوردہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا جو تم نے دیکھا کسری نے جو کچھ دیکھا اس کے نمونہ میں مسلمانوں کے لیے بھلائی نہیں ہے بلکہ برائی ہے کسری دنیا کی نعمتوں میں مشغول رہا اور آخرت کو بھول کر اس نے اپنے رشتہ داروں و اہلداد اور بہو وغیرہ کے لیے مال جمع کیا اور اپنے آگے کے لیے کچھ نہیں بچھڑا وہ شخص کس قدر احمق ہے

جس نے لوگوں کے لیے مال جمع کیا ہو یا اپنے دشمن کو فائدہ پہنچایا ہو۔
نعمان اور اس کی تلوار:

نافع بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس قمیص کا مال آیا تو آپ نے کسری کے ہتھیار اس کی پوشاکیں اور سامان آرائش کو دیکھا اس کے ساتھ نعمان بن منذر کی تلوار بھی تھی۔ آپ نے جبیرؓ سے فرمایا۔
 ”وہ قوم جس نے یہ چیزیں بھیجی ہیں بہت ہی دیانت دار قوم ہے تم نعمان کو کس طرف منسوب کرتے ہو“ حضرت جبیرؓ نے فرمایا عرب اسے بنو عجم بن قیس کی طرف منسوب کرتے ہیں لوگ جہالت کی وجہ سے عجم کے بجائے عجم کہنے لگے۔“
 حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”تم اس کی تلوار لے لو“ چنانچہ آپ نے اسے وہ تلوار انعام کے طور پر عطا فرمائی۔

عراق کا انتظام:

حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو اپنے مفتوحہ علاقہ کے لیے نماز پڑھانے اور جنگ کرنے کا اختیار دے دیا اور عمرو بن مقرن کے دونوں فرزندوں نعمان اور سوید کو عراق کا خراج وصول کرنے پر مقرر فرمایا۔ سوید دریائے فرات سے سیراب شدہ اراضی کے نگران تھے اور نعمان بن عمرو بن مقرن دریائے دجلہ سے سیراب شدہ اراضی کے نگران تھے۔ انہوں نے پل بنائے۔ جب ان دونوں نے استعفا دیا تو ان کے کاموں پر حذیفہ بن سعید اور جابر بن عمرو مزیٰ کو مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد حذیفہ بن الیمان اور عثمان بن حنیف کو (ان کے عہدوں پر) مقرر کیا گیا۔

اسی سہ یعنی ۱۹ھ میں جنگ جلولاء کا واقعہ رونما ہوا جیسا کہ محمد بن اسحاق اور سیف دونوں اسی طرح روایت کرتے ہیں۔



جنگ جلولاء

قیس بن حازم بیان کرتے ہیں۔ ”جب ہم مدائن پہنچے تو ہم نے وہاں قیام کیا اور جو کچھ وہاں تھا اسے ہم نے تقسیم کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پانچواں حصہ بھیجا اس کے بعد ہم نے مدائن کو اپنا وطن بنالیا اس اثنا میں ہمیں یہ خبر ملی کہ مہران نے جلولاء میں اپنا لشکر جمع کر رکھا ہے اور وہاں خندق بھی کھودی ہے۔ نیز اہل موصل نے نکریت میں لشکر جمع کر لیا ہے۔

جنگی ہدایات:

عبداللہ بن ابی طیبہ بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں وہ مزید یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں تحریر کیا تو انہوں نے جواب میں یہ لکھا۔

”ہاشم بن قتبہ کو بارہ ہزار سپاہیوں کے لشکر کے ساتھ جلولاء بھیجو اس کے ہر اول دستے پر قحطاع بن عمرو کو بھیجو اس کے مہینہ پر سحر بن مالک ہو اور میسرہ پر عمرو بن مالک بن قتبہ ہو اور اس کے پچھلے حصہ پر عمرو بن مرہ جھنی کو مقرر کیا جائے۔

سیف کی دوسری روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اللہ مہران کے لشکر اور ضیہ الاطلاق دونوں کو شکست دے گا۔ تم قحطاع بن عمرو کو آج بھیجو تاکہ وہ سواد عراق اور جبل کے درمیان مساوی فاصلے پر رہیں۔“

جنگ کی وجہ:

جنگ جلولاء کی اصل وجہ یہ ہے کہ اہل غم مدائن سے بھاگ کر جلولاء پہنچے۔ یہاں سے اہل آذر بائیجان پاب اہل جہال اور فارس کے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں لہذا انہوں نے شقاق ہو کر یہ کہا:

”اگر تم یہاں سے جدا ہو گئے تو پھر کبھی اکٹھے نہیں ہو سکو گے کیونکہ یہ مقام ہمیں ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے اس لیے

ہم سب کو مل کر عربوں کے خلاف جنگ کرنی چاہیے اگر جنگ ہمارے حق میں رہی تو یہ ہماری انتہائی آرزو ہے اگر دوسری

صورت ہوئی تو ہم اپنا فرض ادا کر سکیں گے اور دنیا کے سامنے اپنی معذرت پیش کر سکیں گے۔“

(یہ فیصلہ کر کے) انہوں نے خندق کھودی اور وہاں مہران رازی کے زیر قیادت اکٹھے ہو گئے بادشاہ یزدگرد دھوان کی طرف

چلا گیا اور وہاں رہنے لگا مگر وہاں آدمی چھوڑ گیا اور ان کی امداد کرتا رہا۔ وہ خندقوں میں رہنے لگے اور اس کے چاروں طرف خاردار

لکڑی کی باڑ لگادی گئی تھی۔ صرف اپنے راستے انہوں نے چھوڑ رکھے تھے۔

سابق مرتدوں کا معاملہ:

حضرت عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنگوں میں سابق مرتد مسلمانوں سے مدد نہیں لینے تھے ان کی وقت کے

بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں جنگ میں شریک کرنے لگے تھے تاہم وہ انہیں بہت چھوٹے دستے کے علاوہ اور کہیں افسر مقرر نہیں کرتے

تھے آپ یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہوتے ہوئے کسی کو فوج کا سردار مقرر کیا جائے اگر صحابہ میں سے کوئی نہ ملتا تھا تو

نہایت ہی شریف تابعین میں سے کسی کو شہر فرماتے تھے جو پہلے مرتہ ہو گئے تھے ان میں سے کسی کو مقرر نہیں کرتے تھے۔
طویل محاصرہ:

حضرت ہاشم بن جبہ مسلمانوں کو لے کر مدائن سے ماہ صفر ۱۱ھ میں بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے ان میں جلیل القدر مہاجرین و انصار اور عرب کے مشہور سردار شامل تھے اس میں دوسرا درجہ بھی شامل تھے جو پہلے مرتہ ہو چکے تھے۔ اور وہ بھی شریک تھے جو پہلے مرتہ نہیں ہوئے تھے۔

وہ مدائن سے چل کر جلولا پہنچے تو دشمن کا محاصرہ کر لیا اور خندقوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اہل فارس نے محاصرہ کو خول دیا وہ صرف ضرورت کے وقت باہر نکلتے تھے۔

اسی حملے:

مسلمانوں نے جلولا میں اسی دفعہ حملے کیے اور ہر موقع پر اللہ مسلمانوں کو دشمن کے خلاف فتح و نصرت عطا فرماتا تھا۔ وہ مشرکین کی نکلڑی کی خاردار باز پر بھی غالب آ گئے تھے اور انہوں نے لوہے کی باڑیں لگائی تھیں۔

ترغیب جہاد:

بطان بن بشر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ہاشم جلولا میں مہران کے مقابلہ کے لیے آئے تو انہوں نے ان کی خندق کا محاصرہ کر لیا۔ دشمن مسلمانوں کا نہایت خوف و دہشت کے ساتھ مقابلہ کرتا تھا۔ حضرت ہاشم مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہو کر یہ فرماتے تھے۔ ”یہ وہ منزل ہے جس کے بعد ایک اور منزل آئے گی“ حضرت سعد انہیں سواروں کو بھیج کر ان کی مدد فرما رہے تھے۔ آخر کار وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے تیار ہوئے اور جنگ کے لیے نکلے حضرت ہاشم نے کھڑے ہو کر یہ فرمایا ”تم اللہ کے لیے بہادری کے ساتھ جنگ کرو تمہیں ثواب بھی ملے گا اور مال قیمت بھی حاصل ہوگا“ تم اللہ کے لیے کام کرو۔“

آندھی کی تباہی:

جب متہ بلد ہوا تو جنگ ہونے لگی آخر کار اللہ نے ان پر ایسی آندھی بھیجی جس سے فضا ان پر تاریک ہو گئی اور ان کے لیے پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا ایسی صورت میں جب سوار خندق میں گرنے لگے تو انہوں نے اپنے قریب ایب راستہ بنایا جہاں سے گھوڑے چڑھ کر جاسکیں اس طریقہ سے ان کی قلعہ بندی میں رخسہ پڑ گیا۔ مسلمانوں کو بھی اس بات کی خبر ہو گئی تو وہ مسلمانوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگے ”ہم دوبارہ ان کی طرف جاسکیں گے اور یا تو ان کے اندر کھس جائیں گے یا مرنے جائیں گے۔“

دوبارہ حملہ:

جب مسلمان دوبارہ حملہ کرنے کے لیے آئے تو اہل فارس نے مسلمانوں کے قریبی حصہ میں خندق کے ارد گرد لوہے کی باڑیں لگا دیں تاکہ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر پیش قدمی نہ کر سکیں انہوں نے اپنی آمد و رفت کے لیے ایک راستہ چھوڑ رکھا تھا اس کے بعد وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے نکلے اور بہت سخت جنگ کرنے لگے۔ وہ ایسی بہادری کے ساتھ لڑے کہ لیلۃ الہریر کے سوا اور کسی جنگ

میں اس طرح نہیں لڑے تھے۔ مگر یہ جنگ زیادہ اہم ہوئی اور زیادہ مختصر تھی۔
خندق پر حملہ:

حضرت قتیبہؓ اس راستے سے جہاں سے انہوں نے حملہ کیا تھا ان کی خندق کے دروازے کی طرف پہنچ گئے تھے وہ وہاں
 پھنس گئے تھے انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے۔

”اے مسلمانو! تمہارا امیر دشمن کی خندق میں داخل ہو گیا ہے اور وہاں پھنس گیا ہے تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔
 وہاں آنے سے تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے انہوں نے یہ اعلان کرانے کا اس لیے حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کو
 تقویت حاصل ہو چنانچہ مسلمانوں نے حملہ کر دیا انہیں اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ (حضرت) ہاشم وہاں
 ہیں۔ لہذا ان کے حملے کی راہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہوئی تا آنکہ وہ خندق کے دروازہ پر پہنچ گئے وہاں (حضرت)
 قتیبہؓ بن مروہ تھے۔“

ایک لاکھ آدمیوں کا قتل:

مشرکین اب دائیں بائیں بھاگنے لگے تو وہ ان پاڑوں میں پھنس کر ہلاک ہونے لگے جو انہوں نے مسلمانوں کے لیے تیار کر
 رکھے تھے ان کے گھوڑے زخمی ہونے لگے اور وہ پانی یادہ واپس جانے لگے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا تو جو واپس آیا وہ نہیں بچ
 سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن ان کے ایک لاکھ آدمی قتل کر دیے اور پورا میدان جنگ نیز اس کے سامنے اور پیچھے کا حصہ لاشوں سے چھا
 رہا تھا۔“۔
قیامتی مجسمہ:

خضر بیان کرتے ہیں ”جب مسلمانوں نے دریائے جلعصور کیا تو میں آگے کے لشکر میں تھا جب مسلمان مدائن میں داخل
 ہوئے تو مجھے ایک (نہایت قیامتی) مجسمہ ملا جس پر جو امرا ت جڑے ہوئے تھے۔ اگر اسے قبیلہ بکربن وائل میں تقسیم کیا جاتا تو وہ ان کی
 ضرورتوں کو پورا کر دیتا۔ میں نے اسے (مال قیمت میں) دے دیا۔
بارہ ہزار کا لشکر:

ہم مدائن میں تھوڑے دن رہے تھے کہ ہمیں یہ خبر ملی کہ اہل غم نے جلولاہ کے مقام پر ہمارے برخلاف ایک بہت بڑا لشکر اکٹھا
 کر لیا۔ نیز انہوں نے اپنے اہل و عیال کو پہاڑوں کی طرف بھیج دیا ہے اور مال اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ حضرت سعدؓ جھوٹے ’عمر بن
 مالک زہری کو روانہ کیا ان کے ساتھ جلولاہ کی جنگ کے لیے مسلمانوں کا لشکر بارہ ہزار تھا اس کے پر اول دستہ پر قتیبہؓ بن مروہ تھے
 اس لشکر میں مسلمانوں کے ممتاز افراد اور شہسوار شامل تھے جب مسلمان باہل مہرود کے پاس سے گزرے تو اس کے زمیندار نے
 مصالحت کر لی پھر جب مسلمان آگے بڑھے تو جلولاہ کے مقام پر آگئے وہاں جا کر یہ معلوم ہوا اہل غم نے خندقیں کھودی ہیں اور اپنی
 خندق میں قلعہ بند ہو گئے ہیں نیز یہ کہ ان کا سرکاری خزانہ ان کے ساتھ ہے۔

اہل غم نے متحد ہو کر آگ (مقدس) کے سامنے یہ عہد کیا تھا کہ وہ نہیں بھاگیں گے۔ مسلمان ان کے قریب خیمہ زن
 ہوئے۔ حلوان سے مشرکین کے لیے روزانہ امداد پہنچ رہی تھی۔ اور یہ امداد اہل جہال سے حاصل ہو رہی تھی۔

ختمِ معرکہ:

مسلمانوں نے بھی حضرت سعد بن جحش سے مدد طلب کی۔ انہوں نے (تھوڑا تھوڑا کر کے) دو دو سو سواروں کے ذریعے تین دفعہ امداد بھیجی جب مشرکوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو امداد پہنچ رہی ہے تو انہوں نے جندی سے مسلمانوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ اس دن مسلمانوں کے سواروں کے سردار طلحہ تھے جو قبیلہ عبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔ اہلِ عجم کے سواروں کا سردار خزاد بن خربز تھا۔ یہ لڑائی بہت سخت تھی انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ ایسی گھسان کی جنگ کہ کسی مقام پر نہیں لڑی تھی یہاں تک ان کے تیر ختم ہو گئے اور نیزے نوٹ گئے اور انہیں تلوار اور کلہاڑے استعمال کرنے پڑے یہ حالت دن کے شروع ہونے سے لے کر ظہر تک برقرار رہی۔

اشاروں سے نماز:

جب ظہر کا وقت آیا تو مسلمانوں نے اشاروں سے نماز پڑھی اور دو نمازوں کے درمیان ایک دستہ پیچھے ہٹ گیا اور دو سوار دستہ اس کے مقام پر آ گیا حضرت قتلعاح بن عمرو مسلمانوں سے مخاطب ہو کر دریاقت کرنے لگے ”کیا تم اس حالت سے خائف ہو؟ وہ بولے ”ہاں“۔ انہوں نے فرمایا ہم ان پر حملہ کر رہے ہیں اور ان کے مقابلے سے اس وقت تک باز نہیں آئیں گے جب تک اللہ ہمارے درمیان کوئی فیصلہ نہ کرے تم سب مل کر یک دم حملہ کرو اور ان سے کھتم لگتا ہو جاؤ اور تم میں سے کوئی جھوٹا ثابت نہ ہو جائے۔

حضرت قتلعاح کا کارنامہ:

یہ کہہ کر انہوں نے حملہ کیا تو دشمنوں کی صفوں میں رشتہ پیدا ہو گیا اور انہیں خندق کے دروازے کی طرف جانے سے کسی نے نہیں روکا اس نے رات میں اپنا پردہ ڈال دیا اور وہ دائیں بائیں ہو گئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے طلحہ قیس بن مکوم عمرو بن معد کرب اور جحر بن معد کرب آئے وہ اس وقت پہنچے جب مسلمان رات ہونے کی وجہ سے پیچھے ہٹ رہے تھے۔ اس وقت حضرت قتلعاح بن عمرو جحش کے آدمی نے اعلان کیا ”تم کہاں جا رہے ہو؟ تمہارا امیر خندق میں ہے“۔ مشرکوں نے ہماگنا شروع کیا اور مسلمانوں نے حملہ کر دیا اس وقت میں خندق میں داخل ہوا میں ایک خیمہ میں پہنچا وہاں عمدہ سامان اور کپڑے تھے اس میں کسی انسان پر فرش ڈال دیا گیا تھا جب میں نے اسے کھولا تو وہاں سے ہرنی کی طرح ایک عورت نکلی جو آفتاب جیسا حسن و جمال رکھتی تھی میں نے اس پر اور اس کے کپڑوں پر قبضہ کر لیا۔ کپڑے میں نے (مالِ نعمت میں) دے دیے۔ مجھے اس لوطی کی طلب تھی تا آنکہ وہ مجھے مل گئی اور میں نے اسے ام ولد (اپنی لوطی بنالیا۔ بعد میں ان کے بچے کی ماں بنی)۔

میں قیمت مجھے:

ابو حماد بریمی روایت کرتا ہے کہ خارجہ بنت اہصت کو اس دن سونے یا چاندی کی بنی ہوئی اونٹنی ملی جس کے گلے میں موتیوں اور یاقوت کے ہار پڑے ہوئے تھے۔ اس پر ایک مرد سوار تھا جو سونے کا بنا ہوا تھا۔ اور اس طرح اس کے گلے میں قیمتی ہار تھا وہ اس اونٹنی اور مرد دونوں کو لائے اور ان دونوں کو (خزانہ میں) داخل کر دیا۔

بادشاہ کا فرار:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت ہاشم جحش نے حضرت قتلعاح بن عمرو جحش کو (اہلِ عجم کے) حاکم کا حکم دیا وہ ان کی

تلاش میں خائفین تک پہنچ گئے جب ریاست کے حاکم یزدگرد کو شکست کی خبر موصول ہوئی تو وہ طحوان سے نکل کر پہاڑوں کی طرف روانہ ہوا۔

طحوان میں قیام:

حضرت قحطاع بن نضہ طحوان میں آئے ان کے ساتھ مختلف قبائل کا لشکر تھا وہ وہاں خیمہ زن ہوئے۔ تاکہ سوادِ عراق اور پہاڑ کے درمیان مساوی طور پر فاصلے پر رہیں۔ وہ وہیں مقیم رہے تاکہ مسلمان مدائن سے کوفہ کی طرف منتقل ہوئے جب حضرت سعد بن نضہ مدائن سے کوفہ آئے تو حضرت قحطاع بن نضہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے سرحد کا حاکم قباذ کو مقرر کیا گیا جس کا نام ان خراسان کا تھا۔

تعاقب کی ممانعت:

مسلمانوں نے جنولاء کی فتح کا حال حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا اور یہ بھی لکھا کہ حضرت قحطاع طحوان میں خیمہ زن ہیں انہوں نے حضرت سے اہلِ عجم کا تعاقب کرنے کی اجازت مانگی مگر انہوں نے یہ بات منظور نہیں کی اور فرمایا ”میں یہ چاہتا ہوں کہ سوادِ عراق اور (ایران کے) پہاڑ کے درمیان دیوار حائل ہوتی تاکہ نہ ایرانی ہماری طرف آتے اور نہ ہم ان کے علاقوں میں جاتے ہمارے لیے سوادِ عراق کا دیہاتی علاقہ کافی ہے میں مالِ غنیمت حاصل کرنے پر مسلمانوں کی سلامتی کو ترجیح دیتا ہوں۔“

مہران کی گرفتاری:

جب حضرت ہاشم بن نضہ نے حضرت قحطاع بن نضہ کو دشمن کے تعاقب کے لیے روانہ کیا تو انہوں نے خائفین میں مہران (ایرانی سردار) کو پکڑ لیا انہوں نے فیروزان کو بھی پکڑنا چاہا مگر وہ پہاڑوں میں گھس کر محفوظ ہو گیا اور اپنا گھوڑا اچھوڑ گیا۔

جنگی قیدی:

حضرت قحطاع بن نضہ کو (اس تعاقب میں) گرفتار شدہ لوہڈیاں بھی ملیں۔ ان کو حضرت ہاشم بن نضہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ چنانچہ جب مالِ غنیمت تقسیم کیا گیا تو اس ضمن میں وہ لوہڈیاں بھی تقسیم ہو گئیں، ان سے اولاد ہوئی، یہ قیدی جنولاء کے قیدی کہلائے جاتے ہیں انہی میں سے حضرت شعی کی والدہ بھی تھیں جو قبیلہ عس کے ایک شخص کے ہاتھ لگی تھیں اس کے مرنے کے بعد عامر شعی ان کے بطن سے پیدا ہوئے اور قبیلہ عس میں انہوں نے نشوونما پائی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم:

محمدؐ طلحہ اور مہلب روایت کرتے ہیں کہ جب جنولاء کا مالِ غنیمت تقسیم کیا گیا تو ہر سوار کو نو ہزاری کی رقم ملی اور نومویشی بھی ہر ایک کو ملے۔ حضرت ہاشم بن نضہ شعی کا مال لے کر حضرت سعد بن نضہ کے پاس واپس آئے۔

حضرت شعی روایت کرتے ہیں کہ اللہ نے مسلمانوں کو اہلِ عجم کا مالِ غنیمت اور مویشی دلوائے وہ بہت کم مال لے کر بھاگے اس مال کی تقسیم کے مگر ان حضرت سلمان بن ربیعہ تھے۔ انہی کے سپرد مال کا جمع اور قبضہ کرنا تھا اور وہی اس کی تقسیم کے ذمہ دار بھی تھے۔ انہیں عرب سلمان انیل بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ ان کی تقسیم کرتے تھے جنگِ جنولاء میں بھی ہر سوار کو اسی قدر حصہ ملا جس قدر مدائن میں تھا۔

ایک دوسرے سلسلہ روایت کے مطابق حضرت شعبیؓ فرماتے ہیں کہ جنگ جلولاء میں جو مال لوگوں میں تقسیم کیا گیا یہ تھوہ تھیں کروڑ تھا اس کا شمس ساتھ لاکھ تھا۔

بہادوری کے انعامات:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت سعدؓ جھڑنے جنگ جلولاء سے شمس سے خاص انعام کے طور پر اس شخص کو عطیہ دیا تھا جس نے اس جگہ میں سب سے زیادہ بڑھ کر بہادری کے کارنامے انجام دیے تھے۔ اور ایک انعام اس کو دیا تھا جس نے مدائن میں سب سے بڑھ کر بہادری کا کارنامہ انجام دیا تھا۔ حضرت سعدؓ جھڑنے شمس میں سے سونے چاندی برتن اور کپڑے قتلہ کی ابن عمروؓ دوقی کے ہاتھ بھجوائے تھے اور جنگی قیدیوں کو ابو مضر الاسود کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔

زیادہ کی گفتگو:

زہرہ اور محمد بن عمروؓ دونوں روایت کرتے ہیں کہ شمس (سرکاری حصہ) قضائی اور ابو مضر کے ہاتھ بھجوا گیا تھا اور اس کا حساب زیادہ ابن مسفیان کے ہاتھ بھجوا گیا تھا کیونکہ وہی (حساب) لکھتے اور اسے (رجسٹر میں) درج تھے۔

جب یہ سب حضرت عمرؓ جھڑنے کے پاس پہنچے تو زیادہ نے مال غنیمت کے بارے میں حضرت عمرؓ سے گفتگو کی اور اس کا تمام حال بیان کیا حضرت عمرؓ جھڑنے فرمایا "کیا تم مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر اسی طرح بیان کر سکتے ہو جس طرح تم نے میرے سامنے بیان کیا ہے زیادہ نے جواب دیا:-

"خدا کی قسم! روئے زمین پر آپ سے زیادہ میرے دل میں کسی کی حیثیت نہیں ہے تو ایسی حالت میں دوسروں کے سامنے کیوں نہیں بیان کر سکتوں گا۔؟"

فصل تقریر:

چنانچہ زیادہ نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تمام حالات بیان کیے اور مسلمانوں نے جو کارنامے انجام دیے ان کا بھی ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ مسلمان اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ وہ (دشمن کے) ملک میں آگے بڑھیں۔ حضرت عمرؓ نے (اس کی تقریر سن کر) یہ فرمایا:- "یہ بہت بڑا فصیح مقرر ہے۔" اس پر اس نے کہا: (شعر)

"ہماری فوج نے اپنے کارناموں کے ذریعے ہماری زبان کو کھولا ہے۔"

جلد تقسیم:

زہرہ اور محمد بن ابی سلمہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شمس (پانچواں حصہ) لایا گیا تو آپ نے فرمایا "اس (مال غنیمت) کو کوئی محبت پوشیدہ نہیں رکھ سکے گی۔ بلکہ میں بہت جلد اس کی تقسیم کر دوں گا۔" حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن ارقمؓ مسجد کے صحن میں اس مال کی رات بھر محاللت کرتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ جھڑنے لوگوں کے ساتھ مسجد میں آئے مال غنیمت پر سے چادریں اٹھائی گئیں تو آپ نے یا قوت زبرد اور جو امیرات دیکھے۔ انہیں دیکھ کر آپ رونے لگے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پوچھا "اے امیر المؤمنین! آپ کیوں روتے ہیں؟ خدا کی قسم یہ تو شکر کا مقام ہے۔"

کثرت مال کے نقصانات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "خدا کی قسم! مجھے اس بات پر وہ آ یا ہے کہ اللہ جس قوم کو یہ (مال) عطا کرتا ہے تو ان میں باہمی بغض و حسد پیدا ہو جاتا ہے اور جب ان میں بغض و حسد پیدا ہو جاتا ہے تو ان میں خاندانی شریعت شروع ہو جاتی ہے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قدوسیہ نفس کے بارے میں وقت پیش آئی یہاں تک کہ آپ نے اس مال غنیمت کو اس کے باشندوں میں تقسیم کیا یہی اسی طرح آپ نے جنگ جلولاء میں بھی قدوسیہ نفس کی طرح مسلمانوں کے مشورہ اور اتفاق رائے سے تقسیم کیا آپ نے بغض اہل مدینہ کو بھی عطیات دیے۔

کسانوں کا معاملہ:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدائن سے (آدمیوں کو) جمع کیا اور ان کے شمار کرنے کا حکم دیا تو وہ ایک لاکھ تین ہزار سے زیادہ تھے اور گھر والے تیس ہزار سے کچھ زیادہ تھے۔ تقسیم میں ہر مرد کے ساتھ اوسطاً اہل وعیال تین تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جواب میں) لکھا جو کسان ہیں انہیں اپنی سابقہ حالت پر برقرار رکھو اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو ان سے پہلے کے کسانوں کے ساتھ کیا گیا ہے بجز ان (کسانوں) کے جنہوں نے جنگ کی ہو یا وہ بھاگ کر تہارے دشمن کے پاس چلے گئے ہوں پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا ہو (ان کے لیے یہ حکم نہیں ہے) جب تم کسی قوم کے لیے معاہدہ نکھو تو ان جیسے دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی وہی طریقہ اختیار کرو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا جو فلاح (کسان) نہیں ہیں اس کا جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیا:

"جو لوگ فلاح (کسان) نہیں ہیں تو ان کا معاملہ تمہاری مرضی پر موقوف ہے جب تک کہ تم نے (ان کی زمین کو) مال غنیمت میں تقسیم نہ کر دیا ہو۔"

دیگر ہدایات:

تمہارے جنگ جو دشمنوں میں سے جس کسی نے زمین چھوڑ دی ہو اور وہ چلا گیا ہو تو وہ تمہاری ہے تاہم اگر تم نے انہیں (جزیہ دینے کی) دعوت دی ہو اور تم نے ان کا جزیہ قبول کر لیا ہو اور تقسیم سے پہلے ان کی زمین لوٹا دی ہو تو وہ تمہارے ذمی ہیں اگر تم نے ان کو دعوت نہ دی ہو تو وہ تمہارے لیے خدا کا دیا ہوا مال غنیمت ہے ان اراضی کے مال غنیمت کے حق دار اہل جلولاء ہیں جنہوں نے نہروان کے چھپے مال غنیمت حاصل کیا اور لوگوں کو اس سے پہلے کے مال غنیمت میں شریک کیا۔

(ان ہدایات کی بنا پر) مسلمانوں نے کسانوں کو برقرار رکھا اور جو واپس آئے انہیں جزیہ کی دعوت دی اور کسانوں پر خراج مقرر کیا۔ اور ان پر بھی خراج مقرر کیا) جو لوٹ آئے تھے اور (مسلمانوں کی) ذمہ داری میں آ گئے تھے۔

کسری کے خاندان کی اور ان کی اراضی جو ان کے ساتھ بھاگ گئے تھے مال غنیمت میں شامل ہو گئی چنانچہ (بمصر) سے لے کر جبل عرب تک اراضی کی فروخت ممنوع ہو گئی اور جنہیں مال غنیمت نہیں حاصل ہوا ان کے درمیان ان اراضی کی فروخت نہیں ہو سکتی تھی البتہ قحطی اور مال غنیمت کے حق داروں کے درمیان ان کی بیع و فروخت جائز تھی۔

نا قابل تقسیم:

مسلمانوں نے ان اراضی کو تقسیم نہیں کیا کیونکہ ان کی تقسیم ممکن نہیں تھی ان میں جنگل دلدل زمین آتش کدے اور کسری کی زمینیں ملی جلی تھیں اور ان لوگوں کی اراضی بھی تھی اور ان کی اراضی بھی تھی جو متول ہو گئے تھے یا جو ان کے رشتہ دار تھے چنانچہ جب کبھی حکام ان کی تقسیم کے بارے میں دریافت کرتے تھے تو جمہور مسلمان تقسیم کرنے سے انکار کر دیتے تھے ہذا ان کی رائے کے مطابق فیصلہ ہوتا تھا وہ کہتے تھے اگر قبضہ فساد کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم تقسیم کر دیتے۔

ماہان روایت کرتے ہیں کہ اہل سواد عراق میں سے کوئی بھی باہمی عہد نامے پر قائم نہیں رہا ہر ایک نے عہد شکنی کی بجز ان چند دیہاتیوں کے جن پر بزدل و شمشیر قبضہ کیا گیا تھا جب انہیں واپس آنے کی دعوت دی گئی تھی تو ان پر جزیہ عائد ہو گیا تھا اور وہ ذمی بن گئے تھے اہل کسری کے خاندان اور اس کے ساتھیوں کی اراضی جو طولان اور عراق کے درمیان تھی وہ خالص سرکاری زمینیں تھیں۔ حضرت عمرؓ سواد عراق کے دیہاتی علاقے پر قابض ہو گئے تھے۔

سرکاری زمینیں:

ماہان کی دوسری روایت ہے کہ مسلمانوں نے حضرت عمرؓ سے کسریٰ کی سرکاری زمینوں کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں یہ تحریر کیا:

”وہ خالص سرکاری زمینیں جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں ان میں سے چار حصے فوج میں تقسیم کر دو اور اس کا پانچواں حصہ میرے پاس رہے گا اور اگر وہ وہاں سکونت اختیار کرنا چاہیں تو جو وہاں قیام کرے گا اسی کی زمین ہوگی۔“

جب مسلمانوں کو اس بات کا اختیار دیا گیا تو ان کی یہ رائے ہوئی کہ وہ بلا دہم میں منتشر ہو کر نہ رہ جائیں لہذا انہوں نے اسے انہی کے لیے برقرار رکھا وہ جس پر رضامند ہوتے تھے اس کو حاکم بناتے تھے پھر ہر سال (اس کی پیداوار) تقسیم کر لیتے تھے وہ اس کو حاکم بناتے تھے جس پر وہ خوشی اور رضامندی سے متفق ہوتے تھے وہ امراء ہی پر متفق ہوتے تھے ان کی یہ حالت مدائن میں رہی اور جب وہ کوئٹہ کی طرف منتقل ہوئے تو اس وقت بھی ان کا یہی طریقہ رہا۔

ابوطیبہ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ تحریر فرمایا:

”تم اپنا مال غنیمت حاصل کر لو کیونکہ اگر تم نے اس پر قبضہ نہیں کیا اور یہ ہو گئی تو معاملہ خراب ہو جائے گا میں نے اپنے فرانس ادا کر دیے ہیں اے اللہ! تو اس بات پر گواہ ہے۔“

کسانوں کے فرائض:

کسانوں کا یہ کام تھا کہ وہ راستوں پلوں بازاروں اور کھیتوں کی حفاظت کریں اور مسلمانوں کو راستہ بتائیں اور حسبِ مشیت اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں بڑے زمینداروں کے لیے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں اور تعمیر کا کام برقرار رکھیں۔ ان تمام لوگوں کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ راستہ تھلائیں اور مہاجرین کے مسافروں کی ضیافت کریں۔ فاتحین کی ضیافت خاص مہراث ہو گئی تھی۔

جلولہ کی فتح، ہمدان و القعدہ ۶ھ میں ہوئی مدائن کی فتح اور جلولہ کی فتح کے درمیان نو مہینے کا فرق ہے۔

ذمیوں کا صلح نامہ:

تمام راویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کے لیے صلح نامہ لکھوایا تھا اس میں یہ (مضمون شامل) تھا: "اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ غداري کر کے دشمن سے مل گئے تو ان کی ذمہ داری جاتی رہے گی اور اگر انہوں نے کسی مسلمان کو قید کر لیا تو وہ سزا کے مستحق ہوں گے اور اگر انہوں نے کسی مسلمان سے جنگ کی تو انہیں قتل کیا جائے گا" تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ (عام حالات میں) ان کی مخالفت کریں گے تاہم وہ لشکروں کی زیادتی سے بری الذمہ ہے۔"

اہل رے کا صفایا:

ہان کی روایت ہے کہ جنگ جلولاء میں اہل فارس میں سب سے زیادہ بد نصیب رے کے باشندے تھے وہ اس جنگ میں اہل فارس کے سب سے زیادہ حامی تھے۔ مگر جنگ جلولاء میں ان سب کا صفایا ہو گیا۔

سواد عراق کی اراضی:

جنگ جلولاء کے (مسلمان) سپاہی جب مدائن واپس آئے تو وہ اپنی جاگیروں میں مقیم ہو گئے اور تمام اہل سوادان کے ذمی (زیر حفاظت رعایا) بن گئے۔ ہجر اس علاقے کے جوشاہان فارس اور ان کے ساتھیوں کی مخصوص ملکیت میں تھا (ان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا)

جب اہل فارس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا علم ہوا تو وہ کہنے لگے: "ہم بھی اس چیز پر رضامند ہیں جس پر وہ رضامند ہیں۔"

ابراہیم بن یزید اور حضرت شعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "طوان اور قادسیہ کے درمیان کی اراضی کو خریدنا جائز نہیں ہے اور قادسیہ بھی مخصوص علاقہ ہے اور یہ سب علاقہ اللہ کا عطا کردہ مال قیمتی ہے۔"

فروخت ممنوع:

مغیرہ بن شہل روایت کرتے ہیں کہ حضرت جریر نے سواد عراق کی دریائے فرات کے کنارے پر مخصوص زمین (صافیہ) خرید لی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر انہیں اس بات کی اطلاع دی تو انہوں نے اس خرید و فروخت کے معاملے کو مسترد کر دیا اور اس کو ناپسند فرمایا کیونکہ آپ نے ایسی اراضی کے خریدنے سے منع کر رکھا ہے جو تقسیم نہیں کی گئی ہو۔

اہل سواد کا معاملہ:

محمد بن قیس روایت کرتے ہیں کہ میں نے شعبی سے دریافت کیا "کیا سواد عراق بزرگ شمشیر مفتوح ہوا ہے وہ کہنے لگے ہاں اس کی تمام اراضی ایسی ہے البتہ چند قطعوں کے باشندوں نے مصالحت کی ہے اور بعض مغلوب ہوئے ہیں پھر میں نے دریافت کیا "کیا اہل سواد نے بھاگنے سے چشمہ ذی بنے کا معاہدہ کیا تھا" انہوں نے فرمایا نہیں البتہ جب انہیں اس بات کی دعوت دی گئی اور وہ خراج ادا کرنے پر رضامند ہو گئے اور ان سے خراج وصول کیا گیا تو وہ ذمی بن گئے۔

صیب بن ابی ثابت بیان کرتے ہیں "اہل سواد نے پہلے معاہدہ نہیں کیا البتہ بصلو با" اہل حیرہ" اہل کلواذی اور دریائے

فرات کے دیہاتوں نے معاہدہ کیا تھا پھر انہوں نے غداری کی۔ اس کے بعد جب وہ عہد شکنی کر چکے تھے انہیں ذمی بننے کی دعوت دی گئی تھی۔
دشمن کا تعاقب:

سیدنا محمدؐ، سیدنا علیؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو یہ خط لکھا۔
 ”اگر اللہ تعالیٰ تمہیں جلوہ میں فتح عطا کرے تو قحطاع بن عمروؓ جو دشمن کے قہر میں تکیہ یہاں تک کہ وہ صوان پہنچ جائیں وہ مسلمانوں کے پشت و پناہ رہیں گے اور اللہ تمہارے لیے تمہارے سوا عراق کو محفوظ رکھے گا۔“
 جب اللہ نے اہل جلوہ کو شکست دی تو حضرت ہاشمؓ بن عبد منافؓ، میں مقیم ہوئے اور حضرت قحطاع بن عمروؓ دشمن کے قہر کے لیے مختلف قبائل کے لشکر کو لے کر خاتین تک پہنچ گئے وہاں انہوں نے کچھ قیدی گرفتار کیے اور جنگ کرنے والے سپاہیوں کو قتل کر دیا بلکہ میران کو بھی مار ڈالا! بہت خیر زمانہ فتح کر بھاگ گیا۔
خسر و شنوم:

جب شاہ یزدگرد کو اہل جلوہ کی شکست کی خبر ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ میران مارا گیا ہے تو وہ حلوان سے نکل کر رے کی طرف روانہ ہوا اور حلوان میں اپنے سواروں کو خسر و شنوم کی قیادت میں چھوڑ گیا۔
 حضرت قحطاعؓ جو اللہ اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے جب وہ حلوان سے ایک فرسخ پہلے قھر شیرین میں پہنچے تو خسر و شنوم ان کے مقابلے کے لیے نکلا اور حلوان کا یزداز میندار زبخی بھی آیا۔ حضرت قحطاعؓ جو اللہ نے ان کا مقابلہ کیا جنگ میں زبخی مارا گیا اس کے قتل کا خبر وہ بنو طریق اور عبداللہ دونوں نے اپنا دعویٰ پیش کیا تو ان دونوں کے درمیان اس کا ساز و سامان تقسیم کیا گیا۔
حلوان کی فتح:

خسر و شنوم بھاگ گیا اور مسلمان حلوان پر غالب آ گئے حضرت قحطاعؓ نے وہاں چند قبیلوں کو بسایا اور ان پر قبضہ کو حاکم بنایا خود حضرت قحطاعؓ بھی سرحد پر رہے اور وہاں کے باشندوں کو جزیہ دینے کی دعوت دیتے رہے تا آنکہ وہ لوگ واپس آ گئے اور انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا جب حضرت سعدؓ کو فہ سے مدائن کی طرف منتقل ہوئے تو حضرت قحطاعؓ جو اللہ بھی وہاں چلے گئے اور سرحد پر قبضہ کو چائین بنایا جو دراصل خراسانی تھا۔



فتح تکریت

۱۱ھ میں بماء جمادی الاول سیف کی روایت کے مطابق تکریت فتح ہوا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے خط لکھا کہ اہل موصل اتفاق کے پاس جمع ہو رہے ہیں اور وہ تکریت پہنچ گیا ہے اور وہاں اس نے خندق کھودی ہے تاکہ وہ اپنی سرزمین کی حفاظت کرے نیز اہل جلولا مہران کے پاس جمع ہو رہے ہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلولا کے بارے میں خط لکھا جس کا حال ہم بیان کر چکے ہیں تکریت اور اہل موصل کے اجتماع کے بارے میں انہوں نے یہ لکھا:

”تم عبد اللہ بن الحکم کو اطلاق کے مقابلے کے لیے بھیجو اور ان کے ہراول دستے پر ربیع بن افعل عنزی کو مقرر کرو اور اس کے سینہ پر رث بن حسان ذہلی کو اور اس کے پیسرہ پر فرات بن حیان نجلی کو اور اس کے پچھلے حصے پر بانی بن قیس کو اور گھوڑسواروں پر عطیہ بن ہرثمہ کو مقرر کرو۔“

تکریت کا محاصرہ:

حضرت عبد اللہ بن الحکم پانچ ہزار سپاہیوں کے ساتھ مدائن سے روانہ ہوئے اور تکریت کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ اطلاق کے پاس (اس کے مقابلے کے لیے) پہنچ گئے اس کے ساتھ رومی فوج اور قبائل تغلب زیادہ نمر اور شہابہ کے افراد تھے انہوں نے خندق کھود رکھی تھی حضرت عبد اللہ نے ان کا چالیس دنوں تک محاصرہ کیا اور چوبیس دفعہ حملہ کیا یہ لوگ اہل جلولا سے کم شوکت والے اور زیادہ جہد باز تھے عبد اللہ بن حاتم عربوں کو (جورومی لشکر میں تھے) اپنی طرف کرتے تھے۔ تاکہ وہ رومیوں کے خلاف ان کی مدد کریں لہذا وہ ان سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھتے تھے۔

رومیوں کا فرار:

جب رومیوں نے یہ دیکھا کہ جب بھی وہ باہر نکلتے ہیں تو وہ مغلوب ہو جاتے ہیں اور ہر مقابلہ پر شکست کھاتے ہیں تو انہوں نے اپنے مقام کو چھوڑ دیا اور اپنا سامان کشتیوں میں لے گئے۔

عرب قبائل کا قبول اسلام:

قبائل تغلب نزیہ داور نمر کے جاسوس عبد اللہ بن معتم کو عام خبریں پہنچاتے تھے انہوں نے عربوں کے لیے صلح کا مطالبہ کیا اور یہ بتایا کہ انہوں نے ان کی بات مان لی ہے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام دیا ”اگر تم سچے ہو تو گواہی دو کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو احکام وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں ان کا اقرار کرو اور پھر ہمیں اپنی رائے سے مطلع کرو۔“
وہ یہ پیغام لے کر وہاں پہنچے اور ان (قبائل) کو مسلمان بنا کر لائے پھر انہیں اپنے مقامات پر لوٹا دیا گیا اور ان سے کہا گیا۔

مسلمانوں کی امداد:

جب تم ہماری تکبیر سنو تو سمجھ لو کہ ہم اپنے قریب کے دروازوں تک پہنچ گئے ہیں تاکہ ہم وہاں سے داخل ہوں تو بھی ان دروازوں تک پہنچ جاؤ جو دریائے دجلہ کے قریب ہیں پھر نعرہ تکبیر بلند کرو اور جو ملے اسے مار ڈالو۔

اہم جنگی چال:

یہ سن کر وہ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ انہوں نے موافقت کی عبداللہ اور مسلمان اپنے قرہی جسے کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا قلعہ زیاد اور نمر کے قباکھل نے بھی نعرہ تکبیر کہا اور انہوں نے دروازوں پر قبضہ کر لیا دشمن نے یہ خیال کیا کہ مسلمان ان کے پیچھے سے آگئے ہیں اور دریائے دجلہ کے قریب کے دروازوں میں سے داخل ہو گئے ہیں اس لیے وہ جلدی سے ان دروازوں کی طرف پہنچے جہاں مسلمان تھے لہذا مسلمانوں کی گواہیوں ان کے سامنے تھیں اور عرب کے اس قبیلہ رہیدہ کی گواہیوں جو اس رات تازہ مسلمان ہوئے تھے ان کے پیچھے تھیں اس طرح اہل خندق میں سے کوئی بچ کر نہیں نکل سکا سوائے ان لوگوں کے جو قلعہ زیاد اور نمر کے قباکھل میں سے مسلمان ہو گئے تھے۔

ابن افعل کا انکسار:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو ہدایت کی تھی کہ اگر دشمن کو شکست ہو جائے تو وہ عبداللہ بن معتم کو حکم دیں کہ وہ ابن افعل عزری کو طہین (دونوں قلعوں) کی طرف روانہ کریں چنانچہ انہوں نے ابن افعل کو جلد روانہ کر دیا اور فرمایا: ”تم خیر سے پہنچ جاؤ ان کے ساتھ انہوں نے قلعہ زیاد اور نمر کے قباکھل کو بھی روانہ کیا ان قباکھل کے سردار مندرجہ ذیل حضرات تھے: ۱۔ قبیلہ سعد بن حشم کے حبیبہ بن الوعل ۲۔ ذوالقرطہ ۳۔ ابووداعہ بن ابی کرب ۴۔ ابن ابی ذی السنہ ۵۔ ابن جبر ایادی ۶۔ بشر بن ابی حوط۔

قلعہ پر قبضہ:

یہ سب ایک دوسرے کے معاون بن کر نکلے تھے اور خبر مشہور ہونے سے پہلے دونوں قلعوں کی طرف پہنچ گئے تھے قریب پہنچ کر انہوں نے حبیبہ بن الوعل کو روانہ کیا پھر ذوالقرطہ کو اس کے بعد ابن ذی السنہ، پھر ابن النخیر کو بھیجا گیا (وہاں پہنچ کر) انہوں نے فتح و نصرت کی توقع کا اظہار کیا اور قلعوں کے دروازوں پر کھڑے ہو گئے اتنے میں حضرت ربیع ابن افعل کے ساتھ تیز گھوڑ سوار آئے اور قلعوں میں گھس آئے بعد ازاں اہل قلعہ صلح پر رضامند ہو گئے۔

مصالحات:

جو کوئی صلح پر رضامند ہو وہ وہاں رہنے لگا اور جنہوں نے صلح کو قبول نہیں کیا وہ بھاگ گئے جب حضرت عبداللہ بن معتم آئے تو انہوں نے بھاگ جانے والے باشندوں کو آنے کی دی اور جو وہاں مقیم تھے ان کے معاہدہ کی پابندی کی لہذا بھاگے ہوئے لوگ واپس آ گئے اور جو وہاں رہتے تھے وہ مطمئن ہو کر رہنے لگے کیونکہ وہ سب مسلمانوں کی ذمہ داری اور حفاظت میں آ گئے تھے۔

مال کی تقسیم:

مسلمانوں نے عکریہ میں مال غنیمت کو اس طرح تقسیم کیا کہ ہر سوار کو تین ہزار ملے اور پیادہ سپاہی کو ایک ہزار ملے پانچواں حصہ غرات، ہاتھ، منہ، ناک کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا گیا اور فتح کی خبر حادثہ: ن، حسان کے ساتھ بھجوائی گئی۔ موصل کی جنگ کے سردار ابی بن افعل تھے۔ خراج پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقرر تھے۔

فتح ماسبدان

۱۱ھ میں ماسبدان بھی فتح ہوا اس کے بارے میں سیف کی یہ روایت ہے کہ جب حضرت ہاشم بن عقبہؓ جو "جولہ" سے مدائن کی طرف واپس آئے تو حضرت سعدؓ کو یہ اطلاع ملی کہ آذین بن ہرمزان نے ایک بڑی فوج جمع کر لی ہے اور انہیں لے کر میدانی علاقے میں آ گیا ہے انہوں نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع لکھ کر بھیجی (اس کے جواب میں) حضرت عمرؓ نے لکھا۔ "ان کے مقابلے کے لیے ضرار بن الخطاب کی زیر قیادت ایک لشکر بھیج دو اور اس کے ہراول دستے پر ابن ہذیل اسدی کو رکھو اور اس کے دائیں بائیں بازو پر عبداللہ بن وہب راہبی حلیف بھلہ اور مضارب النخعی کو مقرر کرو۔"

آذین کا قتل:

حضرت ضرار بن الخطاب، جو قبیلہ مہارب بن فہر سے تعلق رکھتے تھے فوج لے کر روانہ ہوئے ابن ہذیل آگے بڑھے تا آنکہ وہ ماسبدان کے میدانی علاقے میں گئے وہاں فریقین کا ہندف کے مقام پر مقابلہ ہوا اور جنگ ہوتی رہی۔ مسلمانوں نے مشرکوں کا بہت جلد صفایا کر دیا حضرت ضرار نے آذین کو صحیح سالم گرفتار کر کے اس کو قید کر دیا جب اس کی فوج کو شکست ہوئی تو اس کی گردن اڑا دی۔

ماسبدان پر قبضہ:

پھر وہ تعاقب کرتے ہوئے سیروان تک پہنچ گئے اور ماسبدان پر بڑور شمشیر قبضہ کر لیا اس کے باشندے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے حضرت ضرار نے انہیں بلوایا تو وہ واپس آ کر وہاں رہنے لگے حضرت ضرار بھی وہیں رہنے لگے تھے۔ جب حضرت سعدؓ مدائن سے منتقل ہوئے تو انہیں بلوایا اور وہ کوفہ میں رہنے لگے تھے۔ ماسبدان پر انہوں نے اپنا چلشمن ابن ہذیل اسدی کو مقرر کیا یہ شہر کوفہ کا ایک سرحدی مقام ہے اور اسی سال قریصہ کا واقعہ ماور جب میں ہوا۔



فتح قر قیسا

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت ہاشم جوہڑ بن عبد جلولاء سے مدائن واپس آئے تو اہل جریرہ کی فوجیں اکٹھی ہو گئی تھیں انہوں نے ہرقل کو اہل حمص کے خلاف امدادی اور ایک لشکر اہل بیت کی طرف بھیجا۔
حضرت عمر جوہڑؓ کی ہدایات:

حضرت سعد جوہڑؓ نے ان واقعات کی اطلاع حضرت عمر جوہڑؓ کے پاس بھیجی۔ حضرت عمر جوہڑؓ نے یہ تحریر فرمایا ”تم ان کی طرف عربین مالک کی زیر قیادت ایک لشکر بھیجو۔ اس کے براہ راست پر حارث بن یزید عامری کو مقرر کرو اور اس کے دائیں بائیں بازوؤں پر ربیع بن عامر اور مالک بن حبیب کو مقرر کرو۔“
اچانک حملہ:

چنانچہ حضرت عمر بن مالک جوہڑؓ اپنے لشکر کو لے کر بیت کی طرف روانہ ہوئے۔ حارث بن یزید بھی بیت پہنچ گئے تھے دشمن نے مسلمانوں کے خلاف خندق کھودی تھی۔ جب حضرت عمر بن مالک جوہڑؓ نے پوچھا کہ دشمن نے خندق کے ذریعہ اپنی حفاظت کر لی ہے اور اس میں پناہ حاصل کی ہے تو انہوں نے محاصرہ کو طویل سمجھتے ہوئے خیموں کو اپنی حالت پر چھوڑا اور محاصرہ کرنے کے لیے حارث بن یزید کو اپنا جانشین بنایا اور نصف فوج لے کر قر قیسا کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں اچانک پہنچ کر قر قیسا پر بزدل شمشیر بھندہ کر لیا۔ آخر کار وہاں کے باشندے جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو گئے۔
اہل بیت سے مصالحت:

انہوں نے حارث بن یزید کو تحریر کیا ”اگر دشمن (جزیہ ادا کرنے پر) رضامند ہوں تو انہیں چھوڑ دو ورنہ دروازوں کے قریب ان کی خندق کے مقابلے پر ایک خندق کھودو (اور وہیں جتے رہو) تا آنکہ میں کوئی مزید فیصلہ کر سکوں۔“
 (اس کے جواب میں) وہ (جزیہ ادا کرنے پر) رضامند ہو گئے اس کے بعد ان کا لشکر حضرت عمر بن مالک جوہڑؓ کے لشکر میں شامل ہو گیا اور اہل بیت نے اپنے ملک کی طرف چلے گئے۔
متفرق واقعات:

اس سال حضرت عمر جوہڑؓ نے ابو بکر ثقیفی جوہڑؓ کو باضغ کی طرف جلاوطن کر دیا اسی سال حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے صفیہ بنت عبید سے نکاح کیا (جو بکر ثقیفی کی ہمسرہ تھیں) اسی سال حضرت مارہ بن جہنہ (قبلیہ) جو رسول اللہ ﷺ کی ام ولد اور ام ابراہیم تھیں۔ فوت ہوئیں حضرت عمر جوہڑؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ان کا مزار بقیع میں ہے اور (ماہ وقات) محرم ہے۔
سن ہجری کا اجراء:

اسی سال ماہ ربیع الاول میں حضرت عمرؓ نے (سن ہجری کی) تاریخ مقرر کی۔ حضرت ابن المسیبؓ جو بڑھاپے میں تھے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے مشورہ سے اپنے عہد خلافت کے ۵ حاتی سال بعد (سن ہجری کی) تاریخ مقرر کی ۱۶ھ۔

حضرت سعید بن المسیبؓ جو بڑھاپے میں تھے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا: "کون سے دن سے ہم (تاریخ) سمجھنے کا آغاز کریں؟" حضرت علیؓ نے فرمایا "اس دن سے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی اور شرک کی زمین کو چھوڑا تھا لہذا حضرت عمرؓ نے ایسا ہی کیا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "تاریخ اس سن سے شروع ہوئی جب کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اسی سال (حضرت) عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے تھے۔

اس سال کا حج:

اس سال بھی حضرت عمرؓ نے لوگوں کے ساتھ حج ادا فرمایا اور مدینہ میں اپنا پائشیں بقول القدی (حضرت) زید بن ثابتؓ کو مقرر کیا۔

عہد فاروقی کے حکام:

اس سال حضرت عمرؓ کے حکام یہ تھے۔ مکہ معظمہ میں حضرت قتیبہ بن اسید طائف کے حاکم حضرت عثمان بن ابی العاص تھے یمن کے لیلیٰ بن امیہ تھے یمامہ اور بحرین کے حاکم حضرت عطاء بن حنفیؓ تھے عمان کے حضرت حذیفہ بن یحییٰؓ تھے تمام شام کے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ تھے کوفہ کے حاکم حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ کوفہ کے قاضی ابو قریہ تھے بصرہ اور اس کے علاقے کے حاکم حضرت مغیرہ بن شعبہؓ تھے موصل کی جنگ کے سردار حضرت ربیع بن الافلک تھے اس کے خراج کے نگران عرفجہ بن برمہ تھے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ موصل کی جنگ و خراج دونوں کے نگران حضرت عبید بن فرقہؓ تھے۔ ایک روایت کے مطابق ان سب کے نگران حضرت عبداللہ بن معتمؓ تھے۔ جزیرہ کے حاکم حضرت عیاض بن غنم اشعری تھے۔



باب ۲

کافہ کے واقعات

کوفہ کی تعمیر:

اس سال کوفہ کی تعمیر ہوئی اور سیف بن عمر جویشہ کے قول اور روایت کے مطابق حضرت سعد جویشہ نے مسلمانوں کو مدائن سے کوفہ کی طرف منتقل کیا۔

جب جلوزاء اور ملوان پر (مسلمانوں کا) قبضہ ہو گیا تو حضرت قحطام بن عمرو جویشہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حوآن میں مقیم ہو گئے (اسی اثناء میں) نجریت اور دونوں قلے (ظلمین) بھی فتح ہوئے وہاں مہدائہ بن مسقر جویشہ اور ابن ارفلک اپنے ساتھیوں کے ساتھ دونوں قلعوں میں مقیم ہوئے اس کے بعد ان لوگوں کے وفود حضرت عمر جویشہ کے پاس پہنچے۔ جب آپ نے ان وفود کو دیکھا تو فرمائے گئے۔

تمہاری وضع قطع (اور صحت) ویسی نہیں ہے جیسی شروع میں تھی میرے پاس دوسرے وفود آئے تھے ان کی حالت تو اسی طرح تھی جیسی شروع میں تھی مگر تم میں کیوں تبدیلی ہو گئی ہے وہ بولے "اس علاقے کی آب و ہوا ناموافق ہے" لہذا آپ نے ان کی ضروریات پر غور و فکر کر کے انہیں جلد بھیج دیا۔ ان وفود میں مندرجہ ذیل (معرز حضرات) شامل تھے۔

۱۔ مہدائہ بن مسقر ۲۔ شبہ بن الوصل ۳۔ ذوالقرطہ بنی ابن ذی السبیحہ ۴۔ ابن الحجیر ۵۔ بشر انہوں نے قبیلہ تغلب کے بارے میں حضرت عمر جویشہ سے معاہدہ کرنا چاہا تو آپ نے ان کے لیے یہ معاہدہ لکھا۔

قبیلہ تغلب کا معاہدہ:

اس قبیلہ تغلب میں سے جو کوئی اسلام قبول کرے گا تو اسے مسلمانوں جیسے حقوق و فرائض حاصل ہوں گے اور جو اسلام سے انکار کرے تو اس پر جزیہ عائد ہو گا وہ لوگ کہنے لگے "اس صورت میں یہ لوگ بھاگ جائیں گے اور اگر ہو کر اہل غم ہو جائیں گے۔" لہذا آپ "بہترین صدقہ کا حکم دیجیے" آپ نے فرمایا ان پر جزیہ عی مقرر ہو گا وہ بولے "آپ ان پر جزیہ کو مسلمانوں کے صدقہ کے برابر مقرر کر دیں" آپ اس پر رضامند ہو گئے بشرطیکہ وہ مسلمان والدین کے لڑکے (بچے) میسر آئیں نہ بنائیں۔ وہ بولے "ہم اس بات پر رضامند ہیں۔"

(اس معاہدہ کے بعد) قبیلہ تغلب اور ان کے فرماں بردار قبیلہ ایادو نمیر کے افراد حضرت سعدؓ کے پاس مدائن کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور انہی کے ساتھ بعد میں کوفہ میں آباد ہو گئے ان میں سے بعض افراد اپنے شہروں میں رہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ان کے مسلمانوں اور ذمیوں کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔

ناخوش گوار آب و ہوا کی شکایت:

حضرت ضعی بنیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ جویشہ نے حضرت عمر جویشہ کو یہ لکھا تھا "عمریوں کے پیٹ نرم ہو گئے ہیں اور

ان کے بازو جکے ہو گئے ہیں اور ان کے رنگ تبدیل ہو گئے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ جیسا کہ اس زمانے میں حضرت سعدؓ جیسا کہ ساتھ تھے۔

محمد اور طلحہؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو لکھا: ”مجھے بتاؤ کہ کس وجہ سے عربوں کا رنگ اور ہمسائی حالت تبدیل ہو گئی ہے۔“ انہوں نے لکھا: ”ہمیں اور دریائے دجلہ کی ناخوش گوار آب و ہوا کی وجہ سے (ان کی حالت میں تبدیل آئی ہے) حضرت عمرؓ نے دوبارہ یہ تحریر فرمایا: ”عربوں کو بھی وہی علاقہ موافق آتا ہے۔ جو ان کے اونٹوں کے موافق ہو۔ اس لیے تم (حضرت) سلمانؓ اور حضرت حذیفہؓ جیسا کہ اچھے مقام کی تلاش میں بھیج دو۔ جو لوگوں کے مدد رہنا تھے وہ دونوں ایسا خشک علاقہ دریافت کریں جس کے اور میرے درمیان نہ کوئی سمندر اور دریا اور نہ کوئی چل ہو۔“ چونکہ فوج کے ہر کام کے انتظام کے لیے کوئی نہ کوئی شخص مقرر ہوتا ہے اس لیے حضرت سعدؓ نے حضرت حذیفہؓ اور سلمانؓ کو (اس کام کے لیے) بھیجا۔
کوفہ کا مقام:

(حضرت) سلمانؓ جیسا کہ وہاں سے روانہ ہو کر اپنا رائے دو فرات کے مغربی علاقے میں گھومے انہیں کوئی جگہ پسند نہیں آئی تا آنکہ وہ کوفہ آئے۔

حضرت حذیفہؓ دریائے فرات کے مشرقی علاقے میں پھرتے رہے انہیں بھی کوئی جگہ پسند نہیں آئی تا آنکہ وہ کوفہ آئے۔ کوفہ اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سرخ ریت اور سنگ ریزے دونوں چیزیں ملی ہوئی ہوں جب وہ دونوں وہاں پہنچے تو وہاں یہ تین خائف ہیں تھیں۔

۱۔ دیر حرقہ ۲۔ دیرام عمرو ۳۔ دیر سلسلہ

دعائے خیر:

دونوں کو یہ مقام بہت پسند آیا اس لیے دونوں نے اتر کر وہاں نماز پڑھی اور یہ دعا مانگی اے اللہ جو آسمان اور اس کی چیزوں کا پروردگار ہے جس پر وہ سب تکلن ہے۔ نیز وہ زمین کا اور ان چیزوں کا پروردگار ہے جن کو وہ زمین اٹھائے ہوئے ہے وہ ہوا ستاروں سمندروں شیطانوں اور ان کی گمراہ کن چیزوں کا بھی خدا ہے اے اللہ! تو ہماری اس کوفہ کی زمین میں برکت عطا فرما اور اس کو پائیدار منزل بنا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت سعدؓ کو اس کے بارے میں لکھا۔

شہر مدائن کی خرابی:

حسین ابن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں جب جنگ جلولاء میں دشمن کو شکست ہوئی تو حضرت سعدؓ جیسا کہ مسلمانوں کے ساتھ واپس آ گئے جب عمارؓ جیسا کہ آئے تو وہ مسلمانوں کو لے کر مدائن کی طرف آئے تو اسے انہوں نے نا موافق پایا حضرت عمارؓ نے دریافت کیا:

”کیا یہ (زمین) انٹوں کے لیے موافق ہے؟“ لوگوں نے کہا ”نہیں یہاں مچھر ہیں“ اس پر وہ بولے ”حضرت عمرؓ جیسا کہ

فرماتے ہیں کہ عربوں کو وہ زمین موافق نہیں ہے جو انٹوں کے موافق نہیں آتی ہے۔“

اس کے بعد حضرت عمارؓ جیسا کہ کوئے کے نکلے یہاں تک کہ وہ کوفہ آئے پھر بن ثور کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے مدائن کو

ناموافق پایاد وہاں کافی عرصے تک رہے تھے انہیں زرد مغار اور کھیلوں نے بہت تنگ کیا تو حضرت سعد بن جبرئیل کو لکھا گیا کہ وہ کسی عمدہ موقع کو محسوس کرنے کے لیے باہر افراد بھیجیں جو جنگ مقام تلاش کریں کیونکہ عربوں کو کبھی وہی مقامات پسند آتے ہیں جو انہوں نے مویشیوں کے موافق ہوں چنانچہ انہوں نے وفد کو تلاش کرایا۔

واپسی کا حکم:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت سلمان بن جبرئیل اور حضرت حذیفہ بن جبرئیل 'حضرت سعد بن جبرئیل کے پاس آئے اور انہیں وفد کے مقام سے مطلع کیا۔ اس عرصے میں حضرت عمر بن جبرئیل کا نام مبارک بھی پہنچ گیا تھا تو حضرت سعد بن جبرئیل نے (حضرت) قتلعار بن عمر بن جبرئیل کو لکھا:

تم جلولاء کے لوگوں پر قہاذ کو اپنا جانشین بناؤ اور اپنے ساتھیوں کو لے کر میرے پاس آ جاؤ۔

انہوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے لشکر کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص بن جبرئیل کے پاس آ گئے۔

حضرت سعد بن جبرئیل نے عبداللہ بن ابیہم بن جبرئیل کو بھی یہ لکھا کہ وہ مسلم بن عبداللہ کو جو جنگ قادسیہ میں اسیر ہو گئے تھے موصل میں اپنا جانشین بن کر ان کے پاس چلے آئیں اور اپنے ساتھ اسارہ اور دوسرے ساتھیوں کو لیتے آئیں انہوں نے حضرت سعد بن جبرئیل کی ہدایت پر عمل کیا اور وہ بھی حضرت سعد بن ابی وقاص بن جبرئیل کے پاس آ گئے۔ ان کے ساتھ ان کی فوج بھی تھی۔

کوفہ میں قیام:

اب حضرت سعد بن جبرئیل نے مسلمانوں کے ساتھ مدائن سے کوچ کیا اور محرم کی سترہ تاریخ ۱۷ھ میں کوفہ کے مقام پر لشکر آرا ہوئے کوفہ فتح مدائن کے ایک سال اور دو مہینے کے بعد بسایا گیا تھا۔ یعنی حضرت عمر بن جبرئیل کی خلافت کے تین سال اور آٹھ مہینے کے بعد کوفہ آباد ہوا یہ حضرت عمر بن جبرئیل کی خلافت کے چوتھے سال ۱۷ھ میں تاریخ مذکور میں بسایا گیا۔

مسلمانوں کو کوچ کرنے سے پہلے مدائن ہی میں وظائف مل گئے تھے خبریر میں انہیں عطیات ۱۶ھ کے ماہ محرم میں ملے تھے۔ بصرہ میں مسلمانوں کی منتقلی تین قسطوں میں مکمل ہوئی انہوں نے بھی ماہ ۱۷ھ میں کوچ کیا تھا اور ایک ہی مہینے میں ان کی باقی ماندہ فوج منتقل ہو گئی تھی۔

روایات میں اختلاف:

واقعی قاسم ابن معن کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ مسلمان کوفہ میں ۱۷ھ کے آخر میں آباد ہوئے ابوالقادر کے حوالے سے وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ۱۸ھ کے آغاز میں کوفہ آئے۔

اہل فوج کو مراعات:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن جبرئیل نے سعد بن مالک اور عتبہ بن غزوہ ان کو یہ تحریر فرمایا کہ وہ دونوں ہر موسم بہار میں مسلمانوں کو خوش گوار مقام پر لے جایا کریں اور ہر سال کے موسم بہار میں ان کی مدد کیا کریں اور ہر سال محرم کے مہینے میں انہیں عطیات دیں اور ہر سال غلہ کی فصل آنے پر انہیں مال قیمت کا حصہ دیا کریں اس طرح مسلمانوں نے کوفہ آنے سے چند ہفتہ و دو دفعہ عطیات وصول کیے تھے۔

حضرت عمرؓ کو اطلاع:

مفروہ اسدی کی روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص کوفہ میں آئے تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو یہ تحریر فرمایا:

”میں حیرہ اور فرات کے درمیان ایک خشک مقام کوفہ میں فروکش ہو گیا ہوں میں نے مدائن کے مسلمانوں کو اختیار دینے کے لئے جو وہاں رہنا پسند کرے میں اسے وہاں چھوڑ دوں گا اس طرح وہ فوجی چوکی بن جائے گی۔“

چنانچہ کئی قبیلوں کے لوگ وہاں رہ گئے جن میں اکثر بیت قبیلہ عیس کی تھی۔

مکانات کی تعمیر:

سینف کی روایت ہے کہ جب اہل کوفہ نے کوفہ میں بود و باش اختیار کی اور اہل بصرہ بھی اپنے نئے مقام پر رہنے لگے تو اس وقت ان کے حواس درست ہوئے اور ان کی زائل شدہ طاقت بحال ہوئی پھر اہل کوفہ اور اہل بصرہ دونوں نے سرکنڈوں کے کچے مکانات تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”فوجی خیمے تمہاری جنگی ضروریات اور عسکری روح پر قرار رکھنے کے لیے زیادہ موزوں ہیں تاہم میں تمہاری مخالفت کرنا بھی پسند نہیں کرتا ہوں جو چاہو کرو۔“

لہذا دونوں شہر والوں نے بانسوں اور سرکنڈوں سے مکانات تعمیر کر لیے۔

پختہ مکانات کی اجازت:

پھر (اتفاق سے) دونوں شہروں یعنی کوفہ اور بصرہ میں آگ لگ گئی بالخصوص کوفہ میں بہت سخت آگ لگی اس میں اسی مکان جل گئے یہ حادثہ ماہِ شوال میں ہوا تھا لوگوں میں اس کا بہت چرچا ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے چند افراد کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں سے مکانات تعمیر کرنے کی اجازت حاصل کریں چنانچہ وہ لوگ آتش زدگی کی اطلاع دینے اور اس کے نقصانات کا حال بتانے کے لیے پہنچے حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”تم ایسا کر سکتے ہو مگر تم میں سے کوئی تین گھروں سے زیادہ نہ بنائے تم لمبی عمارتیں نہ بناؤ اگر تم مسنون طریقہ اختیار کرو گے تو تمہاری سلطنت باقی رہے گی۔“

وہ لوگ یہ حکم لے کر کوفہ آ گئے۔

تعمیر میں اعتدال:

حضرت عمرؓ نے حضرت قتیبہؓ (حاکم بصرہ) اور اہل بصرہ کو بھی اسی قسم کا حکم دیا تھا اہل کوفہ کو بسانے کا کام ابوہباج بن مالک کے سپرد تھا اور اہل بصرہ کو بسانے کا کام ابوالجہراء عامر بن الدلف کے سپرد تھا حضرت عمرؓ نے وفد اور مسلمانوں کو یہ ہدایت دی تھی کہ وہ مناسب اندازہ سے زیادہ عمارتیں نہ بنائیں لوگوں نے کہا اندازہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ صحیح اندازہ یہ ہے کہ وہ جنہیں فضول خرچی کے قریب نہ لے جائے اور نہ جنہیں اعتدال سے باہر نکالے۔

سرزمینیں اور گلیاں:

سینف کی روایت ہے کہ جب مسلمانوں کا کوفہ کی تعمیر پر اتفاق ہو گیا تو حضرت سعدؓ نے ابوالہباج کو بلا بھیجا اور

انہیں حضرت عمرؓ کی ان تحریری ہدایات سے مطلع کیا کہ سڑکیں چالیس گز کی ہوں اور اس سے کم درجے کی تیس گز کی ہوں اور کم از کم تیس گز چوڑی ہوں گھیاں سات گز کی ہوں اس سے کم تر نہ ہوں، غرضہ کے قطعات کے علاوہ عام قطعات ساٹھ گز کے ہوں۔

کوفہ کی مسجد:

اس کے بعد اہل رائے اندازہ کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے جب وہ کسی بات پر متفق ہوتے تو ابواسہاج اس کے مطابق تقسیم کرتے تھے۔ کوفہ میں جس چیز کا سب سے پہلے سنگ بنیاد رکھا گیا وہ مسجد تھی اور جب تعمیر کا ارادہ کیا گیا تھا تو مسجد کی تعمیر کی گئی۔ یہ بازار کے اندر تھی اس کے بعد ایک بہت بڑا تیر انداز جس کا نشانہ دو رنگ چا سکتا تھا درمیان میں کھڑا ہو گیا اس نے دائیں طرف تیر پھینکا اور پھر یہ حکم دیا گیا کہ اس تیر کے آگے گھر تعمیر کیے جائیں بعد ازاں اس نے اپنے سامنے اور پیچھے تیر پھینکے اور یہ حکم دیا گیا کہ ان دونوں تیروں کے آگے گھر تعمیر کیے جائیں اس طرح مسجد کے لیے جگہ چھوڑ دی گئی جو چاروں طرف سے بلند تھی مسجد کے آگے ایک سانبان تعمیر کیا گیا دو مربع شکل کی تھی کہ اس میں لوگوں کا اثر و پام نہ ہونے پائے خانہ کعبہ کی مسجد کے سوا باقی تمام مسجد اسی نمونہ پر بنائی گئی تھیں۔ خانہ کعبہ کے احترام کی وجہ سے دیگر مسجد اس کی مسجد کے مشابہ نہیں بنائی گئی تھیں۔

مسجد کا سانبان دو سو گز تھا اس کے ستون سنگ مرمر کے تھے جو ایرانی بادشاہوں کے تھے اس کا اوپر کا حصہ رومی گرجوں کی طرف تھا۔ صحن کے پاس ایک خندق کھودی گئی تھی تاکہ وہاں کوئی شخص غارت نہ تعمیر کر سکے۔

کوفہ کا محل:

مسجد کے سامنے حضرت سعدؓ کا گھر تعمیر کیا گیا تھا ان دونوں کے درمیان دو سو گز کی جگہ تھی جسے بیت المال بنایا گیا تھا جو آج کل کوفہ کا محل ہے اسے روز بہ روز حیرہ میں کسریٰ کی عمارتوں کی پختہ اینٹوں سے تعمیر کر لیا تھا۔

مکانات کا تعین:

صحن کے قریب پانچ سڑکیں نکالی گئیں تھیں اور قبلہ رو چار گھیاں تھیں۔ مشرقی حصہ میں تین گھیں تھیں اور مغربی حصہ میں بھی تین گھیں تھیں صحن کی طرف قبیلہ سلیم و ثقیف کو دو گلیوں میں آباد کیا گیا تھا اور قبیلہ ہمدان کو ایک گلی میں بسایا گیا تھا قبیلہ جبکہ کو دوسری گلی میں آباد کیا گیا تھا قبیلہ تیمم اہل ان کے آخر میں تھا اس طرح آخر میں قبیلہ تغلب تھا۔

قبلہ رو قبیلہ اسد ایک گلی پر آباد تھا قبیلہ اسد اور قبیلہ نضج کے درمیان دوسرا راستہ تھا اور قبیلہ نضج اور قبیلہ کنذہ کے درمیان دوسری گلی تھی۔ کنذہ اور اراؤ کے درمیان دوسرا طرہ تھا۔

صحن کے مشرقی حصے میں انصار اور قبیلہ مزینہ ایک گلی میں تھے۔ اور مہتم و محارب دوسری گلی میں تھے اسد اور عامر دوسرے راستے پر تھے۔ مغربی صحن بجاہل اور بجلہ ایک جگہ تھے قبیلہ جدیلہ اور حلو ط قباہل دوسری گلی میں تھے قبیلہ جبینہ اور ان کے حلو ط امگ کو بچے میں تھے۔

یہ وہ لوگ تھے جو صحن کے قریب تھے۔ باقی لوگ ان کے درمیان اور ان کے پیچھے (آباد) ہوئے یہ لوگ چوڑی سڑکوں پر آباد ہوئے ان کے مقابلہ میں کم چوڑی سڑکوں پر دوسرے لوگ آباد ہوئے اس کے بعد گلیوں اور سڑکوں پر (مکانات کی تعمیر کا) سلسلہ چلتا رہا۔

جو مذکورہ ہزار سڑکوں سے کم پیوڑے تھے ان کے پیچھے اور درمیان میں گھر آباد ہونے لگے اور ان میں جنگلی سپاہیوں کو آدکین جاتا رہا۔
ابن سرحد اور موصل والوں کے لیے جدا گانہ مقامات محفوظ رکھے گئے تاکہ جب ان کا قافلہ آئے تو وہاں فرواں نہ ہوں تاہم جب لوگ زیادہ آنے لگے تو لوگ چمک کی جنگلی محسوس کرنے لگے جن کے متعلقین زیادہ ہوئے تھے تو وہ اپنے محلے کو چھوڑ کر وہاں چلے جاتے تھے اور جن کے متعلقین کم ہوتے تھے ان کو ان کے مناسب قیام پر نصیرایا جاتا تھا۔
بہرحال صحن حضرت عمرؓ کے زمانے میں اسی حالت میں رہا۔ قبائل اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے وہاں صرف مسجد اور محل تھا۔

بازار:

بازار میں کوئی عمارت نہیں تھی اور نہ نشانات مقرر تھے حضرت عمرؓ کی ہدایت تھی بازار مسجد کی طرح ہیں جو سب سے پہلے کسی ٹھکانے پر پہنچ جائے اس کا وہ حق دار ہے تا آنکہ وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر نہ چلا جائے یا اپنی فروخت سے فارغ نہ ہو جائے وہاں سواروں کو بٹھانے کے لیے بھی احکامات مقرر تھے اس میں بھی (جو آئے وہ قبضہ کر لے) سب لوگ برابر تھے۔

بیت المال:

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس مقام پر جو محل کے لیے مقرر تھا مسجد کوفہ کے محراب کے سامنے ایک محل تعمیر کرایا اور مستحکم طریقہ سے تعمیر کرایا اور اسی کے اندر بیت المال قائم کرایا اور وہیں دور رہتے تھے۔
ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ کسی نے نقب لگا کر بیت المال سے مال نکال لیا حضرت سعدؓ نے اس کے بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا اور انہیں گھر اور بیت المال کا محل وقوع بتایا حضرت عمرؓ نے تحریر فرمایا:
”تم مسجد کو اس طرح منتقل کرو کہ وہ گھر کے پہلو ہو اور گھر قبلہ رو ہو کیونکہ مسجد رات دن آباد رہتی ہے اور ان لوگوں کی بدولت بیت المال محفوظ رہے گا۔“

مسجد و محل کی تعمیر:

لہذا انہوں نے مسجد کو تبدیل کیا اور اس کی عمارت تبدیل کرائی۔ ان کے ایک زمیندار نے جس کا نام روز بہ بن بزدھبر ہے کہا ”میں اسے بھی تعمیر کروں گا اور آپ کا محل بھی تعمیر کروں گا اور ان دونوں عمارتوں کو اس طرح ملا دوں گا کہ وہ ایک ہی عمارت معلوم ہوگی چنانچہ اس نے کوفہ کے محل کو اسی بنیاد پر قائم کیا پھر اس نے حیرہ کے گرد و نواح کے ایک شاہی محل کے ٹکندہ کی اینٹوں سے اس محل کو تعمیر کرایا اس نے بیت المال کے سامنے سے مسجد کی تعمیر شروع کرا کے اسے محل کے آخربک دائیں طرف قبلہ رو جاری رکھا پھر اسے دائیں طرف سے لے جا کر صحن علی بن ابی طالبؓ تک ختم کیا یہ صحن اس کا قبلہ تھا پھر اس کی توسیع کر کے مسجد کے قبلہ کو صحن کی طرف کر دیا اس کے دائیں طرف محل تھا۔

اس کی عمارت سنگ مرمر کے ان ستونوں پر قائم کی گئی جو کسریٰ کے مگر جوں کے تھے اس کے دائیں بائیں بغلی حصے نہیں تھے یہی تعمیر حضرت معاویہؓ کے عہد خلافت تک قائم رہی۔

مسجد کی دوبارہ تعمیر:

حضرت معاویہؓ کے عہد خلافت میں زیادہ کے ہاتھوں اس کی تعمیر میں ترمیم و اضافہ ہوا جب زیادہ نے اس کی توسیع کا ارادہ

کیا تو اس نے دور جاہلیت کے دو معماروں کو بلوایا اور انہیں مسجد کا مقام اور اس کی حالت سمجھا کی اور بتایا کہ وہ اسے آسمان تک بلند کریں چاہتا ہے۔ زیادہ کہا "میں مسجد کو اس طرح تعمیر کروں گا چاہتا ہوں کہ اسے میں بیان نہیں کر سکتا ہوں" ایک معمار نے جو کسری (شام ایران) کا معمار تھا کہا "یہ اس صورت میں ممکن ہے جب کہ ابواز کے پہاڑوں میں ستون لائے جائیں جن میں سوراخ کر کے سیسہ بھرا جائے اور لوہے کی سانچیں بھی (ان ستونوں میں) بھری جائیں پھر ان ستونوں کو تیس گز بلند کیا جائے اور ان پر چھت ڈالی جائے اور (اس کے دونوں طرف) پہاڑوں پر آدھ سے رکے جائیں اس صورت میں یہ عمارت زیادہ مستحکم و پائیدار ہوگی"۔ زیادہ نے کہا "میں یہی چاہتا تھا مگر میری زبان سے یہ ادائیگی ہو رہی تھی"۔

محل کا دروازہ:

حضرت سعدؓ نے محل کا دروازہ بند کر دیا کیونکہ ان کے سامنے بازار لگتا تھا اور اس کا شور و غوغا انہیں بات کرنے نہیں دیتا تھا جب انہوں نے دروازہ کھولا تو لوگوں نے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں جو انہوں نے نہیں کہی تھیں وہ کہتے تھے کہ (حضرت) سعدؓ جھوٹے کہتے ہیں "یہ آوازیں بند کرو" لوگ اس کو قصر سعدؓ جھوٹے کے نام سے پکارتے تھے حضرت عمرؓ کے کانوں تک بھی یہ آوازیں پہنچیں تو انہوں نے محمد بن مسلمہ کو بلوا کر کوہ روانہ کیا اور فرمایا "تم وہاں جا کر محل کے دروازے کو جلا دو اور اس کے بعد فوراً لوٹو"۔

دروازہ چلا نہ:

چنانچہ وہ دروازہ ہونے کو فدا کر انہوں نے اسے بند کر دیا اور اس کے دروازے کو جلا دیا (حضرت) سعدؓ جھوٹے کو سارا حال بتایا گیا کہ مدینہ سے ایک قاصد (خلیفہ کی طرف سے) صرف اسی مقصد کے لیے بھیجا گیا ہے حضرت سعدؓ جھوٹے نے ایک آدمی بھیجا تا کہ وہ آدمی معلوم کرے کہ وہ کون ہے؟ (اس نے آ کر بتایا کہ) وہ محمد بن مسلمہ ہیں۔ حضرت سعدؓ جھوٹے نے قاصد بھیج کر ان سے درخواست کی کہ وہ گھر کے اندر آئیں مگر انہوں نے (آئے سے) انکار کیا اس پر حضرت سعدؓ جھوٹے خود ان کے پاس گئے اور انہیں اندر آنے اور ٹھہرنے کی دعوت دی انہوں نے دروازہ پیش کیا مگر اس کو بھی قبول نہیں کیا اور حضرت عمرؓ کا خط پیش کیا (جس کا مضمون یہ ہے)

حضرت عمرؓ جھوٹے کا خط:

"مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ نے ایک محل تعمیر کرایا ہے جسے آپ نے قلعہ بنالیا ہے اور اس کا نام قصر سعدؓ ہے آپ نے اپنے اور عام مسلمانوں کے درمیان ایک دروازہ بنالیا ہے یہ تمہارا محل نہیں ہے۔ ایک شروع فساد کا کل ہے تم ایسے مقام پر رہو جو سرکاری خزانوں (بیت الاموال) کے قریب ہو اور اسے بند کر دو۔ تم اپنے گھر پر دروازہ نہ رکھو کیونکہ اس کی وجہ سے عام مسلمان تمہارے پاس نہ آ سکیں گے اور اس طرح تم ان کے حقوق نہاد کر سکو گے یہ ضروری ہے کہ مسلمان تمہاری مجلس میں آ سکیں اور جب تم نکلو تو وہ تم سے مل سکیں۔" حضرت سعدؓ جھوٹے نے ان (محمد بن مسلمہ) کے سامنے قسم کھا کر فرمایا کہ جو کچھ لوگوں نے بتایا ہے وہ ان کا قول نہیں ہے۔

حضرت سعدؓ جھوٹے کی بریت:

محمد بن مسلمہ فوراً وہاں سے چلے گئے جب وہ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ان کا زرادہ ختم ہو گیا تھا انہیں درختوں کی چھال

چوٹی پڑی جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو انہیں تمام حال سنایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”تم نے (حضرت) سعدؓ کو (زاد راہ) کیوں قبول نہیں کیا وہ کہنے لگے ”اگر آپ کا یہ منشاء ہو تو آپ مجھے اس کے بارے میں لکھ دیجئے یا اس کی اجازت دیجئے“ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”دانش مندا انسان وہ ہے کہ جب اسے کوئی اہم کام سپرد کیا جائے تو وہ قول و عمل میں دورانہ نشی اختیار کرے“ اس کے بعد انہوں نے حضرت سعدؓ کو حلیہ قول کو دہرایا تو حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے قول کی تصدیق کی اور فرمایا ”وہ ان سب لوگوں سے زیادہ سچے ہیں جنہوں نے مجھے مخالفانہ باتیں بتائیں۔“

ابو محمد عطاء مولیٰ اسحاق بن طلحہ بیان کرتے ہیں ”میں اس مسجد اعظم میں اس وقت بیٹھا کرتا تھا جب کہ ابھی زیہ دنے کی توسیع نہیں کی تھی نہ تو اس کے برآمدے تھے اور نہ اس کا پچھلا حصہ تھا اس وقت مجھے وہاں سے دیہ بند اور رباب البحر نظر آتے تھے۔“

حضرت شعی فرماتے ہیں کہ جو کوئی مسجد میں بیٹھتا تھا اسے وہاں سے باب البحر نظر آتا تھا۔

روز بہ بن بزرجمر:

ابو کثیر روایت کرتے ہیں کہ روز بہ بن بزرجمر بن ساسان ہمدان کا رہنے والا تھا وہ کسی رومی سرحد پر تھا وہاں اس نے ہتھیار استعمال کیے اس پر ایرانی حکام اس سے ڈر گئے تو وہ رومیوں کے ساتھ مل گیا وہاں بھی وہ مطمئن نہیں تھا تا آنکہ وہ حضرت سعدؓ کے پاس پہنچا اور ان کے لیے محل اور مسجد تعمیر کرائی پھر اسے خط دے کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا اور انہیں اس کے حالات سے آگاہ کیا وہاں وہ اسلام لایا اور حضرت عمرؓ نے اس کے لیے وعید مقرر کیا اور عطیات دیے اور اس کے اکریاء (ساتھیوں) کے ساتھ اسے حضرت سعدؓ کے طرف واپس بھیج دیا جب وہ اس مقام پر پہنچا جسے قبر العبادی کہا جاتا ہے تو وہ مر گیا لوگوں نے اس کے لیے قبر کھودی اور انتقال کرتے رہے کہ کچھ لوگ وہاں سے گزریں اور وہ اس کی موت کی شہادت دیں چنانچہ چند خانہ بدوش وہاں سے گزرے اس وقت راستے میں انہوں نے (قبر) کھودی تھی انہوں نے ان لوگوں کو گواہ بنایا تا کہ وہ اس کے قتل کے الزام سے بری ہو جائیں اس طرح یہ مقام قبر العبادی کے نام سے موسوم ہو گیا۔

ابو کثیر کہتے ہیں:

”وہ میرے والد تھے۔“

تقسیم میں تہدیلی:

سیف کی روایت ہے کہ قبائل کے دس حصوں کی تقسیم میں بہت خرابی پیدا ہو رہی تھی اس لیے حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو اس کو درست کرنے کے بارے میں لکھا انہوں نے لکھا کہ وہ خود اس میں تہدیلی کر لیں لہذا انہوں نے ماہر اسباب اور دانشوروں کو بلا بھیجا جن میں سعید بن نمران اور مشعل بن قیس بھی شامل تھے۔ انہوں نے (قبائل کے) سات حصے بنا دیے چنانچہ قبیلہ کنانہ اور ان کے خلفاء امایش وغیرہ اور بنو عمر و بن قیس بن عیلام سات حصوں میں شامل ہو گئے اور قضاہ بن غسان بن ہشام بن جہلہ

نعمانؓ کندہ، حضرموت اور قبیلہ ازد بھی ان سات میں شامل ہو گئے مذبح 'حمیر' نعمان اور ان کے حلیف بھی ساتوں میں شامل ہو گئے تقسیم اور باقی قبیلہ رباب اور بوازن کا قبیلہ الگ سات کے مجموعہ میں شامل ہو گیا قبیلہ اسد، عطفان، محارب، نمر، ضعیفہ اور تغلب کا ایک گروہ ہو گیا۔ قبیلہ عیاذ ملک، عبد القیس، اہل حجر، حمرہ کا سات کا ایک الگ گروہ ہو گیا یہ تقسیم حضرت عثمانؓ، عمرؓ، علیؓ اور معاویہؓ کے زمانے تک برقرار رہی تا آنکہ زیاد نے ان کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔

جداگانہ نگران:

(اہل کوفہ کے) ایک لاکھ درہم کے (وظائف مقرر کرنے کے لحاظ) سے جداگانہ نگران مقرر کیے گئے چنانچہ اہل کوفہ کے تینتالیس مرد اور تینتالیس عورتیں اور پچاس عیال (بچوں) کے اندازے کا ایک گروہ مقرر کیا گیا اور ان کے لیے ایک لاکھ درہم رکھے گئے۔ دیگر فوجات کے سپاہیوں میں ہر تین مرد اور ہر تین خواتین مع عیال کے لیے تین ہزار درہم مقرر کیے گئے اور ہر خاندان کو ایک ایک لاکھ درہم دیے گئے۔

مددگار فوجوں میں سے ہر ساٹھ مرد اور ساٹھ خواتین اور چالیس عیال کے نگران کو دس ہزار سے لے کر ایک لاکھ دیے جاتے تھے پھر اسی حساب سے (وظائف کی تقسیم) تھی۔

عطیہ بن حارث کہتے ہیں:

"میں نے ایک سو نگران مردار (عریف) دیکھے۔"

اسی طرح اہل بصرہ کے لیے بھی (ایسی انتظام) تھا۔

مسلمانوں کے عطیات اور وظائف قبائل کے امراء اور علمبرداروں کو دیے جاتے تھے وہ ان عطیات کو عرفاء (پہچان) نبیوں اور امینوں (محصلوں) کے سپرد کر دیتے تھے۔ جو انہیں لوگوں کے گھروں میں جا کر تقسیم کرتے تھے۔



کوفہ سے پہلے کی فتوحات

سیف کی روایت ہے کہ مدائن کی فتوحات میں سوادِ طوان، ماسدہ ان اور قرقیساہ کی فتوحات شامل ہیں اس طرح کوفہ کے سرحدی مقامات یہ چار ہیں (ان کے الگ یہ حکام تھے) ۱۔ طوان کے حاکم قحطاع بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ ۲۔ ماسدہ ان ضرار بن الخطاب البصری کی زیر نگرانی تھا۔ ۳۔ قرقیساہ کے حاکم عمر بن مالک یا عمرو بن قتیبہ بن نوفل تھے۔ ۴۔ موصل عبداللہ بن المعتم کی زیر قیادت تھا یہ حضرات ان علاقوں میں مقیم تھے اور دیگر مسلمان مدائن میں تھے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا شہر آباد کیا تو ان لوگوں کو بھی کوفہ میں بلوایا۔

(ان مذکورہ بالا) حضرات نے ان سرحدوں پر ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان کی حفاظت و انتظام کے فرائض کو بخوبی انجام دے سکیں چنانچہ قحطاع کا جانشین طوان میں قباذ بن عبداللہ تھا اور موصل میں عبداللہ بن المعتم کے جانشین مسلم بن عبداللہ تھے۔ اور ضرار کے جانشین رافع بن عبداللہ مقرر ہوئے اور عمر رضی اللہ عنہ کے جانشین عشق بن عبداللہ ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا تھا کہ قوم اسوارہ میں سے جس کسی کی انہیں ضرورت ہو اس کی مدد حاصل کریں اور ان سے جزیہ اخذ کریں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب کوفہ آباد ہو گیا اور لوگوں کو اجازت مل گئی کہ انہوں نے مدائن کے گھروں سے ان کے دروازے کوفہ کی طرف منتقل کر لیے اور انہیں اپنے تعمیر کردہ (گھروں) پر لگوا لیا۔ یہی ان کی سرحدیں تھیں اور ان کے قبضے میں اس وقت یہی علاقے تھے۔

کوفہ کے سرحدی علاقے:

حاکم کی روایت ہے کہ کوفہ کے علاقے کی سرحدیں طوان، موصل، ماسدہ ان اور قرقیساہ تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے آگے بڑھنے سے منع کر دیا تھا اور پیش قدمی کی اجازت نہیں دی تھی۔

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ابووقاص کوفہ کی تعمیر کے بعد ساڑھے تین سال تک اس کے حاکم رہے اس سے پہلے وہ مدائن میں بھی امیر رہ چکے تھے۔ ان کی نسل داری میں کوفہ طوان، موصل، ماسدہ ان اور قرقیساہ شامل تھے ان کی حدود بصرہ تک تھیں۔

بصرہ کے حکام:

حضرت قتیبہ بن غزوہ ان بصرہ کے حاکم تھے وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں فوت ہوئے تھے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبصرہ کو حضرت قتیبہ رضی اللہ عنہ کی جگہ پر حاکم بنایا پھر ابوبصرہ کو بصرہ کی امارت سے معزول کر کے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو حاکم بصرہ مقرر کیا اس کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بھی معزول کر کے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔



باب ۳

رومیوں کے حملے

اسی سال رومیوں نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور ان کے مسلمان لشکر پر جو بمص میں تھا حملہ کرنے کا ارادہ کیا اس کا واقعہ سیف کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ اہل روم نے اہل جزیرہ کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے خط و کتابت کر کے انہیں اپنے ساتھ مل لیا تھا وہ دونوں لشکر (حضرت) ابوعبیدہؓ اور ان کے مسلمان لشکر پر حملہ کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ لہذا حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے تمام فوجی دستوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور وہ تمام لشکر حمص کے بیرونی میدان میں صف آرا ہو گیا۔

(حضرت) خالد بن الولیدؓ بھی حمص میں سے آگئے تھے جس طرح دیگر فوجی چھاؤنیوں کے امراء آگئے تھے حضرت ابوعبیدہؓ نے ان سہ سالہاروں سے مشورہ طلب کیا کہ آیا وہ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں یا امدادی فوج کے آنے تک متحدہ بند ہو جائیں حضرت خالدؓ نے مشورہ دیا کہ مقابلہ کیا جائے مگر دوسرے (سہ سالہاروں) نے یہ مشورہ دیا کہ دو قلعہ بند ہو جائیں اور حضرت عمرؓ کو اس بارے میں لکھا جائے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان سہ سالہاروں کا مشورہ قبول کر لیا اور حضرت خالد بن الولیدؓ کے مشورہ کو تسلیم نہیں کیا۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو تحریر کیا کہ اہل روم مسلمانوں کے خلاف روانہ ہو گئے ہیں۔

محفوظ گھوڑے:

حضرت عمرؓ نے ہر شہر میں مقررہ تعداد میں مسلمانوں کی پس انداز کر دو رقم سے گھوڑے محفوظ کر رکھے تھے تاکہ وہ نہ گمبانی حادثہ میں کام آئیں چنانچہ کوفہ میں ایسے چار ہزار گھوڑے محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت سعدؓ کو لکھا۔

حضرت عمرؓ کے احکام:

تم لوگوں (اہل کوفہ) کو (حضرت) قتیبہ بن عمروؓ کے ساتھ تیار کرو اور جب میرا یہ خط تمہیں موصول ہو تو فوراً انہیں حمص روانہ کر دو کیونکہ (حضرت) ابوعبیدہؓ کا محاصرہ کر لیا گیا ہے اس لیے نہایت سرگرمی اور جوش و خروش کے ساتھ اس طرف پیش قدمی کرنی چاہیے۔ تم سبیل بن عدی کو لشکر دے کر جزیرہ کی طرف روانہ کرو۔ وہ ورقہؓ چائیں کیونکہ اہل جزیرہ ہی نے اہل روم کو اہل حمص کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ اور اہل قرقیصاؓ ان کے آگے ہیں۔ عبداللہ بن قہن کو نصیبین کی طرف روانہ کر دو وہاں بھی اہل قرقیصاؓ ان کے آگے ہیں اس کے بعد یہ دونوں (لشکر) حران اور پانچائیں۔ تم ولید بن عتبہؓ کو جزیرہ کے عرب قبائل ربیعہ اور ثعلبہ پر روانہ کرو۔ اور عیاض بن غنم کو بھی روانہ کرو۔ اگر جنگ شروع ہو جائے تو ان سب فوج کو قیامت میں نے عیاض بن غنم کے سر دی ہے۔

فوجی نقل و حرکت:

حضرت عیاضؓ جنہوں نے اہل عراق میں سے تھے جو حضرت خالد بن الولیدؓ کے ساتھ اہل شام (کی اسلامی فوج) کو امدا

دینے کے لیے روانہ ہوئے تھے اور اہل قادسیہ کو امداد دینے کے لیے واپس اہل عراق کی فوج کے ساتھ آئے تھے وہ حضرت ابوعبیدہؓ، جہنمہؓ کے مدد و معاون تھے۔

چنانچہ حضرت قنقاعؓ چار ہزار فوج لے کر اسی دن تمس روانہ ہو گئے تھے جس دن حضرت عمرؓ کا خط پہنچا۔ اسی طرح حضرت عیاض بن غنمؓ اور جزیرہ کے سپہ سالار بھی جنگی اور دریائی راستے سے (جیسا موقع ہوا) روانہ ہو گئے۔ ہر سپہ سالار اسی طرف روانہ ہوا جہاں کا اس کو حکم دیا گیا تھا (اس حکم کے مطابق) کبیلہ رقدہ آئے۔

حضرت عمرؓ عرفہ روق جوڑے خود بھی حضرت ابوعبیدہؓ کی امداد کے لیے مدینہ منورہ سے نکلے آپ حمص جانے کے لیے ارادے سے جا ہیے کے مقام پر فروکش ہوئے۔

اہل جزیرہ کا فرار:

اہل جزیرہ جنہوں نے اہل حمص کے برخلاف اہل روم کی مدد کی تھی اور انہیں جنگ پر آمادہ کیا تھا۔ اس وقت ان کے ساتھ مقیم تھے۔ جب انہیں اپنے ہم وطنوں کے ذریعے یہ خبر ملی کہ کوفہ سے (مسلمانوں کی) فوجیں روانہ ہو گئی ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ آیا وہ جزیرہ کی طرف آ رہی ہیں یا حمص جاری ہیں؟ بہر حال (یہ خبر سن کر) وہ اپنے شہروں اور ہم وطنوں کے پاس چلے گئے اور اہل روم کو اکٹھا چھوڑ دیا۔

مسلمانوں کی فتح:

جب حضرت ابوعبیدہؓ جہنمہؓ نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے اپنا پہلا طریقہ بدلنا چاہا اور مقابلہ کے لیے نکلنے کے بارے میں حضرت خالد بن ولیدؓ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے مقابلہ کا مشورہ دیا (چنانچہ وہ جنگ کے لیے نکلے) اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا کی (حضرت) قنقاعؓ بن عمرو ہاں اپنی کوفہ کی فوجوں کے ساتھ فتح کے واقعہ کے تین دن بعد پہنچے۔

حضرت عمرؓ کی آمد:

اس عرصے میں حضرت عمرؓ جہنمہؓ جا ہیے کے مقام پر پہنچ گئے تھے وہاں انہیں بذریعہ تحریر فتح کی اطلاع دی گئی اور یہ بھی اطلاع دی گئی کہ امدادی فوج فتح کے تین دن بعد پہنچی۔ لہذا ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے۔ حضرت عمرؓ جہنمہؓ نے ان کو لکھا ”تم انہیں بھی (مال غنیمت میں) شریک کرو“ آپ نے فرمایا ”اللہ اہل کوفہ کو جزائے خیر دے وہ اپنی حفاظت بھی کرتے ہیں اور دیگر شہروں والوں کو امداد بھی بہم پہنچاتے ہیں۔“

اہل کوفہ کی امداد:

حضرت شعیبؓ بڑھتے فرماتے ہیں ”حضرت ابوعبیدہؓ جہنمہؓ نے حضرت عمرؓ جہنمہؓ سے امداد طلب کی کیونکہ اہل روم ان کے خلاف جنگ کرنے کے لیے نکل آئے تھے اور عیسائیوں نے ان کی پیروی کی تھی اور انہوں نے محاصرہ کر لیا تھا حضرت عمرؓ جہنمہؓ نے اہل کوفہ کو (امداد کے لیے) لکھا۔ چنانچہ وہ چار ہزار کی فوج لے کر روانہ ہوئے۔ وہ حضرت ابوعبیدہؓ جہنمہؓ کے پاس فتح کے واقعہ کے تین دن بعد پہنچے اس لیے حضرت عمرؓ جہنمہؓ کو ان کے بارے میں لکھا گیا جب کہ وہ خود جا ہیے کے مقام پر پہنچ گئے تھے حضرت عمرؓ جہنمہؓ نے انہیں لکھا:

”انہیں بھی (مال غنیمت میں) شریک کرو کیونکہ تمہاری امداد کے لیے روانہ ہوئے تھے اور تمہارا دشمن (انہی کی خبر سن کر) منتشر ہوا تھا۔“

گھوڑوں کی تربیت:

ماہان کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس چار ہزار گھوڑے تھے جنہیں ناگہانی واقعات کے لیے محفوظ رکھا ہوا تھا یہ گھوڑے موسم سرما میں قبلہ روضہ کوفہ کے دائیں طرف رکھے جاتے تھے اور اسی وجہ سے وہ مقام آج تک گھوڑوں کا مطبل کہلاتا ہے۔ موسم بہار میں یہ گھوڑے دریائے فرات اور کوفہ کی اس بستی کے درمیانی مقام پر (چرنے کے لیے) بھیجے جاتے تھے جوہ قول کے قریب ہے اہل غم اس مقام کو ”آخورٹ و جہاں“ یعنی شاہی چراگاہ کے نام سے موسوم کرتے تھے ان گھوڑوں کے نگران وہاں (کوفہ میں) سلمان بن ربیعہ باہلی تھے جو اہل کوفہ کے چند افراد کے ساتھ ان کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے تھے اور ہر سال ان کی گھوڑ دوز کراتے تھے۔

بصرہ میں بھی اسی قسم کا انتظام تھا وہاں ان کے نگران اعلیٰ جزء بن معاویہؓ تھے اور (مسلمانوں کے) آٹھوں شہروں میں سے ہر شہر اسی قدر تعداد (گھوڑوں کی) محفوظ تھی چنانچہ اگر کوئی حادثہ وقوع پذیر ہوتا تھا تو ایک جماعت (ان گھوڑوں پر) سوار ہو کے آگے بڑھتی تھی تا آنکہ لوگ (مقابلہ کے لیے) مکمل طور پر تیار ہو جاتے تھے۔ یہ لوگ اس جنگ سے فارغ ہونے کے بعد واپس آ گئے۔

فتح جزیرہ

۱۷ھ میں جریرہ فتح ہوا۔ یہ سیف کی روایت کے مطابق ہے۔ محمد بن اسحاق کی روایت یہ ہے کہ جزیرہ ۱۹ھ میں فتح ہوا۔ اور انہوں نے فتح کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے ”مسلمہ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو تحریر کیا ”اللہ نے مسلمانوں کو شام و عراق کی فتوحات عطا کی ہیں اب تم اپنی طرف سے ایک لشکر جزیرہ کی طرف بھیجو اور ان کا سپہ سالار ان تینوں میں سے کسی ایک کو مقرر کرو۔ ۱۔ خالد بن عرفطہ ۲۔ ہاشم بن جبہ ۳۔ عیاض بن غنم۔ جب حضرت سعدؓ کے پاس حضرت عمرؓ کا نام مبارک پہنچا تو انہوں نے فرمایا:

”حضرت امیر المومنین نے عیاض بن غنم کا نام آخر میں اس لیے لکھا ہے کہ وہ ان کو ترجیح دیتے ہیں میں انہیں کو مقرر کروں گا اور ان کی پوری مدد کروں گا۔“

انہوں نے عیاض بن غنم کو بھیجا ان کے ساتھ جو لشکر بھیجا اس میں حضرت ابوسویٰ اشعریؓ، عثمان بن ابوالاعاص ثقفیؓ اور (حضرت سعدؓ جو شہزادے) عمر بن سعدؓ بھی شامل تھے جو اس وقت نمر تھے اس لیے انہیں کوئی عہدہ نہیں دیا گیا تھا۔

حضرت عیاضؓ کی فتوحات:

حضرت عیاضؓ جزیرہ کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے لشکر کے ساتھ رہا پیچھے۔ وہاں کے باشندوں نے جزیرہ دینے پر صلہ

کری۔ جب اہل رباعہ صلح کی تو اہل حمران نے بھی جزیہ ادا کرنے پر صلح کر لی۔ پھر انہوں نے (حضرت) ابو موسیٰ اشعریؓ کو نصیحتیں کی طرف بھیجی اور عمر بن سعدؓ کو سواروں کے دستے کے ساتھ مسلمانوں کی فوجی امداد کے لیے راس العین بھیجی اور خود بنفس نفیس جاتی فوج کو لے کر دارالمقام کی طرف گئے وہاں پہنچ کر اس کو فتح کر لیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بھی نصیحتیں کو فتح کر لیں (یہ تمام واقعات بقول محمد بن اسحاق) ۱۹۹ھ میں ہوئے۔

پھر حضرت عیاضؓ نے عثمان بن ابوالعاص کو آرمینیا کی طرف بھیجا وہاں کچھ جنگ ہوئی جس میں (حضرت) صفوان بن امیصلؓ جو شہید ہو گئے۔ پھر وہاں کے باشندوں نے حضرت عثمان بن ابوالعاص سے اس شرط پر صلح کر لی کہ ہر گھر والے کو ایک دینار جزیہ ادا کرے ہوگا اس کے بعد فلسطین کا شہر قسار یہ فتح ہوا اور ہرقل بھاگ گیا۔ (یہ محمد بن اسحاق کی روایت ہے)

اہل جزیرہ کی مصالحت:

سیف کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے لکھا کہ حضرت ابوعبیدہؓ جو کھس میں اہل روم کے خلاف مدد دینے کے لیے قفقاز بن عمروؓ کو چار ہزار کی فوج کے ساتھ بھیجا جائے تو حضرت عیاضؓ بن خثعمؓ بھی (حضرت) قفقازؓ کو ایک بعد روانہ ہو گئے تھے اور دوسرے سپہ سالار بھی خشکی اور دریائی راستوں سے روانہ ہو گئے تھے چنانچہ سبیل بن عدیؓ اور ان کے لشکر دریائی راستے سے رقبہ پہنچ گئے۔

جب اہل جزیرہ نے یہ سنا کہ اہل کوفہ روانہ ہو گئے ہیں تو وہ جس سے اپنے علاقے میں چلے گئے تھے حضرت عیاضؓ جو انہوں نے وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا تا آنکہ انہوں نے مصالحت کر لی اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے آپس میں یہ کہا ”تم اہل عراق اور اہل شام کے درمیان ہو اس لیے تمہیں ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ جنگ میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں ہے لہذا انہوں نے حضرت عیاضؓ کو جب کہ وہ جزیرہ کے درمیانی مقام پر تھے پیغام (صلح) بھیجا انہوں نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ (ان کی مصالحت) قبول کر لی جائے چنانچہ ان کی مصالحت تسلیم کر لی گئی۔ مصالحت کے یہ فرائض سبیل بن عدیؓ نے (حضرت) عیاضؓ کے حکم سے انجام دیے کیونکہ پہلا رومی تھے آخر کار یہ لوگ ذمی (زیر حفاظت رعایا) بن گئے۔

دیگر علاقوں کی مصالحت:

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن قتبان دریائے دجلہ کے راستے سے موصل پہنچے وہاں سے ایک شہر کو عبور کرنے کے بعد وہ نصیحتیں آئے وہاں کے باشندوں نے صلح کر لی۔ اور وہی طریقہ اختیار کیا جو اہل رقبہ نے اختیار کیا تھا، اراکشی کی طرح انہیں بھی خطرات لاحق ہوئے اس لیے انہوں نے بھی (مصالحت کے لیے) حضرت) عیاضؓ کو لکھا انہوں نے ان کی مصالحت کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا اور عبداللہ بن عبداللہ نے صلح نامہ لکھا جو کچھ وہ بھجولے چکے تھے اسے برقرار رکھا اس کے بعد یہ بھی ذمی رعایا بن گئے۔

ولید بن حنظلہ قبیلہ بنو تغلب اور جزیرہ کے عرب قبائل کے پاس آئے وہاں کے مسلم اور غیر مسلم افراد نے ان کا ساتھ دیا البتہ قبیلہ اباد بن نزار وہاں سے کوچ کر کے رومیوں کی سر زمین میں چلا گیا۔ ولید بن حنظلہ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔

اہل حِمْیَر کی صلح:

جب اہل رقبہ نصیبین مطلع ہو گئے تو (حضرت) عیاضؓ سمیل و عبداللہ کو لے کر حِمْیَر کی طرف روانہ ہوئے راستے میں اس سے پہلے کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا جب وہ حِمْیَر پہنچے تو وہاں کے لوگ جزیہ ادا کرنے پر آمادہ ہو گئے چنانچہ حضرت عیاضؓ نے ان کا جزیہ قبول کر لیا اور فتح کے بعد جن لوگوں نے جزیہ قبول کیا انہیں بھی ذمی رعایا بنالیا گیا۔

بعد ازاں حضرت عیاضؓ نے سمیل اور عبداللہ کو رہا کی طرف بھیجا وہاں کے باشندے بھی جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو گئے ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی انہی کی طرف (ذمی رعایا) قرار دیے گئے۔

یوں جزیہ و سب ممالک سے زیادہ آسانی سے فتح ہو گیا۔ چنانچہ فتح کی یہ آسانی اہل جزیہ کے لیے باعث ننگ و دہر بن گئی۔ دیگر فوجی انتظامات:

جب حضرت عمرؓ جہادِ حِمْیَر کے مقام پر مقیم تھے اور اہل حمص (جنگ سے) فارغ ہو گئے تھے تو انہوں نے (حضرت) عیاض بن غنم کی امداد کے لیے حبیب بن مسلمہ کو بھیجا چنانچہ وہ حضرت عیاضؓ کی مدد کے لیے پہنچ گئے۔

جب حضرت عمرؓ جہادِ حِمْیَر سے واپس آ گئے تو حضرت ابوسعیدؓ نے ان سے لکھ کر درخواست کی کہ جب وہ (حضرت) خالد بن الولیدؓ کو مدینہ بلا لیں تو حضرت عیاض بن غنم کو ان کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ انہیں وہاں بھیج دیا گیا۔ سمیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ کو کوثر بھیج دیا گیا۔

حبیب ابن مسلمہ کو جزیہ کے عجمیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے مقرر کیا گیا اور ولید بن عقبہ کو جزیہ کے عربوں پر مقرر کیا گیا چنانچہ وہ دونوں جزیہ میں اپنی عمل داری میں رہے۔

شاہِ روم کو خط:

جب ولید بن عقبہ کا خط (ایک عرب قبیلہ کے بھاگ جانے کے بارے میں) حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ نے شاہِ روم کو یہ خط لکھا:

”مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ عرب کا ایک قبیلہ ہمارا علاقہ چھوڑ کر آپ کے علاقے میں آ گیا ہے خدا کی قسم! آپ انہیں

نکال دیں ورنہ ہم جیسا یوں کو نکلوا کر آپ کی طرف بھیجوا دیں گے۔“

چنانچہ شاہِ روم نے انہیں نکال دیا اور ابوعبید بن زیاد کے ساتھ چار ہزار افراد کل متحدہ طور پر آئے اور باقی چیلے رہ گئے اور وہ شام اور جزیہ کے قریب روی شہروں میں منتشر ہو گئے۔

چنانچہ اب سرزمینِ عرب میں قبیلہ اباد سے جو شخص تعلق رکھتا ہے وہ انہی چار ہزار افراد کی نسل سے ہے۔

قبیلہ تغلب کا معاملہ:

ولید بن عقبہ نے اصرار کیا کہ بنو تغلب مسلمان ہو جائیں چنانچہ ان کے بارے میں حضرت عمرؓ کو تحریر کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں یہ جواب دیا:

”جزیہ عرب کے رہنے والوں کے لیے اسلام لانا بہت ضروری ہے عربوں کو مسلمان ہونا پڑے گا تاہم انہیں اس شرط پر

(اچھٹے مہب پر رہنے کی) اجازت دی جائے کہ وہ کسی بچے کو عیسائی نہ بنائیں۔ اور ان میں جو مسلمان ہونا چاہیں ان کے اسلام کو تسلیم کیا جائے۔

لہذا (ان کا معاہدہ) اس شرط پر تسلیم کیا گیا کہ وہ کسی بچے کو عیسائی نہ بنائیں اور ان سے کسی کو اسلام لانے سے نہ روکیں۔ کچھ لوگوں نے یہ شرائط قبول کر لیں اور اس کے مطابق عمل کیا گیا۔ کچھ لوگوں نے جزیہ دینے پر اصرار کیا تو ان سے قبیلہ عباد و بنو غنفہ کے مطابق معاہدہ کیا گیا۔

تغلب کا معاہدہ:

ابو سیف ثعلبی راوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے وفد کے ساتھ یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ کسی بچے کو عیسائی نہ بنائیں گے۔ یہ شرط اس وفد اور ان لوگوں کے لیے تھی جن کی نمائندگی اس وفد نے کی تھی۔ دوسرے لوگوں کے لیے نہیں تھی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو ان سے مسلمانوں نے کہا:

”تم انہیں خراج کے لفظ سے نفرت نہ دلاؤ البتہ تم وہ صدقہ دو گنا کر دو جو تم ان کے مال سے لیتے ہو یہ بھی (ایک قسم کا) جزیہ ہوگا تاہم وہ جزیہ کے لفظ سے ناراض ہوتے ہیں البتہ یہ شرط رکھو کہ وہ کسی بچے کو عیسائی نہ بنائیں جب کہ ان کے والدین مسلمان ہو چکے ہوں۔“

جزیہ کے لفظ سے انکار:

چنانچہ ان کا یہ وفد یہ بات طے کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم جزیہ ادا کرو“ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ”آپ ہمیں امن کی جگہ پہنچا دیں“ خدا کی قسم اگر ہم پر جزیہ مقرر کیا جائے گا تو ہم رومیوں کے علاقے میں چلے جائیں گے کیا آپ ہمیں عربوں کے درمیان ذلیل و رسوا کرنا چاہتے ہیں“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم نے خود اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کیا ہے اور اپنی قوم کی (اسلام نہ لا کر) مخالفت کی ہے تمہیں جزیہ ادا کرنا ہوگا اگر تم رومی علاقے میں بھاگ گئے تو میں تمہارے بارے میں لکھ کر (بلوالوں گا) اور پھر تم سب کو قیدی اور اسیر بنالیا جائے گا۔“

وہ بولے: ”آپ ہم سے جو چاہیں رقم لیں مگر اس کو جزیہ نہ کہا جائے۔“ آپ نے فرمایا ”ہم تو اسے جزیہ کہیں گے تم جو چاہو اس کا نام رکھو“ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے امیر المومنین! کیا سعد بن مالک (ابو قاص) نے دو گنا صدقہ مقرر نہیں کیا تھا؟“ آپ نے فرمایا ”کیوں نہیں مقرر کیا تھا؟“ اس کے بعد وہ اس بات پر رضامند ہو گئے اور ان کا وفد واپس ہو گیا۔

ولید کی معزولی:

قبیلہ تغلب میں بکبر و سرکشی تھی اور وہ ولید بن عقبہ سے ہمیشہ جھگڑتے رہے ولید نے انہیں قابو میں رکھنا چاہا۔ یہ خبریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچ گئیں آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ حملہ نہ کر بیٹھیں۔ اس لیے آپ نے ان کو معزول کر دیا اور فرات بن حیان کو ان کا حاکم بنایا ان کے شریک کار ہند بن عمرو لہجلی بھی تھے۔ جزیہ ۷۱ھ میں بمادہ ذوالحجہ فتح ہوا۔



حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سفر شام

محمد بن اسحاق (صاحب البخاری) کا قول ہے کہ عاھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ دینہ سے سفر شام کے لیے روانہ ہوئے تاکہ جہاد کریں جب آپ سرخ کے مقام پر پہنچے تو مسلمان سپہ سالاروں نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو اس بات کی اطلاع دی کہ اس سرزمین میں بیماری پھیلی ہوئی ہے تو آپ مسلمانوں کو لے کر واپس چلے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہاد کی نیت سے روانہ ہوئے آپ کے ساتھ مہاجرین و انصار کی بڑی تعداد تھی اور لوگ مکمل طور پر تیار ہو کے نکلے تھے۔ جب آپ سرخ کے مقام پر مقیم ہوئے تو وہاں کے سپہ سالار (حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، زید بن ابی سفیان اور شریک بن حسن رضی اللہ عنہ) ملاقات کے لیے آئے انہوں نے یہ اطلاع دی کہ اس سرزمین میں بیماری پھیلی ہوئی ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم قدیم مہاجرین کو جمع کرو“۔ جب میں نے انہیں اکٹھا کر لیا تو آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے مختلف خیالات کا اظہار کیا کسی نے یہ کہا:

سفر پر اختلاف:

”آپ اس لیے روانہ ہوئے ہیں کہ آپ اللہ کی رضامندی اور اس کا ثواب حاصل کریں اس لیے ہماری یہ رائے نہیں ہے کہ کوئی آنے والی مصیبت آپ کو اس مقصد سے روکے“۔ دوسرے شخص نے یہ کہا ”یہ جاہ کن مصیبت ہے اس لیے ہماری رائے یہ ہے کہ آپ جیش قدیمی نہ کریں“ جب ان میں بہت اختلاف ہوا تو آپ نے انہیں منتشر کر دیا اور فرمایا ”انصار کو جمع کرو“ جب میں نے انہیں بھی اکٹھا کر لیا تو آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا وہ بھی مہاجرین کے طریقے پر چلے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے پہلے گروہ کی باتیں سن لی تھیں اور اسی طرح بولتے رہے جب ان میں بھی اختلاف پیدا ہوا تو آپ نے فرمایا ”تم میرے پاس سے چلے جاؤ“ اس کے بعد آپ نے فرمایا ”تم فتح مکہ کے مہاجر قریش کو بلاؤ“ چنانچہ میں انہیں بلا لایا آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا تو ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا بلکہ سب نے کہا:

”آپ مسلمانوں کو لے کر واپس چلے جائیں کیونکہ اس میں مصیبت اور تباہی ہے“ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا: ”اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! تم لوگوں میں اعلان کر دو اور بتاؤ کہ امیر المؤمنین تمہیں بلا رہے ہیں“ جب سب مسلمان جمع ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لوٹنے کا فیصلہ:

”اے لوگو! میں واپس جا رہا ہوں تم بھی واپس چلو“ اس پر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ”کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر جا رہے ہیں؟“۔

اعتراض کا جواب:

آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر اللہ کی تقدیر کی طرف (ہم جا رہے ہیں) کیا تم نے دیکھا کہ اگر کوئی شخص ایسی وادی میں اترے جس کے دو کنارے ہوں ایک کنارہ سرسبز ہو اور دوسرا کنارہ خشک ہو تو جو خشک کنارے پر پھرتا ہے وہ بھی اللہ کی تقدیر ہے اور جو سرسبز کنارے کی چراگاہ میں پھرتا ہے وہ بھی اللہ کی تقدیر کے مطابق یہ فعل کرتا ہے پھر آپ نے فرمایا: ”اے ابو عبیدہ بن جراح! کاش کہ تمہارے علاوہ اور کوئی شخص یہ بات کہتا۔ بعد ازاں آپ انہیں (حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو) لوگوں سے الگ ایک کنارے کی طرف لے گئے اس اثناء میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی آ گئے وہ مسلمانوں سے پیچھے رہ گئے تھے اور گزشتہ دن کے اجتماع میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟“ اس پر انہیں تمام حال بتایا گیا وہ بولے ”مجھے اس کے بارے میں غم ہے“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ہمارے نزدیک تم امین و صادق ہو“۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث:

”تمہیں کیا بات معلوم؟“ انہوں نے کہا ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے“ جب تم یہ سنو کہ وہاں کسی شہر میں ہے تو تم وہاں نہ جاؤ اور جب تم وہاں موجود ہو اور وہاں یہ وہاں نازل ہوگی تو تم وہاں سے بھاگ کر نکلو اور تمہارے نکلنے کا صرف یہ سبب نہ ہو“ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اللہ کا شکر ہے (کہ یہ حدیث ہمارے عزم کے مطابق ثابت ہوئی) اے لوگو! واپس چلو“ چنانچہ وہ لوگوں کو لے کر واپس چلے گئے۔

حضرت زہری کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث سن کر واپس گئے تھے اور جب وہ واپس چلے گئے تو سپہ سالار بھی اپنی داری کی طرف واپس چلے گئے۔

طاغون کی وبا:

سیف کی روایت ہے کہ طاغون شام و مصر و عراق میں پھیلا اور شام میں برقرار رہا اور اس طاغون کی وجہ سے جو عمر اور صفر کے مہینوں میں نازل ہوا تھا ان شہروں کے بہت سے لوگ مر گئے۔ اس کے بعد شام کے علاوہ تمام شہروں سے یہ طاعون رخصت ہو گیا اور اس بات کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی لہذا وہ (سفر شام کے لیے) روانہ ہوئے جب وہ شام کے قریب پہنچے تو انہیں یہ اطلاع ملی کہ (یہ وبا) وہاں پہلے سے بھی زیادہ شدید ہے تو انہوں نے اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

”جب کسی سرزمین میں وبا ہو تو تم وہاں نہ جاؤ اور جب کسی سرزمین میں یہ وبا نازل ہو جاے تو تم وہاں نہ جاؤ تو وہاں سے مت نکلو“۔

اسلامی شہروں کے بارے میں رائے:

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے لوٹ آئے لوگوں نے اس بارے میں کھٹا اور یہ بھی لکھا کہ ان کے قبضے میں موروثی مال ہے لہذا آپ نے اچھا جس جمادی الاول کے مہینے میں لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان سے شہروں کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا:

”میں مسلمانوں کے شہروں کی سیاحت کرنا چاہتا ہوں تاکہ آثار و احوال کا خود مشاہدہ کروں تم مجھے اس بارے میں مشورہ دو۔“

اس مجمع میں حب الاحبار بھی موجود تھے اور اسی سال وہ مسلمان ہوئے تھے وہ بولے:

”اے امیر المؤمنین! آپ اپنے سفر کا آغاز کون سے مقام سے کرنا چاہتے ہیں؟“

آپ نے فرمایا: ”عراق سے“ وہ بولے: ”آپ ایسا نہ کریں کیونکہ برائی کے دس حصے ہیں اور بھلائی کے بھی دس حصے ہیں برائی کا ایک حصہ مغرب میں ہے اور نو حصے مشرق میں ہیں اسی طرح بھلائی کا صرف ایک حصہ مشرق میں اور نو حصے مغرب میں مشرق ہی میں شیطان کا سینک اور ہر مہلک بیماری ہے۔“

کوفہ کی فضیلت:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کفر فرمانے لگے اے امیر المؤمنین! خدا کی قسم! کوفہ ہجرت کے بعد دوسری ہجرت کا مقام ہے یہ اسلام کا مرکز ہے ایک دن ایسا آئے گا کہ مومن وہیں آئے گا اور (وہاں آنے کا) مشتاق ہوگا۔ ابو امامہ کی روایت ہے کہ (اس موقع پر) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے امیر المؤمنین! مغرب شرارتوں کی زمین ہے۔ برائی کے سو حصے ہیں اس میں سے صرف ایک حصہ (تمام دنیا کے) لوگوں میں ہے اور باقی تمام (نانوائیں) حصے وہاں ہیں۔“

ابو بکر کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”کوفہ اللہ کا نیر و اور اسلام کا مرکز ہے اور عربوں کا مغز ہے اہل کوفہ نہ صرف اپنی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں بلکہ دوسرے شہروں کی مدد بھی کرتے ہیں طاعون عمواس میں ہلاک ہونے والوں کا موروثی مال ضائع ہو گیا ہے اس لیے میں وہیں سے آغاز کرتا ہوں۔“

شام کا سفر:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”شام میں مسلمانوں کے موروثی مال ضائع ہو رہے ہیں وہیں سے میں (سفر کا) آغاز کرتا ہوں ان کے درختوں کو میں تقسیم کروں گا پھر میں لوٹ کر باقی شہروں میں گھوموں گا اور انہیں اپنے احکام دوں گا“ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام چار مرتبہ تشریف لائے دوسرے ۶ھ میں گئے اور دوسرے ۷ھ میں روانہ ہوئے۔ تیسرا سال (۸ھ میں) پہلی مرتبہ شام میں داخل نہیں ہوئے۔

بعض ممالک کے بارے میں حدیث:

محمد بن مسلمہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”حفاظت (حفظ) کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے ترکوں میں ہیں اور ایک حصہ باقی لوگوں میں ہے بکھل کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے فارس میں ہیں اور ایک حصہ (دنیا کے) باقی لوگوں میں ہے۔ سخاوت کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے سوڈان میں اور ایک حصہ باقی لوگوں میں ہے شرم وجیہ کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے عورتوں میں ہیں اور ایک حصہ باقی لوگوں میں ہے حسد کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے عرب میں ہیں اور ایک حصہ (دنیا کے) باقی لوگوں میں ہے تکبر کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے روم میں اور ایک حصہ (دنیا کے) دیگر افراد میں ہے۔“

طاعون عمواس

عمواس کے طاعون کی خبروں میں اختلاف ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ کون سے سن میں نمودار ہوا۔ محمد بن اسحاق (صاحب المغازی) مسلمہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں ”پھر ۱۸ھ شروع ہوا اس سال عمواس کا طاعون پھیلا جس میں بہت سے لوگ فنا ہوئے (اسی مرض میں) حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے وفات پائی جب کہ وہ مسلمانوں کی فوج کے سپہ سالار تھے۔ نیز حضرات معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ، سمیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اور دیگر معزز مسلمانوں نے (اس مرض میں) وفات پائی۔

ابو معشر روایت کرتے ہیں کہ عمواس اور جابیہ کا طاعون ۱۸ھ میں ہوا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی وضاحت:

محمد بن اسحاق کی روایت میں طارق بن شہاب بجلی بیان کرتے ہیں ”ہم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب کہ وہ اپنے کوفہ کے گھر میں تھے تاکہ ہم ان سے باتیں کریں جب ہم بیٹھ گئے تو انہوں نے فرمایا:

”تمہارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم (اس بات کو) پوشیدہ رکھو کیونکہ گھر میں ایک انسان اس مرض میں مبتلا ہے اور نہ تمہارے لیے (اس بات میں) کوئی مضائقہ ہے کہ تم اس ہستی سے چلے جاؤ اور اپنے ملک کے کھلے اور پاکیزہ مقام میں رہو تاکہ یہ وبا دور ہو جائے۔ دراصل مکہ اور یربوز کے قابل یہ بات ہے کہ کوئی یہ خیال کرے کہ اگر وہ یہاں رہے گا تو وہ مر جائے گا اور جو کوئی یہاں قیام کرے اور اس کو یہ بیماری لگ جائے تو وہ یہ خیال کرے کہ اگر وہ چلا جاتا تو اسے یہ بیماری نہ لگتی لیکن اگر کوئی مرد مسلمان اس قسم کا عقیدہ نہ رکھے تو اس کے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط:

میں عمواس کے طاعون کے موقع پر (حضرت) ابو عبیدہ بن الجراح کے ساتھ شام میں تھا جب یہ بیماری عام ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے انہیں نکالنے کے لیے یہ خط تحریر کیا:

”مجھے تمہارے ساتھ ایک ضروری کام درپیش ہے میں چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں تم سے ہائشافہ بات کروں لہذا جب تم میرا خط مطالعہ کرو تو فوراً میرے پاس آنے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔“

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مجھے سمجھے کہ وہ انہیں اس وبا سے نکالنا چاہتے ہیں اس لیے انہوں نے فرمایا اللہ امیر المؤمنین کی مغفرت فرمائے پھر انہوں نے یہ خط لکھا:

”اے امیر المؤمنین! مجھے آپ کے متھد کا علم ہو گیا ہے مگر میں مسلمانوں کے لشکر میں ایسی حالت میں ہوں کہ میں یہاں

سے نکل نہیں سکتا۔ بلکہ میں انہیں چھوڑنا نہیں چاہتا ہوں تا آنکہ اللہ ان کے اور میرے بارے میں اپنا فیصلہ صادر نہ کرے لہذا آپ مجھے اس بات سے معاف فرمائیں اور مجھے اپنے لشکر میں رہنے دیں۔“

دوبارہ خط:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھا تو آپ رونے لگے لوگوں نے پوچھا: ”اے امیر المؤمنین! کیا (حضرت) ابوعبیدہ بن جراح وفات پا گئے ہیں آپ نے فرمایا نہیں مگر انہوں نے کچھ ایسی بات کہی ہے۔“ پھر آپ نے یہ خط لکھا: ”السلام علیک! تم نے لوگوں کو گمراہ اور فحشی علاقے میں بسا رکھا ہے۔ انہیں بلند اور پاکیزہ مقام پر منتقل کرو۔“

وباء کا آغاز:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے بلایا اور فرمایا: ”اے ابوموسیٰ! امیر المؤمنین کا میرے پاس خط آیا ہے جیسا کہ تم نے خلافت کیا لہذا تم نکل کر مسلمانوں کے لیے (عمدہ) مقام حلاش آ کرو۔ تاکہ تمہارے پیچھے میں بھی آؤں۔“ یہ سن کر میں روانہ ہونے کے لیے اپنے گھر آیا تو میں نے دیکھا کہ میری بیوی بیمار ہو گئی ہے میں لوٹ کر ان کے پاس گیا اور ان سے کہا میرے گھر میں بیماری آ گئی ہے وہ بولے شاید تمہاری بیوی کو یہ مرض لگ گیا ہے میں نے کہا ”جی ہاں“ اس پر انہوں نے اپنے اونٹ کو تیار کرنے کا حکم دیا اس کے بعد جو نبی انہوں نے رکاب میں پاؤں رکھا کہ انہیں طاعون کا مرض لاحق ہو گیا۔ آپ نے فرمایا ”بخدا میں بھی مبتلا ہو گیا ہوں۔“ پھر وہ لوگوں کو ساتھ لے کر جا بیٹھیں آگئے تا آنکہ وہ دور ہو گئی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ جب وباء عام ہوئی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر یوں مخاطب ہوئے:

”اے لوگو! (وباء کی) یہ تکلیف تمہارے پروردگار کی طرف سے رحمت اور تمہارے پیغمبر کا بلاوا ہے۔ یہ ان نیک بندوں جیسی موت ہے جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ اس لیے ابوعبیدہ اللہ سے دعا مانگتا ہے کہ وہ اس (تکلیف) سے بہرہ ور کرے۔“

اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ انہیں طاعون ہو گیا اور وہ فوت ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے جانشین حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہوئے انہوں نے بھی (ان کی طرح) یہ تقریر کی:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا خطاب:

اے لوگو! یہ تکلیف تمہارے رب کی رحمت اور تمہارے پیغمبر کی طرف سے بلاوا ہے یہ ان نیک بندوں جیسی موت ہے جو تم سے پہلے گزرے تھے اس لیے معاذ! اللہ سے دعا مانگتا ہے کہ وہ اس کی آل کو اس (تکلیف) سے بہرہ ور کرے۔ چنانچہ ان کے فرزند عبدالرحمن بن معاذ طاعون میں مبتلا ہوئے اور فوت ہو گئے پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنے لیے دعا مانگی تو وہ بھی طاعون میں مبتلا ہو گئے طاعون کا اثر ان کی ہتھیلی سے شروع ہوا تھا اور میں نے یہ دیکھا کہ وہ اسے دیکھ کر چومتے تھے اور یہ فرماتے تھے: ”میں نہیں چاہتا ہوں کہ مجھے اس کے بدلے میں دنیا کا کوئی حصہ ملے۔“

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوئے انہوں نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے یہ تقریر کی:

”اے لوگو! یہ بیماری جب نمودار ہوتی ہے تو آگ کی طرح بھڑکتی ہے لہذا تم جلدی کر کے پہاڑوں کی طرف منتقل ہو جاؤ۔“

ابو اٹلہ ہندی رضی اللہ عنہ نے کہا:

”خدا کی قسم! تم جھوٹ بولتے ہو خدا کی قسم! میں بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا ہوں، تم میرے اس گدھے سے بھی بدتر ہو۔“

وہ بولے:

”میں تمہاری بات کی تردید نہیں کروں گا تاہم تم یہاں نہیں رہو گے۔“

اس کے بعد وہ مسلمانوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔ لوگ الگ الگ ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وبا دور کر دی۔ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے خیالات کا علم ہوا تو بندہ انہوں نے اس فعل کو پسند نہیں فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کی دعا:

ابو بکرؓ پہ عبد اللہ بن زید جری فرماتے ہیں مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ (حضرت) ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور (حضرت) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”یہ تکلیف تمہارے لیے رحمت ہے اور تمہارے پیغمبر ﷺ کی دعا ہے اور تم سے پہلے نیک بندوں کی موت ہے۔“

(یہ سن کر) میں کہا کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیسے اپنی امت کے لیے یہ دعا مانگی تا آنکہ ایک معتبر راوی نے یہ بیان کیا۔ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے کہ آپ کے پاس (حضرت) جبریل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ تمہاری امت طاعون سے فنا ہوگی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

”اے اللہ! وہ طاعون سے فنا ہوں۔“

اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ حضرت ابو عبیدہ و معاذ رضی اللہ عنہما کا اشارہ اس (حدیث) کی طرف تھا۔

نئے حکام:

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرات ابو عبیدہ اور زید بن ابوسفیان کی موت کی خبر موصول ہوئی تو انہوں نے حضرت معاذؓ یہ بن ابوسفیان کو دمشق کا سپہ سالار اور یہاں کے خراج کا نگران مقرر کیا اور شریعہ بن حصہ رضی اللہ عنہ کو اردن کا سپہ سالار اور عاکم خراج مقرر فرمایا۔

خطرناک و با:

سیف کی روایت یہ ہے کہ عمرو اس کا طاعون بھاد میں ہوا۔ مسلمانوں کا خیال ہے کہ عمرو اس کا طاعون بہت فہرناک ہے اس میں (بہت عظیم افراد) فوت ہوئے اور ایسا طاعون پہلے کبھی نہیں دیکھنے میں آیا اس موقع پر دشمن نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا (اور اسے اس سے فائدہ پہنچا) مسلمانوں کے دل دھل گئے تھے۔ اس میں بہت سے لوگ فوت ہوئے یہ یہاں کئی مہینوں تک رہی تاکہ لوگ اس سے بہت نکل آ گئے۔

بصرہ میں و باء:

ابوسعید کی روایت ہے کہ بصرہ میں بھی اس (طاعون) سے بہت جانی نقصان پہنچا ایسے موقع پر قبیلہ حمیم کے ایک شخص نے اپنے ایک بچی غلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے اکلوتے اور ننھے بیٹے کو لے کر ایک گدھے پر سوار ہو جائے اور اسے سلوان پہنچا دے پھر رات کے آخر میں نمود بھی اس غلام کے پیچھے روانہ ہوا جب وہ سلوان کے قریب پہنچا جہاں اس کا غلام اور بیٹا اس کے قریب تھے تو اس موقع پر غلام نے بلند آواز سے یہ شعر پڑھا ”وہ گدھے پر یا تیز رفتار راہیل گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ سے نہیں بھاگ سکیں گے کیونکہ کبھی موت مسافر شب رو کے سامنے ہوتی ہے۔“

غیبی آواز:

اس سبھی کو اس آواز کے بارے میں شک و شبہ ہوا تو وہ آگے بڑھا تو وہ اس کا غلام تھا آواز کہہ تم نے کیا کہا تھا وہ بولا مجھے کچھ خبر نہیں ہے مالک نے کہا واپس چلے جاؤ چنانچہ غلام اس کے فرزند کو لے کر واپس چلا کیونکہ انہیں ایسا معلوم ہوا کہ انہیں کسی غیبی آواز نے خبردار کیا ہے اس لیے وہ شخص طاعون والی زمین کی طرف جانے لگا پھر پُرس و چُرس کرتا رہا تو اس کے بچی غلام نے یہ شعر پڑھا:

”اے رنج و غم محسوس کرنے والے اتم و ہم مت کرو اگر تمہاری قسمت میں بخار میں مبتلا ہونا لکھا ہے تو تم ضرور بخار میں مبتلا ہو گے۔“



آخری سفر شام

۷۷ھ میں حضرت عمرؓ نے بروایت سیف شام کا آخری سفر کیا اور اس کے بعد پھر وہاں نہیں گئے محمد بن اسحاق کی روایت و ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔

سیف کی روایت ہے کہ جب (حضرت) عمرؓ (شام کے لیے) روانہ ہوئے تو انہوں نے مدینہ میں (حضرت) علیؓ کو جانشین بنایا اور صبح بخیر کے ساتھ چل پڑے آپ تیز رفتاری کے ساتھ سفر کرتے رہے اور ایلہ کا راستہ اختیار کیا۔ جب آپ اس کے قریب آئے تو آپ راستے سے ہٹ گئے آپ کا غلام بھی آپ کے پیچھے گیا آپ نے (ایک جگہ) اتر کر پیٹا پیا کیا پھر واپس آ کر آپ اپنے اونٹ پر سوار ہو گئے اس پر اپنی پوشین پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بجائے غلام کو آپ نے اپنا اونٹ دے دیا جب اس غلام کو آگے کے لوگ سنے تو انہوں نے پوچھا ”امیر المومنین کہاں ہیں؟“ تو وہ بولا ”تمہارے سامنے ہیں“ اس سے مراد اس کی ذات تھی وہ آگے بڑھ کر ایلہ پہنچا اور وہاں قیام کیا اس وقت ملاقاتیوں سے کہہ دیا گیا کہ امیر المومنین شہر ایلہ میں داخل ہو گئے ہیں اور وہیں مقیم ہیں۔

حضرت عمرؓ کی سادگی:

حضرت عروہ بن زہیرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ ایلہ پہنچے تو ان کے ساتھ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت تھی اس وقت آپ نے وہاں کے ہشپ (اسقف) کو اپنی ایک قمیض دی جو طویل سفر میں بیٹھے رہنے سے پیچھے سے پھٹ گئی تھی آپ نے فرمایا:

”تم اسے دھلو اور اس میں پیوند لگا دو۔“

ہشپ قمیض لے کر چلا گیا اور اس میں پیوند لگوا یا اور اس جیسی دوسری قمیض بھی سلوا دی اور اسے لے کر (حضرت) عمرؓ کے پاس پہنچا آپ نے دریافت کیا ”یہ کیا ہے؟“

ہشپ نے کہا ”یہ آپ کی قمیض ہے جسے میں نے دھلوا دیا ہے اور اس میں پیوند لگوا یا ہے یہ دوسری چیز میری طرف سے پوشاک (آپ کی خدمت میں تحفہ) ہے۔“

حضرت عمرؓ نے اس قمیض کو دیکھا اور اسے پوچھا پھر آپ نے اپنی قمیض زیب تن فرمائی اور وہ (دوسری) ٹوٹا دی اور فرمایا (ہماری) ”یہ قمیض مینے گویا وہ جذب کرتی ہے۔“

حضرت عباسؓ کی نصیحت:

رائع بن عروہ فرماتے ہیں ”میں نے جابیہ کے مقام پر (حضرت) عباسؓ کو (حضرت) عمرؓ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ”چار چیزیں ایسی ہیں جس نے ان پر عمل کیا تو اس نے عدل و انصاف کا پورا حق ادا کر دیا۔ (وہ یہ ہیں) ۱۔ مال میں

دیانتداری ۲۔ تقسیم میں مساوات ۳۔ ایٹائے عہد ۴۔ عیوب سے پاک و صاف ہونا۔ یہ چیزیں جمہاری ذات اور اہل و عیال کو پاکیزہ بناتی ہیں۔

شام کے انتظامات:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے وفات تک تقسیم کیے اور موسم گرما اور موسم سرما کی الگ الگ فوجیں مقرر کیں اور شام کی سرحدوں اور چوکیوں کو محفوظ بنایا اور وہاں کے علاقے کا نقشہ کیا اور ہر ضلع میں گھوڑے آپ نے عبداللہ بن قیس کو ہر ضلع کے ساحلی علاقوں کا حاکم بنایا۔ شرحبیل کو معزول کیا اور معاویہ کو حاکم بنایا۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ وغیرہ کو ان کا ماتحت بنایا۔ حضرت شرحبیل نے ان سے کہا:

”کیا آپ ناراضگی کی وجہ سے مجھے معزول کر رہے ہیں؟“

آپ نے فرمایا:

”نہیں تم ویسے ہی ہو جیسے میں تمہیں پہلے پسند کرتا تھا۔ البتہ میں زیادہ طاقتور شخص کو (اس کام کے لیے) ترجیح دوں گا۔“

آپ نے عمرو بن عبسہؓ کو کبراہ پر حاکم مقرر کیا اور ہر چیز کا انتظام کیا پھر آپ نے لوگوں کو الوداع کہا۔

عدی ابن اسبیل کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ جب اپنی سرحدوں اور دیگر امور سے فارغ ہوئے تو آپ نے میراث کی تقسیم کی اور لوگوں کو ایک دوسرے کا (جائز) وارث مقرر کیا اور ہر خاندان میں جو زندہ بچے انہیں وارث کی حیثیت سے (مناسب حصہ) تقسیم کیا۔

حضرت قیسؓ فرماتے ہیں کہ حارث بن ہشام ستر رشتہ داروں کے ساتھ آئے تھے۔ ان میں صرف چار زندہ بچے۔

شام میں آخری تقریر:

حضرت عمرؓ شام سے مدینہ منورہ کی طرف ماوڑ والہجہ میں واپس آئے۔ جب انہوں نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے مسلمانوں کے سامنے تقریر کی اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

تم آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے اپنے دور خلافت میں تمہارے وہ تمام حقوق ادا کیے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مقرر کیے ہیں۔ ہم نے تمہارے مالی غنیمت اور گھروں کی تقسیم میں عدل و انصاف سے کام لیا اس طرح تمہارے جنگی امور میں بھی انصاف کیا اور جو تمہارے حقوق تھے وہ سب ادا کیے ہم نے تمہارے لیے فوجوں کا انتظام کیا تمہاری سرحدوں کی حفاظت کی۔ تمہیں آباد کیا اور جہاں تک تمہارا مالی غنیمت حاصل ہوا اس کے مطابق ہم نے تمہیں وسیع حصہ دیا۔ اور تمہاری نذرانیں پوری کیں ہم نے حکم دیا کہ تمہیں عطیات اور وفات تک دیئے جائیں اور تمہیں ہر ممکن امداد دی جائے۔

”جسے کچھ معلومات حاصل ہوں اسے چاہیے کہ وہ اس پر عمل بھی کرے اور ہمیں اطلاع بھی دے ان شاء اللہ ہم اس پر عمل کریں گے تمام اختیارات اللہ ہی کو حاصل ہے۔“

اذان بلالؓ سے رقت:

(اس اثناء میں) نماز کا وقت ہو گیا تو لوگوں نے کہا ”آپ حضرت بلالؓ کو حکم دیں کہ وہ اذان دیں چنانچہ آپ کے حکم

کے مطابق انہوں نے اذان دی جب وہ اذان دے رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابی روئے گئے یہاں تک کہ ان کی داڑھی (رونے سے) تر ہوگئی سب صحابیوں سے زیادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔ صحابہؓ مجسمہ کو روٹے دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی روئے گئے کیونکہ انہیں عہد رسالت یاد آگیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت:

ابو عثمان اور ابو حریث کی روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قسریں کے حاکم رہے تا آنکہ انہوں نے ایک جنگی مہم میں حصہ لیا وہاں مال فہیمٹ ملا اور اپنے حصے میں تقسیم کیا۔

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ (حضرت) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حمام میں گئے اور وہاں انہوں نے ایسی چیز سے جسم کی مالش کی جس میں شراب ملی ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

”مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے شراب کو جسم پر ملا ہے۔ حالانکہ اللہ نے شراب کا ظاہر و باطن سب کچھ حرام کیا ہے جیسا کہ اس نے گنہ کی ظاہری اور اندرونی دونوں صورتیں حرام کی ہیں اللہ نے جس طرح شراب کا پینا حرام کیا ہے اسی طرح اس کا چھونا بھی حرام کیا ہے لہذا یہ تمہارے جسم کو مس نہ کرے کیونکہ یہ نفس اور ناپاک ہے اور اگر تم نے ایسا کوئی کام کیا ہے تو اس کا اعادہ کر دو۔“

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے (جواب میں) انہیں لکھا: ”میں نے اسے تبدیل کر دیا ہے یہ شراب نہیں رہی ہے بلکہ دھوئے والی اور پاک و صاف کرنے والی چیز بن گئی ہے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر یہ تحریر فرمایا:

”میرا خیال ہے کہ مخمر کا خاندان (جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خاندان ہے) جفاکاری میں مبتلا ہے۔ اللہ تمہیں اس پر موت نہ دے۔“

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی

۷۷ھ میں حضرات خالد بن الولید رضی اللہ عنہ اور عیاض بن غنم سیف کی روایت کے مطابق دشمن کی سرحد میں داخل ہوئے اور وہاں گھس کر انہوں نے مال فہیمٹ حاصل کیا وہ جابیہ سے اس طرف روانہ ہوئے تھے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ چلے گئے تو اس وقت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ محض کے حاکم تھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کے ماتحت قسریں کے حاکم تھے دمشق کے حاکم یزید بن سفیان تھے۔ اردن کے حاکم معاویہ تھے فلسطین کے حاکم علقمہ بن مجزر تھے۔ ابراء کے حاکم عمرو بن عبسہ تھے۔ سواحل کے حاکم عبداللہ بن قیس تھے ہر علاقہ پر ایک حاکم مقرر تھا چنانچہ آج تک شام و مصر و عراق کی چھاؤنیاں اور فوجی مراکز اسی طرح قائم ہیں کوئی فوج ایک دوسرے کی عمل داری سے آگے نہیں بڑھتی تھی۔ بجز اس صورت کے کہ کوئی کفر اختیار کرنے کے بعد وہاں گھس جائے۔ بہر حال اس قسم کی (انتظامی صورت) ۷۷ھ میں امتداد پر تھی۔

کثرت مال کی شکایت:

جب (حضرت) خالد بن ولیدؓ اس (جنگی مہم) سے واپس آئے تو لوگوں کو یہ اطلاع ملی کہ ان کے گروہ نے بہت مال حاصل کیا ہے تو مختلف اطراف سے لوگ حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس مال حاصل کرنے کے لیے آئے ان میں سے اشعث بن قیس بھی تھے جو (حضرت) خالد بن ولیدؓ کے پاس ہمسرین میں طلب مال کے لیے آئے تھے اور انہوں نے اشعث کو دس ہزار کا عطیہ دیا۔

معزولی کا حکم:

حضرت عمرؓ پر حضرت خالد بن ولیدؓ کا کوئی فعل پوشیدہ نہیں رہا۔ کیونکہ انہیں عراق سے تحریری طور پر یہ اطلاع مل گئی تھی کہ کون کون (جنگی مہم کے لیے) روانہ ہوئے تھے۔ نیز شام سے یہ اطلاع ملی تھی کہ کن لوگوں کو عطیات دیے گئے تھے۔ لہذا آپ نے قاصد کو بلوایا اور اس کے ہاتھ حضرت ابو عبیدہؓ کو یہ خط لکھا:

”وہ خالد کو کھڑا کر کے ان کے عمامہ سے باندھ دیں اور ان کی ٹوپی اتار لیں۔ تاکہ وہ صاف طور پر بتائیں کہ انہوں نے اشعث کو کہاں سے انعام دیا ہے؟ آیا اپنے مال سے دیا ہے یا مالِ غنیمت سے عطا کیا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ انہوں نے مالِ غنیمت سے یہ عطیہ دیا ہے تو سمجھو کہ انہوں نے خیانت کا اقرار کیا ہے اور اگر وہ یہ کہیں کہ انہوں نے اپنے مال سے یہ عطیہ دیا ہے تو انہوں نے اسراف کیا ہے ہر حالت میں تم انہیں معزول کر دو۔ تم ان کا کام اپنے ذمے لے لو۔“

قاصد کی جواب دہی:

حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو (اس بارے میں) لکھا جب وہ آئے تو انہوں نے مسلمانوں کو جمع کیا اور خود منبر پر بیٹھ گئے۔ قاصد نے کھڑے ہو کر پوچھا:

اے خالد! کیا تم نے اپنے مال سے دس ہزار کا عطیہ دیا یا مالِ غنیمت سے (دیا) انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حالانکہ اس نے بار بار دریافت کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ، خاموش تھے۔ انہوں نے کچھ نہیں کہا پھر حضرت بلالؓ کھڑے ہو کر کہنے لگے: امیر المومنین نے تمہارے بارے میں اسی طرح حکم دیا ہے یہ کہہ کر انہوں نے ان کی ٹوپی اتاری اور انہیں ان کے عمامہ سے باندھ دیا اور کہا:

حضرت خالد بن ولیدؓ کی صفائی:

بتاؤ کیا تم نے (عطیہ) اپنے مال سے دیا یا مالِ غنیمت سے (دیا)؟ وہ بولے: ”میں نے اپنے مال سے (دیا)“ اس پر انہوں نے (ان کا عمامہ) کھول دیا وہ ٹوپی پہنائی اور پھر اپنے ہاتھ سے ان کا عمامہ باندھ پھر فرمایا:

”ہم اپنے کاموں کا حکم نہیں گے اور اطاعت کریں گے اور ان کی عزت اور خدمت کریں گے۔“ حضرت خالد بن ولیدؓ حیران تھے کہ آیا (انہیں اپنے عہدے سے) معزول کر دیا گیا ہے یا وہ اس پر بحال ہیں؟ حضرت ابو عبیدہؓ نے انہیں اس بات سے مطلع نہیں کیا۔

طلبی کا حکم:

جب حضرت عمرؓ کے پاس (حضرت) خالد بن ولیدؓ طویل عرصے تک نہیں آئے تو انہیں یہ خیال ہوا (کہ معزولی کی خبر

چھپائی گئی ہے) لہذا انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس آنے کے لیے تحریر کیا۔ اس موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ (حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمانے لگے۔ اللہ آپ پر رحم کرے آپ کا اس چھپانے سے کیا مقصد تھا؟ آپ نے وہ بات چھپائی جسے میں آج سے پہلے جانا چاہتا تھا“ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میں نہیں جانتا تھا کہ جب تک ممکن ہو میں تمہیں خوف زدہ کروں کیونکہ مجھے یہ معلوم تھا کہ تمہیں اس بات سے رنج ہوگا۔“

الوداعی تقریریں:

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ قنسرین گئے اور اپنی رعایا کے سامنے تقریر کی اور انہیں الوداع کہا پھر وہاں سے روانہ ہو کر حمص آ گئے۔ وہاں بھی انہوں نے عوام کو مخاطب کیا اور انہیں الوداع کہا۔ پھر وہ مدینہ (منورہ) کی طرف روانہ ہو گئے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت:

جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ان سے شکایت کی اور کہا ”میں نے آپ کی یہ شکایت مسلمانوں کے سامنے بھی بیان کی تھی! خدا کی قسم! آپ نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا“۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مال کا حساب:

(تمہارے پاس) ”یہ دولت کہاں سے آئی“ وہ بولے ”مال قیمت اور میرے مقرر حصوں سے (آئی) چنانچہ ساتھ ہزار سے زائد جو رقم ہو وہ آپ کی ہے“ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساز و سامان کی قیمت لگائی تو ان کی طرف میں ہزار (زائد) نکلے۔ جسے انہوں نے بیت المال میں داخل کر دیا پھر آپ نے فرمایا:

”اے خالد! خدا کی قسم! تم میرے نزدیک بہت شریف ہو اور میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں اور آج کے بعد تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“

معذرت نامہ:

عدی بن سمیل کی روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام شہروالوں کو یہ تحریر فرمایا ”میں نے خالد رضی اللہ عنہ کو ناراضگی یا بددیانتی کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان ان پر فریفتہ ہو گئے تھے اس لیے مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ وہ ان پر بے حد بھروسہ اور اعتماد کریں۔ اور دعوے میں نہ آجائیں۔ اس لیے میں نے چاہا کہ انہیں حقیقت معلوم ہو جائے کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کا راسخ ہے اس لیے انہیں کسی فتنے میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔“

خراج تحسین:

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے تمثیلاً یہ شعر

پڑھا:

”تم نے بہت بڑے کارنامے انجام دیے کسی نے تمہارے جیسا کام نہیں کیا تاہم تو میں جو کام انجام دیتی ہیں ان کا حقیقی صانع اللہ تعالیٰ ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے ان پر کچھ تاوان مقرر کیا پھر اس کا معاوضہ دے دیا۔ بعد ازاں انہوں نے مسلمانوں کے نام (مذکورہ بالا) خط

لکھا تھا کہ انہیں صحیح گھڑ اور سبب معلوم ہو جائے اور وہ حقیقت سے واقف ہو جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمرہ:

۷۱ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرہ ادا کیا اور خانہ کعبہ کی مسجد کی تعمیر کی اور بقول واقدی اس میں توسیع کی۔ آپ نے مکہ معظمہ میں بیس دن تک قیام فرمایا۔ آپ نے ان لوگوں کی عمارتوں کو گرا دیا جنہوں نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے گھروں کی قیمتیں بیت المال میں محفوظ رکھیں تا آنکہ وہ اسے وصول کر لیں۔ آپ نے ماہِ ربیع میں عمرہ ادا فرمایا تھا۔ اس وقت آپ نے مدینہ منورہ پر حضرت زید بن ثابت کو جانشین بنایا تھا۔

تعمیر حرم:

واقدی کی روایت ہے کہ آپ نے اس عمرہ کے موقع پر حرم شریف کے چبوتروں کی از سر نو تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اس کام پر آپ نے عمرہ بن نوفل ازہر بن عبدعوف، حویطب بن عبدالمعزی اور سعید بن ربیع کو مقرر کیا۔

واقدی ابو عبد اللہ مزی کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں:

ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۷۱ھ میں عمرہ ادا کرنے مکہ معظمہ آئے جب آپ راستے پر سے گزرے تو پانی والوں نے درخواست کی کہ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مکانات تعمیر کرنا چاہتے ہیں اس سے پہلے کوئی عمارت بنی ہوئی نہیں تھی۔ آپ نے اس شرط پر انہیں اجازت دی کہ مسافر سایہ اور پانی حاصل کرنے کا زیادہ حق دار ہوگا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ سے نکاح:

اس سال حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے تھیں ان کے ساتھ رخصتی ماؤذ والقعدہ میں ہوئی۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی معزولی

اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو ماہِ ربیع الاول میں روانہ کریں۔

حضرت سعید بن المسیب کی روایت کے مطابق ابوبکرہ شبل بن مہدی بکلی نافع بن کلدہ اور زیادہ نے مغیرہ کے خلاف گواہی دی تھی۔

یعقوب بن جبہ بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ کی قبیلہ بنو ہلال کی ایک عورت ام جہیل کے ہاں آمدورفت تھی اس کا شوہر قبیلہ ثقیف سے تھا جس کا نام حجاج بن عبید تھا وہ فوت ہو چکا تھا۔ جب اس عورت کے ہاں ان کے آمدورفت کی خبر اہل بصرہ کو ملی تو ان پر یہ بات بہت شاق گزری۔ ایک دن مغیرہ اس عورت کے گھر گئے تو لوگوں نے ان پر نعران بٹھا دیے تھے اور وہ لوگ جنہوں نے گواہی دی تھی وہاں پہنچ گئے انہوں نے پردہ کھولا تو وہ اس کے ساتھ مشغول کار تھے۔

حضرت مغیرہؓ بن جندبہ کے خلاف شکایت:

ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو تحریر کیا (اور وہ خود بھی آ گئے) حضرت عمرؓ نے دریافت کیا ”تم نے اس کی آواز سن لی تھی۔ حالانکہ تمہارے اور ان کے درمیان پردہ تھا“ وہ بولے ”ہاں“ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”تم برائی کے لیے آئے ہو“ وہ کہنے لگے ”مغیرہؓ مجھے یہاں لائے ہیں“ اس کے بعد انہوں نے تمام قصہ بیان کر دیا۔

حضرت ابوموسیٰؓ بن جندبہ کا تقریر:

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ اشعریؓ کو حاکم بنا کر بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مغیرہؓ کو روانہ کر دیں۔ مغیرہؓ نے انہیں (ابوموسیٰؓ اشعریؓ کو) ایک عمدہ لونڈی پیش کی جس کا نام عقیلہ تھا اور کہا ”میں بخوشی یہ آپ کو پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابوموسیٰؓ اشعریؓ نے مغیرہؓ کو حضرت عمرؓ کے پاس روانہ کیا۔

واقعی کی روایت کے مطابق مالک بن اوس بن حرقان بیان کرتے ہیں ”میں حضرت عمرؓ کی مجلس میں حاضر تھا۔ جب مغیرہؓ بن جندبہ وہاں آئے تھے انہوں نے قبیلہ مرہ کی ایک عورت سے نکاح کر رکھا تھا“ آپ نے اس سے فرمایا ”تم بہت فاسق و فاجر ہو اور شوقین انسان ہو“ پھر حضرت عمرؓ نے ان سے عورت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ”اسے اقطاع کہا جاتا ہے اور اس کا شوہر قبیلہ ثقیف کے خاندان بنو ہلال سے تھا۔“

اصل واقعہ:

ابوجعفر طبریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ کی مخالفانہ شہادت کی وجہ سیف کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ ابوبکرؓ نے ہر کام کو ناپسند کرتے تھے۔ دونوں بصرہ میں پڑوسی تھے۔ ان کے گھروں کے درمیان راست (مشترک) تھا یہ دونوں اپنے گھروں کے آٹے سامنے کے بالا خانوں میں رہتے تھے اور ہر ایک میں بالمقابل کھڑکی تھی۔ ایک دفعہ ابوبکرؓ کے بالا خانے میں اس کے ساتھ چند افراد باتیں کر رہے تھے کہ چایک ہوا چلی اور اس سے کھڑکی کا دروازہ کھل گیا ابوبکرؓ اسے بند کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو انہوں نے مغیرہؓ بن جندبہ کو دیکھا کیونکہ ان کی کھڑکی کا دروازہ بھی کھل گیا تھا (انہوں نے دیکھا کہ) کہ وہ کسی عورت پر دراز ہیں انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا ”کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگے وہ بولے ”یہ کون ہے؟“ ابوبکرؓ نے کہا ”یہ ام جمیل بنت اہتم ہے جو قبیلہ عامر بن صعصعہ کی ہے وہ مغیرہؓ بن جندبہ اور دیگر امراء و اشراف کے پاس آتی رہتی ہے اور اس زمانے میں کچھ عورتوں کا یہی طریقہ ہے“ وہ بولے ”میں نے پتلا حصہ دیکھا ہے چہرہ کو ہم پہچان نہیں سکتے ہیں“ جب وہ کھڑکی ہوئی تو ان کا (شک و شبہ) پختہ ہو گیا۔

حضرت ابوموسیٰؓ بن جندبہ کو ہدایات:

جب مغیرہؓ بن جندبہ نماز کے لیے نکلے تو ابوبکرؓ ان کی نماز پڑھانے میں حائل ہوئے اور کہنے لگے ”آپ نماز نہ پڑھائیے“ انہوں نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا اور (مزید) خط و کتابت کرتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ اشعریؓ کو بھیجا اور فرمایا:

”اے ابوموسیٰؓ! میں تمہیں حاکم بنا کر ایسی سرزمین کی طرف بھیج رہا ہوں جہاں شیطان نے اندھے دے دیے ہیں اور ان میں سے چوزے بھی نکل آئے ہیں اس لیے جو طریقہ (سنت نبویؐ کا) تمہیں معلوم ہے اس کی پابندی کرنا“ اور تبدیل

موت ہو جائے اور نہ اللہ بھی اپنا طریقہ تمہارے ساتھ تبدیل کرے گا۔"

صحابہؓ کا مطالبہ:

وہ بولے "آپ میری معاونت رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کو ساتھ بھیج کر بھیجے۔ جو مہاجرین و انصار میں سے ہوں۔ کیونکہ یہ حق ہے نہ اس امت (مسلمانوں) اور اس کے کاموں کے لیے ایسے ہیں۔ جیسے ملک جس کے بغیر کھاد درست نہیں ہو سکتی۔ آپ نے فرمایا "جو صحابی تمہیں پسند ہوں انہیں لے جاؤ" انہوں نے اکتیس صحابہؓ کا انتخاب کیا۔ جن میں حضرات انس بن مالکؓ، عمران بن حصینؓ اور ہشام بن عامرؓ شامل تھے۔ حضرت ابوموسیٰؓ جو ان سب کو لے کر روانہ ہوئے اور مدینہ میں قیام کیا۔

معزولی کا حکم:

حضرت مغیرہؓ جو خبر ملی کہ حضرت ابوموسیٰؓ مدینہ میں آ کر مقیم ہو گئے ہیں وہ بولے "حضرت ابوموسیٰؓ جو نہ ملاقات کرنے آئے ہیں اور نہ تجارت کی غرض سے آئے ہیں۔ بلکہ وہ امیر و حاکم کی حیثیت سے آئے ہیں" ابھی وہ یہ گفتگو کر رہے تھے کہ اسنے میں حضرت ابوموسیٰؓ آ گئے۔ اور انہوں نے اندر آ کر مغیرہؓ کو حضرت عمرؓ کا نام مبارک دیا یہ سب سے مختصر خط تھا۔ اس میں چار جملے تھے جس میں معزولی کا حکم تھا۔ قرآن تھا اور جلد پہنچنے کا حکم تھا۔ وہ خط یہ تھا:

"مجھے اہم خط موصول ہوا ہے۔ اسی لیے میں نے (حضرت) ابوموسیٰؓ کو حاکم بنا کر بھیج دیا ہے جو کچھ تمہارے قبضے میں ہے وہ سب انہیں سپرد کر کے جلدی واپس آؤ۔"

اہل بصرہ کو خط:

آپ نے اہل بصرہ کو یہ خط تحریر فرمایا تھا:

"میں نے (حضرت) ابوموسیٰؓ کو تم پر حاکم بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ تمہارے کزور انسان کو طاقت و رانسان سے حق دلوائے اور تمہیں لے کر تمہارے دشمنوں کے خلاف جنگ کرے اور تمہارے راستوں کو پاک و صاف کرے۔"

(حضرت) مغیرہؓ نے انہیں طائف کی پرورش یافتہ ایک لونڈی عیسیٰ کی۔ جو عقیدہ کے نام سے موسوم تھی۔ اور کہا "میں نے آپ کے لیے اس کا انتخاب کیا ہے۔"

حضرت مغیرہؓ کے خلاف شہادت:

مغیرہؓ ابو بکرؓ، انافع بن کلدہؓ، زید دمشقیؓ بن معبد بکلیؓ یہ سب وہاں سے روانہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سب کو جمع کیا تو مغیرہؓ بولے "آپ ان غلاموں سے پوچھیں۔ کہ انہوں نے مجھے کس سمت سے دیکھا۔ آیا سامنے سے دیکھا یا پیچھے سے (دیکھا) نیز انہوں نے عورت کو کس طرح دیکھا۔ یا وہ اسے کیسے پہچان گئے؟ اگر وہ میرے سامنے تھی تو یہ کیسے ممکن ہوا کہ میں نے پردہ نہ کیا ہو۔ اگر وہ میرے پیچھے تھے تو کس قاعدے کے مطابق انہیں میرے گھر میں میری عورت کو دیکھنا نہ کرے؟ خدا کی قسم! میں نے یہ فعل اپنی بیوی کے ساتھ کیا اور وہ اس کے (ام جلیل کے) مشابہ تھی۔"

سب سے پہلے ابو بکرؓ نے شہادت کا آغاز کیا۔ اسوں نے گواہی دی کہ انہوں نے مغیرہؓ (جو ام جلیل کے ساتھ نہ

کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے دریافت کیا:

”تم نے انہیں کس سمت سے دیکھا؟“ وہ بولے ”میں نے پس پشت دیکھا۔“

پھر شیخ بن معبد کو دیا گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کی گواہی دی۔

ان سے پوچھا گیا:

”تم نے سامنے سے دیکھا یا پیچھے سے دیکھا“ وہ بولے ”میں نے سامنے سے دیکھا۔“

زیادہ کی شہادت:

ناٹع نے بھی ابو بکر و جوش کے مطابق شہادت دی۔ مگر زیادہ نے ان جیسی شہادت نہیں دی۔ بلکہ یہ کہا ”میں نے انہیں ایک عورت کی ٹانگوں کے درمیان دیکھا۔ جس کے حنا آلودہ پاؤں تھے اور وہ حرکت کر رہے تھے اور اس کے سر میں کھلے ہوئے تھے۔ نیز میں نے زور زور سے سانس لینے کی آواز سنی“ ان سے پوچھا گیا۔ کیا تم نے انہیں مباشرت کا صحیح فعل کرتے ہوئے دیکھا“ وہ بولے ”انہیں“ پھر پوچھا گیا ”کیا تم عورت کو سپہنہتے ہو؟“ وہ بولے ”نہیں“ بلکہ مجھے اس بارے میں شبہ ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم الگ ہو جاؤ۔“

گواہوں کو سزا:

اس کے بعد باقی تین گواہوں کے بارے میں حکم دیا:

”انہیں عطا الزام (تہمت) لگانے کے جرم میں کوڑے مارنے کی حد شرعی جاری کرو۔“

چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ آپ نے (حوالے کے طور پر) یہ آیت تلاوت فرمائی:

”اگر وہ پورے گواہ نہ لائیں تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔“

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”مجھے ان غلاموں سے نجات دلائیے۔“

آپ نے فرمایا:

”تم خاموش ہو جاؤ۔ اللہ نے تم کو بچایا۔ خدا کی قسم اگر گواہی مکمل ہو جاتی تو میں تمہیں ضرور سنگسار کرتا۔“



باب ۴:

فتح اہواز و مناظر

یہاں میں سوق الاہواز، مناظر اور نہر تیری ایک روایت کے مطابق فتح ہوئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ علاقے ۱۶ھ میں مفتوح ہوئے۔

سیف کی روایت ہے کہ ہرمزان اہل فارس کے سات بڑے خاندانوں میں سے ایک خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی عمل داری میں ہرمزان قذوق اور ابواز (خوزستان) کے علاقے شامل تھے جب ہرمزان کو جنگ قادسیہ میں شکست ہوئی تو اس نے اپنے علاقے کا رخ کیا اور اس پر قابض ہو گیا اور اس علاقے کے لوگوں کے ذریعے جس سے چاہتا جنگ کرتا تھا۔ چنانچہ ہرمزان اہل میان دوست و میان پرناظر اور نہر تیری دونوں راستوں سے حملہ کرنے لگا (ایسی صورت میں) حضرت عتبہ بن غزوہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے امداد طلب کی انہوں نے ان کی امداد کے لیے فہم بن مقرن اور فہم بن مسعود کو بھیجا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ دونوں میان اور دستیان کے بالائی حصے کی طرف جائیں تاکہ وہ ان کے اور نہر تیری کے درمیان رہیں۔

حضرت عتبہ بن غزوہ نے فہم بن مقرن اور حرمہ بن مریطہ کو بھیجا۔ وہ دونوں قدامت مہاجرین صحابی تھے۔ اور بنو حنظلہ کی شاخ قبیلہ عدویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ دونوں میان اور دستیان کی حدود پر مناظر اور دشمن کے درمیان مقیم ہوئے۔ انہوں نے بنو اہم کو بلایا تو غالب والی اور کلیب بن وائل بکلی ان کے پاس آئے انہوں نے دونوں فہم کو چھوڑ دیا تھا اور ان سے الگ ہو گئے تھے۔ اور وہ دونوں سلمیٰ اور حرمہ کے پاس آ گئے تھے اور کہنے لگے:

”تم دونوں اپنے خاندان کے ہوتے چھوڑ نہیں جاسکتا۔ جب فلاں دن آ جائے تو تم دونوں ہرمزان کے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑے ہو گے۔ اس وقت ہم میں سے ایک مناظر پر حملہ کرے گا اور دوسرا نہر تیری پر حملہ کرے گا پس ہم بڑے والوں سے جنگ کریں گے پھر ہمارا رخ تمہاری طرف ہوگا۔ اس وقت ہرمزان کو کوئی چیز ان شاء اللہ نہیں بچا سکے گی۔“

بنو اہم کی حمایت:

(یہ کہہ کر) وہ دونوں لوٹ گئے نہ صرف ان دونوں نے (مسلمانوں کی) حمایت کی بلکہ ان دونوں کی قوم بنو اہم بن مالک نے بھی حمایت کی کہتے ہیں کہ انہیں بنو اہم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ صحیح راستے سے بہت گئے تھے۔ اور انہوں نے اہل فارس کی مدد کی تھی (یہ لوگ اسلام سے پہلے خوزستان میں رہتے تھے)

ہرمزان سے مقابلہ:

جب مقررہ رات آئی تو اس وقت ہرمزان نہر تیری اور دولت کے درمیان تھا سلمیٰ اور ہرمہ صبح سویرے صف آرا ہو گئے اور ان دونوں نے فہم اور ان کے ساتھیوں کو بھی آ بادہ کیا۔ لہذا مسلمانوں کا ہرمزان سے ڈلٹ اور نہر تیری کے درمیان مقابلہ ہوا۔ سلمیٰ بن القین اہل بصرہ کی قیادت کر رہے تھے اور فہم بن مقرن اہل کوفہ کے سردار تھے۔ جب جنگ ہو رہی تھی تو اچانک غالب اور کلیب کی

حرف سے ملک پہنچ گئی۔

ہرمزان کو شکست:

ہرمزان کو یہ اطلاع ملی کہ منافذ اور نہر تیری پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اس طرح اللہ نے اس کا اور اس کے ساتھیوں کا دل توڑ دیا اور ہرمزان اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہو گئی۔ مسلمانوں نے جس قدر چاہے ان کے افراد قتل کیے اور جس قدر چاہا مال غنیمت حاصل کیا بلکہ وہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے نہر دجل تک پہنچ گئے۔ اور وہاں تک کے سارے علاقے پر قابض ہو گئے۔ اور سوق الہواز کے سامنے خیمہ زن ہو گئے ہرمزان نے سوق الہواز کے پل کو عبور کر لیا تھا اور وہ دوسرے کنارے پر مقیم ہو گیا۔ اس طرح نہر دجل ہرمزان اور (مسلمانوں کے سپہ سالاروں) سلمیٰ، حرمہ، نعیم و نعیم اور غالب و کلیب کے درمیان تھی۔

ہرم بن حیان کی کھجوریں:

قبیلہ عبد القیس کے ایک شخص صھارنامی بیان کرتا ہے کہ میں ہرم بن حیان کے پاس کھجوروں کے نوکرے لے کر آیا جب کہ وہ دلت اور دجل کے درمیان مقیم تھا وہ کھجوروں کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اس کا اہم توشہ سفر کھجوریں تھیں جب وہ ختم ہو جاتی تھیں تو اسے نئی کھجوریں مہیا کی جاتی تھیں جنہیں وہ ہر حالت میں تناول کرتا تھا خواہ وہ کوچ کرنے کی حالت میں ہو یا پہاڑ پر ہو یا میدان میں ہو۔ ہر جگہ کھجوریں لے جاتی جاتی تھیں اور ہر جگہ وہ کھایا کرتا تھا۔

صلح کی درخواست:

جب مسلمان ہرمزان کے قریب الہواز کے مقام پر اس کے سامنے پہنچ گئے تو اس کے اندر مقابلہ کی تاب نہ رہی اس لیے اس نے صلح کے لیے درخواست کی۔ مسلمانوں نے صلح کے بارے میں حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا اور ان سے مشورہ طلب کیا ہرمزان نے بھی ان سے خط و کتابت کی تو حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر کیا کہ نہر تیری 'منافذ' اور سوق الہواز کا وہ علاقہ چھوڑ کر جس پر مسلمان غالب آ گئے تھے۔ باقی ماندہ الہواز کے تمام علاقے اور مہرجان قطر ف کے بارے میں صلح کر لی جائے البتہ مذکورہ بالا (مقبوضہ علاقہ) انہیں لوٹا یا نہیں جائے گا۔

بصرہ کی سرحدی چوکیاں:

سلمیٰ بن القیس نے منافذ پر ایک فوجی چوکی بنائی اور اس کا انتظام غالب کے سپرد کیا۔ حرمہ نے بھی نہر تیری پر ایک فوجی چھاونی بنائی اور اس کا انتظام کلیب کے سپرد کیا اس طرح یہ دونوں بصرہ کی سرحدی چوکیوں پر مقرر ہو گئے۔

بصرہ کا وفد:

قبیلہ بنو اہم کے بہت سے افراد اور خاندان ہجرت کر کے بصرہ کے گھروں میں آباد ہو گئے اور گاتار وہاں پہنچنے لگے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا اور ایک وفد بھی بھیجا۔ جس میں سلمیٰ حرمہ جو صحابی تھے۔ نیز غالب اور کلیب بھی شامل تھیں بصرہ سے کئی وفد پہنچے آپ نے حکم دیا کہ وہ سب مل کر اپنی ضروریات پیش کریں۔

احنف بن قیس کی تقریر:

اس موقع پر احنف بن قیس نے کہا "اے امیر المؤمنین آپ کی وہی حیثیت ہے جیسا کہ انہوں نے بیان کی البتہ کبھی کبھی ہم

آپ کو وہ خبریں سنیں پہنچا سکتے جن پر عوام کا مفاد وابستہ ہے اس وقت حاکم نظروں سے اوجھل باتوں پر مجبوروں کے نقطہ نظر سے مطابق ہی غور کر سکتا ہے اور جو بات وہ سنتے ہیں اس کے مطابق اسے طم حاصل ہوتا ہے۔

اضافہ کی درخواست:

ہم لوگ منزل بمنزل فرود کش ہوتے رہے یہاں تک کہ ہم ایک خشکی کے حصے میں مقیم ہوئے ہمارے بھائی اہل کوفہ ایک نہایت ہی عمدہ مقام پر مقیم ہیں جہاں شیریں چشمے اور سرسبز باغات ہیں انہیں ہر قسم کے پھل میسر ہیں مگر ہم اہل بصرہ نہایت خراب اور دلدلی زمین میں آباد ہیں اس کا ایک حصہ جنگل میں ہے اور ایک حصہ کھاری سمندر کے قریب ہے ہمارے گھر آدھوں سے بھرے ہوئے ہیں اور ہماری تعداد زیادہ ہے مگر ہمارا وظیفہ بہت کم ہے۔ ہمارے اندر شرفاء کی تعداد کم ہے اور مصیبت زدہ لوگ زیادہ ہیں ہمارا مسکہ (درہم) بڑا ہے مگر ہمارا پیانا چھوٹا ہے اللہ نے تمہیں وسعت دی ہے اور ہماری اراضی میں اضافہ کیا ہے ہذا اسے امیر المؤمنین! آپ ہمارے وظائف میں اضافہ کریں اور ہمیں مزید اراضی دیں تاکہ ہم بسراوقات کر سکیں۔“

مزید اراضی:

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے گھروں اور بستیوں کے بارے میں تحقیقات کیں اور انہیں مزید اراضی اور جاگیریں دیں کچھ اراضی کسریٰ کے خاندان کی تھی۔ جو دریائے دجلہ اور عجر کے درمیان تھی۔ اسے انہوں نے تقسیم کر لیا تھا۔ باقی شاہی زمینیں اسی حال پر رہیں۔ جس حال میں اہل کوفہ کے قریب کی شاہی اراضی تھی یوں اہل بصرہ کی جاگیروں کے دو حصے ہو گئے تھے۔ ان کا نصف حصہ لوگوں میں تقسیم ہو گیا تھا اور نصف لشکر کے لیے اور بنگالی تھار کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔

بصرہ کی آبادی:

پہلے (بصرہ میں) وہ دو ہزار سپاہی آباد ہوئے جو جنگ قادسیہ میں شریک تھے پھر بصرہ میں حضرت عقبہ بن نضیرؓ کے ساتھ پانچ ہزار افراد آئے کوفہ میں تیس ہزار افراد تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تعداد کو اہل بصرہ کے دو ہزار جنگ جو سپاہیوں کے ساتھ مل دیا تھا۔ یہاں تک کہ انہیں ان کے مساوی قرار دیا۔

آپ نے ان لوگوں کو جو ابوزکی جنگ میں شریک ہوئے تھے ان کے ساتھ ملا دیا پھر آپ نے فرمایا: ”یہ نوجوان اہل بصرہ کا سردار ہے۔“ ان کے بارے میں حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ ان سے مشورہ لیا کریں اور ان کی رائے پر عمل کیا کریں۔ آپ نے سلمیٰ حرمۃؓ غالب اور کھیب کو مٹا دیا اور صہیری کی طرف واپس بھیج دیا تاکہ وہ بنگالی ضروریات کے لیے تیار رہیں اور وہاں کے خراج کی نگرانی کریں۔

ہرمزان کی بغاوت:

سیف کی روایت ہے کہ جب اہل بصرہ اپنے ان کاموں میں مصروف تھے اس وقت غالب اور کھیب کا ہرمزان سے اراضی کی حدود کے بارے میں اختلاف رونما ہوا اس لیے سلمیٰ حرمۃؓ ان کے اختلافات کے بارے میں غور کرنے کے لیے پہنچے اور ان دونوں نے غالب اور کھیب کو حق پر پایا اور ہرمزان چھوٹا ثابت ہوا اس لیے انہوں نے ہرمزان کی مخالفت کی اس پر ہرمزان باغی ہو گیا اور اس نے گردوں سے امداد طلب کی۔ اس طرح اس کے لشکر میں بہت اضافہ ہو گیا۔

حضرات سلمیٰ، حرمہ، غالب اور کلیب نے ہرمزان کی بنائوت اور حکم و سرکشی کا حال حضرت قتیبہ بن نووانؓ، جو بنو، کو کھینچا۔ انہوں نے یہ حال حضرت عمرؓ کو لکھا۔

حضرت عمرؓ نے اس کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا اور انہیں حضرت حرقوص بن زبیر سعدیؓ کے (زیر قیادت) امہ اذہبجی وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں جنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔

ہرمزان سے دوبارہ جنگ:

ہرمزان اپنے ساتھیوں کے ساتھ سلمیٰ، غالب، حرمہ اور کلیب کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گیا جب یہ لوگ سوق الہواز کے پل تک پہنچے تو مسلمانوں نے ہرمزان کو یہ پیغام بھیجا:

”یاقم دریا کو عبور کر کے ہماری طرف آؤ یا ہم تمہاری طرف عبور کر کے آتے ہیں۔“

اس نے کہا:

”تم عبور کر کے ہماری طرف آؤ۔“

چنانچہ مسلمان پل پر سے گذر کر وہاں پہنچے اور سوق الہواز کے قریب پل پر جنگ ہوئی یہاں تک کہ ہرمزان کو شکست ہوئی اور وہ راہرہر کی طرف بھاگ گیا اس نے فط کے گاؤں کے قریب ایک کے پل پر قبضہ کر لیا اس سے پرہامہر مڑھنچ گیا۔ سوق الہواز کی فتح:

حضرت حرقوص جو بنو نے سوق الہواز فتح کر لیا اور وہاں قیام کیا۔ وہ پہاڑ میں مقیم ہوئے سوق الہواز کا تمام علاقہ تسر تک ان کے زیر نگیں ہو گیا۔ انہوں نے جزیہ مقرر کیا حضرت عمرؓ کو فتح کی اطلاع لکھ کر بھیجی اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ (خمس) بھی بھیجا اور وہاں وفد بھی بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے خدا کی حمد و ثناء کی اور ان کے لیے ثابت قدمی اور ترقی کے لیے دعا مانگی۔



فتح تستر

سیف کی روایت کے مطابق ۱۷ھ میں تستر فتح ہوا۔ بقول بعض یہ ۱۶ھ یا ۱۹ھ میں فتح ہوا۔ اس کی فتح کا واقعہ بروایت سیف یہ ہے کہ جب سوق الہواز کی جنگ میں ہرمزان کو شکست ہوئی اور حضرت حرقوم رضی اللہ عنہ نے سوق الہواز فتح کر لیا تو خود وہاں مقیم ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق انہوں نے جزء بن معاویہ کو ہرمزان کے تعاقب میں بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ فتح کے بعد وہ جزء بن معاویہ کو سرق کی طرف روانہ کریں لہذا جزء بن معاویہ ہرمزان کے تعاقب میں نکلے۔ ہرمزان بھاگ کر رامہرمز کی طرف جا رہا تھا۔

حضرت جزء بن معاویہ راستے میں دشمنوں کا صفایا کرتے رہے تا آنکہ وہ شہر کے گاؤں میں پہنچے ہرمزان نے وہاں ان کا سخت مقابلہ کیا تو شہر سے حضرت جزء و روق گئے جو سرق کا شہر تھا وہ آدمیوں سے خالی ہو گیا تھا کیونکہ وہاں کے لوگ اس کی حفاظت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے اس پر آسانی سے قبضہ کر لیا انہوں نے اس کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عقبہ بن غزوہ رضی اللہ عنہ کو بھیجی نیز جو لوگ بھاگ گئے تھے انہیں جزء بن معاویہ نے دینے کی دعوت دی اور ان کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ تو وہ لوگ واپس آ گئے اور انہوں نے جزء بن معاویہ کو تسلیم کر لیا۔

پیش قدمی کی ممانعت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جزء بن معاویہ اور حرقوم بن زہیر دونوں کو یہ تحریر کیا کہ وہ اپنے مفتوحہ علاقوں میں قیام کریں اور آگے نہ بڑھیں تا آنکہ ان کے پاس ان کا دوسرا حکم آئے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو بھی انہوں نے اسی قسم کی تحریر بھیجی لہذا ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی۔ حضرت جزء بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے علاقے آباد کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ انہوں نے شہر میں کھدوائیں اور بنجر اٹھا دو زمینوں کو سیراب کیا۔

صلح کی درخواست:

جب ہرمزان رامہرمز میں رہنے لگا تو الہواز کی سرزمین اس کو تنگ نظر آئی کیونکہ مسلمان اس کے قریب اس کا احاطہ کیے ہوئے تھے (اس لیے لاچار ہو کر) اس نے صلح طلب کی اور حرقوم و جزء بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کی۔ حضرت حرقوم رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس معاملے کے بارے میں تحریر کیا۔

غیر مفتوحہ علاقوں پر صلح:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اور عقبہ کو یہ تحریر فرمایا کہ اس سے ان علاقوں کی طرف سے صلح کر لیں جو مفتوح نہیں ہوئے ہیں ان میں رامہرمز، تستر، سوس، جندی سابور اور مہرناقد شامل تھے ان پر ہرمزان نے صلح کر لی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ الہواز کے (مسلم) حکام

اپنے علاقوں پر حکومت کرتے رہے اور ہرمزان ایسی صلح پر قائم رہا وہ جزیرہ وصول کر کے انہیں ویتارہا اور مسلمان اس کی حفاظت کرتے رہے اور جب فارس کے کرد حملہ آور ہوئے تو مسلمان اس کی مدد کرتے اور اس کی طرف سے ان کا مقابلہ کرتے تھے۔

حضرت احنفؓ کو نصیحت:

حضرت عمرؓ نے حضرت عتبہؓ کو تحریر کیا کہ وہ نصرہ کی فوج میں سے دس افراد کا ایک وفد بھیجیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی طرف ایک وفد روانہ ہوا جس میں احنف بن قیسؓ بھی شامل تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے سوالات کیے انہوں نے کہا: ”لوگ اس حالت پر ہیں جیسا کہ آپ چاہتے ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”اب تم اپنے ٹھکانوں پر جاؤ۔“ چنانچہ وہ اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے۔ آپ نے ان کے لباس پر نگاہ دوڑائی تو آپ نے ایک کپڑا دیکھا جو باہر نکلا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو سونگھا پھر فرمایا: ”یہ کس کا ہے؟“ حضرت احنفؓ نے کہا ”میرا ہے“ آپ نے فرمایا: ”تم نے یہ کتنے میں خریدا؟“ انہوں نے کہا ”تقریباً آٹھ (درہم)“ اس کی قیمت بتائی اور اصل قیمت سے کچھ کم رقم بتائی۔ کیونکہ انہوں نے بارہ درہم میں اسے خریدا تھا۔ آپ نے فرمایا:

”تم نے اس سے کم کا (لباس) کیوں نہیں خریدا تم اس زائد رقم سے کسی مسلمان کو فائدہ پہنچا سکتے تھے تم فضول خرچی سے بچو تاکہ تم جانی اور مالی فائدہ حاصل کر سکو۔ اسراف مت کرو ورنہ تمہیں جانی اور مالی دونوں صورتوں میں نقصان ہوگا۔“

حضرت عتبہؓ کو ہدایات:

حضرت عمرؓ نے حضرت عتبہؓ کو یہ خط تحریر کیا:

”تم لوگوں کو ظلم سے بچاؤ۔ تقویٰ اختیار کرو اور ڈرتے رہو ایسا نہ ہو کہ تمہاری غداری یا سرکشی کی وجہ سے تمہیں زوال آجائے اللہ اس وقت تک تمہارے ساتھ رہے گا جب تک کہ تم اللہ کے عہد پر قائم رہو گے اس لیے تم اللہ کے عہد کو پورا کرو اور اس کے احکام کی پابندی کرو وہ تمہارا مددگار رہے گا اور تمہاری حمایت کرے گا۔“

حقوق کو خط:

حضرت عمرؓ کو یہ اطلاع ملی کہ حقوق اہواز کے پہاڑ پر رہنے لگے جو دشوار گزار مقام پر ہے لوگوں کی ان کے پاس آمد و رفت رہتی ہے مگر جو وہاں جانے کا قصد کرتا ہے اسے بہت دقت محسوس ہوتی ہے اس لیے حضرت عمرؓ نے انہیں یہ خط لکھا:

”مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ ایک دشوار گزار مقام پر مقیم ہیں جہاں لوگ بہت دشواری کے بعد پہنچتے ہیں اس لیے آپ میدانِ علاقے میں آ جائیں اور کسی مسلمان یا معاہدہ کرنے والے ذمی کے لیے دشواری کا باعث نہ بنیں۔ تم ایسے شخص کی طرح کام کرو جو آخرت کو حاصل کرنا چاہتا ہو اور دنیا میں اچھی زندگی گزارنے کا طالب ہو (نیک کام میں) سستی اور جلد بازی نہ کرو اس طرح تمہاری دنیا بھی خراب ہوگی اور آخرت بھی تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔“

حقوق صغین میں خارجی ہو گئے تھے اور اسی حالت میں رہے وہ خوارج کے ساتھ جنگ نہروان میں بھی شریک ہوئے۔

فارس پر بحری حملہ

سیف کی روایت ہے کہ مسلمان بصرہ اور اس کے علاقے میں مقیم تھے ابواز کے کچھ علاقے کو مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا اور وہ ان کے قبضے میں تھا۔ باقی علاقے کے بارے میں مصالحت ہوئی تھی وہ علاقے وہاں کے باشندوں کے پاس تھے وہ لوگ اس کا خراج ادا کرتے تھے اور زبردستی نہ لے گئے تھے مگر (ان کے اندرونی انتظام میں) کوئی مداخلت نہیں کی جاتی تھی۔ مصالحت کرانے کے لیے ان کا نمائندہ ہرمزان تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اس زمانے میں) یہی فرماتے تھے:

”ہمارے اہل بصرہ کے لیے وہاں کا علاقہ اور ابواز کافی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اور اہل فارس کے درمیان آگ کا پہاڑ حائل ہوتا نہ وہ ہماری طرف آسکتے اور نہ ہم ان کے پاس جاسکتے۔“

اس طرح آپ نے اہل کوفہ کے لیے بھی یہ فرمایا:

”کاش کہ ہمارے اور ان کے درمیان آگ کا پہاڑ حائل ہوتا تاکہ نہ وہ ہماری طرف آسکتے اور نہ ہم ان کے پاس جاسکتے۔“

علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ:

علاء ابن الحضرمی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بحرین کے گورنر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کیا اور ان کی جگہ پر قدامہ بن امیہ کو مقرر کیا پھر قدامہ کو معزول کر کے علاء ابن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بحال کر دیا۔

حضرت علاء رضی اللہ عنہ کی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ حریتانہ چٹھک تھی وہ مرتدوں کے ساتھ جنگ کر کے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر فضیلت حاصل کر چکے تھے۔ مگر جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جنگ قادسیہ میں فتح حاصل کی اور ایران کے بادشاہوں کو ان کے گھر سے نکال دیا اور قریب کے علاقے پر قبضہ کر لیا تو وہ سر بلند ہو گئے اور یہ کارنامہ علاء کے کارنامے سے بھی بڑھ گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مقابلہ:

اس موقع پر علاء نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اہل عجم کے مقابلہ پر ایسا کارنامہ انجام دیں جس کی بدولت وہ سابقہ شہرت حاصل کر لیں اس سلسلہ میں وہ اطاعت اور نافرمانی کے فرقی کو ٹھنڈا کر کے لیے بھی تیار نہ تھے۔

فوج کا بحری سفر:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں حاکم (بحرین) مقرر کیا تھا اور انہیں مرتدوں سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں حاکم مقرر کیا مگر بحری جنگ سے منع کر دیا تھا۔ مگر وہ اطاعت نہیں کر سکے اور نافرمانی کے انجام پر غور نہیں

رہے انہوں نے اہل بحرین و فارس پر حملہ کرنے کی دعوت دی اور وہ اس کام کے لیے جلد تیار ہو گئے چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کو نئی فوجی دستوں میں تقسیم کیا ایک دستے کے سپہ سالار چارود بن المعقل تھے دوسرے کے سوار بن صام تھے۔ تیسرے دستے کے خلیفہ بن امینہ۔ بن سادی تھے وہ عام اور مشترکہ سپہ سالار تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر سمندر کے راستے اہل فارس پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

بحری حملوں کی ممانعت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بحری حملوں کے لیے کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے اس معاملے میں وہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے تھے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بحری حملہ کیا اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بحری جنگ کے لیے کسی کو بھیجا۔

حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ کا خطاب:

بہر حال ان فوجوں نے بحرین سے فارس کے لیے سمندر کو عبور کیا وہ اس طرح پہنچے کہ ارادے سے لگی تھیں ان کے مقابلے کے لیے اہل فارس ہر ہڈی کی زیر قیادت جمع ہو گئے تھے۔ اہل فارس مسلمانوں کی کشتیوں کی راہ میں حائل ہو گئے لہذا حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر مسلمانوں سے یوں خطاب کیا:

”اللہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو تقدیر اسی کے مطابق کام کرتی ہے ان لوگوں نے تمہیں اپنی طرف سے جنگ کی دعوت نہیں دی تھی بلکہ تم خود ان سے جنگ کرنے کے لیے آئے ہو اس صورت میں یہ کشتیاں اور یہ سرزمین اس کے قبضے میں ہوگی جو غائب آئے گا۔ لہذا تم میرا اور نماز کے ذریعے نصرت الہی کے خواہاں رہو یہ بات اللہ کے عاجز (اور نیک) بندوں کے لیے مشکل نہیں ہے۔“

گھمسان کی جنگ:

مسلمانوں نے (ان کے اعلان جہاد پر) صدائے لبیک کہی۔ اور ظہر کی نماز پڑھ کر جنگ کے لیے تیار ہو گئے چنانچہ طاؤس کے مقام پر سخت جنگ ہوئی اس جنگ میں حضرت سوار رزیر یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور اپنی قوم (کے بہادرانہ کرتا سے) بیان کر رہے تھے تا آنکہ وہ شہید ہو گئے۔

دوسرے داروں کی شہادت:

چارود نے بھی داد شجاعت دی اور شہادت کا درجہ حاصل کیا ان دونوں سرداروں کی شہادت سے خوشتران کے فرزند عبداللہ بن سوار اور منذر بن چارود ان دونوں کے قائم مقام ہوا ہو گئے تھے۔

پیادہ جنگ میں کامیابی:

اس موقع پر حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تو وہ (گھوڑوں سے) اتر کر جنگ کریں چنانچہ انہوں نے اتر کر (پیادہ ہو کر) جنگ کی اس طرح اہل فارس کے اس قدر سپاہی مارے گئے کہ اس سے پہلے ان کے اتنے افراد نہیں مارے گئے تھے پھر مسلمان لشکر بصرہ جانے کے ارادہ سے نکلا ان کی کشتیاں ڈوب چکی تھیں اس کے علاوہ انہیں سمندر کی طرف پھرنے کا راستہ نہیں مل سکا پھر انہیں یہ معلوم ہوا کہ شہر کے مسلمانوں کا راستہ بند کر دیا ہے اس لیے وہ رک گئے اور صرف آراہو گئے۔

حضرت علاءؓ کی معزولی:

جب حضرت عمرؓ کو یہ اطلاع ملی کہ علاءؓ نے سمندر کے راستے فوجیں بھیجیں ہیں تو ان کے دل میں دہی خیال آیا جو حقیقت میں رونما ہوا وہ علاءؓ پر سخت ناراض ہوئے اور ان کی معزولی کا حکم لکھا اور ان کے لیے وہ سزا مقرر کی جو ان کے لیے سب سے گراں اور زیادہ ناگوار تھی۔ یعنی انہیں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ماتحت کر دیا اور حکم دیا کہ ”تم اپنے ساتھیوں کو لے کر (حضرت) سعد بن ابی وقاصؓ کی معزولی کے پاس چلے جاؤ“۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر (حضرت) سعد بن ابی وقاصؓ کی معزولی کے پاس پہنچ گئے۔

امدادی فوج اور اس کے سردار:

(دوسری طرف) حضرت عمرؓ نے (حضرت) حبیب بن غزوہؓ کو یہ خط تحریر کیا: ”علاء ابن ابی صخرؓ نے مسلمانوں کے ایک لشکر کو اہل فارس کی طرف بھیج دیا ہے اور اس نے میری نافرمانی کی ہے تاہم مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر ان کے لیے امدادی فوج نہ بھیجی تو وہ مغلوب ہو جائیں گے۔ تم لوگوں کو ان کے پاس (امداد کے لیے) بھیجو اور اس سے پہلے کہ وہ تباہ و برباد ہو جائیں انہیں اپنے ساتھ شامل کر لو“۔ حضرت حبیبؓ نے لوگوں کو بلا دیا اور انہیں حضرت عمرؓ کے خط سے مطلع فرمایا۔ اس پر مندرجہ ذیل (ممتاز) حضرات (امدادی فوج میں شامل ہونے کے لیے) تیار ہو گئے (۱) عاصم بن عمرو (۲) عرطبہ بن ہرثمہ (۳) حذیفہ بن یمن (۴) مجازہ بن ثور (۵) نہار بن حارث (۶) حصین بن ابوالحر (۷) اخنف بن قیس (۸) سعد بن ابی العراء (۹) عبدالرحمن بن کھل (۱۰) مصعب بن معاذ یہ (۱۱) ترجمان۔

یہ (معزز) حضرات بارہ ہزار لشکر لے کر نکلے۔ یہ لوگ فخریوں پر سوار تھے اور ان کے پہلو میں گھوڑے بھی تھے ان کے سپہ سالار ابوہریرہؓ بن ابی اہم تھے جو عامر بن لوی کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ابواز کے علاقے میں فوجی چھاؤنیاں برقرار تھیں اور ذریعہ حفاظت علاقہ بھی تھا جو مجاہدین اور متیم مسلمانوں کا مددگار تھا۔

دونوں فوجوں کی ملاقات:

حضرت ابوہریرہؓ مسلمانوں کو لے کر ساحلی مقامات پر سے گزرے مگر کوئی ان کے مقابلے کے لیے نہیں آیا۔ آخر کار ابوہریرہؓ اور خلیفہ دونوں کی ملاقات اس مقام پر ہوئی جہاں طاؤس کی جنگ کے بعد مسلمانوں کا راستہ روک لیا گیا تھا۔ پہلے صرف اہل اصطخر مسلمانوں سے جنگ کے لیے تیار ہوئے تھے۔ مگر جب اہل اصطخر نے مسلمانوں کا راستہ روک لیا تو انہوں نے تمام اہل فارس کو امداد کے لیے بلوایا۔ اور وہ ہر علاقے اور ہر ضلع سے آ کر وہاں جمع ہو گئے۔

نئی پود کے کارنامے:

طاؤس کی جنگ کے بعد اہل فارس کا مقابلہ ابوہریرہؓ سے ہوا۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس امدادی فوج (کک) پہنچ گئی تھی۔ اور مشرکوں کو بھی امداد حاصل ہو گئی تھی مشرکوں کا سپہ سالار شہرک تھا۔ جب جنگ ہوئی تو اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور مشرکین مارے گئے۔ اور مسلمانوں نے دل کھول کر انہیں نقصان پہنچایا یہ وہ جنگ تھی جس میں بصرہ کی نئی پود نے اپنے جوہر دکھائے۔ اور تمام اسلامی شہروں کی نئی پود (نوجوانوں) میں بہترین ثابت ہوئی۔

فوجوں کی واپسی:

پھر وہاں خیمت حاصل کرنے کے بعد لوٹ آئے کیونکہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اکھاڑا تھا کہ وہ وہاں نہ ٹھہریں اور جلد واپس آ جائیں۔ چنانچہ وہ ان کے پاس واپس بصرہ آ گئے اور جو وہاں رہتے تھے وہ اپنے گھر چلے گئے اور جو اہل بصرہ تھے وہ اپنے قبائل کی طرف چلے گئے اور جو قبیلہ قیس کے تھے وہ سوق الحمرین پر مقام پر آ گئے جب حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے ابوہزاع کو فتح کر لیا اور اہل فارس کو شکست دے دی تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حج کرنے کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر انہوں نے فریضہ حج ادا کیا۔ حج سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنے عہدے سے استعفا پیش کیا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا استعفا منظور نہیں کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی عمل داری کی طرف لوٹ جائیں۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

اس وقت انہوں نے اللہ سے دعا مانگی اور واپس چلے۔ مگر (راستے میں) یمن نخلہ کے مقام پر رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو وہ ان کے مزار کی زیارت کے لیے گئے اور فرمانے لگے: ”اگر مقررہ اجل اور کبھی ہوئی قسمت کا عقیدہ نہ ہوتا تو میں یہ کہتا کہ تمہیں میں سے نقل کیا ہے۔“ پھر آپ نے ان کی خوبیوں کی بہت تعریف کی۔

پس ماندگان:

انہوں نے دیگر مہاجرین کی طرح اپنے لیے زمینیں نہیں حاصل کی تھیں اس لیے ان کے لڑکے کو گھر کا حصہ (اپنی پھوپھی) فاختہ بنت غزو ان کی طرف سے ملا جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے رشتہ زوجیت میں تھیں۔ ان کے زاد کردہ (مولیٰ) غلام خباب نے بھی انہی جیسا طریقہ اختیار کیا اور اپنے لیے کوئی گھر حاصل نہیں کیا۔

اہل طاؤس:

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بن غزو ان نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مدائن چھوڑنے کے تین سال بعد وفات پائی ان کے جانشین (حاکم بصرہ) حضرت ابوسبرہ بن ابی اہم رضی اللہ عنہ ہوئے ان کے عمال اپنی حالت پر برقرار رہے اور ان کی فوجی چوکیاں شہر تیری مناذر سوق الاہواز اور سوق پر برقرار رہیں ہرمزان بدستور رامہرمز میں اس علاقے کی طرف سے نیز سوس بنیان چندی ساہور مہر جائزق کی طرف سے مصالحت کا نگران تھا یہ واقعہ علاء کے بحری حملہ اور مسلمانوں کے بصرہ واپس آنے کے بعد رونما ہوا۔ اور جو واپس آئے تھے وہ جنگ طاؤس سے تعلق رکھنے کی بنا پر اہل طاؤس کہلاتے تھے۔

بصرہ کے حکام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسبرہ بن ابی اہم کو سال کے باقی حصے میں بصرہ کا حاکم بحال رکھا۔ پھر حضرت عقبہ بن غزو ان رضی اللہ عنہ کی وفات کے دوسرے سال حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا وہ دو سال تک کام کرتے رہے کسی نے ان کے کام کی مخالفت نہیں کی۔ اور وہ وہاں سلامتی کے ساتھ رہے البتہ ان کے اور ابوبکرہ کے درمیان (مخالفت پیدا) ہوئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنایا پھر انہیں کو فہد مل کر دیا گیا اور عمر بن سراقہ کو بصرہ کا حاکم بنایا گیا پھر ان کا تبادلہ بصرہ سے کوفہ کی طرف ہو گیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بصرہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔

فتح رامہر مزوسوس

سیف کی روایت کے مطابق ۷۱ھ میں رامہر مزوسوس اور تسر مشقوق ہوئے اور اسی سال ہرمزان گرفتار ہوا۔ ان واقعات کا سبب یہ ہوا کہ شاہ یزدگرد اہل فارس کو بھڑکا تا کہ ان کے قبضے سے ان کے علاقے نکل رہے ہیں جب دوسروں میں تھا تو اس وقت اس نے ان کو براہینہ کرنے کے لیے یہ خط تحریر کیا:

”اے اہل فارس! کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ اہل عرب سواد عراق اور ابواز کے علاقوں پر غالب آ جائیں اور پھر تمہارے اصل ملک اور گھر سے نکال دیں۔“

اس (خط) سے ان میں جوش پیدا ہوا۔ اور انہوں نے ایک دوسرے سے خط و کتابت کی اور اہل فارس اور اہل ابواز کا ہم عہد و بیان ہوا۔ اور انہوں نے فتح و نصرت حاصل کرنے کا عزم مصمم کر لیا۔

حکام کا تقرر:

یہ خبریں حقوق بن زبیر کو مل گئیں اور غالب و کلیب کی طرف سے حضرات جزہ، سلمیٰ اور حرمہ کو بھی یہ خبریں موصول ہوئیں۔ سلمیٰ اور حرمہ نے اس کی تحریری اطلاع حضرت عمرؓ کو بھیجی۔ اور بصرہ کے مسلمانوں کو بھیجی۔ سب سے پہلے سلمیٰ اور حرمہ کا خط پہنچا تو حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو تحریر فرمایا:

”تم نعمان بن مقرن کے زیر قیادت جلد ایک بھاری لشکر ابواز بھیجو اور سید بن مقرن، عبداللہ بن ذی الجہین، جریر بن عبداللہ حمیری اور جریر بن عبداللہ بکلی کو اس مقصد کے لیے روانہ کرو کہ وہ ہرمزان کے مقابلے پر فروکش ہوں تاکہ وہ اس کا حال معلوم کر سکیں۔“

حضرت ابو موسیٰؓ کو خط:

آپ نے حضرت ابو موسیٰؓ اشعریؓ کو یہ تحریر فرمایا:

”تم ابواز کی طرف ایک بھاری لشکر روانہ کرو اور سمیل بن عدی کے بھائی سہل بن عدی کو اس کا سپہ سالار بنانا اور ان کی مدد کے لیے مندرجہ ذیل حضرات کو شامل کرو:

- (۱) براہ بن مالک (۲) عاصم بن عمرو (۳) مجزاة بن ثور (۴) کعب بن سور (۵) عرفجہ بن ہرثمہ (۶) حذیفہ ابن عھسن (۷) عبدالرحمن بن سہل (۸) حصین بن معبد۔“

کوفہ اور بصرہ کی فوج:

اہل بصرہ اور اہل کوفہ دونوں کے مشترکہ سپہ سالار ابوبکر بن ابی اہم ہوں گے اور جو آئے گا وہ ان کا مددگار ہوگا۔

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کو لے کر نکلے انہوں نے سواق عراق کے درمیان کاراستہ اختیار کیا یہاں تک کہ وہ دریائے دجلہ کا راستہ قطع کر کے میان پہنچے پھر ابواز تک پہنچی کاراستہ اختیار کیا وہ ٹھہروں پر سوار تھے ان کے پہلو میں گھوڑے بھی تھے وہ بڑھتی پڑتی پہنچے تھے ان کے پیچھے آئے بڑھ کر وہ مٹاڑ اور سوق الاہواز سے آگے نکل گئے انہوں نے حرقوس، سلمیٰ اور حرمہ کو پیچھے چھوڑ دیا تھا پھر وہ ہرمزان کی طرف روانہ ہوئے ہرمزان اس وقت تک رامبرمز میں تھا۔

ہرمزان کو شکست:

جب ہرمزان نے یہ سنا کہ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اس کی طرف آ رہے ہیں تو اس نے جلدی سے حملہ کرنا چاہا تا کہ جلدی سے ان کا صف بکرا دے اسے اہل فارس کی امداد کی بڑی توقع تھی جو اس کی طرف روانہ ہو چکی تھی اور ان کی پہلی امدادی فوج تسر پہنچ چکی تھی۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور ہرمزان کا ایک کے مقابلہ ہوا اور بہت سخت جنگ ہوئی پھر اللہ نے ہرمزان کو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں شکست دی اور وہ رامبرمز کو خالی کر کے بھاگ گیا اور تسر پہنچ گیا۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا قیام:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ ایک سے رامبرمز رہنے کے لیے روانہ ہوئے پھر ایذج کے مقام پر پہنچے وہاں تیرویہ نے صلح کر لی اور انہوں نے اس کی صلح قبول کر لی اور وہاں کے لوگوں کو (اسی حالت میں) چھوڑ کر رامبرمز چلے آئے اور وہاں رہنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابومویٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو (امدادی فوج بھیجنے کے لیے) خطوط لکھے تھے۔ لہذا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ہبل رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کو لے کر ہبل سے آگے بڑھ گئے بلکہ تمام اہل بصرہ سے آگے نکل گئے تھے انہوں نے ہرمزان کو شکست دے دی تھی (جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے) تسر کی طرف روانہ ہو گئے:

حضرت ہبل رضی اللہ عنہ اہل بصرہ کو لے کر روانہ ہوئے تا کہ وہ سوق الاہواز میں فروکش ہوں وہ رامبرمز کا قصد کر رہے تھے کہ انہیں اس کے فتح ہونے کی خبر ملی اس وقت وہ سوق الاہواز میں تھے انہیں یہ بھی اطلاع ملی کہ ہرمزان تسر پہنچ گیا ہے اس لیے وہ سوق الاہواز سے براہ راست تسر کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بھی رامبرمز سے تسر کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرات سلمیٰ، حرمہ، حرقوس اور جزہ بھی روانہ ہوئے اور وہ سب تسر کے مقام پر فروکش ہو گئے۔

مزید امدادی فوج:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کی قیادت کر رہے تھے اور اہل بصرہ ان کے مددگار تھے ان کے مقابلے پر ہرمزان اور ان کا لشکر تھا جو فارس، جبال اور ابواز کے سپاہیوں پر مشتمل تھا ان لوگوں نے خندقیں کھودیں تھیں اور یہ سب خندقوں میں تھے۔ مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بار سے میں لکھا حضرت ابوبصرہ نے ان سے امداد طلب کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد کے لیے خود حضرت ابومویٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو (فوج دے کر) بھیجا اور وہ ان کی طرف روانہ ہو گئے۔ دشمن کا محاصرہ:

اہل کوفہ کے لشکر کے سپہ سالار حضرت نعمان رضی اللہ عنہ تھے اور اہل بصرہ کے سپہ سالار حضرت ابومویٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے اور

دونوں لشکروں کے مشترک سپہ سالار اعلیٰ حضرت ابو سہیل رضی اللہ عنہ تھے مسلمانوں نے اہل قارص کا کئی مہینوں تک محاصرہ کیا اور (اس اثنا میں) ان کے بہت سے افراد کو قتل کیا۔

اہل کوفہ و بصرہ کے کارنامے:

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس محاصرہ کے دوران ایک موسومہ سپاہیوں کو قتل کیا۔ مجز ابن ثور نے بھی اسی قدر افراد کو قتل کیا اسی طرح کعب بن ثور ابوتیمہ اور دیگر اہل بصرہ اور اہل کوفہ نے بھی اسی قدر تعداد میں (دشمن کے بہادر سپاہیوں) کو کھکانے لگایا جن میں سے حبیب بن فروغی بن عامر عامر بن عبدالاسود (قابل ذکر) ہیں۔

اسی جملے:

مشرکوں نے ستر کے محاصرہ میں اسی جملے کیے جن میں کبھی انہیں شکست ہوتی تھی اور کبھی کامیابی ہوتی تھی جب آخری حملہ ہوا تو جنگ بہت سخت ہو گئی اس وقت مسلمانوں نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا:

”اے براء! تم اللہ سے دعا مانگو کہ وہ انہیں شکست دے اور مجھے شہادت عطا فرمائے۔“ چنانچہ مسلمانوں نے اللہ سے دعا مانگی اے اللہ! تو انہیں شکست دے“ چنانچہ مسلمانوں نے کافروں کو شکست دی اور انہیں خندقوں میں گھس جانے پر مجبور کر دیا پھر مسلمان خود وہاں گھس گئے اور وہ اپنے شہر کے اندر گھس گئے۔ جس کا مسلمانوں نے چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔

شہر کا خفیہ راستہ:

جب مسلمان ان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور اس سے تنگ آ گئے تھے کیونکہ ان کی جنگ بہت طویل ہو گئی تھی اسی وقت حضرت نعمان بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا وہ پناہ کا طالب ہوا تا کہ وہ مسلمانوں کا شہر میں داخل ہونے کا راستہ بتائے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ایک تیر پینکا گیا تھا جس میں یہ تحریر تھا۔ ”مجھے آپ لوگوں پر بھروسہ اور اطمینان ہے اسی وجہ سے میں آپ سے اس شرط پر پناہ کا طالب ہوں کہ میں آپ کو وہ راستہ بتاؤں گا جہاں سے تم شہر میں داخل ہو سکو گے اور اس کی بدولت شہر فتح ہو سکے گا۔“

مسلمانوں نے بھی تیر پینکا اور اسے پناہ دے دی لہذا اس نے دوسرا تیر پینکا کر بتایا۔ ”تم پانی کے ٹکٹے کی جگہ پہنچ جاؤ۔ وہاں سے تم مغربیہ اس شہر کو فتح کر سکو گے۔“

جانے والے حضرات:

اس پر مشورہ لیا گیا اور وہاں جانے کے لیے مندرجہ ذیل کے علاوہ بہت سے لوگ تیار ہو گئے وہ لوگ یہ تھے۔

(۱) عامر بن عبد قیس (۲) کعب بن سور (۳) مجز ابن ثور (۴) مسکۃ النبطی یہ لوگ رات کے وقت اس مقام پر پہنچ گئے حضرت نعمان بن حذافہ نے بھی جب وہ شخص آیا تو اس کے ساتھ مندرجہ ذیل (۱) افسروں کو بھیجا (۱) سوید بن الشعبہ (۲) ورقاء بن الحارث (۳) بشیر بن ربیعہ شمی (۴) نافع بن زید صیری (۵) عبداللہ بن بشیر ہلالی۔ یہ لوگ بہت سے افراد کو لے کر وہاں روانہ ہوئے اور یہ (اہل کوفہ) اور اہل بصرہ پانی کے ٹکٹے کے مقام پر اکٹھے ہو گئے سوید اور عبداللہ بن بشیر وہاں سے اعدا گھس گئے اور اس کے بعد دونوں لشکروں کے افراد گھسے۔

حضرت مقرب جو تھا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقرب اسود بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو نصرہ کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اسود اور زرارہ بن ابی جہش صحابہ میں سے تھے۔ اسود جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا تھا میں آپ کی خدمت میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کی صحبت میں دو مراۓ قہائی کا قرب حاصل کروں۔ اس قول کی وجہ سے آپ نے ان کا نام مقرب رکھا۔

حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا:

حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے عرض کیا ”میرا پیٹ خالی ہے اور ہمارے بھائیوں کی تعداد زیادہ ہے اس لیے آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے“ آپ نے فرمایا ”اے اللہ تو زرارہ کی ضرورتوں کو پورا کر۔“

ہرمزان کا لباس:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک وفد بھیجا جس میں حضرات انس بن مالک اور احنف بن قیس جیسے بھی شامل تھے ان کے ساتھ ہرمزان کو بھی بھیجا وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ آئے وہاں سے مدینہ منہ: کی طرف روانہ ہو گئے جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے ہرمزان کو اس کی اصل وضع قطع میں تبدیل کیا انہوں نے اسے ریشمی لباس پہنچایا جو سونے سے مرصع تھا اس کے سر پر تاج رکھا جو آذین کہلاتا تھا اور یا قوت سے مرصع تھا اور اسے اس کا زیور پہنایا تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مسلمان اسے اصلی حالت میں دیکھیں پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور راستے میں لوگوں کو دکھاتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلاش:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر پر نہیں ملے جب ان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو بتایا گیا کہ وہ مسجد میں ایک وفد کے ساتھ جو کوفہ سے آیا ہے بیٹھے ہوئے ہیں یہ سن کر وہ ان کی تلاش میں مسجد گئے وہاں بھی وہ نہیں ملے جب وہ لوٹے گئے تو وہ مدینہ کے لڑکوں کے پاس سے گزر رہے جو کھیل رہے تھے لڑکوں نے کہا: ”کیا تم امیر المومنین کو تلاش کر رہے ہو؟“ وہ ”تو مسجد کے قریب دائیں طرف سوئے ہوئے ہیں اور اپنی لمبی ٹوپی کو نکیہ بنایا ہوا ہے۔“

مسجد میں آرام:

(واقعہ یہ تھا) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کے ایک وفد سے ملاقات کرنے کے لیے اپنی لمبی ٹوپی پہنے ہوئے بیٹھے تھے جب آپ ان کی گفتگو سے فارغ ہوئے اور وہ چلے گئے اور آپ تمہارے گئے تو آپ نے اپنی ٹوپی اتار کر اسے نکیہ بنایا اور سو گئے تھے جب یہ لوگ آئے تو ان کے ساتھ تماشاکی بھی تھے وہ سب آپ کے قریب بیٹھ گئے۔ مسجد میں آپ کے سوا کوئی نہ سو یا تھا۔ اور نہ کوئی بیدار تھا آپ کے ہاتھ میں درہ (کوڑا) تھا۔

ہرمزان کے سوالات:

اس موقع پر ہرمزان نے پوچھا ”(حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں“ لوگوں نے کہا ”وہ یہ ہیں۔“ وفد لوگوں کو اشرارہ یہ کر رہا تھا۔ ”خاموش ہو جاؤ“ ہرمزان نے وفد سے پوچھا ”ان کے محافظ اور دربان کہاں ہیں؟“ مسلمانوں نے کہا ”ان کا نہ کوئی محافظ ہے اور نہ دربان ہے نہ کوئی سیکرٹری ہے اور نہ دفتر ہے۔“ وہ بولا: ”پھر تو وہ بغیر ہیں۔“ وہ بولے ”وہ بغیر نہیں ہیں مگر بغیر ہیں جیسے کام

کرتے ہیں۔“ اسے میں لوگوں کی بھیڑ ہو گئی اور حضرت عمرؓ جو شور و غل سے بیدار ہو گئے اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے ہرمزان کی طرف نگاہ کی تو پوچھنے لگے۔

حضرت عمرؓ کی نصیحت:

”کیا یہ ہرمزان ہے؟“ لوگوں نے کہا ”ہاں“ اس پر آپ نے اسے غور سے دیکھا اور اس کے لباس کو بھی غور سے دیکھا اور

فرمایا:

”میں دوزخ کی آگ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور اسی سے مدد کا طالب ہوں۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”خدا کا شکر ہے

جس نے اسلام کے ذریعے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ذلیل کیا اسے مسلمانوں اتم اس دین (اسلام) کی پابندی کرو اور اپنے پیغمبرؐ کے طریقے سے ہدایت حاصل کرو تم دنیا حاصل کر کے مت اتراؤ کیونکہ یہ دھوکا دینے والی ہے۔“

وہ نے کہا یہ ابوزکاء کا بادشاہ ہے آپ اس سے گفتگو کیجئے۔ آپ نے فرمایا: ”میں جب تک اس کے بدن پر کوئی زیور باقی ہو گا (میں اس سے گفتگو نہیں کروں گا) اس پر اس کے بدن سے ہر چیز اتار دی گئی صرف ستر پوشی کا لباس باقی رہ گیا تھا۔ اس کے بعد اسے معمولی لباس پہنایا گیا اس وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا:

ہرمزان سے گفتگو:

”اے ہرمزان! تمہیں ندادری اور اللہ کے حکم کا انجام کیسا نظر آیا“ وہ بولا ”اے عمرؓ! دور جاہلیت میں اللہ نے ہمیں اور تمہیں تنہا چھوڑ رکھا تھا۔ تو ہم آپ لوگوں پر غالب تھے کیونکہ اس وقت اللہ نہ ہمارے ساتھ تھا اور نہ تمہارے ساتھ تھا۔ مگر جب وہ آپ کے ساتھ آ گیا تو آپ ہم پر غالب آ گئے۔“

حضرت عمرؓ نے پوچھا: ”تم دور جاہلیت میں ہم پر اس لیے غالب آ گئے تھے۔ کہ تم متحد تھے اور ہم پر اگندہ تھے۔“ پھر

آپ نے فرمایا:

پانی مانگنا:

”تم نے بار بار عہد شکنی کیوں کی“ وہ بولا ”مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے پہلے کہ میں آپ کو کسی بات کی اطلاع دوں۔ آپ مجھے قتل کر دیں گے“ آپ نے فرمایا: ”تم اس بات کا اندیشہ نہ کرو۔“ اس نے پانی مانگا تو اسے ایک معمولی پیالے میں پانی لا کر دیا گیا وہ بولا ”اگر میں پیاس سے مر ہی جاؤں تب بھی اس پیالے میں پانی نہیں ہوں گا۔“ اس پر اس کے پسند کے مطابق برتن میں پانی لایا گیا اس پر اس کا ہاتھ کا پینے لگا اور وہ کہنے لگا: ”مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے پانی پیتے ہوئے قتل کر دیا جائے گا۔“ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”جب تک تم پانی نہ پی لو گے اس وقت تک تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔“

ہرمزان کا حیلہ:

(یہ سن کر) اس نے برتن کو الٹ دیا۔ آپ نے فرمایا ”اسے دوبارہ (پانی) لا کر دو تا کہ اسے قتل اور پیاس (دو چیزوں) کی سزا نہ ملے“ وہ بولا: ”مجھے پانی پینے کی کوئی خواہش نہیں ہے بلکہ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ میں پناہ حاصل کروں۔“ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”میں تمہیں قتل کروں گا۔“

پناہ لینے کا حیلہ:

اس نے کہا "آپ نے مجھے پناہ دی ہے" آپ نے فرمایا "تم جھوٹ بول رہے ہو" اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے امیر المومنین! وہ سچ کہتا ہے آپ نے اسے پناہ دی ہے" آپ نے فرمایا "اے انس رضی اللہ عنہ! کیا میں مجراۃ بن ثور اور براء بن مالک کے قاتل کو پناہ دے سکتا ہوں؟ خدا کی قسم! تم ثبوت لاؤ۔ ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔" وہ بولے: "آپ نے فرمایا تھا تم پر کوئی حرج نہیں ہے جب تک کہ تم مجھ سے بات نہ کرو اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا جب تک کہ تم پانی نہ پیا لو" اس قول کی تائید ان لوگوں نے بھی کی جو آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے اس پر آپ ہر مزان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

ہر مزان کا مسلمان ہونا:

"تم نے مجھے فریب دیا ہے خدا کی قسم! میں صرف ایک مسلمان کے فریب میں آسکوں گا" اس پر وہ مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کا دو ہزار وظیفہ مقرر کیا اور اسے مدینہ منورہ میں آباد کیا۔

ترجمان:

ابن عیینہ کی روایت ہے کہ ہر مزان سے ملاقات کے دن اس کے ترجمان حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے تا آنکہ اصلی ترجمان آ گیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ تھوڑی بہت فارسی جانتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اس سے پوچھو تم کہاں کے رہنے والے ہو" حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے (فارسی میں) کہا "از کہ ام ارضی" (تم کون سی سرزمین کے ہو؟) اس نے کہا کہ "مہر جان کا ہوں" آپ نے فرمایا کہ "تم اپنا ثبوت لاؤ" وہ بولا:

زندہ کلام:

"کیا زندہ کلام بولوں یا مردہ کلام؟" آپ نے فرمایا "زندہ کلام" (کہو) اس پر اس نے کہا "آپ نے مجھے پناہ دی ہے" آپ نے فرمایا "تم نے مجھے دھوکا دیا ہے جنگ میں دھوکے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ خدا کی قسم! میں تمہیں پناہ نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ تم اسلام نہ لاؤ" اس وقت اسے یقین ہو گیا کہ یا تو قتل ہونا ہے یا اسلام ہے لہذا وہ مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کا دو ہزار وظیفہ مقرر کیا اور اسے مدینہ میں آباد کیا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

آپ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میں تمہیں اس میں ماہر نہیں دیکھتا ہوں جو شخص اس (زبان) کو اچھی طرح نہیں جانتا ہے وہ دھوکے میں آ جاتا ہے اور جو فریب میں آ جائے وہ مارا جاتا ہے تم اس سے بچو اور پرہیز کرو۔ کیونکہ یہ اعراب کو خراب کر دیتی ہے" اس کے بعد زید آئے تو انہوں نے گفتگو کی۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس (ہر مزان) کے قول کی ترجمانی کرتے تھے۔ اور ہر مزان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باتیں سمجھاتے تھے۔

عہد شکنی کی تحقیق:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "شاید مسلمان ذی افراد کو تکالیف پہنچاتے ہیں اور اس کی وجہ سے وہ تمہارے ساتھ عہد شکنی کرتے ہیں" وہ بولے جہاں تک ہمیں علم ہے ایٹھے عہد اور حسن سلوک ہوتا ہے۔ آپ نے

فرمایا: ”پھر اس قسم کے واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں؟“ اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکا۔ البتہ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے یہ کہا:

حضرت احنف رضی اللہ عنہ کی توضیح:

”اے امیر المؤمنین امیں (اس کا سبب) آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ آپ نے ہمیں (ان کے ملک میں پیش قدمی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے کہ ہم اپنے مفتوحہ علاقے کے اندر ہیں۔ حالانکہ ان کا بادشاہ ان کے ملک میں زندہ و سلامت موجود ہے اس وجہ سے جب تک ان کا بادشاہ زندہ رہے گا۔ وہ ہم سے جنگ کرتے رہیں گے۔ کیونکہ دو بادشاہ ایک جگہ اکٹھے نہیں رہ سکتے جب تک کہ وہ ایک دوسرے کو نہ نکال دے اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ اسی وجہ سے یہ واقعات رونما ہو رہے ہیں۔
بادشاہت ختم کرنے کی ضرورت:

یہ بادشاہی ہے جو انہیں (ننداری کے لیے) بھڑکا رہا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری ہے جب تک کہ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کے ملک میں گھس جائیں اس صورت میں ہم اس کی بادشاہت کا قارس سے خاتمہ کر سکتے ہیں۔ اور اے اس کے ملک سے نکال کر ان کی قومی عزت و وقار کو ختم کر سکتے ہیں۔ اس وقت اہل فارس کی توقعات منقطع ہو جائیں گی اور ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) فرمایا: ”تم سچ بات کہتے ہو اور تم نے معاملہ کی پوری تشریح و توضیح کی ہے۔“ پھر آپ نے ان کی ضرورتیں پوری کیں اور انہیں رخصت کیا۔

پیش قدمی کی اجازت:

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط موصول ہوا کہ اہل نہاد متجمع ہو رہے ہیں۔ اور اہل مہر جانتقدق اور اہل ابواز ہر حران کی رائے اور فیصلہ کو تسلیم کرنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ لہذا اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ایران کے علاقے میں گھس جانے اور پیش قدمی کرنے کی اجازت دے دی۔



باب ۵:

فتح سوس

سوس کی فتح کے بارے میں اہل ہیرت کا اختلاف ہے۔ مدائنی کہتا ہے:

”جب جلولاہ کی شکست خوردہ فوج یزدگرد کے پاس پہنچی۔ تو اس نے اپنے خاص لوگوں کو اور موہذ کو بولایا اور کہا: ”یہ فوج جس فوج سے مقابلہ کرتی ہے اسے شکست دیتی ہے تمہاری کیا رائے ہے؟“ موہذ بولا: ”ہماری رائے یہ ہے کہ آپ یہاں سے نکل کر اصطر میں قیام کریں کیونکہ وہ سلطنت کا مرکزی مقام ہے اور وہاں اپنے خزانے بھی لے جائیں اور وہاں سے فوج کو روانہ کریں۔“ بادشاہ نے اس کی رائے پر عمل کیا اور اصفہان چلا گیا اور اس نے سیاہ کو بلا کر اس کے ساتھ تین سو افراد بھیجے جن میں ستر عظیم افراد تھے بادشاہ نے اس کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر شہر سے جہاں اس کا گذر ہو جس کو چاہے منتخب کرے۔

کلبانیہ میں قیام:

سیاہ روانہ ہوا اور اس کے پیچھے یزدگرد بھی روانہ ہوا تا آنکہ وہ اصطر پہنچے اس وقت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جلولاہ کو محاصرہ کر رہے تھے اس وقت سیاہ کو سوس بھیجا گیا اور ہرمزان کو تسر کی طرف روانہ کیا گیا سیاہ کلبانیہ میں مقیم ہوا۔ اس وقت اہل سوس کو جلولاہ کی جنگ میں شکست کی خبر ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یزدگرد اصطر شکست کھا کر چلا گیا ہے ایسی صورت میں انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو صلح کی درخواست کی تو انہوں نے مصالحت کر لی اور وہ رامہرمز چلے گئے۔ سیاہ کلبانیہ میں مقیم رہے اسے مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کا معاملہ بہت دشوار معلوم ہوا۔ جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ تسر روانہ ہو گئے تو سیاہ وہاں سے منتقل ہوا اور رامہرمز اور تسر کے درمیان مقیم ہوا کہ حضرت عمار بن یاسر آئے۔

مسلمان ہونے کا ارادہ:

اسی وقت سیاہ نے ان سرداروں کو بلوایا جو اس کے ساتھ اصفہان سے روانہ ہوئے تھے اور ان سے کہا: ”تم جانتے ہو کہ ہم یہ گفتگو کرتے تھے کہ یہ قوم بہت بد بخت اور پریشان ہے مگر یہ لوگ عقیق رب اس سلطنت پر غالب آ جائیں گے۔ اور ان کے مویشی اصطر کے گھلوں اور کارخانوں میں لید کریں گے اور وہ اپنے گھوڑوں کو اسی کے درخت کے ساتھ باندھیں گے وہ ان علاقوں پر غالب آ گئے ہیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو جس لشکر سے مقابلہ کریں گے اس کو شکست دیں گے اور جس قلعہ کے پاس اتریں گے فتح کر کے چھوڑیں گے تم اپنے آپ اس معاملے پر غور کرو۔“

وہ بولے:

”ہماری وہی رائے ہے جو تمہاری رائے ہے۔“

وہ بولا:

”تم میں سے ہر ایک کو مع متعلقین میرا ساتھ دینا چاہیے۔ میری رائے یہ ہے کہ ان کا مذہب قبول کر لیں۔“

آشرکارانہوں نے شیرویہ کو اسرار و قوم کے پاس دس افراد کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف بھیجا کہ وہ چند شرطوں کے ساتھ اسلام قبول کرنے کے معاملہ کو طے کرانیں۔

شیرویہ کی شرائط:

شیرویہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا:

”ہم آپ کا مذہب قبول کرنے پر آمادہ ہیں اور اس شرط پر مسلمان ہوتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ مل کر اہل غم سے جنگ کریں مگر آپ کے ساتھ مل کر اہل عرب سے جنگ نہیں کریں گے اور اگر اہل عرب میں سے کوئی ہمارے ساتھ جنگ کرے تو آپ اس کے خلاف ہماری مدد کریں گے۔ ہم جہاں چاہیں گے رہیں گے آپ ہمیں بہترین عطیات دیں گے اور یہ معاہدہ وہ حاکم انجام دے گا جو آپ سے بڑا ہے۔“

مطالبات کی منظوری:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: ”تمہیں وہ حقوق حاصل ہوں گے جو ہمیں حاصل ہیں اور تمہارے بھی وہی فرائض ہوں گے جو ہمارے فرائض ہیں۔“ انہوں نے کہا: ”ہم اس پر رضامند نہیں ہیں۔“ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو ان کے بارے میں تحریر کیا تو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا: ”وہ جو مطالبہ کرتے ہیں اسے منظور کرلو“ اس پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے معاہدہ تحریر کیا اور وہ مسلمان ہو گئے وہ ان کے ساتھ حاصره میں شریک ہوئے۔ مگر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے ان میں سرگرمی اور جوش و خروش نہیں دیکھا۔ اس پر انہوں نے سیاہ سے کہا:

بہترین عطیات کا مطالبہ:

”تم اور تمہارے ساتھی ویسے ثابت نہیں ہوئے جیسا کہ ہم توقع رکھتے تھے“ وہ بولے ”ہم اس مذہب میں تمہاری طرح نہیں ہیں اور نہ ہماری عقل و بصیرت تمہاری طرح ہے اور نہ ہمارے پاس کوئی حرم ہے جس کی ہم حفاظت کریں نیز تم نے ہمیں بہترین عطیات نہیں دیئے ہیں ہمارے پاس تھکے روزا و سمان ہے اور تم مجھے ہو۔“

حضرت عمرؓ کا جواب:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو اس بارے میں لکھا تو انہوں نے جواب میں لکھا: ”تم ان کے بہادر ارادہ کار ناموں کے مطابق ان کے لیے بہترین وظائف مقرر کرو اور انہیں زیادہ سے زیادہ حصہ جو کسی اہل عرب کو دیا جاتا ہے عطا کرو۔ ان کے سوا افراد کو دو دو ہزار کے وظائف دو اور ان کے مندبہ ذیل چھ افراد میں سے ہر ایک کو ڈھائی ڈھائی ہزار کا عطیہ دو وہ اشخاص یہ ہیں: (۱) سیاہ (۲) خسرو جس کا لقب مظلوم ہے (۳) شہر یار (۴) شہر ویہ (۵) شیر ویہ (۶) افرادین۔“

سیاہ کا کارنامہ:

انہوں نے فارس کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا رات کے آخری حصے میں سیاہ چپکے سے قلعہ کے دروازہ کے قریب اہل غم کے لباس میں پہنچ گیا وہ اپنے کپڑوں پر خون چھڑک کر لٹ گیا۔

صبح کے وقت اہل قلعہ نے ان کے پاس اپنے لباس میں ایک آدمی کو بڑا ہوا دیکھا انہوں نے خیال کیا کہ کوئی انہی کا زخمی آدمی

ہے انہوں نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا تاکہ وہ داخل ہو جائے اس پر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ان سے جنگ کرنے لگا وہ قلعہ کے دروازے سے بھاگ گئے لہذا اس نے تنہا قلعہ کا دروازہ کھولا جس میں تمام مسلمان داخل ہو گئے۔

ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ کام سیاہ نے تیزی کی جنگ میں کیا انہوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تو خسرو قلعہ کی طرف گئی وہاں کوئی آدمی گفتگو کرنے کے لیے جھانکا تو خسرو نے ایک تیر چلا کر اسے مار ڈالا۔

دجال کی فتح کی روایت:

سیف کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو لے کر سوس کے قریب پہنچے اور مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کیا تو اس وقت ہرمزان کا بھائی شیر یاہل سوس کی قیادت کر رہا تھا انہوں نے کئی مرتبہ جنگ کی اور ہر موقع پر اہل سوس نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔ ایک دن ان کے راہبوں اور مذہبی پیشواؤں نے ان کو دیکھا تو (وہ مسلمانوں سے مخاطب ہو کر) کہنے لگے:

”اے اہل عرب! ہمارے اہل علم اور بزرگوں نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ سوس کو دجال یا ایسی قوم فتح کرے گی جس میں دجال شامل ہوگا اگر تمہارے اندر دجال ہے تو تم غریب اسے فتح کر لو گے اور اگر نہیں ہے تو ہمارے محاصرہ کا قصد نہ کرو۔“

حکام کے تادلے:

اتنے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی منتقلی بصرہ ہو گئی اور مقترب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بھائے جو سوس میں تھے۔ اہل بصرہ کے حاکم بنائے گئے اہل عجم نہادند میں جمع ہو گئے نعمان جو اہل کوفہ پر مقرر تھے وہ ابوہریرہ کے ساتھ سوس کا محاصرہ کر رہے تھے حضرت زراہل نہادند کا محاصرہ کر رہے تھے اس لیے اہل کوفہ کی فوج کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجے کا حکم دیا گیا کہ وہ نہادند پہنچ جائیں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نہادند جانے کے لیے تیار ہو گئے پھر جانے سے چند روز انہوں نے حملہ کیا تو وہی راہب اور مذہبی پیشوا آ کر کہنے لگے:

”اے عرب کی جماعت! تم حملہ کرنے کا ارادہ نہ کرو۔ کیونکہ اسے یا تو دجال فتح کرے گا یا وہ قوم فتح کرے گی جس کے ساتھ دجال ہوگا۔“

صاف کا حملہ:

وہ مسلمانوں پر چیخے اور چلائے۔ اس زمانے میں نعمان کے سواروں میں صاف بن صیاد تھا بہر حال مسلمان حملہ کرنے کے لیے تیار ہوئے اور کہنے لگے ”ہم جانے سے پہلے ان سے جنگ کریں گے“۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ابھی تک روانہ نہیں ہوئے تھے۔ صاف غیظ و غضب کی حالت میں سوس کے دروازے تک پہنچا اور اس کو لات مار کر کہنے لگا ”کھل جا“ اس وقت زنجیریں اور قفل ٹوٹ گئے اور دروازے ٹوٹ گئے اور مسلمان اس کے اندر داخل ہو گئے۔

اہل سوس کی مصالحت:

مشرکوں نے اسی وقت ہتھیار ڈال دیے اور صلح صلح پکارتے لگے اس وقت مسلمان بزرگ و شہسوار داخل ہو چکے تھے۔ اور مال غنیمت آپس میں تقسیم کر چکے تھے بہر حال جب اہل سوس نے مصالحت کی درخواست کی تو مصالحت قبول کی گئی اس کے بعد مسلمان وہاں سے روانہ ہو گئے۔

حضرت نعمان بن حارثہ کی واپسی:

حضرت نعمان بن حارثہ اہل کوفہ کو لے کر ابواز سے روانہ ہوئے تا آنکہ وہ ماہ کے مقام پر مقیم ہو گئے حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ نے مقرب جوڑا کو بھیجا تا کہ وہ حضرت زہر بن حارثہ کے ساتھ جندی ساہور میں مقیم ہو جائیں۔

حضرت نعمان بن حارثہ ماہ میں رہے تا آنکہ اہل کوفہ کا لشکر وہاں پہنچ گیا۔ پھر انہیں لے کر وہ نہادند پہنچ گئے جب فتح ہوئی تو صاف مدینہ لوٹ گیا۔ اور وہیں رہنے لگا اور مدینہ میں اس نے وفات پائی۔

حضرت دانیال رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

عطیہ کی روایت ہے کہ (فتح سوس کے بعد) حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا ”حضرت دانیال رضی اللہ عنہ بغیر کسی لاش اسی شہر میں ہے۔“ انہوں نے کہا: ”میں اس کا کوئی علم نہیں ہے۔“ اس طرح انہوں نے (ان کی لاش کو) انہیں کے قبضے میں رہنے دیا۔

حضرت دانیال رضی اللہ عنہ بخت شمر کے بعد قارص کے علاقے میں رہنے لگے تھے جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کسی کو اسلام کا پیرو نہیں پایا اس لیے انہوں نے اللہ کی کتاب کو ان کا فروں سے محفوظ و محترم رکھنا چاہا جو اس پر ایمان لائے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اسے اپنے پروردگار کے سپرد کر دیں اس لیے انہوں نے اپنے فرزند سے کہا: ”تم ساحل بھیر کی طرف جا کر یہ کتاب سمندر میں پھینک دو وہ لڑکا کتاب لے کر چلا اور اتنی دیر غائب رہا جتنی دیر آمد و رفت ہو سکتی تھی مگر کتاب کو محفوظ رکھا پھر آ کر اس نے کہا میں نے یہ کام کر دیا ہے آپ نے فرمایا جب یہ کتاب سمندر میں گری تو اس وقت سمندر پر کیا اثر ہوا وہ بولا میں نے کوئی بات مشاہدہ نہیں کی۔ اس پر آپ غضب ناک ہوئے اور فرمانے لگے: ”خدا کی قسم تم نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی“ اس پر وہ لڑکا پھر نکلا اور پہلے کی طرح آ کر کھینے لگا۔ ”میں نے یہ کام کر دیا ہے“ آپ نے فرمایا ”جب سمندر میں یہ کتاب گری تو سمندر کی کیا کیفیت ہوئی؟ وہ بولا سمندر میں لہریں اٹھیں اور ظالم پر پا ہو گیا اس پر وہ پہلے سے زیادہ غضب ناک ہوئے اور کہنے لگے ”میں نے جو حکم دیا غاتم نے اس کی تعمیل نہیں کی۔“

کتاب اللہ کی حفاظت:

تیسری مرتبہ ان کے فرزند نے اسے بچھ سمندر میں پھینکنے کا عزم مصمم کیا اور وہ سمندر کے ساحل پر پہنچا اور اس سمندر میں اس نے کتاب پھینک دی (اس کے نتیجے میں) فوراً سمندر زمین سے الگ ہو گیا اور زمین نمودار ہو گئی۔ زمین پھٹ کر اس میں سے نوری نمودار ہوئی وہ کتاب اس نور میں گر گئی پھر زمین درست ہو گئی اور اس میں پانی شامل ہو گیا جب تیسری مرتبہ وہ واپس آیا تو حضرت نبیال رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا تو اس نے تمام کیفیت بیان کی اس وقت وہ فرمانے لگے: ”اب تم نے بچ بات کہی ہے۔“ اس کے بعد وہ اس میں وفات پا گئے۔ تاہم ان کے جسد مبارک کے ذریعے بارش طلب کی جانے لگی تھی۔

جب مسلمانوں نے سوس کو فتح کیا۔ تو وہ آپ کے (جسد مبارک) کو لائے آپ نے اسے ان کے پاس ہی رہنے دیا۔

سد مبارک کی تدفین:

جب حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ وہاں سے الگ ہو کر جندی ساہور چلے گئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سوس آئے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ (ان کے جسد مبارک کو) دفن کر دیا جائے چنانچہ سے کفن دیا گیا اور مسلمانوں نے اسے دفن کر دیا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا:

”کہ ان کی ایک انگوٹھی تھی جو ان کے پاس ہے انہوں نے جواب میں تحریر کیا کہ وہ اس کو مہر کے لیے استعمال کریں۔“

اہل جندی ساہور کی مصالحت

سیف کی روایت ہے کہ ۷۱ھ میں اہل جندی ساہور سے مسلمانوں نے مصالحت کی۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب حضرت ابوبکر و عمرؓ سوس کی فتح سے فارغ ہوئے تو وہ اپنی فوجوں کو لے کر وہاں سے روانہ ہوئے اور جندی ساہور کے قریب پہنچے وہاں حضرت زرار بن عبد اللہ بن کلیب ان کا محاصرہ کر رہے تھے حضرت ابوبکر و عمرؓ بھی (اپنے لشکر کے ساتھ) وہاں مقیم ہو گئے اور صبح و شام ان سے جنگ ہوتی رہی اور محاصرہ ہوتا رہا۔ تا آنکہ مسلمانوں کے لشکر میں سے کسی نے ان کو پناہ دے دی جس کی اطلاع تیر پھینک کر دی گئی تھی (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) مسلمانوں نے اچانک یہ دیکھا کہ شہر کے دروازے کھل گئے ہیں اور لوگ باہر نکل آئے ہیں۔ اس پر مسلمانوں نے پیغام بھیجا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ وہ بولے:

پیغام امن:

”آپ لوگوں نے تیر اندازی کے ذریعے ہمیں امن و امان کا پیغام دیا ہے۔ جسے ہم نے قبول کر لیا ہے ہم جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں بشرطیکہ آپ ہماری حفاظت کریں۔“ مسلمانوں نے کہا: ”ہم نے ایسا کوئی پیغام نہیں دیا ہے“ وہ بولے: ”ہم جھوٹ نہیں بول رہے ہیں“ آخر کار مسلمانوں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ایک غلام نے جو یہاں کا باشندہ تھا اور جس کا نام ملک تھا انہیں امن و امان کا پیغام لکھ کر بھیجا تھا۔ مسلمانوں نے کہا: ”وہ تو غلام ہے“ وہ بولے: ”ہم اپنے آزاد اور غلام کے درمیان تفریق نہیں سمجھتے ہیں ہمارے پاس امن و امان کا پیغام آیا ہم نے اسے قبول کر لیا ہے۔ اور اس پر قائم ہیں اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی ہے اگر تمہاری مرضی ہے تو غداری کرو۔“

غلام کی بات کی منظوری:

مسلمانوں نے اس معاملے میں توقف کیا اور حضرت عمرؓ کو صورت حال سے مطلع کیا انہوں نے یہ تحریر کیا:

”اللہ نے ایسے عہد کو بہت اہمیت دی ہے تم اس وقت تک باوقاف نہیں بن سکتے جب تک کہ تم ایسے عہد نہ کرو۔ تم انہیں مصالحت کی اجازت دے دو۔ اور ان کے معاہدہ پر قائم رہو اور وہاں سے لوٹ آؤ۔“

پیش قدمی کی اجازت:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ۷۱ھ میں مسلمانوں کو قارس کے شہروں کی طرف پیش قدمی کی اجازت دے دی تھی۔ آپ نے یہ فیصلہ حضرت اخنق بن قیسؓ کے مشورہ پر کیا تھا کیونکہ آپ ان کی صداقت اور فضیلت سے واقف تھے۔

سہ سالاروں کا تقرر:

حضرت عمرؓ نے الگ الگ لشکر اور سہ سالار مقرر کر دیے تھے اہل بصرہ کے سہ سالار چارگانہ تھے اور اہل کوفہ کے

سید سار اور دوسرے تھے اور ان لوگوں کو اپنے احکام سے مطلع کر دیا تھا۔ انہیں ۱۷ھ میں پیش قدمی کا حکم دیا گیا تھا۔ مروہ ۱۸ھ میں آگے روانہ ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ بصرہ سے روانہ ہو کر بصرہ کی آخری عسکری داری تک پہنچ جائیں اور وہاں تا حکم ثانی مقیم رہیں۔

سید سالاروں کے مقامات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سید سالاروں کے علم حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیے وہ ان جھنڈوں کو لے کر آئے انہوں نے خراسان کی جنگ کا جھنڈا حضرت اخف بن قیس کو دیا اور ارد شیر خرہ اور ساہور (کی جنگ) کا جھنڈا حضرت جاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اسطر (کی جنگ) کا جھنڈا حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اور قسواء اور درابجرد (کی جنگ) کا علم حضرت ساریہ بن زبیم کنانی کو دیا کرمان کی جنگ کا علم حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور جستان (کی جنگ) کا علم حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا حضرت عاصم رضی اللہ عنہ صحابی تھے مکران کا علم حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ملا۔

سال روانگی:

یہ لوگ ۱۷ھ میں روانہ ہو گئے تھے مکران (مذکورہ بالا) علاقوں تک پہنچنے کے لیے وہ صف آرائی کرتے رہے تا آنکہ جب وہ مکمل طور پر روانہ ہوئے تو اس وقت ۱۸ھ ہجری کا سال شروع ہو گیا تھا۔

ان کے معاونین:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان (سید سالاروں) کی امداد کے لیے (نامور) اہل کوفہ کو بھیجا۔ چنانچہ حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کی امداد کے لیے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن قتبان رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور حضرت اخف بن قیس رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے حضرت خاتمہ بن نصر رضی اللہ عنہ کا تقرر کیا نیز عبداللہ بن ابی عقیل رضی اللہ عنہ بنی عامر اور ابن ام غزل کو بھی بھیجا حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے عبداللہ بن عمیر اشجعی کو روانہ فرمایا۔ حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے شہاب بن مخارق مازنی کا تقرر فرمایا۔ بعض (مؤرخین) کا قول ہے کہ سوس راہمہر کی فتح اور تسرے ہرمزان کی واپسی ۲۰ھ میں ہوئی۔

اس سال کے حکام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے ۱۷ھ میں بھی مسلمانوں کے ساتھ حج کیا اس وقت مکہ معظمہ کے حاکم قتیبہ بن اسید رضی اللہ عنہ تھے یمن کے حاکم یعلیٰ بن امیہ تھے یمامہ اور بحرین کے حاکم حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ عمان کے حاکم حذیفہ بن محسن رضی اللہ عنہ تھے شام کے حکام وہ تھے جن کے اسمائے گرامی پہلے مذکور ہوئے ہیں کوفہ اور اس کے علاقے کے حاکم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے اس کے قاضی ابوقرہ تھے بصرہ اور اس کے علاقے کے حاکم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ گزشتہ (صفحات) میں اس کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ وہ وہاں سے معزول کیے گئے تھے اور اس وقت کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جب وہ دوبارہ (بصرہ کے) حاکم بن کر آئے وہاں کے قاضی ابومریم نخعی تھے جزیرہ اور موصل کے حکام کا پہلے ذکر آچکا ہے۔



۱۸ھ کے واقعات

ابو جعفر طبری تحریر کرتے ہیں کہ اس سال مسلمانوں کو سخت قحط اور خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا اسی وجہ سے اس سال کو عام المرہ وہ کہا جاتا ہے۔

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ۱۸ھ میں قحط سالی اور عمواس کا طاعون نمودار ہوا اس طرح اس سال بہت لوگ ہلاک و فناء ہوئے۔ ابو معشر بھی یہی بیان کرتے ہیں کہ ۱۸ھ میں قحط سالی اور عمواس کا طاعون آیا۔ شرابیوں کے بارے میں حکم:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا: ”چند مسلمانوں نے شراب پی ہے جن میں ضرار اور ابو جندل بھی ہیں ہم نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے اس کی تاویل کی اور کہا: ہمیں اختیار دیا گیا ہے تو ہم نے اسے اختیار کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْهُمْ مَالٌ فَلاَ تَكُنْ مِنْهُمْ﴾ ”کیا تم باز آنے والے ہو؟“ (وہ کہتے ہیں) ”اس میں عزم مصمم (پختہ ممانعت) نہیں ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جواب میں) یہ تحریر فرمایا:

” (مذکورہ بالا آیت) ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم (شراب پینے سے) باز آ جاؤ۔“ اسی کوڑے:

اس پر مسلمان جمع ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انہیں اسی کوڑے مارے جائیں اور جو کوئی اس قسم کی تاویل کرے اور منکر ہو تو اسے قتل کر دیا جائے اس معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر فرمایا:

”تم ان شرابیوں کو بلاؤ اگر ان کا یہ عقیدہ ہے کہ شراب حلال ہے تو انہیں قتل کر دو اور اگر وہ یہ مانتے ہیں کہ یہ حرام ہے تو انہیں اسی کوڑے مارو۔“

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا بھیجا اور ان سے لوگوں کے سامنے پوچھا تو انہوں نے کہا: ”یہ حرام ہے۔“ اس پر ان میں سے ہر ایک کو اسی کوڑے مارے گئے۔ اور وہ اپنے اصرار پر بہت پشیمان ہوئے آپ نے ان سے کہا:

”اے اہل شام! تمہارے ملک میں بہت بڑا حادثہ نمودار ہوگا۔“ چنانچہ رماہ کا قحط نمودار ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ضرار رضی اللہ عنہ اور ابو جندل رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط موصول ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس کا جواب تحریر کیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ ”وہ انہیں سب مسلمانوں کے

سامنے بواٹیں اور پوچھیں کہ آیا شراب حلال ہے یا حرام۔ اگر وہ کہیں ”حرام“ ہے تو انہیں اسی کوڑے مارو اور ان سے توپہ کرواؤ اور اگر وہ کہیں کہ شراب حلال ہے تو ان کی گردنیں مارو۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا اور ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا ”شراب حرام ہے“ اس پر ان کو کوڑے کی سزا دی۔

مجرموں کی پشیمانی:

وہ لوگ اس قدر شرمندہ ہوئے کہ وہ گھروں میں بیٹھ گئے (باہر نہیں نکلتے تھے) بلکہ ابو جندل رضی اللہ عنہ کے دل میں بہت سے دوسرے اور شکوک پیدا ہو گئے۔ اس پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

”ابو جندل کے دل میں بہت سے توہمات و شکوک پیدا ہو گئے ہیں اللہ آپ ہی کے ذریعے اس کے دل سے یہ اوبام و شکوک نکال سکتا ہے آپ اسے خط لکھیے اور وعظ و نصیحت کیجیے۔“

شرابیوں کو نصیحت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر فرمایا:

”یہ حقیقت ہے کہ اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا ہے کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اس کے علاوہ دوسرے (گناہوں) کو جس کے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ تم توپہ کرو اور اپنا سر اٹھا کر باہر نکلو اور (اللہ کی رحمت سے) مایوس مت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو جاؤ کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہی بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

سکون قلب:

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھ کر سنایا تو اس کے دل میں سکون ہوا اور اس کی بے چینی دور ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرے لوگوں کو بھی اسی قسم کے خطوط لکھے (ان کی بدولت) وہ گھر سے باہر نکلنے لگے آپ نے عام مسلمانوں کو یہ لکھا:

”تم اپنے آپے میں رہو جو تہذیبی اور اصلاح کا مستحق ہو اور اس کی اصلاح کرو مگر کسی کو بدنام نہ کرو ورنہ یہ مصیبت پھیل جائے گی۔ عطا نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے مگر انہوں نے یہ بیان نہیں کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو یہ لکھا کہ وہ کسی کو بدنام نہ کریں۔“ مزید روایت یہ ہے:

جہاد کی درخواست:

ان لوگوں نے یہ کہا اہل روم نے جنگ شروع کر رکھی ہے آپ ہمیں ان سے جہاد کرنے کی اجازت دیں اگر اللہ نے ہماری قسمت میں شہادت لکھی ہے تو یہ عین مراد ہے ورنہ آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق عمل کریں۔ چنانچہ اس کے بعد ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ شہید ہو گئے اور دوسرے زندہ رہے ان پر حد شرعی جاری کی گئی۔

قسط سالی:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ اور اطراف مدینہ میں قسط پڑا جب ہوا چلتی تھی تو

راہ کی طرح مٹی اڑتی تھی اس وجہ سے یہ سال عام الرماہ (راکھ کا سال) کہلایا جائے گا اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ کبھی دودھ اور گوشت کا ذائقہ اس وقت تک نہیں چکھیں گے جب تک کہ عام مسلمان پہلی بارش سے فیش نہ ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایشار:

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی حالت پر رہے تا آنکہ لوگ پہلی بارش سے فیشیاب ہوئے اس سے میں بازار میں کھی کا چپا اور دودھ کا مشکیزہ آیا جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نالام نے چالیں (درہم) میں خرید لیا پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر پہنچے لگا اسے امیر المومنین! اللہ نے آپ کی قسم پوری کی اور آپ کو بڑا اجر دیا بازار میں دودھ کا مشکیزہ اور کھی کا چپا آ گیا ہے اور میں نے اسے چالیں (درہم) میں خرید لیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے ان دونوں چیزوں کو گراں خرید لیا انہیں خیرات کر دو۔ کیونکہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں اسراف کے ساتھ کھاؤں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزید یہ فرمایا مجھے رعایا کا حال کیسے معلوم ہوگا اگر مجھے وہ تکلیف نہ پہنچے جو تکلیف انہیں پہنچ رہی ہے۔

شدیدہ قحط:

عبدالرحمن بن کعب بن مالک روایت کرتے ہیں کہ ۷ھ کا آغرا اور ۸ھ کا آغاز تھا جب رماہ کا قحط رونما ہوا تو اس وقت اور اس کے اطراف کے لوگوں کو بھوک نے ہلاک کر دیا تھا۔ اور یہ حالت ہو گئی تھی کہ وحشی جانور انسان کے پاس پناہ لینے آتے تھے اور اس وقت یہ حال تھا کہ ایک آدمی جب بکری کو ذبح کیا کرتا تھا تو وہ اس قدر خشک اور بدبودار نکلتی تھی کہ اس سے کراہیت آنے لگتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا قاصد:

اس وقت اہل مدینہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیگر شہروں سے منقطع ہو کر محاصرہ جیسی حالت میں تھے۔ تا آنکہ بلال بن عمارؓ مثنیٰ آیا اور اس نے ان الفاظ میں آپ سے اجازت طلب کی۔ میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں اور رسول اللہ ﷺ آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

”میں نے تمہیں دانشمند دیکھا ہے تمہارے پاس ایک آدمی بھی موجود ہے تمہارا یہ حال کیوں ہو گیا ہے؟“۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

تم نے یہ خواب کب دیکھا وہ بلاگزشتہ رات کو اس پر آپ نکلے اور لوگوں سے اعلان کر لیا کہ نماز ہونے والی ہے آپ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھا ئی۔ اور فرمایا:

”اے لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ آیا تم نے میرے کاموں سے بہتر کوئی بات ملاحظہ کی ہے۔“ وہ بولے: ”نہیں۔“

اس پر آپ نے فرمایا:

”بلال بن عمارؓ اس طرح بیان کرتا ہے۔“ لوگ کہنے لگے: ”وہ صحیح کہتا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں اور مسلمانوں کے لیے بھی دعا مانگیں۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نماز استسقاء:

اللہ! برائے مصیبت کا زمانہ ختم ہو گیا اور وہ دور ہو گئی۔ جس قوم کو دعائے تکلی کی اجازت دی جائے اس کی مصیبت دور ہو جاتی ہے۔ آپ نے شیروں کے دکام کے نام تحریر کیا: ”تم لوگ اہل مدینہ اور اس کے ارد گرد کے لوگوں کے لیے نماز استسقاء پڑھو کیونکہ وہ اپنی مصیبت کی انتہا تک پہنچ گئے ہیں۔“

آپ نے نماز استسقاء کے لیے مسلمانوں کو باہر (میدان میں) جمع کیا آپ پاچادہ حضرت عباسؓ کا چوڑا کولے کر آئے آپ نے مختصر خطبہ پڑھا۔ پھر آپ نے نماز استسقاء پڑھائی پھر روانہ ہو کر آپ نے یہ دعا مانگی:

اللهم ایاک نعبدو ایاک نستعین اللهم اغفر لنا و ارحمنا و ارض عنا.

”اے میرے اللہ! ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں اے میرے اللہ! تو ہمیں معاف کر۔ ہم پر رحم کر اور ہم سے راضی ہو جا۔“

جب آپ واپس جانے لگے تو ابھی گھر نہیں پہنچتے پائے تھے کہ (بارش کی کثرت کی وجہ سے) میدان تالاب بن گئے۔

دوسری روایت:

عاصم بن عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں۔ ”ایک سال حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں قحط سانی ہوئی مال مویشی سب لاغر ہو گئے قبیلہ مدینہ کے گھروالوں نے جو صحرا نشین تھے اپنے گھروالوں سے کہا: ”ہم تباہ ہو گئے ہیں ہمارے لیے ایک بکری ذبح کرو۔“ وہ بولا: ”ان میں کچھ باقی نہیں رہا ہے جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو اس نے ان کے لیے ایک بکری ذبح کی جب اس کی کھال اتاری گئی۔ تو وہ سرخ ہڈیوں کا ڈھانچہ نکلی اس وقت اس نے ”یا محمد! لعنہ بلند کیا اس کے بعد اس نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لاکر فرمانے لگے۔

حضرت عمرؓ کو پیغام نبوی:

تمہیں بارش کی خوشخبری ہو تم حضرت عمرؓ کے پاس جاؤ اور انہیں میری طرف سے سلام پہنچا کر کہو: ”میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم عہد و بیان کو پورا کرنے میں بہت مستحکم ہو اے عمر! تم دانش مندی کا طریقہ اختیار کرو۔“

(یہ خواب دیکھ کر) وہ شخص حضرت عمرؓ کے دروازے پر پہنچا اور ان کے غلام سے یہ کہا ”تم رسول اللہ ﷺ کے قاصد کے لیے اجازت طلب کرو۔“

اس نے آ کر حضرت عمرؓ کو اس بات کی اطلاع دی وہ گھبرا کر پوچھنے لگے: ”کیا تم نے اس کے اندر ظلم دماغ پایا ہے۔“ غلام نے کہا: ”نہیں“ اس پر آپ نے فرمایا: ”اسے اندر بھیجو“ جب وہ داخل ہوا تو اس نے تمام حال بتایا۔ آپ نے نکل کر مسلمانوں میں اعلان کرایا۔ پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا:

استسقاء میں تاخیر:

میں تمہیں اس خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں ”کیا تم نے میرے اندر کوئی ناپسندیدہ بات دیکھی“ لوگوں نے کہا: ”ہرگز نہیں“ پھر انہوں نے پوچھا ”آپ یہ کیوں دریافت کر رہے ہیں۔“ اس پر آپ نے انہیں تمام واقعہ بتایا جسے وہ لوگ سمجھ گئے مگر آپ

نہیں سمجھ سکے وہ بولے آنحضرت ﷺ نے نماز استسقاء کی طرف اشارہ کیا ہے آپ ہمیں نماز استسقاء پڑھائیے، لہذا آپ نے دو مختصر رکعتیں پڑھیں اور یہ دعا مانگی:

وَعَا:

اللہم عجزت عنا انصارنا و عجز عنا حولنا و قوتنا و عجزت عنا انفسا و لا حول و لا قوۃ
الابلک اللہم فاسقنا و احی العباد و البلاد.

”اے اللہ! ہمارے مددگار! ہم عاجز ہو گئے ہیں اور ہماری قوت و طاقت ناکام ہو گئی ہے اور خود ہم عاجز ہو گئے طاقت و قوت تیرے ہی اختیار میں ہے اے اللہ! تو ہمیں سیراب کر اور بندوں اور شہروں کو زندگی سے فیض یاب کر۔“

غلہ کی امداد:

رجاء کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی شہروں کے حکام کو لکھا کہ وہ اہل مدینہ اور اس کے ارد گرد کے علاقوں کی امداد کریں چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ چار ہزار اونٹوں پر غلہ لاد کر لائے۔ آپ نے انہی کو اس کام پر مقرر فرمایا کہ وہ اہل مدینہ اور اس کے ارد گرد کے لوگوں میں تقسیم کریں۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہو گئے اور واپس جانے لگے تو آپ نے انہیں چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا انہوں نے فرمایا: ”مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اے امیر المومنین! میں نے اللہ کی رضامندی طلب کی تھی۔ آپ مجھے (مال) دنیا میں جتنا نہ کریں۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم اسے قبول کر لو چونکہ تم نے اسے طلب نہیں کیا تھا اس لیے لینے میں کوئی حرج نہیں۔“ انہوں نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا: ”تم اسے قبول کر لو کیونکہ ایسا کام رسول اللہ ﷺ نے بھی میرے لیے مقرر فرمایا تھا اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے بھی یہی ارشاد فرمایا تھا جو میں نے کہا ہے اور اس موقع پر میں نے بھی آپ کی خدمت میں وہی عرض کیا تھا جو تم کہتے ہو اس کے باوجود آپ نے وہ رقم حطاف فرمائی۔“ اس پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے وہ رقم قبول کر لی اور اپنی عمل داری کی طرف چلے گئے۔

بعد ازاں مسلمانوں نے لگاتار (امداد) بھیجی اور اس سے اہل حجاز خوش حال ہو گئے اور پہلی بارش کے بعد ان کا علاقہ سرسبز و

شاداب ہو گیا۔

بحری راستہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر کیا ”رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے زمانے میں شامی سمندر (بحیرہ قلزم) کو کھود کر بحر مغرب کے ساتھ ملا دیا گیا تھا مگر درمیوں اور خلیوں نے اس راستے کو بند کر دیا اگر آپ چاہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں غلہ کا بھادو مصر میں غلہ کے بھادو کے مطابق رہے تو میں نہر کھود کر اس پر پل بنوانے کی اجازت چاہتا ہوں۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تحریر فرمایا: ”تم یہ کام جلد انجام دو۔“

اہل مصر نے ان سے کہا ”تمہارا اخراج کافی ہے اور اس کی وجہ سے تمہارا امیر تم سے خوش ہے اگر یہ کام مکمل ہو جائے تو خوار کم ہو جائے گا۔“

اس پر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر کیا کہ اس کام سے مصر کا خراج کم ہو جائے گا۔ اور اس کی ویرانی ہوگی۔ اس سے

جواب میں حضرت عمرؓ نے تحریر فرمایا: ”تم یہ کام بہت جلد انجام دو۔ اگر مدینہ کی آبادی اور اس کی ترقی میں مصر کا نقصان ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔“

خلد کی ارزانی:

چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے بحیرہ قلزم کا یہ کام مکمل کیا اور اس کے نتیجے میں نہ صرف مدینہ منورہ کے بعد مصر کے مدینہ کی طرح ہو گئے بلکہ اس کے ذریعے مصر کی خوش حالی میں اور ترقی ہوئی گئی۔ اہل مدینہ نے رماہہ کی قسط سالی کے بعد پھر قسط نہیں دیکھا۔ البتہ جب حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی تو یہ بحری راستہ مسدود ہو گیا۔
دیگر فتوحات:

ابو جعفر طبری کہتے ہیں کہ ”واقعی کا قول ہے کہ رقدہ اور رہا اور حران حضرت عیاض بن غنمؓ کے ہاتھوں اسی سال ۱۸ھ میں مفتوح ہوئے اور اسی سال حضرت عبید بن سعدؓ کے ہاتھوں مین الوردہ فتح ہوا۔ (میں نے گذشتہ صفحات میں اس کی مخالفت روایت بیان کر دی ہے)

مستشرق واقعات:

میں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مقام (حرم) کو اسی سال (۱۸ھ) میں ماہ ذوالحجہ میں موجودہ مقام پر منتقل کیا تھا اس سے پہلے یہ خانہ کعبہ کے متصل تھا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عمواس کے طاعون میں بھیجیں ہزار افراد فوت ہوئے۔
ابو جعفر طبری مزید فرماتے ہیں کہ بقول بعض اس سال حضرت عمرؓ نے شرح بن حارث الکندی کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا اور بصرہ کا قاضی کعب بن اسود ازدی کو مقرر فرمایا اور اس سال بھی آپ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا آپ کے حکام اس سال وہی تھے جو ۱۷ھ میں مقرر تھے۔



۱۹ھ کے واقعات

ابومعشر کی روایت ہے کہ جلولاہ کی فتح حضرت سعدؓ کے ہاتھوں ۱۹ھ میں ہوئی واقدی کا قول بھی یہی ہے محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جریرہ رہا کوثران اس الامین اور نصیبین کی فتوحات ۱۹ھ میں ہوئیں۔

ابوجعفر طبری کہتے ہیں: ”ہم نے اس کے مخالف قول کا اس سے پہلے تذکرہ کر دیا تھا۔ ابومعشر کی روایت ہے کہ فتح قیساریہ ۱۹ھ میں ہوئی اس کے امیر معاویہ بن سفیانؓ جہنم تھے واقدی بھی اس قول میں ابومعشر کے ہموا ہیں۔ البتہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ لہسین سے فتح قیساریہ ہرقل کا فرار اور فتح مصر کے واقعات ۲۰ھ میں رونما ہوئے۔

سیف کی روایت ہے کہ یہ واقعات ۱۶ھ میں ہوئے۔ فتح قیساریہ کا واقعہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے البتہ فتح مصر کے واقعات مخالف اور موافق راویوں کے قول کے مطابق ۲۰ھ میں بیان کیے جائیں گے۔

واقدی کے بیانات:

ابوجعفر طبری کہتے ہیں ”اس سال یعنی ۱۹ھ میں مدینہ کے بیرونی علاقے میں آگ بھڑک اٹھی جیسا کہ واقدی نے بیان کیا ہے حضرت عمرؓ نے وہاں مردوں کو لے جانے کا ارادہ کیا پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ صدقہ ادا کریں اس کی وجہ سے آگ بجھ گئی۔

واقدی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مدائن اور جلولاہ کے شہر اس سال فتح ہوئے جن لوگوں نے اس سے اختلاف کیا ہے ان کی روایت ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔

اس سال بھی حضرت عمر بن الخطابؓ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا ان کے حکام اور قاضی اسلامی شہروں میں وہی تھے جو ۱۸ھ میں مقرر تھے۔



باب ۶

۲۰ھ کے واقعات

محمد بن اسحاق اور ابو معشر کی روایت کے مطابق فتح مصر ۲۰ھ میں ہوئی اس کے سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔
(اسکندر یہ کی فتح کے سن میں اختلاف ہے) ابو معشر کا قول ہے کہ اسکندر یہ ۲۵ھ میں مفتوح ہوئے واندی نے روایت ابن سعد بیان کیا ہے کہ مصر و اسکندر یہ ۲۰ھ میں مفتوح ہوئے۔ سیف کی روایت ہے کہ مصر اور اسکندر یہ ۱۶ھ میں مفتوح ہوئے۔

فتح مصر و اسکندر یہ

ہم نے مصر و اسکندر یہ کی فتح کے سال میں اہل بیرو تاریخ کا اختلاف ابھی بیان کیا ہے اب ہم ان کی فتح کے واقعات بیان کرتے ہیں اس کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

محمد بن اسحاق کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی تمام فتوحات سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ وہ اپنی فوجیں لے کر مصر کی طرف روانہ ہو جائیں چنانچہ انہوں نے فوج کشی کی اور ۲۰ھ میں (پہلے) باب الیون فتح کیا۔

فتح اسکندر یہ میں اختلاف:

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں "فتح اسکندر یہ میں اختلاف ہے بعض (مؤرخین) بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلافت کے دوسرے سال ۲۵ھ میں فتح ہوا اور اس کے سپہ سالار بھی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔

زیاد بن جزیہ زبیری بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے جب مصر اور اسکندر یہ دونوں مفتوح ہوئے۔ وہ کہتے ہیں "ہم نے اسکندر یہ کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۲۱ھ یا ۲۲ھ میں فتح کیا۔

جب ہم نے باب الیون کو فتح کیا تو ہمارے اور اسکندر یہ کے درمیان کے دیہات ایک ایک گاؤں کر کے مطیع ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم ایک ساحلی دیہات کے ایک گاؤں بابلیہ تک پہنچ گئے جسے قرینہ الریش بھی کہا جاتا ہے اس وقت ہمارے جنگی قیدی مکہ مدینہ اور یمن تک پہنچ گئے تھے۔

صلح کا بیغام:

جب ہم بابلیہ پہنچے تو اس وقت اسکندر، یہ کے حاکم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام بھیجا:

"اے اقوام عرب! میں تم سے زیادہ قابلِ غرّت قوموں یعنی اہل قارس و روم کو جزیہ ادا کرتا تھا۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ آپ میرے علاقے کے جنگی قیدیوں کو لوٹا دیں۔"

پیغام کا جواب:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ جواب دیا:

”میرے ملاوہ بھی ایک بڑا ساکم ہے جس کی مرضی کے بغیر میں کوئی کام نہیں کر سکتا۔ میں تم نے جو پیش کش کی ہے میں اس کے بارے میں انہیں تحریر کر رہا ہوں اگر انہوں نے منظور کر لیا تو میں بھی منظور کر لوں گا اور اگر اس کے علاوہ انہوں نے ختم دیا تو میں اس حکم کی تعمیل کروں گا اس وقت تک تم بھی توقف کرو اور میں بھی انتظار کروں گا۔“

اس حاکم نے یہ بات مان لی اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہم لوگوں سے کوئی تحریر جو وہ لکھتے تھے پوشیدہ نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے انہوں نے حاکم اسکندریہ کے خط کا تذکرہ بھی کیا۔ اس وقت ہمارے پاس بتایا جگلی قیدی بھی تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب خط کے انتظار میں ہم موضع بابیہ میں غمرہ رہے تا آنکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب آ گیا جسے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ہمیں پڑھ کر سنایا وہ یہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب:

”مجھے تمہارا خط موصول ہوا جس میں تم نے یہ تحریر کیا ہے کہ حاکم اسکندریہ نے جزیہ ادا کرنا قبول کر لیا ہے۔ بشرطیکہ تم اس کے علاقے کے جگلی قیدیوں کو نوادہ حقیقت ہے کہ جزیہ وہ مستقل آمدنی ہے جو ہمارے لیے اور ہمارے بعد کے آنے والے مسلمانوں کے کام میں آ سکتی ہے یہ چیز مجھے اس مال قیمت سے زیادہ پسند ہے جو تقسیم کر دیا جاتا ہے پھر وہ مال ختم ہو جاتا ہے۔

تم حاکم اسکندریہ کے سامنے یہ تجویز رکھو وہ جزیہ ادا کرے مگر جو جگلی قیدی تمہارے قبضے میں ہیں انہیں اختیار دیا جائے گا۔ کہ وہ اسلام قبول کریں یا اپنی قوم کے مذہب کو برقرار رکھیں جو مسلمان ہو جائے گا وہ مسلمانوں میں شامل ہوگا اس کے حقوق و فرائض انہی جیسے ہوں گے مگر جو اپنی قوم کے مذہب پر برقرار رہے گا اس پر وہی جزیہ مقرر کیا جائے گا جو اس کے ہم مذہبوں پر برقرار ہوگا۔

البتہ وہ جگلی قیدی جو سرزمین عرب میں پہنچ گئے ہیں اور مدینہ اور نین کے علاقوں میں جا کر الگ الگ ہو گئے ہیں ان کو واپس کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے اس لیے ہم ایسے معاملے پر مصالحت نہیں کریں گے جس کو ہم پرانہ کر سکیں۔

مذہبی آزادی:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حاکم اسکندریہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کے مضمون سے مطلع کیا اس نے یہ تجاویز تسلیم کر لیں لہذا جو جگلی قیدی ہمارے قبضے میں تھے ہم نے انہیں اکٹھا کر لیا اور وہیں تمام عیسائی افراد جمع ہو گئے ہم ان میں سے ایک ایک آدمی کو لاتے تھے اور اسے اسلام اور عیسائیت میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرنے کی اجازت دیتے تھے جب کوئی اسلام قبول کرتا تھا تو اس وقت ہم ایسا نعرہ بگیر بلند کرتے تھے جو اس نعرہ سے زیادہ زوردار ہوتا تھا جب کہ ہم کوئی گاؤں فتح کرتے تھے (اسلام قبول کرنے کے بعد) ہم اسے اپنے حلقے میں شامل کر لیتے تھے۔ جب کوئی عیسائیت کو ترجیح دیتا تھا تو عیسائی بہت فخر کرتے تھے اور انہیں اپنے حلقے میں شامل کر لیتے تھے۔ اور ہم اسی وقت اس پر جزیہ عائد کر دیتے تھے تاہم اس موقع پر میں بہت رنج ہوتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ہمارا کوئی آدمی نکل کر ان کی طرف چلا گیا ہو۔

ابو مریم کا اسلام:

بہر حال یہ طریقہ جاری رہا تا آنکہ ہم ان سے فارغ ہو گئے اس مسئلے میں جو افراد (مسلمان ہو کر) ہماری طرف آ گئے تھے ان میں ابو مریم عبداللہ بن عبدالرحمن بھی شامل تھے جب ہم نے کھڑا کر کے اس پر اسلام پیش کیا اور عیسائی رہنے کا اختیار بھی دیا تو انہوں نے اسلام کو ترجیح دی لہذا ہم نے انہیں اپنی جماعت میں شامل کر لیا اس پر اس کے والدین اور بھائی اسے ہم سے کھیننے کے لیے دوڑے یہاں تک کہ انہوں نے اس کے کپڑے پھاڑ دیے (مگر وہ اسلام پر قائم رہا) آج کل وہ ہمارا چوہدری ہے یعنی وہ قبیلہ بنو زبید کا گھرانہ ہے۔

فتح اسکندریہ:

پھر اسکندریہ کا شہر ہمارے لیے کھول دیا گیا اور ہم وہاں داخل ہو گئے یہ مقام جو آج نظر آ رہا ہے جس کے چاروں طرف پتھر ہیں وہ (فتح اسکندریہ کے موقع پر) اسی طرح تھا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔

غلط بات کی تردید:

جو لوگ کہتے ہیں کہ اسکندریہ اور اس کے ماحول کے دیہات پر جزیہ نہیں مقرر کیا گیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہے وہ جھوٹ بولتے ہیں اس واقعہ کے راوی قاسم بیان کرتے ہیں کہ یہ (تردید) گفتگو اس لیے کی گئی ہے کہ بنو امیہ کے سلاطین مصر کے حکام کو یہ لکھا کرتے تھے کہ مصر بڑور شمشیر فتح ہوا ہے اور اہل مصر ہمارے غلام ہیں ہم ان پر جس قدر چاہیں (ٹیکس کا) اضافہ کر سکتے ہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

سیف کی روایت:

سیف کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہلیام پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے صلح کرنے کے بعد چند دنوں قیام کیا تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر روانہ کیا۔ اور اگر اللہ مصر کی فتح عطا فرمائے تو اس صورت میں وہاں کا حکم بھی مقرر کر دیا تھا ان کے پیچھے آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو امدادی فوج دے کر بھیجا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو روانہ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ اللہ اگر انہیں فتح عطا کرے تو وہ اپنی غلامی کی طرف لوٹ جائیں۔

معذرت کا موقع:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ واپس چلے گئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ باب الیون تک پہنچ گئے ان کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے اور وہ دونوں وہاں اکٹھے ہو گئے وہاں انہیں ابو مریم کا شہر ملے انہیں متحس (حاکم مصر) نے اپنے ملک کی حفاظت کے لیے بھیجا تھا جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو انہوں نے ان سے جنگ شروع کر دی انہوں نے اہل مصر کو پیغام بھیجا: ”تم ہمارے ساتھ (جنگ کرنے میں) جلدی نہ کرو۔ تاکہ تم تمہیں معذرت کا موقع دیں اور تم (ہماری بات پر) کوئی فیصلہ نہ کرو۔“

اہل مصر نے اپنے ساتھیوں کو لڑائی سے باز رکھا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا کہ میں (بات چیت کے لیے) نکل رہا ہوں اس لیے ابو مریم اور ابو مریم آ جائیں چنانچہ وہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور ہر ایک نے دوسرے کو ہنادی دی۔

حضرت عمرو بن العاصؓ جلیقہ ان دونوں سے یوں مخاطب ہوئے۔

دعوت اسلام:

تم دونوں اس شہر کے راجہ ہو تو سنو کہ اللہ بزرگ و برتر نے محمد ﷺ کو حق و صداقت کا پیغام بھیجا ہے اللہ نے انہیں حکم دیا اور ہمیں محمد ﷺ نے احکام دیے اور اللہ کے احکام ہم تک پہنچائے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے اور جو فرض حق اس کی تکمیل فرما گئے اور ہمیں اس سر زمین پر چھوڑ گئے۔ انہوں نے ہمیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ ہم لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جو ہماری دعوت قبول کرے گا وہ ہماری طرح ہی ہو جائے گا اور جو ہماری دعوت قبول نہیں کرے گا ہم اس پر جزیہ پیش کریں گے اور اس صورت میں ہم اس کی حفاظت کریں گے انہوں نے (آنحضرت ﷺ نے) ہمیں پیشین گوئی کی ہے کہ ہم تمہیں فتح کر لیں گے تاہم انہوں نے ازراہ ہمدردی تمہاری حفاظت کی ہدایت کی ہے لہذا اگر تم نے ہماری بات مان لی تو ہم پر تمہاری حفاظت کی ذمہ داری ہے۔

حسن سلوک کی ہدایت:

ہمارے امیر المؤمنین نے ہمیں یہ ہدایت کی ہے کہ ہم قبیلوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایت کی ہے کیونکہ ان کے ساتھ آپ کی رشتہ داری کے تعلقات ہیں۔

حضرت باجرہ رضی اللہ عنہ کا خاندان:

اہل مصر کہنے لگے ”ہاں بہت دور کی رشتہ داری ہے جس کا انبیاء کرام ہی خیال رکھتے تھے وہ (باجرہ رضی اللہ عنہ) بہت مشہور معروف اور شریف خاتون تھیں وہ ہماری شہزادی تھیں اور خنقہ کی رہنے والی تھیں ان کے خاندان میں بادشاہت رہی تا آنکہ انصاف آیا اور اہل یمن جس نے ان کے خاندان کو قتل کر دیا اور ان کی سلطنت چھین لی اور وہ جلا وطن ہو گئے اور اس وجہ سے وہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلی گئیں ہم ان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔“

مزید مہلت:

حضرت عمرو بن العاصؓ جلیقہ نے فرمایا: ”میرے جیسا شخص فریب میں نہیں آ سکتا ہے تاہم میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں تا کہ تم غور و فکر اور اپنی قوم سے بھی مشورہ کر سکو ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے۔“ وہ دونوں بولے ”آپ ہمیں مزید مہلت دیں“ اس پر حضرت عمروؓ جلیقہ نے ایک دن کا اضافہ کیا اس کے بعد بھی انہوں نے مزید مہلت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے ایک دن اور بڑھا دیا (یہاں سے اٹھ کر) وہ متوقش (شاہ مصر) کے پاس گئے تو اوطون نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا بلکہ جنگ کرنے کا حکم دیا اس کے بعد وہ دونوں اشخاص اہل مصر کے پاس پہنچے اور کہنے لگے:

”ہم کوشش کریں گے کہ تمہاری حفاظت کریں اور ان کی طرف نہ لوٹیں اب چار دن باقی رہ گئے ہیں اس عرصے میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ ہمیں توقع ہے کہ امن و امان ہوگا۔“

فرقہ کا حملہ:

(تاہم مدت گزرنے سے پہلے) فرقہ کی طرف سے رات کے وقت حملہ شروع ہو گیا حضرت عمرو بن العاصؓ جلیقہ اس حملہ

کے لیے تیار تھے اس لیے انہوں نے اس کا مقابلہ کیا جس میں فرقب اور اس کے ساتھی مارے گئے۔

حضرت عمرو بن العاص جلیلۃ اور حضرت زبیر جلیلۃ نے عین شمس کا قصہ کہا وہاں ان کی جماعت موجود تھی آپ نے فرما کی طرف ابرہہ بن الصباح کو بھیجا اور وہ وہاں پہنچ گئے نیز عوف بن مالک جلیلۃ کو اسکندریہ کی طرف بھیجا اور وہ بھی اپنے متہم پر پہنچ گئے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے شہر والوں سے کہا ”اگر تم صلح کر لو گے تو تمہیں امن و امان دیا جائے گا۔“ وہ بولے ”بہت بہتر ہے۔“ وہ ان سے خط و کتابت کرتے رہے عین شمس کے باشندے ان کا انتظار کرتے رہے اس اثنا میں مسلمانوں نے کئی اشخاص کو گرفتار کر کے جنگی قیدی بنالیا۔

اسکندریہ اور فرما کے شہر:

حضرت عوف بن مالک جلیلۃ نے اہل اسکندریہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا ”اے اہل اسکندریہ! تمہارا شہر کس قدر خوبصورت ہے وہ بولے اسکندریہ نے کہا تھا:

”میں ایسا شہر تعمیر کر رہا ہوں جو اللہ کا محتاج ہوگا۔ مگر لوگوں سے بے نیاز رہے گا۔ اس وجہ سے اس کی رونق اور خوبصورتی باقی رہی۔“

ابرہہ نے اہل فرما سے کہا ”اے اہل فرما! تمہارا شہر کس قدر پرانا اور بوسیدہ ہے وہ بولے ”فرما (فہص) نے کہا تھا“ میں ایسا شہر تعمیر کر رہا ہوں جو اللہ سے بے نیاز ہوگا اور لوگوں کا محتاج ہوگا“ (اس قول کی وجہ سے) اس شہر کی رونق اور خوب صورتی جاتی رہی۔“ اسکندریہ اور فرما آپس میں بھائی بھائی تھے۔

کبھی بیان کرتے ہیں ”اسکندریہ اور فرما دو بھائی تھے انہوں نے یہ دو شہر تعمیر کرائے جو انہی کے نام سے منسوب ہو گئے۔ فرما کے شہر میں روزانہ کوئی نہ کوئی چیز منہدم ہو رہی ہے اور اس کے مناظر پرانے ہو گئے ہیں مگر اسکندریہ کی تروتازگی ابھی تک باقی ہے۔ جنگ اور صلح:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص جلیلۃ عین شمس کے مقام پر پہنچے۔ تو وہاں کا بادشاہ قطیبوں اور ان کے درمیان تھا۔ اس وقت حضرت زبیر جلیلۃ بھی ان کے ساتھ تھے اہل مصر نے اپنے بادشاہ سے کہا:

”آپ اس قوم سے جنگ کرنے کا قصد کر رہے ہیں جنہوں نے قیصر و کسریٰ کو شکست دی اور وہ ان کے ملک پر قابض ہو گئی ہے۔ لہذا آپ ان لوگوں سے مصالحت کریں اور ان سے معاہدہ کر لیں نہ تو آپ ان سے مقابلہ کریں اور نہ ہمیں ان کے مقابلہ کے لیے بھیجیں۔“

یہ بات انہوں نے چوتھے دن کہی۔ مگر بادشاہ نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا اور مقابلہ کے لیے تیار ہوا اس لیے مسلمانوں نے ان سے جنگ کی۔ (حضرت) زبیر (جنگ کرتے ہوئے) شہر کی فسیل پر چڑھ گئے تھے۔ جب انہوں نے (جنگ کی شدت) محسوس کی تو انہوں نے دروازہ کھول دیا اور مصالحت کرنے کے لیے حضرت عمرو بن العاص جلیلۃ کے پاس پہنچے انہوں نے ان کی مصالحت قبول کر لی۔ مگر حضرت زبیر جلیلۃ اس عرصے میں (کچھ حصہ پر) قابض ہو گئے تھے اور وہ قبضہ کرنے کے بعد اس دروازے سے اہل شہر کے ساتھ حضرت عمرو بن العاص جلیلۃ کے پاس پہنچے۔ لہذا جب وہ تباہی کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے معاہدہ

صلح کر لیا اور جس علاقے پر زبردستی قبضہ کیا گیا تھا وہ بھی معاہدہ صلح میں شامل ہو گیا اس طرح یہ لوگ مسلمانوں کی ذمہ داری (حفاظت) میں آ گئے ان کا صلح نامہ مندرجہ ذیل تھا۔

صلح نامہ:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اہل مصر کو جان و مال اور مذہب کی پناہ دی ہے ان کے گرجے، صلیبیں اور شنگی و تری کے تمام مقامات محفوظ رہیں گے۔ بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کریں اور مجتمع ہو کر یہ صلح نامہ قبول کر لیں ان سے انتہائی آمدنی پانچ کروڑ کے قریب وصول کی جائے گی۔ اگر ان میں سے کوئی جزیہ ادا کرنے سے انکار کرے گا تو ان سے جزیہ وصول نہیں ہوگا۔ مگر اس کی حفاظت کی ذمہ داری سے ہم بری ہوں گے۔ اگر ان کی آمدنی مقررہ رقم سے کم ہوئی تو اس قدر امداد سے وصولی کی رقم کم کر دی جائے گی۔ روم و حبشہ کے باشندوں میں سے جو کوئی اس صلح نامہ میں شامل ہونا چاہے تو ان کے حقوق و فرائض بھی اہل مصر کے حقوق و فرائض کے برابر ہوں گے۔ جو اس سے انکار کرے اور دوسری جگہ جانا چاہے تو اسے مکمل پناہ دی جائے گی تا آنکہ وہ امن کے مقام پر پہنچ جائے یا ہماری سلطنت سے نکل جائے۔

جو کچھ اس معاہدہ میں لکھا گیا ہے اس کے ذمہ دار اللہ اور اس کے رسول ﷺ، خلیفہ امیر المومنین اور تمام مسلمان ہیں اہل حبشہ میں سے جو اس معاہدہ کو قبول کریں ان کے لیے یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اسی قدر شخصی امداد کریں اور گھوڑوں سے بھی امداد کریں نیز وہ جنگ نہ کریں اور نہ درآباد اور برآمد کی تجارت کو روکیں۔

اس معاہدہ کے گواہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے دونوں فرزند حضرت عبداللہ بن عمرو اور محمد بن عمرو تھے۔ اس کے کاتب وردان تھے۔ اس معاہدہ میں تمام اہل مصر شامل ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے اس صلح نامہ کو قبول کر لیا تھا۔

فسطاط کی تعمیر:

مصر میں چونکہ بہت گھوڑے اور سوار جمع ہو گئے تھے اس لیے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فسطاط کا شہر تعمیر کر لیا اور وہاں مسلمان رہنے لگے۔

جنگی قیدیوں کا معاملہ:

ابو مریم اور ابو مریم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان دونوں نے ان جنگی قیدیوں کے بارے میں گفتگو کی جو جنگ کے بعد گرفتار ہوئے تھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا ان کے بارے میں بھی کوئی عہد و پیمان ہے؟ اس وقت ہم پر تہماری طرف سے حملہ ہو رہا ہے“ یہ کہہ کر آپ نے ان دونوں کو رخصت کر دیا وہ دونوں پھراوٹ آئے اور کہنے لگے:

”جب ہم تم سے گنت و شنید کر رہے تھے اس وقت سے جو کچھ تم لوگوں نے حاصل کیا وہ تمہاری ذمہ داری میں آئے گا۔“

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا:

”کیا تم ہم پر حملے کر واس وقت بھی ہماری ذمہ داری رہے گی؟“

وہ دونوں بے سے

”ہاں“

بہر حال حضرت عمرو بن لُحی نے وہ جنگی قیدی مسلمانوں میں تقسیم کر دیے اس کے بعد وہ عرب کے شہروں میں بھی پہنچ گئے۔

حضرت عمرؓ کے سوالات :

قاصد حضرت عمرو بن لُحی کے پاس فتح کی بشارت لے کر پہنچا اور خُسر کومال (پانچواں حصہ) بھی لایا اس کے بعد وہ بھی پہنچے حضرت عمرو بن لُحی ان سے سوالات کرتے رہے اور وہ جوابات دیتے رہے تا آنکہ انہوں نے ان دونوں راہبوں کی گفتگو سے نفی آگاہ کیا حضرت عمرو بن لُحی نے اس پر فرمایا:

حضرت عمرؓ کا فیصلہ :

”میرے خیال میں وہ دونوں صحیح کہتے ہیں اور تم ناواقف ہو اور صحیح بات نہیں سمجھتے ہو جو تم سے جنگ کرے اس کے لیے کوئی پناہ نہیں ہے اور جو جنگ نہ کرے تو اس صورت میں اگر اہل دیہات کی کوئی چیز تمہارے قبضے میں آ جائے تو وہ مہلت کے ان پانچ دنوں میں محفوظ ہوگی۔ بجز ان لوگوں کے جو بعد میں جنگ کریں لہذا تم ان کے جنگی قیدی لوٹا دو۔“

شان و شوکت کا اظہار :

قبلی ہاشمہ حضرت عمرو بن العاصؓ کے دروازے پر پہنچے اس سے پہلے انہیں یہ اطلاع ملی تھی کہ یہ لوگ کہہ رہے تھے۔ ”عرب کتنے خستہ حال اور حقیر لوگ ہیں جن کے مطیع اور فرماں بردار ہمارے جیسے اشخاص ہو گئے ہیں“ اس پر حضرت عمرو بن لُحی کے دل میں اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ بات انہیں مخالفت پر آمادہ نہ کر دے۔ اس لیے انہوں نے حکم دیا کہ ادعت ذراع کیے جائیں اور انہیں نمک اور پانی سے پکایا جائے نیز سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ وہ سب حاضر ہوں اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کی اطلاع دے دیں وہ خود وہاں بیٹھے اور اہل مصر کو بھی آنے کی اجازت دی۔ پھر گوشت اور شور بالا یا گیا انہیں مسلمانوں کے کھانے کا معائنہ کرایا گیا مسلمانوں نے عربی طریقے سے کھانا کھایا یہ لوگ عبا میں ملیں تھے اور ہتھیار بند نہیں تھے اہل مصر جب وہاں سے رخصت ہوئے تو ان کی جرأت اور بے باکی میں اور اضافہ ہوا۔

اہل مصر کے لباس میں :

دوسرے بہر مسلمان سپہ سالاروں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر آئیں اہل مصر کے لباس اور ان کے جوتوں میں آئیں اور ان کے ساتھی بھی یہ لباس پہنیں چنانچہ انہوں نے قبیل حکم کی اہل مصر کو وہ بارہ ہاں آنے کی اجازت دی گئی انہوں نے اس وقت گذشتہ دن سے بالکل مختلف حالت دیکھی انہوں نے دیکھا کہ ان عربوں کو مصری کھانے کھلے جہاں یہ لوگ مصری معاشرت اختیار رکھے ہوئے ہیں۔

مصلح فوج کا معائنہ :

تیسرے دن مسلمان فوجیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ معائنہ کرانے کے لیے مصلح ہو کر آئیں اہل مصر کو بھی آنے کی اجازت دی گئی

اور ان کے سامنے مسلح فوج کو گھنڑا ارا بعد ازاں حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا:

حضرت عمرو بن العاصؓ کی تقریر:

”مجھے تمہارے خیالات کا علم ہو گیا تھا جب تم نے عربوں کی سادگی اور کفایت شعاری دیکھی تو اس وقت مجھے اندیشہ ہوا کہ تم (عجمی میں) ہلاک نہ ہو جاؤ اس لیے میں نے یہ چاہا کہ تمہیں دکھائوں کہ عربوں کی اپنے وطن میں کیا حالت تھی پھر تمہاری سرزمین میں آ کر کیا تبدیلی ہوئی پھر میں نے تمہیں یہ بھی دکھایا کہ جنگ کی صورت میں ان کی کیا حالت ہوتی ہے انہوں نے اپنی پہلی سادہ زندگی میں رہ کر تم پر فتح حاصل کی اور تمہارے ملک پر دوسرے دن کے طرز معاشرت اختیار کرنے سے پہلے قبضہ کر لیا تھا لہذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ تمہیں اس بات سے مطلع کیا جائے کہ تیسرے دن تم نے جن لوگوں کو (مسلح حالت میں) دیکھا تھا وہ دوسرے دن کی طرز معاشرت کو نہیں چھوڑیں گے اور پہلے دن کے طرز معاشرت کی طرف نہیں لوٹیں گے۔“

یہ سن کر وہ منتشر ہو گئے مگر آپس میں یہ کہہ رہے تھے: ”تمہیں عربوں نے اپنے پاؤں سے روند ڈالا ہے۔“

حضرت عمر بن العاصؓ کی تعریف:

جب حضرت عمر بن العاصؓ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے اپنے مصاحبوں سے فرمایا:

”خدا کی قسم! اس کی جنگ نرم ہوتی ہے اس کے اندر دوسروں جیسا دبدبہ اور تیزی نہیں ہوتی ہے مگر اس کی کاٹ بہت سخت ہوتی ہے۔“

پھر آپ نے انہی کو حاکم برقرار رکھا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیش قدمی:

عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاصؓ اور مقوقس (شاہ مصر) کا عین فحش میں مقابلہ ہوا تو ان دونوں کے سواروں کا مقابلہ ہوا اور مسلمان دور بھاگنے لگے حضرت عمرو بن العاصؓ نے ان کو ملامت کی تو یمن کے ایک شخص نے کہا: ”ہم چچراور لوہے کے بنے ہوئے نہیں ہیں“ وہ بولے: ”تم خاموش ہو جاؤ تم کہتے ہو ”وہ بولا“ آپ کتوں کے سردار ہیں“ ایسی صورت میں حضرت عمرو بن العاصؓ پکار کر کہنے لگے ”رسول اللہ ﷺ کے صحابی کہاں ہیں؟ اس پر جو صحابی وہاں تھے وہ آ گئے۔ اس وقت انہوں نے کہا آپ لوگ آ گئے ہو میں آپ کی برکت سے اللہ مسلمانوں کو فتح عطا کرے گا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آ گئے بڑھنے ان میں حضرت ابو بردہ جراحؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ بھی شامل تھے دوسرے مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آ گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور انہیں بہترین کامیابی حاصل ہوئی اور مصر ۱۹ھ میں ماورق الاولہ میں فتح ہو گیا اس طرح اسلامی ممالک صرف ایک شخص (خلیفہ) کے زیر نگیں آ گئے اور مختلف اقوام و مسلمانین اس سے فیضیاب ہوئے گئے (اس سے پہلے) اہل مصر کا الگ بادشاہ ہوتا تھا اور اہل مکران کا بادشاہ راسل اور داہر ہوتا تھا اور اہل جستان کا شاہ ہوتا تھا اور اہل خراسان حراب کا (بادشاہ) خاقان کہلاتا تھا۔

حضرت عمر بن العاصؓ نے مسلمانوں کو ازراہ تدریجی (آگے بڑھنے سے) روک دیا تھا اور اگر انہیں چھوڑ دیا جاتا تو وہ ہر ملک

کے) جسے پہنچ جاتے۔

نوٹ پر حملہ:

یزید بن حبیب کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے جب مصر کو فتح کر لیا تو انہوں نے مصر کے علاقے نوہ کے علاقے پر بھی حملہ کیا۔ مگر مسلمان ڈھی ہو کر واپس آئے ان کی آنکھیں بھی رہی جاتی تھیں کیونکہ وہاں کے لوگ تیر اندازی میں بہت ماہر تھے اور وہ آنکھوں پر تیر انداز کے نام سے موسوم تھے۔

نوٹ کا صلح نامہ:

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح کو مصر کا حاکم مقرر کیا کہ انہوں نے اہل نوہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ وہ سالانہ مقررہ تعداد میں تحائف بھیجیں گے اور مسلمان سالانہ انہیں غلہ اور کپڑا بھیجا کریں گے ابن طعیہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے خلفاء اور امراء نے اس صلح نامہ کو برقرار رکھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بھی مسلمانوں کے مصالح اور مفاد کے پیش نظر اس صلح نامہ کو قائم رکھا۔

فوجی مراکز کا قیام:

سیف کی روایت ہے کہ ماہ ذوالقعدہ ۱۶ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کی چھاونیاں اور فوجی مراکز تمام ساحلی مقامات پر قائم کیے اس کی وجہ یہ تھی کہ ہرقل شام اور مصر پر بحری حملے کرتا تھا اور اہل مصر کی امداد کے لیے بذات خود روانہ ہوا تھا اور یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا۔ جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ساڑھے تین سال گزرے تھے۔

متفرق واقعات:

۲۰ھ میں ابو بکر یہ عبداللہ بن قیس کنڈی نے روم پر فوج کشی کی اور وہی سب سے پہلے اس علاقے میں داخل ہوئے تھے بعض یہ روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے رومی علاقے میں میسرہ بن مسروق جیسی داخل ہوئے تھے انہوں نے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔

واقعی کی روایت ہے اس سال (۲۰ھ) آپ نے قدامتہ بن مظعون کو بحرین کی حکومت سے معزول کیا اور شراب خوری کے الزام میں حد شرعی جاری کی۔

اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر یہ رضی اللہ عنہ کو بحرین اور یمامہ کا حاکم مقرر کیا اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت الولید ام عبدالرحمن بن حارث بن ہشام سے نکاح کیا۔

اسی سال حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ (مؤذن رسول) نے وفات پائی اور دمشق کے مقبرہ میں مدفون ہوئے اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اہل کوثر کی شکایت پر معزول کیا انہوں نے یہ شکایت کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے۔

اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کے علاقے کو مسلمانوں میں تقسیم کیا اور یہودیوں کو وہاں سے جلا وطن کر دیا تھا اور ابو جہشہ کو مذکور بھیجا اور انہوں نے وہاں عطیات دیے پھر وادی القریٰ گئے اور اس کو بھی تقسیم کر دیا واقعی کی روایت ہے کہ ۲۰ھ میں حضرت

عمرؓ نے وفات کا تم کیے اور رجسٹر تیار کرائے۔

حبشہ کی مہم:

اسی سال حضرت عمرؓ نے عاتقہ بن جحرز المہجی کو بحری راستے سے حبشہ بھیجا۔ وہاں مسلمانوں نے تشنہ نہات برداشت کیے اس لیے حضرت عمرؓ نے (آئندہ کے لیے) یہ محکمہ ارادہ کر لیا کہ وہ بحری راستے سے کسی کو بحرِ اربعہ میں بھیجیں گے۔ ابو معشر کی روایت یہ ہے کہ اسادہ کی جنگ بحری حملے کی صورت میں ۱۲ھ میں ہوئی۔

دیگر واقعات:

واقعی کی روایت ہے کہ اس سال ماہ شعبان میں اسید بن حنیسؓ فوت ہوئے اور اسی سال حضرت زینب بنت جحش (ام المؤمنین)ؓ نے وفات پائی۔

حضرت عمرؓ نے اس سال بھی حج کیا اس سال اسلامی شہروں میں ان کے حکام وہی تھے جو اس سے پہلے سال میں تھے سوائے ان لوگوں کے جو معزول کیے گئے تھے اور ان کے بجائے دوسرے حکام مقرر کیے گئے تھے۔ اسی طرح اسلامی ممالک کے قاضی بھی وہی تھے جو اس سے پیشتر سال میں تھے۔



باب ۷

۲۱ھ کے واقعات جنگ نہادند

محمد بن اسحاق کی روایت کے مطابق جنگ نہادند ۲۱ھ میں ہوئی ابو مسر اور واقدی بھی کہتے ہیں البتہ سیف بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے کہ جنگ نہادند ۱۸ھ میں ہوئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا چھٹا سال تھا۔

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کسکر کے حاکم تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر کیا کہ (حضرت) سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے انہیں خراج وصول کرنے پر مقرر کیا ہے مگر وہ جہاد میں شریک ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا:

”نعمان رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ تحریر کیا ہے کہ تم نے اسے خراج وصول کرنے پر مقرر کیا ہے وہ اس کام کو ناپسند کرتے ہیں اور جہاد کو ناپسند کرتے ہیں اس لیے تم انہیں نہادند کی اہم جنگ کی طرف روانہ کرو۔“

نہادند کے مقام پر اہل غم کا لشکر جمع ہو گیا تھا ان کا سردار ذوالحاجب تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو بھی یہ

خط لکھا۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو خط:

”تم پر سلامتی ہو میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے بعد حمد و ثناء کے واضح ہو کر مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ اہل غم کا ایک بڑا لشکر تمہارے مقابلے کے لیے نہادند کے شہر میں جمع ہو گیا ہے جب تمہیں میرا یہ خط موصول ہو تو تم اللہ کے حکم کے مطابق اور ان کی تائید و معاونت کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر کو لے کر روانہ ہو جاؤ انہیں دشوار گزار راستے پر مت لے جاؤ جس سے انہیں تکلیف ہو ان کی حق تلفی نہ کرو اور نہ انہیں دلدلی زمین میں سے لے جاؤ کیونکہ مسلمانوں کا ایک فرد مجھے ایک لاکھ دینار سے بہتر نظر آتا ہے۔ والسلام علیک۔“

ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرکت:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابیوں کے ساتھ روانہ ہوئے ان میں حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب، حضرت جریر بن عبداللہ بکلی، مغیرہ بن شعبہ، عمرو بن معدی کرب، زبیری، طلحہ بن خویلد اسدی اور قیس بن کنشوج مرادی شامل تھے۔

جنگی تدابیر:

جب حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر نہادند پہنچے تو دشمنوں نے لوہے کے کانٹے ڈال دیے جب انہوں نے مخبروں کو بھیجا تو انہیں لوہے کے کانٹوں کا علم نہ تھا اس لیے چلتے وقت جب انہوں نے گھوڑے کو ہٹا یا تو ان کے پاؤں میں کانٹے چبھ گئے اور وہ خنجر گئے وہ آدمی اتر کر دیکھنے لگا تو اس کے پاؤں میں لوہے کے کانٹے لگے ہوئے تھے لہذا وہ خنجر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے

پاس آیا اور انہیں حال بتایا اسی وقت حضرت نعمانؓ پہنچے۔ لوگوں سے پوچھا:
 ”تمہاری کیا رائے ہے؟“

وہ بولے:

”آپ اس مقام سے دوسری جگہ منتقل ہو جائیں تاکہ وہ یہ خیال کریں کہ آپ ان سے بھاگ کر چلے گئے ہیں اس طرح
 وہ آپ کے تعاقب میں باہر نکلیں گے۔“

چنانچہ حضرت نعمانؓ اس مقام سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔ جب اہل عجم کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے لوہے کی باڑ
 اور کانٹوں کو صاف کر کے بنادیا پھر وہ ان کے تعاقب میں نکل آئے اس پر حضرت نعمانؓ نے ان کی طرف توجہ دی اور صرف
 آرائی کر کے مسلمانوں کو یوں مخاطب ہوئے:

حضرت نعمانؓ کی ہدایات:

”اگر میں شہید ہو جاؤں تو تم حذیفہ بن الیمانؓ کو (سہ سالار) بناؤ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو تم جریر بن
 عبداللہؓ کو (قائد) مقرر کرو اور اگر جریر بن عبداللہؓ بھی شہید ہو جائیں تو قیس بن کثوفؓ کو (اپنا سردار)
 مقرر کرو۔“

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو کچھ صدمہ ہوا کیونکہ انہیں جانشین نہیں بنایا گیا تھا وہ حضرت نعمانؓ کے پاس آئے اور
 پوچھنے لگے:

”آپ (اس جنگ میں) کیا کرنا چاہتے ہیں۔“

وہ بولے:

”جب ہم ظہر کی نماز پڑھ لیں گے تو اس کے بعد ہم جنگ کریں گے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ
 اسی طریقہ کو پسند فرماتے تھے۔“

حضرت مغیرہؓ نے کہا:

”اگر میں تمہاری جگہ پر ہوتا تو میں سویرے مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم دیتا۔“

حضرت نعمانؓ نے فرمایا:

”تم نے سویرے جنگ کی ہوگی مگر جہیں سرخ روٹی حاصل نہیں ہوئی ہوگی۔“

اس دن جمعہ تھا اس لیے حضرت نعمانؓ نے فرمایا:

”اگر اللہ نے چاہا تو ہم نماز (جمعہ) پڑھیں گے پھر نماز کے بعد ہم اپنے دشمن کا مقابلہ کریں گے۔“

جب صاف بندی ہو گئی تو حضرت نعمانؓ نے مسلمانوں سے کہا:

تین تکبیریں:

”میں تین دفعہ نعرہ تکبیر بلند کروں گا جب میں پہلی تکبیر کہوں تو ہر شخص اپنے تسبیح باندھ لے اور اپنی حالت درست کر لے

جب میں دوسری تکبیر کہوں تو ہر آدمی کمر بستہ ہو جائے اور ہر آدمی حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ جب میں تیسری تکبیر کہوں تو تم دشمنوں پر حملہ کرو دیکھو کہ اس وقت میں بھی حملہ کروں گا۔“

اہل عجم کے لشکر نے اپنے آپ کو زنجیروں سے جکڑ رکھا تھا تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں اور اس حالت میں وہ مقابلے کے لیے نکلے۔

حضرت نعمان بن حوشبہ کی شہادت:

جب مسلمانوں نے حملہ کیا تو انہوں نے بھی جنگ کی اور ان کا ایک تیر حضرت نعمان بن حوشبہ کے آکر لگا اور وہ شہید ہو گئے ان کے بھائی سوید بن مقرن بن حوشبہ نے انہیں اپنے کپڑے میں لپیٹ لیا اور ان کی شہادت کی خبر کو چھپائے رکھا تاکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اس کے بعد انہوں نے اسلامی علم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ اللہ نے (ان کے سپہ سالار) ذوالحجاء کو قتل کرایا اور جنگ نہاد میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اس کے بعد اہل عجم کا کوئی بڑا لشکر نہیں جمع ہو سکا۔

مال غنیمت کی تقسیم:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سائب بن اقرع مولیٰ ثقیف رضی اللہ عنہ کو بھیجا جو حساب دان کا تہ تھا۔ آپ نے فرمایا تم اس لشکر میں شامل رہو۔ اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو فتح عنایت فرمائے تو تم مال غنیمت کو مسلمانوں میں تقسیم کرو اور اس میں سے پانچواں حصہ (خمس) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے لکاو۔ اور اگر اس لشکر کو (خدا خواستہ) شکست ہو تو تم مشافعات میں چلے جاؤ کیونکہ اس وقت زمین کا اندرونی حصہ اس کے بیرونی حصے سے بہتر ہوگا۔

سائب فرماتے ہیں: جب اللہ نے مسلمانوں کو نہاد میں فتح عطا فرمائی تو انہیں بہت مال غنیمت حاصل ہوا جب میں مسلمانوں میں مال غنیمت تقسیم کر رہا تھا اس وقت اہل عجم میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

جو اہرات کا خزانہ:

”کیا تم مجھے جان و مال اور اہل و عیال کی پناہ دو گے اگر میں تمہیں جان کے خزانوں کا پتہ بتاؤں جو دراصل شاہ ایران کے خزانے ہیں یہ تمہارے اور تمہارے ساتھی کے لیے مخصوص رہیں گے اور اس میں تمہارا کوئی شریک نہیں ہو گا۔“

میں نے کہا ہاں (بتاؤ) وہ بولا:

”تم میرے ساتھ کسی کو بھیجو تاکہ میں اسے خزانہ کا پتہ بتاؤں۔“

میں نے اس کے ساتھ (ایک آدمی) بھیجا وہ دو بہت بڑے صندوق لایا جن میں صرف دو موتی زبرجد اور یا قوت تھے جب میں مال غنیمت کی تقسیم سے قاریغ ہوا تو میں ان دونوں صندوقوں کو اپنے ساتھ لے گیا اور انہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا:

”تم کیا خبر لائے؟“

میں نے کہا:

”اے امیر المومنین! خیریت ہے اللہ نے آپ کو سب سے بڑی فتح عطا فرمائی مگر حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔“

شہادت کی فضیلت:

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”اَنَا لَكُمْ وَ اَنَا لِيَوْمِ رَاجِعُونَ (ہے شک ہم اللہ کے ہیں اور حقیقت میں ہم اسی کی طرف لوٹ جائیں گے)۔

پھر آپؓ روئے گئے یہاں تک کہ سسکیاں لینے لگے۔ میں نے آپؓ کی یہ حالت دیکھی تو میں نے کہا اب امیر المؤمنین! ان کے بعد کوئی مشہور اور ممتاز شخص شہید نہیں ہوا۔ آپؓ نے فرمایا:

”وہ کمزور مسلمان ہیں مگر جنہیں اللہ تعالیٰ نے مشرف کیا ہے وہی آبرو والے اور اعلیٰ نسب والے ہیں۔“

پھر جب آپؓ اندر جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں نے کہا:

جواہرات کا تحفہ:

”میرے پاس بہت مال ہے جو میں لایا ہوں۔“

پھر میں نے صندوقچے کا حال بتایا آپؓ نے فرمایا:

”تم انہیں بیت المال میں داخل کر دو ہم بعد میں ان کے بارے غور کریں گے بعد ازاں تم اپنے لشکر میں چلے جاؤ۔“

چنانچہ میں نے ان دونوں صندوقچے کو بیت المال میں داخل کر دیا اور پھر تجزی کے ساتھ میں کوئٹہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

قاصد کو بھیجنا:

جس رات میں روانہ ہوا تھا وہ رات حضرت عمرؓ نے گزار دی جب صبح ہوئی تو آپؓ نے میرے پیچھے قاصد روانہ کیا مگر

بخدا وہ مجھے نہیں پکڑ سکا تا آنکہ میں کوئٹہ آ پہنچا جب میں نے اپنا اونٹ بٹھایا تو وہ قاصد بھی پیچھے سے آ کر اونٹ سے اترا اور کہنے لگا تم

امیر المؤمنین کے پاس پہنچو کیونکہ انہوں نے مجھے تمہیں بلانے کے لیے بھیجا تھا مگر میں تمہیں اب پکڑ سکا ہوں۔ میں نے کہا انہوں نے

کیوں اور کس لیے (بلا یا ہے)۔ وہ بولا بخدا میں تو نہیں جانتا ہوں۔ اس پر میں اس کے ساتھ سوار ہو کر گیا۔ یہاں تک کہ میں آپؓ کی

خدمت میں پہنچ گیا جب آپؓ نے مجھے دیکھا تو فرمانے لگے:

”میرا سائب سے کیا تعلق ہے؟“

میں نے عرض کیا:

”اے امیر المؤمنین! کیا بات ہے؟“

آپؓ نے فرمایا:

جواہرات کو لوٹانا:

گذشتہ رات جب تم نکل کر گئے تو میں سو گیا مگر رات بھر میرے پروردگار کے فرشتے مجھے ان صندوقچے کی طرف گھنٹتے رہے

جو آگ سے بھڑک رہے تھے وہ فرشتے کہہ رہے تھے:

”ہم تمہیں انہیں گرم کر کے داغ لگائیں گے۔“

میں ان سے کہی کہتا رہا ”میں غریب ان دونوں صندوقچے کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دوں گا۔ تم میرے پاس سے انہیں لے

ہوا اور انہیں فروخت کر کے انہیں مسلمانوں کے وظائف اور عطیات میں شامل کر دیا۔
میں لاکھ میں فروخت:

سائب کہتے ہیں: ”میں ان دونوں صندوقوں کو لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا یہاں تک کہ میں نے ان دونوں صندوقوں کو مسجد کوفہ میں آ کر رکھ دیا۔ پھر بہت سے سوداگر آئے لگے۔ آخر کار عمرو بن حصب بخزونی سے مجھ سے انہیں بیس لاکھ میں خرید لیا وہ انہیں لے کر نجفی علاقے میں گیا۔ اور وہاں اس نے انہیں چالیس لاکھ میں فروخت کر دیا۔ اس طرح وہ تمام اہل کوفہ سے زیادہ مالدار ہو گیا۔“

ایران کا سر:

زیاد بن جبر اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ”حضرت عمرؓ نے جب ہرمزان کو چٹا دی تو آپ نے فرمایا: ”تم مجھے کوئی مشورہ دو۔“ وہ بولا: ”آج کل فارس کا ایک سر اور دو بازو ہیں۔“ آپ نے فرمایا ”سر کہاں ہیں؟“ وہ بولا: ”وہ نہادند میں بغداد کے پاس ہے اس کے ساتھ سرکئی کی اور اس کی فوج اور اہل اصفہان ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”دو بازو کہاں ہیں؟“ اس پر اس نے کسی ایک مقام کا ذکر کیا جو میں بھول گیا ہوں۔ ہرمزان نے کہا ”آپ دونوں بازوؤں کو کاٹ دیں سر ختم ہو جائے گا۔“ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”اے اللہ کے دشمن! تم جھوٹ بول رہے ہو میں اس کا سر کاٹنے کی کوشش کروں گا جب اللہ سر کو کاٹ دے گا تو دونوں بازو خود بخود ختم ہو جائیں گے۔“

مختلف فوجوں کی روانگی:

اس کے لیے حضرت عمرؓ نے بذات خود وہاں روانہ ہونے کا ارادہ کیا اس پر مسلمانوں نے کہا ہم آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر درخواست کرتے ہیں کہ آپ بذات خود غم کے میدان جنگ کی طرف روانہ نہ ہوں کیونکہ اگر (خدا خواست) آپ کو کوئی نقصان پہنچا تو مسلمانوں کا کوئی نظام باقی نہیں رہے گا آپ مختلف فوجوں کو بھیجیں لہذا آپ نے اہل مدینہ کو بھیجا جن میں عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ بھی شامل تھے اور ان میں مہاجرین و انصار بھی شامل تھے۔

مشتہر کے سپہ سالار:

آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھ کر بھیجا کہ وہ اہل بصرہ (کی فوج) کو لے کر روانہ ہو جائیں اور حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو یہ لکھا کہ وہ اہل کوفہ (کی فوج) لے کر روانہ ہوں اور سب نہادند کے قریب جمع ہو جائیں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا:

”جب تم جمع ہو جاؤ تو تم سب کے سپہ سالار (حضرت) نعمان بن مقرنؓ حزی ہوں گے۔“

مسلمانوں کا قاصد:

جب سب مسلمان نہادند کے مقام پر جمع ہو گئے تو (اہل غم کے سپہ سالار) بندار نے یہ پیغام بھیجا ”ہماری طرف کوئی آدمی بھیجو جس سے ہم گفتگو کر سکیں مسلمانوں نے اس کے پاس (حضرت) مغیرہ بن شعبہؓ کو بھیجا ان کے ہال لیے تھے اور وہ یک چشم (کانے) تھے جب وہ واپس آئے تو ہم لوگوں نے (اہل غم کے بارے میں) ان سے دریافت کیا۔ انہوں نے کہا:

حضرت مغیرہؓ کا بیان:

”میں نے یہ دیکھا کہ اس سپہ سالار نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا ”ہم کس طریقہ سے اس عرب شخص کو اندر آنے کی اجازت دیں آیا ہم اس کے سامنے اپنی ملکی شان و شوکت کا اظہار کریں یا سادگی اختیار کریں تاکہ اسے ہم سے بے رشتی پیدا ہو۔“

دوسب کہنے لگے:

”آپ بہترین ساز و سامان سے آراستہ ہوں اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ اس سے ملاقات کریں۔“

شان و شوکت کا اظہار:

جب ہم ان کے پاس گئے تو ان کے خیزے اور بھالے اس قدر چمک رہے تھے کہ آنکھیں ان سے چکا چوند ہو رہی تھیں۔ اور یہ (اہل عجم) اس کے سر پر شیطانوں کی طرح (کھڑے ہوئے) تھے۔ اور ان کا سردار سونے کے تخت پر بیٹھا تھا اور اس کے سر پر تاج تھا۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں: ”میں حسب معمول چلا رہا۔ مگر مجھے جا بجا روکا گیا اس پر میں نے کہا: قاصدوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جاتا ہے۔“ وہ بولے: ”تم کہتے ہو“ میں نے کہا: ”معاذ اللہ! میں اپنی قوم میں اس شخص سے زیادہ شریف ہوں۔“ اس پر انہوں نے مجھے دھکیلا۔ اور کہا ”تم بیٹھ جاؤ“ پھر انہوں نے مجھے بٹھایا اس کے بعد اس (سپہ سالار) کی اس گفتگو کا ترجمہ کیا گیا۔

ایرانی سردار کی تقریر:

”اے اقوام عرب اتم سب لوگوں سے زیادہ بھلائی سے دور تھے اور سب لوگوں سے زیادہ بھوکے رہتے تھے اور سب سے زیادہ بدنصیب اور گندے افراد تھے تم گھروں سے بھی دور رہتے تھے۔ میں نے اپنے ارد گرد کی اسادہ قوم کو تمہارے برخلاف تیر اندازی کرنے سے محض اس وجہ سے روک رکھا ہے کہ تم تا پاک اور مردار ہو اور تم گندگی اور غلاظت کا نمونہ ہو اگر تم چلے جاؤ گے تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے اور اگر تم انکار کرو گے تو ہم تمہیں ٹھکانے لگا دیں گے۔“

حضرت مغیرہؓ کا جواب:

حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں: ”میں نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد کہا:

”بخدا آپ نے ہمارا حال بیان کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ ہم لوگ خانماں برباد تھے۔ سب سے زیادہ بھوکے اور بدنصیب تھے ہم خیر و برکت سے بھی محروم تھے۔ تا آنکہ اللہ بزرگ و برتر نے ہماری طرف اپنا رسول بھیجا انہوں نے ہمارے ساتھ دنیا میں فتح نصرت اور آخرت میں جنت کا وعدہ کیا خدا کی قسم! جب سے اللہ کے رسول آئے ہیں ہمیں اپنے پروردگار کی طرف سے فتح و نصرت عطا ہوتی رہی یہاں تک کہ ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔ بخدا ہمیں وہ بدبختی پھر ہرگز حاصل نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ ہم تمہارے مقبوضہ علاقوں پر غالب آ جائیں گے یا تمہاری سرزمین میں شہید ہوں گے۔“

اس پر وہ بولا:

”بخدا یہ ایک چشم اپنے خیالات کو سچے طریقے سے بیان کرتا ہے۔“

اس کے بعد میں کھڑا ہو گیا میں نے اہل عجم کو اپنے امکان کے مطابق مرحوب کر دیا تھا۔
جنگ کا فیصلہ:

راوی کہتا ہے: ”اس کے بعد اہل عجم نے ہماری طرف یہ پیغام بھیجا:
 ”یا تم عبور کر کے ہماری طرف نہاؤ ہمیں آ جاؤ۔ یا ہم عبور کر کے تمہاری طرف آتے ہیں۔“
 حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
 ”تم عبور کر کے ہماری طرف آؤ۔“

جب وہ عبور کر کے آئے گئے تو اس دن عجیب نظارہ تھا وہ آتے ہوئے ایسے معلوم ہو رہے تھے۔ جیسا کہ لوہے کے پہاڑ حرکت کر رہے ہیں انہوں نے ایک دوسرے کو زنجیروں میں بکڑا ہوا تھا تا کہ وہ اہل عرب سے (ڈر کر) نہ بھاگ جائیں۔ ہر ایک زنجیر میں ان کے سات افراد بکڑے تھے انہوں نے اپنے پیچھے لوہے کے پاڑیں بچھا رکھی تھیں وہ کہتے تھے جو ہمارے پاس سے بھاگے گا اسے لوہے کی پاڑیں ڈھکی کر دیں گی۔“
حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جب ان کا لشکر جراور دیکھا تو وہ کہنے لگے:
 ”مجھے آج کے دن ناکامی نظر آ رہی ہے کیونکہ ہمارے دشمنوں کو پورے طور پر تیار ہونے کی مہلت دی جا رہی ہے۔ اور (ان پر حملہ کرنے میں) جلدی نہیں کی جا رہی ہے۔ بخدا اگر قیادت میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں جلد حملہ کرتا۔“
حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے فرمایا:
 ”اللہ تعالیٰ جنہیں ایسے مواقع دکھائے گا تمہیں رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے اور اس حالت میں تمہارے لیے کوئی تنگ و عاری بات نہیں ہے مجھے ان کے ساتھ مقابلہ کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ جنگ کیا کرتے تھے تو دن کے شروع حصہ میں جنگ نہیں کرتے تھے آپ جلد بازی سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ آپ اس وقت جنگ کرتے تھے جب نماز (ظہر) کا وقت ہو جاتا تھا ہوا کہیں چلنے لگتی تھیں اور جنگ کرنے کا اچھا وقت ہو جاتا تھا مجھے صرف اسی بات نے روکا ہے۔“

شہادت کی تمنا:

”اے اللہ میں تجھ سے یہ دعا مانگتا ہوں کہ تو آج میری آنکھوں کو ایسی فتح کے ذریعے खुشک عطا کر جس سے اسلام کا بول بالا ہو اور کافروں کو ذلت نصیب ہو پھر مجھے شہادت عطا کر کے اپنے پاس بلا لے تم سب آئین کو اللہ تم پر رحم کرے۔“

فوج کو ہدایات:

ہم نے آئین کی اور سب رونے لگے پھر انہوں نے فرمایا:

”میں اپنے علم کو حرکت دوں گا تو اس وقت تم تیار ہو جاؤ۔ جب دوبارہ ہم کو حرکت دوں تو تم اپنے دشمن سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور جب میں تیسری مرتبہ جہنم اہل اؤں تو ہر قوم اپنے قریب کے دشمن کی فوج پراندہ کی برکت کے ساتھ مدد کر دے۔“

جکبیر اور جہنم الہراما:

حضرت نعمان بن حذافہؓ تھوڑے عرصے تک رہے یہاں تک کہ جب وہ نماز (ظہر) سے فارغ ہو گئے اور ہوائیں چلنے لگیں تو انہوں نے نعرہ جکبیر بلند کیا اور ان کے ساتھ ہم نے بھی جکبیر کہی پھر آپ نے فرمایا:

”مجھے تو یقین ہے کہ اللہ میری دعا قبول کرے گا اور مجھے فتح عطا فرمائے گا پھر آپ نے جہنم الہراما اس پر ہم جنگ کے لیے تیار ہو گئے جب آپ نے اسے جنبش دی تو ہم دشمن کے مقابلے پر آ گئے۔ پھر آپ نے (اسلامی علم) تیسری مرتبہ لہرایا اور نعرہ جکبیر بلند کیا اور کہا ”میں فتح حاصل ہوگی جس کے ذریعے اللہ اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا کرے گا۔“

چالشیہوں کا تقرر:

بعد ازاں حضرت نعمان بن حذافہؓ نے فرمایا:

”اگر میں شہید ہو جاؤں تو حذیفہ بن الیمانؓ بیسٹے مسلمانوں کے سپہ سالار ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو گئے تو فلاں سردار ہوں گے۔“ اس طرح آپ نے سات افراد کو (یکے بعد دیگرے) چالشیہ مقرر کیا۔ ان میں آخری چالشیہ مغیرہ بن شعبہؓ تھے پھر تیسری مرتبہ جہنم الہراما کے بعد ہر مسلمان نے اپنے قریب کے دشمن پر حملہ کیا۔

گھمسان کی لڑائی:

راوی کا بیان ہے کہ اس دن کوئی مسلمان ایسا نہ تھا جو فتح و نصرت یا شہادت کے بغیر اپنے گھر واپس جانا چاہتا ہو۔ مسلمانوں نے مل کر ایک دم حملہ کیا۔ مگر دشمن ہمارے مقابلے پر ثابت قدم رہے ہم لوہے پر لوہے کے وار کی آواز ہی سنتے رہے یہاں تک کہ مسلمان بہت سے مصائب میں مبتلا ہو گئے۔

دشمن کا فرار:

جب دشمن نے مسلمانوں کا صبر و استقامت دیکھا اور یہ بھی ملاحظہ کیا کہ وہ میدان جنگ میں ڈٹے ہوئے ہیں اور ثابت قدم ہیں تو وہ شکست کھا کر بھاگنے لگے جب ایک آدمی گرتا تھا تو زنجیروں میں پکڑے ہوئے کی وجہ سے سات افراد گرتے تھے اور سب کے سب مارے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنے چھپے لوہے کی باڑیں بچھا رکھی تھیں وہ انہیں دشمنی کر رہے تھیں۔

حضرت نعمان بن حذافہؓ نے فرمایا ”تم جہنم آگے لے جاؤ“ چنانچہ مسلمان جہنم آگے بڑھا کر دشمن کو قتل کرتے رہے اور انہیں شکست دیتے رہے۔

فتح اور شہادت:

جب حضرت نعمان بن حذافہؓ نے یہ دیکھا کہ اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی ہے اور فتح و نصرت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو اس

وقت ایک تیر آ کر ان کی کوکھ میں لگا جس سے وہ شہید ہو گئے اس وقت ان کے بھائی معقل نے آگے بڑھ کر ان پر کچرہ ڈال دیا اور ان کا حمے کر جنگ کرنے لگا اور کہنے لگا ”تم پیش قدمی کرو تا کہ ہم انہیں قتل کریں اور شکست دیں۔“ جب لوگ اکٹھے ہوئے تو وہ پوچھنے لگا:

”ہمارا امیر کہاں ہے؟“

اس وقت حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے کہا:

”یہ تمہارا امیر ہے اللہ نے فتح عطا کر کے اس کی آنکھیں بند کر دی ہیں اور ان پر شہادت کی مہر لگا دی ہے۔“

اس کے بعد مسلمانوں نے (حضرت) حذیفہ رضی اللہ عنہ (کی اطاعت کی) بیعت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ان کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

شہادت کی خبر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک آدمی کے ہاتھ فتح کا حال لکھ کر بھیجا گیا جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے کہا:

”اے امیر المؤمنین! آپ کو فتح کی بشارت دی جاتی ہے جس کے ذریعے اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت اور کفر اور اہل کفر کو ذلیل کیا۔“

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: ”کیا نعمان رضی اللہ عنہ نے تمہیں بھیجا ہے۔“ وہ بولا: ”اے امیر المؤمنین (حضرت) نعمان رضی اللہ عنہ نے (شہادت کا) ثواب حاصل کر لیا ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر فرمایا:

گمنام شہداء:

”اور کون شہید ہوئے۔“ اس پر اس نے بہت سے لوگوں کے نام بتائے اور آخر میں یہ کہا اور دوسرے بھی ہیں جنہیں آپ نہیں جانتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے فرمایا ”اگر عمر رضی اللہ عنہ نہیں جانتا ہے تو اس میں ان کا کوئی نقصان نہیں ہے اللہ ان سے خوب واقف ہے۔“

جنگ کی وجوہات:

سیف کی روایت ہے کہ جنگ نہاد اس وجہ سے ہوئی کہ اہل بصرہ نے ہرمزان کو شکست دی تھی اور علاء الحبصری کے لشکر کو بہت جلدی محاصرو سے پھیلایا تھا اور اہل فارس کو روند ڈالا تھا اس وجہ سے انہوں نے اپنے بادشاہ سے جو مرد کے مقام پر تھا خط و کتابت کی اور اسے چھوڑا۔ لہذا بادشاہ نے اہل خیال کو جو باب سندھ خراسان اور طحلوں کے درمیان رہتے تھے اس بارے میں لکھا۔ اس سے ان میں جوش پیدا ہوا اور وہ ایک دوسرے سے خط و کتابت کرنے لگے۔ اور (مشورہ اور باہمی امداد کے لیے) ایک دوسرے کی طرف سوار ہو کر گئے آخر کار ان سب کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ وہ سب نہاد و ہخامنش جاکیں اور وہاں اپنا فیصلہ پختہ کریں۔ چنانچہ ان کا پہلا حصہ نہاد و ہخامنش گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قباد صاحب طحلوں کے بارے میں خبر مل گئی تھی اس لیے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع

دے دی تھی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

اس اثناء میں ایک جماعت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو گئی اور ان کے برخلاف سازشیں کرنے لگی حالانکہ اس زمانے میں دشمن باہمی خط و کتابت کر رہے تھے اور نہاد میں جمع ہو رہے تھے۔ مگر ان (سازشی مسلمانوں) کو اس مصیبت کا کوئی خیال نہیں تھا جو ان پر نازل ہونے والی تھی اس مبالغہ سرگرمی میں جراح بن سنان اور ان کے ساتھی پیش پیش تھے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت لے کر گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب:

”تمہاری شرارت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تم اس وقت اس معاملے کو لے کر کھڑے ہو جب کہ دشمن تمہارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہے تاہم بخدا یہ مصیبت مجھے تمہارے معاملے پر غور کرنے سے نہیں روک سکتی۔“

آپ نے محمد بن مسلمہ کو اس وقت بھیجا جب کہ مسلمان اہل غم سے جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور اہل غم جنگ کرنے کے لیے جمع ہو رہے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف تحقیقات:

محمد بن مسلمہ حضرت کے دور خلافت میں حکام کے برخلاف شکایات کی تحقیقات کرنے پر مقرر تھے وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تاکہ انہیں لے کر تمام اہل کوہ کی مساجد کا گشت کریں وہ پوشیدہ طور پر ان کے برخلاف کوئی بات دریافت نہیں کرتے تھے کیونکہ پوشیدہ طور پر سوالات کرنے کا اس زمانے میں کوئی دستور نہ تھا وہ جس مسجد میں جاتے تھے اور وہاں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کرتے تو سب لوگ یہی کہتے:

”ہم لوگ سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں اور انہیں تبدیل کرنا نہیں چاہتے ہیں اور نہ ان کے برخلاف ہمیں کوئی شکایت ہے۔“

جراح بن سنان اور ان کے ساتھی خاموش رہے نہ تو انہوں نے برائی کی اور نہ تعریف کی۔ جب یہ لوگ قبیلہ عس کے محلے میں پہنچے تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کوئی حق بات ہو اسے بیان کرے۔“

مخالفت کا بیان:

اسامہ بن جنادہ نے کہا: ”چونکہ تم نے خدا کا واسطہ دیا ہے اس لیے میں کہتا ہوں وہ (حضرت سعد رضی اللہ عنہ) مساویانہ تقسیم نہیں کرتے ہیں اور نہ رعایا کے درمیان عدل و انصاف کرتے ہیں اور نہ کسی جنگ میں خود لڑتے ہیں۔“ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر بد دعا کے طور پر) یہ کیا:

”اے اللہ! اگر اس نے یہ بات جھوٹ کہی اور ریاکاری اور بدنام کرنا اس کا مقصد ہو تو اسے اندھا کر.... اس کی عیال داری میں اضافہ کر.... اور اسے قہر و فساد کی تباہ کاریوں میں مبتلا کر۔“

بدوعا کا اثر:

چنانچہ وہ اندھا ہو گیا۔ اس کی دس بیٹیاں ہوئیں وہ کہا کرتا تھا کہ اسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ جیسے مبارک شخص کی بدوعا لگی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دوسرے لوگوں کے لیے بھی بدوعا کی آپ نے فرمایا:

”اے اللہ! اگر وہ غرور تکبر جھوٹ اور بدنامی کرانے کے لیے نکلے ہوں تو انہیں مصیبت میں مبتلا کر۔“

چنانچہ وہ مصیبتوں میں مبتلا ہوئے۔ جراح تلواروں کے حملوں سے مقتول ہوا جب کہ اس نے ساباط کے مقام پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تا کہ وہ انہیں اچانک قتل کر دے۔

قبضہ بھی سنگسار ہوا اور ارد بھی تلواروں کے وار سے مارا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

”میں پہلا شخص ہوں جس نے مشرکوں کا خون بہایا تھا نیز رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے اپنے والدین کو جمع کیا تھا۔ کسی دوسرے کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی میں اسلام لانے میں پانچویں درجے پر ہوں مگر بنو اسعد یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ: میں اچھی نماز نہیں پڑھتا ہوں اور سیر و شکار میں مشغول رہتا ہوں۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیقات:

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے خالوں کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہاں آکر انہوں نے (خلیفہ فاروق اعظم کو) سوتھال سے مطلع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

”اے سعد رضی اللہ عنہ تم کیسے نماز پڑھتے ہو؟“

وہ بولے:

”میں پہلی دو رکعتوں کو طویل پڑھتا ہوں اور آخری دو رکعتوں کو مختصر کرتا ہوں۔“

آپ نے فرمایا:

”تمہارے بارے میں ایسا ہی گمان تھا۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”اگر احتیاط نہ ہوتی تو ان کا راستہ واضح تھا۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”کوئی تمہارا جانشین کون ہے؟“

وہ بولے:

”عبداللہ بن عبداللہ بن قتبان ہے۔“

آپ نے انہیں برقرار رکھا بلکہ حاکم مقرر کیا۔

جنگ نہاد وند کی تیاری:

جنگ نہاد وند کے اسباب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے عہد میں پیدا ہو گئے تھے اور اس کے بارے میں مشورے اور فوجوں کی روانگی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شروع ہو گئی تھی مگر جنگ کا اصل واقعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا۔

اصل اسباب:

اس جنگ کا اصل سبب یہ ہے کہ اہل عجم شاہین و گرد کے خط سے بہت متاثر ہوئے اور وہ نہادند کے مقدم پر پہنچ گئے۔ وہاں خراسان سے لے کر طوان تک کے اور باب سے لے کر طوان تک کے نیز بھتان سے لے کر طوان تک کے علاقے کے لوگ جمع ہو گئے۔ اس طرح اہل جبال کی باب سے طوان تک کے علاقوں میں سے تیس ہزار جنگ جو سپاہی جمع ہو گئے اور خراسان سے طوان تک کے علاقے میں سے ساٹھ ہزار جنگ جو سپاہی آ گئے اور بھتان سے لے کر فارس و طوان تک کے علاقے سے بھی ساٹھ ہزار جنگی سپاہی اکٹھے ہو گئے یہ سب فیروزان کی قیادت میں جمع ہو گئے۔

اہل عجم کے خیالات:

ابو طلحہ ثقفی بیان کرتے ہیں کہ اہل عجم یہ کہتے تھے:

محمد (نبیؐ) عرب میں اپنا دین لے کر آئے انہوں نے ہمارے ملک کا قصد نہیں کیا۔ پھر (حضرت) ابو بکر ان کے جانشین ہو گئے وہ بھی اہل فارس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ البتہ ان کے ساتھ چند بھڑے ہوئیں اور نہ وہ بالعموم اپنے ہی ملک اور اس کے مضافات ہی میں رہے۔

ان کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو ان کا عہد خلافت طویل رہا اور ابواز کے علاقے کم کر لیے اور ان پر قبضہ کر لیا پھر انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ اہل فارس کے گھر میں گھس آئے اگر تم ان کا مقابلہ کرنے نہیں آؤ گے تو وہ تمہارے علاقے میں بھی گھس آئیں گے انہوں نے تمہارے بائے تخت کو بھی ویران کر دیا ہے اور وہ تمہارے بادشاہ کے شہروں میں گھس آئے ہیں اور وہ اس وقت تک رکسے والے نہیں جب تک کہ تم ان کے لشکر کو اپنے شہروں سے نہ نکال دو اور ان دونوں شہروں کو (کوفہ و بصرہ کو) نہ کاٹ دو پھر تم ان کے ملک کے اندر ان کا مقابلہ کر سکو گے۔

پیش قدمی کی اجازت:

اہل فارس نے باہمی عہد و پیمان کیا اور باہمی تحریری معاہدہ بھی کیا یہ خبر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو اس وقت پہنچی جب وہ عبداللہ بن عبداللہ بن خبان کو اپنا جانشین بنا کر روانہ ہو رہے تھے۔ اس لیے جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے زبانی یہ خبر سنائی اس سے پہلے وہ حضرت عمرؓ کو اس کے بارے میں (ابتدائی معلومات کی) اطلاع دے چکے تھے انہوں نے یہ بھی کہا کہ:

”اہل کوفہ آپ سے پیش قدمی کی اجازت چاہتے ہیں تاکہ وہ پہلے سے حملہ کر دیں۔“

اس سے پہلے حضرت عمرؓ نے پہاڑوں کے اندر پیش قدمی کرنے سے منع کر رکھا تھا۔

جلد حملہ کرنے کا مشورہ:

حضرت عبداللہ بن ابی سہلؓ نے یہ لکھا تھا کہ:

”اہل عجم کے ذرا لاکھ جنگجو سپاہی جمع ہو گئے ہیں اگر وہ ہمارے حملہ کرنے سے پیشتر ہمارے قریب آ گئے تو ان کی قوت

اور بہادری بڑھ جائے گی اور اگر ہم نے جلد حملہ کر دیا تو ہمارے لیے مفید ہوگا۔“

نیک شگون:

یہ پیغام لانے والے قاصد قریب بن ظفر عبدی تھے پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی آئے اور وہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے میں شریک ہوئے جب قاصد یہ خط لے کر آئے تو آپ نے ان کو دیکھا تو آپ نے پوچھا ”تمہارا نام کیا ہے؟“ وہ بولے ”قریب“ آپ نے فرمایا ”تم کس کے فرزند ہو؟“ وہ بولے ”ظفر کے“۔ اس پر آپ نے نیک شگون لیا اور فرمایا ”ظفر قریب ہے انشاء اللہ اور قوت و غلبہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے“ پھر مسلمانوں میں یہ اعلان کیا گیا کہ نماز ہونے والی ہے چنانچہ لوگ جمع ہو گئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی آ گئے آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے نیک شگون کا ذکر کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر تقریر فرمانے لگے لوگوں کو اصل حالات سے آگاہ کیا اور ان سے مشورہ لیا۔

مسلمانوں سے مشورہ:

آپ نے فرمایا: ”یہ وہ دن ہے جس کے بعد کئی دن آئیں گے میں نے ایک کام کا ارادہ کیا ہے اور اسے تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں تم اسے سن کر مجھے مشورہ دو اور مختصر بات کرو اور جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کا کام ہو جاؤ گے اور تمہاری سادھ جاتی رہے گی۔ زیادہ اور لمبی باتیں نہ بناؤ ورنہ تمہارے کام خراب ہو جائیں گے اور صحیح رائے ملتی ہو جائے گی کیا یہ مناسب رائے ہے کہ میں ان لوگوں کو لے کر جو میرے ساتھ ہیں اور ان لوگوں کو لے کر جو مجھے مل سکیں روانہ ہو جاؤں۔“ اور ایسے مقام پر قیام کروں جو ان دونوں شہروں کے درمیان ہو وہاں جا کر میں مسلمانوں کو جنگ کے لیے آمادہ کروں اور ان کی مدد کروں تا آنکہ اللہ تعالیٰ انہیں فتح نصیب کرے اور جو چاہے اسکا فیصلہ کرے جب اللہ فتح عطا کرے گا تو میں ان لوگوں کو ان کے شہروں میں بھیج دوں گا۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم کا جواب:

اس پر حضرات عثمان بن عفانؓ، طلحہ بن عبد اللہؓ، زبیر بن عوامؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ اہل رائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی تقریروں میں یہ کہا:

”ہم اس رائے کی حمایت نہیں کرتے البتہ آپ کی رائے اور مشورہ کے مطابق انہیں کام کرنا چاہیے ان کے مقابلے کے لیے عرب سردار، شہسوار اور مشہور حضرات ہیں انہی لوگوں نے دشمن کی جہیت کو منتشر کر دیا ہے اور ان کے بادشاہوں کو قتل کیا ہے اور اس سے بڑی بڑی جنگوں کو سر کیا ہے انہوں نے آپ سے لڑنے کی اجازت طلب کی ہے آپ انہیں اجازت دیں اور انہیں جہاد کی طرف بلائیں اور ان کے لیے دعا کرتے رہیں۔“

رائے پیش ہونے کے بعد اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی تنقید کی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ابو طلحہ کی روایت ہے کہ (اس موقع پر) حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا:

”اے امیر المومنین! ان لوگوں نے صحیح رائے دی ہے اور جو کچھ آپ کے پاس تحریر آئی ہے۔ اسے انہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے اس جنگ میں کامیابی اور ناکامی کا دار و مدار تعداد کی قلت و کثرت پر نہیں ہے بلکہ یہ دین الہی ہے جس کو خدا نے غلبہ کیا اور یہ اسی کا لشکر ہے جسے عزت دی گئی ہے اور فرشتوں کے ذریعے اس کی معاونت کی گئی ہے یہاں تک

کہ یہ اسلامی لشکر اس حالت پر پہنچ گیا ہے اللہ نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور وہی اپنے وعدے کو پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی مدد فرمائے گا۔

مسلمانوں میں آپ کے مقام کو وہی حیثیت حاصل ہے جو ہار کی لڑی میں مرکزی دانے کو حاصل ہوتی ہے جو اس کے ٹھکانے کو قائم رکھتا ہے اور تمام دانوں کو قائم رکھتا ہے اگر وہ منتشر ہو گیا تو ہر چیز منتشر ہو جائے گی اور سارا انتظام درہم برہم ہو جائے گا پھر کبھی اس کی شیرازہ بندی نہیں ہو سکے گی۔

مکابل عرب آج کل قلیل تعداد میں ہیں مگر اسلام کا شرف حاصل کرنے کے بعد ان کی (یہ تعداد بہت ہے اس لیے آپ یہیں قیام فرمائیں اور اہل کوفہ کو جنگ کرنے کے لیے) تحریر کریں۔ کیونکہ وہ عرب کے سردار اور مستاز افراد ہیں ان سے زیادہ سرگرم عمل اور پر جوش کوئی نہیں ہے ان (اہل کوفہ) کا ایک تہائی حصہ وہاں قیام کرے اور دو تہائی حصے (جنگ کے لیے) روانہ ہو جائیں۔

آپ اہل بصرہ کو بھی تحریر فرمائیں کہ وہ اپنا ایک حصہ امدادی فوج کے طور پر روانہ کریں۔“

مزید مشورہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی عمدہ رائے اور مشورہ سے بہت خوش ہوئے اور ان کی تدبیروں کو آپ نے بہت پسند کیا اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے:

”اے امیر المؤمنین! آپ مطمئن رہیں یہ (اہل عجم) محض انتقام لینے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔“

ابوبکر البہذی روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو تمام حالات بتائے اور ان سے مشورہ طلب کیا اور

فرمایا:

”تم مختصر بات کرو اور لمبی گفتگو نہ کرو۔ ورنہ تمہارے کام خراب ہو جائیں گے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آج کے بعد بھی

کئی ایام آئیں گے۔“ (اس کے مطابق گفتگو کرو)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

اس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جو اللہ تعالیٰ نے انہوں نے نکلے شہادت پڑھنے اور حمد و ثنا

کرنے کے بعد یوں خطاب کیا:

”اے امیر المؤمنین! ان معاملات نے آپ کو محکم کر دیا ہے اور مصائب کی آزمائش میں آپ ثابت قدم رہے بلکہ ان

تجربوں نے آپ کو آزمودہ کار بنا دیا ہے آپ اپنی رائے پر عمل کریں کیونکہ آپ کی رائے صائب ہوتی ہے آپ کو اس

معاملے کا پورا اختیار حاصل ہے آپ حکم دیجیے ہم آپ کی اطاعت کریں گے آپ ہمیں بلائیں گے تو ہم بالیک نہیں گئے۔

آپ ہمیں سوار کرائیں گے تو ہم سوار ہو جائیں گے۔ ہمیں وفد کے طور پر بھیجیں گے تو ہم وہاں بیٹے جائیں گے اگر آپ

قیادت فرمائیں گے تو ہم آپ کی قیادت کو قبول کریں گے کیونکہ آپ با اختیار حاکم ہیں میں نے بار بار آزمایا ہے اور تجربہ

کر کے دیکھا ہے کہ اللہ نے انجام کار آپ کو کامیابی عطا کی ہے۔“ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے:

بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر ان الفاظ کا اعادہ کیا: ”آج کے بعد کئی دن اور بھی آئیں گے۔ اس لیے پوری طرح گفتگو کرو۔ اس پر حضرت عثمان بن عفان کھڑے ہو کر یوں فرماتے گئے۔ ”اے امیر المومنین! میری یہ رائے ہے کہ آپ اہل شام کو نکلیں تاکہ وہ شام سے روانہ ہوں اور اہل یمن کو بھی تحریر فرمائیں تاکہ وہ بھی فوج لے کر کوچ کریں۔ اور آپ ان حرمین کے لوگوں کو لے کر کوفہ اور بصرہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور وہاں مسلمانوں کی فوج جمع کر کے مشرکوں کی فوج سے مقابلہ کیجیے کیونکہ جب آپ اپنے ساتھیوں اور دوسرے لوگوں کو لے کر خود روانہ ہوں گے تو دشمنوں کی کثیر تعداد بھی آپ کو کم معلوم ہوگی بلکہ اے امیر المومنین! آپ ہی غالب آئیں گے اور ان پر بھاری رچیں گے آپ کے بعد عرب میں آپ جیسا کوئی شخص نہیں ہے چونکہ یہ دن (ایسا اہم) ہے کہ اس کے بعد (مزید اہم) ایام آئیں گے اس لیے آپ اس میں اپنی رائے اور اپنے مددگاروں کے ذریعے شریک ہوں اور اس جنگ سے غیر حاضر نہ رہیں۔ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر وہی الفاظ دہرائے تو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر یوں مخاطب ہوئے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جوابی تقریر:

اے امیر المومنین! اگر آپ شام سے اہل شام کو روانہ کریں تو اہل روم ان کے اہل و عیال پر ٹوٹ پڑیں گے اور اگر اہل یمن کو یمن سے روانہ ہونے کا حکم دیں گے تو اہل حبشہ ان کے بال بچوں پر حملہ کر دیں گے اور اگر آپ (بخس نفیس) اس سرزمین سے روانہ ہوں گے تو چاروں طرف سے اہل عرب اس علاقے پر ٹوٹ پڑیں گے اس صورت میں آپ کے لیے بیرونی حملوں کے بجائے اندرون ملک کی سرحدوں اور اہل و عیال کو سنبھالنا اہم ہوگا۔ لہذا آپ ان لوگوں کو ان سے شہروں میں برقرار رکھیے اور اہل بصرہ کو تحریر کیجیے کہ وہ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں ان کا ایک گروہ اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرے اور دوسرا گروہ (غیر مسلم) ذمیوں کی نگرانی کرے تاکہ وہ ان پر حملہ نہ کر سکیں اور تیسرا گروہ اپنے بھائیوں یعنی اہل کوفہ کی مدد کے لیے روانہ ہو جائے۔“

خود جانے کے نقصانات:

اہل ہجرت آئندہ جب وہ آپ کو دیکھیں تو وہ یہ کہیں گے کہ یہ عربوں کا حاکم ان کی اصل بنیاد ہے۔ اس طرح آپ کا وجود آپ کی مخالفت پر انہیں زیادہ آدھا کرے گا۔

”آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ دشمن کی فوجیں روانہ ہوگئی ہیں تو یہ ان کا وہ عمل ہے جسے اللہ آپ سے زیادہ ناپسند کرتا ہے اور جس بات کو اللہ ناپسند کرے تو وہ اسے دور کرنے پر سب سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ جہاں تک ان کی تعداد کی کثرت کا تعلق ہے تو ہم گذشتہ زمانے میں کثرت کے بل بوتے پر جہاد نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت خداوندی کے بھروسے پر مجاہدانہ جنگ کرتے تھے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”بے شک اگر میں اس شہر سے روانہ ہو جاؤں تو اس کے اطراف و اکناف سے لوگ اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور اگر اہل

ہم نے مجھے دیکھ لیا تو وہ میدان جنگ کو نہیں چھوڑیں گے اور انہیں وہ لوگ بھی امداد دیکھ چکے تھے جو امداد دینے نہیں چاہتے تھے کیونکہ وہ یہی کہیں گے۔

یہ عرب کی اصل بنیاد ہے اگر تم اس کو کاٹ دو گے تو سمجھو تم نے عرب کی جڑ کو کاٹ دیا۔

سید سالار کا انتخاب:

اب تم مجھے مشورہ دو کہ میں آئندہ اس جنگ کا سپہ سالار کسے بناؤں؟ مسلمانوں نے کہا:

”آپ بہترین رائے اور صلاحیت کے مالک ہیں۔“

آپ نے فرمایا: ”مجھے کوئی عراقی شخص بتاؤ۔“

وہ بولے: ”اے امیر المومنین! آپ اہل عراق اور اپنے لشکر کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں وہ آپ کے پاس وفد بنا کر آتے ہیں آپ انہیں دیکھتے ہیں اور ان سے گفتگو بھی کرتے ہیں۔“

آپ نے فرمایا: ”خدا کی قسم میں ایسے شخص کو سپہ سالار مقرر کروں گا جو کل جنگ شروع ہوتے ہی سب سے پہلے نیزہ سنبھالے گا۔“

لوگوں نے پوچھا: ”وہ کون ہے؟“

آپ نے فرمایا: ”وہ نعمان بن مقرن مزی ہیں۔“

لوگ کہنے لگے: ”بے شک وہ اس جنگ کے لیے موزوں ترین شخص ہیں۔“

حضرت نعمان بن مقرن کا تقرر:

حضرت نعمان بن مقرن اس زمانے میں بصرہ میں تھے ان کے ساتھ کوفہ کے جرنیل بھی تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے ہرمزان کی عہد شکنی کے موقع پر امداد کے لیے بھیجا تھا اور انہوں نے رامہرمز اور ایدہج کے مقامات کو فتح کر لیا تھا۔ اور تسنہ جندی ساہور اور سوس کی جنگوں میں مسلمانوں کی مدد کی تھی۔

حضرت عمرؓ نے انہیں زر بن کلیب اور مختار بن اسود بن رفیع کے ذریعے جنگ کی اطلاع بھیجی اور یہ بھی تحریر کیا:

”میں نے تمہیں اہل ہمم کی جنگ کا سپہ سالار بنایا ہے اس لیے تم اپنے مقام سے روانہ ہو جاؤ اور ماہ کے مقام پر پہنچ جاؤ کیونکہ میں نے اہل کوفہ کو لکھ دیا ہے کہ وہ تم سے وہاں ملیں جب تمہاری فوجیں اکٹھی ہو جائیں تو تم فیضان اور اہل ہمم کی ان فوجوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہو جاؤ جو ان کے پاس جمع ہو گئی ہیں۔“

تم اللہ سے مدد طلب کرو اور لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ (اللہ ہی کو اختیار حاصل ہے) زیادہ پڑھا کرو۔“

جہاد کا شوق:

ابو وائل کی روایت ہے کہ حضرت نعمان بن مقرن بنقرہؓ کسک کے حاکم تھے انہوں نے حضرت عمرؓ کو تحریر کیا:

”میری اور کسک کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نوجوان مرد کے پہلو میں بدکار عورت ہو جو اپنے رنگ و بو سے اسے لہجہ ری ہو میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے کسک سے معزول کر کے مسلمانوں کے کسی لشکر میں (جہاد کے لیے) بھیج دیں۔“

حضرت عمرؓ نے جواب میں تحریر کیا۔

مشرق کہ جنگ کا خاتمہ:

”تم اپنے لشکر کو لے کر بنیاد و پنہلو اور وہاں تمہیں سپہ سالار ہو گے۔“

پناہیہ جب مسلمانوں کا دشمن سے مقابلہ ہوا تو سب سے پہلے وہی شہید ہوئے اس وقت ان کے بھائی سوید بن مقرن نے عم بن سہیلؓ اور پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اس کے بعد اہل فارس چاروں طرف سے جمع ہو کر کہیں مقابلہ نہ کر سکے۔ بلکہ اس کے بعد وہاں کے شیر والے ہی اپنے شہروں میں دشمن (مسلمانوں) کا مقابلہ کرتے تھے۔

حضرت حذیفہؓ جوشکر کا تقریر:

سیف کی مزید روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ربیع بن عامر کے ذریعے عبداللہ بن عبد اللہ (نئے حاکم کوفہ) کو یہ تحریر کیا کہ ”تم نعمان کے پاس ان لوگوں کو روانہ کرو کیونکہ میں نے انہیں لکھ دیا ہے کہ وہ ابواز سے ماہ پہنچ جائیں تمام فوج اسی مقام پر ان کے ساتھ شامل ہو جائے اور پھر وہاں سے سب نہاد و پناہیہ جائیں۔“

میں نے ان پر (اہل کوفہ کی فوج پر) حذیفہ بن الیمانؓ کو سپہ سالار مقرر کیا ہے تا آنکہ وہ نعمان بن مقرنؓ جوشکر کے پاس پہنچ جائیں۔ میں نے نعمانؓ کو لکھا ہے کہ اگر تم پر کوئی حادثہ رونما ہو جائے تو مسلمانوں کے سپہ سالار حذیفہ بن الیمانؓ جوشکر ہوں گے اور اگر حذیفہؓ جوشکر بھی حادثہ کا شکار ہو جائیں تو اس وقت خیم بن مقرنؓ سپہ سالار ہوں گے۔“

فوج کا امین:

آپ نے قریب بن ظفر (قاصد) کے ساتھ سائب بن اقرعؓ کو امین کی حیثیت سے واپس بھیجا اور فرمایا:

”اگر اللہ تمہیں فتح عطا کرے تو تم مسلمانوں میں مال غنیمت کو تقسیم کرو اس میں مجھے حصہ کا نہ دینا اور نہ کوئی بدی اختیار کرنا اگر مسلمانوں کو شکست ہو جائے تو نہ تم مجھے اپنی شکل دکھاؤ اور نہ میں تمہیں دیکھوں گا۔“

رضا کا رواج کی شرکت:

وہ دونوں ترغیب جہاد پر مشتمل حضرت عمرؓ کا نامہ مبارک لے کر آئے اس جہاد میں اہل کوفہ کی رضا کا رواج نے سب سے جلد شرکت اختیار کی تاکہ وہ اپنی دینداری کا ثبوت دیں اور (مال غنیمت میں) حصہ حاصل کریں۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ جوشکر لوگوں کو لے کر نکلے ان کے ساتھ خیم بن مقرنؓ بھی تھے وہ طرز کے مقام پر حضرت نعمانؓ جوشکر سے ملے انہوں نے مرج القلعہ میں سواروں کا ایک دستہ مقرر کیا جس پر نصیر حاکم تھے۔

دیگر سرداروں کو خط:

حضرت عمرؓ نے سلمیٰ بن القیسؓ حرملہ بن مرسلہؓ زربینؓ کلیبؓ مقتر ب بن اسودؓ بن ربیعہؓ اور ان مسلمان جرئیوں کو یہ خطوط لکھے جو فارس اور ابواز کے درمیان متعین تھے۔

”تم اہل غم کو اپنے بھائی مسلمانوں کی طرف آنے سے روکو اور اس طرح اپنی قوم اور اپنی زمین کی حفاظت کرو نیز

تم فارس اور ابواز کی درمیانی سرحدوں پر اس وقت تک ڈنٹے رہو جب تک کہ تمہارے پاس میرا (دوسرا) حکم نہ آئے۔“

درمیان مورچے:

مجاشر بن مسعود سلمیٰ کو اہواز بھیجا گیا اور انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ وہاں سے ماہ کے مقام پر جائیں چنانچہ وہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب وہ غلی کے درخت کے قریب پہنچے تو حضرت نعمان جہنم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اسی جگہ ٹھہرے ہیں۔ وہ غلی درخت اور مرج القطعہ کے درمیان ٹھہرے رہے۔

سلمیٰ 'حملہ زراور مقرب چپکے سے اصفہان اور فارس کی سرحدوں پر پہنچ گئے اس طرح انہوں نے اہل نہادند کے لیے فارس سے اعداد و رک دی۔

نامور بہادروں کی شرکت:

جب اہل کوفہ طرز کے مقام پر حضرت نعمان جہنم سے ملے تو ان کو قریب کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ نام مبارک موصول ہوا۔ ”تمہارے ساتھ عرب کے نامی گرامی سردار ہیں جو عہد جاہلیت میں بہادرانہ کارنامے انجام دے چکے ہیں اس لیے جنگی امور میں ان سے کمتر ماہرین کے بجائے انہیں اپنے ساتھ رکھو اور ان کی خدمات حاصل کرو اور ان کی رائے اور مشورہ پر عمل کرو۔ تم ظہیمہ عمرو اور عمر سے خدمت لو اور انہیں کسی خاص کام کا حاکم مقرر نہ کرو۔“

خبر رسانی کی مہم:

چنانچہ حضرت نعمان جہنم نے طرز کے مقام سے (حضرات طلحہ عمرو اور عمرو بن مسعود کی لیے بھیجا تا کہ وہ دشمن کی (نقل و حرکت) کی خبریں لے کر آئیں اور اس میں مبالغہ آیزی نہ کریں۔ چنانچہ طلحہ عمرو بن ابی سلمیٰ القرظی اور عمرو بن معدی کرب زبیدی روانہ ہوئے وہ دن میں رات تک پھرتے رہے اس کے بعد عمرو بن ابی سلمہ واپس آ گئے لوگوں نے پوچھا: ”تم کیوں جلد واپس آ گئے؟“ وہ بولے ”میں اہل عجم کے علاقے میں گیا تھا یہ زمین ناواقف شخص کو تباہ کر دیتی ہے اور جو (اس کے راستہ سے) واقف ہوتا ہے وہ اس زمین کو تباہ کر دیتا ہے۔“

طلحہ عمرو بن معدی کرب چلتے رہے جب رات کا آخری حصہ ختم ہوا تو عمرو بن معدی کرب بھی واپس آ گئے لوگوں نے پوچھا: ”تم کیسے واپس آئے؟“ وہ بولے ”ہم ایک دن اور ایک رات چلتے رہے اور ہم نے کچھ نہیں دیکھا آخر کار ہمیں اندیشہ ہوا کہ ہم راستے سے نہ ہٹ چکے جائیں۔“

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی کامیابی:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ چلتے رہے یہاں تک کہ وہ نہادند تک پہنچ گئے طرز اور نہادند کے درمیان تقریباً پچیس فرسخ کا فاصلہ تھا انہیں دشمن کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں اور بہت سی باتیں معلوم ہوئیں انہوں نے اپنے دونوں ساتھیوں کی پروا نہیں کی تھی (بلکہ آگے نکل گئے تھے) اس وجہ سے مسلمان یہ سمجھنے لگے تھے کہ وہ (طلحہ) دوبارہ مرتد ہو گئے ہیں۔

جب وہ واپس آئے اور مسلمانوں کے لشکر میں پہنچے تو مسلمانوں نے فخرہ بکیر بلند کیا انہوں نے پوچھا ”کیا بات ہے؟“ لوگوں نے ان کے بارے میں بدگمانی اور اندیشہ کا ذکر کیا اس پر وہ بولے اگر دین و مذہب محض عرب قومیت میں ہوتا تو اس صورت میں بھی میں اہل عجم کے پاس جا کر پناہ نہ لیتا بعد ازاں وہ حضرت نعمان جہنم کے پاس گئے اور انہیں حالات سے مطلع کیا اور انہیں بتایا

کہ ان کے اور نہاد و نہ کے درمیان کوئی خطرہ نہیں ہے اور نہ کوئی (راہ میں حائل) ہے۔

صف آرائی:

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اب کوج کرنے کا اعلان کیا اور صف بندی کرنے کا حکم دیا انہوں نے مجاشع بن مسعود کو یہ پیغام دیا کہ وہ مسلمانوں کی رہنمائی کرے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ صفیں درست کرتے رہے ان کے ہر اول دستے پر نعم بن مقرن رضی اللہ عنہ ان کے دونوں پہلوؤں پر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ تھے ایک حصہ پر قحطاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور پچھلے حصہ پر مجاشع رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ کی امدادی فوج بھی پہنچ گئی تھی ان میں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور عبداللہ بن مسعود بھی شامل تھے آخر کار وہ امید ہان کے مقام پر پہنچ گئے۔

دشمن کی تیاری:

دشمن نے بھی صف بندی کر لی تھی ان کا سپہ سالار قیصران تھا اور اس کے دائیں ہاتھیں زردق اور یحییٰ بن جاذویہ تھے جو ذوالحاجب کی جگہ مقرر ہوا تھا۔ نہاد کی جنگ میں وہ لوگ بھی شریک تھے جو قادیہ اور دوسری جنگوں میں شریک نہیں تھے و سرحدی مقامات پر رہتے تھے ان میں ان کے امراء اور ممتاز افراد شامل ہوئے ان کے سواری دستے کا سردار انوش تھا۔

نعرہ تکبیر کا اثر:

جب حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا ان کے ساتھ مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا اس سے ایرانیوں کی صفوں میں ہلچل پیدا ہو گئی پھر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے کھڑے کھڑے سامان اتارنے اور خیمے نصب کرنے کا حکم دیا کوفہ کے اشراف نے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے لیے خیر نصیب کیا پھر چودہ ممتاز سرداروں کے خیمے نصب کیے گئے جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

ممتاز سردار:

۱۔ حذیفہ بن الیمان ۲۔ عقبہ بن عمرو ۳۔ مغیرہ بن شعبہ ۴۔ بشر بن الحاصبہ ۵۔ حذیفہ الکاتب بن ربیع ۶۔ ابن ابیہر ۷۔ ابی بن عامر ۸۔ عامر بن مضر ۹۔ جریر بن عبداللہ حمیر ۱۰۔ اقرع عبداللہ حمیری ۱۱۔ جریر بن عبداللہ بکلی ۱۲۔ اشعث بن قیس کنذی ۱۳۔ سعید بن قیس ہدانی ۱۴۔ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ان لوگوں جیسے (عمدہ) خیمے عراق میں نہیں دیکھے گئے۔

گھمسان کی جنگ:

سامان اتارنے کے بعد حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے جنگ چھیڑ دی یہ جنگ چار شہد اور پچھن دو دونوں تک ہوتی رہی۔ یہ جنگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ساتویں سال ۱۹ھ میں ہوئی یہ گھمسان کی لڑائی تھی جس میں فریقین ہم پلہ رہے جمعہ کے دن وہ اپنی خندقوں میں گھس گئے اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور جب تک اللہ نے چاہا وہ ان کا محاصرہ کرتے رہے ایرانیوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ جب وہ چاہتے تھے تو آتے مسلمانوں کو یہ بات شاق گذری اور انہیں اندیشہ ہوا کہ اس طرح محاصرہ طوالت اختیار کرے گا لہذا جمعہ کے دن مسلمانوں کا اجتماع ہوا اور اہل رائے مسلمان مشورہ کرنے لگے۔ اور کہنے لگے:

باب بھی مشورہ:

”ہم ان (دشمنوں) کو خود مختار دیکھ رہے ہیں۔“

آخر کار وہ حضرت نعمان بن حارثہ کے پاس آئے اور جب انہوں نے یہ بات بتائی تو حضرت نعمان بن حارثہ کو بھی اپنا ہم خیال پایہ کیونکہ جس بات پر وہ غور و خوض کر رہے تھے وہی مسئلہ ان کے زیر غور بھی تھا وہ بولے ”تم ٹھہر جاؤ اپنی جگہ پر ڈالو۔“ اس کے بعد انہوں نے باقی ماندہ جنگی امور کے ماہروں کو بلا بھیجا جب وہ پہنچے تو حضرت نعمان بن حارثہ نے فرمایا:

”تم مشرکوں کو دیکھ رہے ہو کہ وہ خندق اور شہروں میں پناہ گزین ہو گئے ہیں اور جب وہ چاہتے ہیں نکل آتے ہیں مسلمان ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے ہیں اور نہ روک سکتے ہیں اس بات سے مسلمان بہت پریشان ہیں۔ جب کہ دشمن کو باہر نکلنے کی آزادی حاصل ہے لہذا انہیں باہر نکال کر جنگ کرانے کی کون سی تدبیر کارگر ہو سکتی ہے جس سے یہ صمد طویل نہ ہو سکے۔“

جنگی ماہروں کی رائے:

اس زمانے میں جو سب سے زیادہ سن رسیدہ ہوتا تھا وہی سب سے پہلے بولتا تھا لہذا عمرو بن ابی جوشب سے زیادہ سن رسیدہ تھے کہنے لگے:

”دشمن کے لیے قلعہ نشین ہونا آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے زیادہ مضر ہے لہذا انہیں آپ اپنی حالت پر چھوڑیے اور انہیں نہ چھیڑیں بلکہ جو آپ کے پاس آئے اس سے جنگ کیجیے۔“

سب مسلمانوں نے ان کی رائے کی مخالفت کی اور کہا:

”ہمیں یقین ہے کہ ہمارا پروردگار ہمارے ساتھ اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔“

حضرت عمر بن معدی کرب بنی نضیر بولے:

”آپ ان کا مقابلہ کریں اور ان سے جنگ کریں اور ان سے بالکل نہ ڈریں۔“

سب لوگوں نے ان کی رائے بھی رد کر دی اور کہا:

”صرف دیواریں ہمارے ساتھ مقابلہ کرتی ہیں اور وہی دشمن کے برخلاف ہماری مددگار ہیں۔“

حضرت طلحہ بن حارثہ کی رائے:

حضرت طلحہ بنی نضیر نے کہا:

”ان دونوں نے گفتگو کی گھر گھر رائے نہیں دی میری رائے یہ ہے کہ آپ گھوڑ سواروں کا ایک دستہ بھیجیں تاکہ وہ انہیں گھیرے اور پھر وہ ان پر تیر اندازی کرے۔ تاکہ وہ جنگ چھیڑیں۔ جنگ شروع ہو جائے اور وہ نکل کر ان سے حتم تھا ہو جائیں تو وہ دستہ ہماری طرف واپس آ جائے اور چونکہ ہم اپنی تمام جنگوں میں کبھی پیچھے نہیں ہٹے تھے اور اب پیچھے ہٹ رہے ہیں تو انہیں ہماری شکست کی توقع ہے۔ اور وہ اس میں شک نہ کرتے ہوئے ہماری طرف آئیں گے اور ہم سے جنگ کریں گے اور ہم ان سے جنگ اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک کہ اللہ اپنی مرضی کے مطابق ہمارے اور

ان کے درمیان فیصلہ نہ صادر فرمائے۔“

جنگی تدبیر:

ابنہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے حضرت قتعا بن عمرو رضی اللہ عنہ کو آگے جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے جنگ جبینہ دی دشمن چھ دیہ تو قف کرنے لگے بعد باہر نکل آئے جب وہ نکل آئے تو وہ برابر پیچھے پیچھے بنتے گئے ابراہیم بنے اس بات کو غنیمت چاہا اور وہ جیسے کہ طبعہ کا خیال تھا باہر نکل آئے اور ان لوگوں کے سوا جو دروازوں پر تھے باقی سب باہر نکل آئے اور سب سوار یوں پر تھے اس وقت حضرت قتعا بن عمرو رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گئے اور دشمن کی فوجیں ایک حد تک اپنے قلعوں سے کٹ گئیں۔

دشمن کی تیر اندازی:

اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کی فوجیں صف آرا تھیں اور جمعہ کے دن کا آغاز تھا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اپنے مقامات پر ڈنٹے رہیں اور اس وقت تک جنگ نہ کریں جب تک کہ وہ انہیں اجازت نہ دیں چنانچہ مسلمانوں نے تعمیل حکم کی انہوں نے تیر اندازی سے بچنے کی کوشش کی۔ مگر مشرکین مسلمانوں پر تیر اندازی کرتے رہے یہاں تک کہ مسلمان بہت زخمی ہو گئے اور وہ ایک دوسرے سے اس کی شکایت کرنے لگے پھر وہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے:

”کیا آپ ہماری حالت نہیں دیکھ رہے ہیں اور کیا مسلمانوں پر جو مصیبت نازل ہو رہی ہے اس کا آپ کو کوئی علم نہیں ہے آپ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟ آپ مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت دیں۔“

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا توقف:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ“ مسلمان بار بار ان کے پاس گئے اور وہ ہر موقع پر یہی جواب دیتے رہے۔ ”تم تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ اور توقف کرو۔“

اس پر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اگر یہ کام (سہ سالاری) میرے سپرد ہوتا تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ میں کیا کرتا ہوں۔“

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم ٹھہر جاؤ تمہیں بھی کام کرنے کا موقع ملے گا جب تم حاکم تھے تو تم بھی اچھا کام کرتے تھے اللہ تمہیں اور ہمیں رسوا نہیں کرے گا ہمیں توقف کرنے میں بھی اسی قسم کی توقع ہے جس قسم کی توقع ترغیب جہاد (کے جلدی کرنے) میں ہو سکتی ہے۔“

سنت نبوی کا اتباع:

دراصل حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ جنگ کرنے میں اس مبارک گھڑی کا انتظار کر رہے تھے جو رسول اللہ ﷺ کو جہاد کا آغاز کرنے میں زیادہ پسند تھی یہ وقت زوال کے بعد کا تھا جب کہ سایہ دخل چکا ہو اور ہوائیں چل رہی ہوں جب یہ وقت قریب آیا تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سوار ہو کر گشت کرنے لگے۔ اور ہر طہر دار کے قریب جا کر اللہ کی حمد و ثنا کرتے اور فرماتے:

ترغیب جاہلو:

”تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے تمہیں اس دین و مذہب کی بدولت عزت بخشی ہے اور تم سے غالب آنے کا وعدہ کیا ہے اللہ نے اپنے وعدے کا ابتدائی حصہ مکمل کر دیا ہے اور اب اس کا آخری حصہ باقی رہ گیا ہے اللہ ضرور اپنا وعدہ پورا کرے گا اور آخری دور کو بھی پہلے دور کی طرح کامیاب کرے گا تم اپنے گذشتہ زمانے کو یاد کرو جب کہ تم ذلیل و حقیر تھے اور جب تم نے اس دین و مذہب کو قبول کیا تو تم معزز و محترم ہو گئے۔ تم آج اللہ کے سچے بندے ہو اور اس کے دوست ہو۔

اعلیٰ مقصد کے لیے جنگ:

”تمہیں معلوم ہے کہ تم اپنے کوئی بھائیوں سے الگ ہو گئے ہو اس لیے تمہاری فتح و نصرت میں ان کا فائدہ ہے اور تمہاری شکست اور ذلت میں ان کا نقصان ہے تمہیں معلوم ہے کہ اپنے دشمن کے مقابلے میں تم کون ہو؟ اور ان کے پیش نظر کیا ہے اور تمہارے پیش نظر کیا ہے؟ وہ اپنے ملک و وطن اور اپنی دنیا کی حفاظت کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ مگر تم اپنے دین و مذہب اور اپنے مرکز کی حفاظت کے لیے جہاد کر رہے ہو تم اور وہ اپنے مقاصد میں برابر نہیں ہو ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی دنیا کی حفاظت و حمایت میں زیادہ سرگرم ثابت ہوں بہ نسبت اس کے کہ تم اپنے دین و مذہب کی حفاظت و حمایت میں جوش و خروش کا مظاہرہ کرو۔

وہ بندہ سب سے زیادہ پرہیزگار اور متقی ہے جو اللہ کے کاموں میں خلوص و صداقت کا اظہار کرے اور اس مقصد کے لیے بہترین کارنامہ انجام دے۔

شہادت پانچ:

تم دو قسم کی بھلائیوں کے درمیان ہو اور دونکیوں میں سے کسی ایک نیکی کی تمہیں توقع ہے یا تو تم شہید ہو کر زندہ جاوید ہو جاؤ گے اور اللہ کے پاس سے تمہیں رزق دیا جائے گا یا تم جلد فح اور کامیابی حاصل کرو گے تم میں سے ہر ایک اپنے قریب (کے دشمن) کے لیے کافی ہے بلکہ تم میں سے ہر ایک اپنے قریب کے لوگوں پر غالب آئے گا۔

جنگی ہدایات:

جب میں حکم دوں تو تم تیار ہو جاؤ میں تین تکبیریں کہوں گا جب میں پہلی تکبیر کہوں تو جو شخص تیار نہ ہو وہ جنگ کے لیے تیار ہو جائے جب میں دوسری تکبیر کہوں تو ہر ایک ہتھیار بند ہو جائے اور حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے اور جب تیسری مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کروں تو اس وقت میں خود حملہ کروں گا تم بھی مل کر حملہ کرو۔

فتح و شہادت کے لیے دعا:

اے اللہ تو اپنے دین و مذہب کو غالب کر اور اپنے بندوں کو فتح و نصرت عطا کر اور اپنے دین کی عزت اور اپنے بندوں کی فتح و نصرت کے ساتھ تو نعمان کو آج کا شہید اول بنا۔“

شدید جنگ:

جب حضرت نعمان رضی اللہ عنہ فوج کے مختلف دستوں کے پاس جا کر انہیں ہدایات دے چکے اور انہیں اپنے احکام بتا چکے تو اپنے

مرکز پر واپس آ گئے اس کے بعد انہوں نے (حسب ہدایت) تین دفعہ نعرہ بجیر بلند کیا مسلمان سنتے رہے اور قہقہے کرتے رہے اور مقابلے کے لیے اچھی طرح تیار ہو گئے اس کے بعد حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے جنگ شروع کی اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں نے مل کر حملہ کر دیا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا علم ان پر عتاب کی طرح چھپ رہا تھا اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سفید قابا اور سفید ٹوپی میں امتیازی شان رکھتے تھے اس وقت شمشیر زنی کے ساتھ ایسی گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی کہ اس سے پہلے سننے والوں نے ایسی شدید جنگ کے واقعات نہیں سنے تھے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی شہادت:

زوال کے بعد سے لے کر شام تک اہل فارس کے اس قدر سپاہی مارے گئے کہ تمام میدان جنگ ان کی کلاشوں سے چاہوا تھا کہ لوگ اور (سواری کے) جانور (اس خون کی ندی میں) پھسل رہے تھے اور مسلمانوں کے بہت سے شہسواروں نے اس لہو بہان مقام میں نقصان اٹھایا چنانچہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھی پھسل گیا اور جب ان کا گھوڑا پھسلا تو وہ گر کر شہید ہو گئے ان کے گرنے سے پہلے حضرت نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے ان کا جھنڈا سنبھال لیا اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ (کی لاش) کو ایک کپڑے سے ڈھانک دیا اس کے بعد جھنڈا لے کر عذیبہ کے پاس آئے اور (سپہ سالار کا) جھنڈا ان کے حوالے کر دیا وہ ان کے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ منتقل کر دیا اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا مورچہ سنبھال کر ان کا علم بلند کر دیا۔ اس وقت حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”تم اپنے امیر کی شہادت کی خبر کو اس وقت تک پوشیدہ رکھو جب ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اللہ ان کے اور ہمارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے اس اثنا میں مسلمانوں کے اندر کمزوری نہیں آئی چاہیے۔“

مشرکوں کو شکست:

جب رات کی تاریکی چھا گئی تو مشرکوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا مگر (اندھیرے کی وجہ سے) وہ راستہ بھٹک گئے اس لیے انہوں نے ان کا تعاقب کرنا چھوڑ دیا ایرانی فوج بھاگ کر اسید ہان کے قریب اترے تو وہ آگ میں گر گئے جب ان میں سے کوئی آگ میں گرنا تھا تو وہ کہتا تھا۔ (وایے خرد) اس وجہ سے آج تک اس مقام کا نام ”وایہ خرد“ ہے اس طرح اس جگہ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ افراد (آگ میں جل کر) مر گئے یہ ان لوگوں کے علاوہ ہیں جو میدان جنگ میں مقتول ہوئے اور صرف وہی بچے گئے جو (صحیح سالم) بھاگ سکے تھے۔

فیروزان کا قتل:

(ایرانی سردار) فیروزان بھی جنگ سے بچ نکلا تھا۔ وہ بھگڑی فوج کے ساتھ ہمدان کی طرف بھاگ گیا حضرت نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب کیا اور حضرت قتعا رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ہمدان کی گھاٹی میں جا پکڑا اس وقت وہ گھاٹی ان خجروں اور گدھوں کی (آمد و رفت) وجہ سے مسدود ہو گئی تھی جن پر شہ لدا ہوا تھا۔ ان کی وجہ سے وہ اس گھاٹی میں رک گیا تو حضرت قتعا رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ کر اسی گھاٹی پر اسے مار ڈالا اس وقت مسلمان کہنے لگے: ”اللہ نے شہد کی شکل میں (اپنا نبی) لشکر بھیجا تھا۔“ اس کے بعد وہ شہد اور اس کے ساتھ کے تمام ساز و سامان کو اپنے ساتھ لے گیا اس واقعہ کی بدولت یہ گھاٹی شہیدہ العسل کہلانے لگی۔

فیہ زمان کے قریب جب حضرت قتعا بن جندب پہنچ گئے تھے۔ تو وہ (گھوڑے سے) اتر گیا تھا اور پہاڑ پر چڑھ گیا تھا حضرت قتعا بن جندب بھی اس کے پیچھے پہاڑ پر چڑھ گئے اور اسے پکڑ لیا۔
دشمن کا تعاقب:

فلکست خوروہ لشکر چل کر شہر ہمدان پہنچ گیا گھوڑ سوار دستے ان کے تعاقب میں تھے جب وہ ہمدان کے شہر میں داخل ہوئے تو مسلمان بھی شہر کے قریب پہنچ گئے اور آس پاس کی چیزوں پر قبضہ کر لیا جب خسرو و ششوم نے یہ حالت دیکھی تو اس نے صلح و امن کی درخواست کی اور اس نے یہ تسلیم کر لیا کہ وہ ہمدان اور دھسکی کے مقامات کا (جزیرہ وصول کرنے میں) ذمہ دار ہے چنانچہ مسلمانوں نے اس کی پیشکش کو قبول کر لیا اور انہیں پناہ دی گئی اور جو لوگ بھاگ گئے تھے وہ بھی واپس آ گئے۔
شہر میں داخلہ:

جنگ نہادہ میں مشرکین کی فلکست کے بعد مسلمان نہادہ کے شہر میں داخل ہو گئے اور جو کچھ اس کے اندر تھا اور جو اس کے ارد گرد تھا سب پر قبضہ کر لیا انہوں نے ساز و سامان میر سامان صاحب ابن اقرع رضی اللہ عنہ کے پاس جمع کرادیا۔
جواہرات کا خزانہ:

اس کے بعد سب اہل لشکر انتظار کرنے لگے کہ ان کے بھائی جو تعاقب کے لیے ہمدان گئے تھے کیا خبر لے کر آتے ہیں اس نے اس کے قتل کردہ کا منتقم پناہ کے ارادے سے آیا اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچایا گیا تو وہ بولا "کیا آپ مجھے اس شرط پر پناہ دیں گے کہ میں آپ کو اہم معلومات سے مطلع کروں؟ وہ بولے (خسرو رم پناہ دیں گے) اس نے بتایا:
 "نحیر جان نے میرے پاس کسریٰ (شاہ ایران) کا خزانہ رکھوا یا تھا میں اسے نکال کر آپ کو دوں گا۔ بشرطیکہ آپ مجھے پناہ دیں اور ان لوگوں کو بھی پناہ دوں جنہیں میں چاہوں۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں پناہ دی۔ اس پر اس نے کسریٰ کا خزانہ نکال کر دیا جو ان جواہرات پر مشتمل تھا جو حوادث زمانہ کے موقع کے لیے جمع کیے گئے تھے جب مسلمانوں نے اسے دیکھا تو سب کا اس امر پر اتفاق ہوا کہ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں اسے ان کے حصہ میں شامل کر لیا گیا چنانچہ جب مسلمان (مال غنیمت کی تقسیم سے) فارغ ہوئے تو پانچویں حصہ کے ساتھ یہ (جواہرات) بھی بھیجے گئے۔

مال غنیمت کی تقسیم:

حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں مال غنیمت کو تقسیم کرایا۔ چنانچہ جنگ نہادہ میں ایک سوار کا حصہ چھ ہزار تھا اور پیادے کا حصہ دو ہزار تھا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانچویں حصے میں سے جنگ نہادہ میں بہادری کے کارنامے انجام دینے والوں کو مزید انعام اپنی مرضی کے مطابق دیے اس کے بعد جو پانچواں حصہ باقی رہ گیا تھا وہ سب ابن اقرع کے حوالے کیا گیا۔ حضرت سائب رضی اللہ عنہ وہ پانچواں حصہ (خمس) اور کسریٰ کا ذخیرہ (جواہرات) لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنگ نہادہ کی فتح کا خط بھیجا تو جواب کے انتظار میں انہوں نے نہادہ میں ہی قیام کیا اور مزید حکم کے منتظر رہے۔ فتح کی خبر کا قاصد طریق بن سہم تھا جس کا قبیلہ ربیعہ بن مالک سے تعلق تھا۔

اہل مابین کی درخواست:

جب اہل مابین کو یہ اطلاع ملی کہ ہمدان پر قبضہ ہو گیا ہے اور فضیم بن مقرن رضی اللہ عنہ اور قحطاع بن عمرو رضی اللہ عنہ دونوں وہاں رہنے لگے ہیں تو انہوں نے بھی خسرو و شومن کے طرز عمل کی پیروی کی انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کی۔ انہوں نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ سب نے مختلف طور پر (صلح کی تجویز کو) مان لیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا ارادہ کیا مگر دینار نے انہیں دھوکا دیا۔ وہ ایرانیوں کا کم درجے کا بادشاہ تھا۔ دوسرے بادشاہ اس سے اعلیٰ درجے کے تھے۔ اور ان میں سب سے زیادہ شریف قارن تھا۔

دینار کی مصالحت:

دینار نے اپنے لوگوں سے یہ کہا۔ ”تم ان سے حسن و جمال (کے لباس) میں نہ ملاقات کرو بلکہ معمولی لباس میں جاؤ۔“ لوگوں نے اس پر عمل کیا مگر وہ ان کے برخلاف ریشمی کپڑوں اور زیورات سے آراستہ ہو کر گیا اس سے جو مطالبہ کیا گیا پورا کیا اور مسلمانوں کی تمام باتیں تسلیم کر لیں اس لیے مسلمانوں نے اس سے معاہدہ کر لیا اور دوسرے لوگوں کے لیے بھی اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ کہ وہ اس کی اطاعت کریں اور اس کا حکم مانیں اس لیے اس مقام کا نام ماہ دینار ہو گیا اور اس تعلق کی وجہ سے اس کا نام بہراذان ہی ہو گیا تھا۔

قلعہ نسیر:

نسیر بن ثور ایک قلعہ پر مقرر تھے وہاں ایک جماعت پناہ گزین تھی۔ انہوں نے ان سے جہاد کر کے اس قلعہ کو فتح کر لیا تھا اس لیے وہ قلعہ نسیر کی طرف منسوب ہو گیا تھا۔

امدادی فوج کی شرکت:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں میں بھی مال غنیمت تقسیم کیا جو مرج القلعہ میں رہ گئے تھے اور جو لوگ غصی درخت کے قریب مقیم تھے نیز جو فوجی مراکز میں متعین تھے ان سب کو جنگ نہادند کے مال غنیمت میں اسی طرح شریک کیا گیا جس طرح اصل جنگ جو فوج کو شریک کیا گیا تھا کیونکہ یہ مسلمانوں کی امداد کے طور پر متعین تھے تاکہ دشمن کسی اور راستے سے حملہ نہ کر دے۔

فتح کا قصہ:

نبودن دشمن کے حملے کے لیے مقرر تھا۔ اس رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت بے چین رہے اس لیے خبر معلوم کرنے کے لیے وہ باہر نکلے رہے اسی دن ایک مسلمان شخص مدینہ سے باہر گیا تھا وہ کسی کام کی وجہ سے ٹلکا تھا جب رات کے وقت وہ مدینہ واپس آ رہا تھا تو اسے جنگ نہادند کی تیسری رات کو ایک سوار ملا جو مدینہ چار تھا اس نے اس سے دریافت کیا: ”کہاں سے تم آئے ہو؟“ اس نے کہا ”نہادند سے۔“ پوچھا کیا خبر ہے؟ وہ بولا اچھی خبر ہے اللہ نے نعمان کو فتح دی اور شہادت بھی دی۔ اس کے بعد نہادند کے مال غنیمت کو مسلمانوں نے تقسیم کر لیا ہے اور ہر سوار کو چھ ہزار کا حصہ ملا ہے“ یہ کہہ کر وہ سوار مدینہ میں غائب ہو گیا۔

جنات کا ہرکارہ:

اس شخص نے جسے یہ خبر ملی تھی رات گزارنے کے بعد صبح یہ خبر سنائی تو یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک بھی پہنچی وہ خبر معلوم کرنے کے

لیے بہت بے چین تھے اس لیے انہوں نے اس کو بلا کر دریاخت کیا تو اس شخص نے یہ خبر سنائی آپ نے فرمایا یہ کچھ کہتا ہے یہ عظیم ہے جو جنات کا ہر کاروہ ہے اس نے انسانوں کے قاصد کو دیکھ لیا تھا۔

فتح شہادت کی خبر:

پھر طریف فتح کی خبر لے کر آئے تو پوچھا ”کیا خبر ہے؟“ وہ بولے ”میرے پاس فتح سے بھی زیادہ خبریں ہیں پھر آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلے اور دور تک چلے گئے تو انہیں ایک سوار دکھائی دیا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے فرمایا: ”یہ سائب ہے“ جب وہ قریب آئے تو پوچھا: ”کیا خبر ہے“ وہ بولے بشارت ہے اور فتح ہے“ آپ نے فرمایا: ”حضرت نعمان بن حنیظلہؓ نے کیا کیا“ وہ بولے دشمن کے خون میں گھوڑا بھسل گیا۔ اس وجہ سے وہ گر پڑے اور شہید ہو گئے“ آپ واپس چلے گئے تو سائب ان کے ساتھ چل رہے تھے آپ نے ان سے مسلمان شہیدوں کی تعداد دریافت کی انہوں نے تھوڑی تعداد بتائی اور یہ بھی بتایا کہ حضرت نعمان بن حنیظلہؓ اس ”فتح الفتوح“ میں سب سے پہلے شہید ہوئے جیسا کہ اہل کوفہ اور دیگر مسلمان بیان کرتے ہیں جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو سامان اتار کر مسجد میں رکھا گیا اور آپ نے اپنے چند ساتھیوں کو جن میں عبدالرحمن بن عوفؓ اور عبداللہ بن ارقمؓ بھی شامل تھے یہ حکم دیا کہ وہاں وہاں راستہ بھر (حفاظت کرتے) رہیں۔

جواہرات کی واپسی:

جب آپ اپنے گھر داخل ہونے لگے تو سائب نے ان دونوں صندوقوں کو (جن میں کسریٰ کے جواہرات تھے) پیش کیا اور ان کا حال سنایا اور لوگوں کے فیصلے سے مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا:

”اے ابنِ ملکہ! بخدا وہ لوگ اس بات کو جانتے ہیں اور نہ تم جانتے ہو تم بہت جلد اسلے پاؤں واپس جاؤ اور فوراً حذیفہ بن حنیظلہؓ کے پاس پہنچو کہ وہ دیگر مال غنیمت کی طرح انہیں بھی تقسیم کر دیں۔“

چنانچہ وہ فوراً واپس گئے اور ماہ کے مقام پر حضرت حذیفہ بن حنیظلہؓ کے پاس پہنچ گئے انہوں نے دونوں صندوقے لے لیے اور انہیں فروخت کیا تو اس کی قیمت چالیس لاکھ ملی۔

طلیحہ کی کرامات:

محمد بن قیس ازودی راوی ہیں کہ ایک شخص نے جس کا نام جعفر بن راشد بتایا جاتا ہے طلیحہ سے اس وقت کہا جب کہ وہ لوگ نہادند میں مقیم تھے:

”ہمیں بھوک لاحق ہے۔ کیا تمہارے عجیب کارناموں میں سے کوئی ایسی چیز باقی ہے جس سے ہمیں فائدہ پہنچے۔“

وہ بولے:

”جیسا تم چاہو۔“

انہوں نے ایک چادر کو لے کر نقاب کی طرح اوڑھ لیا پھر فرمایا:

”اس کا بیان یہ ہے کہ زمینداروں کی بکریاں باغ میں ہیں۔“

چنانچہ جب وہ باغ میں داخل ہوئے تو انہوں نے وہاں موٹی تازی بکریاں پائیں۔

دینار کی مصالحت:

قبیلہ عیس کا ایک شخص راوی ہے: ”جب ہم اہل نہاد کا محاصرہ کر رہے تھے تو وہ نکل کر ہم سے جنگ کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد اللہ نے ان کو شکست دے دی اس وقت ساک بن عبید عسیمی نے ان میں سے ایک آدمی کا تعاقب کیا جن کے ساتھ آٹھ آدمی گھوڑوں پر سوار تھے۔ انہوں نے انہیں مبارزہ (انفرادی جنگ) کے لیے بلایا چنانچہ جو کوئی مقابلے کے لیے نکلا اسے قتل کر دیا یہاں تک کہ ان تمام افراد کا خاتمہ کر دیا پھر انہوں نے اس خاص آدمی پر حملہ کیا جس کے ساتھ یہ (آٹھ سو) سوار تھے۔ اور اسے قیدی بنالیا اور اس کے ہتھیار چھین لیے اور اس کی نگرانی کے لیے ایک آدمی مقرر کر دیا۔ جس کا نام عبد تھا۔ اس پر وہ بولا ”تم مجھے اپنے امیر کے پاس لے چلو۔ تاکہ میں اس سرزمین کی طرف سے ان سے مصالحت کروں اور انہیں جزیہ ادا کروں۔ تم نے مجھ پر بہت احسان کیا ہے کیونکہ تم نے مجھے قتل نہیں کیا ہے میں اس وقت سے تمہارا غلام ہوں اگر تم مجھے اپنے بادشاہ کے پاس پہنچاؤ گے اور میرے تعلقات اس سے درست کرادو گے تو میں تمہارا بہت ممنون ہوں گا۔ اور تم میرے بھائی بن جاؤ گے“ اس پر انہوں نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور اسے پناہ دی اور پوچھا: ”تم کون ہو؟ اس نے کہا میں دینار ہوں“ چنانچہ اسے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جایا گیا۔ وہاں دینار نے ساک کی بہادری کی بہت تعریف کی۔ کہ انہوں نے کتنے افراد کو قتل کیا اور مسلمانوں کی کس قدر حمایت کی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے خراج ادا کرنے پر صلہ کر لی اور اس مناسبت سے ماہ کا علاقہ اس کی طرف منسوب کیا گیا۔ وہ ساک سے بہت دوستی رکھتا تھا۔ اور اسے تحائف بھیجتا رہتا تھا۔ اور جب کسی اسے حاکم کو فہ سے کوئی کام ہوتا تھا تو وہ کو فہ آیا کرتا تھا۔

دینار کا خطاب:

ایک دفعہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کو فہ آیا تو اس وقت کو فہ میں مسلمانوں سے یوں مخاطب ہوا: ”اے اہل کو فہ! تم سب سے پہلے ہمارے علاقے میں آئے تھے۔ اس وقت تم بہترین انسان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی اسی حالت پر قائم رہے۔ اس کے بعد تم تبدیل ہو گئے اور تم میں یہ چار خصلتیں پیدا ہو گئیں: ۱۔ بخل ۲۔ فریب ۳۔ غداری ۴۔ تنگی۔ اس سے جو شتر تمہارے اندران میں سے کوئی چیز نہ گئی۔ جب میں نے غور کیا تو یہ چار کچھ اسے پیدا کئی علاقے سے آئیں۔ فریب وہی بخلوں کی طرف سے آئی۔ بخل فارس سے آیا۔ غداری خراسان سے آئی اور تنگ دلی اہواز کی طرف سے آئی۔“

ابولولواۃ کا افسوس:

حضرت صفی فرماتے ہیں: ”جب نہاد کے قیدی مدینہ میں لائے گئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولولواۃ فیروز جب کسی بچے کو دیکھا تھا تو اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا اور روتا تھا۔“ وہ کہتا تھا ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرا کبچہ کھالیا ہے۔“

مقتولوں کی تعداد:

وہ دراصل نہاد کا رہنے والا تھا۔ اہل روم نے اہل فارس کے ساتھ جنگ میں ان کو قیدی بنالیا تھا اس کے بعد مسلمانوں نے اسے گرفتار کر کے قیدی بنالیا تھا اس لیے وہ اس مقام سے منسوب ہو گیا جہاں سے وہ گرفتار کر کے اسیر بنایا گیا تھا۔ حضرت صفی کی روایت ہے کہ (شکست کے بعد) آگ میں اسی ہزار (۸۰۰۰۰) گھر گئے تھے اور میدان جنگ میں تیس ہزار

(۳۰۰۰۰)۔ رے گئے یہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں میں بیکڑے ہوئے تھے۔ جو لوگ تعاقب میں مارے گئے ان کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ مسلمانوں کی کل تعداد تیس ہزار (۳۰۰۰۰) تھی۔ نہاد مذکا شہر ۱۹ھ کے شروع میں فتح ہوا تھا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے سات سال ہو گئے تھے۔ اور ۱۸ھ ختم ہو چکا تھا۔

اہل ماجین کے لیے معاہدہ:

سیف بنی ہاشم کی روایت ہے کہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اہل ماجین کے لیے یہ معاہدہ تحریر کیا: نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اہل ماہ بہر اذان کو یہ معاہدہ لکھ کر دیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”وہ ان کی جان و مال اور اراضی کو محفوظ رکھنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ وہ کسی قوم پر حملہ نہیں کریں گے ان کے مذہب اور قوانین میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی وہ جب تک سالانہ جزیہ مسلمانوں کو ادا کرتے رہیں گے تو ان کی حفاظت کی جائے گی۔ ہر بالغ پر اس کی حیثیت کے مطابق اس کے جان و مال کا (جزیہ) ہے ان کے ذمہ یہ ہے کہ وہ مسافر کی رہنمائی کریں اور راستوں کو درست کریں اور مسلمانوں کی فوج میں سے جو کوئی ان کے پاس سے گزرے تو وہ اسے ایک رات دن کے لیے پناہ دیں وہ قادیان اور خیر خواہ ہیں۔ اگر انہوں نے دھوکہ دیا اور معاہدہ کی مخالفت کی تو ہم ان سے بری الذمہ ہیں۔“

اس پر عبداللہ بن ذی النہیین و قنقاع بن عمرو اور جریر بن عبداللہ گواہ ہیں اور یہ ماہ محرم ۱۹ھ میں لکھا گیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا معاہدہ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے یہ معاہدہ لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ (معاہدہ) حذیفہ بن الیمان نے اہل ماہ وینار کے لیے لکھ کر دیا ہے:

”وہ انہیں جان و مال اور اراضی پر پناہ دیتے ہیں وہ ان کی قوم پر حملہ نہیں کریں گے ان کے مذہب و قوانین میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی مسلمانوں پر ان کی حفاظت اسی وقت تک (فرض) ہے جب تک کہ وہ سالانہ جزیہ مسلمان حاکم کو ادا کرتے رہیں گے۔ جو ہر بالغ پر اس کی حیثیت اور طاقت کے مطابق اس کے جان و مال پر ہے وہ مسافر کو راستہ بتائیں اور راستوں کو درست رکھیں اور مسلمان سپاہیوں میں سے جو کوئی ان کے پاس سے گزرے تو اسے ایک دن اور ایک رات ٹھہرائیں وہ (مسلمانوں کے) خیر خواہ رہیں اگر وہ تبدیل ہو گئے اور دھوکہ دینے کی کوشش کریں تو (ان کی) حفاظت کی (ہمارے) ذمہ داری ان پر سے ساقط ہو جائے گی۔“

اس کے گواہ قنقاع بن عمرو و نعیم بن مقرن اور سدید بن مقرن ہیں اور یہ ماہ محرم میں لکھا گیا۔“

کارناموں پر انعام:

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جو جنگ نہاد میں شریک ہوئے اور رضا کاروں میں سے جنہوں نے عمدہ بہادری کے کارنامے انجام دیے۔ دودو ہزار کے عطیات دیے اور انہیں اہل قادیہ کے برابر تسلیم کیا۔

باب ۸

پیش قدمی کی اجازت

اس سال حضرت عمرؓ نے عراق کی فوجوں کو حکم دیا کہ وہ فارس کی فوجوں کا جہاں کہیں وہ ہوں تعاقب کریں آپ نے یہ حکم دیا کہ مسلمانوں کی بعض وہ فوجیں جو بصرہ اور اس کے گرد و نواح میں ہوں فارس کرمان اور اصفہان کی طرف روانہ ہوں اسی طرح کوفہ اور اس کے گرد و نواح کی بعض افواج کو اصفہان، آذربائیجان اور رے کے علاقوں کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

شاہ ایران کو نکالنے کا فیصلہ:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے یہ دیکھا کہ شاہ یزدگرد ہر سال (اپنی قوم کو) مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرتا ہے اور انہیں یہ بھی بتایا گیا کہ جب تک اسے اس کی سلطنت سے نکالا نہیں جائے گا وہ یہی طرز عمل اختیار کرتا رہے گا تو انہوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ سرزمین غم میں گھس جائیں تاکہ وہ شاہ یزدگرد پر غالب آجائیں اور اس کے مقبوضات کو فتح کر لیں۔ اس مقصد کے لیے آپ نے کوفہ اور بصرہ کے سرداروں کو جنگ نہادہ کی فتح کے بعد روانہ کیا۔

حکام کوفہ:

حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کی حکومت کے درمیانی عرصہ میں دو حکام (کوفہ) مقرر ہوئے تھے پہلے حاکم عبداللہ بن عبداللہ بن عثمانؓ تھے ان کے زمانے میں جنگ نہادہ ہوئی۔ دوسرے حاکم زیاد بن حنظلہؓ تھے جو قبیلہ بنو عدینہ قصی کے حلیف تھے اور ان کے زمانے میں پیش قدمی کا حکم دیا گیا تھا۔

(پہلے حاکم) عبداللہ بن عبداللہؓ کو معزول کر کے انہیں دوسری جگہ بھیجا گیا اور ان کی جگہ پر زیاد بن حنظلہؓ کو مقرر کیا گیا جو مہاجرین میں سے تھے انہوں نے بہت کم کام کیا بلکہ وہ سبکدوش ہو جانے پر اصرار کرتے رہے اس لیے انہیں سبکدوش کر کے حضرت عمار بن یاسرؓ کو زیاد کے بعد حاکم (کوفہ) مقرر کیا گیا۔

آپ نے اہل بصرہ کی امداد کے لیے عبداللہ بن عبداللہؓ کو مقرر کیا اور اہل کوفہ کی امداد کے لیے حضرت ابوموسیٰؓ کو مقرر کیا اور ان کی جگہ عمر بن سراقہؓ کو متعین کیا۔

جنگوں کے سپہ سالار:

زیاد بن حنظلہؓ جو عہد حکومت ہی میں حضرت عمرؓ کی طرف سے جہنڈے (سرداروں کے لیے) آگئے تھے چنانچہ ایک علم نعیم بن مرقنؓ جو پیش کیا گیا چونکہ اہل ہمدان نے صلح کرنے کے بعد عہد شکنی کی تھی اس لیے انہیں اہل ہمدان (کی سرکوبی) کے لیے بھیجا گیا آپ نے یہ فرمایا تھا کہ

”اگر (ہمدان) تمہارے ہاتھوں فتح ہو جائے تو تم اس سے آگے اپنے راستے پر فراسان تک چلے جاؤ۔“

آپ نے عقبہ بن فرقد اور بکیر بن عبداللہؓ کو آذربائیجان کی مہم پر روانہ فرمایا مگر ان کے (راستوں میں) تبدیلی کر دی تھی۔ آپ

نے ان دونوں میں سے ایک کو یہ حکم دیا کہ وہ علوان سے دائیں سمت اختیار کرے اور دوسرے کو یہ حکم دیا کہ وہ موصل سے بائیں سمت کا راستہ اختیار کرے۔ چنانچہ پہلا اپنے ساتھی کے دائیں سمت چلا اور دوسرا اپنے ساتھی کے بائیں سمت سے روانہ ہو۔

اصفہان کے سپہ سالار:

آپ نے عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی ایک علم دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اصفہان جائیں وہ اشراف صحابہ میں سے بہت بہادر اور دلیر انسان تھے۔ وہ انصار کے معزز فرد تھے اور بنو اسد کے حلیف تھے ان کی مدد کے لیے بصرہ سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا اور عمر بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (کے تقرر) کا معاملہ یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح نہادند کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ پیش قدمی کرنے کی اجازت دیں لہذا آپ نے انہیں لکھا:

”تم کو نہ سے روانہ ہو کہ مدائن میں قیام کرو اور لوگوں کو (جہاد کے لیے) بلاؤ اور ان کا انتخاب نہ کرو۔ بلکہ اس بارے میں مجھے لکھو۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں اصفہان بھیجنا چاہتے تھے۔ لہذا دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن ورقاء رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن الحارث بن ورقاء اسدی رضی اللہ عنہ بھی (جائے کے لیے) تیار ہوئے۔

فطی بن کاازالہ:

جن (مؤرخین) کو (صحیح) علم نہیں ہے ان دونوں میں سے ایک عبداللہ ابن بدیل بن ورقاء غزالی رضی اللہ عنہ تھے۔ کیونکہ (اس روایت میں) ورقاء کا ذکر ہے۔ ان کا یہ خیال ہے کہ انہیں اپنے ہمدانہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ حالانکہ عبداللہ بن بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ جب جنگ صلین میں مقتول ہوئے۔ تو اس وقت ان کی عمر چوبیس سال کی تھی۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پہنچے تھے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا تقرر:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے ہیں اور (اسلامی) فوجیں پیش قدمی کر رہی ہیں تو انہوں نے زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کے بعد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا آپ نے اس وقت یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ﴾

”ہم چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور ہیں اور انہیں رہنما بنائیں اور (زمین کا) وارث بنائیں۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کے وسط میں جب سلمان اور عبدالرحمن فرزندان ربیعہ نے (قاضی کے عہدے سے) استعفاء دے دیا تھا۔ تو زیاد کو اس وقت تک کا قاضی بنایا گیا تھا جب تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جس سے نہ آجائیں۔

عراق کے حکام:

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دریائے فرات و دجلہ کے حیراب کردہ علاقوں میں کام کیا تھا عمر بن نعمان نے استعفاء پیش کیا اور کہا:

”ہمیں اس کام سے معافی دی جائے جو ایک بدکار عورت کی طرح اپنی زیب و زینت دکھا کر تباہ کر رہا ہے آپ نے ان دونوں کو سبکدوش کر دیا اور ان کے بجائے حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ اور جعفر بن عمر الحضرمی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا پھر ان دونوں نے بھی استعفا دیا تو ان کا استعفا قبول کر کے ان دونوں کے بجائے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ دریائے دجلہ کے سیراب کردہ علاقے پر مقرر تھے۔ اور عثمان بن حنیف دریائے فرات کے سیراب کردہ علاقے پر مقرر تھے۔“

تقرر کا حکم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوذ کو یہ تحریر فرمایا:

”میں نے تمہاری طرف عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو امیر (حاکم) بنا کر بھیجا ہے اور میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے میں نے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو دریائے دجلہ کے سیراب کردہ علاقے اور ان کے پیچھے کے علاقے پر مقرر کیا ہے اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو دریائے فرات اور اس کے سیراب شدہ علاقے پر مقرر کیا ہے۔“

فتح اصفہان:

جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ امیر کوذ مقرر ہو کر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ نام مبارک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو موصول ہوا:

”تم اصفہان کی طرف روانہ ہو جاؤ زیادہ کوذ میں ہوں گے اور تمہارے ہراول دستے پر عبداللہ بن ورقاء اسدی اور عصمہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فوج کو لے کر روانہ ہوئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے کام کی طرف لوٹ گئے اور عبداللہ نہاوند سے اپنے ساتھیوں اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی فوج کو لے کر ننگے اور اس لشکر کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے جو اہل اصفہان پر مشتمل استبداد کی زیر قیادت تھا اس کے ہراول لشکر پر ایک بوڑھا شخص قیادت کر رہا تھا جس کا نام شہر براز جاؤ یہ تھا اس کے ساتھ بہت بڑی جمعیت تھی۔

اہل اصفہان کی شکست:

مسلمان اس آگے کے لشکر سے اصفہان کے ایک مقام پر نہر آؤ زما ہوئے اور عجمان کی لڑائی ہوئی بوڑھے سردار نے مسلمانوں کو مبارزہ (انفرادی جنگ) کی دعوت دی تو اس کے مقابلے کے لیے عبداللہ بن ورقاء رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور اسے مار ڈالا اس کے بعد اہل اصفہان شکست کھا کر بھاگ گئے چنانچہ مسلمانوں نے اس علاقے کا نام اسحاق الشیخ رکھا۔ جو آج تک اسی نام سے موسوم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کے حاکم کو دعوت دی تو اس نے صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ ان سے صلح کر لی گئی یہ اصفہان کا پہلا صلح تھا جو ملتوح ہوا۔ پھر حضرت عبداللہ اسحاق الشیخ سے جی کے مقام کی طرف روانہ ہوئے۔

شاہ اصفہان سے مقابلہ:

اس زمانے میں اصفہان کا بادشاہ فاؤس خان تھا آخر کار وہ لوگوں کو لے کر جی کے مقام پر آ گئے اور دشمن کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ

عرصہ کے بعد وہ جنگ کرنے کے لیے نکلے جب ڈھبھڑ ہوئی تو فاؤوسفطان نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

”تم میرے ساتھیوں کو قتل نہ کرو اور نہ میں تمہارے ساتھیوں کو قتل کروں گا بلکہ تم خود میرے مقابلے کے لیے لکھو اور میں نے تمہیں قتل کر دیا تو تمہارے ساتھی واپس چلے جائیں گے اور اگر تم نے مجھے مار ڈالا تو میرے ساتھی تم سے صلح کریں گے خواہ میرے ساتھیوں کو کوئی تیر نہ لگا ہو۔“

چنانچہ اس کے مقابلے کے لیے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نکلے اور فرمایا: ”یا تم مجھ پر حملہ کرو یا میں تم پر حملہ کرتا ہوں۔“ وہ بولا: ”میں تم پر حملہ کرتا ہوں“ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے سامنے کھڑے ہوئے فاؤوسفطان نے حملہ (کا آغاز) کرتے ہوئے ان پر ایک نیزہ مارا جو ان کی زین کے اگلے حصہ پر لگا اس سے زین کا ساز و سامان وغیرہ ٹوٹ گیا مگر حضرت عبداللہ بدستور گھوڑے سے گر کر پھر کھڑے ہو گئے اور گھوڑے کی نگلی پیٹنے پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے ”اب تم ثابت قدم رہو اور مقابلہ کرو۔“ وہ کہنے لگا:

مصالحت کی درخواست:

”میں تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتا ہوں کیونکہ میں نے تمہیں ”مرد کامل“ دیکھا اس لیے میں تمہارے ساتھ تمہارے لشکر میں چلتا ہوں اور تم سے صلح کر کے شہر کو تمہارے سپرد کر دوں گا اس شرط پر کہ جو چاہے یہاں رہے اور جزیہ ادا کرے اور اس کا مال محفوظ رہے اور یہ بھی شرط ہے کہ تم نے جس کی زمین پر زبردستی قبضہ کر لیا ہو وہ بھی اس معاہدہ میں شامل ہوگی اور (ان کے مالکان) واپس آ جائیں گے اور جو تمہارے معاہدہ میں شامل نہ ہوتا چاہے وہ جہاں چاہے چلا جائے اس وقت تم اس کی زمین پر قبضہ نہ کر سکو گے۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تمہاری یہ شرطیں پوری ہوں گی۔“

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی آمد:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ابواز کے راستے سے ان کے پاس اس وقت پہنچے جبکہ فاؤوسفطان حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر چکا تھا اس لیے مسلمان وہاں سے روانہ ہو گئے اور یہ ایرانی مسلمانوں کے زیر حفاظت آ گئے مگر تیس افراد نے اپنی قوم کی مخالفت کی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کرمان پہنچ گئے جہاں ایک جماعت پہلے سے تیار تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جی کے شہر میں داخل ہو گئے جو اصنفہان کا ایک شہر تھا انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع بھیجی۔ وہاں جو رہا وہ خوش رہا اور وہاں سے جو چاہا لیا وہ (آ کے چل کر) پشیمان ہوا۔

کوچ کا حکم:

(تھوڑے عرصے کے بعد) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ نامہ مبارک آیا:

”تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور سبیل بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچو اور ان سے مل کر کرمان والوں سے جنگ کرو۔ جی کے شہر کے باقی ماندہ لوگوں کو چھوڑ دو اور اصنفہان پر سائب بن اقرع کو جانشین بناؤ۔“

اسید بن مہشمس بیان کرتے ہیں:

”میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ فتح اصنفہان میں شریک تھا وہ وہاں امداد کے لیے پہنچے تھے۔“

معادہ اصفہان:

سیف کی روایت ہے کہ معادہ صلح اصفہان کا مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یہ عہد اللہ کی تحریر فاؤ و سنان اہل اصفہان اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کے نام ہے جب تک تم جزیہ ادا کرتے رہو گے تم امن و امان میں رہو گے تم پر جزیہ تمہاری حیثیت اور طاقت کے مطابق ہو گا جو ہر سال تم بالغ انسان کی طرف سے اپنے حاکم کو ادا کرتے رہو گے تم مسلمانوں کو راستہ بتاؤ گے اور راستے درست رکھو گے اور ایک رات اور ایک دن کی مہمان نوازی کرو گے تم مسلمانوں کی خیر خواہی کرو گے اس وقت تک تمہاری حفاظت کی جائے گی جب تک اپنے فرائض ادا کرتے رہو گے جب تک (معادہ کے مطابق) کام کرتے رہو گے اور اگر تم نے اس میں کوئی تبدیلی کی یا کسی اور نے تمہاری طرف سے اسے تبدیل کیا تو ہم پر تمہاری ذمہ داری نہیں رہے گی جو کوئی کسی مسلمان کو گالی دے گا اس کو سزا ملے گی اور جو کوئی کسی مسلمان کو زد و کوب کرے گا تو ہم اسے قتل کر دیں گے۔ اسے لکھا گیا اور اس کے گواہ عبداللہ بن قیس، عبداللہ بن ورقاء اور عصمتہ بن عبداللہ ہیں۔“

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط موصول ہوا جس میں انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ کرمان میں سہیل بن عدی کے لشکر میں شامل ہو جائیں تو وہ سوواروں کے ایک دستے کے ساتھ نکلے اور انہوں نے سائب کو خلیفہ بنایا اور اس سے پہلے کہ سہیل کرمان پہنچیں وہ سہیل کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

ہرمزان سے مشورہ:

مقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے اصفہان پر حملہ کیا تھا تو ان کے سپہ سالار نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ تھے وہ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ہرمزان سے مشورہ کے طور پر دریافت کیا:

”تمہاری کیا رائے ہے؟ میں جنگ کا آغاز فارس سے کروں یا آذربائیجان یا اصفہان سے اس کا آغاز کروں؟“

وہ بولا:

اصفہان کی اہمیت:

”فارس اور آذربائیجان بازو ہیں اور اصفہان (اس ملک کا) سر ہے اگر آپ ایک بازو کاٹیں گے تو دوسرا بازو کھڑا ہو جائے گا لیکن اگر آپ سر کاٹ دیں گے تو دونوں بازو گر جائیں گے اس لیے آپ سر سے (جنگ کا) آغاز کریں۔“

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے جہاں نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے وہ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے جب انہوں نے اپنی نماز پڑھ لی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں چاہتا ہوں کہ تمہیں حاکم مقرر کروں۔“

وہ بولے:

”میں محصول وصول کرنے والا نہیں ہوں گا مجاہد ہوں گا۔“

آپ نے فرمایا:

”تم غازی بنو گے۔“

چنانچہ آپ نے ان کو اصفہان بھیجا اور اہل کوفہ کو لکھا کہ ”وہ امدادی فوج بھیجیں۔“

شاہ اصفہان کی شان و شوکت:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اصفہان پہنچے تو فریقین کے درمیان دیر یا حائل ہوا تو انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور وہ ان کے پاس گئے تو ان کے بادشاہ کو جسے ذوالحاجین کہا جاتا تھا مطلع کیا گیا کہ عرب کا قاصد دروازہ پر ہے اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور پوچھا ”کیا میں اس کے سامنے بادشاہ کی شان و شوکت کے ساتھ بیٹھوں؟“ وہ بولے ”ہاں۔“ چنانچہ وہ اپنے سر پر تاج رکھ کر بیٹھ گیا شہزادے اس کے چاروں طرف سونے کے نکلن زیورات اور ریشمی لباس میں لباس تھے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا داخلہ:

پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو داخل ہونے کی اجازت دی گئی جب وہ داخل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ اپنا نیزہ اور ڈھال لیے ہوئے تھے۔ اور وہ اپنے نیزے سے ان کے فرش اور قالین کو چیر رہے تھے تاکہ وہ اسے بدشگونی سمجھیں دو آدمی انہیں پکڑے ہوئے تھے پھر وہ جا کر بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو گئے ان کے بادشاہ نے ان سے اس طرح گفتگو کی:

”اے اقوام عرب! تمہیں بہت سخت جھوک لاحق ہے اگر تم چاہو تو ہم تمہیں غلہ دے دیتے ہیں تاکہ تم اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ۔“

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر یوں تقریر کی کہ پہلے انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا کہی پھر فرمایا:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

”ہم اقوام عرب گندے اور مردار جانوروں کا گوشت کھاتے تھے لوگ ہمیں روندتے تھے اور ہم کسی کو نہیں روند سکتے تھے تا آنکہ اللہ بزرگ و برتر نے ہم میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ہم میں سے اعلیٰ نسب کے تھے اور سب سے زیادہ حق و صداقت کی باتیں کہتے تھے۔“

اس کے بعد انہوں نے آنحضرت ﷺ کا مناسب طور پر ذکر کیا پھر مزید فرمایا:

”انہوں نے ہم سے چند باتوں کا وعدہ کیا جو ہم نے آپ کے ارشاد کے مطابق پائیں آپ نے ہم سے یہ پیشینگوئی کی تھی کہ ہم تم پر غالب آئیں گے اور یہاں کے علاقوں پر قابض ہو جائیں گے میں تمہارا ایسا لباس وضع و دبیت دیکھ رہا ہوں جو پیچھے کے لوگوں میں نہیں دیکھی جیں۔“

تخت پر بیٹھنا:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں اچھل کر اس ایرانی بادشاہ کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھ جاؤں شاید اس بات کو وہ بدشگونی سمجھے چنانچہ میں چھلاگ مار کر اس کے تخت پر بیٹھ گیا اس پر وہ دھکے دینے اور ہٹانے لگے تو میں نے کہا:

”کیا تم سفیروں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہو۔ ہم ایسا نہیں کرتے ہیں اور نہ تمہارے سفیروں کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے۔“

بادشاہ نے کہا:

”اگر تم چاہو تو عبور کر کے ہماری طرف آ جاؤ اور اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم (دریا کو) عبور کر کے تمہاری طرف پہنچیں گے۔“

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بولے:

”ہم تمہاری طرف عبور کر کے پہنچیں گے۔“

چنانچہ ہم دریا پار کر کے ان سے جنگ کرنے کے لیے پہنچے۔

دشمن کی تیر اندازی:

دشمن نے اپنے آپ کو زنجیروں میں بکڑا ہوا تھا ایک ایک زنجیر میں دس پانچ یا تین افراد (بکڑے ہوئے تھے) ہم ان کے سامنے صف آرا ہو گئے وہ ہماری طرف تیر اندازی کرنے لگے اور ہم پر جلد جلد تیر کا نشانہ لگنے لگے اس پر مسرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اللہ آپ پر رحم کرے دشمن جلد جلد تیر اندازی کر رہا تھا آپ بھی حملہ کیجیے۔“

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی ہدایات:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم بہت خوبیوں والے ہو۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا تھا جب آپ دن کے شروع میں جنگ نہیں کرتے تھے۔ آپ جنگ کرنے میں تاخیر فرماتے تھے تا آنکہ سورج اُصل جائے اور ہوائیں چلنے لگیں۔ اس وقت (اللہ کی) فتح و نصرت نازل ہوتی ہے۔

میں اپنا جھنڈا تین مرتبہ لہراؤں گا جب میں پہلی مرتبہ لہراؤں تو ہر شخص اپنی ضروریات پوری کر لے اور وضو کر لے دوسری مرتبہ ہر شخص ہتھیار بند ہو جائے اور بالکل تیار ہو جائے تیسری مرتبہ جب جھنڈا لہرایا جائے تو تم یکدم حملہ کرو اور کوئی کسی کی طرف پیچھے نہ دیکھیں اگر نعمان رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو جائے تو کوئی اس کی طرف رخ نہ کرے میں اللہ سے یہ دعا مانگتا ہوں اور تم میں سے ہر ایک اس پر آمین کہے وہ دعا (یہ ہے): ”اے اللہ تو مسلمانوں کو فتح و نصرت کے ساتھ نعمان کو شہادت عطا فرما۔“

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا حملہ:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ جھنڈا لہرایا اس کے بعد انہوں نے زہر بکتر پہن کر حملہ کیا اور سب سے پہلے (محوڑے پر سے) گرے۔

مقتل راوی ہیں۔ میں ان کے پاس گیا تو مجھے ان کا عزم (شہادت) یاد آیا۔ تو میں نے ان پر ایک جھنڈا گاڑ دیا۔ پھر میں چلا گیا اس وقت جب ہم کسی شخص کو قتل کرتے تھے تو اس کے ساتھی ہم سے الگ ہو جاتے تھے اسنے میں ذوالحجین اپنے فخر پر سے گر پڑا۔ جس سے اس کا پیٹ پھٹ گیا اور کے بعد اللہ نے دشمن کو شکست دے دی۔

نعمان بن جوشن کی شہادت:

پھر میں پائی کا منقیزہ لے کر حضرت نعمان بن جوشن کے پاس آیا اور میں نے ان کے چہرہ سے منی دھوئی۔ اس پر وہ کہنے لگے ”تم کون ہو؟“ میں نے کہا ”مقتل بن یسار بن جوشن“ آپ نے پوچھا: ”مسلمانوں نے کیا کیا؟“ میں نے کہا اللہ نے انہیں فتح عطا کی انہوں نے حضرت مقتل بن جوشن سے کہا ”الحمد للہ! تم حضرت عمرؓ کو فتح کی اطلاع لکھ کر بھیجو۔“ اس کے بعد ان کی روت پر وہ اذکر کئی۔

جانشین کا تقرر:

مسلم بن اعرج بن قیس بن جوشن کے پاس جمع ہو گئے ان میں حضرات عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن زبیرؓ عمرو بن معدی کرب اور حذیفہ بن یشیدؓ بھی شامل تھے انہوں نے ان کو ام ولد (لوٹری) کے پاس یہ پیغام بھیجا ”وہ تمہارے ساتھ کیا معاہدہ چھوڑ گئے ہیں؟“ وہ بولی: ”یہاں آپ لوٹری ہے جس میں ایک تحریر ہے انہوں نے اس تحریر کو حاصل کیا تو اس میں یہ تحریر تھی: ”اگر نعمان بن جوشن شہید ہو جائے تو فلاں (حاکم ہے) اور اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو فلاں حاکم مقرر ہو۔“

مفقود واقعات:

واقعی کی روایت ہے کہ: ”اس سال یعنی ۲۱ھ میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے بمقام حصص وفات پائی اور اسی سال عبداللہ اور عبدالرحمنؓ فرزند ان عمرؓ نے اور ابوسرورؓ نے جہاد کیا۔ پھر وہ مصر آئے اور عبدالرحمنؓ نے شراب پی۔ اس کا نتیجہ وہ ہوا جس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

اسی سال حضرت عمرو بن العاصؓ اٹلا اس جسے برحق بھی کہتے ہیں گئے اور اسے فتح کر لیا۔ اہل برحق نے تیرہ ہزار دینار داد کرنے پر صلح کر لی۔ اس میں یہ بھی مذکور تھا کہ وہ اپنے جزیہ میں جس قدر وہ چاہیں اپنے فرزندوں کو فروخت کریں گے۔

حضرت عمارؓ کے خلاف شکایت:

۲۱ھ میں حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بیت المال کا نگران اور حضرت عثمان بن حنیفؓ کو اراضی کی پیمائش کا افسر مقرر کیا اہل کوفہ نے حضرت عمارؓ کے خلاف شکایت کی تو حضرت عمارؓ نے حضرت عمرؓ کو استعفا پیش کر دیا حضرت عمرؓ کو حضرت جابر بن مطعمؓ جو خالی ملے اور انہوں نے ان کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ اور فرمایا تم اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔

حضرت مغیرہؓ کا تقرر:

اسنے میں حضرت مغیرہؓ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت عمرؓ جابر بن مطعمؓ جیسے سے تنہائی میں ملے تھے۔ اس لیے وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے کہا ”تم جابر بن مطعمؓ کی بیوی کے پاس جاؤ اور انہیں سفر کے کھانے کی پیش کش کرو“ چنانچہ وہ ان کے پاس آئیں اور سفر کے کھانے کا تھک چلے گئے۔ پہلے وہ اس بات کو نہ سمجھ سکیں پھر کہنے لگیں ہاں وہ کھانا لے آئے۔ جب حضرت مغیرہؓ کو اس بات کا یقین ہو گیا تو وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ”آپ نے جس حاکم کو مقرر کیا ہے وہ آپ کو مبارک ہو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا میں نے کس کو مقرر کیا ہے؟ اس پر انہوں نے بتایا کہ انہوں نے حضرت جابر بن مطعمؓ کو مقرر کیا ہے۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے گئے: ”میں نہیں جانتا ہوں کہ اب میں کیا کروں؟ پھر انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم بنایا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک وہاں کے حاکم رہے۔
دیگر واقعات:

۲۱ھ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن نافع فہری کو روانہ کیا انہوں نے ذیلہ کے علاقے صلح کر کے فتح کر لیا چنانچہ ذیلہ اور برقة کے درمیانی علاقوں میں مسلمانوں کا صلح کا معاہدہ تھا۔
محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ ۲۱ھ میں امیر معاویہ بن ابی سفیان اور عمر بن سعید انصاری نے دمشق شہر حوران، حمص، قسریں اور جزیرہ پر حملہ کیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بقیعہ اردن، فلسطین، سواحل اظہا کیہ۔ معرۃ مصرین اور قلیقیہ پر مقرر تھے۔ اس موقع پر ابو ہاشم ابن عقبہ نے قلیقیہ اظہا کیہ اور مصرۃ مصرین کے علاقوں پر صلح کر لی۔
۲۱ھ میں حسن بصری اور عامر غصی پیدا ہوئے۔

واقعی کہتے ہیں اس سال بھی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور مدینہ میں اپنا جانشین حضرت زید بن ثابت کو بنایا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکام:

ان کے حکام مکہ، طائف، یمن، یمامہ، بحرین، شام، مصر اور بصرہ پر وہی تھے جو ۲۰ھ میں تھے۔ البتہ کوفہ کے حاکم عمار بن یاسر تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذمہ بیت المال کی نگرانی تھی اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ خراج کے نگران اور حضرت شریک رضی اللہ عنہ قاضی تھے۔



۲۲ھ کے واقعات

فتح آذربائیجان:

اس سال آذربائیجان فتح ہوا۔ چنانچہ ابو معشر اور واقدی کی یہی روایت ہے کہ آذربائیجان ۲۲ھ میں فتح ہوا اور اس کے سپہ سالار حضرت مغیرہ بن شعبہؓ تھے مگر سیف کی روایت ہے کہ آذربائیجان ۱۸ھ میں ہمدان نے جر جان اور اصہبہ کی طبرستان کی صلح کے بعد مفتوح ہوا یہ تمام واقعات ۱۸ھ میں ہوئے۔

سیف کی روایت کے مطابق ہمدان اس طرح فتح ہوا کہ جب اہل عجم نہاد میں جمع ہوئے تھے تو حضرت نعمان بن حنظلہؓ کو بائیں کی طرف بھیج دیا گیا اور اہل کوفہ کو بھی انہی کی طرف روانہ کیا گیا اور وہ حضرت حذیفہؓ کے ساتھ حضرت نعمان کے پاس پہنچ گئے۔ فوجی مراکز کا قیام:

جب اہل کوفہ حلوان سے رخصت ہوئے اور ماہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے چراگاہ کے ایک قلعہ پر حملہ کیا جہاں ہتھیار اور فوجی ساز و سامان تھا۔ مسلمانوں نے انہیں وہاں سے نکال دیا یہ (اس سلسلے کی) پہلی فتح تھی۔ مسلمانوں نے ان کے مقامات پر گھوڑے باندھ دیے اور وہ قلعہ میں محفوظ رکھے گئے اس فوجی مرکز کا نام مرج القلعہ رکھا گیا۔ پھر مسلمان مرج القلعہ سے نہاد کی طرف روانہ ہوئے جب وہ ایک قلعہ کے پاس پہنچے جہاں کچھ لوگ تھے تو انہوں نے قبیلہ عجل اور حنیفہ کے ساتھ نسیر بن ثور کو چھوڑ دیا چنانچہ یہ قلعہ نسیر کے نام سے موسوم ہوا۔ انہوں نے نہاد کی فتح کے بعد اس قلعہ کو فتح کیا اس وجہ سے جنگ نہاد میں نہ کوئی قبیلہ عجل کا فرد شریک ہوا۔ اور نہ قبیلہ حنیفہ کا شخص شریک ہوا نہ وہ سب نسیر کے ساتھ قلعہ کے قریب رہے تاہم جب جنگ نہاد کا مال غنیمت تقسیم ہوا تو تمام قلعہ والوں کو اس میں شریک کیا گیا کیونکہ ہر ایک مورچہ دوسرے کی تقویت کا باعث تھا۔ فوجی مقاموں کے نام:

مرج القلعہ سے نہاد تک جو مقامات آئے وہ بعض صفات کی وجہ سے ان صفاتی ناموں سے مشہور ہو گئے۔ مثلاً ماہ کے قریب ایک گھائی میں سوار یوں کا اثر دہا ہوا ہو گیا تو وہ گھائی مٹیہ الرکاب کے نام سے مشہور ہو گئی وہ دوسری گھائی کے پاس آئے جس کا راستہ ایک چٹان پر سے جاتا تھا اس کا نام انہوں نے طویہ رکھا۔ اس طرح ان مقامات کے پرانے نام مٹ گئے اور یہ اپنے صفاتی نام سے مشہور ہو گئے۔ مسلمان ایک لیے اور ادنیٰ فوجی پہاڑ کے پاس سے گزرے جو سب پہاڑوں میں سے ابھر ابوا تھا (اس کو دیکھ کر) کسی نے کہا گویا کہ یہ سیرہ کا دانت (سن سیرہ) ہے سیرہ قبیلہ بنی نضی کی ایک شاخ بنو معاویہ کی مہاجرہ خاتون تھیں ان کا ایک دانت باقی دانتوں سے لمبا تھا۔ اس لیے یہ پہاڑ بھی سن سیرہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

مصالحات و عہد شکنی:

حضرت حذیفہؓ نے جنگ نہاد کے شکست خوردہ سپاہیوں کے تعاقب کے لیے نعم بن مقرن اور قحطاع ابن عمروؓ جیسا کورہ اند کیا تھا جب وہ دونوں ہمدان پہنچے تو خسرو شوم نے ان سے مصالحت کر لی اس لیے وہ دونوں سردار وہاں سے لوٹ آئے بعد

میں اس نے عہد شکنی کی۔

جب حضرت عمرؓ جیش کے پاس سے معاذوں میں سے اس کا معاذہ بھی آیا تو وہ حضرت حذیفہؓ دہلیز سے رخصت ہو گئے اور اپنے بھی ان سے جدا ہو گئے ان کی منزل مقصود ہمدان تھی۔ اور ان کی منزل کوفہ کی طرف واپسی تھی مآچین پر حضرت عمرو بن جلال بن حارث کو جانشین بنایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے نعیم بن مقرنؓ جیش کو یہ خط تحریر فرمایا:

فوجی افسروں کے تقرر:

”تم روانہ ہو کر ہمدان پہنچو تم اپنے ہر اول دستے پر سوید بن مقرنؓ کو بھیجو اور اپنے دونوں بازوؤں پر ربیع بن عامر اور مہابیل بن زید کو مقرر کرو۔ یہ طائی ہے اور وہ تمہی ہے۔“

شیبہ العسل:

حضرت نعیم بن مقرنؓ جیش صف آرا ہو کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ شیبہ العسل پہنچے۔ اس گھاتی کا نام شیبہ العسل (شہر کی گھاتی) اس لیے کہا جاتا ہے کہ جنگ نہادند کے بعد جب مسلمانوں نے شکست خوردہ فوج کا قحہ قب کیا تو (ان کا سردار) فیرزان اس گھاتی پر پہنچا تو گھاتی شہد لے جانے والے جانوروں سے بھری ہوئی تھی ان پر دوسری چیزیں بھی تھیں اس لیے فیرزان کو ان کی وجہ سے رکتا پڑا پھر وہ اتر کر پہاڑ پر چڑھ گیا جہاں ان کا گھوڑا لوٹ آیا اس طرح وہ گرفتار ہو کر کیر کردار کو پہنچا (اس لیے اس گھاتی کو شیبہ العسل کہا جاتا ہے)

جب مسلمان نکلور کے مقام پر پہنچے تو مسلمانوں کے جانور چرا لیے گئے اس لیے اس مقام کا نام قصر الاصول رکھا گیا۔

ہمدان کا محاصرہ:

پھر حضرت نعیمؓ جیش اس گھاتی سے اتر کر شہر ہمدان کے قریب پہنچے اس وقت وہ شہر کے اندر قلعہ بند ہو کر محصور ہو گئے تھے اس لیے انہوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور اس عرصہ میں انہوں نے ہمدان اور جرنیدان کے درمیان کا علاقہ فتح کر لیا اور ہمدان کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا۔

پیغام صلح:

جب شہر والوں نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے صلح کی درخواست پیش کی۔ اس شرط کے ساتھ کہ انہیں اور جوان شراکھ کو تسلیم کر لیں۔ ایک ہی قسم کی مراعات دی جائیں۔ حضرت نعیمؓ نے ان کی مصالحت منظور کر لی۔ اور دستی کو اہل کوفہ کے چند افسروں میں تقسیم کر دیا۔ جو مندرجہ ذیل تھے۔

فوجی مراکز کے نگران:

۱۔ عاصمہ بن عبد اللہ انصاری ۲۔ مہابیل بن زید طائی ۳۔ تاک بن عبید عسی ۴۔ تاک بن محرمۃ الاسدی ۵۔ تاک بن خرش انصاری۔ یہ وہ لوگ تھے جو سب سے پہلے دستی کے فوجی مراکز کے نگران مقرر ہوئے اور انہوں نے وہلم قوم سے جنگ کی۔

روایات میں اختلاف:

واقعی کی روایت یہ ہے کہ فتح ہمدان ورے ۲۳ھ میں ہوا۔ واقعی کا بیان ہے: ”کہا جا ۳ ہے کہ رے کو حضرت قرظہ بن

کعب نے فتح کیا رجبہ ابن عثمان کی روایت ہے کہ ہمدان کی فتح ماہ جمادی الاول میں ہوئی جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں چھ مہینے باقی تھے اس کے سپہ سالار رفیعہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی فوجیں وہاں لڑ رہی تھیں۔

سیف کی روایت:

سیف کی روایت کا یہ آخری سلسلہ ہے کہ جب حضرت نعیم رضی اللہ عنہ ہمدان میں بارہ ہزار فوجوں کے ساتھ مقیم تھے تو اہل وہیم ورے و آذر بائیجان نے باہمی خط و کتابت کی پھر ان کا سردار موتا و یلم کی فوج کو لے کر نکلتا کہ وہ دواج روڈ کے مقام پر صف آرا ہو جائے ابوالقرخان رضی اللہ عنہ بھی اہل رے کو لے کر نکلتا کہ وہ اس لشکر میں شامل ہو جائے ادھر سے رستم کا بھائی اسفند یار بھی اہل آذر بائیجان کو لے کر وہاں پہنچا۔

شدید جنگ:

دستی کے فوجی مرکزوں کے (مسلمان) سردار قلعہ بند ہو گئے اور انہوں نے حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔ تو انہوں نے یزید بن قیس کو اپنا جانشین بنایا اور فوج لے کر روانہ ہو گئے اور دواج روڈ کے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں فریقین میں گھسان کی جنگ ہوئی۔ جو نہادند کے ہم پلہ تھے۔ اور اس سے کسی صورت میں کم نہ تھی۔ اور بہت آدمی مارے گئے۔ جن کا کوئی شمار نہ تھا۔ یہ بہت بڑے معرکوں میں سے ایک معرکہ تھا۔

فتح کی بشارت:

مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دشمنوں کے اجتماع کی خبر دے دی تھی اور وہ اس سے بہت پریشان تھے۔ اس لیے انہیں جنگ کی بہت فکر لاحق تھی اور اس کے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک قاصدان کے پاس فتح و نصرت کی بشارت لے کر آیا آپ نے اس سے پوچھا: ”کیا تم بشیر (خوشخبری لانے والے) ہو؟ وہ بولا: ”نہیں میں عروہ ہوں“ جب آپ نے دوبارہ یہ یہ فرمایا کہ تم بشیر ہو؟ تو وہ بات کو سمجھ گیا اور کہنے لگا: ”ہاں میں بشیر ہوں“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا نعیم کے قاصد ہو؟“ وہ بولا: ”ہاں نعیم کا قاصد ہوں“ آپ نے فرمایا: ”کیا خبر ہے؟“ وہ بولا: ”فتح و نصرت کی بشارت ہے“ پھر اس نے تمام واقعہ سنایا اس پر آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور خط کے پڑھنے کا حکم دیا جب مسلمانوں کے سامنے خط پڑھا گیا تو سب نے اللہ کی حمد و ثنا کی۔

پھر سہاک بن محمد سہاک بن عبید اور سہاک بن خرشہ (تینوں کے نام سہاک ہیں) اہل کوفہ کے ایک وفد کے ساتھ مال فہیت کا پانچواں حصہ لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان سب نے اپنا نام سہاک بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اللہ تمہیں مبارک کرے اے اللہ تو ان کے ذریعہ اسلام کو مستحکم کر اور ان کے ذریعہ اسلام کی مدد فرما“۔

ہمدان سے واپسی:

دستی اور اس کے فوجی مراکز ہمدان سے متعلق ہو گئے تا آنکہ حضرت نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ کا اہلی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جواب لے کر واپس آیا:

”تم ہمدان پر اپنا جانشین مقرر کرو۔ اور یکبر بن عبد اللہ سے سہاک بن خرشہ کے ذریعہ امداد فراہم کرو۔ پھر وہاں سے کوچ

کر کے رے آؤ۔ وہاں دشمن کی فوج سے مقابلہ کرو۔ پھر وہیں قیام کرو۔ کیونکہ یہ شہر ملک کے تمام شہروں کے درمیان ہے اور ان سب پر حاوی ہے اور عین تمہارے مقصد کے مطابق ہے۔“
(اس حکم کے مطابق) حضرت نعیم جوئی نے مزید بن قیس ہمدانی کو ہمدان میں (جانشین) مقرر کیا اور فوجوں کو لے کر حراج روڈ سے رے کی طرف روانہ ہوئے۔

ساک بن خزیمہ مسجد ساک والے تھے۔ حضرت نعیم جوئی نے ہمدان کے صلح نامہ کا اعادہ کیا اور مزید بن قیس ہمدانی کو اپنا جانشین بنایا۔ پھر لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ رے پہنچ گئے۔
حراج روڈ:

حضرت نعیم جوئی بن مقرر حراج روڈ سے فوجوں کو لے کر روانہ ہوئے اس اثنا میں انہوں نے دمشق تک (وہاں کا علاقہ) ویران کر دیا تھا وہاں سے دور رے کی طرف روانہ ہوئے دشمن کی فوجیں ان کے مقابلے کے لیے اکٹھی ہوئی تھیں ابوالفرخان زبئی لکھا اور اس نے حضرت نعیم جوئی سے قہا کے مقام پر ملاقات کی وہ مصالحت کا خواہاں تھا اور رے کے بادشاہ کا مخالف تھا وہ مسلمانوں کے کارناموں کا مشاہدہ کر چکا تھا نیز وہ سیاوش اور اس کے اہل خاندان سے بھی حسد رکھتا تھا۔ اس لیے وہ حضرت نعیم جوئی کے ساتھ مل گیا۔

دشمن کا مقابلہ:

اس وقت رے کا بادشاہ سیاہ و شس بن مہران بن بہرام چوبین تھا۔ اس نے اہل دنیا وند طبرستان قوس و جرجان سے امداد طلب کی تھی اور کہا تھا:

”تمہیں معلوم ہے کہ یہ لوگ رے میں آ گئے ہیں اب تمہارے لیے کوئی مقام نہیں ہے اس لیے تم متحد ہو جاؤ۔“

بہر حال سیاہ و شس نے (مسلمانوں کا) مقابلہ کیا اور رے کے شہر میں پہلو میں پہاڑ کے دامن میں (فریقین میں) جنگ کا آغاز ہوا اور لڑائی ہوتی رہی۔

پوشیدہ راستہ:

زبئی نے نعیم سے کہا: ”ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہماری تعداد کم ہے تم میرے ساتھ سواروں کا ایک دستہ بھیجو تاکہ میں انہیں شہر میں ایک ایسے (پوشیدہ) راستے سے داخل کراؤں جس کا انہیں کوئی علم نہیں ہے آپ ان سے مقابلہ کرتے رہیں کیونکہ جب وہ ان پر حملہ کریں گے تو وہ آپ کے مقابلے میں جم نہیں سکیں گے۔
دشمن کو شکست:

حضرت نعیم جوئی نے رات کے وقت ایک سواروں کا دستہ پانے پیچھے مندر بن عمرو کی سرکردگی میں روانہ کر دیا۔ زبئی نے انہیں شہر میں داخل کر دیا جس کا دشمن کو علم نہیں ہو سکا۔ پھر حضرت نعیم جوئی نے شبنون مارا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے شہر کا انتظام نہیں کر سکے اور جنگ کرتے رہے اور جنگ میں ڈلے رہے مگر جب انہوں نے اپنے پیچھے سے نعرہ بکیر کو سنا تو شکست کھا کر بھاگ گئے اور بری طرح سے مارے گئے۔

آل زبئی کی حکومت:

اللہ نے مسلمانوں کو رے میں مدائن کے مال قیمت کے برابر مال عطا کیا زبئی نے اہل رے کی طرف سے صلح کی اسی سے حضرت نعیم جوہڑ نے انہیں وہاں کا نگران حاکم بنا دیا اور پھر زبئی خاندان میں حکومت رہی اور اسی خاندان سے متعلق شہرام و فرخام تھے بہرام کے خاندان کو زوال آ گیا۔

حضرت نعیم جوہڑ نے ان کے شہر کو جو ”پراناشہر“ کہلاتا ہے پناہ و برباد کر دیا۔ پھر زبئی کے حکم سے نیا شہر آباد ہوا۔ حضرت نعیم جوہڑ نے فتح کی خوشخبری مصارب النخلی کے ہاتھ روانہ کی اور مال خمس حمید بن انہاس اور ابو مغفر کے ہاتھ کوفہ کے معزز سرداروں کے وفد کے ساتھ روانہ کیا۔ جب انہوں نے رے فتح کر لیا تو انہوں نے بکیر بن عبداللہ کی امداد کے لیے سماک بن عبداللہ قرشی انصاری کو روانہ کیا۔ چنانچہ سماک بکیر کے لیے امدادی فوج لے کر آذر بائیجان روانہ ہوا۔

رے کا صلح نامہ:

حضرت نعیم جوہڑ نے اہل رے کو یہ صلح نامہ لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعیم بن مقرن جوہڑ نے زبئی بن قولہ کو یہ صلح نامہ لکھ کر دیا:

”میں اہل رے کو اور جو ان کے ساتھ ہیں پناہ دیتا ہوں بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کریں جو ہر بالغ اپنی حیثیت کے مطابق ہر سال ادا کرے گا انہیں چاہیے کہ وہ وہ وقت ادا کرے اور خیر خواہ ثابت ہوں راستہ بتائیں نہ کریں اور مسلمانوں کو ایک رات اور ایک دن کا کھانا کھلائیں اور ان کی عزت کریں اور جو کوئی کسی مسلمان کو گالی دے گا یا اس کی بے عزتی کرے گا وہ سزا کا مستحق ہوگا اور جو کوئی کسی مسلمانوں کو زد و کوب کرے گا تو وہ قتل کیا جائے گا اور جو کوئی بدل جانے لگا اور اس کی مخالفت کرے گا تو (سمجھو کہ) اس نے تمہاری جماعت کو تہدیل کیا (وہ مسلمانوں کی حفاظت میں نہیں رہے گا) انہوں (نعیم) نے خود اسے لکھا اور اس کی شہادت دی۔“

دوسرا صلح نامہ:

عصمان بن عمر نے بھی ان سے خط و کتابت کی تاکہ وہ کچھ فدیہ دے کر ان سے صلح کر لے۔ اس نے معاونت اور حفاظت کی درخواست نہیں کی تھی۔ اس کی درخواست بھی قبول کر لی گئی۔ اس کے لیے بھی ایک تحریری معاہدہ کیا گیا۔ جس میں معاونت کا ذکر نہیں تھا وہ معاہدہ یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعیم بن مقرن مردان شاہ مضمینان و نینادند اور اہل تہاوند و آخوار لا رز اور شراک یک معاہدہ لکھتا تھا:

”میں تمہیں اور جو تمہارے ساتھ اس معاہدہ میں شریک ہوں پناہ دیتا ہوں۔ بشرطیکہ تم اپنے لوگوں کو (لڑائی سے) باز رکھو اور جو سرحد کے حاکم ہوں انہیں دو لاکھ درہم سالانہ اکروتم پر حملہ نہیں کیا۔ دے گا اور جب تک تم اس معاہدہ پر قائم رہو گے تو تمہارے علاقہ میں کوئی داخل نہیں ہوگا اور اگر کسی نے (اس معاہدہ کی) خلاف ورزی کی تو یہ معاہدہ برقرار نہیں

رہے گا یہ تحریر کیا گیا اور گواہی دی گئی۔“

فتح قومس:

جب حضرت نعم بن منصر نے مضارب غلی کے ہاتھ رے کی فتح کی خبر بھجوائی اور وفد کے ہاتھ مال خس بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تحریر فرمایا:

”تم سوید بن مقرن کو قومس بھیجوان کے ہراول دستے پر سناک بن محمد کو بھیجو اور ان کے دونوں بازوؤں پر قہبہ بن النہاس اور ہند بن عمرو انجلی کو مقرر کرو۔“

لہذا حضرت سوید بن مقرن صف آرا ہو کر رے سے قومس کی طرف روانہ ہوئے ان کے مقابلے کے لیے کوئی نہیں آیا اور انہوں نے مصالحت کے ذریعہ اس شہر پر قبضہ کر لیا اور وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔

جب مسلمانوں کی فوج نے ان کے دریا کا پانی پیا جس کا نام ملاؤ تھا اور ان میں بیماری پھیلی اس پر حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے کہا: ”تم اپنا پانی تبدیل کر دو ورنہ تم بھی یہاں کے باشندوں کی طرح ہو جاؤ گے۔“ چنانچہ انہوں نے پانی تبدیل کیا جو انہیں خوش گوار معلوم ہوا۔

جو لوگ یہاں کے باشندوں میں سے طبرستان بھاگ گئے تھے۔ اور وہ لوگ جو جنگوں میں چلے گئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں سے خط و کتابت کی تو حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے انہیں صلح اور جزیہ ادا کرنے کی دعوت دی اور ان کے لیے یہ معاہدہ تحریر کیا:

قومس کا معاہدہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”سوید بن مقرن نے اہل قومس اور ان کے ساتھیوں کو ان کے جان و مال اور مذہب کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کریں جسے ہر بالغ اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق ادا کرے گا ان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خیر خواہ رہیں اور فریب نہ دیں اور (مسلمانوں کو) راستہ بتائیں۔ اور مسلمانوں کو ایک دن اور ایک رات اوسط درجے کا کھانا کھلائیں اگر انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی یا معاہدہ کی پابندی نہیں کی تو (ہم) ان کی حفاظت سے بری الذمہ ہیں یہ لکھا گیا اور اس پر گواہی دی گئی۔“

فتح جرجان:

پھر حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے بسطام میں پڑاؤ ڈالا اور جرجان کے بادشاہ رزبان صول سے خط و کتابت کی پھر ادھر روانہ ہو گئے رزبان صول (بادشاہ) نے خط و کتابت کے ذریعہ سے جلدی صلح کر لی اور جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس طرح جرجان کو جنگ سے بچا لیا۔ حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے اس کی صلح قبول کر لی اس لیے رزبان صول (بادشاہ) حضرت سوید رضی اللہ عنہ کے جرجان داخل ہونے سے پہلے ان سے ملا اور دونوں ساتھ ساتھ شہر میں داخل ہوئے حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے وہاں لشکر کو ٹھہرایا کہ خراج وصول کیا جائے انہوں نے وہاں کی سرحدوں کو مستحکم کیا اور دہستان کو چھوڑ دیا جو لوگ سرحد کی حفاظت کرتے تھے ان کا جزیہ معاف کر دیا گیا اور انہیں یہ معاہدہ لکھ دیا گیا۔

جر جان کا معاہدہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”سوید بن مقرن نے زبان صول بن زبان اہل دہستان اور تمام اہل جر جان کے لیے یہ (معاہدہ) لکھا۔ تم ہمارے زیرِ حفاظت ہو اور ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ بشرطیکہ تم جزیہ ادا کرو۔ جو ہر بالغ سالانہ اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق ادا کرے گا۔ اگر ہم تم میں سے کسی سے کوئی خدمت لیں گے تو اس کے جزیہ کے بدلے اسے معاوضہ دیا جائے گا ان کی جان و مال مذہب اور قوانین محفوظ رہیں گے اور اس معاہدہ میں اس وقت تک تبدیلی نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ جزیہ ادا کرتے رہیں گے۔ مسافروں کو راستہ بتائیں گے اور خیر خواہ رہیں گے نیز وہ مسلمانوں کی فیاضیت بھی کریں اور کسی قسم کی چوری اور دغا بازی نہ کریں جو کوئی یہاں آ کر رہے گا اسے بھی یہ حقوق حاصل ہوں گے اور جو یہاں سے لٹکانا چاہے تو اسے پناہ دی جائے گی تا آنکہ وہ پناہ کی جگہ پر پہنچ جائے۔ جو کوئی کسی مسلمان کو گالی دے گا تو اس کو سزا دی جائے گی۔ اور جو اسے زد و کوب کرے گا تو اس کی جان خطرہ میں ہو گی۔“

معاہدہ کے گواہ:

مندرجہ ذیل اس معاہدہ کے گواہ ہیں: ”۱۔ سواد بن قطبہ ۲۔ ہند بن عمرو ۳۔ تاک بن مخرمہ ۴۔ حبیب بن النہاس یہ ۱۸ میں لکھا گیا۔“

ہدائت کی روایت یہ ہے کہ جر جان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۳۰ھ میں مفتوح ہوا۔

فتح طبرستان:

اصبہد (حاکم طبرستان) نے بھی حضرت سوید سے صلح کے بارے میں خط و کتابت کی کہ فریقین صلح کر لیں اور باہمی امداد کے اقرار کے بغیر وہ کچھ (فدیہ) بھیجے گا۔ حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات منظور کر لی اور اس کی منظوری دے دی۔ اور اسے ایک تحریری معاہدہ بھی لکھ کر دیا (وہ یہ ہے)۔

معاہدہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر سوید بن مقرن نے فرخان اصبہد خراسان کو طبرستان اور اہل جیلان کے لیے لکھی ہے:

”تم اللہ بزرگ و برتری امان میں ہو اس شرط پر کہ تم ہمارے برخلاف بغاوت نہیں کرو گے اور جو تمہارے سرحدی علاقہ پر (ہمارا) حاکم ہوگا اسے اپنے ملک کے سکے کے حساب سے پانچ لاکھ درہم دو گے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ہم میں سے کوئی تم پر حملہ نہیں کرے گا اور نہ تمہارے علاقے میں کوئی تمہاری اجازت کے بغیر داخل ہوگا۔ ہمارا طریقہ تمہارے ساتھ امن کے ساتھ با اجازت ہوگا اور اسی طرح تمہارا رویہ ہوگا تم ہمارے باغیوں کو پناہ نہیں دو گے اور نہ ہمارے دشمن کی حمایت کرو گے اور نہ خیانت و غداری کرو گے اگر تم ایسا کرو گے تو ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں رہے

گاہ (اس معاہدہ کے) گواہ یہ ہیں: ۱۔ سواد بن قطیبہ حبشی ۲۔ ہند بن عمرو المرادی ۳۔ سہاک بن خزمہ اسدی ۴۔ سہاک بن عبید عسی ۵۔ قتیبہ بن النہاس بکری۔ یہ معاہدہ ۱۸ھ میں لکھا گیا۔“

فتح آذربائیجان:

جب حضرت فہم بن ہشام نے ہمدان کو دوبارہ فتح کر لیا اور وادی روڈ سے رے کی طرف گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ وہ آذربائیجان میں حضرت کبیر بن عبد اللہ کی امداد کے لیے سہاک بن خرمشا انصاری کو بھیجیں انہوں نے اس معاملے کو اس وقت تک ملتوی رکھا جب تک کہ انہوں نے رے کو فتح نہیں کیا۔ رے کی فتح کے بعد انہوں نے سہاک کو وہاں سے روانہ کیا چنانچہ سہاک کبیر کی طرف آذربائیجان روانہ ہو گئے۔

سہاک بن خرمشا اور قتیبہ بن فرقد عرب کے دولت مند افراد تھے۔ اور اسی خوشحالی کے ساتھ دونوں کو فداء دئے۔

اسفندیاری کی گرفتاری:

حضرت کبیر کو جب بھیجا گیا تو وہ روانہ ہوئے جب وہ جرمیدان کے سامنے پہنچے تو وہاں اسفندیاری بن فراس زاد بھی وادی روڈ سے نکلتا تھا کہ پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ آذربائیجان میں مسلمانوں کی سب سے پہلی جنگ اسی سے ہوئی جنگ میں اللہ نے اس کے لشکر کو شکست دی اور حضرت کبیر نے اسفندیاری کو گرفتار کر کے قیدی بنالیا اسفندیاری نے ان سے پوچھا کیا آپ کو صلح زیادہ پسند ہے یا جنگ؟ وہ بولے صلح زیادہ پسند ہے اس پر وہ بولا ”آپ مجھے اپنے پاس رکھیے کیونکہ اہل آذربائیجان آپ کے پاس نہیں آئیں گے جب تک کہ میں ان کی طرف سے صلح نہ کروں یا ان کے پاس نہ جاؤں۔“

علاقہ پر قبضہ:

اہل آذربائیجان اس کے ارد گرد کے پہاڑوں میں چلے گئے جو قح اور رومیوں کے تھے (اور ان میں قلعہ بند ہو گئے) اور جو کوئی قلعہ بند ہو جائے تو وہ کچھ دنوں تک قلعہ نشین رہتا ہے بہر حال حضرت کبیر نے اسفندیاری کو اپنے پاس مقید رکھا۔ اس کے بعد قلعہ کے علاوہ سارے علاقے پر ان کا قبضہ ہو گیا۔

سہاک بن خرمشا امدادی فوج لے کر اس وقت پہنچے جب اسفندیاری ان کی قید میں تھا اور انہوں نے مضامات کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔ قتیبہ بن فرقد نے بھی اپنے قریب کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔

جب سہاک وہاں پہنچے تو حضرت کبیر نے ازارہا خلافت یہ فرمایا:

”میں اب تمہارا اور خلیفہ کا کیا کروں۔ تم دونوں دولت مند ہو اگر میں اپنی مرضی کے مطابق کام کروں تو میں آگے بڑھوں گا اور تم دونوں کو چھوڑ دوں گا۔ اگر تم چاہو تو میرے ساتھ رہو اور اگر چاہو تو خلیفہ کے پاس جاؤ میں نے تمہیں اجازت دے دی ہے میری رائے یہ نہیں ہے کہ میں تم دونوں کو چھوڑ کر ایسا طریقہ اختیار کروں جو اس سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہے۔“

انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سبکدوش ہونے کی درخواست کی۔ انہوں نے اس بات کو منظور کر لیا۔ بشرطیکہ وہ باب کے علاقہ کی طرف پیش قدمی کریں۔ نیز یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنے کام پر کسی کو جانشین نہ بنائیں۔

عتبہ کی جانشینی:

ہذا انہوں نے عتبہ کو اپنے مفتوحہ علاقے کا جانشین بنایا اور آگے روانہ ہو گئے انہوں نے اسفند یار کو عتبہ کے حوالے کیا۔ چنانچہ حضرت عتبہؓ نے انہیں اپنے پاس رکھا اور انہوں نے سہاک بن خرشہ کے سپرد وہ حصہ کیا جو حضرت کبیرؓ نے فتح کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے تمام آذر بایجان کو حضرت عتبہؓ بن فرقہ کے زیر انتظام دے دیا تھا۔

بہرام کی شکست:

بہرام بن فرخ زاد نے آکر حضرت عتبہؓ بن فرقہؓ کا راستہ روک لیا تھا اور مقابلہ کے لیے لشکر لے آیا تھا اس لیے حضرت عتبہؓ بھی مقابلے پر آ گئے اور فریقین میں جنگ ہونے لگی۔ آخر کار حضرت عتبہؓ نے اس کو شکست دے دی اور بہرام بھاگ گیا۔ جب اسفند یار کو بہرام کی شکست اور فرار کی خبر ملی تو وہ اس وقت حضرت کبیرؓ کی قید میں تھا۔ اس نے کہا:

صلح کی تکمیل:

اب صلح مکمل ہو گئی ہے اور آتش جنگ بجھ گئی ہے۔ اس لیے اس نے صلح کی سلسلہ جہانی کی اور ان سب لوگوں نے اسے تسلیم کر لیا۔ اور آذر بایجان میں امن و امان ہو گیا حضرت کبیرؓ اور عتبہؓ نے اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو پہنچائی۔ نیز مال غنیمت میں سے مال ایک وفد کے ساتھ بھجوا دیا.....

حضرت عتبہؓ جیٹھ سے پہلے حضرت کبیرؓ اپنے علاقوں کو فتح کر چکے تھے۔ مگر صلح اس وقت مکمل ہوئی جب حضرت عتبہؓ نے بہرام کو شکست دی انہوں نے اس وقت اہل آذر بایجان کے ساتھ تحریری معاہدہ کیا جب کہ حضرت کبیرؓ کا علاقہ ان کے زیر انتظام آ گیا تھا وہ (معاہدہ) یہ تھا:

”یہ معاہدہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ کے حاکم عتبہؓ بن فرقہؓ نے اہل آذر بایجان کے ساتھ ان کے تمام میدانوں، پہاڑوں، مضائق اور تمام اقوام کے لیے کیا ہے ان کے جان و مال، مذہب و ملت اور رسوم و قوانین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے بشرطیکہ وہ اپنی استقامت کے مطابق جزیہ ادا کریں یہ جزیہ بچے، عورت اور ایسے مفلس و اچانچ پر عائد نہیں ہے جس کے پاس دنیاوی مال و متاع کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ ایسے عابد و راہب پر ہے جس کے پاس دنیاوی مال و متاع نہ ہو اور جو ان کے ساتھ رہتے ہیں ان کے بارے میں بھی یہی حکم ہے مگر عوام کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی لشکر کے کسی شخص کی دن اور ایک رات مہمان داری کریں اور اسے راستہ بتائیں جو قلعہ سالکی کا شکار ہو گا تو اس سے اس سال کا جزیہ نہیں لیا جائے گا۔

جو کوئی یہاں آ کر رہے گا تو اس کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس سے پہلے کے باشندوں کو حاصل ہیں اور جو یہاں سے لنگتا چاہے تو اسے پناہ دی جائے گی تا کہ وہ محفوظ مقام پر پہنچ جائے۔

اسے جناب نے ۱۸ھ میں تحریر کیا اور کبیر بن عبد اللہؓ اور سہاک بن خرشہؓ انصاری اس کے گواہ ہیں۔“

اس سال حضرت عتبہؓ جیٹھ طحہ لے کر آئے اور اسے حضرت عمرؓ کو قلعہ کے طور پر پیش کیا حضرت عمرؓ نے یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ ان کے حکام ہر سال حج کے موقع پر حاضر ہوا کریں تاکہ انہیں مظالم سے روکا جائے اور ان کی تحقیق و تفتیش کی جائے۔

فتح بَاب:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلیرہ واپس کر دیا اور سراقہ بن عمرو جو ذوالنور کے قبیلے سے مشہور ہیں باب کی طرف بھیجا ان کے ہر اول دستے پر حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا وہ بھی ذوالنور کے قبیلے سے مشہور تھے۔ اس لشکر کے ایک بازو کا سردار حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور دوسرے بازو کا سردار حضرت کبیر بن عبداللہ البلی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا جو باب کے مقابلے پر تھے۔ اس سے پہلے کہ وہاں حضرت سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ جائیں آپ نے انہیں نکلا تھا کہ وہ ان کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔ تقسیم مال پر آپ نے حضرت سلیمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

صف آرائی:

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو آگے بھیجا اور خود ان کے پیچھے روانہ ہوئے جب وہ آذر بائیجان سے باب کی طرف روانہ ہوئے تو وہ باب کے قریب حضرت کبیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور باب کے علاقہ میں اس صف آرائی کے ساتھ داخل ہوئے جس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہدایات بھیجی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد کے لیے حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھی جزیرہ سے تہدیل کر کے بھیجا اور ان کی جگہ حضرت زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

شہر براز کی ملاقات:

جب عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ باب کے بادشاہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے اس سے رجوع کیا اس زمانے میں باب کا بادشاہ شہر براز تھا جو اہل فارس سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس سرحد پر مقرر تھا۔ وہ قدیم بادشاہ شہر براز کی نسل سے تھا جس نے بنو اسرائیل کو تباہ کیا اور شام کو ان سے خالی کر دیا تھا۔

شہر براز نے ان سے خط و کتابت کی اور آنے کے لیے پناہ طلب کی۔ انہوں نے پناہ دی تو وہ ان کے پاس آیا اور کہنے لگا:

شاہ باب کی گفتگو:

”میں ایک بہت ذلیل دشمن کے مقابلے پر ہوں میرے علاقے میں مختلف قومیں آباد ہیں۔ جن کا کوئی حسب و نسب نہیں ہے اس لیے ایک شریف النسل عقل مند انسان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ان جیسے لوگوں کی مدد کرے اور نہ ان سے شریف النسل لوگوں کے برخلاف مدد طلب کرے کیونکہ شریف خاندان کا انسان دوسرے شریف خاندان کے انسان کا قریبی رشتہ دار ہے خواہ وہ کہیں ہو۔

میرا نتیجہ قوم سے تعلق ہے اور نہ میں امن قوم سے ہوں تم میرے ملک و قوم پر غالب آ گئے ہو۔ اس لیے آج سے میرا تعلق بھی تم سے ہے اور میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میری دوستی آپ کے ساتھ ہے۔ اللہ ہمیں اور آپ کو برکت دے۔ ہمارا جزیہ یہ ہے کہ ہم آپ کی جنگی مدد کریں۔ فتح و نصرت آپ کے قدم چوم رہی ہے اور جو آپ چاہیں گے وہ پورا ہوگا مگر جزیہ یاد کر کے ہمیں

ذیل نہ کریں اس طرح آپ اپنے دشمن کے سامنے ہماری توہین کریں گے۔“

جنگی خدمات کی منظوری:

حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میرے اوپر ایک اور شخص ہے تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے منظوری حاصل کرو“ چنانچہ وہ حضرت سراقہ کے پاس گیا اور ان کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں نے یہ بات تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے لیے منظور کر لی۔ بشرطیکہ وہ اس پر قائم رہیں (ہماری جنگی مدد کرتے رہیں) مگر جو (جنگی خدمت کے لیے) روانہ نہیں ہوگا۔ اور (اپنے وطن میں) رہے گا اسے جزیہ ادا کرنا ہوگا۔“

اس نے یہ بات تسلیم کر لی چنانچہ اس کے بعد یہ رواج قائم ہو گیا کہ مشرکوں میں سے جو لوگ (مسلمانوں کے) دشمنوں سے جنگ کرتے تھے تو ان کا اس سال کا جزیہ معاف ہوتا تھا اور ان کا جزیہ یہی سمجھا جاتا تھا کہ وہ مسلمانوں کی مدد کریں حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں تحریر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے کی منظوری دے دی اور اس تجویز کو مستحسن سمجھا۔

فوجی چھانوائی:

اس علاقہ کے پہاڑوں میں آبادی نہیں تھی۔ یہاں کے ارضی باشندے گرد و نواح کے مقامات میں رہتے تھے۔ مسلسل غارت گری کی وجہ سے اس کی آبادی ویران ہو گئی تھی اور یہاں کے لوگ دوسرے مقامات کی طرف چلے گئے تھے۔ اس لیے یہاں صرف فوج رہتی تھی یا وہ لوگ مقیم تھے جو ان کے مددگار تھے اور ان کے ساتھ کاروبار کرتے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت سراقہ سے ایک تحریری معاہدہ لکھوایا جو مندرجہ ذیل تھا:

اہل آرمینیا کا معاہدہ:

”امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حاکم سراقہ بن عمرو شہر ہراز اور باشندگان آرمینیا کو پناہ دیتے ہیں ان کے جان و مال اور مذہب و ملت کی حفاظت کی جاتی ہے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ یہ معاہدہ کیا گیا ہے کہ یہ لوگ جنگ میں شریک ہوں گے اور ہر اہم اور غیر اہم مقام پر (مسلمان) حاکم کی جیسا کہ وہ مناسب سمجھیں، جنگی مدد دیں گے اور جو لوگ جنگ میں شریک ہوں گے ان پر سے جزیہ معاف کر دیا جائے گا یہ جنگی خدمات ان کے جزیہ کا معاوضہ ہیں اور جو یہ خدمات انجام نہیں دے گا اور (گھر پر) بیٹھا رہے گا وہ اہل آذربائیجان کی طرح جزیہ ادا کرے گا اور مسلمانوں کو راستہ بتائے گا اور پورے دن کی مہمان نوازی کرے گا اگر یہ لوگ جنگ میں شریک ہوئے تو ان پر جزیہ نہیں لگایا جائے گا اور اگر نہ شریک ہوئے تو جزیہ عائد ہوگا۔“

۱۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جزیہ فوجی خدمت سے معافی کا ٹکس ہے اور اگر غیر مسلم بھی فوجی خدمت کریں تو ان پر سے جزیہ ساقط ہو جاتا

اس معاہدہ کے گواہ یہ ہیں: ۱۔ عبدالرحمن ۲۔ سلمان بن ربیعہ ۳۔ کبیر بن عبداللہ مرضی بن مقرن نے اس معاہدہ کو لکھا اور وہ بھی اس کا گواہ ہے۔
کو ہستانی ہمیں:

حضرت سراقہ جہنڑ نے اس کے بعد کبیر بن عبداللہ حبیب بن مسلمہ حذیفہ بن اسد اور سلیمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو ان پہاڑوں کے باشندوں کی طرف بھیجا جو آرمینیا کا احاطہ کیے ہوئے ہیں چنانچہ کبیر کو موقان کی طرف بھیجا گیا اور حبیب کو تغلیس کی طرف روانہ کیا گیا۔ اور حذیفہ بن اسد کو ان لوگوں کے برخلاف بھیجا گیا۔ جو کوہ الان میں رہتے تھے سلمان بن ربیعہ کو دوسری طرف بھیجا گیا۔

مشکل مہم:

حضرت سراقہ جہنڑ نے فتح کا حال اور ان مہموں کی خبر جہاں ان لوگوں کو انہوں نے بھیجا تھا حضرت عمر جہنڑ کو خبر پہنچی اس طرح حضرت عمر جہنڑ کے سامنے ایسا معاملہ درپیش ہوا جس کے متعلق ان کی یہ رائے تھی کہ وہ تکالیف و مصائب کے بغیر انجام پڑے نہیں ہوگا کیونکہ یہ بہت بڑی سرحد تھی۔ جہاں بہت بڑا لشکر متعین تھا ابن فارس ان کے کارناموں (کے نتائج) کے منتظر تھے تاکہ ان کے مطابق جنگ کو بند کریں یا جاری رکھیں۔

جب مسلمانوں کا انتقام پختہ ہو گیا اور اسلامی عدل و انصاف جاری ہو گیا تو حضرت سراقہ نے وفات پائی عبدالرحمن بن ربیعہ جہنڑ ان کے جانشین ہوئے۔

حضرت سراقہ جہنڑ نے جن سپہ سالاروں کو (آگے کی مہم کے لیے) بھیجا تھا ان میں سے کسی نے کوئی علاقہ فتح نہیں کیا البتہ حضرت کبیر جہنڑ نے موقان کو فتح کر لیا تھا اور وہاں کے لوگ جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو گئے تھے ان کے لیے یہ معاہدہ لکھا گیا۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یہ معاہدہ کبیر بن عبداللہ نے کوہ فجج کے اہل موقان کو (لکھ کر) دیا۔ ان کے جان و مال مذہب و ملت اور رسوم و قوانین کی حفاظت کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ ہر بالغ ایک دینار یا اس کے برابر کی قیمت جزیہ کے طور پر ادا کرے اور خیر خواہی کرے۔ نیز مسلمانوں کو راست بتائے اور ایک دن اور ایک رات کا کھانا کھلائیں۔ انہیں پناہ دی جائے گی جب تک کہ وہ اس (معاہدہ) کے پابند رہیں گے۔ اور اللہ سے مدد حاصل کریں گے۔ اگر ان لوگوں نے (معاہدہ کی) خلاف ورزی کی اور ان کی طرف سے فریب ظاہر ہوا تو انہیں کوئی پناہ نہیں دی جائے گی۔ بجز اس صورت کے کہ وہ غداروں کو (ہمارے) حوالے کر دیں ورنہ وہ بھی غدار سمجھے جائیں گے۔

شمار بن ضرارہ - اس بن جنادب اور حملہ بن جویہ اس کے گواہ ہیں اور یہ ۲۱ھ میں لکھا گیا۔“

زکوں سے جنگ:

جب حضرت عمر جہنڑ کو حضرت سراقہ جہنڑ کی وفات کی اطلاع ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبدالرحمن ان کے جانشین ہوئے ہیں تو انہوں نے حضرت عبدالرحمن کو باب کی سرحد کی حکومت پر بحال رکھا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ترکوں سے جنگ کریں۔

عبدالرحمن کی پیش قدمی:

حضرت عبدالرحمن مسلمانوں کو لے کر روانہ ہوئے جب انہوں نے باب کو عبور کرنا چاہا تو شیر براڑ نے ان سے پوچھا ”تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ وہ بولے ”میں بلخ جانا چاہتا ہوں“ شیر براڑ نے کہا ”تم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں باب کے قریب ہی دعوت (جنگ) دیں۔ حضرت عبدالرحمن نے فرمایا: ”تم یہ نہیں چاہتے ہیں بلکہ ہم ان کے گھر پہنچیں گے خدا کی قسم، ہم رے ساتھ وہ وہاں تک آئیں کہ اگر ہمارے امیر آگے بڑھنے کی اجازت دیں تو میں انہیں لے کر روم پہنچ جاؤں“ وہ بولا: ”وہ کون لوگ ہیں؟“ وہ بولے:

صحابہ رضی اللہ عنہم کی برکات:

”یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے اور وہ خلوص نیت کے ساتھ مسلمان ہوئے ہیں۔ وہ عہد جاہلیت میں بھی حیا دار اور شریف تھے (مسلمان ہونے کے بعد) ان کی حیا اور شرافت میں اضافہ ہو گیا۔ اس لیے یہ (فتح) ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی۔ یہاں تک کہ مفتوح اقوام انہیں بدیل نہ کر دیں۔ اور انہیں اپنے رنگ میں نہ رنگ لیں۔“

مجاہدانہ حملے:

انہوں نے غازی کی حیثیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بلخ پر حملہ کیا اس میں نہ کوئی عورت بیوہ ہوئی اور نہ کوئی بچہ یتیم ہوا۔ ان کے گھوڑے اس مبارک جہاد میں بلخ سے دو سو فرخ کے فاصلے پر پہنچ گئے تھے۔ اور جہاد کرنے کے بعد صحیح سالم واپس آ گئے۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی کئی مجاہدانہ حملے کیے انہیں اس وقت نقصان پہنچا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اہل کوفہ بدل گئے تھے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو حاکم بنایا۔ جو سابق مرتد تھا۔ وہ ان کی اصلاح کے لیے آیا تھا۔ مگر وہ ان کی اصلاح نہیں کر سکا بلکہ وہ مجڑ تے گئے تا آنکہ ان پر وہ لوگ حکومت کرنے لگے جو دنیا کے طلب گار تھے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی بہت تنگ کیا۔

ترکوں پر رعب:

سلمان بن ربیعہ روایت کرتے ہیں کہ جب عبدالرحمن بن ربیعہ ترکوں کے پاس جاتے تو انہ ان کا مقابلہ کرنے سے روک دیتا تھا ترک یہ کہا کرتے تھے:

”اس شخص نے ہمارا مقابلہ کرنے کی اس وجہ سے جرأت کی ہے کہ اس کے ساتھ فرشتے ہیں جو انہیں موت سے بچاتے ہیں۔“

وہ قلعہ بند ہو گئے اور پھر بھاگ گئے چنانچہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ مال غنیمت لے کر فتح و نصرت کے ساتھ واپس آ گئے یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی کئی مجاہدانہ حملے کیے اور حسب معمول فتح و نصرت حاصل کرتے رہے۔

اسلامی کا خاتمہ:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک سابق مرتد شخص کو حاکم بنایا تو اہل کوفہ کے اخلاق بگڑ گئے۔ اس کے بعد جب انہوں نے جہاد کیا۔ تو ترک قوم متحد ہوئی ان میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا۔ ”یہ لوگ غیر فانی ہیں۔“ دوسرے شخص نے کہا۔ ”اس کی آزمائش کرنی چاہیے۔“ اس مقصد کے لیے وہ جہازوں میں پوشیدہ ہو گئے اور ایک شخص نے ایک مسلمان کو اچانک تیر مار کر قتل کر دیا اس کے بعد اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ (یہ دیکھ کر) وہ لوگ مقابلے کے لیے نکلے اور جنگ کا آغاز کر دیا اور گھمسان کی جنگ ہوئے گی۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اس وقت فضا سے ایک (فحشی) آواز بلند ہوئی ”اے عبدالرحمن صبر کرو تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے“ لہذا حضرت عبدالرحمن (بہادری کے ساتھ) جنگ کرتے رہے تا آنکہ وہ شہید ہو گئے اس کے بعد حضرت سلمان بن ربیعہ نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور جنگ کرتے رہے اس موقع پر بھی فضا سے ایک فحشی آواز بلند ہوئی ”اے سلمان بن ربیعہ صبر کرو“ اس پر حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے کہا ”کیا تم پریشان ہو؟“ پھر وہ لوگوں کو لے کر نکلے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دوسری جیلان گئے وہاں سے وہ جرجان چلے گئے پھر حال اس کے بعد ترک (مقابلے کے لیے) بہت دلیر ہو گئے تھے اس کے باوجود وہ عبدالرحمن بن ربیعہ کے بہت معتقد ہو گئے تھے اور ان کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے تھے اور ابھی تک ان کا یہ عمل جاری تھا۔

سدا سکندری کی مہم:

مطرب بن عکمی بیان کرتے ہیں۔ ”میں (حضرت) عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے پاس باب میں (قیام کے موقع پر) آیا ان کے پاس شہر براز بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور وہ شہر براز کے پاس بیٹھ گیا اس وقت میں (مطرب) یعنی چادروں کی قبا میں ملبوس تھا جس کی زمین سرخ تھی اور اس کے نقش و نگار سیاہ تھے یا اس کے نقش و نگار سرخ تھے اور اس کی زمین سیاہ تھی۔ وہ دونوں ہاتھیں کر رہے تھے۔ پھر شہر براز نے کہا:

”اے امیر کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ آدمی کہاں سے آیا؟ اس شخص کو کئی سال پہلے میں نے بند دیواروں اور فصیلوں (سدا سکندری؟) کی طرف بھیجا تھا تا آنکہ وہ معلوم کرے کہ اس کا کیا حال ہے اور اس کے قریب کون ہے؟ میں نے اسے بہت مال دے کر بھیجا تھا اور اپنے قریبی علاقے کے حاکم کے نام بھی ایک خط اسی کے بارے میں تحریر کیا تھا اور اس کے ساتھ تکف بھی بھیجے تھے۔ میں نے قریبی حاکم کو یہ لکھا تھا کہ وہ اس کے بارے میں دوسرے حاکم کو خط لکھے اور ہر بادشاہ کے لیے تکف اس کے ساتھ کر دیے تھے چنانچہ وہ ہر بادشاہ سے اس طرح ملتا۔ ہاں جو اس کی راہ میں آئے یہاں تک کہ وہ اس بادشاہ کے پاس پہنچ گیا جس کی سر زمین میں وہ فصیل (سدا) یا بند دیوار تھی اس نے اس شہر کے حاکم کو خط لکھ دیا وہ اس کے پاس آیا اس نے اس کے ساتھ بازیار (باز کے ڈکاری) کو بھیجا جس کے ساتھ ایک عتاب تھا۔ اس نے اس کو ریشمی کپڑا دیا جس پر بازیار نے میرا شکر یہ ادا کیا راوی کہتا ہے:

یا قوت کا تختہ:

جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں دو پہاڑوں کے درمیان ایک بڑی دیوار کھینچی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ وہ دونوں پہاڑوں پر چھا گئی تھی۔ اس فصیل کے قریب بہت بڑی خندق تھی جو تاریک رات سے بھی زیادہ سیاہ تھی۔ میں نے سب چیزیں دیکھیں اور ان پر غور کیا

پھر جب سن جانے لگا تو باز یار نے کہا: ”تم ٹھہر جاؤ“ جو بادشاہ یہاں حکمران ہوتا ہے وہ دنیا کی بہترین چیز اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہے اور وہ اسے آگ میں پھینک دیتا ہے“ یہ کہہ کر اس نے گوشت کے کچھ ٹکڑے کاٹے اور انہیں ہوا میں اچھالا اس کا عقاب اس پر چھپا اس وقت اس نے کہا۔ اگر ان کے گرنے سے پہلے اس عقاب نے ان چیزوں کو جھپٹ لیا تو اس کے ساتھ کچھ نہیں ہوگا لیکن اگر گرنے کے بعد انہیں پکڑا تو کچھ نہ کچھ ساتھ لائے گا۔

چنانچہ جب عقاب اپنے بچوں میں گوشت کے ٹکڑے لے کر آیا تو اس کے ساتھ ایک یا قوت تھا جو اس باز یار نے مجھے علیہ کے طور پر دے دیا اور وہ یہ ہے۔

حضرت عبدالرحمن کی تعریف:

شہر برازے اسے سرخ دیکھا حضرت عبدالرحمن نے بھی ملاحظہ فرما کر اسے واپس کر دیا شہر برازے نے کہا یہ چیز اس پورے شہر ہاں سے زیادہ قیمتی ہے خدا کی قسم تم مجھے ملکہ ایران سے زیادہ محبوب ہو۔ اگر میں ان کی سلطنت میں ہوتا اور انہیں اس یا قوت کے بارے میں اطلاع پہنچتی تو وہ اسے مجھ سے جھین لیتے۔“

خدا کی قسم! جب تک تم ایٹھے عہد کرتے رہو گے اور تمہارا حاکم اعلیٰ بھی وفا شعار رہے گا اس وقت تک تمہارے مقابلے میں کوئی چیز نہیں ٹھہر سکے گی۔

فصیل کا رنگ:

حضرت عبدالرحمن اس قاصد کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھنے لگے:

”اس فصیل کا کیا حال ہے اور وہ کس کے مشابہ ہے؟“

وہ بولا:

”یہ اس کپڑے کے مشابہ ہے جو یہ شخص پہنے ہوئے ہے۔“

راوی کا بیان ہے کہ:

”انہوں نے میرے کپڑے کی طرف دیکھا۔ میں نے (مطرب بن راوی) نے (حضرت) عبدالرحمن سے کہا:

”یہ شخص کچھ کہتا ہے وہ وہاں تک پہنچ گیا تھا اور اس نے اس کا مشاہدہ کر لیا تھا۔“

وہ بھی کہنے لگے: ”ہاں اس نے لوہے اور تانبے کا رنگ بتایا ہے (قرآن کریم میں) مذکور ہے کہ ذوالقرنین نے اس قوم سے جو یا جوج یا جوج سے نکل آئے ہوئے تھے یہ کہا تھا۔“ تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ۔“ پھر حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے شہر براز

سے یہ پوچھا:

یا قوت کی قیمت:

”تمہارے تجھے پر یا قوت کی قیمت کتنی ہے؟“

وہ بولا:

”اس کی قیمت میرے ملک میں ایک لاکھ ہے اور تمہیں لاکھ یا اس سے زیادہ دوسرے ملکوں میں ہے۔“

متفرق واقعات:

واقفی کی روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سال روم میں جنگ کی تھی۔

اور وہ دس ہزار مسلمانوں کو لے کر روم کے علاقے میں داخل ہو گئے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔

اسی سال یزید بن معاویہ اور عبدالملک بن مروان پیدا ہوئے۔

اس سال بھی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔ مکہ معظمہ میں ان کے حاکم تحباب بن اسید تھے۔

یمن کے حاکم یعلیٰ بن امیہ تھے۔ باقی شہروں کے حکام وہی تھے جو اس سے پہلے کے سال میں تھے جس کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے

ہیں۔



باب ۱۰

مفتوحہ علاقوں کی تقسیم

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک سال سے زیادہ کوفہ کے حاکم رہے اسی زمانے میں بصرہ کے حاکم حضرت عمر بن مرقہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر کیا جس میں یہ تحریر تھا کہ اہل بصرہ کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے۔ اور ان کے علاقہ کا خراج ان کے لیے ناکافی ہے انہوں نے درخواست کی تھی کہ ماہین کا ایک علاقہ یا ماسہدان کا علاقہ ان سے متعلق کر دیا جائے۔

اس بات کی اطلاع اہل کوفہ کو ہو گئی تھی انہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا:

”آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کریں کہ رامہر مزار ایدج ہمارے ہیں اہل بصرہ کے نہیں ہیں انہوں نے اس معاملے میں نہ ہماری مدد کی اور نہ وہ ہمارے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ بلکہ ہم نے تنہا ان دونوں علاقوں کو فتح کر لیا تھا۔“

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے“ اس پر ایک شخص نے جس کا نام عطار دے ہے یہ کہا ”اے ذلیل غلام ہم کس لیے اپنا مال غنیمت چھوڑیں“ وہ بولے ”تم نے مجھے گالی ہے“ بہر حال انہوں نے اس بارے میں کچھ نہیں نکھا۔ اس وجہ سے اہل کوفہ ان سے نفرت کرنے لگے تھے۔

اہل کوفہ و بصرہ کے تنازعات:

جب اہل کوفہ نے ان دونوں علاقوں کے معاملے میں زیادہ جھگڑنا شروع کیا تو کچھ لوگوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کے سامنے یہ شہادت دی کہ رامہر مزار اور ایدج کے باشندوں نے صلح کر لی تھی۔ اور جب انہیں امان مل چکی تھی۔ اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ نے ان سے خط و کتابت کی تھی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی منظوری دے دی اور اورگواہوں کی شہادت سے اہل بصرہ کے حق میں فیصلہ کیا۔

اصفہان کے دیہات:

اہل بصرہ نے اصفہان کے چند دیہات کے بارے میں بھی دعویٰ کیا جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس وقت فتح کیے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان کی امداد کے لیے بھیجا تھا۔ یہ مفتوحہ دیہات جی مقام کے قریب تھے اہل کوفہ نے اس بارے میں کہا: ”تم ہماری امداد کے لیے اس وقت آئے تھے جب ہم نے تمام علاقہ فتح کر لیا تھا اس وقت ہم نے مال غنیمت دے کر تمہاری حوصلہ افزائی کی تھی مگر مدداری ہماری تھی اور یہ سر زمین ہماری تھی“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”یہ سچ کہتے ہیں۔“

مزید علاقوں کا عطیہ:

پھر اہل بصرہ میں سے جو قادیسہ اور دوسری جنگوں میں شریک ہوئے تھے ایک دوسرا معاملہ پیش کیا وہ کہنے لگے ”ہمیں ان علاقوں میں سے حصہ ملنا چاہیے جن کی فتح میں ہم شریک تھے“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا تم باہ کا علاقہ دینے پر رضامند ہو؟“۔
نیز اہل کوفہ سے آپ نے فرمایا:

”کیا تم رضامند ہو کہ ہم انہیں مابین کے دو علاقوں میں سے ایک علاقہ دے دیں۔“

اہل کوفہ نے کہا آپ جو مناسب سمجھیں اس پر عمل کریں:

”لہذا آپ نے بصرہ کے ان لوگوں کو جو جنگ قادیسہ اور دیگر جنگوں میں شریک ہوئے تھے ان کے حصہ کے طور پر ماہ دینار سے لے کر مہر جاتھق اور بصرہ کے مضافات کا علاقہ دے دیا۔“

اہل عراق کی منتقلی:

جب امیر معاویہ بن سفیان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عراق سے آنے والی فوج کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں قسریں میں آباد کر دیا حالانکہ قسریں جنس کے علاقے کا شہر تھا۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے ان فوجیوں سے آباد کر دیا جو بصرہ اور کوفہ کو اس زمانے میں چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ اس لیے ان کے حصہ میں عراق کی فتوحات میں سے آذربائیجان، موصل اور باب کے علاقے شامل کر لیے تھے۔ اس زمانے میں اہل جزیرہ اور اہل موصل بھی منتقل ہوتے رہتے تھے وہ بھی ان دونوں شہروں کے لوگوں کے ساتھ منتقل ہوتے رہتے تھے۔

باب، آذربائیجان، جزیرہ اور موصل اہل کوفہ کی مفتوحات میں شامل تھے۔ اس لیے یہ علاقے بھی ان کی طرف منتقل ہو گئے۔
جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام منتقل ہو گئے تھے۔

اہل تھلیس کا معاہدہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اہل آرمینیا نے عہد شکنی کی۔ اس وقت انہوں نے حبیب بن مسلمہ کو باب کا حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ اس وقت حبیب جرزان میں تھے۔ اس لیے انہوں نے اہل تھلیس اور اس سے متعلقہ پہاڑی علاقوں کے لوگوں سے خط و کتابت کی پھر انہوں نے ان سے مقابلہ کیا تا آنکہ انہوں نے صلح قبول کر لی اور حضرت حبیب رضی اللہ عنہ سے معاہدہ کر لیا جو خط و کتابت کے بعد منظور ہوا۔ حضرت حبیب نے پہلے انہیں یہ خط لکھا:

حضرت حبیب کا خط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یہ خط حبیب بن مسلمہ کی جانب سے اہل تھلیس کے نام ہے جو ارض را امیر مز جزران سے متعلق ہیں“ سب سے پہلے میں تمہارے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے (پھر یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ) تمہارا قاصد تھلی ہمارے پاس آیا تھا اس نے تمہارا خط پہنچایا۔ اور جو پیغام تم نے دیا تھا وہ بھی ادا کر دیا۔ تھلی نے تمہارے بارے میں بیان کر دیا ہے ہم وہی قوم نہیں ہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو۔ البتہ ہم پہلے ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ

کے ذریعہ میں بدایت دی اور ذلت و رسوائی اور جہالت کے بعد ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت عطا فرمائی۔
تفصیلی قاصد بیان کرتا ہے کہ تم ہمارے ساتھ مصالحت کرنے کے لیے تیار ہو، میں اور میرے ساتھی بھی اس کو پسند کرتے
ہیں اس مقصد کے لیے میں نے تمہاری طرف عبدالرحمن بن جزمہ السلمی کو روانہ کیا ہے۔ اگر تم (صلح کے لیے) ارض مند ہو
تو وہ (معاہدہ) تمہارے حوالے کریں گے اور اگر تم اسے منظور نہیں کرتے ہو تو میں مقابلہ کی جنگ کا اعلان کرتا ہوں
کیونکہ اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے“ (خط کے بعد تحریری معاہدہ اس طرح مذکور ہے)

معاہدہ تفلیس:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر حبیب بن مسلمہ کی طرف سے جرمزان ارض البرحر کے اہل تفلیس کے نام ہے:

”تمہارے جان و مال، گرجوں، عبادت خانوں اور مذہبی رسومات کی حفاظت کا ذمہ لیا جاتا ہے بشرطیکہ تم جزیہ ادا کرنے
کا اقرار کرو۔ جو ہر گھرانے پر ایک کھل دینا ہے۔ نیز یہ کہ تم ہماری خیر خواہی کرو اور ہمارے اور اللہ کے دشمنوں کے
خلاف ہماری مدد کرو اور اہل کتاب کے حلال کھانے پینے کی چیزوں سے مسلمان مسافر کی ایک رات مہمان نوازی کرو
اور اسے راست بتاؤ جس سے تمہارے کسی شخص کو نقصان نہیں پہنچے گا۔

اگر تم اسلام قبول کرو تو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو تم ہمارے دینی بھائی اور ہمارے دوست بن جاؤ گے اور جو اللہ اس کے
رسول، اس کی کتابوں اور اس کے گروہ سے کنارہ کشی کرے گا تو ہم اس کے ساتھ برابر کی جنگ کرنے کا اعلان کرتے
ہیں۔ کیونکہ اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے اس کے گواہ عبدالرحمن بن خالد حجاج اور عیاض ہیں اسے راجہ نے
تحریر کیا۔ میں اللہ اس کے فرشتوں اور ایمان والوں کو شہادت کے لیے پیش کرتا ہوں۔ تاہم اللہ گواہی کے لیے کافی ہے۔“

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی معزولی:

اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی حکومت سے معزول کیا اور ان کے بجائے حضرت ابوموسیٰ
اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا۔ یہ قول ایک روایت کے مطابق ہے۔ اس سے پہلے ہم نے واقدی کا قول نقل کیا تھا۔
ہم نے ابھی ان کی معزولی کی بعض وجوہات کا تذکرہ کیا تھا۔ اس کی باقی وجوہات سیف کی روایت کے مطابق یہ ہیں۔

اہل کوفہ کی مخالفت:

اہل کوفہ میں سے عطار اور اس کے ساتھیوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت لکھی انہوں نے بیان کیا کہ وہ (صحیح
معتوں میں) امیر نہیں ہیں اور نہ ان کے اندر ایک حاکم کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اہل کوفہ ان کے خلاف ہو گئے تھے اس لیے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا: ”تم میرے پاس آؤ“ لہذا اہل کوفہ کا ایک وفد لے کر روانہ ہوئے اور کچھ ایسے لوگوں کو وفد کے طور پر
بھی بھیجا جن کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ وہ ان کے ہائی ہیں مگر وہ ان سے زیادہ مخالف نکلے جو وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے اس لیے
وہ بہت پریشان ہوئے ان سے پوچھا گیا: ”اے ابولیقطان! یہ گھبراہٹ کیوں ہے؟“ وہ بولے: ”خدا کی قسم! میں اس پر اپنی ذات کی
تعریف نہیں کرتا ہوں بہر حال اس میں جھلا ہوں۔“

معزولی:

حق رشتہ بنی ہاشم بن مسعود ثقفی اور جریر بن عبد اللہ ان کے ساتھ تھے۔ ان دونوں نے ان کی شکایت کی اور ان کے بارے میں ایسی باتیں بتائیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناپسند کرتے تھے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا اور پھر انہیں حاکم نہیں بنایا۔ ابوالفضل کی روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: ”کیا یہ معزولی تمہیں بری نہیں معلوم ہوئی؟“

وہ بولے:

”خدا کی قسم! جب مجھے حاکم بنایا گیا تھا اس وقت مجھے خوشی حاصل نہیں ہوئی تھی مگر جب مجھے معزول کیا گیا تو مجھے اس کا رنج ہوا۔“

کوفہ اور مدائن کا مقابلہ:

حضرت ضعی بن جندبہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے دریافت کیا: ”ذہبیہیں کوفہ اور مدائن میں سے کون سا مقام زیادہ پسند ہے؟ اگرچہ میں ایک دوسرے کی فضیلت کو جانتا ہوں تاہم میں تم سے تمہاری رائے معلوم کرنے کے لیے یہ سوال کر رہا ہوں۔“

جریر نے کہا:

”ہمارا یہ قریبی مقام (کوفہ) سواد عراق کا ایسا مقام ہے جو خشک علاقہ سے زیادہ قریب ہے مگر دوسرا مقام (مدائن) سمندر کے قریب ہے مرطوب مقام ہے اور چھروں سے بھرا ہوا ہے۔“

اس پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا:

”تم اس سے زیادہ چھوٹے ہو۔“ پھر آپ نے پوچھا:

نااہلی کی شکایت:

”تم اپنے امیر عمار کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

خدا کی قسم وہ نااہل ہیں اور انہیں سیاست اور انتظامی امور کا کوئی علم نہیں ہے۔ جریر نے کہا: ہشام بن عبد الرحمن ثقفی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سعد بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ”خدا کی قسم! تم یہ نہیں جانتے ہو کہ تم کس علاقہ پر حاکم بنائے گئے ہو۔“

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

زیر انتظام علاقے:

”اے عمار! میں نے تمہیں کس علاقے پر حاکم مقرر کیا ہے۔“

وہ بولے: ”حیرہ اور اس کے علاقے پر۔“

آپ نے کہا: ”میں نے سنا ہے کہ حیرہ میں سوداگر رہتے ہیں جو وہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔“

پھر پوچھا: ”پھر کس علاقے پر؟“ وہ کہنے لگے: ”بابل اور اس کے علاقہ پر“ آپ نے فرمایا: ”میں نے قرآن کریم میں پڑھا ہے“ پھر فرمایا ”اور کس چیز پر؟“ وہ بولے: ”مداائن اور اس کے مضافات پر“ آپ نے پوچھا: ”کیا مدائن کسریٰ پر؟“ وہ بولے: ”ہاں“ پھر پوچھا ”اور کس علاقہ پر؟“ وہ بولے: ”میر جان قدق اور اس کی سر زمین پر“ لوگ کہتے ہیں ”ہم نے آپ کو بتایا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ آپ نے ان کو کن کن علاقوں کا حاکم بنا کر بھیجا ہے؟“ اس پر آپ نے ان کو معزول کر دیا۔

معزولی کا رنج:

پھر انہیں بلا کر پوچھا: ”کیا تمہیں رنج ہوا جب میں نے تمہیں معزول کیا؟“ وہ بولے: ”خدا کی قسم جب آپ نے مجھے حاکم بنا کر بھیجا تھا تو اس وقت مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی البتہ جب آپ نے مجھے معزول کیا تو مجھے اس کا سخت رنج ہوا“ آپ نے فرمایا: ”مجھے معلوم تھا کہ تم کام کے آدمی نہیں ہوتا ہم میں نے (قرآن کریم کی اس آیت پر) عمل کیا:

کمزوروں کی حکومت:

﴿وَلْيُرِيدَ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَفْضَعُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ﴾

”اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں۔ جو زمین میں کمزور سمجھے جاتے ہیں اور ہم انہیں (زمین کا) وارث بنائیں۔“

حضرت ابو موسیٰؓ کا تقریر:

دفعۃً اُلمری کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر پوچھا ”اے اہل کوفہ! تم کس کو (حاکم بنانا) چاہتے ہو؟“ وہ بولے ”(حضرت) ابو موسیٰ اشعریؓ کو“ اس کے بعد آپ نے حضرت عمارؓ کے بعد انہیں حاکم بنادیا اور وہ ایک سال تک ان کے حاکم رہے۔

ان کے خلاف شکایت:

ایک دفعہ ان کے غلام نے چارہ فروخت کر دیا اور ولید بن عہدش نے اسے کچھ باتیں کرتے ہوئے سنا تو وہ اور ان کے ساتھی (شکایت کرنے کے لیے حضرت عمرؓ کے پاس) پہنچے اور کہنے لگے ”ہمیں ابو موسیٰ اشعریؓ کی ضرورت نہیں ہے“ آپ نے فرمایا ”کیوں؟“ وہ بولے ”ان کا غلام ہماری چیزوں کی تجارت کرتا ہے اس پر آپ نے انہیں معزول کر دیا اور انہیں بصرہ کا حاکم مقرر کیا اور حضرت عمرؓ بن سراقہ کا جزیرہ کی طرف تہادہ کر دیا۔

طاقتور یا کمزور حاکم:

آپ نے ان لوگوں سے جو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو معزول کرانے کے لیے کوفہ سے آئے تھے۔ یہ فرمایا: ”کیا تمہیں طاقتور اور سخت مزاج انسان زیادہ پسند ہے یا کمزور مومن؟“ عمروہ کوئی جواب نہیں دے سکے وہاں سے اٹھ کر مسجد کے ایک گوشے میں چلے گئے اور وہاں سو گئے۔

اہل کوفہ سے پریشانی:

اتنے میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انتظار کرنے لگے جب آپ بیدار ہوئے تو انہوں

نے پوچھا: ”کیا آپ کو اہم معاملہ درپیش ہے؟ یا کوئی عظیم واقعہ رونما ہوا ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”اس سے بڑھ کر عظیم واقعہ کیا ہو سکتا ہے کہ ایک لاکھ افراد کسی حاکم سے خوش نہیں رہتے ہیں اور نہ وہ حاکم ان سے خوش ہوتا ہے“ آپ اس معاملے میں جس قدر اللہ نے جاہلوں کو لے رہے۔

جب کوفہ آباد ہوا تھا تو اس وقت بھی ایک لاکھ جنگجو سپاہی وہاں رہتے تھے اس عرصے میں دیگر صیالی بھی آ گئے۔ اور پوچھنے لگے: ”اے امیر المومنین! کیا معاملہ ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”میں اہل کوفہ کی انجمن میں پھنسا ہوا ہوں۔ انہوں نے مجھے بہت تنگ کر رکھا ہے“ اس کے بعد آپ نے مذکورہ بالا سوال مشورہ کے طور پر دہرایا۔ اس پر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

”کمزور مسلمان کی کمزوری سے آپ کا اور مسلمانوں کا نقصان ہے اور اس کی خوبیوں سے صرف اس کا ذاتی فائدہ ہے مگر طاقت ور اور رخت حاکم کی طاقت سے آپ کو اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا اور اس کی سخت مزاحمتی سے اس کی ذات کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور فائدہ بھی ہو سکتا ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حاکم مقرر کیا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

سعید بن عمرو کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کرنے سے پہلے (لوگوں سے) یہ پوچھا:

”تمہاری کیا رائے ہے آیا کمزور مسلمان کو حاکم مقرر کیا جائے یا طاقت ور رخت انسان کو؟“

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر یہ کہا:

”کمزور مسلمان کا اسلام اس کے ذاتی فائدہ کے لیے ہے مگر اس کی کمزوری سے آپ کا نقصان ہے۔ مگر طاقت ور رخت

انسان کی بخشنے کا تعلق اس کی ذات سے ہے اور اس کی قوت مسلمانوں کے فائدہ کے لیے ہوگی۔“

اس پر آپ نے فرمایا: ”اے مغیرہ! ہم تمہیں حاکم مقرر کرتے ہیں۔“

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم رہے تا آنکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ ان کی مدت حکومت دو سال سے کچھ زیادہ ہے جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کوفہ جانے کے لیے آپ سے رخصت ہونے کے لیے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ”اے مغیرہ رضی اللہ عنہ! شریف انسان کو تم سے مطمئن رہنا چاہیے اور بدکاروں کو تم سے ڈرنا چاہیے“ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے بجائے سعد کو مقرر کریں مگر اس سے پہلے آپ شہید ہو گئے تاہم آپ نے ان کے بارے میں وصیت فرمادی تھی۔

حکام سے باز پرس:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ پسندیدہ طریقہ رہا تھا کہ آپ نے اپنے حکام پر یہ پابندی عائد کر رکھی تھی کہ وہ ہر سال حج کے موقع پر حاضر ہوا کریں تاکہ ان کے کام کا جائزہ لے سکیں اور وہ (کچھ عرصہ) اپنی رعایا سے الگ رہیں اور انہیں ان کے برخلاف شکایت پہنچانے کا کافی وقت اور موقع مل سکے۔

فتح خراسان

اس سال ایک روایت کے مطابق حضرت اخف بن قیس نے خراسان پر حملہ کیا اور شاہ یزدگرد سے جنگ کی۔ سیف کی روایت کے مطابق حضرت اخف بن قیسؓ نے ۱۸ھ میں خراسان پر حملہ کیا تھا۔ جب اہل جلولاہ کو شکست ہوئی تو ایران کا بادشاہ یزدگرد بن شہر یار سے کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے لیے ایک محل بنایا گیا جو اس کے اونٹ کی تمام پشت پر چھایا ہوا تھا اور وہ اپنے اسی محل میں سوتا تھا اس کا سفر نگار جاری رہا اور درمیان میں قیام نہیں ہوا۔ جب بادشاہ اپنے محل میں سویا ہوا تھا ایک منزل پر اسے چکایا گیا۔ کیونکہ اسے ایک دریائی مقام پر عبور کرنا تھا اس وجہ سے اس کے ملازموں نے اس خیال سے چکایا کہ وہ اونٹ کے دریا پار کرنے پر گھبراتے ہوئے۔

یزدگرد کا خواب:

جب وہ بیدار ہوا تو اس نے ان کو دھمکایا اور کہا:

”تم نے میرے ساتھ بہت برا کیا خدا کی قسم! اگر تم مجھے نیند کی حالت میں چھوڑے رکھتے تو اس قوم (عرب) کے مدت معلوم ہو جاتی۔ میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ میں اور محمد (ﷺ) اللہ کے پاس سرگوشیاں کر رہے ہیں اللہ نے ان سے (محمد ﷺ) فرمایا: ”تم ایک سو سال تک حکومت کرو“۔ انہوں نے فرمایا: ”(اے اللہ) اس میں اضافہ کر“ اللہ نے فرمایا: ”اچھا ایک سو تیس سال تک (حکومت کرو)“ انہوں نے مزید اضافہ کا مطالبہ کیا تو اللہ نے کہا ”ایک سو تیس سال تک“ پھر اضافہ کا مطالبہ کیا تو جواب ملا جو تمہاری مرضی ہے“ اس کے بعد تم نے مجھے چکایا اگر تم مجھے اسی حالت میں رہنے دیتے تو مجھے اس قوم کی تو مجھے اس قوم کی آخری مدت معلوم ہو جاتی۔“

حاکم رے کی بغاوت:

جب بادشاہ رے پہنچا تو وہاں کا حاکم آبان جاذو یہ تھا۔ اس نے اس پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا بادشاہ نے کہا: ”اے آبان جاذو یہ! کیا تم میرے ساتھ غداری کرنا چاہتے ہو“ اس نے کہا ”ناہم چونکہ تم نے اپنا ملک چھوڑ دیا ہے اور وہ دوسرے لوگوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ میں (تم سے) وہ چیزیں لکھواؤں جو پہلے میرے قبضہ میں تھیں اور وہ مزید چیزیں بھی حاصل کروں جو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

یہ کہہ کر اس نے یزدگرد کی مہر پر قبضہ کر لیا اور اپنی پسند کے مطابق دستاویز لکھوائیں اور ان پر مہر لگا کر بادشاہ کی مہر کی انگوٹھی اسے واپس کر دی۔

پھر وہ حضرت سعدؓ کے پاس آیا اور ان سے وہ تمام چیزیں واپس لے لیں جو تحریری طور پر لکھی ہوئی تھیں۔

خراسان میں قیام:

جب آبان جاؤ یہ شاہ یزدگرد سے اپنی تمام کارروائی مکمل کرا چکا تو شاہ یزدگرد سے استعفیاء کی طرف روانہ ہوا۔ آبان باؤیہ نے وہاں اس کا قیام چاہا پسند کیا اس لیے اسے وہاں پناہ نہیں مل سکی۔ اس لیے بادشاہ کرمان کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ کرمان پہنچا تو (مقدس) آگ اس کے ساتھ تھی۔ اس نے اسے وہاں منتقل کرنے کا ارادہ کیا پھر اس نے خراسان کا قصد کیا اور مرو میں آکر مقیم ہو گیا اس نے (مقدس) آگ کو بھی وہاں منتقل کر لیا اور اس کے لیے آتش کدہ تعمیر کرایا اور باغ لگایا اور وہ باغ مرو سے دو فرسخ کے فاصلے پر تھا۔

یہاں آکر وہ امن و امان کے ساتھ رہنے لگا اور غیر مفتوحہ علاقوں کے اہل عجم سے خط و کتابت کرنے لگا تا آنکہ وہ سب اس کے مطیع ہو گئے اس نے (مفتوحہ علاقوں کے) اہل فارس اور ہرمزان کو ورنہ غلامی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے عہد شکنی کی نیز اہل جہول اور غیر زبان نے بھی بغاوت کی اور معاہدے توڑ دیے۔

جنگی مہمیں:

ان وجوہات کی بنا پر حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ ایران کے علاقوں میں پیش قدمی کر کے محسوس جائیں۔ چنانچہ اہل بصرہ اور اہل کوفہ روانہ ہو گئے اور انہوں نے ان کی سر زمین میں زبردست حملے شروع کر دیے۔

خراسان کی مہم:

حضرت اخف بن قیسؓ خراسان کی طرف روانہ ہوئے انہوں نے مہر جان قذوق پر قبضہ کر لیا پھر وہ اصفہان کی طرف روانہ ہوئے اس وقت اہل کوفہ جی کے شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ طین کی راہ سے خراسان میں داخل ہوئے اور ہرات پر یزدور شہر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں صحار العبدی کو اپنا جانشین بنایا۔ پھر وہ مروشاہ جہان کی طرف روانہ ہوئے۔ درمیان میں کوئی جنگ نہیں ہوئی اس لیے نیشاپور کی طرف مطرف بن عبد اللہ بن الخضر کو بھیجا اور سرخس کی طرف وارث بن حسان کو روانہ کیا جب حضرت اخف بن قیسؓ مروشاہ جہان کے قریب پہنچے تو شاہ یزدگرد مرو روڑ چلا گیا اور وہاں رہنے لگا حضرت اخفؓ مروشاہ جہان میں فروکش ہو گئے۔

امداد کی درخواست:

جب شاہ یزدگرد مرو روڑ پہنچا تو اس نے خاقان سے امداد کی درخواست کی نیز شاہ صفہ کو بھی تحریر کیا کہ وہ بھی فوج کے ذریعے ان کی مدد کرے چنانچہ اس کے دونوں قاصد خاقان اور شاہ صفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس نے شہنشاہ چین سے بھی امداد کی درخواست کی۔

مسلمان سپہ سالار:

حضرت اخفؓ نے مروشاہ جہان پر حارث بن نعمان باہلیؓ کو جانشین بنایا اس عرصہ میں مندرجہ ذیل چار سرداروں کی قیادت میں اہل کوفہ کی فوجیں ان کے پاس پہنچ گئیں تھیں۔ ۱۔ علقمہ بن نضر نضری ۲۔ ربیع بن عامر ثمیمی ۳۔ عبد اللہ بن ابی عقیل ثقفی ۴۔ ابن ام غزال ہمدانی۔

فوجی لشکر سے مقابلہ:

جب وہ تمام فوجیں آگئیں تو حضرت احنفؓ جہنڈہ مروشاہ جہاں سے روانہ ہو گئے اور مردوز کی طرف فوج کشی کی۔ جب شاہ یزدگرد کو یہ خبر ملی تو وہ بلخ کی طرف روانہ ہو گیا۔ حضرت احنفؓ مرو مردوز میں مقیم ہو گئے جب کوفہ کی فوجیں آئیں تو وہ (براہ راست بلخ روانہ ہوئیں) حضرت احنفؓ جہنڈہ بھی ان کے پیچھے روانہ ہو گئے۔

یزدگرد کو شکست:

بلخ میں اہل کوفہ اور شاہ یزدگرد کی فوجوں کا مقابلہ ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے یزدگرد کو شکست دے دی اور وہ ایرانیوں کو بلخ کی فتح:

اسات میں حضرت احنفؓ جہنڈہ بھی کوفہ کی فوجوں کے ساتھ آ کر شامل ہو گئے اس وقت اللہ نے بلخ کو ان کے ہاتھوں فتح کرا دیا اس لیے بلخ اہل کوفہ کی فتوحات میں شامل تھا۔

اہل خراسان کی مصالحت:

اس کے بعد اہل خراسان میں سے جو بھاگ گئے تھے یا قلعہ بند ہو گئے تھے صلح کے لیے آنے لگے ان میں شاہ ایران کی مملکت میں سے نیشاپور سے لے کر طخارستان کے علاقے تک جتنے باشندے تھے۔ سب شامل تھے۔

حضرت احنفؓ مرو مردوز واپس چلے گئے اور وہاں رہنے لگے۔ انہوں نے طخارستان کے علاقہ پر ربیع بن عامر کو اپنا جانشین بنایا جو عرب کے شرقاء میں سے تھے۔

فتح کی خبر:

حضرت احنفؓ بن قیس جہنڈہ نے حضرت عمرؓ کو فتح خراسان کی خبر لکھ کر بھیجی اس وقت آپ نے فرمایا:

”میں چاہتا تھا کہ ان کے خلاف کوئی لشکر نہ بھیجتا اور میری تمنا تھی کہ ہمارے اور ان کے درمیان آگ کا سمندر حائل ہوتا۔“

عہد شکنی کا اندیشہ:

حضرت علیؓ جہنڈہ نے دریافت کیا:

”اے امیر المومنین! یہ بات آپ کیوں فرماتے ہیں؟“

آپ نے فرمایا:

”اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے باشندے تین مرتبہ عہد شکنی کریں گے اور تیسری مرتبہ انہیں (مغلوب کرنے) کی ضرورت ہوگی۔ اگر مشرکین یہ کام کریں تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ مسلمان اس عہد شکنی کے مرتکب ہوں۔“

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں:

”جب حضرت عمرؓ کے پاس فتح خراسان کی خبر پہنچی تو وہ فرمانے لگے:

”میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اور ان کے درمیان آگ کا سمندر حائل ہوتا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”فتح خراسان سے آپ کو کیا تکلیف ہے یہ تو خوشی کا مقام ہے۔“

آپ نے فرمایا:

”ہاں (یہ خوشی کی بات ہے) مگر وہ تین مرتبہ عہد شکنی کریں گے۔“

حضرت اخنوخ رضی اللہ عنہ کو ہدایت:

وازع بن زید کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت اخنوخ بن قیس رضی اللہ عنہ مرو کے دونوں شہروں پر قابض ہو گئے اور بلخ بھی فتح کر لیا ہے تو آپ نے فرمایا: ”اخنوخ اہل شرق کے سردار ہیں۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اخنوخ رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر کیا:

”تم دریا کو عبور نہ کرنا۔ بلکہ اس سے پہلے کے علاقے میں مقیم رہو۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم کن خصوصیات کے ساتھ خراسان میں داخل ہوئے تھے۔ اس لیے آئندہ بھی تم ان عادات پر قائم رہو اس طرح تمہیں ہمیشہ فتح و نصرت حاصل ہو گی تم دریا کو عبور کرنے سے پرہیز کرو۔ ورنہ تم نقصان اٹھاؤ گے۔“

ترکوں کی امداد:

جب شاہ یزدگرد کے دونوں قاصد خاقان اور غزک کے پاس پہنچے تو وہ دونوں اس وقت تک اس کی فوجی امداد نہیں کر سکے تا آنکہ وہ شکست کھا کر دریا عبور کر کے خود ان دونوں کے پاس پہنچ گیا اس وقت اس کی فوجی امداد کی تکمیل ہوئی۔ ترک اور اہل فرخانہ و صغد اس کی مدد کے لیے جمع ہو گئے کیونکہ وہ سلاطین کی امداد کو ضروری سمجھتے تھے۔

امدادی لشکر:

شاہ یزدگرد نے امدادی لشکر لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوا خاقان بھی اپنی ترک فوج کے ساتھ خراسان روانہ ہوا اور وہ دونوں لشکروں نے دریا عبور کیا اور وہ بلخ پہنچ گئے اس وقت اہل کوفہ، اخنوخ رضی اللہ عنہ کے پاس مرو و بلخ پہنچ گئے تھے۔ اس لیے مشرکین کا لشکر بھی جڑ سے کھینچ کر کے اخنوخ بن قیس رضی اللہ عنہ کے لشکر کے پاس مرو و بلخ پہنچ گیا۔

سپاہی کا مشورہ:

جب حضرت اخنوخ بن قیس رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ خاقان اور صغد نے بلخ کے دریا کو عبور کر لیا ہے اور وہ لوگ ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آ رہے ہیں تو انہوں نے اپنے لشکر کا گفت کیا تا کہ وہ کوئی ایسا کارآمد مشورہ سن سکیں جس سے ان کو (جنگی) فائدہ پہنچ سکے۔ وہ دو شخصوں کے پاس سے گزرے جو چارہ و صاف کر رہے تھے۔ وہ چارہ یا تو بھوسا تھا یا جو تھے۔ ان دونوں میں سے ایک آدمی دوسرے شخص سے یہ کہہ رہا تھا:

”اگر ہمارا امیر ہمیں اس پہاڑ کے پاس لے آئے تو یہ دریا ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان خندق کا کام دے گا اس وقت یہ پہاڑ ہماری پشت پر ہوگا اس وجہ سے ہمارے پیچھے کی طرف سے کوئی حملہ آور نہیں ہوگا اور ہماری جنگ صرف

ایک طرف ہوگی پھر یہ توقع کی جاسکتی کہ اللہ تعالیٰ فتح و نصرت عطا کرے۔“

پہاڑ کے دامن میں:

(یہ بات سن کر) حضرت احنف بن قیس جڑیڑ لوٹ آئے چونکہ رات تاریک تھی۔ اس لیے یہی مشورہ ان کے لیے کافی ثابت ہوا۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا:

”تمہاری تعداد کم ہے اور تمہارے دشمن کی تعداد زیادہ ہے مگر تمہیں اس بات سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ کے حکم سے ایک چھوٹی جماعت اکثر بڑی تعداد کی جماعت پر غالب آ جاتی ہے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے تم اس مقام سے کوچ کرو اور اس پہاڑ کا سہارا حاصل کرو۔ یہ پہاڑ تمہاری پشت کی طرف ہوتا چاہیے اور یہ ریا تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان رہے اور تم صرف ایک سمت سے جنگ کرو۔“

مسلمانوں کی تعداد:

انہوں نے ان ہدایات پر عمل کیا اور مناسب طریقے سے اپنے آپ کو تیار کیا بصرہ کی فوج دس ہزار تھی اور کوفہ کی فوج بھی تقریباً اتنی تھی۔ ترک سپاہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے لگے۔ یہ صبح شام جنگ کرتے تھے۔ اور رات کے وقت جنگ بند کر دیتے تھے۔

خبر رسائی:

حضرت احنف بن قیس جڑیڑ یہ چاہتے تھے کہ ان دشمنوں کے رات کے ٹھکانوں کا علم ہو جائے اس لیے ایک رات معلومات حاصل کرنے کے بعد وہ خبر رسائی کے لیے نکلے جب وہ خاقان کے لشکر کے قریب پہنچے تو وہ ٹھہر گئے جب صبح کا وقت قریب آیا تو ایک ترک سوار اپنا طوق لے کر نکلا۔

ترک سواروں کا قتل:

وہ اپنا طبلہ بجانے لگا پھر وہ اپنے لشکر کے ایک مقرر مقام پر جا کر ٹھہر گیا۔ حضرت احنف جڑیڑ نے اس پر حملہ کیا دونوں نے دو دفعہ نیزے کے وار کیے آخر کار حضرت احنف جڑیڑ نے نیزہ مار کر مار ڈالا۔ پھر اس ترک سوار کے مقام پر کھڑے ہو گئے اور اس کے طوق (نگل) پر قبضہ کر لیا پھر دوسرا ترک سوار نکلا اس کے ساتھ بھی انہوں نے وہی سلوک کیا اور نیزہ کے دو دفعہ کے واروں کے بعد حضرت احنف جڑیڑ نے اسے بھی قتل کر دیا اور پھر دوسرے سوار کے مقام پر جا کر کھڑے ہو گئے اور اس کا طوق بھی لے لیا اور اس کے بعد تیسرا ترک سوار نکلا اور اس نے بھی وہی کام کیا جو پہلے دونوں اشخاص نے کیا تھا۔ اور وہ بھی دوسرے سوار کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا حضرت احنف بن قیس جڑیڑ نے اس پر بھی حملہ کیا اور نیزے کے دو دفعہ کے حملوں کے تبادلے کے بعد حضرت احنف جڑیڑ نے اسے بھی نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔

قتل کی بدگھنونی:

ترکوں کی یہ عادت تھی کہ وہ اس وقت تک جنگ کے لیے نہیں نکلتے تھے جب تک کہ مذکورہ بالا سواروں کی طرح تین سوار نگل نہیں بجاتے تھے۔ وہ تیسرے سوار کے بعد نکلتا کرتے تھے۔ چنانچہ اس رات بھی ترک فوج تیسرے سوار کے بعد نکلی تو انہوں نے

اپنے سواروں کو دیکھا کہ وہ مرے پڑے ہیں خاقان نے اس واقعہ کو بدگشونی خیال کیا اور اس بات کو سنوں سمجھا وہ کہنے لگا۔
خاقان کی واپسی:

ہا۔ ایسا ہی طویل قیام ہو گیا ہے اور یہ سوار ایسے مقام پر مارے گئے ہیں۔ جہاں کبھی انہیں نصیب نہیں پہنچا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں سے ساتھ جنگ کرنے سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اس لیے ہمیں لوٹ جانا چاہیے چنانچہ وہ واپس چلے گئے۔ جب دن چڑھ گیا تو مسلمانوں نے ان کا کوئی آدمی نہیں دیکھا اور انہیں یہ اطلاع ملی کہ خاقان فتح کی طرف لوٹ گیا ہے۔
خزانہ نکالنا:

شاہ یزدگرد نے خاقان کو مروڑ میں چھوڑا تھا اور خود شاہ جہان کی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہاں حارث بن نعمان جرنیل اور ان کے ساتھی قلعہ بند ہو گئے تھے اس نے ان کا محاصرہ کیا اور اپنا خزانہ مقررہ مقام سے نکال لیا خاقان واپس آ کر فتح میں متہم ہو گیا تھا۔

تعاقب کی ممانعت:

اس وقت مسلمانوں نے اخف سے کہا۔ آپ کا ان کا تعاقب کرنے میں کیا خیال ہے وہ بولے ”تم اپنے مقام پر رہو اور ان کا تعاقب نہ کرو۔“

اہل فارس کی مزاحمت:

جب یزدگرد نے وہ خزانہ جمع کر لیا جو اس نے مرو میں رکھا تھا اس نے چاہا کہ اسے جلد لے جائے وہ اسے مستقل طور پر اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ ایرانیان کا بہت بڑا خزانہ تھا وہ اسے لے کر خاقان کے پاس جانا چاہتا تھا تو اہل فارس نے اس سے دریافت کیا:
یزدگرد کا ارادہ:

”اب آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟“ وہ بولا میں چاہتا ہوں کہ میں خاقان کے پاس چلا جاؤں گا اور اس کے ساتھ رہوں یا جہین چلا جاؤں۔ ایرانیوں نے اس سے کہا:

ایرانیوں کی تجویز:

”آپ ٹھہر جائیے یہ بری تجویز ہے اس طرح آپ دوسری قوم کے ملک جائیں گے اور اپنی قوم اور اپنے وطن کو چھوڑ دیں گے آپ اس کے بجائے ہمیں اس قوم (مسلمانوں) کے پاس لے جائیں یہ باوقار اور دیندار قوم ہے اور یہ ہمارے ملک کے قریب رہتے ہیں ایسا دشمن جو ہمارے ملک کے قریب رہتا ہو ہمیں اس دشمن سے زیادہ محبوب ہے جو دور کے ملک میں رہتا ہو۔ اور جس کا کوئی دین اور ایمان نہ ہو اور ہمیں یہ نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ کہاں تک باوقا ہیں جب اس نے ان کی بات نہیں مانی تو وہ کہنے لگے: ”آپ ہمارے خزانے چھوڑ جائیں تاکہ وہ ہمارے ملک میں رہیں آپ اسے نکال کر دوسرے ملک میں نہیں لے جاسکتے۔“

مخالفت اور جنگ:

جب بادشاہ نے ان کی بات ماننے سے انکار کیا تو وہ اس سے الگ ہو گئے صرف اس کے ملازمین اور نوکر چاکر اس کے پاس

باقی رہ گئے تھے۔ اس کی رعایا نے اس سے جنگ کر کے اسے شکست دے دی اور اس کے خزانوں پر قبضہ کر لیا انہوں نے اس کی اطلاع حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو بھی دے دی تھی۔ چنانچہ مرو کے مقام پر مسلمانوں اور مشرکوں دونوں نے اس سے جنگ کی۔

یزدگرد کا فرار:

نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب سامان اور خزانے وغیرہ سے محروم ہو کر فرار ہو گیا اور دریا کو عبور کر کے فرغانہ چلا گیا اور وہاں ترکوں کے پاس رہنے لگا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ تک وہیں رہا۔ تاہم وہ ان (اہل خراسان) سے خط و کتابت کرتا رہا اور وہ بھی اس کے ساتھ خط و کتابت کرتے رہے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں اہل خراسان نے عہد شکنی کی۔

صلح کا معاہدہ:

(یزدگرد کے چلے جانے کے بعد) ایرانی حضرت احنف رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان کے پاس صلح کا معاہدہ کیا اور تمام خزانے اور دولت حضرت احنف رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی اور خود اپنے وطن میں اپنے شہروں کی طرف واپس چلے گئے۔ وہ سلاطین ایران کے عہد سے زیادہ خوشحال ہو گئے کیونکہ مسلمانوں نے ان کے ساتھ عدل و انصاف کا سلوک کیا جس کی وجہ سے وہ مطمئن ہو گئے اور خوش و خرم ہو کر زندگی بسر کرنے لگے۔

یزدگرد کی جنگ میں ہر سوار کو ای قدر حصہ ملا تھا جس قدر جنگ قادیہ میں ایک سوار کو حصہ ملا تھا۔

اہل خراسان کی عہد شکنی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اہل خراسان نے عہد شکنی کی اور ان کی دعوت پر شاہ یزدگرد وہاں پہنچا اور مرو میں مقیم ہو گیا پھر یزدگرد اور اس کے ساتھیوں کا اہل خراسان سے اختلاف ہو گیا۔ اس وقت شاہ یزدگرد (بھاگ کر) ایک جگہ کے پیچھے رہ پوٹش ہو گیا لوگوں نے اس کو وہاں سے پکڑ کر مار ڈالا۔ پھر اسے دریا میں پھینک دیا۔

یزدگرد کا انجام:

شاہ یزدگرد جب مرو میں گرفتار ہوا تھا اس وقت وہ ایک جگہ میں پوشیدہ تھا وہ کرمان میں پناہ لینا چاہتا تھا اس کے مال قیمت پر مسلمانوں اور مشرکوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

بلخ کی طرف روانگی:

اس سے پہلے جب حضرت احنف رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ فوراً مسلمانوں کی فوج کو بلخ کی طرف روانہ ہو گئے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ خاقان اور یزدگرد کے ساتھیوں کا مقابلہ کریں کیونکہ خاقان اور ترک بلخ میں تھے۔

خاقان کا فرار:

خاقان کو جب یزدگرد کا حال معلوم ہوا تو یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمان فوجیں اس کی طرف روانہ ہوئی ہیں تو اس نے بلخ کو چھوڑ دیا اور دریا کو عبور کر کے چلا گیا۔

فتح کی خبر:

جب احنف بن قیس رضی اللہ عنہ قیس وہاں پہنچے تو وہ بلخ میں مقیم ہو گئے اور کوفہ کی فوجیں اس کے چاروں طرف اضلاع میں مقیم ہو

نگین پھر حضرت اخنفتؓ مرو ز واپس آ گئے اور خاقان اور یزدگرد پر فتح حاصل کرنے کی خبر حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کی نیز مالِ فیس بھی ایک وفد کے ساتھ بھیجا۔

سفیر چین سے ملاقات:

جب خاقان نے دیکھا کہ یزدگرد اور اس کے ساتھ شاہ ایران کے ملازمین اور ساتھی بھی جو بخ میں موجود تھے چلے گئے انہوں نے (راستے میں) شاہ یزدگرد کے اس سفیر سے ملاقات کی جو شہنشاہ چین کے پاس بھیجا گیا تھا اور وہ شہنشاہ کے لیے تحائف و ہدایا لے کر گیا تھا۔ وہ شہنشاہ چین کا جوابی خط لے کر واپس آ رہا تھا انہوں نے اس سفیر سے دریافت کیا ”کیا خبر ہے؟“ وہ بولا:

شاہ چین سے گفتگو:

جب میں خط اور تحائف لے کر اس کے پاس پہنچا تو اس نے اچھا بدلہ دیا اور تحائف دیے پھر اس نے شاہ یزدگرد کے خط کا جواب دیا اس سے پہلے اس نے مجھ سے یہ گفتگو کی تھی: ”مجھے یہ معلوم ہے کہ بادشاہوں پر دشمن کے مقابلے میں دوسرے بادشاہوں کی مدد کرنا ضروری ہے تاہم تم مجھے اس قوم کے حالات بتاؤ جس نے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیا ہے کیونکہ تم یہ بیان کرتے ہو کہ ان کی تعداد قلیل اور تمہاری تعداد کثیر ہے۔ لہذا یہ قلیل تعداد تم پر اور تمہاری کثرت تعداد کے باوجود اس لیے غالب آئی ہوگی کہ ان میں خویاں موجود ہیں اور تم میں برائیاں موجود ہوں گی۔“ میں نے کہا ”جو آپ مناسب سمجھیں دریافت کریں۔“

عربوں کا حال:

شہنشاہ چین نے دریافت کیا ”کیا یہ لوگ عہد و بیان کی پابندی کرتے ہیں؟“ میں نے کہا ”ہاں“ پھر پوچھا ”وہ تم سے جنگ کرنے سے پہلے کیا کہتے ہیں؟“ میں نے کہا ”وہ ہمیں تین چیزوں میں سے ایک چیز کی دعوت دیتے ہیں: ۱۔ یا تو ہم ان کا دین و مذہب قبول کر لیں، اگر ہم ان کا دین قبول کر لیں گے تو وہ ہمیں اپنے جیسے سمجھیں گے۔ ۲۔ یا جزیہ ادا کریں تو وہ ہماری حفاظت کریں گے۔ ۳۔ یا وہ ہم سے جنگ کریں گے۔“

دیگر حالات:

اس نے پھر دریافت کیا ”یہ لوگ اپنے حکام کی کسی اطاعت کرتے ہیں؟“ میں نے کہا ”وہ ان کی اس قوم سے زیادہ اطاعت کرتے ہیں جو قوم کسی مرشد کی اطاعت کرتی ہے“ اس نے پھر پوچھا ”وہ کن چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں اور کن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں؟“ اسے میں نے ان کی تفصیلات بتائیں پھر پوچھا ”کیا وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال میں تبدیل کرتے ہیں؟“ میں نے کہا نہیں ”اس پر وہ بولا ”یہ قوم کسی جاہ نہیں ہوگی۔ جب تک کہ وہ حلال اور حلال کو حرام نہ قرار دیں۔ پھر پوچھا ”مجھے ان کا لباس اس بتاؤ اس پر میں نے ان کا لباس بتایا۔“

گھوڑے اور اونٹ:

اس نے ان کی سواریوں کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا ”وہ عربی گھوڑے ہیں“ پھر میں نے ان کا حال بیان کیا اس پر اس نے کہا ”وہ نہایت عمدہ قلعے ہیں“ پھر میں نے اونٹوں ان کے پیچھے اور ان کے چلنے کا حال بیان کیا۔ اس پر اس نے کہا یہ لمبی گردن والے مویشیوں کی خصوصیات ہیں۔“ اس کے بعد اس نے (شاہ) یزدگرد کو یہ خط لکھا۔

یزید کو نصیحت:

مجھے آپ کی طرف ایک ایسے عظیم الشان لشکر کو بھیجنے سے جس کا ایک حصہ مرو میں ہو اور دوسرا حصہ چین تک ہو۔ صرف اس بات نے روک رکھا تھا کہ میں اس قوم کے حالات سے ناواقف تھا مگر جیسا کہ آپ کے منہ نے بیان کیا ہے یہ قوم ایسی ہے کہ اگر وہ پہاڑوں کا مقابلہ کرے تو وہ ان کو بھی پاش پاش کر دے اور اگر ان کے لشکر کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ مجھے بھی ہٹ سکتے ہیں۔ بشرعیہ ان میں یہ یہ خصوصیات باقی رہ گئی ہوں۔

آپ ان سے مصالحت کر لیں اور مصالحت کرنے کو عزت سمجھیں اور جب تک وہ برسرِ پیکار نہ ہوں آپ ان سے ہرگز جنگ نہ کریں۔

فرغانہ میں قیام:

شاہ یزدگرد اور شاهی خاندان پھر خاقان کے ساتھ فرغانہ چلا گیا۔ اور وہیں رہنے لگا۔

مسلمانوں کا اجتماع:

جب مسلمانوں کا قاصد اور وفد خیر فتح اور اس مالِ غنیمت کو لے کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا جو حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور انہیں مخاطب کیا پھر تاسد فتح کے پڑھنے کا حکم دیا گیا اور وہ پڑھا گیا آپ نے اپنے خطبے میں یہ فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطاب:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا ہے کہ اس نے انہیں ہدایت دے کر بھیجا ہے اور حق و صداقت کا دین بھی عطا فرمایا ہے تاکہ اسے تمام ادیان اور مذاہب پر غالب کرے۔ خواہ مشرکوں کو یہ بات سختی ہی ناگوار گذرے اس نے بیرونِ اسلام کو دنیاوی معاوضہ (مال و دولت) اور آخرت کی بھلائی اور کامیابی دونوں چیزوں کو عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے اور خود فرمایا ہے۔ یہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ اسے تمام مذاہب پر غالب کرے خواہ مشرکین اس بات کو کتنا ہی ناپسند کریں۔“

خدا ہی تمام تعریفوں اور حمد و ثنا کا سزاوار ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے لشکر کو فتح و نصرت عطا فرمائی آگے چل کر آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

مجموعیت کا خاتمہ:

”آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ نے مجموعیت کی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا ہے اور ان کا شیرازہ منتشر کر دیا ہے اب وہ اپنے ملک کی ایسی بادشاہت بھرز میں پر بھی قابض نہیں ہو سکیں گے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے۔ دیکھو اللہ نے تمہیں ان کی سرزمین ان کے ملک ان کے مال و دولت اور ان کے فرزندوں کا مالک بنا دیا ہے تاکہ وہ معلوم کر سکیں کہ تم کیا کارنامے انجام دو گے؟“

مسلمانوں کو تنبیہ:

آگاہ ہو جاؤ کہ تمہاری طرح بہت سی شہری فوجی طاقت کے مالک تھے اور گنڈہشتہ زمانے کی بہت سی مہذب قومیں دور دراز کے ممالک پر قہر پڑا رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا حکم نافذ کر کے رہے گا اور اپنا وعدہ پورا کرے گا اور ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو نمودار کرے گا۔

حق کی اطاعت:

تم اس کے احکام کو نافذ کرانے کے لیے ایسے شخص کی پیروی کرو جو اس کے معاہدہ کی پابندی کرے اور تمہارے لیے خدا کی وعدہ کو پورا کر دکھائے دیکھو! تم اپنی حالت میں تغیر و تبدل نہ کرنا۔ ورنہ اللہ دوسرے قوم کو تم پر مسلط کر دے گا مجھے اس امت مسلمہ کی تباہی و بربادی کا صرف شبہ ہی سے اندیشہ ہے۔

عہد شکنی:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں خراسان کے دوروز دیک پاشندوں نے جب کہ ان کے عہد خلافت کے دو سال گزرے تھے۔ عہد شکنی کی ان کی اس عہد شکنی کے بتایا حالات ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر شاہین دگرد کے قتل کے واقعات کے ضمن میں بیان کیے جائیں گے۔

اس سال کے حکام:

اس سال حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حج کیا ان کے حکام اس سال بھی وہی تھے جو ۲۱ھ میں مقرر تھے۔ اہل کوفہ کے حاکم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے اور بصرہ کے حاکم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔



باب ۱۱

۲۳ھ کے واقعات

ابومعشرؓ کہ قول کے مطابق اس سال اصطر فتح ہوا اور اس کے ساتھ ہمدان بھی فتح ہوا۔ واقعہ نے بھی یہی کہا ہے مگر سیف کی روایت یہ ہے کہ اصطر توج کے بعد فتح ہوا۔

فتح توج:

سیف کی روایت یہ ہے کہ بصرہ کے سردار فارس کے مختلف علاقوں میں جنگی مہموں پر روانہ کیے گئے تھے ان میں ساریہ بن زبیم بھی شامل تھے۔ وہ لوگ اپنی فوجیں لے کر مختلف علاقوں کے لیے روانہ ہوئے۔ اہل فارس توج کے مقام پر اکٹھے ہو گئے تھے مگر مسلمانوں کی فوجوں نے ان کا قصد نہیں کیا بلکہ ہر مسلمان سپہ سالار اپنے اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہوا جس پر وہ مقرر تھا۔ جب ایرانیوں کو اس بات کا علم ہوا تو وہ اپنے اپنے علاقوں کی مدافعت کرنے کے لیے منتشر ہو گئے۔ اس طرح انھیں جنگ کے بغیر شکست ہو گئی اور ان کا شیرازہ بکھر گیا اور ان کی اجتماعی طاقت منتشر ہو گئی۔ مشرکوں نے اس بات کو بدگھوٹی پر محمول کیا اور انھیں اپنا انجام نظر آ گیا۔

اہل توج کو شکست:

حضرت مجاشع بن مسعود نے ساءور اور دشیر خرہ کے مقامات کا قصد کیا۔ ان کے ساتھ مسلمانوں کی فوج تھی۔ مسلمانوں کا توج کے مقام پر اہل فارس سے مقابلہ ہوا۔ وہ جب تک اللہ نے چاہا جنگ کرتے رہے پھر خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کے مقابلے میں اہل توج کو شکست دی اور مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ چنانچہ انھوں نے کافروں کا صفایا کر دیا اور انھیں بے دریغ قتل کیا اور ان کے لشکر کا تمام مال و اسباب اپنے قبضہ میں کر لیا۔

توج کی آخری جنگ:

یہ توج کی آخری جنگ ہے اس کے بعد یہ لوگ سر نہیں اٹھا سکے۔ پہلی جنگ دو تھی جس میں حضرت علاء کے لشکر نے طاؤس کی جنگ لڑی تھی۔ اس طرح پہلی اور دوسری جنگیں یکساں نوعیت کی تھیں۔

اہل توج کا معاہدہ:

پھر اہل توج کو جزیہ ادا کرنے اور ذمی رعایا بننے کی دعوت دی گئی تو وہ اپنے علاقے میں لوٹ آئے اور وہاں معاہدہ کر کے رہنے لگے۔

قاصد اور وفد کو انعام:

حضرت مجاشع نے مال غنیمت کا شمس (پانچواں حصہ) مدینہ بھیجا اور ایک وفد بھی بھیجا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے یہ طریقہ رائج تھا کہ فتح کی خوشخبری لانے والوں اور متعلقہ و نوذو کوائی مدینہ یا جنت تھانہ ران کی ضروریات پوری کی جاتی تھیں۔

خیانت کی ممانعت:

ابو عامر کلیب بیان کرتے ہیں: ”ہم مجاشع بن مسعود کے ساتھ تون کے جہاد پر روانہ ہوئے ہم نے اس مقام کا محاصرہ کر لیا اور جب تک اللہ نے چاہا ہم نے ان سے جنگ کی۔ پھر ہم نے فتح حاصل کی اور وہاں بہت مال غنیمت حاصل کیا اور دل کھول کر انہیں قتل کیا۔ اس وقت میں جو کربہ پہنچے ہوئے تھا وہ پھٹ گیا تھا۔ میں نے سوئی تاکا لے کر اسے سینا شروع کیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ مقتولوں میں سے ایک کے بدن پر قمیض تھی۔ میں نے قمیض اس کے بدن سے اتار لی اور پانی کی قریب اسے دھوئے لگا اور دو چٹروں کے درمیان اسے بٹخ کر صاف کیا۔ یہاں تک کہ اس کی سیل کیل دور ہو گئی۔ اس وقت میں نے وہ قمیض پہن لی۔ جب مال غنیمت جمع ہوا تو حضرت مجاشع جو تھکے تھے قمر کے لیے کھڑے ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد انھوں نے فرمایا:

”اے لوگو! تم مال غنیمت کی چوری نہ کرو کیونکہ جو چوری کرے گا قیامت کے دن اپنا چراپا ہوا مال لے کر آئے گا (ایسی کوئی چیز ہوتی) تم اسے لوٹا دو خواہ وہ سوئی تاکا کیوں نہ ہو۔“

جب میں نے یہ تقریر سنی تو میں نے قمیض کو اتار کر اسے مال غنیمت میں ڈال دیا۔

فتح اصطخر:

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے اصطخر کے مقام کا قصد کیا۔ ان کا اہل اصطخر کے ساتھ مقابلہ جوہر کے مقام پر ہوا۔ انھوں نے جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا جنگ کی پھر خدائے بزرگ و برتر نے انھیں جنگ جوہر میں فتح عطا کی اور مسلمانوں نے اصطخر بھی فتح کر لیا اور جس قدر اللہ نے چاہا ایرانیوں کو مد فتح کیا اور بہت سے لوگوں کو حسب غنائم غنائم کیا۔ اور جو لوگ بھاگ سکتے تھے وہ بھاگ گئے۔

جزیرہ کا معاہدہ:

پھر حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے کافروں کو جزیرہ ادا کرنے اور ذی رعیانہ کی دعوت دی چنانچہ انھوں نے ان سے خط و کتابت کی اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بھی ان سے نامہ و پیام کرتے رہے۔ آخر کار (ان کے حاکم) ہریرہ نے یہ دعوت قبول کر لی۔ جو لوگ بھاگ گئے تھے یا لگے ہوئے تھے وہ سب واپس آ گئے اور انھوں نے جزیرہ ادا کرنے کا اقرار کیا۔

دیانتداری کی ہدایت:

جب دشمن کو شکست ہو گئی تھی اس وقت حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کو جمع کرایا تھا۔ اور اس کا مال شمس نکال کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا اور باقی حصہ مسلمانوں میں تقسیم کیا اور فوجوں کو لوٹ مار سے روک دیا اور وہ امانتیں ادا

۱۔ اصطخر صوفہ رس کا مرکزی شہر تھا۔ یہ ساسانی بادشاہوں کا قدیم مرکزی اور مقدس مقام تھا۔ یہاں ان کا قدیمی آئینہ بھی تھا جس کی نگرانی خود شہنشاہ ایران کرتا تھا۔ یہ شہر قدیم ترین ایرانی شہر ہے سوچاؤ کہ اس کے بعد ساسانی خاندان کا پاسے تخت بنا تھا۔ (ارشاد)

کرنے لگے۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے انھیں اکٹھا کر کے یہ تقریر ارشاد فرمایا:

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی تقریر:

”ہمارا معاملہ ہمیشہ ترقی پذیر رہے گا اور لوگ مصائب سے محفوظ رہیں گے جب تک کہ وہ چوری اور خیانت نہ کریں جب وہ (مال غنیمت) میں خیانت کرنے لگیں گے تو وہ ناپسندیدہ باتیں دیکھیں گے اور تھوڑے لوگوں کے (برے) کام اکثریت کو نہیں بچاسکیں گے۔“

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے فتح مصر کے دن یہ ارشاد فرمایا:

بدویانہی کے اثرات:

”اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو انہیں برائیوں سے بچاتا ہے اور ان میں امانت اور دیانت داری کا اضافہ کرتا ہے اس لیے تم اپنا امن کی حفاظت کرو کیونکہ تم سب سے پہلے جو چیز اپنے دین و مذہب کی چھوڑو گے وہ امانت ہوگی جب تمہارے اندر سے دیانتداری جاتی رہے گی تو روزانہ تمہاری کوئی نہ کوئی نیکی جاتی رہے گی۔“

شہرک کی بغاوت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری زمانے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے سال میں شہرک نے بغاوت کی اس نے اہل فارس کو بھڑکایا اور انھیں عہد شکنی کی دعوت دی تو حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بھیجا گیا اور ان کی امداد کے لیے مندرجہ ذیل حضرات کی سرکردگی میں فوجیں روانہ کی گئیں: ۱۔ عبداللہ بن معمر ۲۔ شہل بن معبد بکلی۔ ان کا فارس کے مقام پر دشمن سے مقابلہ ہوا۔ اس وقت جب کہ معمر کہہ بونے والا تھا شہرک نے اپنے فرزند سے جو معمرک میں موجود تھا یہ

پوچھا:

فرزند سے گفتگو:

اے میرے فرزند! ہم دن کا کھانا کہاں کھائیں گے۔ یہاں یا شہرک میں۔“

شہرک ایک مقام تھا جو وہاں سے تین فرسخ دور تھا اور دوسرے لوگوں کے گاؤں کے درمیان بارہ فرسخ کا فاصلہ تھا۔

فرزند کا جواب:

اس کے فرزند نے یہ جواب دیا:

”ابا جان! اگر وہ ہمیں چھوڑ دیں تو دن کا کھانا ہم یہاں کھائیں گے ورنہ شہرک میں کھائیں گے بلکہ ہم گھر میں کھانا

تناول کریں گے۔ مگر بخدا میرے خیال میں وہ ہمیں چھوڑنے والے نہیں ہیں۔“

شہرک کا قتل:

ان دونوں کی یہ گفتگو ابھی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ مسلمانوں نے جنگ چھیڑ دی اور حمسان کی جنگ شروع ہوئی جس میں شہرک اور اس کا فرزند مارے گئے۔ ان کے علاوہ بہت سے لوگوں کو بھی قتل کیا گیا۔ شہرک کو تو حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے بھائی حکم بن ابی العاص بن دھان نے قتل کیا تھا۔

روایت میں اختلاف:

ابومضر کی روایت ہے کہ فارس کی پہلی جنگ اور اصطرکی کی دوسری جنگ ۲۸ھ میں ہوئی اور فارس کی دوسری جنگ اور جور کی جنگ ۲۹ھ میں ہوئی۔

حضرت حکم بن جوشن کی ہدایت:

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا گیا تھا تو انھوں نے اپنے بھائی حکم بن ابی العاص کو دو ہزار کی فوج دے کر توجہ بھیجا۔ اس وقت بادشاہ ایران مدائن سے بھاگ گیا تھا اور فارس کے مقام جور چلا گیا تھا اس نے شہرک کو مقابلہ کے لیے بھیجا تھا۔ حضرت حکم کہتے ہیں۔ وہ (شہرک) اپنی فوج کو لے کر جو لوہے کے تھنیا روں سے مسلح تھی ایک گھاٹی پر سے اترنا۔ اس وقت مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مسلمان سپاہیوں کی آنکھیں (لوہے کے تھنیا روں کی چمک سے) خیرہ نہ ہو جائیں اس لیے میں نے یہ اعلان کر دیا: ”جس کے سر پر عمامہ ہو وہ اپنی آنکھیں عمامہ سے لپیٹ لے اور جس کے سر پر عمامہ نہ ہو وہ اپنی آنکھیں بند کر لے۔“ میں نے یہ بھی اعلان کر دیا:

”تم اپنی سواریوں پر سے اتر آؤ۔“ شہرک نے جب دیکھا تو وہ بھی اتر گیا۔

صف آرائی:

پھر میں نے یہ اعلان کر دیا: ”تم سوار ہو جاؤ“ پھر ہم نے صف آرائی کی اور وہ سوار ہو گئے۔ میں نے چارو دھند کی دوائیں بازو (مینہ) پر مقرر کیا اور ابو صفرو (مہلب کے باپ کو) بائیں بازو (میسرہ) پر سردار مقرر کیا۔

زبردست شکست:

دشمنوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کو شکست دے کر بھاگ دیا یہاں تک کہ ان کی کوئی آواز بھی سنائی نہیں دی۔ چارو نے مجھ سے کہا: ”اے امیر! فکر! فکر! چلا گیا ہے۔“ میں نے کہا غریب تمہیں حقیقت حاصل معلوم ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر گزرنے نہیں پائی تھی کہ ان کے گھوڑے واپس آ گئے جو سواروں سے خالی تھے۔ مسلمان ان کا تعاقب کر کے انھیں قتل کر رہے تھے اور ان کے سر ہمارے سامنے لڑھک رہے تھے۔ اس وقت میرے ساتھ ان کا ایک بادشاہ بھی تھا جسے مکھڑ کہتے ہیں وہ کسریٰ کو چھوڑ کر میرے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔

شہرک کا سر:

اتنے میں میرے پاس ایک بہت بڑا سر لایا گیا۔ مکھڑ نے کہا یہ از دحق یعنی شہرک کا سر ہے۔

آذر بائیجان سے مصالحت:

وہ شہر سابر میں محصور ہو گئے۔ ان کے بادشاہ آذر بائیجان نے صلح کر لی اس لیے حضرت حکم نے آذر بائیجان سے اہل اصطرک کے برخلاف جنگ کرنے میں مدد حاصل کی۔

نقداری کی خبر:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے بجائے عبید اللہ بن معمر رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا۔ حضرت

عبید اللہ کو یہ اطلاع ملی کہ آذربائیجان تعدادی کرنا چاہتا ہے اس لیے انھوں نے اسے یہ کہلا بھیجا:
ضیافت کی فرمائش:

”میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھیوں کی ضیافت کرو اور ان کے لیے ایک گائے ذبح کرو اور اس کی ہڈیاں میرے قریب کے بہت بڑے برتن میں رکھ دو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ ہڈیوں کو چھوڑوں۔“

طاقت کا مظاہرہ:

آذربائیجان نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بڑی بڑی ہڈیوں کو جو صرف کہلاڑوں ہی سے ٹوٹ سکتی تھیں اپنے ہاتھ میں لے کر توڑنا شروع کیا اور پھر وہ اس کے گوشتے کھا گئے۔ وہ بہت بڑے طاقتور انسان تھے (یہ دیکھ کر) اس بادشاہ نے ان کے پاؤں پکڑ لیے اور بولا:

معاہدہ کی تجدید:

”یہ ایک پناہ گزین مقام ہے۔“

اس لیے انھوں نے اسے (پناہ دینے کا) معاہدہ لکھ دیا۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ منہج کی چوٹ کا شکار ہو گئے تھے اس لیے انھوں نے یہ وصیت کی:

وشمنوں کا قتل:

”تم ان شاء اللہ من قریب یہ شہر فتح کر لو گے اس وقت تم میرے انتقام میں انھیں تہ تیغ کر دینا۔“ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور ان کی بہت بڑی تعداد کو مار ڈالا۔

امداد کی درخواست:

(محمد فاروقی کے گزشتہ واقعات کا آخری سلسلہ یہ ہے) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ حضرت حکم کے پاس اس وقت پہنچے جب کہ شہر کو شکست ہو گئی تھی۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر کیا:

”میرے اور کوفہ کے درمیان ایسی رخنہ انداز سرحد ہے جس کی وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ دشمن وہاں سے اندر آ سکتا ہے۔ انھیں کم کوفہ نہ بھی اسی قسم کا خط لکھا تھا۔ اتفاق سے دونوں خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک دم ملے۔ اس لیے انھوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو سات سو سپاہیوں کی فوج دے کر بھیجا اور انھیں بصرہ میں مقیم رکھا۔“

فتح فسا اور درابگرد:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت سار بن زینم رضی اللہ عنہ نے مقام فسا اور درابگرد کا قصد کیا یہاں تک کہ وہ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچ گئے اور وہاں فروکش ہو گئے اور جب تک اللہ نے چاہا ان کا محاصرہ کرتے رہے۔

دشمن کی بڑی تعداد:

اس کے بعد دشمن نے امداد حاصل کر لی اور ان کی بڑی تعداد ہو گئی اور فارس کے کردان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے مقابلہ سخت ہو گیا اور ایک بہت بڑا لشکر (جنگ کے لیے) آ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خواب:

اس رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب میں ان کا معرکہ دیکھا اور ان کی تعداد بھی انھیں معلوم ہوئی اس سے دوسرے دن لوگوں کو مطلع کیا کہ سب لوگ نماز میں شریک ہوں یہاں تک کہ جب وہ گھڑی آئی جب کہ آپ کو وہاں کا حال دکھایا گیا تو آپ مسلمانوں کے سامنے نمودار ہوئے۔ آپ کو یہ مشاہدہ کرایا گیا تھا کہ مسلمان صحرا میں ہیں اگر وہ وہاں قیام کریں تو ان کا چاروں طرف سے محاصرہ کیا جاسکتا ہے اور اگر وہ اپنے پیچھے کی طرف کے پہاڑ کا سہارا لیں تو صرف ایک طرف سے حملہ ہو سکتا ہے۔ پھر آپ نے کھڑے کے ہو کر فرمایا۔

حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو حکم:

”اے لوگو! میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے۔“ اس کے بعد آپ نے دونوں لشکروں کا حال بیان کیا۔ پھر آپ نے فرمایا (ایک خطبہ دیتے ہوئے) اے ساریہ! پہاڑ کی طرف چلے جاؤ (یا ساریہ السجیل السجیل) پھر آپ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ”اللہ کے بہت سے لشکر ہیں اور شاید ان میں سے کوئی ان تک یہ پیغام پہنچا دے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت:

(یہ آپ کی کرامت ہے کہ) اس دن اسی گھڑی حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمان پہاڑ کا سہارا لینے پر متفق ہو گئے چنانچہ انھوں نے (اس متفقہ رائے پر عمل کیا اور ایک سمت سے دشمن سے جنگ کر کے خدا کی مدد سے انھیں شکست دی۔ اس کے بعد انھوں نے شہر کے فتح ہونے کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تقریری طور پر دی۔

پہاڑ کے دامن میں:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ ساریہ بن زینم العالکی رضی اللہ عنہ کو فساد اور دار بجد کے علاقے کی طرف روانہ کیا۔ انھوں نے وہاں چکران کا محاصرہ کر لیا۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے کو جنگ کی دعوت دی کثیر تعداد میں جمع ہو کر جنگ میں آ کر انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کہ خطبہ دے رہے تھے۔

خطبہ میں حکم:

آپ نے (خطبہ کے دوران فوراً) یہ الفاظ کہے (یا ساریہ ابن زینم السجیل السجیل) ”اے ساریہ ابن زینم رضی اللہ عنہ پہاڑ کے دامن میں (چلے جاؤ)“ اس وقت مسلمانوں کے لشکر کے قریب ایک پہاڑ تھا اگر وہ اس کی پناہ لیتے تو صرف ایک طرف سے حملہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے وہ پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ اس کے بعد انہوں نے جنگ کی اور دشمن کو شکست دی اور بہت سامان غنیمت حاصل کیا۔

جواہرات کا صندوقچہ:

اس مال غنیمت میں جواہرات کا ایک صندوقچہ بھی تھا جسے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی رضامندی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص کیا تھا اور فتح کی خوشخبری کے ساتھ اسے ایک شخص کے ہاتھ روانہ کیا۔ اس زمانے میں قاصدوں اور وفود کو انعام دیا جاتا تھا اور ان کی ضرورت پوری کی جاتی تھی۔ اس لیے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

قاصد کی روانگی:

”تم اپنے انعام کی توقع پر اپنے اہل و عیال کی ضروریات کے لیے رقم لے لو۔“
چنانچہ وہ شخص پہلے بصرہ گیا اور وہاں سے (اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد) روانہ ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔
اس وقت وہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے اور ان کے ساتھ ان کا عصا بھی تھا جس سے وہ اپنے اونٹ کو بکاتے تھے۔

کھانے کا وقت:

اس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصد کیا تو آپ نے اس سے فرمایا (تم کھانے کے لیے) بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانے لگے۔ وہ شخص بھی کھڑے ہو کر ان کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ اس کا پیٹ نہیں بھرا ہے۔ لہذا جب آپ اپنے گھر پہنچے تو اسے اپنے گھر کے اندر لے گئے۔ وہاں انہوں نے ٹائپائی کو یہ حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے تمام مطبخ کی طرف خوان لے کر جائے۔ جب وہ گھر میں بیٹھ گئے۔ تو ان کے لیے دن کا کھانا لایا گیا جو روٹی، روغن، زیتون اور مک پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد آپ نے (اپنی بیوی سے) فرمایا: ”تم باہر نکل کر کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہو؟“ وہ پولیس ”میں ایک مرد کی آواز سن رہی ہوں“ آپ نے فرمایا ”ہاں“ اس پر وہ پولیس۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی گفتگو:

”اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں مردوں کے سامنے نمودار ہوں تو آپ میرے لیے اس سے مختلف لباس خرید کر دیجئے۔“

آپ نے فرمایا:

”کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تمہیں یہ کہا جائے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی

ہو۔“

وہ پولیس:

”اس بات سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔“

اس کے بعد آپ نے اس شخص سے کہا:

کھانے کی دعوت:

”قرب آ کر کھانا کھاؤ اگر وہ خوش ہو تمیں تو تم اس سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتے جو تم دیکھ رہے ہو۔“

پھر دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو اس نے کہا:

جنگ کا حال:

”میں ساریہ بن زینم رضی اللہ عنہ کا قاصد ہوں۔“

آپ نے اس کا خیر مقدم کیا اور اسے قریب بٹھایا۔ یہاں تک کہ آپ کے سمٹنے اس کے ٹھٹھوں سے چھو رہے تھے۔ پھر آپ نے مسلمانوں کا حال دریافت کیا پھر آپ نے حضرت ساریہ بن زینم رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا۔ اس نے ان کا حال بتایا پھر اس نے جواہرات کے صندوقے کا حال بتایا آپ نے اسے ملاحظہ کیا۔ پھر آپ چلا کر فرمانے لگے:

جواہرات کو لوٹانا:

”(میں ہرگز قبول نہیں کروں گا) اور میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ یہاں تک کہ تم اپنے لشکر کی طرف واپس جا کر اسے وہاں کے لوگوں میں تقسیم نہ کرو۔“

یہ کہہ کر اسے نکال دیا:

قاصد کی محرومی:

وہ قاصد بولا: ”اے امیر المومنین! میرا اونٹ تھک کر لاغر ہو گیا ہے۔ نیز میں نے انعام کی توقع پر قرض لیا ہے۔ اس لیے آپ مجھے اتنا عطیہ دیجیے جس کے ذریعہ میں وہاں چاسکوں۔“ وہ اس بات پر اصرار کرتا رہا تا آنکہ آپ نے اس کا اونٹ لے کر صدقہ کا اونٹ دے دیا اور اس کے اونٹ کو صدقات کے اونٹوں میں شامل کر لیا۔ اس طرح یہ قاصد (انعام و عطیہ سے) محروم ہو کر اور معتب بن کر لوٹ گیا یہاں تک کہ بصرہ پہنچا۔ وہاں اس نے حضرت عمرؓ کے حکم کی تعمیل کی۔

حضرت عمرؓ کی آواز:

اہل مدینہ نے اس قاصد سے پوچھا ”کہ جنگ کے دن اس نے کوئی آواز نہ سنی۔“ وہ بولا: ”ہاں ہم نے یہ سنا تھا۔ یا ساریہ! بھل۔ اس وقت ہم تہا ہی کے قریب پہنچے ہوئے تھے لہذا (یہ سن کر) ہم پہاڑ کے دامن میں چلے گئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتح عطا فرمائی۔“

حضرت صفیؓ نے بھی اسی قسم کی روایت بیان کی ہے۔

فتح کرمان:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت سمیل بن عدیؓ نے کرمان کا قصد کیا۔ ان کے ساتھ عبداللہ بن عبداللہ بن قہان بھی شامل ہو گئے۔ حضرت سمیلؓ کے ہراول دستے پر سیر بن عمروؓ چلے گئے۔ ان کے مقابلے کے لیے اہل کرمان جمع ہو گئے۔ انھوں نے قفس سے بھی مدد لی اور وہ اپنی سرزمین کے قریبی علاقے میں جنگ کرتے رہے آخر کار اللہ تعالیٰ نے انھیں منتشر کر دیا اور مسلمانوں نے ان کا راستہ روک لیا اور حضرت سیر نے ان کے بڑے زمیندار کو قتل کر دیا۔ اس طرح حضرت سمیلؓ نے دیہاتیوں کے دستے سے دشمن کے راستوں کو جرف تک روک لیا اور حضرت عبداللہ بن عبداللہؓ سیر کے راستے سے وہاں پہنچے۔ اس مقام پر انھیں حسب فضا اونٹ اور بھیڑ بکریاں ملیں۔ انھوں نے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی قیمت لگائی تو ان کی قیمت میں اختلاف پیدا ہوا کیونکہ بخت (اونٹوں کی ایک قسم ہے) کے اونٹ عرب کے اونٹوں سے بڑے تھے لہذا مسلمانوں نے ان کی قیمت میں اضافہ کرنا پسند نہیں کیا۔ بلکہ اس کے بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا۔ انھوں نے جواب دیا:

حضرت عمرؓ کا جواب:

”عربی اونٹ کی گوشت کے مطابق قیمت لگائی جاتی ہے اور یہ اسی کے مانند ہے۔ اگر تمہاری رائے میں وہ بڑھ کر ہے تو

اس میں اضافہ کرو کیونکہ اس کی قیمت اس کے مطابق ہے۔“

مدائنی کی روایت ہے کہ قہتان کے قاضی ضیل بن ابی جریہ قہتان کے ایک زمیندار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: ”حضرت عمرؓ

بن اخطاب جوڑنے کے دور خلافت میں حضرت عبداللہ بن جدیل بن ورقہ خزاعی جوڑنے نے کرمان کو فتح کیا پھر وہ کرمان کے راستے خنہین آئے پھر وہ حضرت عمر جوڑنے کے پاس آئے اور کہنے لگے:

”میں نے خنہین کو فتح کر لیا ہے اس لیے آپ مجھے یہ دونوں علاقے جاگیر میں دے دیں۔“

جب آپ نے ان کی درخواست کو منظور کرنا چاہا تو آپ کو یہ بتایا گیا کہ دونوں علاقے بہت بڑے اشعار ہیں۔ اور خراسان

کے دروازے ہیں۔ لہذا آپ نے ان کو یہ دونوں علاقے جاگیر میں نہیں دیے۔

فتح بھتان:

حضرت عاصم بن عمر جوڑنے نے بھتان (سیتان) کا رخ کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر جوڑنے کو بھی (فوج لے کر) ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ان کا اہل بھتان سے ان کے قریبی علاقے میں مقابلہ ہوا اور مسلمانوں نے انھیں شکست دی۔ پھر ان کا قاقب کیا گیا یہاں تک کہ زرنج کے مقام پر ان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ مسلمان بھتان کے دوسرے علاقوں کو اس مرحلہ میں فتح کرتے گئے جہاں تک ان سے ممکن ہوا۔ آخر کار اہل بھتان نے زرنج اور دیگر مفتوحہ علاقوں کے بارے میں مصالحت کر لی اور ان کا معاہدہ منظور کر لیا گیا۔ انھوں نے اپنے صلح نامے میں یہ شرط منظور کرائی تھی کہ ان کے جنگل محفوظ چراگاہوں کی طرح سمجھے جائیں گے۔ اس لیے مسلمان جب وہاں سے گزرتے تھے تو ان کے جنگلوں سے بیج کر نکلتے تھے کہ کہیں وہ انھیں نقصان پہنچا کر عہد شکنی کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ بہر حال اہل بھتان خراج دینے پر رضامند ہو گئے اور مسلمان ان کی حفاظت کے ذمہ دار بنے۔

بھتان کا علاقہ:

بھتان خراسان سے بڑا علاقہ تھا اور اس کی سرحدیں دور دراز کے علاقوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ لوگ قد حار ترک اور دوسری قوموں سے جنگ کرتے رہتے تھے۔ یہ علاقہ سندھ اور دریائے بلخ کے درمیان تھا۔ یہ حضرت معاویہ جوڑنے کے زمانے میں سب سے بڑا اور اہم علاقہ رہا۔ اس کی سرحدیں بہت دشوار گزار تھیں اور اس کی آبادی سب سے زیادہ تھی اور لشکر سب سے بڑا تھا۔

بادشاہ کی اطاعت:

(حضرت معاویہ جوڑنے کے زمانے میں) وہاں کا بادشاہ اپنے بھائی رحیل سے بھاگ کر شہر آمل کی طرف چلا گیا اور مسلم بن زیاد کا مطیع ہو گیا جو اس زمانے میں بھتان کے (حاکم) تھے۔ وہ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے اس کے ساتھ ایک معاہدہ کر کے انھیں وہاں آباد کرایا۔ انھوں نے حضرت معاویہ جوڑنے کو اس بات سے مطلع کیا کہ انہوں نے اس پر فتح حاصل کر لی ہے۔ اس پر حضرت معاویہ جوڑنے نے فرمایا:

میرا بھتیجا (سلم بن زیاد) اپنے اس کارنامہ پر خوش ہے مگر مجھے اس کا رخ ہے اور اسے کسی اس کا رخ ہونا چاہیے۔

لوگوں نے دریافت کیا: ”اے امیر المومنین! (اس بات کا رخ) کیوں ہو؟“ آپ نے فرمایا: ”اس کی وجہ یہ ہے کہ آمل ایسا شہر ہے

! بھتان کو ایرانی سیتان کہتے ہیں۔ مشہور ایرانی پہلوان رستم اس علاقہ کا باشندہ تھا۔ یہ کرمان کے شمال میں واقع ہے۔ اس کا پائے تخت زرنج تھا۔ قدیم زمانے میں یہ بہت بڑا علاقہ تھا۔ اس کی سرحدیں کرمان اور بلوچستان سے ملتی ہوئی تھیں۔

جس کے اور زرنج کے درمیان چیدگی اور رنجش ہے۔ اور یہ قوم بہت بے وفا اور نڈار ہے اس لیے آنکھ یہ تعاقب متروک ہو جائے۔
سے اور وہ لوگ نہایت آسانی سے آمل کے تمام علاقے پر غالب آجائیں گے۔ بہر حال انھوں نے مسلم بن زید کے معاہدہ کو برقرار
رکھا۔

عہد شکنی:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد جب فتنہ و فساد پھر شروع ہوا تو شاہ عہد شکنی کر کے آمل کے تمام علاقہ پر غالب آ گئے۔ رجیل کو
بادشاہ کا خوف دامن گیر ہوا تو اس نے اس مقام پر چٹاؤلی جہاں وہ اس زمانے میں رہا۔

زرنج پر حملہ:

اس نے اسی پر استغنائیں کیا بلکہ جب اس نے دیکھا کہ لوگ دوسرے کاموں میں مشغول ہیں تو اس نے زرنج پر قبضہ کرنے کا
ارادہ کر لیا اور اس پر حملہ کر دیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار بصرہ سے ان لوگوں کے لیے فوجی امداد بھیجی گئی۔ اس زمانے سے رجیل
اور اس کے ساتھی اس ملک کے لیے مصیبت کا سبب بنے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک یہ علاقہ بالکل
مطمئن و فرمانبردار رہا تھا۔

فتح کرمان:

حضرت حکم بن عمرو ثقفی رضی اللہ عنہ نے کرمان کا قصد کیا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو حضرت شہاب ابن الحارث بن شہاب بھی ان کے
ساتھ شامل ہو گئے۔ حضرت سمیل بن عدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ ثقیان رضی اللہ عنہ دونوں حضرات بھی بذات خود (فوج لے
کر) ان کی امداد کے لیے پہنچے۔ وہ سب دریا کے قریب جمع ہوئے۔ اہل کرمان بھی وہاں دریا کے کنارے پر جمع ہو گئے تھے اور وہاں
صف آ رہے۔ ان کے بادشاہ راسل نے شاہ سندھ سے دریا کو عبور کر کے امداد طلب کی تھی۔ اس نے مقابلے کے لیے فوج بھیجی۔
چنانچہ ہراول دستوں کے پہنچنے کے کئی دن بعد جب آخری فوج آ گئی تو مسلمانوں کی ان سے جنگ ہوئی۔ یہ معرکہ کرمان کے ایک
مقام پر ہوا جو دریا سے کئی دن کی مسافت پر تھا۔

شاہ کرمان کو شکست:

آخر کار اللہ نے راسل (شاہ کرمان) کو شکست دی اور مسلمانوں نے اس کے لشکر کو لٹا لیا اور معرکہ میں ان کی کثیر تعداد کو قتل
کیا۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور کئی دنوں تک انھیں قتل کرتے رہے یہاں تک کہ وہ دریا تک پہنچ گئے۔ پھر وہاں سے آ کر
کرمان میں مقیم ہو گئے۔

فتح کی خوشخبری:

حضرت حکم بن عمروؓ کی خدمت میں فتح کی خوشخبری اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ صحار عہدی کے ہاتھ روانہ کیا
اور ہاتھیوں کے بارے میں (جو مال غنیمت میں حاصل ہوئے تھے) ہدایت طلب کی۔

صحار عہدی کی باریالی:

صحار عہدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فتح کی خوشخبری اور مال غنیمت لے کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کرمان سے

بارے میں دریافت کیا آپ ہر آدمی سے اس کے علاقہ کے حالات دریافت کیا کرتے تھے۔ لہذا اصحاب نے (آپ کے سوال کے جواب میں) یوں گفتگو کی:

مکران کا حال:

”اے امیر المؤمنین اس کے نرم میدانوں کی زمین بھی پہاڑی طرح ہے۔ وہاں پانی کیا ب ہے۔ اس کے بھل خراب ہیں۔ وہاں کے دشمن دلیر ہیں۔ وہاں بھلائی تھوڑی ہے اور برائی بہت زیادہ ہے۔ وہاں کثیر لشکر ادبھی تھوڑی معلوم ہوتی ہے اور قلیل تعداد ضائع ہو جاتی ہے۔ اس کا پچھلا حصہ اس سے بھی بدتر ہے۔“

صحیح خبر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس کی اس مسیح اور مفتضح گفتگو پر) یہ ارشاد فرمایا:

”کیا تم قادیہ بیانی کر رہے ہو یا (صحیح) خبر دے رہے ہو؟“ وہ بولا:

”میں صحیح خبر پہنچا رہا ہوں۔“ اس نے آپ سے فرمایا:

(اگر یہ بات صحیح ہے تو) ”میرا لشکر بختہ وہاں کبھی حملہ نہیں کرے گا۔“

پیش قدمی کی مخالفت:

آپ نے حضرت حکم ابن عمرو اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہما کو یہ حکم لکھ کر بھیجا:

”تم دونوں کے لشکر میں سے کوئی بھی مکران سے آگے نہیں بڑھے گا اور دریا سے درے کے علاقوں میں محدود رہو۔“

آپ نے یہ بھی حکم دیا کہ:

”ہاتھیوں کو اسلامی سرزمین میں فروخت کیا جائے اور ان کی قیمت مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دی جائے۔“

فتح بیروڈ:

جس زمانے میں مسلمانوں کے سواروں کے دستے (ایران کے) مختلف علاقوں کے لیے روانہ ہوئے تو (ابواز کے ایک مقام) بیروڈ میں کر دوں اور دیگر افراد کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ اس زمانے میں جب کہ مسلمانوں کے لشکر مختلف جنگی مہموں پر جا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی تھی کہ وہ ایصرہ کی انتہائی مملداری تک جائیں تاکہ پیچھے سے کوئی مسلمانوں پر حملہ نہ کر سکے۔ آپ کو اندیشہ تھا کہ کہیں اسلامی لشکر کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے یا ان کا کوئی حصہ اصل لشکر سے منقطع نہ ہو جائے یا بچھے نہ رہ جائے۔ چنانچہ آپ کو جس بات کا خضرہ تھا وہ درخشاں آیا یعنی بیروڈ کے مقام پر دشمن کی فوجیں اکٹھی ہو گئیں۔

دشمن سے مقابلہ:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہاں تاخیر سے پہنچے اس وقت تک ان کا بہت بڑا اجتماع ہو گیا تھا۔ آخر کار حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ماہ رمضان المبارک میں بیروڈ کے مقام پر پہنچے اور نہر تیری اور نہر ماز کے درمیان ان کا دشمنوں سے مقابلہ ہوا۔ وہاں فارس کے بہت سے سوار سپاہی اور کر دو قوم کے بہادر افراد پہنچ چکے تھے تاکہ وہ مسلمانوں کو اپنی جنگی چالوں میں گھیر لیں اور ان کی

صنوں میں انتشار پیدا کریں۔ انہیں یقین تھا کہ ان کی کوئی نہ کوئی چال کامیاب ہوگی۔

حضرت مہاجر بن جندبہ کی شہادت:

حضرت مہاجر بن زیاد رضی اللہ عنہ جنگ کے لیے کمر بستہ تھے۔ انھوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا:

”میں ہر روزہ دار کو قسم دلاتا ہوں کہ وہ لوٹ جائے اور روزہ افطار کرے۔“

دیگر روزہ داروں کی طرح ان کے بھائی بھی ان کی قسم کو پورا کرنے کے لیے لوٹ گئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کے بھائی کے پاس سے چلے جائیں تاکہ وہ انھیں جنگجوئی سے منع نہ کریں چنانچہ وہ پیش قدمی کر کے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔

دشمنوں کی محصوری:

ان کے بعد اللہ نے مشرکوں کو کمزور کر دیا یہاں تک کہ ان کی تعداد کم ہوتی گئی اور اور وہ قلیل تعداد میں ہونے کے بعد ذلت کے ساتھ قلعہ بند ہو کر محصور ہو گئے۔

ربیع کی جانشینی:

حضرت مہاجر بن جندبہ کے بھائی حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ آگے آئے اور کہنے لگے۔ ”اے دنیا دارو! آگے بڑھو“ انھیں اپنے بھائی کی شہادت کا بڑا رنج تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ان کے دل پر ان کے بھائی کے صدمے کا بہت برا اثر ہے تو ان پر ترس کھا کر انھیں فوج پر اپنا جانشین (سردار) بنا دیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی واپسی:

پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے وہاں سے کوچ کیا یہاں تک کہ وہ اصفہان پہنچ گئے۔ وہاں وہ کوئی فوجوں سے ملے جوئی کے مقام کا محاصرہ کر رہی تھیں۔ ان فوجوں کی فتح و خضر کے بعد وہ بصرہ کی طرف لوٹے۔

اہل بیروہ پر فتح:

اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے ربیع بن زیاد کے ہاتھوں شہر تیری کے اہل بیروہ پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔ انھوں نے ان گرفتار شدہ قیدیوں کو حاصل کیا جو ان کے ساتھ تھے اور ان میں سے ان اشخاص کا انتخاب کیا جن کا فدیہ دیا جاسکتا ہو کیونکہ فدیہ حاصل کرنا مسلمانوں کے لیے زیادہ مفید تھا کیونکہ اس کی قیمتیں مسلمانوں کے درمیان تقسیم ہو جاتی تھیں۔

ایک شخص کی شکایت:

اس کے بعد وہ بیروہ کے لیے گئے اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (خمس) نکالا گیا۔ اس اثنا میں قبیلہ غزہ کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے وفد میں شامل ہونے کا مطالبہ کیا مگر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے (اسے شریک کرنے سے) انکار کر دیا۔ اس پر وہ وہاں سے چلا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کی شکایت کی۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی بریت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور دونوں کو اکٹھا کیا تاہم آپ نے نوکر کے معاملے کے علاوہ ہر

بات میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو معذور پایا۔ اس لیے اس شخص کی شکایت رد کر دی اور اسے قبل حاکمیت قرار دے کر اسے تنبیہ کی کہ وہ آئندہ ایسی شکایت لے کر نہ آئے۔ پھر آپ نے حضرت ابوموسیٰؓ کو ان کی مہلدار کی طرف لوٹا دیا۔ جنگی قیدی:

سیف کی روایت ہے کہ جب (مسلمانوں کی) مختلف جنگی مہمیں ایران کے مختلف ماقوں کی طرف روانہ ہوئیں اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اسنہان سے واپس آئے تو اس وقت حضرت ربیعؓ نے اہل حیرہ کو غلٹ دے دی تھی نیز مال نیست اور جنگی قیدیوں کو آٹھ کر لیا تھا اس وقت حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے وہاں کے بڑے بڑے زمینداروں کے فرزندوں میں سے سارے لوگوں کا انتخاب کیا اور انہیں الگ کر لیا۔ انھوں نے فتح کی خبر سنے کے علاوہ ایک وفد تیار کیا۔ اسنے میں قبیلہ غزوہ کا ایک شخص آیا اور اس نے کہا ”آپ میرا نام وفد میں لکھ لیں“۔ انھوں نے کہا ”ہم نے تم سے زیادہ حقدار افراد کا نام لکھا ہے“۔ یہ سن کر وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔

عنزیؓ کی آمد:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا ”قبیلہ عنزہ کے ایک شخص کا نام صہبہ بن حصیف ہے ایسا معاملہ ہے۔“ اس کے بعد انھوں نے اس کا واقعہ تحریر کیا۔ جب حضرت عمرؓ کے پاس وہ خط آیا اور فتح کی خوشخبری کی اطلاع ملی نیز وفد بھی آیا تو اس کے ساتھ ساتھ وہ عنزیؓ بھی آ پہنچا۔

عنزیؓ سے بے رغبی:

وہ شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا: ”تم کون ہو؟“ اس نے اپنا حال بتایا تو فرمایا: ”تمہارے لیے مرحبا ہلا نہیں ہے (تمہارا خیر مقدم نہیں کیا جائے گا)“ اس پر اس نے کہا:

”مرحبا تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور ہلا کا سوال نہیں کیونکہ میرے اہل و عیال نہیں ہیں۔“

بہر حال وہ تین مرتبہ آپ کے پاس آیا اور ہر مرتبہ آپ اس کو یہی جواب دیتے تھے۔

مخالفتانہ شکایات:

جب چوتھا دن ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا: ”تم اپنے حاکم سے کس بات پر ناراض ہو؟“ وہ بولا: ”انھوں نے صرف اپنی ذات کے لیے زمینداروں کے فرزندوں میں سے سارے غلام انتخاب کیے ہیں نیز ان کے پاس ایک لونڈی ہے جس کا نام عقیلہ ہے۔ وہ صبح وہ شام بڑا پیالہ بھر کر کھانا کھاتی ہے حالانکہ ہم میں سے کوئی شخص اس قدر کھانا کھانے پر قدرت نہیں رکھتا ہے۔ ان کے پاس دو فقیر (تاپنے کے پیالے) اور دو آگٹھنیاں ہیں۔“

زیادہ اعتماد:

انھوں نے اپنی حکومت کا تمام کام زیادہ تر ابی سفیان کے سپرد کر رکھا ہے اور وہی بصرہ کی حکومت کے تمام کام انجام دیتا ہے۔ نیز انھوں نے حلیہ (شاعر) کو ایک بڑا راکا انعام دیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طبعی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تمام باتیں جو اس نے کہی تھیں، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجیں اور انھیں بلوا بھیجا۔ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے کئی دنوں تک انھیں روک رکھا اور پھر انھیں اور عبید بن جحش دونوں کو بلوایا اور خط اس کے حوالے کیا اور فرمایا: ”جو تم نے لکھا تھا اسے پڑھو۔“ اس نے پڑھا: (۱) ”انھوں نے ساتھ غلام اپنے سے حاصل کیے۔“ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں نے ان کا پتہ چلایا تھا کہ ان کا زلفہ یہ مقرر ہے۔ جو میں نے وصول کیا اور اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔“ اس پر عبید نے کہا:

”نہ انہوں نے جھوٹ بولا اور نہ میں نے جھوٹ بولا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کے پاس دو قتیض ہیں۔“

دو پیمانے:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ایک قتیض (اپنے کا پیمانہ) میرے اہل و عیال کے لیے ہے جس کے ذریعہ میں انھیں خوراک مہیا کرتا ہوں اور دوسرا قتیض کا پیمانہ مسلمانوں کے لیے ہے اور وہ ان کے قبضے میں ہے۔ اس کے ذریعے وہ اپنا رزق حاصل کرتے ہیں۔“ عبید نے اس پر کہا:

”نہ انھوں نے دروغ گوئی کی اور نہ میں نے جھوٹ بولا۔“

عقیدہ کا ذکر:

جب اس نے عقیدہ کا ذکر کیا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور انھوں نے کوئی معذرت نہیں کی اور یہ معلوم ہو گیا کہ عبید سچ کہتا ہے۔

زیادہ کا معاملہ:

پھر اس نے کہا: ”زیادہ لوگوں پر حکومت کرتا ہے اور انھیں اس کے کاموں کا کچھ علم نہیں ہے۔“ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

”میں نے اس کے اندر شرافت اور عظمت دیکھی۔ اس لیے میں نے اپنے کام اس کو سپرد کر دیے۔“

اس نے کہا:

”انھوں نے حلیہ (شاعر) کو ایک ہزار کا انعام دیا۔“ (اس کا جواب) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ دیا:

”میں نے اپنے مال کے ذریعہ اس کا منہ بند کیا تاکہ وہ مجھے گالی نہ دے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

آپ نے فرمایا: ”تم نے جو کیا سو کیا۔“

پھر آپ نے انھیں واپس بھیج دیا اور یہ فرمایا:

”جب تم وہاں پہنچو تو زیادہ اور عقیدہ کو بھیج دو۔“

زیادہ کی آمد:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا چنانچہ عقیلہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس) زیادہ سے پہلے پہنچ گئی اس لیے زیادہ جب آئے تو دروازے پر کھڑے رہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو دروازے پر زیادہ کھڑے ہوئے تھے۔ اور وہ سفید کنان کی پوشاک پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا ”یہ لباس کیسا ہے“ زیادہ نے اس کی تفصیل بتائی تو آپ نے پوچھا ”اس کی کیا قیمت ہے؟“ انہوں نے صحیح طریقہ سے اس کی معمولی قیمت بتائی۔ پھر آپ نے پوچھا:

زیادہ سے گفتگو:

”تمہارا وظیفہ کیا ہے؟“ وہ بولے ”دو ہزار“ فرمایا: ”تم نے پہلے وظیفہ کو کیسے خرچ کیا؟“ وہ بولے ”میں نے پہلے وظیفہ پر اپنی والدہ کو خرید کر آزاد کیا اور جب دوسرا وظیفہ ملا تو میں نے اپنے پرورش یافتہ لڑکے عبید کو خرید کر آزاد کیا“ آپ نے فرمایا ”تم نے صحیح فعل کیا۔“

زیادہ سے متاثر:

آپ نے ان سے فرائض و سنن اور قرآن کریم کے احکام دریافت کیے تو انھیں فقیہ و عالم پایا۔ چنانچہ آپ نے انھیں بصرہ واپس بھیج دیا اور بصرہ کے حکام کو ہدایت بھیجی کہ وہ ان کی رائے پر عمل کریں۔

جھوٹ کی مذمت:

آپ نے عقیلہ (لوٹری کو مدینہ میں روک لیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

”صہ عزی نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حق بات میں مخالفت کی تھی مگر ایک دنیاوی بات میں وہ ان سے الگ ہو گئے تھے۔ انھوں نے حق بات بھی کی تھی اور جھوٹ بھی بولا تھا۔ جس نے ان کی حق بات کو بھی بگاڑ دیا تھا۔ اس لیے جھوٹ سے پرہیز کرو کیونکہ دروغ گوئی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔“

بیروز میں دوبارہ آمد:

حلیہ (شاعر) ان سے ملا تھا اور انھوں نے جنگ بیروز میں اسے انعام دیا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیروز کا محاصرہ شروع کیا تھا اور ان سے جنگ کی تھی یہاں تک کہ انھیں شکست دے دی۔ پھر وہاں سے چلے گئے اور ان لوگوں پر بیع کو حاکم مقرر کیا۔ پھر مکمل فتح کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ واپس آئے اور مال غنیمت کو تقسیم کروایا۔

اصفہان کی جنگ:

حضرت اخف رضی اللہ عنہ کے پیچھے اسید بن مثنیٰ بیان کرتے ہیں:

”میں اصفہان کی جنگ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھا۔ جب حضرت عبداللہ بن ورقاء رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ورقاء اسدی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں وہاں کے دیہات فتح ہوئے۔“

حکام کے تباہی:

پھر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فتح مدینہ کی خبر دی گئی اور بصرہ پر عمر بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا گیا۔ دوبارہ حضرت

ابوموسیٰ اشعریؓ بصرہ کے حاکم بنائے گئے جب حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی تو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بصرہ میں نماز پڑھتے پڑھتے بصرہ کی حکومت کا کام بنایا ہوا تھا اور یکساں نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ بعض اوقات حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بعض جنگی مہموں میں اسلامی لشکروں کی امداد کے لیے بھیج دیتے تھے اور وہ بعض لشکروں کے لیے امدادی فوج لے کر رہتے تھے۔

کردوں سے جنگ:

سلمان بن ربیعہ کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ امیر المؤمنین کے پاس مومنوں کا کوئی لشکر اکٹھا ہو جاتا تو آپ اہل علم و فتنہ میں سے کسی شخص کو امیر مقرر کرتے تھے۔ چنانچہ جب ایک دفعہ مسلمانوں کا لشکر تیار ہو گیا تو آپ نے حضرت سلمہ بن قیس اشجعیؓ کو امیر مقرر فرمایا اور انھیں یہ ہدایات دیں:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ: کو ہدایات:

”تم اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ ان لوگوں کے برخلاف جو اللہ کو نہیں مانتے ہیں۔ جب تم مشرک دشمنوں سے ملو تو انھیں اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ قبول کر لیں اور اپنے گھروں میں رہنا پسند کریں تو ان کے مال و دولت پر زکوٰۃ مقرر ہو جائے گی مگر انھیں مال غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ البتہ اگر وہ تمہارے ساتھ جہاد پر جانا چاہیں تو انھیں تمہارے جیسے حقوق حاصل ہوں گے اور ان پر تمہارے جیسے فرائض بھی عائد ہوں گے۔“

خراج کی دعوت:

اگر وہ مسلمان ہونے سے انکار کریں تو خراج دینے کی دعوت دو اگر وہ خراج دینا قبول کر لیں تو انھیں ان کے دشمن سے بچاؤ اور انھیں خراج ادا کرنے کے لیے فارغ چھوڑ دو اور انھیں ان کی حیثیت اور طاقت سے زیادہ کام کرنے پر مجبور نہ کرو۔

ذاتی ذمہ داری پر معاہدہ:

اگر وہ (خراج ادا کرنے سے بھی) انکار کریں تو ان سے جنگ کرو اگر وہ تمہارے مقابلے میں قلعہ بند ہو جائیں اور تم سے درخواست کریں کہ اللہ اور اس کے رسول کے مطابق ان کا فیصلہ کیا جائے تو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے پر رضامند نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ان کے بارے میں کیا ہے؟ اور اگر وہ تم سے یہ درخواست کریں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری میں آنے کے لیے تیار ہیں تو تم اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری کو بھی قبول نہ کرو بلکہ خود اپنی ذمہ داری کے مطابق ان کا فیصلہ کرو۔

دیگر ہدایات:

اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم مال غنیمت میں خیانت نہ کرو اور نہ غداری کرو اور نہ کسی کے اعضاء کا نور نہ کسی کے بچے کو قتل کرو۔“

فتح و نصرت:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہماری ملاقات اپنے دشمنوں سے ہوئی۔ ہم نے

امیر المومنین کے احکام و ہدایات کے مطابق انھیں دعوت اسلام دی۔ انہوں نے اس سے انکار کیا۔ پھر ہم نے انھیں خراج ادا کرنے کی دعوت دی تو جب انہوں نے اس سے بھی انکار کیا تو ہم نے ان کے ساتھ جنگ کی تا آنکہ اللہ نے ہمیں ان پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔ ہم نے جنگجو سپاہیوں کو قتل کیا اور ان کے اہل و عیال کو جنگی قیدی بنالیا۔“

زیورات کا صندوقچہ:

ہم نے مالِ قیمتی جمع کیا تو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے کچھ زیورات اور جواہرات دیکھے تو انہوں نے فرمایا: ”تمہیں اس میں سے کوئی حصہ نہیں پہنچے گا۔ تم خوشی سے اس بات کی اجازت دو کہ ہم اسے امیر المومنین کے پاس بھیجوا دیں۔ کیونکہ وہ بھی بہت محنت و مشقت برداشت کر رہے ہیں۔“ تمام مسلمان اس کے بھجوانے پر راضی ہو گئے تو حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے ان زیورات کو ایک صندوقچہ میں رکھا۔ پھر انہوں نے اپنے قبیلے کے ایک شخص کے ہاتھ اسے روانہ کیا اور یہ ہدایات دیں:

قاصد کو ہدایت:

”اے لے کر سوار ہو جاؤ۔ جب بھرہ پہنچو تو امیر المومنین کے انعامات کی توقع پر دو سواریاں خرید لو اور ان پر اپنا اور اپنے غلام کا توشہ راہ لا دو اور پھر امیر المومنین کی طرف روانہ ہو جاؤ۔“

کھانا کھانا:

قاصد کہتا ہے: ”میں نے حسب ہدایت کام کیا۔ جب میں حضرت عمر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ مسلمانوں کو دن کا کھانا کھلا رہے تھے اور آپ عصاء پر اسی طرح ٹیک لگائے ہوئے تھے جس طرح ایک چرواہا ٹیک لگاتا ہے۔ آپ کھانے کے پیالوں کے درمیان گشت لگا رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

کھانا کی نگرانی:

”اے یرقہ! ان لوگوں کو اور گوشت دو اور ان لوگوں کو مزید روٹی دو اور انھیں مزید شور بہ دو۔“

جب میں پہنچا تو آپ نے فرمایا: ”بیٹھ جاؤ۔“

معمولی کھانا:

میں قریب کے لوگوں میں بیٹھ گیا تو دیکھا کہ وہ لوگ مونا اور سخت کھانا کھا رہے ہیں۔ بلکہ وہ کھانا جو میرے ساتھ (توشہ کے طور پر تھا) وہ اس سے عمدہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گھر:

جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ”اے یرقہ! برتن اٹھاؤ۔“

پھر آپ واپس جانے لگے تو میں آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ گھر میں آئے پھر کمرے میں داخل ہو گئے تو میں نے (اندر آنے کی اجازت) طلب کی اور سلام کیا تو آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ جب میں اندر گیا تو آپ دو گدوں کے ایک بچھونے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جو چمڑے کے تھے اور ان میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ آپ نے مجھے ایک گدا دیا جس پر میں بیٹھ گیا۔ وہاں ایک کمرے پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی غذا:

آپ نے فرمایا: ”اے ام کلثوم رضی اللہ عنہا! تم ہمارا کھانا لاؤ“ انھوں نے روغن زیتون کے ساتھ ایک روٹی بھیجی جس میں درمیان بغیر کئے نمک کی ایک ڈلی رکھی ہوئی تھی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے گفتگو:

آپ نے فرمایا: ”اے ام کلثوم رضی اللہ عنہا! تم ہاں ہر نکل کر کیوں نہیں آ رہی ہو کہ تم ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ“ وہ بولیں ”میں آپ کے پاس ایک اجنبی مرد کی آواز سن رہی ہوں“ آپ نے فرمایا ”ہاں! اور میرے خیال میں وہ اس شہر کا رہنے والا نہیں ہے۔“

قاصد کہتا ہے: ”اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ آپ مجھے نہیں پہچانتے ہیں۔“

ان کا جواب:

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں مردوں کے سامنے نکلوں تو آپ مجھے ویسا ہی لباس پہنا سیں جیسا کہ ابن جعفر نے اپنی بیوی کو پہنایا ہے۔“ آپ نے فرمایا ”کیا تمہارے لیے یہ (اعزاز) کافی نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ ام کلثوم (حضرت) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور امیر المومنین (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں۔“

خلیفہ کا کھانا:

پھر آپ نے فرمایا: ”تم کھاؤ اگر وہ خوش ہوتیں تو تمہیں اس سے زیادہ عمدہ کھانا کھلاتا“ وہ قاصد بولا: ”میں نے تھوڑا کھانا کھایا۔ کیونکہ جو کھانا میرے پاس تھا وہ اس سے زیادہ عمدہ تھا۔ تاہم جس طرح آپ کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے کسی کو اس سے بہتر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کا ہاتھ اور منہ کھانے سے آلودہ نہیں ہوئے۔ پھر آپ نے فرمایا: ”پینے کی کوئی چیز لاؤ“ چنانچہ آپ کے پاس ستولایا گیا۔ آپ نے فرمایا ”اس آدمی کو بھی دو“ چنانچہ مجھے بھی دیا گیا۔ میں نے اسے تھوڑی مقدار میں پیا کیونکہ جو ستو میرے پاس تھا وہ اس سے عمدہ تھا۔ پھر آپ نے پیا اور یہ دعا پڑھی:

کھانے کے بعد دعا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا فَاَتَبَعْنَا وَ سَفَّانَا فَاَزَوَّانَا.

”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور اس نے پلایا تو ہمیں سیراب کر دیا۔“

میں نے کہا: ”امیر المومنین! نے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور سیراب ہو کر پیا۔ اے امیر المومنین! میرا ایک ضروری کام ہے۔“

آپ نے فرمایا:

اصل گفتگو:

”تمہارا کیا کام ہے“ میں نے کہا ”میں سلمہ ابن قیس رضی اللہ عنہ کا قاصد ہوں“ آپ نے فرمایا ”سلمہ بن قیس اور اس کے قاصد کا ہم خبر مقدم کرتے ہیں۔ تم مجھے مہاجرین کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیسے ہیں؟“ میں نے کہا ”اے امیر المومنین! وہ جیسا کہ آپ چاہتے ہیں“ خبریت سے ہیں اور اپنے دشمن پر انھوں نے فتح و نصرت حاصل کر لی ہے۔“

آپ نے پوچھا:

گوشت کا بھاؤ

”ان کے بھاؤ کیسے ہیں؟“ میں نے کہا ”وہاں کے ترخ سب سے ارزاں ہیں“ آپ نے پوچھا: ”گوشت کا بھاؤ کیا ہے کیونکہ وہ عربوں کا ایسا درست ہے جس کے بغیر عرب رو نہیں سکتے“ میں نے کہا ”گائے کا یہ بھاؤ ہے اور بھیڑ بکری کا یہ بھاؤ ہے۔“

جنگ کا حال

”اے امیر المومنین! ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم اپنے مشرک دشمنوں سے ملے۔ ہم نے حسب حکم ان کو اسامی کی دعوت دی۔ انھوں نے انکار کیا تو ہم نے انھیں خراج ادا کرنے کی دعوت دی جب انھوں نے اسے بھی قبول نہیں کیا تو ہم نے ان کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ اللہ نے ہمیں فتح و نصرت عطا کی۔ تو ہم نے جنگجو سپاہیوں کو مار ڈالا اور ان کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا۔“

زیورات کا تحفہ

”جب ہم نے مال غنیمت کو اکٹھا کیا تو حضرت سلمہ بن جندب نے مال غنیمت میں زیورات دیکھے۔ اس پر انھوں نے مسلمانوں سے کہا ”یہ چیز تمہیں نہیں ملے گی۔ کیا تم اس بات پر رضامند ہو کہ میں اسے امیر المومنین کے پاس بھیج دوں؟“ دوہلے ”ہاں“ قاصد کہتا ہے ”یہ کہہ کر میں نے اپنا صندوق نکالا۔ جب حضرت عمرؓ نے ان زیورات کے گھنٹوں کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ سرخ زرد اور ہزرنگ کے تھے۔ حضرت عمرؓ انھیں دیکھ کر کوہ پڑے۔ پھر اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگے:

”(اگر میں یہ زیورات قبول کر لوں تو) اللہ عمر کا پیٹ نہ بھرنے دے۔“

تحفہ سے انکار

عورتوں نے یہ خیال کیا کہ میں اچانک (خدا نا خواستہ) ان پر حملہ کر رہا ہوں تو وہ سب پردہ کے پاس آ گئیں۔ آپ نے فرمایا ”تم جولاہے ہو وہ واپس لے جاؤ۔“ میں نے کہا: ”اے امیر المومنین! مجھے سواری عطا فرمائیں۔“ آپ نے فرمایا:

سواری کی اونٹیاں

”اے یرقاہ! اسے صدقہ کی دو اونٹیاں دے دو۔ جب تم اپنے سے زیادہ کسی اور کو ان کا ضرورت مند دیکھو تو اسے یہ دونوں اونٹیاں دے دو۔“

میں نے کہا: ”اے امیر المومنین! میں ایسا ہی کروں گا۔“ آپ نے فرمایا:

جلد واپسی کی ہدایت

”اگر مسلمان ان (زیورات) کے تقسیم ہونے سے پہلے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے تو میں تمہارے اور تمہارے حاکم کے ساتھ بہت برا سلوک کروں گا۔“

زیورات کی تقسیم

قاصد کہتا ہے: ”میں وہاں سے جلد کوچ کر کے (حضرت) سلمہ بن جندب کے پاس پہنچا اور کہا آپ نے مجھے جس کام کے لیے مخصوص کیا تھا اللہ نے اس میں برکت نہیں عطا فرمائی۔ آپ ان زیورات کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیں اس سے پہلے کہ مجھ پر اور آپ پر کوئی مصیبت نازل ہو۔“ چنانچہ انھوں نے یہ (زیورات) ان میں تقسیم کر دیے۔ اس وقت ایک ایک گھینہ پانچ یا چھ درہم میں

فروخت ہوا اسانکھ ہر ایک نگینہ میں ہزار کی قیمت سے زیادہ تھا۔

روایت میں اختلاف:

سیف کی دوسری روایت میں (مذکورہ بالا واقعات کے بارے میں قدر سے اختلاف) ہے۔ اس کے مطابق راوی کا بیان ہے۔ ”جب ہم نے مال قیمت کو جمع کیا تو حضرت سلمہ جوشہ نے جو اہرات کے دودے بے پائے جیسے انہوں نے ایک صندوق میں رکھ دیا۔“

مختلف الفاظ:

(آگے کے واقعات میں) جب حضرت ام کلثومؓ جوشہ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ لوگ یہ کہیں۔ (حضرت) علی بن ابی طالبؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ جوشہ“
عمر بن الخطابؓ کی بیوی ہے؟“

اس کا جواب انہوں نے یہ دیا:

”یہ بات میرے لیے مفید نہیں ہے۔“

(آگے چل کر) جب حضرت عمرؓ نے (ستو) پینے کے لیے (قاصد کو) کہا تو وہ کہتے ہیں ”میں نے بہت تھوڑا پیا کیونکہ جو چیز میرے ساتھ تھی وہ اس سے زیادہ عمدہ تھی۔ پھر آپ نے پیالہ لیا جو ان کی پیشانی سے جا لگا۔ آپ نے فرمایا: ”تم کم خور و کم نوش ہو۔“

قاصد کو ملا مت:

(آگے کے واقعہ میں) مزید یہ مذکور ہے: ”جب حضرت عمرؓ نے فرمایا (اگر یہ قبول کروں) تو خدا کرے عمر کا پیٹ نہ بھرے۔ اس وقت خواتین نے یہ خیال کیا کہ میں نے ان پر قاتلانہ حملہ کر دیا ہے اس لیے انہوں نے پردہ اٹھایا“ آپ نے فرمایا ”اے یرفاء! اس کی گردن دباؤ“ چنانچہ اس نے میری گردن دبا لی اور میں چیخ رہا تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا:

وہمکی:

بہت جلد بھاگ کر واپس جاؤ۔ میرا خیال ہے کہ تم دیر کرو گے۔ میں خدا کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اگر مسلمان اپنے موسم سرما کے ٹھکانوں کی طرف منتشر ہو گئے تو (میں مصیبت نازل کروں گا)۔

دعوت جہاد:

شقیق بن سلمہ اسدی کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان مسلمانوں کو جو حیرہ کے مقام پر تھے حضرت سمہ بن قیس اشعریؓ جوشہ کے ساتھ جہاد کرنے کی دعوت دی تھی اور فرمایا تھا۔ ”تم اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔“

آخری حج:

اس سال حضرت عمرؓ روق جوشہ نے رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ کی خدمت میں آکر حج کیا۔ یہ آپ کا آخری حج تھا جو آپ نے مسلمانوں کے ساتھ ادا کیا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت

مسور بن مخرمہ کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں گشت کر رہے تھے کہ آپ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولولو ملا۔ وہ عیسائی تھا۔ وہ بولا: ”اے امیر المومنین! آپ (حضرت) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے میری سفارش کر دیں کیونکہ مجھ پر بہت بڑا خراج لگا ہوا ہے“ آپ نے پوچھا: ”تم پر کتنا خراج ہے؟“ وہ بولا:

ابولولو کا جواب:

روزانہ دو درہم“ آپ نے پوچھا: ”تمہارا کیا پیشہ ہے؟“ وہ بولا: ”(سین) بڑھی ہوں اور نقاش اور لوہا بھی ہوں“ اس پر آپ نے فرمایا: ”چونکہ تم کی کام کرتے ہو اس لیے تمہارا خراج زیادہ نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کہتے ہو کہ میں ایک ایسی پن چکی بنا سکتا ہوں جو ہوائے زور سے آٹا پیس دے“ اس نے کہا ”ہاں (میں یہ کام کر سکتا ہوں)“ آپ نے فرمایا ”تم میرے لیے ایسی پن چکی بنا دو“ وہ بولا ”اگر میں زندہ رہا تو میں آپ کے لیے ایسی پن چکی بناؤں گا جس کا مشرق و مغرب میں چر چار ہے گا۔“

غلام کی دھمکی:

یہ کہہ کر وہ چلا گیا آپ نے فرمایا: ”اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے“ پھر آپ اپنے گھر واپس چلے گئے۔

کعب کی پیش گوئی:

جب دوسرا دن ہوا تو کعب الاحبار آپ کے پاس آ کر کہنے لگا: ”اے امیر المومنین میرا خیال ہے کہ آپ تین دن میں وفات پا جائیں گے“ آپ نے پوچھا ”تمہیں کیسے معلوم ہوا“ وہ بولا ”مجھے اللہ بزرگ و برتر کی کتاب تورات میں یہ بات نظر آئی ہے“ آپ نے فرمایا: ”کیا تمہیں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا نام بھی تورات میں ملا ہے؟“ وہ کہنے لگے ”آپ کا نام تو نہیں ہے لیکن آپ کا علیہ اور صفت موجود ہے۔ اس بات کا پتہ چلا ہے کہ آپ کی زندگی ختم ہو گئی ہے۔“

دنوں کا شمار:

راوی کا بیان ہے کہ اس زمانے میں آپ کو کوئی بیماری اور تکلیف لاحق نہ تھی۔ دوسرے دن بھی کعب آئے اور کہنے لگے:

”آپ کا ایک دن گزر گیا ہے اور دو دن باقی ہیں“ اگلے دن آ کر وہ کہنے لگے ”آپ کے دو دن گزر گئے اور صرف ایک دن باقی رہ گیا ہے۔ اب آپ کی زندگی صبح تک ہے۔“

ابولولو کا وار:

جب اگلی صبح ہوئی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صبح کے وقت نماز کے لیے نکلے۔ آپ نے صف بندی کے لیے آ دی مقرر کر رکھے تھے۔ چنانچہ جب صف بندی ہو گئی تو آپ نے نگہ کر کے نماز شروع کر دی۔ عین اس وقت ابولولو نمازیوں کی صفوں میں گھس گیا جس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔

چھ دفعہ حملہ:

اس کے دونوں طرف تیز دھاروں کے پھل تھے۔ اس کا دستہ درمیان میں تھا۔ اس نے آپ پر چھ دفعہ حملہ کیا۔ اس کا ایک وار آپ کی ناف کے نیچے پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اسی وقت اس نے کلیب بن ابی الکھیر لیشی کو بھی شہید کیا جو آپ کے پیچھے تھے۔ جب آپ نے ہتھیار کی کٹش اور اس کا اثر محسوس کیا تو آپ گر پڑے اور فرمایا:

عبدالرحمن بن عوفؓ کی امامت:

”کیا نمازیوں میں (حضرت) عبدالرحمن بن عوفؓ ہیں؟ لوگوں نے کہا ”ہاں یہ ہیں“ آپ نے فرمایا: ”تم آگے آ کر لوگوں کو نماز پڑھاؤ“ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے نماز پڑھائی جب کہ آپ گر گئے تھے۔

اہم مشورہ:

پھر سلمان آپ کو افشا کر آپ کے گھر لے گئے۔ جہاں آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو بلوایا اور فرمایا: ”میں تم سے ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں“ وہ بولے ”ہاں اگر آپ مشورہ کریں گے تو میں آپ کا مشورہ قبول کروں گا“ آپ نے فرمایا ”تم کیا سمجھ رہے ہو؟“ وہ بولے: ”کیا آپ اس (خلافت) کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟“ آپ نے فرمایا ”نہیں“ اس پر انہوں نے کہا ”بخدا میں اس میں شامل نہیں ہوں گا“ آپ نے فرمایا ”تم خاموش رہو۔ تا آنکہ میں ان لوگوں سے مشورہ نہ کروں جن سے تاجین حیات رسول اللہ ﷺ خوش رہے۔“

مجلس شوریٰ کا تقریر:

”تم (حضرات) علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کو بلواؤ“ (جب وہ آ گئے) تو آپ نے فرمایا: ”تم تین دن تک اپنے بھائی علیؓ کا انتظار کرو اگر وہ آ جائیں (تو بہتر ہے) ورنہ اپنے معاملے کا خود فیصلہ کرلو“

ارکان شوریٰ کو ہدایت:

”اے علیؓ! میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو بنو ہاشم کو لوگوں کے سروں پر مسلط نہ کر دینا۔ اے عثمانؓ! ابراہے خدا اگر تم حاکم بن جاؤ تو تم بنو ابومعیط کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کر دینا۔ اے سعدؓ! اگر تمہیں حکومت ملے تو تم اپنے رشتہ داروں کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کرنا۔ تم کھڑے ہو جاؤ اور باہمی مشورے سے اپنے معاملے کا تہفیہ کرلو۔ اس وقت مسلمانوں کو صہیبؓ نماز پڑھائیں گے۔“

حضرت ابو طلحہؓ کا پہرہ:

پھر آپ نے ابو طلحہ انصاریؓ کو بلوایا اور فرمایا: ”تم ان کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی کو ان کے پاس نہ آنے

دو۔“

جانشین کو ہدایات:

پھر آپ نے فرمایا:

”میں اپنے بعد کے آنے والے خلیفہ کو یہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے ساتھ حسن سلوک کریں جنہوں نے نہ صرف

”مہروں میں مسلمانوں کو پناہ دی بلکہ ایمان (اور اسلام) کو بھی پناہ دی۔ ان کے نیکیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور ان کے بروں سے درگزر کیا جائے۔“

عربوں اور ذمیوں کے حقوق:

میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو عربوں کے بارے میں بھی یہ وصیت کرتا ہوں کہ چونکہ وہ اسلام کی بنیاد میں اس لیے ان کے صدقات میں سے ان کا حق وصول کر کے ان کے غریبوں کو دیا جائے۔ نیز میں اپنے بعد کے خلیفہ کو یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ذمیوں کے معاہدات کو پورا کریں۔ اے اللہ! میں نے اپنا پیغام پہنچو دیا ہے۔ میں نے آنے والے خلیفہ کو صاف سترے حالات میں چھوڑا ہے۔“

خدا کا شکر:

اے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما! تم کھل کر دیکھو کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے۔ وہ بولے:

”آپ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابو لولؤ نے قتل کیا ہے۔“

اس پر آپ نے فرمایا:

”خدا کا شکر ہے کہ میری موت ایسے شخص کے ہاتھوں نہیں ہوئی جس نے اللہ کے لیے ایک بھی عہدہ کیا ہو۔“

بیٹے کو ہدایات:

”اے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما! تم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے درخواست کرو کہ وہ مجھے اجازت دیں کہ میں رسول

اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہو جاؤں۔“

اے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما! اگر یہ لوگ اختلاف کریں تو تم اکثریت کے ساتھ رہو اور اگر ایک طرف تین ہوں اور دوسری طرف بھی تین ہوں تو تم اس جماعت کے ساتھ شامل ہو جاؤ جس میں عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں۔“

عام اجازت:

اے عبد اللہ رضی اللہ عنہ! اب تم لوگوں کو آنے کی اجازت دو۔“

(اجازت ملنے ہی) مہاجرین اور انصار بنی عتیبہ داخل ہوئیں اور وہ سلام کرنے لگے۔

آپ نے فرمایا: ”کیا تمہارے مشورہ سے یہ کام ہوا ہے؟“

وہ بولے: ”معاذ اللہ (خدا کی پناہ) ہم نے ایسا نہیں کیا۔“

لوگوں کے ساتھ کعب الاحبار رضی اللہ عنہ بھی آئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا تو آپ نے یہ شعر پڑھے:

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کو خطاب:

① کعب رضی اللہ عنہ نے مجھے تین دن کے اندر (موت کی) خبر دی تھی غنہ میں شمار کرتا رہا۔

بالشک وہ شبہ جو کعب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا وہ پورا ہو کر رہا۔

② مجھے موت کا خوف نہیں ہے کیونکہ موت لامحالہ آئے گی۔ مجھے پنے روپے گناہوں کا خوف ہے۔

طیب کی آمد:

لوٹوں نے کہا: ”اے امیر المؤمنین! آپ کسی طیب کو بلا لیجیے۔ چنانچہ خوالہ ثارث بن کعب جو طیب کا ایک طیب ہوا یہ گیا۔ اس نے نبیہ بیوی کو۔ وہ اسی طرح نکل گئی۔ پھر اس نے کہا: ”انھیں دودھ پلاؤ“ وہ بھی سفید رنگ کی حالت میں نکل گیا۔ پھر لوگوں نے کہا ”اے امیر المؤمنین آپ وصیت کیجیے“ آپ نے فرمایا ”میں اس سے فارغ ہو گیا ہوں۔“

وفات و تدفین:

آپ نے چہار شنبہ کی شب کو ۲۷/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو وفات پائی اور چہار شنبہ کی صبح کو آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور حضرت عائشہؓ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے مزارات کے پاس آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت صہیبؓ کی امامت:

حضرت صہیبؓ جو تھے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ جو تھے۔ ان میں سے ایک نے سر ہانے کی طرف سے پیش قدمی کی اور دوسرے نے پائیں طرف سے پیش قدمی کی۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا: ”لا الہ الا اللہ! تم دونوں خلافت کے لیے کتنے خرافات مند ہو! کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ حضرت امیر المؤمنین نے یہ کہا تھا کہ حضرت صہیبؓ نماز پڑھائیں گے۔“ اس پر حضرت صہیبؓ نے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ آپ کی قبر میں پانچوں حضرات اترے۔

تاریخ وفات میں اختلاف:

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات یکم محرم ۲۴ھ میں ہوئی۔

مدت خلافت:

اسماعیل بن محمد بن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بروز چہار شنبہ ۲۶/ ذوالحجہ ۲۳ھ میں زخمی ہوئے اور بروز یکشنبہ یکم محرم ۲۴ھ کی صبح کو مدفون ہوئے۔ اس طرح آپ کی مدت خلافت دس سال پانچ مہینے اور اکیس دن رہی۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کی بیعت خلافت بروز دوشنبہ ۲/ محرم ۲۴ھ کو ہوئی۔

راویوں کا اختلاف:

راوی کہتے ہیں: ”میں نے یہ بات عثمانؓ کو بتائی تو وہ کہنے لگے: ”میرے خیال میں اس خبر میں سبو ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے ۲۶/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو وفات پائی اور حضرت عثمانؓ کی بیعت خلافت ۲۹/ ذوالحجہ کو ہوئی اور آپ نے اپنی خلافت کا آغاز یکم محرم ۲۴ھ سے کیا۔“

ابو معشر کی روایت:

ابو معشر کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بروز چہار شنبہ ۲۶/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو شہید ہوئے۔ ان کی مدت خلافت دس سال چھ مہینے اور چار دن رہی۔ پھر حضرت عثمان بن عفانؓ کی بیعت خلافت ہوئی۔

حضرت زہری رضی اللہ عنہ کا قول:

میں نے حضرت شہاب زہری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۳ھ / ذوالحجہ کو زخمی ہوئے اور ایک دوسری روایت کے مطابق یہ حادثہ ۲۶ھ / ذوالحجہ کو پیش آیا۔

سیف کی روایت:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ۳۳ھ / محرم میں بیمار ہوئے اور انہوں نے (خلافت کے بعد) مسلمانوں کو عصر کی نماز پڑھائی۔
مجلس شوریٰ کا اجتماع:

حضرت قسطنطین فرماتے ہیں کہ اہل شوریٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ۳ / محرم الحرام کو اکٹھے ہوئے اس وقت نماز عصر کا وقت ہو گیا تھا اور حضرت مصیب رضی اللہ عنہ کے موذن نے اذان دے دی تھی۔ یہ لوگ اذان اور اقامت کے درمیانی عرصہ میں اکٹھے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے نکل کر نماز عصر پڑھائی اس وقت اسلامی شہروں کے وفد آئے ہوئے تھے۔
ہشام بن محمد کی روایت:

ہشام بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۷ھ / ذوالحجہ ۲۳ھ کو شہید ہوئے۔ ان کی مدت خلافت دس سال چھ مہینے اور چار دن رہی۔

نام و نسب:

مؤرخین نے مختلف طور پر آپ کا نسب نامہ اسی طرح بیان کیا ہے:
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن فرط بن زرح بن عدی بن کعب بن لوی آپ کی کنیت ابو حفص ہے اور آپ کی والدہ کا اسم مبارک اور نسب یہ ہے حاتمہ بن ہاشم بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔
فاروق رضی اللہ عنہ کا لقب:

آپ فاروق کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ بزرگان سلف کا اس میں اختلاف ہے۔ کس نے آپ کو یہ نسب دیا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کا یہ نام رکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول:

ذکوان کہتے ہیں: ”میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام ”فاروق“ کس نے رکھا)۔ انہوں نے فرمایا: ”نبی کریم ﷺ نے (یہ نام رکھا) بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب نے آپ کا یہ نام تجویز کیا۔ اس کے بارے میں یہ روایت حضرت ابن شہاب زہری کی طرف منسوب ہے کہ اہل کتاب نے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق رکھا مسلمان ان کے اس لقب کو پسند کرنے لگے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہمیں یہ روایات نہیں ملی۔

خلیہ اور صفات:

حضرت زہری جمش فرماتے ہیں: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ عید کے دن یا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں جب نمودار ہوئے تو وہ

گندم گوں اور دراز قد تھے۔ ان کے سر پر بال نہیں تھے۔ وہ پیدل چلتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے وہ سواری پر سوار ہوں۔ ایک دوسری روایت میں حضرت زبیر بن جراح فرماتے ہیں:

دراز قد:

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ عید (کی نماز) پڑھانے پیدل اور برہنہ پا آتے تھے۔ آپ چار اوٹھے رہتے تھے (آپ اس قدر دراز قد تھے کہ) جب آپ لوگوں کو دیکھتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی سواری پر ہوں۔

گورارنگ:

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں ”میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت گورادیکھا جس پر سرفی غالب تھی۔ آپ دراز قد تھے اور آپ کے سر کے بال نہیں تھے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: ”(حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سفید رنگ کے تھے جس پر سرفی غالب تھی۔ دراز قد تھے بڑھاپے کی وجہ سے سر پر بال نہیں تھے۔“

واٹھی میں خضاب:

خالد بن ابی بکر فرماتے ہیں ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ واٹھی میں خضاب لگاتے تھے اور سر میں کنگھی کرتے تھے۔“

پیدائش و عمر:

حضرت اسلم فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا:

”میں فجار کی سب سے بڑی اور آخری جنگ سے چار سال پہلے پیدا ہوا تھا۔“

عمر میں اختلاف:

بزرگانِ سلف کا آپ کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ پچیس سال کے تھے۔ حضرت ابن عمر کا دوسرے سلسلہ روایت میں بھی یہی قول ہے حضرت ابن شہاب زہری بھی یہی فرماتے ہیں کہ جب آپ نے وفات پائی تو آپ کی عمر پچیس سال کی تھی۔

عمر وقتادہ کا قول:

عمر کا قول ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کی عمر تیرہ سال کی تھی۔ حضرت قتادہ کا قول ہے کہ آپ کی عمر اسی سال کی تھی۔ حضرت اسلم کا قول ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر شریف ساٹھ سال کی تھی۔

معتبر روایت:

محمد ابن عمر کہتے ہیں یہ روایت ہمارے نزدیک سب سے زیادہ معتبر ہے۔ دعا کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو اس وقت ان کی عمر ستادین سال کی تھی۔

اہل و عیال:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عہدِ جاہلیت میں نینب بنت مظہون حمیرہ سے نکاح کیا تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عبداللہ بن

مرحوم حضرت عبدالرحمنؓ اکبرؓ اور حضرت حفصہؓ کی بیویاں ہوئیں۔

ملکہ بنت جرجول:

علی بن محمدؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ملکہ بنت جرجولؓ خزامی سے بھی عہد جاہلیت میں نکاح کیا تھا اور ان کے بطن سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ پیدا ہوئے۔ آپ نے انھیں زمانہ صلح میں چھوڑا تھا تو آپ کے بعد ابوبکر بن صدیقؓ نے ان سے نکاح کیا۔

زید اصغرؓ کی والدہ:

محمد بن عمرؓ کی روایت ہے کہ زید اصغرؓ اور عبداللہؓ جو بنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کی بیوی کی طرف سے مقتول ہوئے تھے۔ ان کی والدہ ام کلثومؓ بنت جرجولؓ خزامی تھیں۔ اسلام لانے کی وجہ سے حضرت کو انھیں چھوڑنا پڑا۔

قریبہ بنت ابی امیہ:

علی بن محمدؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے عہد جاہلیت میں قریبہ بنت ابی امیہؓ مخزومی سے بھی نکاح کر لیا تھا۔ آپ نے انھیں بھی زمانہ صلح میں چھوڑا تھا۔ آپ کے بعد حضرت عبدالرحمنؓ بن ابی بکر صدیقؓ نے ان سے نکاح کر لیا تھا۔

ام حکیم:

روایت ہے کہ آپ نے اسلامی عہد میں ام حکیمؓ بنت حارثؓ مخزومی سے نکاح کیا تھا۔ ان کے بطن سے فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد آپ نے انھیں طلاق دے دی۔ مدائنی کا قول ہے کہ آپ نے انھیں طلاق نہیں دی۔

جلیلہ بنت ثابت:

آپ نے عامر بن ثابتؓ انصاریؓ کی بیٹی جلیلہؓ سے بھی نکاح کیا تھا۔ یہ نکاح بھی اسلامی عہد میں ہوا تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عامرؓ پیدا ہوئے۔ پھر آپ نے انھیں طلاق دے دی۔

حضرت ام کلثومؓ رضی اللہ عنہا:

آپ نے حضرت ام کلثومؓ بنت علی بن ابی طالبؓ سے بھی نکاح کیا تھا۔ ان کی والدہ حضرت فاطمہؓ رضی اللہ عنہا بنت رسولؐ کلثیمہ تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے ان کے لیے چالیس ہزار کامر مقرر کیا۔ ان کے بطن سے زیدؓ اور رقیہؓ پیدا ہوئے۔

لہیہ:

آپ نے ایک یمنی خاتون لہیہؓ سے بھی نکاح کیا تھا۔ جن کے بطن سے عبدالرحمنؓ پیدا ہوئے۔

ام ولد:

مدائنی کا قول ہے کہ ان کے بطن سے عبدالرحمنؓ اصغرؓ پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ام ولد تھیں۔ واقدی کہتے ہیں: لہیہ کے بطن سے عبدالرحمنؓ اوسطؓ پیدا ہوئے تھے۔ عبدالرحمنؓ اصغرؓ کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔

فکیہہ:

آپ کی ایک لڑکی فکیہہؓ تھیں وہ بھی ام ولد تھیں۔ ان کے بطن سے زینبؓ پیدا ہوئیں۔ واقدی کا قول ہے کہ زینبؓ حضرت

مرحومہ کی اولاد میں سب سے چھوٹی تھیں۔

عائشہ بنت زید رضی اللہ عنہا:

آپ نے حضرت عائشہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے بھی نکاح کیا۔ آپ سے پہلے وہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ جب آپ فوت ہو گئے تو حضرت زبیر بن القوام رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔

ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے پیغام:

ہدائی کی روایت ہے کہ آپ نے حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی جب کہ وہ کمسن تھیں نکاح کا پیغام بھیجا۔ یہ پیغام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا گیا تھا۔ انھوں نے ام کلثوم کو اس کا اختیار دیا تو حضرت ام کلثوم نے کہا: "میں ان کے ساتھ نکاح نہیں کروں گی۔" اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ان کا انکار:

"کیا تم امیر المومنین کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کرتی ہو؟"

وہ بولیں:

"ہاں! وہ بہت سخت زائدائہ زندگی بسر کرتے ہیں اور خواتین کے ساتھ سخت مزاج ہیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور انھیں یہ حال بتایا۔ وہ بولے: "میں آپ کے لیے کافی ہوں۔" چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی آمد:

"مجھے ایک اطلاع ملی ہے جس سے میں آپ کو بچانا چاہتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "وہ کیا ہے؟" وہ بولے: "کیا آپ نے ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے رشتہ نکاح دیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "کیا تم مجھے ان سے الگ رکھنا چاہتے ہو؟ یا تم میرے بجائے ان کے خواست گار ہو؟"

صحیح مشورہ:

وہ بولے:

"ان میں سے کسی کا طالب نہیں ہوں مگر (یہ بتانا چاہتا ہوں) کہ وہ (ام کلثوم) بہت کم سن ہیں۔ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ نہایت آرام اور خوشحالی میں زندگی بسر کی ہے نیز آپ کا مزاج اس قدر سخت ہے کہ ہم لوگ بھی آپ سے ڈرتے ہیں اور آپ کی کسی عادت کو تجدید نہیں کر سکتے ہیں تو ان کا کیا حال ہوگا۔ جب وہ کسی بات میں آپ کی مخالفت کریں گی اس وقت آپ ان پر غالب رہیں گے اور آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ساتھ انصاف نہیں کر سکیں گے۔"

بہتر رشتہ کی اطلاع:

آپ نے فرمایا: "میں (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) سے گفتگو کر چکا ہوں انھیں کیا جواب دوں؟" وہ بولے: "میں ان

سے خود گفتگو کر لوں گا۔ میں ان سے بہتر رشتہ آپ کو بتاتا ہوں۔ وہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب بڑے ہیں۔ ان کی وجہ سے آپ کا رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے بھی تعلق قائم ہو جائے گا۔

ام ابان کا انکار:

مدائنی کی روایت ہے کہ آپ نے ام ابان بنت حنیہ بن ربیعہ کی طرف بھی پیغام نکاح بھیجا۔ مگر انہوں نے آپ کو پسند نہیں کیا وہ کہنے لگیں:

”وہ اپنے دروازے کو بند رکھتے ہیں۔ مال خرچ نہیں کرتے ہیں۔ نیز آتے جاتے ہر وقت ان کا منہ بٹارتا ہے۔“

عبداللہ بن علیہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چیتا لیس مردوں اور کس خواتین کے بعد مسلمان ہوئے۔

سیرت و خصائل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

”اہل عرب ایک فرمانبردار اونٹ کی مانند ہیں جو اپنے قائد کی پیروی کرتا ہے۔ اس لیے انکے قائد کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ وہ انہیں کہاں لے جا رہا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں کعبہ کے پروردگار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں انہیں (صحیح) راستے پر لے جاؤں گا۔“

حسن کی روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عوام کی اہمیت:

”اگر میں ایسے مقام پر پہنچ جاؤں جہاں صرف میرے لیے گنجائش ہو اور دوسرے لوگ وہاں نہ سہا سکتے ہوں تو خدا کی قسم! وہ میرا صحیح مقام نہیں ہے تا آنکہ میں عام لوگوں کے برابر نہ آ جاؤں۔“

قوی اور امین:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام بیان کرتے ہیں: ”میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار تھا۔ تا آنکہ وہ صدقات کے ایک باڑے میں گئے۔ اس وقت سخت گرمی تھی اور بادِ سوم چل رہی تھی۔ وہ صدقات کے اونٹوں کا باڑہ تھا۔ وہاں ایک شخص تھکے باندھے ہوئے اور سر پر بھی ایک چادر باندھے ہوئے تھے۔ وہ اونٹوں کو نکال رہے تھے جو وہاں داخل ہوئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم کس کو دیکھ رہے ہو۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا (قرآن کریم کے معیار کے مطابق) قوی اور امین آپ ہی ہیں۔“

قوی کاموں میں اہتمام:

ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کرتے ہیں ”میں حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ صدقات (کے جانوروں) کے باڑے میں گیا۔ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سایہ میں بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دھوپ میں کھڑے ہوئے جب کہ سخت گرمی پڑ رہی تھی انہیں کچھ لکھوار ہے تھے۔ ان کے بدن پر دو سیاہ چادریں تھیں۔ ایک چادر کو تہہ کے طرح باندھے ہوئے تھے اور دوسری چادر سے سر کو لپیٹ رکھا تھا۔ آپ صدقات کے اونٹ گن رہے تھے اور ان کے رنگ اور دانٹ کے

بارے میں گھوڑا رہے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”حضرت شعیب رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے کتاب اللہ سے یہ کہا تھا: ”ابا جان! انھیں (حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ) کو اجرت پر ملازم رکھ لو۔ کیونکہ جس سے تم اجرت پر کام لو ان میں سے وہ بہتر ہے جو قوی اور امین (امانت دار) ہو“۔

پھر انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”ایسے قوی اور امین آپ ہیں“۔

اسلامی شہروں کا دورہ:

حسن روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اگر میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ میں ایک سال تک رعایا (کے علاقوں) کا دورہ کروں گا کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگوں کے بہت سے اہم کام مجھے بتائے نہیں جاتے ہیں کیونکہ ان کے حکام وہ ضروری باتیں مجھ تک نہیں پہنچاتے ہیں اور تمام لوگ مجھ تک پہنچ نہیں سکتے ہیں۔ اس لیے میں شام جاؤں گا اور وہاں دو مہینے قیام کروں گا۔ پھر میں جزیرہ کے علاقے جاؤں گا وہاں بھی دو مہینے رہوں گا۔ پھر میں مصر جاؤں گا۔ وہاں بھی دو مہینے قیام کروں گا۔ پھر بحرین کا سفر کروں گا اور وہاں بھی دو مہینے رہوں گا۔ پھر میں کوفہ آؤں گا۔ وہاں بھی میرا قیام دو مہینے کا ہوگا۔ سب سے آخر میں بصرہ جاؤں گا اور وہاں بھی دو مہینے رہوں گا۔ خدا کی قسم یہ سال نہایت عمدہ سال ہوگا“۔

ملاقات کی عام اجازت:

کعب الاحبار کہتے ہیں: ”میں ایک شخص کا جس کا نام مالک تھا مہمان ہوا۔ وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا پڑوسی تھا۔ میں نے اس کو پوچھا: ”امیر المومنین سے ملاقات کرنے کا طریقہ کیا ہے؟“ وہ بولا:

”(ان سے ملنے میں) نہ کسی دروازے اور نہ پردے کی رکاوٹ ہے۔ وہ نماز پڑھتا ہے جس پھر وہ بیٹھ جاتے ہیں تو جو چاہے ان سے گفتگو کر سکتا ہے“۔

قوی مال کی حفاظت:

حضرت اسلم بیان کرتے ہیں: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بھیجا کہ میں صدقات کے اونٹوں کو محفوظ چراگا ہوں کی طرف لے جاؤں۔ لہذا میں نے اپنا سامان ان میں سے ایک عمدہ اونٹنی پر رکھا۔ جب میں نے اسے واپس لانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ”تم اسے میرے پاس لاؤ“ اس لیے میں اسے آپ کے پاس لے گیا۔ آپ نے دیکھا کہ میرا سامان ایک عمدہ اونٹنی پر ہے تو آپ نے فرمایا: ”تم نے کیوں ایسی عمدہ اونٹنی کا انتخاب کیا جو مسلمانوں کے کسی گھروالوں کے کام آ سکتی تھی۔ تم نے کیوں کسی نوعمر اونٹ یا بوڑھی اونٹنی کا انتخاب نہیں کیا“۔

غیر مسلم سے احتیاط:

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ شہر انبار میں وہاں کا ایک باشندہ ایسا ہے جسے دفتر کے حساب کتاب میں بہت مہارت

حاصل ہے آپ اسے کاتب مقرر کر لیں“ آپ نے فرمایا: ”اس صورت میں مجھے مسلمانوں کو چھوڑ کر (ایک غیر مسلم کو) اپنا بھینسی اور راز داں بنانا ہوگا۔“

ذمہ داری کا شدید احساس:

ایک دفعہ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو بے حق رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اگر دریا سے فرات پر کنارے پر کوئی اونٹ ناحق ہلاک ہوگا تو مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آل خطاب سے اس کے بارے میں باز پرس کرے گا۔“ آل خطاب سے مراد صرف آپ کی ذات ہے۔

انصاف کی ہدایت:

ابوہریرہؓ جو نبی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو تھپڑ مارا:

”لوگ (تمہارے پاس) اپنی ضروریات پیش کرتے رہیں گے۔ اس لیے جو کوئی تمہارے پاس حاجت روائی کے لیے آئے تو اس کی تم عزت کرو۔ ایک کمزور مسلمان کے لیے یہی عدل و انصاف کے لیے کافی ہے کہ فیصلہ کرنے اور تقسیم کرنے میں اس کے ساتھ انصاف کیا جائے۔“

عوام سے ہمدردی:

حضرت شعیبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: ”میرے اونٹ کی پشت پر زخم ہے اور دیگر مہتمات پر بھی زخم ہیں اس لیے آپ مجھے دوسرا اونٹ دیں“ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”تمہارے اونٹ جسے جسم میں کوئی زخم نہیں ہے۔“ یہ سن کر وہ اعرابی پیچھے موڑ کر بھاگ گیا اور وہ یہ شعر پڑھتا جا رہا تھا:

”ابو حفص عمرؓ نے قسم کھا کر کہا ہے۔ اس اونٹ کو کوئی زخم نہیں پہنچا ہے اور نہ کوئی بیماری ہے۔ اگر انھوں نے غلط بیانی کی ہو تو اللہ انہیں معاف کر۔“

یہ سن کر آپ نے فرمایا:

”اے اللہ! تو مجھے معاف کر۔“

پھر آپ نے اعرابی کو بلا کر اسے اونٹ پر سوار کر دیا۔

صلہ رحمی:

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک مرد آیا جو ان کا رشتہ دار تھا۔ اس نے کوئی چیز مانگی۔ آپ نے اسے دھمکایا اور بدکلامی کی وجہ سے نکال دیا۔ لوگوں نے کہا:

”اے امیر المومنین! فلاں آدمی نے آپ سے سوال کیا اور آپ نے اسے نکال دیا۔“

آپ نے فرمایا:

”اس نے مجھ سے اللہ کے مال میں سے مانگا تھا۔ تو اس وقت میں کیا غصہ کر دوں گا۔ اگر وہ بددیانت ثابت ہوا۔ وہ مجھ سے میرے مال میں سے کیوں نہیں مطالبہ کرتا ہے۔“

اس کے بعد آپ نے اسے (اپنے مال میں سے) دس ہزار (کی رقم بھیجی۔
ظلم کرنے کی ممانعت:

حضرت شعیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی علاقے پر کوئی حاکم مقرر کر کے بھیجتے تھے تو آپ ان کے بارے میں یہ فرماتے تھے: ”اے اللہ! میں نے انہیں اس لیے نہیں مقرر کیا ہے کہ وہ لوگوں کا مال چھینیں یا انہیں زد و کوب کریں۔ جو حاکم کسی پر ظلم کرے تو وہ میرے نزدیک حکومت کے لائق نہیں ہے۔“
منصفانہ تقسیم کی ہدایت:

معدان بن ابی طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور فرمایا:
 ”اے اللہ! میں تیرے سامنے حکام بلاد کے بارے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں نے انہیں صرف اس کام کے لیے مقرر کیا ہے کہ وہ لوگوں کو دین و مذہب کی تعلیم دیں اور سنت نبوی کی اشاعت کریں اور ان کے مال قیمت کو ان کے درمیان منصفانہ طور پر تقسیم کریں اور اگر کوئی وقت پیش آئے تو وہ مجھے مطلع کریں۔“
دینی تعلیم کی نصیحت:

ابو حصین روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حکام کو مقرر کرتے تھے تو ان کے ساتھ نکل کر انہیں رخصت کرتے تھے اور انہیں یہ نصیحت فرماتے تھے:

”میں نے تمہیں لوگوں پر اس لیے حاکم نہیں بنایا ہے کہ تم ان کی چیزیاں ادھیرو۔ بلکہ میں نے تمہیں ان پر اس لیے حاکم بنایا ہے کہ تم نمازیں قائم کرو اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو اور ان کے درمیان (مالی قیمت) عادلانہ تقسیم کرو۔ میں نے تمہیں ان کے جسوں کا مالک نہیں بنایا ہے۔ تم اہل عرب کو کوڑے نہ مارو ورنہ تم انہیں ذلیل بنا دو گے اور نہ ان کی بے جا تعریف کرو۔ تاکہ وہ فریب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور نہ تم ان سے غافل رہو ورنہ وہ محروم رہ جائیں گے۔ تم انہیں خالص قرآن کریم کی تعلیم دو اور محمد ﷺ سے کم روایت کرو۔ میں (ہر معاملے میں) تمہارے ساتھ شریک ہوں۔“

حکام سے مواخذہ:

رسول اللہ ﷺ اپنے حکام سے قصاص لیا کرتے تھے اور جب کوئی حاکم کی ان کے پاس شکایت لے کر جاتا تھا تو آپ اس حاکم اور شکایت کرنے والے کو اکٹھا کیا کرتے تھے اور اگر کوئی ایسی بات صحیح ثابت ہو جاتی تھی جو قاتل مواخذہ ہوتی تھی تو آپ اس سے مواخذہ فرماتے تھے۔

زد و کوب کی ممانعت:

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا: ”اے لوگو! خدا کی قسم میں تمہاری طرف حکام اس لیے نہیں بھیجتا ہوں کہ وہ تمہاری چیزیاں ادھیڑیں یا تمہارا مال چھینیں۔ بلکہ میں انہیں اس لیے بھیجتا ہوں کہ وہ تمہیں دین اور سنت نبوی کی تعلیم دیں اور جو کوئی ان باتوں کے علاوہ اور کوئی (برا) کام کرے تو اسے میرے پاس بھیج دو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں اس سے ضرور قصاص لوں گا۔“

س پر (حضرت) عمرو بن العاص جو تہ چند ہی سے کھڑے ہو کر کہنے لگے۔

حکام سے قصاص:

”اے امیر المومنین! انزولی مسلمانوں کا حکم اوب سکھانے کے لیے کسی کو مہار دے تو آپ اس سے بھی قصاص نہیں لیں گے۔“
آپ نے فرمایا: ”ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس وقت بھی اس سے قصاص لوں گا۔ میں جیسے اس سے قصاص نہ لوں جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ خود اپنی ذات کو قصاص کے لیے پیش فرماتے تھے۔“
حکام کو ہدایت:

”دیکھو تم مسلمانوں کو زور و کوب نہ کرو ورنہ تم انھیں ذلیل بنا دو گے اور نہ تم ان کی بے باق تہریف کرو ورنہ وہ فریب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور نہ تم ان کی حق تلفی کرو ورنہ وہ ناشکری کریں گے۔ انھیں دلدلی زمینوں میں نہ بساؤ اس طرح تم انھیں تباہ کرو گے۔“

رعایا کی خبر گیری:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بذات خود گشت کرتے تھے اور مسلمانوں کے گھروں پر جا کر ان کا حال معلوم کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے ان کی مدد کرتے تھے۔

داخل ہونے کے آداب:

بکر بن عبد اللہ مزینی کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکٹایا۔ ایک عورت آئی اور اس نے دروازہ کھول کر کہا ”آپ اس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک کہ میں اپنے گھکائے پر پہنچ کر نہ بیٹھ جاؤں“ چنانچہ آپ اندر نہیں گئے جب تک کہ وہ عورت اپنے گھکائے پر نہیں بیٹھی۔ پھر اس نے کہا ”آپ اندر آ جائیں“ اس وقت آپ اندر داخل ہوئے اور فرمایا ”کیا (کھانے کے لیے) کچھ ہے؟“ وہ عورت کھانا لائی جو آپ نے کھ لیا۔ اس وقت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”نماز مختصر کرو“ اس وقت انھوں نے سلام پھیرا۔ پھر وہ آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے:

”اے امیر المومنین! آپ اس وقت کیسے تشریف لائے ہیں؟“ آپ نے فرمایا:

چوروں سے حفاظت:

”کچھ حضرات بازار میں آ کر اترے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ چور (کوئی چیز نہ چرائیں) تم چور کو بمران کی حفاظت کریں۔“ اس پر وہ دونوں روانہ ہو گئے اور وہ دونوں بازار آئے اور زمین پر بیٹھ گئے اور باتیں کرتے رہے۔ انھیں ایک چراغ جلتا ہوا نظر آیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا میں نے سونے کے بعد چراغ جلائے سے منع نہیں کیا تھا؟“ چنانچہ وہ دونوں آئے بڑھتے تو کچھ لوگ شراب پی رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ”یہاں سے واپس چلو کیونکہ میں نے انھیں پہچان لیا ہے۔“
نور لگانے پر اعتراض:

جب صبح ہوئی تو آپ نے اس آدمی کو بلا بھیجا اور فرمایا ”کیا تم اور تمہارے ساتھی گذشتہ رات کو شراب پی رہے تھے؟“

یہ: ”آپؐ کو اس کا ہم ٹھیکے ہوا؟“ آپؐ نے فرمایا: ”میں نے خود مشاہدہ کیا ہے“ وہ بولا: ”کیا اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع نہیں کیا تھا کہ آپؐ کو نہ لکھیں سرین؟“ اس بات پر آپؐ نے اس کو سمجھوڑ دیا۔

چراغِ جلالہ کی مسابقت:

عمر بن مہدی مدنی کہتے ہیں کہ ”حضرت عمرؓ جو کونے چرائے جانے پر اس لیے منع فرمایا تھی کہ چراغ کی بجائی کو اس سے نہ ہو، اب اور کھڑکی چھت پر چھیک دیتا ہے جس سے چھت جل جاتی ہے۔ اس وقت گھروں کی چھت سمجھوڑنے والوں کی بجائی ہوئی ہوتی تھیں۔“

راتوں کا ٹکٹ:

اسلم جوڑ کہتے ہیں: ”میں حضرت عمرؓ بن الخطابؓ کے ساتھ ایک سنگاڑ زمین کی طرف گیا۔ جب ہم اونچے مقام کی طرف پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک جگہ آگ جل رہی تھی۔ آپؓ نے فرمایا: ”اے اسلم! میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسافر سوار ہیں جو رات اور سردی کی وجہ سے یہاں ٹھہر گئے ہیں۔ آؤ ہم وہاں جائیں۔“ چنانچہ ہم تیز قدم چل کر وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کے ساتھ کچھ بچے ہیں اور ایک باندی آگ پر چڑھی ہوئی ہے اور اس کے بچے جگ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ جوڑنے (انھیں دیکھ کر فرمایا) مسافر عورت کی خبر گیری:

”اے روٹی والو! السلام علیکم“ آپؓ نے اصحاب النارؓ کو پند نہیں کیا۔ وہ بولی ”وعلیک السلام“ آپؓ نے فرمایا ”کیہ ہم قریب آ سکتے ہیں؟“ اس پر وہ بولی ”اگر شرافت کے ساتھ آنا چاہتے ہو تو آ جاؤ“ اس پر قریب آ کر آپؓ نے دریافت کیا ”تمہارا کیا حال ہے؟“ وہ بولی ”رات اور سردی نے ہمیں یہاں روک لیا ہے“ آپؓ نے پوچھا: ”یہ بچے کیوں جگ رہے ہیں؟“ وہ بولی ”بھوک (سے پریشان ہیں)“ آپؓ نے فرمایا ”اس بھڈیا میں کیا چیز ہے؟“ وہ بولی ”پانی ہے جس کے ذریعے میں انھیں خاموش کر رہی ہوں۔ تاکہ وہ سو جائیں۔ بہر حال اللہ ہی ہمارے اور عمرؓ جوڑنے کے درمیان فیصلہ کرے گا۔“

حضرت عمرؓ جوڑنے کے خلاف شکایت:

آپؓ نے فرمایا ”اللہ تم پر رحم کرے۔ عمرؓ کو تمہاری حالت کیسے معلوم ہو سکتی ہے؟“ وہ بولی ”وہ ہم پر حکومت کرتا ہے اور ہم اسے حال سے غافل ہیں۔“

شکایت کا ازالہ:

اس پر آپؓ میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ”آؤ ہم چلیں“ لہذا ہم نہایت تیز رفتاری کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ ہم آٹے کے گودا میں آئے۔ آپؓ نے وہاں سے ایک پوری ٹکالی جس میں چربی کا ایک کپا بھی تھا۔ پھر آپؓ نے فرمایا ”قرآن سے میری پشت پر اورو“ میں (حضرت اسلمؓ جوڑنے) نے کہا: ”اے میں انھوں کا۔“

یو جھانچنا:

آپؓ نے فرمایا ”میں تم سے میری پیٹھ پر اورو“ آپؓ نے یہ الفاظ دو تین دفعہ دہرائے اور ہر موقع پر میں یہ کہتے تھے کہ ”میں اسے میں انھوں کا“ آخر کار آپؓ نے فرمایا ”کیا قیامت کے دن تم میرے گناہوں کا بوجھ بھی برداشت کرو گے؟“

آٹے کی پوری:

لہذا میں نے (دو پوری) آپ کی پشت پر لا دوی۔ اس کو لے کر آپ روانہ ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلا۔ آپ نہایت تیز رفتاری کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ ہم اس عورت کے گھر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے (دو پوری) اتاری اور اس میں سے کچھ اٹکا لیا۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا ”تم (یہ کام پکانے کا) مجھ پر چھوڑ دو۔ میں تمہارے لیے یہ کام کروں گا۔“

کھانا پکانا:

پھر آپ ہنڈیا کے نیچے (آگ جلانے کے لیے) پھونک مارنے لگے۔ آپ کی داڑھی بہت بڑی اور گھنی تھی اس لیے میں نے آپ کی ریش مبارک میں سے (آگ کا) دھواں نکالتا دیکھا۔

بچوں کو کھانا:

جب کھانا پک گیا اور شور بہ تیار ہو گیا تو آپ نے ہنڈیا کو (چڑھنے پرست) اتارا اور فرمایا: ”تم کوئی برتن لاؤ“ وہ عورت بڑا پیالہ لے آئی تو آپ نے اس میں کھانا نکالا اور فرمایا ”اے خاتون! تم ان بچوں کو کھانا کھلاؤ“ آپ وہاں بیٹھے رہے یہاں تک کہ ان بچوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ جو کھانا بچ گیا وہ آپ اس کے پاس چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ اس وقت اس عورت نے کہا:

عورت کی تعریف:

”اللہ آپ کا بھلا کرے۔ آپ امیر المومنین سے زیادہ اس کام (خلافت) کے حقدار ہیں۔“ آپ نے فرمایا ”تم اچھی بات کہنا جب تم امیر المومنین کے پاس آؤ گی تو مجھے ان شاء اللہ وہاں پاؤ گی“ پھر آپ اس عورت سے الگ ہو کر ایک گوشے میں چلے گئے۔

بچوں کا سوجانا:

وہاں آپ بالکل خاموش ہو گئے۔ میں آپ سے بات کر رہا تھا۔ مگر آپ مجھے کوئی جواب نہیں دے رہے تھے۔ تا آنکہ میں نے بچوں کو دیکھا کہ وہ آپس میں کشتی لڑ رہے ہیں اور رنس رہے ہیں۔ جب وہ سو گئے اور خاموشی اور سکون چھا گیا تو آپ کھڑے ہو گئے اور خدا کا شکر ادا کر کے فرمانے لگے:

کمل اطمینان:

”اے اسلام! بھوک نے انہیں بیدار کر رکھا تھا اور اسی وجہ سے وہ رورہے تھے اسی لیے میں نے یہ بات پسند کی کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہ لوٹوں جب تک کہ میں ان کی وہ حالت نہ دیکھ لوں جو میں نے ابھی مشاہدہ کی ہے۔“

نصیحت کا آغاز:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسلمانوں کو کسی چیز کے کرنے کا حکم دیا کرتے تھے یا کسی مصلحت کی وجہ سے انہیں کسی کام سے روکتے تھے تو نصیحت کا آغاز اپنے اہل و عیال سے کرتے تھے اور حکم کی خلاف ورزی پر انہیں دھمکاتے تھے۔ جیسا کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کیا ہے:

رشتہ داروں کو تنبیہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب منبر پر چڑھتے تھے اور لوگوں کو کسی بات سے منع کرتے تھے تو اس وقت اپنے اہل و عیال کو جمع کر کے فرماتے تھے:

”میں نے لوگوں کو ان باتوں سے منع کیا ہے اور سب لوگ ہماری طرف نظریں اٹھا اٹھا کر اس طرح دیکھ رہے ہیں جس طرح پرندہ گوشت کی طرف اپنی نظریں بناتا ہے۔ میں خدا کی قسم! کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں نے تم میں سے کسی کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا تو میں اس کو دو گنی سزا دوں گا۔“

مشتبہ اشخاص پر سختی:

آپ مشتبہ اشخاص پر بہت سخت تھے اور اللہ کا حق حاصل کرنے میں بہت شدت پسند تھے تا آنکہ اللہ کا حق حاصل کر کے رہیں۔ آپ کمزوروں پر مہربان اور شفیق تھے۔

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”چند مسلمان حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے:

سختی کی شکایت:

تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے (ہمارے بارے میں) گفتگو کرو۔ کیونکہ ہم ان سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ ہم ان کی طرف نظریں نہیں اٹھا سکتے“ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ جاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا تو فرمانے لگے:

نرم و سخت:

”کیا انھوں نے ایسی بات کہی ہے۔ خدا کی قسم! میں ان کے ساتھ اس قدر نرم ہوں کہ مجھے اس بارے میں اللہ کا خوف لاحق ہوتا ہے اور ان کے ساتھ اس قدر سخت بھی ہوں کہ اس صورت میں بھی مجھے خوف خدا لاحق رہتا ہے۔ خدا کی قسم! وہ جس قدر مجھے سے ڈرتے ہیں اس سے زیادہ میں ان سے ڈرتا ہوں۔“

حاکم کی شکایت:

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر پر ایک شخص کو حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی کسی سڑک پر سے گزر رہے تھے کہ اچانک انھوں نے کسی آدمی کو یہ کہتے سنا: ”اے عمر! خدا سے (ڈرو) تم اس کو حاکم مقرر کرتے ہو۔ جو خیانت کرتا ہے اور پھر تم یہ سمجھتے ہو کہ ”مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے“ حالانکہ تمہارا حاکم ایسے کام کر رہا ہے۔“

شکایت دور کرنا:

آپ نے اس کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے اسے عصا اودھنی چڑھوا کر بکریاں دیں اور فرمایا ”تم بکریاں چرایا کرو کیونکہ تمہارا باپ بھی چرواہا تھا“ اس کا نام بھی عیاض بن غنیمہ تھا۔ پھر آپ نے اسے بلوا کر اس کے سامنے مذکورہ بالا گفتگو کا تذکرہ کیا۔ (اس نے معذرت کی) پھر آپ نے اس کو اس کی عمل داری کی طرف لوٹا دیا اور یہ نصیحت کی کہ وہ باریک لباس نہ پہنے اور عمدہ سواری پر سواری نہ کرے۔“

حکام سے معاہدہ:

ابن خزیمہ بن ثابت انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب کسی کو حاکم مقرر کرتے تھے تو اس سے ایک معاہدہ کھواتے تھے جس کے لیے مہاجرین اور انصاریں ایک جماعت گواہ ہوتی تھی۔ نیز اس سے یہ شرط لی جاتی تھی کہ وہ عہدہ سواری پر سوار نہیں ہوگا اور نہ میدہ کی روٹی کھائے گا اور نہ باریک لباس پہنے گا اور عوام کی ضروریات کو روکنے کے لیے دروازہ بند نہیں کرے گا۔

تخلدستی:

سلام بن مسکین کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کو جب مالی ضرورت ہوتی تھی تو وہ بیت المال کے غزاچی کے پاس جا کر اس سے کچھ قرض مانگتے تھے۔ بعض اوقات آپ بہت زیادہ تخلدست ہو جاتے تھے تو بیت المال کا افسر آپ کے پاس آ کر سخت تنبیہ کرتا تھا تو آپ اس کے لیے کوئی نہ کوئی تدبیر نکال لیتے تھے۔ بعض اوقات آپ کی تنخواہ آ جاتی تھی تو آپ اپنی تنخواہ میں سے دوا کرتے تھے۔

عوام سے اجازت لینا:

ایک دفعہ حضرت عمرؓ بیمار پڑ گئے (اس بیماری کو دہر کرنے کے لیے) شہد کی تعریف کی گئی تو منبر پر کھڑے ہو کر مسلمانوں سے کہنے لگے: "بیت المال میں شہد کا پیالہ ہے۔ اگر تم مجھے اجازت دو کہ میں اس میں سے کچھ شہد لوں تو میں کچھ مقدار حاصل کروں گا ورنہ یہ مجھ پر حرام ہے۔"

امیر المومنین کی وجہ تسمیہ:

جب حضرت عمرؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو مسلمان آپ کو اس طرح پکارتے تھے۔ "اے خلیفہ! رسول اللہ کے خلیفہ۔" آپ نے فرمایا: "اس طرح خطاب بہت طویل ہو جائے گا۔ تم مومنین ہو اور میں تمہارا امیر ہوں" اس طرح آپ کا لقب امیر المومنین ہو گیا۔



اولین کارنامے

ہجری سن کا اجراء:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے تاریخی سن (ہجری) کو جاری کرایا اور ابن سعد کی روایت کے مطابق اس کو تحریری شکل میں ۱۶ھ کے ماہ ربیع الاول سے رائج کرایا۔ اس کو تحریری شکل میں جاری کرنے کے اسباب کا پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

تراویح باجماعت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے غلطو میں تاریخ لکھنے کا طریقہ رائج کیا اور منی کی مہر میں بنوائیں اور سب سے پہلے ۱۰ رمضان المبارک میں تراویح کی نماز باجماعت مقرر فرمائی اور ۱۳ھ میں اس کے بارے میں تمام شہروں میں تحریری احکام جاری فرمائے لوگوں کے لیے دو قاری (حافظ) مقرر فرمائے۔ ایک مردوں کو تراویح کی نماز پڑھاتا تھا اور دوسرا عورتوں کو (تراویح کی) نماز پڑھاتا تھا۔

درہ کا استعمال:

آپ ہی نے سب سے پہلے درہ (کوڑے) کا استعمال جاری کیا اور اس کے ذریعے لوگوں کو سزا دیں۔

دفاتر کا قیام:

آپ نے سب سے پہلے اسلام دور میں رجسٹر اور دفاتر قائم کیے اور لوگوں کے نام اور ان کے قبائل کے لحاظ سے (رجسٹروں میں) لکھے اور ان کے وظائف مقرر کیے۔

دفاتر کے بارے میں مشورہ:

جبر بن حویث بن تمیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رجسٹروں کے تیار کرنے اور دفاتر قائم کرنے کے بارے میں مسلمانوں سے مشورہ کیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”آپ کے پاس ہر سال جو مال دولت اکٹھا ہوا ہے آپ تقسیم کر دیا کریں اور کوئی چیز باقی نہ رکھیں۔“

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میری رائے یہ ہے کہ بہت مال اکٹھا ہو جائے گا جو سب مسلمانوں کے لیے کافی ہو گا۔ اگر اس کا حساب نہیں رکھا جائے گا تو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ کس مال ملا اور کسے نہیں ملا۔ اس طرح مجھے بد انتظامی کا اندیشہ ہے۔“

ولید بن ہشام کا مشاہدہ:

ولید بن ہشام بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”اے امیر المومنین! میں شام گیا ہوں۔ وہاں میں نے دیکھا کہ وہاں کے بادشاہوں نے دفتر قائم کیے ہیں اور فوجوں کا

بھی باقاعدہ انتظام ہے۔“

نام رکھنے کی ترغیب:

آپ نے ان کے قول کو پسند کرتے ہوئے دفتر قائم کیا اور فوجی نظام بھی قائم کیا۔ اس مقصد کے لیے آپ نے حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عذہ بن نوفل رضی اللہ عنہ اور جبیر بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلوایا جو قریش کے ماہرین انساب تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا ”تم لوگوں کے نام ان کے گھروں کے مطابق لکھو۔ چنانچہ انھوں نے بنو ہاشم کے افراد کے نام لکھنے سے اس کام کا آغاز کیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلے کے نام لکھے۔ پھر خلیفہ بنو کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلے کے قبیلے کے افراد کے نام لکھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ملاحظہ فرمایا تو آپ نے فرمایا:

اعزۃ نبوی سے ابتداء:

”میں ایسا ہی چاہتا ہوں مگر تم رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے اس کا آغاز کرو۔ پہلے قریب ترین عزیزوں کے نام لکھو پھر درجہ بدرجہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کا نام لکھتے جاؤ۔ عمر کا نام اسی مقام پر لکھو جو اللہ نے اس کا مقام پہلے سے مقرر کر رکھا ہے۔“

بے جارحایت سے پرہیز:

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے دو تحریریں پیش کی گئیں جن میں قبیلہ بنو تیم کو بنو ہاشم کے بعد رکھا گیا تھا اور بنو عدی کو تیم سے بعد رکھا گیا تھا جب آپ کو وہ نام سنائے گئے تو آپ نے فرمایا ”تم عمر کو اس کے صحیح مقام پر رکھو اور رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کے درجہ بدرجہ لکھتے رہو۔“

یہ بات سن کر بنو عدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

اقربا پروری کی مخالفت:

”آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جانشین ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تھے اس لیے آپ اپنے آپ کو دہیں رکھیں جہاں پر ان لوگوں نے آپ کا نام لکھا ہے“ آپ نے فرمایا ”خاموش ہو جاؤ کیا تم میرے پس پشت فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو اور اپنے مفاد کے لیے میری تمام نیکیاں تباہ کرنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم! ایسا نہیں ہوگا۔ تمہارا نام اپنے درجہ کے مطابق آئے گا خواہ جو رشتہ تم ہو جائے اور تمہارا نام سب سے بعد میں آئے۔ میرے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے ایک راہ متعین کر دی ہے اگر میں ان دونوں کی مخالفت کروں گا تو میری بات نہیں مانی جائے گی۔“

اسلام کے ذریعہ فضیلت:

خدا کی قسم! ہمیں دنیا میں کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی اور آخرت میں اگر ہمیں اپنے نیک اعمال کا ثواب ملا تو یہ سب کچھ

حضرت محمد ﷺ کے طفیل اور ان کی بدولت ہوگا۔ انہیں کے ذریعہ ہمیں عزت و شرافت حاصل ہوئی ہے۔ ان کی قوم عرب میں افضل ہے اس کے بعد آپ کے قریبی رشتہ داروں کا مرتبہ ہے عرب کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ عزت و شرافت حاصل ہوئی ہے۔

اعمال کی نسبت برتری:

اگر اہل ہجرت نیک اعمال کریں گے اور ہم کوئی نیک عمل نہ پیش کر سکیں تو وہ ہم سے زیادہ محمد ﷺ کے قریب قیامت کے دن ہوں گے۔ کسی شخص کو اللہ کے نیک کام کرنے کے لیے قربت اور رشتہ داری کا لحاظ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جس کے اعمال کوتاہ ہوں گے اس کا نسب اس کے کام نہیں آئے گا۔

تقسیم عطیات:

ہشام بنی بیان کرتے ہیں۔ ”میں نے یہ دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبیلہ خزاعہ کے (وطائف) کا رجز لے ہوئے جا رہے تھے۔ جب وہ ان کے مقام پر پہنچے تو آپ نے ایک ایک کر کے ہر کنواری اور شادی شدہ عورت کے وٹائف ان کے ہاتھوں میں دیے۔ پھر وہاں سے واپس آ کر خسان گئے۔ وہاں بھی آپ نے خود (وطائف) تقسیم کیے آپ کا یہ طریقہ آپ کی وفات تک جاری رہا۔

مالی مساوات:

سائب ابن یزید کہتے ہیں۔ ”میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو یہ فرماتے سنا۔ ”اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (آپ نے قسم کے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے) ہر ایک کا اس بیت المال میں حق ہے اور اس معاملے میں کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں ہے۔ بلکہ میں بھی عوام کا ایک معمولی فرد ہوں۔ البتہ ہمیں کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی تقسیم کے مطابق چلنا ہوگا۔ نیز ہر ایک کے اسلامی کارناموں اس کی دولت مندی اور ضرورت اور قدیم اسلام لانے کے تعلقات کا لحاظ کرنا ہوگا۔ خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو عفوہ کے ایک چرواہے کو اس کا حصہ دینا بیٹھے بیٹھے ملے گا۔“

جہاد کے گھوڑے:

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں۔ ”میں نے حضرت عمر بن الخطاب کے پاس گھوڑے دیکھے جن کی رانوں پر داغ لگے ہوئے تھے اور وہ جہاد کے لیے وقف تھے۔“

بادشاہ اور خلیفہ کا فرق:

حضرت سلمان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ایک دن) ان سے کہا۔ ”میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ ہوں۔“ حضرت سلمان نے ان سے کہا۔ ”اگر آپ مسلمانوں کی سرزمین سے کم و بیش مال وصول کر کے ان کا ناجائز استعمال کرتے ہیں تو آپ بادشاہ ہیں مگر خلیفہ نہیں ہیں۔“ اس بات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبرت حاصل کی۔

رعایا کے لیے بار برداری:

نافع مونی زہیر روایت کرتے ہیں۔ ”میں نے (حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا۔ اللہ ابن حنتہ (فاروق اعظم کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک حنتہ تھا) پر رحم کرے۔ میں نے رماہ کے سال (فجاسالی) میں انہیں اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنی کمرے

دو ہجریوں کا دستہ ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں روغن زیتون کا پیالہ تھا۔ وہ اور اسلم (ان کے غلام) ہارنی پاری نہیں۔ وکر۔ چاہے تھے۔“

غریبوں کی امداد:

جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ”اے ابو ہریرہ! کہاں سے آرہے ہو؟“ میں نے کہا: ”قریب سے (آ رہے ہوں) میں آپ کے پیچھے چتا رہا اور ہم باری باری سامان اٹھاتے رہے یہاں تک کہ ہم ایک اونچی ہستی میں پہنچ گئے جہاں فیلیہ عہد رب کے تیس گھر تھے (وہ آپ کے پاس آئے) حضرت عمرؓ نے پوچھا: ”تم کیسے آئے؟“ وہ بولے: ”بھوک (میں یہاں راتی ہے)“ پھر انہوں نے ہمیں مردار کی بھٹی ہوئی کھال نکال کر دکھائی جسے وہ کھا رہے تھے۔ وہ بوسیدہ ہڈیوں کو پس کر انہیں پانی میں ڈال کر پل رہے تھے۔

قسط سالی کا اسناد:

میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی چادر اتاری اور آپ نے اپنے جہد کو مضبوطی کے ساتھ باندھ لیا۔ پھر آپ نے ان کے لیے کھانا پکوا لیا اور پیٹ بھر کر کھلایا۔ پھر آپ نے (حضرت) اسلمؓ کو مدینہ کی طرف بھیجا۔ وہ بہت سے اونٹ لے کر آئے جن پر آپ نے ان (بھوکے) لوگوں کو سوار کرایا اور انہیں جہانہ میں بٹھرایا۔ پھر انہیں پسینے کے لیے پٹے بھی دیے۔ آپ ان لوگوں اور دوسرے اس قسم کے (بھوکے) لوگوں کے پاس آمدورفت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے قسط سالی دور کر دی۔“

قرب عوام کی حمایت:

راشد ابن سعدؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس مال لایا گیا۔ آپ اسے عام لوگوں میں تقسیم کرنے لگے۔ انہوں نے آپ کے چاروں طرف بھیڑ لگا دی۔ اتنے میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بٹاتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے تو حضرت عمرؓ نے ان کے لیے درہ (کوڑا) اٹھایا اور فرمایا: ”تم آگے ہو“ کیا تم اس سرزمین کے خدائی سلطان سے نہیں ڈرتے ہو؟ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ”اللہ کا سلطان تم سے نہیں ڈرتا ہے۔“

چستی اور تیز روی:

شفا بن عبد اللہ بیان کرتی ہیں: ”میں نے کچھ نوجوانوں کو دیکھا کہ وہ درمیانی چال چل رہے تھے اور آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیوں ہیں؟“ لوگوں نے کہا: ”یہ عبادت گزار ہیں“ میں نے کہا: ”خدا کی قسم! (حضرت) عمرؓ جب گفتگو کرتے تھے تو ان کی آواز لوگوں کے کانوں تک پہنچ جاتی تھی اور جب چلتے تھے تو تیز چلتے تھے اور جب کسی کو مارتے تھے تو سخت مارتے تھے۔ اس کے باوجود صبح معنوں میں عبادت گزار تھے۔“

دنیا سے بے نیازی:

عبد اللہ ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضرت نے ایک شخص کی کسی چیز کے کھانے میں مدد کی تو اس شخص نے آپ کو دعا دیتے ہوئے کہا: ”اے امیر المؤمنین! ب کے فرزند آپ کو قاتلہ و پھانسیاں“ آپ نے فرمایا: ”اللہ نے اسے اس چیز سے مجھے بے نیاز کر دیا ہے۔“

نہریں اصول:

عمر بن خطابؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”قوت ملل یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑا جائے۔ امانت (دیانت داری) یہ ہے انسان کا باطن اس کی ٹھہری حالت کے خلاف نہ ہو۔ تم اللہ بزرگ و برتر سے ڈرتے رہو کیونکہ تقویٰ کا وصف خوف خدا سے حاصل ہوتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا رہے گا اللہ اس کو محفوظ رکھے گا۔“

فوری انصاف:

حضرت قحطی کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے بازاروں میں گشت کرتے تھے اور قرآن کریم پڑھتے رہتے تھے اور جہاں کوئی جھگڑا ہوتا تھا اس جگہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔

نا انصافی کی سزا:

موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے کہ ایک جماعت حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور کہنے لگی:

”اہل و عیال کی کثرت اور خرچ زیادہ ہے اس لیے آپ ہمارے وظائف میں اضافہ کیجیے۔“

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”تم نے ایسا کام کیا ہے کہ تمام نکالیف کو جمع کر لیا ہے اور اب اللہ کے مال کے ذریعے کام چلانا چاہتے ہو۔ بخدا میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اور تم سمندر کی کھنور میں دو کشتیوں پر سوار ہو جائیں جو متحدہ حار میں سے ہو کہ مشرق و مغرب کی طرف جائے۔ اس وقت وہ لوگ اپنی جماعت میں سے کسی کو حاکم بنائیں گے اگر وہ راہ راست پر چلتا رہا تو وہ اس کی پیروی کریں گے اور اس سے نا انصافی کی تو اسے قتل کر دیں گے۔“

نا جائز مال کی مذمت:

حضرت صلحہ جوؓ نے فرمایا: ”کیا مضائقہ تھا اگر آپ یہ فرماتے: ”اگر اس نے کجروی کی تو اسے معزول کر دیں گے۔“ آپ

نے فرمایا:

”میں قتل کی سزا آنے والے لوگوں کے لیے زیادہ عبرت ناک ہے۔ تم قریش کے شریف انسان کے اس نوجوان فرزند سے ذرہ جو خوشی کی حالت میں سوتا ہو اور غیظ و غضب کے موقع پر کبھی ہنستا ہو اور پھر کبھی وہ اوپر اور نیچے سے حاصل کرتا رہے۔“

جماعت بندی کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ (حضرت عمرؓ نے قریش کے لوگوں سے فرمایا:

”مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تم نے (مخصوص) مجلسیں قائم کر رکھی ہیں۔ یہاں تک کہ جب دو اشخاص بھی کہیں بیٹھیں ہیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں کے ساتھیوں میں سے ہیں اور وہ فلاں کا ہم نشین ہے یہاں تک کہ ہر طرف مہانس و مداخل کی کثرت ہو گئی ہے۔ خدا کی قسم! یہ چیز تمہارے دین و مذہب میں تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ نیز تمہاری عزت و

شرافت اور خود تمہاری ذات میں بھی دخل ہو رہی ہے۔ مجھے وہ زمانہ نظر آ رہا ہے کہ تمہارے بعد جو آئیں گے وہ یہ کہیں گے: ”یہ فلاں کی رائے ہے“ یہ لوگ اسلام کو کئی حصوں میں بانٹ دیں گے۔ تم اپنی مجالس کو وسیع کرو اور مل کر بیٹھا کرو۔ اس طرح تمہارا اتحاد و اتفاق ہمیشہ قائم رہے گا اور دوسرے لوگوں میں تمہارا عیب زیادہ قائم رہے گا۔“

گروہ بندی سے بیزاری:

”اے اللہ! یہ لوگ مجھ سے اکتا گئے ہیں اور میں بھی ان سے بیزار ہو گیا ہوں۔ میرے احساسات جدا گانہ ہیں اور ان کے احساسات الگ ہیں۔ مجھے نہیں معلوم ہے کہ ہماری کیا حالت ہوگی۔ مجھے اسی قدر معلوم ہے کہ ان کا صرف اپنے قبیلہ میں سے تعلق ہے۔ اس لیے (اے خدا) مجھے اپنی طرف اٹھالے۔“

عوامی مفادات کو ترجیح:

عبداللہ بن ابی رہبہ نے مدینہ منورہ میں گھوڑے پال رکھے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں اس بات سے منع فرمایا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ اسے اس بات کی اجازت دے دیں۔ آپ نے فرمایا: ”میں صرف اسی صورت میں اجازت دے سکتا ہوں کہ اس کے لیے چارہ مدینہ کے علاوہ دوسرے مقام سے لایا جائے۔“ چنانچہ انہوں نے گھوڑے اس طرح سے رکھے کہ ان کے لیے ان کی یمن کی زمین سے چارہ لایا جاتا تھا۔

سادہ لوحی کا خطرہ:

مجاہد بیان کرتے ہیں ”حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی محفل میں ایک شخص کا ذکر آیا تو کہنے لگے: ”اے امیر المؤمنین! وہ شخص نہایت قابل اور فاضل انسان ہے برائی سے تو بالکل نا آشنا ہے“ آپ نے فرمایا ”(اسی لاعلمی کی وجہ سے) اس کا برائی میں پھنسنے کا زیادہ احتمال ہے۔“



باب ۱۳

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خطبات

پہلا خطبہ:

حضرت عمرو بن زبیر فرماتے ہیں: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد آپ نے اللہ بزرگ و برتر کا ذکر کیا۔ نیز روز آخرت کا تذکرہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

”اے لوگو! میں تمہارا خلیفہ مقرر ہوا ہوں۔ اگر یہ توقع نہ ہوتی کہ میں تمہارے لیے بہترین اور سب سے زیادہ طاقتور ثابت ہوں گا اور میں تمہارے اہم کاموں کو انجام دینے کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہوں تو میں اس ذمہ داری کو قبول نہ کرتا۔“

تائید الہی پر اعتماد:

عمر (میرے لیے) کے لیے یہ تشویش ناک مہم کافی ہے کہ وہ اس بات کا انتظار کرے کہ وہ تمہارے حقوق کی کیسی حفاظت کرتا ہے اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ اہم کام میں صرف اپنے پروردگار ہی سے مدد و طلب کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ عمر کو اپنی قوت و تدبیر پر کوئی اعتماد نہیں ہے جب تک اللہ بزرگ و برتر کی مدد تائید اور رحمت اس کے شامل حال نہ ہو۔

خدا کی مدد کی ضرورت:

اللہ بزرگ و برتر نے مجھ پر تمہارے کاموں کو انجام دینے کی ذمہ داری سونپی ہے اس لیے میں اللہ ہی سے اس مقصد کی تکمیل کے لیے امداد کا خواہاں ہوں تاکہ وہ اس کام کی تکمیل میں بھی میری ویسی ہی حفاظت کرے جیسی اس نے دوسرے کاموں میں میری حفاظت اور مدد فرمائی ہے۔ وہی اپنے احکام کے مطابق مجھے (تمہارے مال غنیمت کی) تقسیم میں عدل و انصاف کی توفیق عطا فرمائے گا۔ کیونکہ میں بہت ہی کمزور مسلمان بندہ ہوں اللہ ہی میری مدد کر سکتا ہے۔

تجدد ملی نہیں ہوگی:

خلافت کا اہم منصب ان شاء اللہ میرے اخلاق و عادات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرے گا۔ کیونکہ عظمت اور برتری صرف اللہ بزرگ و برتر کو حاصل ہے۔ اللہ کے بندوں کو اس میں سے کوئی حصہ حاصل نہیں ہے۔ اس لیے تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ خلیفہ بننے کے بعد عمر تبدیل ہو گیا ہے۔

تقویٰ اور صداقت:

میں بذات خود حق و صداقت کو سمجھوں گا اور اس کے لیے پیش قدمی کروں گا اور اپنا معاملہ تمہارے سامنے پیش کروں گا۔ تاہم جس کسی کو کوئی ضرورت درپیش ہو یا اس پر ظلم ہوا ہو یا ہمارے برخلاف اسے کوئی شکایت ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے

سکتا ہے کیونکہ میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں اس لیے تم ظاہر و باطن اور اپنی عزت و آبرو کے تحفظ کے وقت یہ حالت میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

انصاف پسندی:

تم بذاتِ خود حق و صداقت و کمالِ رخصت و رخصت اور کوئی ایک دوسرے پر تعدت کرے اور پھر میرے پاس تم اپنے مقدمات و دلائل اس وقت میں کسی کے ساتھ (بے جا) رعایت نہیں کروں گا۔ مجھے تمہاری بھلائی عزیز ہے اور تمہاری شکایت کو دور کرنا میرا محبوب مشغلہ ہے۔

فلاح عوام:

تمہارے عوام اللہ کے شہروں میں آباد ہیں اور کچھ شہر ایسے ہیں جہاں کوئی زراعت نہیں ہوتی ہے اور نہ کوئی پیداوار ہے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ مہیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی نعمتوں کا وعدہ کیا ہے۔

ذمہ داری کا احساس:

میں اپنی امانت (خلافت) اور اپنے فرائض کا ذمہ دار ہوں اور ان شاء اللہ اپنے فرائض اور کاموں کو بذاتِ خود انجام دوں گا۔ اسے کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ دیگر امور کو بھی تخلص اور غیر خواہ لوگوں کے سپرد کروں گا اور ان شاء اللہ ان لوگوں کے علاوہ اور کسی کے سپرد اپنی امانت نہیں کروں گا۔

دوسرا خطبہ:

آپ نے حمد و ثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا:
 ”اے لوگو! حرم و طمع کے بعض کاموں کا انجام فقر اور مفلسی ہوتا ہے اور نہ امید کی بعض باتیں بے نیازی اور توغری کی طرف لے جاتی ہیں۔ تم وہ (مال) جمع کر رہے ہو جس سے تم فائدہ نہیں حاصل کرو گے۔ تم ایسی توقعات رکھتے ہو جسے تم حاصل نہیں کر سکو گے۔ تم دھوکے اور فریب کے گھر میں آباد ہو۔“

ظاہری کاموں پر فیصلہ:

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وحی الہی کے ذریعے تمہاری سب باتیں معلوم ہو جاتی تھیں چنانچہ جس کے دل میں کوئی بات پوشیدہ ہوتی۔ اس کا بھی علم ہو جاتا تھا اور جو کوئی اعلانِ کوئی کام کرتا تھا اس کے اعلان کا مومن کا اعتبار کیا جاتا تھا مگر اب تم ہمارے سامنے اپنے اچھے اخلاق کا اظہار کرو کیونکہ اب صرف اللہ ہی پوشیدہ کاموں سے زیادہ واقف ہے۔ اب اگر کسی نے (بدعتی کا) اظہار کیا اور پھر کہا کہ اس کا باطن اچھا ہے تو ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور جس نے کلمہ کھلا اچھے کاموں کا اظہار کیا تو ہم اسے اچھا سمجھیں گے۔

نخل کی مذمت:

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بعض قسم کا نخل نفاق کا ایک حصہ رکھتا ہے اس لیے تم مال خرچ کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اور جو افراد اپنے فطری نخل سے نجات حاصل کر لیں گے وہی فلاح و بہبود حاصل کریں گے۔

پاکیزہ ماحول:

اسے لوگوں کا تم پاکیزہ ماحول میں رہو اور اپنی اصلاح کرو اور اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو۔ تم اپنی خواتین کو قتل کی پاس نہ پہنچاؤ۔

عوام کی بہبود کا جذبہ:

میری یہ آرزو ہے کہ میں اس طرح آخرت میں نجات حاصل کروں کہ تو مجھے کوئی فائدہ حاصل ہو اور نہ کوئی نقصان ہو میں توقع رکھتا ہوں کہ خواہ میری عمر تھوڑی ہو یا زیادہ میں حق و صداقت کے مطابق کام کروں اور کوئی مسلمان ایسا نہ رہے جسے اللہ کے مال (نعمت سے) اس کے حق کے مطابق نہ ملے۔ خواہ وہ گھر میں کیوں نہ ہو (اسے اس کا حق اور حصہ ہیں ملنا چاہیے) اور اسے اس کے حاصل کرنے کے لیے (میرے پاس آنا) نہ پڑے۔

رزق حلال کی ترغیب:

وہ مال جو اللہ نے تمہیں رزق کے طور پر عطا کیا ہو درست اور اچھا ہونا چاہیے۔ وہ کم مقدار جو نرمی سے حاصل کی جائے اس کثیر مقدار سے بہتر ہے جو سختی سے حاصل کی جائے۔

شہادت کا مفہوم:

قتل بھی موت کی ایک قسم ہے جس میں نیک و بد دونوں مبتلا ہوتے ہیں۔ شہید وہی ہے جو ثواب کے لیے اپنی جان دے دے۔

جب تم میں سے کوئی کسی اونٹ کو خریدنے کا ارادہ کرے تو اسے دراز قد اور عظیم اونٹ انتخاب کرنا چاہیے۔ وہ اسے اپنے عصا سے مارے اگر اسے فلواد چیسے مضبوط دل کا پائے تو اسے خرید لے۔

تیسرا خطبہ:

آپ نے فرمایا: ”اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کا شکر ادا کرنا ضروری قرار دیا کیونکہ اس نے تمہاری خواہش اور درخواست کے بغیر تمہیں دنیا و آخرت کی فضیلت عطا کی ہے۔

اللہ کے احسانات:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہیں عدم سے محض اپنے لیے اور اپنی عبادت کرانے کے لیے تخلیق کیا۔ اسے یہ قدرت حاصل تھی کہ وہ تمہیں اپنی کمترین مخلوق کا تابع بناتا مگر اس نے تمام مخلوق کو تمہارے تابع بنایا اور تمہیں اپنے علاوہ اور کسی کا تابع نہیں بنایا اس نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ہر چیز کو تمہارے تابع بنایا اور تمہیں ظاہری اور باطنی تمام نعمتیں مکمل طور پر عطا کیں۔ تمہارے لیے بخشی اور سمندر کے سفر کی سہولتیں مہیا کیں اور تمہیں پاکیزہ رزق اس لیے عطا کیا کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔ پھر اس نے تمہیں قوت و بصارت عطا کی۔

بے شمار نعمتیں:

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بعض نعمتیں ایسی ہیں جو تمہارے اہل مذہب کے لیے مخصوص ہیں۔ پھر یہ خاص و عام نعمتیں تمہارے

زمانے میں تہجاری مملکت میں ہر ایک کو حاصل ہیں اور یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ اگر صرف ایک شخص کی نعمتیں تمام لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں تو وہ اس کا صحیح طور پر شکر نہیں بجالائیں گے اور ان نعمتوں کا حق نہیں ادا کر سکیں گے۔ بجز اس کے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد اللہ کی مدد اور اس کے شامل حال ہونا۔

دو مفتوح قومیں:

اب تم اس کی سر زمین میں اس کے جائزین ہو۔ تم اہل زمین پر غالب آ گئے ہو۔ اللہ نے تمہارے دین و مذہب کو فتح و نصرت عطا کی ہے۔ اب دو قسم کی قوموں کے علاوہ تمہارے دین و مذہب کا کوئی مخالف نہیں ہے۔ ایک قوم کے افراد وہ ہیں جو اسلام کے مطیع ہیں وہ نعمت اور خون پسند ایک کر کے تمہیں جزیہ ادا کرتے ہیں اور تمہیں اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔

خائف دشمن:

دوسری قوم وہ ہے جو ہر شب و روز اللہ کے انقلاب و حوادث کی منتظر ہے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر (مسلمانوں کا) خوف و رعب طاری کر رکھا ہے۔ ان کے لیے کوئی ٹھکانہ اور پناہ کی جگہ نہیں ہے جہاں وہ بھاگ کر پناہ لے سکیں۔ اللہ بزرگ و برتر کی فوجوں نے انہیں خوف زدہ کر رکھا ہے اور وہ ان کے گھروں کے صحنوں میں اتر آئی ہیں۔

خوش حالی اور زوال:

یہ قوم بہت خوش حال ہے۔ ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے اور یہ اپنی فوجی ہمیں لگا تار بھیجتی رہتی ہے اور انہیں بہت بڑی عافیت حاصل ہے۔ مگر ان تمام چیزوں کے باوجود اسلام کے نمودار ہونے پر یہ قوم اچھی حالت پر نہیں ہے۔

عظیم فتوحات کا شکر:

ہر شہر میں ان عظیم فتوحات حاصل ہونے پر اللہ کی حمد و ثنا کرنی چاہیے کیونکہ اگر شکر کرنے والے (ان نعمتوں کا) کتنا ہی شکر ادا کریں اور ذکر کرنے والے اللہ کا کتنا ہی ذکر کریں مگر وہ ان کا پورا پورا حق ادا نہیں کر سکیں گے۔ ان کے علاوہ مزید نعمتیں ایسی ہیں جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے بلکہ اللہ کی مدد اور اس کی رحمت و کرم کے بغیر ان کا حق بھی ادا ہونا ممکن نہیں۔

عمل کی توفیق:

اس لیے ہم اللہ سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور جس نے ہمیں اس آزمائش میں مبتلا کیا ہے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی اطاعت کے لیے عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اس کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے تیزی کے ساتھ آگے بڑھیں۔

نعمتوں کی تکمیل:

اے اللہ کے بندو! تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور اس کی نعمتوں کی تکمیل کرو۔ تم خواہ اپنی مظلوموں میں یا تمہارا ہوا اس کی نعمتوں کو یاد کیا کرو کیونکہ اللہ بزرگ و برتر نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: ”تم اپنی قوم کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکال کر لے آؤ اور تم انہیں اللہ کے (گزشتہ) کو یاد دلاؤ۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرمایا:

”تم یاد کرو جب کہ تم (تعداد میں) تھوڑے تھے اور اس سرزمین میں کمزور تھے۔“

خدا شناسی کی نعمت:

جب تم کمزور ہوئے اور دنیا کی خبر و منفعت سے محرومی کے باوجود حق و صداقت پر تھے اور خدا شناسی اور دینداری کے ساتھ حق پر تمہارا ایمان تھا اور موت کے بعد بھلائی کے امیدوار تھے تو یہ بہت کافی تھا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ تمہاری معاشی حالت بہت تنگ تھی اور تم اللہ سے بہت نا آشنا تھے۔ لہذا اگر تمہیں اس دینداری کے علاوہ اس دنیا کی مال و دولت کا کوئی حصہ نہ ملتا تو یہ بھی تمہارے لیے کافی تھا کہ آخرت میں تمہاری نجات ہوگی اور وہیں تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

دنیا اور آخرت کی نعمتیں:

مگر اب اللہ نے تمہیں دنیا و آخرت دونوں مقامات کی نعمتیں عطا کی ہیں اور اگر تم چاہتے ہو کہ یہ (دونوں نعمتیں) برقرار رہیں تو تم اللہ کے حق کو پہچانو اور اس کے لیے نیک عمل کرو اور اپنے نفس کو اطاعت پر آمادہ کرو اور ان (دنیاوی) نعمتوں کی خوشی کے ساتھ ساتھ ان کے زائل ہو جانے کا خوف بھی رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اگر نعمت کی ناشکری کی جائے گی تو وہ نعمت بہت جلد چھن جائے گی۔ مگر نعمت کا شکر ادا کرنے پر نعمت میں اضافہ ہوگا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر مراثی:

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ایک خاتون نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ پر انگلیاں کرتے ہوئے کہا ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کی وفات) پر مجھے اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ پھیل کر تمام انسانوں تک سرایت کر گیا“ دوسری خاتون نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو بنت ابی حمزہ نے ان پر انگلیاں کی اور کہا:

”(حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر افسوس ہے جنہوں نے ہر کجروی کو درست کیا اور ہر بگڑے ہوئے کام کو صحیح کیا۔ انہوں نے فتنوں کا خاتمہ کیا اور سنت نبویؐ کو زندہ کیا۔ وہ ہر عیب سے پاک و صاف ہو کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔“

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ مزید روایت کرتے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے ارشادات سنوں۔ آپ غسل کرنے کے بعد اس حالت میں نکلے کہ آپ اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کو جھاڑ رہے تھے اور وہ ایسی پوشاک پہنے ہوئے تھے کہ اس کی وجہ سے کوئی شک باقی نہیں رہا تھا کہ معاملہ (خلافت) آپ کے سپرد ہوگا۔ آپ نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراج تحسین:

”اللہ ابن الخطاب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے۔ بنت ابی حمزہ نے یہ الفاظ بالکل صحیح کہے ہیں: ”وہ دنیا کی بھلائی اپنے ساتھ سمیٹ کر لے گئے ہیں اور اس کی برائی سے نجات حاصل کر لی ہے۔“ خدا کی قسم! اس نے خود یہ الفاظ نہیں

سب ہیں بگد (خدا کی طرف سے) اس سے کہنوائے گئے ہیں۔

عائکہ غرضیہ کا مرثیہ:

عائکہ بنت زید بن اسد بنت عمر بن الخطاب نے یہ (مرثیہ) کہا ہے:

۱ فیروز (قتل عمر) نے ہمیں ایسی گوری چلی شخصیت کا صدمہ دیا ہے جو عبادت گزار اور کتاب اللہ کی تلاوت کرتے تھے۔ اللہ اس (قتل) کو بھلائی سے محروم رکھے۔

۲ آپ اپنے رشتہ داروں پر بہت مہربان تھے اور دشمنوں کے لیے سخت تھے اور آپ قابل اعتماد تھے اور حوادث زمانہ کے موقع پر (لوگوں) کے مددگار تھے۔

دوسرا مرثیہ:

انہی شاعرہ (عائکہ بنت زید رضی اللہ عنہا) نے یہ اشعار بھی کہے ہیں (ان کا ترجمہ یہ ہے)

۱ اے آنکھ! تو انگلیاری اور ماتم کر بلکہ نجیب الطرفین امام (خلیفہ) پر انگلیاری کرنے میں، کوئی نہ کر۔

۲ موت نے مجھے اس علم بردار شہسوار کا صدمہ پہنچایا ہے جو میدان جنگ میں مشہور تھا۔

۳ حوادث زمانہ کے مقابلے میں آپ لوگوں کی پناہ گاہ تھے اور مصیبت زدہ اور غم کے ماروں کے فریاد رس تھے۔

۴ تم غریب و اہمیر دونوں سے کہہ دو کہ تمہیں اب مرجانا چاہیے کیونکہ موت نے انہیں قومی تباہی کا پیالہ چا دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ماتم:

ایک دوسری خاتون نے انگلیاری کرتے (یہ اشعار) کہے ہیں:

۱ عنقریب قوم کی خواتین تم پر غم انگیز انداز سے انگلیاری کریں گی۔

۲ اور اپنے صاف ستھرے دینار (اشرافیوں) کی طرح چروں کو نوچیں گی۔

۳ اور ریشمی لباس (کواتار کر) ماتمی لباس تن زیب کریں گی۔



حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزید سیر و خصائل

حضرت سعید بن مسیبؓ فرماتے ہیں: "حضرت عمرؓ جو نے حج کیا جب آپؓ خجنان کے مقام پر پہنچے تو آپؓ نے فرمایا:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَلِيُّ الْمُعْطَى مَا شَاءَ مَنْ شَاءَ.

"اللہ کے سوا جو بزرگ و بلند ہے اور کوئی معبود نہیں ہے وہ جس کو چاہے عطا کرے۔"

انقلاب زمانہ:

(اس کے بعد آپؓ نے فرمایا) "میں اس وادی میں (اپنے والد محترم) خطاب کے اونٹ اونٹ لہاں پہنے ہوئے چرایا کرتا تھا۔ وہ (والد) بہت سخت مزاج تھے۔ جب میں کوئی کام کرتا تھا تو وہ مجھے بہت تھکا دیتے تھے اور جب میں (کام میں) کوتاہی کرتا تھا تو وہ مجھے بہت مارتے تھے۔ اب میری یہ حالت ہے کہ میرے اور اللہ کے درمیان کوئی حاکم نہیں ہے۔" اس کے بعد آپؓ نے (مناسب حال) یہ اشعار پڑھے:

دنیا کی بے ثباتی:

① جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ ہر چیز کی روح اور تازگی باقی نہیں رہے گی۔ صرف اللہ کی ذات باقی رہے گی۔ مال و اولاد سب فنا ہو جائیں گے۔

② شاہ ہرمز (شاہ ایران) کو کسی دن اس کے خزانوں نے فائدہ نہیں پہنچایا۔ قوم عادی بہشت تیار کرنے کی کوشش کی مگر وہ غیر فانی نہیں رہے۔

③ نہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) باقی رہے جن کے اختیار سے ہوائیں چلتی تھیں اور ان کے درمیان جن و انسان کی آمد و رفت تھی۔ وہ سلاطین کہاں ہیں جن کے عصیات کو ہر سٹ سے قافلہ سوار اٹھا کر لیا کرتے تھے۔

④ موت کے خوش میں کسی دروغ کوئی کے بغیر ہر ایک کو اسی طرح داخل ہونا ہے جس طرح (گندہ شتر نے کے لوگ) داخل ہوئے تھے۔

بے کسوں کی مدد:

ابو الولید کی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لنگڑا آدمی اونٹنی کو پکڑے ہوئے آیا۔ وہ بھی لنگڑی ہو گئی تھی اس نے چند اشعار کہے جس میں آپؓ کی تعریف کی گئی تھی۔ آپؓ نے اس پر لاجول و لا قوۃ الا باللہ پڑھا۔ پھر اسی شخص نے اپنی اونٹنی کے لنگڑا ابو جانے کی شکایت کی۔ حضرت عمرؓ جو نے وہ اونٹنی اس سے لے لی اور اس کے بدلے میں ایک سرٹ اونٹ پر اسے سوار کر دیا اور اس کے ساتھ اسے زاد راہ بھی فراہم کیا۔ اس کے جانے کے بعد حضرت عمرؓ جو نے بھی حج کے لیے روانہ ہوئے۔ جب آپؓ سواری پر جا رہے تھے کہ ایک سوار آپؓ کو ملا جو شعر پڑھ رہا تھا۔

تعریف کے اشعار:

”نبی کریم (ﷺ) صاحب کتاب کے بعد اے ابن الخطاب! تمہاری طرح کسی نے ہم پر حکومت نہیں کی۔ آپ دوستوں اور غیروں دونوں کے ساتھ سب سے زیادہ نیک سلوک کرتے ہیں۔“

آپ نے اسے چھڑی مار کر ٹوکا اور فرمایا: ”ابو بکر کہاں ہیں؟“ (تم نے ان کا ذکر کیوں نہیں کیا) عہدے سے استفادہ کی ممانعت:

عبدالملک بن نوفل کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عقبہ ابن ابی شعبان رضی اللہ عنہ کو قبیلہ کنانہ پر حاکم مقرر کیا۔ وہ آپ کے پاس آئے تو ان کے ساتھ مال بھی تھا۔ آپ نے پوچھا ”اے عقبہ! یہ کیا ہے“ وہ بولے ”میں اپنے ساتھ مال لے کر گیا تھا اور (وہاں) میں نے اس کے ذریعے تجارت کی تھی“ آپ نے فرمایا:

”تم اس حالت میں مال لے کر کیوں نکلے تھے؟“ یہ کہہ کر انہوں نے ان کے ذاتی مال کو بھی بیت المال میں شامل کر دیا۔ ابوسفیان کی نصیحت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے کہا ”اگر تم چاہو تو میں وہ مال لوٹا دوں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عقبہ سے لیا تھا؟“ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اگر آپ اپنے پیش رو کی مخالفت کریں گے تو مسلمان آپ سے بدگمان ہو جائیں گے۔ آپ مجھے وہ مال نہ لوٹائیں جو آپ سے پہلے لیا گیا تھا۔ ورنہ آپ کے بعد یہ لوگ بھی لوٹالیں گے۔“ زوجہ ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”بند بنت عقبہ رضی اللہ عنہ (زوجہ ابوسفیان) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور ان سے بیت المال میں سے چار ہزار کی رقم قرض کے طور پر طلب کی اس شرط پر کہ وہ اس کے ذریعے تجارت کر کے دو رقم واپس کر دیں گی۔ آپ نے اسی قدر رقم قرض کے طور پر دے دی۔ وہ رقم لے کر قبیلہ کلب کے علاقہ میں چلی گئیں اور وہیں خرید و فروخت کا کاروبار کرنے لگیں۔“

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس:

اس اثنا میں انھیں یہ خبر ملی کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند عمر دونوں (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہوئے ہیں (یہ سن کر) وہ بھی وہاں پہنچ گئیں۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے انھیں طلاق دے رکھی تھی (جب وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں تو) انہوں نے پوچھا:

بیٹے کو نصیحت:

”اماں جان! آپ کیسے تعریف لائی ہیں؟“ وہ بولیں ”اے میرے بیٹے! میں تمہیں دیکھنے کے لیے آئی ہوں (دوسری بات یہ ہے) (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے لیے کام کرتے ہیں۔ چونکہ تمہارے والد تمہارے پاس آئے ہوئے ہیں اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ تم ہر چیز میں سے کچھ نہ کچھ نکال کر انھیں دو گے اور وہ اس کے مستحق بھی ہیں۔ مگر لوگوں کو یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ تم انھیں کس حد میں سے عطا کر رہے ہو اس لیے نہ صرف عام مسلمان اس پر اعتراض کریں گے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تمہیں ملامت کریں گے اور وہ کبھی

معاف نہیں کریں گے۔“

نصیحت پر عمل:

(اس مشورہ کے مطابق) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد اور بھائی کو سود بنا کر دیے۔ انھیں پوشاک بھی پہنائی اور ان دونوں کو سوار کر دیا (ان کے بھائی) نے اسے بڑی بات سمجھا مگر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا ”تم اسے اہمیت نہ دو یہ وہ بخشش ہے جس کے مشورہ میں ہند شریک تھی“ اس کے بعد سب واپس چلے گئے۔
تجارت میں خسارہ:

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ہند بھیس سے کہا ”کیا تمہیں (تجارت میں) فائدہ ہوا؟“ وہ پولیس: ”خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ میں مدینہ جا کر تجارت کروں گی“ جب وہ مدینہ پہنچیں تو انھوں نے مال بیچا تو اس میں انھیں خسارہ ہوا (انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اس کا اظہار کیا تو)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گرفت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اگر میرا مال ہوتا تو میں اسے تمہارے حق میں چھوڑ دیتا۔ مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے۔ بلکہ اس مشورہ میں ابوسفیان بھی شریک تھے۔“

لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو بلا کر انھیں اس وقت تک قید میں رکھا جب تک کہ ہند نے پوری رقم ادا نہ کر دی۔
آپ نے ابوسفیان سے یہ بھی دریافت کیا: ”(حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ تمہیں کس قدر عطیہ دیا“ وہ بولے: ”ایک سو دینار۔“
عطیات کی تقسیم:

حضرت احنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جب کہ وہ لوگوں کو عطیات تقسیم کر رہے تھے۔ ان کے والد جنگ ضیف میں شہید ہو گئے تھے۔ انھوں نے کہا ”اے امیر المومنین! میرے لیے بھی وظیفہ مقرر کیجیے“ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ جب کام سے فارغ ہوئے تو وہ متوجہ ہو کر کہنے لگے: ”تم کون ہو؟“ وہ بولے ”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما“ آپ نے فرمایا ”اے برقا! انھیں چھ سو دو“ انھوں نے پانچ سو دیے تو انھوں نے قبول نہیں کیے۔
مستحق کی حوصلہ افزائی:

وہ کہنے لگے: ”امیر المومنین نے مجھے چھ سو کی رقم دینے کا حکم دیا ہے“ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انھیں اس سے مطلع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے برقا! انھیں چھ سو دو اور ایک عمدہ پوشاک بھی دو“ لہذا انہوں نے وہ پوشاک پہن لی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہنائی تھی اور جو پوشاک وہ پہنے ہوئے تھے وہ پھینک دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
کفایت شعاری کی تلقین:

”اے فرزند! تم اپنے یہ کپڑے بھی لے جاؤ۔ یہ تم اپنے گھر کے کام کاج کے موقع پر پہنو اور یہ (ہماری) پوشاک تمہارے زیب و زینت کے کام آئے گی۔“

حق فیہی:

- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ”میں حضرت عمرؓ جنت کے ساتھ ایک سفر میں نکلا۔ ایک رات جب ہم چس رہے تھے تو میں ان کے قریب آیا تو انہوں نے اپنے پالان کے اگلے حصہ پر ایک کوزہ امار کر یہ اشعار پڑھے۔
- ① ”تم جھوٹ بولتے ہو۔ اللہ کے گھر (خانہ عجب) کی قسم! (حضرت) احمد (مکرم) شہید نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم ان کی (خداقت) کے لیے یزید بازی اور شمشیر زنی کے جوہر نہ دکھائیں۔
- ② ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے تا آنکہ ہم ان کے قریب (جنگ کرتے ہوئے) مارے نہ جائیں اور اپنے فرزند اور اہل و عیال کو نہ بھول جائیں۔“

شاعرانہ ذوق:

پھر آپؓ نے فرمایا: ”استغفر اللہ“ پھر آپؓ چلے رہے اور کچھ نہیں بولے۔ پھر آپؓ نے یہ شعر پڑھا: ”کسی اونٹنی نے اپنی پشت پر (حضرت) محمدؐ سے بڑھ کر نیکی کرنے والا اور وعدہ پورا کرنے والے انسان کو نہیں اٹھایا۔“

نبوت اور خلافت کا اجتماع:

پھر آپؓ نے فرمایا: ”استغفر اللہ! اے ابن عباسؓ! (حضرت) علیؓ جنت ہمارے ساتھ کیوں روانہ نہیں ہوئے“ میں نے کہا ”مجھے معلوم نہیں ہے“ پھر آپؓ نے فرمایا ”اے ابن عباسؓ! تمہارے والد رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں اور تم ان کے چچا زاد بھی ہو۔ پھر تمہاری قوم کو (تمہارا انتخاب خلافت کرنے سے) کس چیز نے روکا ہے؟“ میں نے کہا ”مجھے نہیں معلوم“ میں نے کہا ”مجھے نہیں معلوم“ انھوں نے کہا ”مگر مجھے معلوم ہے وہ ناپسند کرتے تھے“ میں نے کہا ”کیوں“ ہم تو ان کے لیے بہترین انسان تھے“ آپؓ نے فرمایا ”وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ نبوت اور خلافت دونوں چیزیں تمہارے اندر جمع ہو جائیں۔“

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا طریقہ:

شاید تم یہ کہو کہ (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس بات سے رجوع کیا۔ مگر انہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ دانش مندانہ طریقہ اختیار کیا اگر وہ اسے (خلافت کو) تمہارے لیے مقرر کرتے تو قریب ہونے کے باوجود اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچتا۔

زہیر کے اشعار:

تم مجھے بہترین شاعر زہیر کا یہ شعر پڑھ کر سناؤ:

- ① ”جب قبیلہ قیس بن عیلان بزرگی اور شرافت کا مقابلہ کرائے اور یہ معلوم کرنا چاہے کہ کون سب سے آگے بڑھے گا تو وہ (ممدوح) سب کا سردار بن جائے گا۔“

سورہ واقعہ:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: میں نے یہ شعر پڑھ کر سنایا۔ اتنے میں صبح ہو گئی۔ پھر آپؓ نے فرمایا: سورہ واقعہ پڑھ کر ناکہ بند! میں نے سورہ واقعہ تلاوت کی پھر آپؓ (ساری سے) اترے اور نماز (فجر) میں بھی سورہ واقعہ پڑھی۔

بہترین شاعر:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: ”حضرت ابن الخطاب رضی اللہ عنہ جزیر اور ان کے ساتھی شعرو شاعری پر گفتگو کر رہے تھے۔ کسی نے کہا: ”فلاں شخص سب سے بڑا شاعر ہے“ دوسرے نے کہا: ”فلاں سب سے بڑا شاعر ہے“ جب میں آ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تمہارے پاس اس فن کا سب سے بڑا عالم آ گیا ہے۔ کون سب سے بڑا شاعر ہے؟“ میں نے کہا: ”زبیر بن ابی سہمی“ آپ نے فرمایا: ”تم اس کے کچھ اشعار پڑھ کر سناؤ جس سے تمہارا یہ دعویٰ ثابت ہو سکے“ میں نے عرض کیا۔

زبیر کے دیگر اشعار:

- 1 زبیر نے قبیلہ عبداللہ بن عطفان کے کچھ افراد کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں (ان کا ترجمہ یہ ہے)
اگر کوئی جماعت اپنی اہلیت یا بزرگی کی وجہ سے کرم و شرافت کے آفتاب پر بیٹھ سکتی ہے تو وہ اس پر بیٹھ جائیں گے۔
- 2 یہ وہ جماعت ہے جن کے والد کا نام سنان ہے اور جب ان کے خاندان کا ذکر ہوگا تو ان کے آباؤ اجداد بھی پاکیزہ ہوں گے اور اور ان کی جو اولاد پیدا ہوئی ہے وہ بھی پاکیزہ نسب ہے۔
- 3 امن و امن کی حالت میں وہ انسان ہیں اور جب جنگ کے لیے بلائے جائیں تو وہ جنت جات ہوتے ہیں اور جب وہ اکٹھا ہوتے ہیں تو بہادر اور بہت والے سردار ثابت ہوتے ہیں۔
- 4 انھیں قابل رشک و حسد نہیں عطا ہوتی ہیں۔ مگر اللہ ان سے قابل رشک و حسد نعمتوں کو چھینتا نہیں ہے۔

اشعار کا صحیح مصداق:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اس نے بہت خوب اشعار کہے ہیں میرے علم میں قبیلہ بنی ہاشم سے بڑھ کر ان اشعار کا کوئی مصداق نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت داری کی وجہ سے انھیں فضیلت حاصل ہے۔“
میں نے کہا: ”آپ نے صحیح بات کہی ہے اور تو فیض خداوندی ہمیشہ آپ کے شامل حال رہی ہے۔“

خلافت کا معاملہ:

آپ نے فرمایا: ”اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! کیا تم جانتے ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمہاری قوم کو تم سے کس چیز نے روکا ہے؟“ میں نے اس کا جواب دینا پسند نہیں کیا۔ اس لیے میں نے کہا: ”اگر میں نہیں جانتا ہوں تو امیر المؤمنین مجھے اس سے باخبر کر دیں گے۔“

قریش کی رائے:

آپ نے فرمایا: ”وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ تمہارے اندر نبوت اور خلافت دونوں چیزیں جمع رہیں مبادا کہ تم اپنی قوم سے بد سلوکی کرو۔ اس لیے قریش نے اسے (خلافت کو) اپنے لیے پسند کیا کہ ان کی یہ رائے درست تھی اور اس میں وہ کامیاب رہے۔“
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے:

میں نے کہا: ”اے امیر المؤمنین! اگر آپ مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیں اور مجھ پر ناراض نہ ہوں تو کچھ عرض کروں“ آپ

نے فرمایا ”اے ابن عباس! تمہیں بولنے کی اجازت ہے“ میں نے کہا ”آپ نے فرمایا ہے قریش نے اپنے لیے اسے انتخاب کیا اور اس معاملہ میں وہ درست تھے اور کامیاب ہوئے (اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ) اگر قریش اپنے لیے یہ انتخاب اس وقت کر لیتے جب اللہ بزرگ و برتر نے انہیں اختیار دیا تھا تو اس وقت یہ صحیح معاملہ ناقابل رد اور ناقابل حسد ہوتا۔

نا پسندیدہ جماعت:

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”وہ لوگ یہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت و خلافت دونوں چیزیں ہمارے اندر جمع ہو جائیں۔“ تو خدا نے بزرگ و برتر نے بھی ایک جماعت کی ناپسندیدگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اس (وحی کو) جو اللہ نے نازل فرمائی تھی پسند نہیں کیا اس لیے اس نے ان کے اعمال اکارت کر دیے۔“

مخالفتہ خیریں:

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ہائے افسوس! خدا کی قسم! اے ابن عباس! مجھے تمہارے بارے میں ایسی خبریں ملتی تھیں جن پر یقین کرنا مجھے پسند نہیں تھا کیونکہ اس سے تمہاری قدر و منزلت میرے دل سے دور ہو جانے کا اندیشہ تھا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا سوال:

میں نے کہا ”اے امیر المومنین! وہ کیا باتیں ہیں؟ اگر وہ صحیح ہیں تو آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ میرا مرتبہ گھٹائیں اور اگر وہ جھوٹی ہیں تو میرے جیسا انسان اسے دور کر سکتا ہے۔“

حسد اور ظلم کا الزام:

آپ نے فرمایا ”مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم یہ کہتے ہو۔ انہوں نے اسے (خلافت کو) ہم سے حسد اور ظلم کی وجہ سے الگ کر رکھا ہے۔“

الزام کا جواب:

میں نے کہا: ”آپ نے ظلم کا ذکر کیا ہے وہ تو ہر جاہل اور عقل مند پر ظاہر ہے۔ جہاں تک حسد کا ذکر ہے تو حسد تو انہیں نے حضرت آدم پر بھی کیا تھا۔ انہیں کی اولاد ہم ہیں جن پر حسد کیا جا رہا ہے۔“

آزادی رائے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اے بنو ہاشم! تمہارے دلوں سے حسد اور کینہ کبھی نہیں جائے گا“ میں نے کہا ”اے امیر المومنین! تمہارے آپ ایسے لوگوں کے دلوں پر الزام لگا دیئے جن کی آلائش کو اللہ نے دور کر دیا ہے اور ان کے دلوں کو حسد اور فریب و سرکشی آلائش سے بالکل پاک و صاف کر دیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا قلب مبارک بھی بنو ہاشم کے قلوب کا ایک حصہ ہے۔“

تکیوں کی پاسداری:

آپ نے فرمایا ”اے ابن عباس! مجھے تم میرے پاس سے چلے جاؤ“ میں نے کہا ”بہت بہتر“ جب میں جانے کے لیے کھڑا ہوا تو آپ کو شرمندگی محسوس ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

”اے ابن عباس! تم بیٹھے رہو۔ مجھے تمہارے حقوق کا خیال ہے اور مجھے تمہاری خوشی پسند ہے۔“

میں نے کہا:

”اے امیر المؤمنین! میرے آپ پر اور ہر مسلمان پر کچھ حقوق ہیں۔ جو کوئی ان حقوق کی حفاظت کرے گا تو وہ خوش نصیب ہے اور جس نے حق تقبی کی تو وہ بد نصیب ہے۔“

اس کے بعد آپ اٹھ کر چلے گئے۔

قصہ کی معافی:

سلسلہ جڑو فرماتے ہیں ”حضرت عمر بن الخطابؓ بازار میں سے گزر رہے تھے۔ آپ کے پاس آپ کا درہ تھا۔ جب آپ نے اسے حرکت دی تو وہ میرے کپڑے کے کنارے پر لگا۔ آپ نے فرمایا: ”راست چھوڑ دو۔“

چھ سو درہم:

جب دوسرا سال آیا تو آپ مجھ سے ملے اور پوچھا ”اے سدا! کیا تم حج کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟“ میں نے کہا ”ہاں!“ اسی وقت میرا ہاتھ بکڑ کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم دیے اور فرمایا ”تم اس سے حج میں کام لو اور یہ اس حرکت کا معاوضہ ہے جب کوڑا لگا کر میں نے تمہیں تکلیف دی تھی۔“

میں نے کہا ”اے امیر المؤمنین وہ بات تو مجھے یاد بھی نہیں رہی تھی“ آپ نے فرمایا ”مگر میں اسے نہیں بھولا تھا۔“

حاکم کے فرائض:

سلسلہ کہیل کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”اے میری رعایا! ہم پر تمہارا یہ حق ہے کہ ہم غائبانہ طور پر تمہاری خیر خواہی کریں اور نیک کام میں تعاون کریں۔ حاکم کی بردباری اور نرمی سے بڑھ کر کوئی خصلت اللہ کے نزدیک محبوب نہیں ہے۔ عام لوگوں کو بھی اس کا سب سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔“

حاکم کی ذمہ داریاں:

”اے میری رعایا! حاکم وقت کی جہالت اس کی بیوقوفی اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے اور اس کے نقصانات بھی سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔“

اے میری رعایا! جسے اپنے ماحول میں عافیت حاصل ہوتی ہے اسے اللہ بھی عالم بالا سے عافیت عطا کرتا ہے۔“

معتز اور ناصح:

عمران بن سوادؓ جو بخاری روایت کرتے ہیں: ”میں نے صبح کی نماز حضرت عمرؓ کے پیچھے پڑھی۔ آپ نے سورۃ سبحان اور ایک دوسری سورۃ پڑھی۔ جب آپ لوٹے تو میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔“ آپ نے فرمایا ”کیا کوئی ضرورت ہے؟“ میں نے کہا ”ہاں ایک ضرورت ہے“ آپ نے فرمایا ”ساتھ چلے آؤ“ چنانچہ میں آپ کے ساتھ گیا۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر کچھ (بچا ہوا) نہیں تھا۔

ناصح کا غیر مقدم:

میں نے کہا ”میں نصیحت کرنے اور غیر خواہی کرنے کے لیے آیا ہوں“ آپ نے فرمایا ”صبح صبح و شام غیر مقدم نہ ہے نہ“ میں نے کہا ”مسلمان قوم کو آپ کی چار باتوں پر اعتراض ہے“ یہ سن کر آپ نے اپنے درود کا سر اپنی ٹھوڑی پر رکھ لیا اور اس کا ٹکڑا حصہ اپنی ران پر رکھا۔ پھر فرمایا ”ہاں! بیان کرنا۔“

چار اعتراض:

میں نے کہا ”لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کرنے کی ممانعت کر دی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا تھا اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تھا۔ ایسا کرنا حلال ہے؟“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”یہ حلال ہے بشرطیکہ وہ حج کے مہینوں میں یہ سمجھ کر عمرہ نہ ادا کریں کہ حج کے بجائے وہ کافی ہے۔ حالانکہ حج اللہ کا اہم فریضہ ہے۔ اس معاملے میں درست طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔“

متحدہ کی حرمت:

میں نے کہا ”لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے عورتوں کے ساتھ متحدہ کرنے کو حرام قرار دے دیا ہے حالانکہ اللہ کی طرف سے اس کی اجازت تھی۔ ہم قبضہ کر کے متحدہ کیا کرتے تھے اور تین دن کے بعد (اس عورت کو) چھوڑ دیتے تھے۔“

متحدہ کی منسوخی:

آپ نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ نے اسے ضرورت کے زمانے میں حلال قرار دیا تھا۔ پھر لوگوں کی یہ ضرورت رفع ہو گئی کیونکہ اس کے بعد میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے اس (متحدہ) پر عمل کیا ہو اور نہ دوبارہ انہوں نے اس فعل کا اعادہ کیا۔ اب اگر کوئی ضرورت مند ہے تو وہ باقاعدہ نکاح کرے اور اگر تین دن کے بعد چھوڑنا چاہے تو طلاق دے کر چھوڑے۔ اس معاملے میں بھی میری رائے درست ہے۔“

ام ولد کی آزادی:

(تمیزی بات) میں نے یہ کہی ”آپ لوٹنی کو آزاد قرار دیتے ہیں جب کہ اس کے کوئی بچہ پیدا ہو۔ آپ اسے اس کے آقا کی مرضی کے بغیر آزاد قرار دیتے ہیں“ آپ نے فرمایا:

”میں نے دو قسم کی حرمت وعزت کو ملادیا ہے۔ میرا مقصد غیر خواہی ہے۔ بہر حال میں اللہ سے معافی کا خواست گار ہوں۔“

تشدد کی شکایت:

(چوتھا اعتراض) میں نے یہ کہا: ”رعایا آپ کی سختی اور تشدد کی شکایت کرتی ہے“ اس بات پر آپ نے درود کو اٹھایا اور اس پر ہاتھ بچھرتے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا:

”میں (حضرت) محمد ﷺ کا ذلیل (ہم رکاب) ہوں (آپ غزوۃ قرقورۃ الکدر میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پیچھے بیٹھے تھے)۔“

اصلاح کے مختلف ذرائع:

”خدا کی قسم! میں بیتِ نجر کر سکتا ہوں اور سیراب ہو کر پیتا ہوں۔ میں لوگوں کو دھمکاتا بھی ہوں اپنی عزت کی مدافعت بھی کرتا ہوں۔ کبھی لوگوں کو ہاتھ سے پھانتا ہوں۔ کبھی مارتا ہوں اور کبھی عسائی بھی نکالتا ہوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں معذور سمجھا جاتا۔“

جب (حضرت) معاویہؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا:

”خدا کی قسم! حضرت عمرؓ اپنی رعایا سے بخوبی واقف تھے۔“

خدا کی خوشنودی:

محمد روایت کرتے ہیں: ”مجھے یہ بتایا گیا کہ حضرت عثمانؓ نے (ایک دفعہ) یہ فرمایا: ”حضرت عمرؓ اپنے اہل و عیال اور رشتہ داروں کو خدا کی خوشنودی کی خاطر کھینچ دیتے تھے۔ میں اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کی خاطر اپنے اہل و عیال اور قرہبی رشتہ داروں کو عطیات دیتا ہوں۔ تاہم حضرت عمرؓ کی نظیر ملنی مشکل ہے۔“

اونٹوں کو تیل ملنا:

ابو سلیمانؓ فرماتے ہیں: ”جب میں مدینہ آیا تو میں ایک گھر میں داخل ہوا وہاں حضرت عمرؓ ایک سیاہ و تھما باندھے ہوئے صدقہ اور خیرات کے اونٹوں کو روغنِ قطران مل رہے تھے۔“

دولت کی منصفانہ تقسیم:

ابو وائلؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا:

”اگر مجھے ان باتوں کا پہلے پتہ چل جاتا جو مجھے بعد میں معلوم ہوئیں تو میں دو تین صدوں کے زائد مال و دولت کو حاصل کر کے انھیں غریب مہاجرین میں تقسیم کر دیتا۔“

حکام کے بارے میں تحقیقات:

اسود بن زیدؓ کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس کوئی وفد پہنچتا تو آپ ان سے ان کے حاکم کے بارے میں تحقیقات کرتے تھے۔ جب وہ اس کی تعریف کرتے تو آپ یہ پوچھتے تھے: ”کیا وہ تمہارے بیماروں کی عیادت کرتا ہے؟“ وہ کہتے ”ہاں“ پھر آپ پوچھتے تھے: ”کیا وہ غلام کی عیادت بھی کرتا ہے؟“ جب وہ اس کا جواب بھی اثبات میں دیتے تو آپ یہ پوچھتے تھے: ”کمزور کے ساتھ اس کا کیا سلوک ہے۔ کیا وہ اس کے دروازہ پر بھی بیٹھتا ہے؟“ اگر وہ کوئی برخلاف بات کہتے تھے تو آپ اس حاکم کو معزول کر دیا کرتے تھے۔

ملتِ اسلامیہ کی حفاظت:

عمرؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ فرمایا کرتے تھے:

”میں اسامیہؓ کی چار چیزوں کو چاہتا ہوں جو اس کا اور انہیں کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ میں اللہ کے مال کے جمع کرنے اور حفاظت کرنے میں پوری طاقت استعمال کروں گا۔ ہم اسے اسی مقام پر خرچ کریں گے جہاں خرچ کرنے کا اللہ نے حکم دیا۔“

ہے۔ ہم نے عمر کے خاندان کو بالکل الگ کر دیا ہے۔ ہمارے قبضہ میں کچھ مال و دولت نہیں ہوگی۔“

مہاجرین و انصار:

① وہ مہاجرین جو مکہ و ادویہ کے سایوں میں (جنگ کر رہے) ہیں قید نہیں کیے جائیں گے اور انہیں کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔ ان کو اور ان کے اہل و عیال کو مال غنیمت فیاضی کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا اور جب تک وہ واپس آئیں میں ان کے اہل و عیال کی نگرانی کرتا رہوں گا۔

② وہ انصار جنہوں نے اللہ کی راہ میں قربانی دی ہے اور دشمنوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ ان کے نیک کاموں کو سراہا جائے گا اور ان کی غرضوں کو معاف کیا جائے گا نیز اہم معاملات میں ان سے مشورہ لیا جائے گا۔

اعراب:

③ اعراب (خانہ بدوش بدو) عرب کی اصل آبادی اور اسلام کا سرما یہ ہیں۔ ان سے جنس کی صورت میں صدقہ اور زکوٰۃ لی جائے گی۔ درہم اور دینار کی شکل میں صدقہ وصول نہیں کیا جائے گا اور انہی کا صدقہ ان کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔“



باب ۱۵

مجلس شوریٰ

متوقع جانشین:

عمر بن خطابؓ نے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطابؓ زخمی ہوئے تو آپ سے کہا گیا: "اے امیر المؤمنین! آپ کسی کو اپنا جانشین مقرر کریں۔ آپ نے فرمایا:

"میں کس کو خلیفہ مقرر کروں اگر (حضرت) ابو عبیدہؓ زخمی ہوئے تو میں انھیں خلیفہ مقرر کرتا۔ اگر میرا پروردگار (قیامت کے دن) مجھ سے باز پرس کرتا تو میں جواب دیتا۔ میں نے تیرے پیغمبر ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ابو عبیدہؓ جو خلیفہ اس امت کے امین ہیں۔

حضرت سالمؓ:

اگر ابو عبیدہؓ زخمی ہوئے تو میں انھیں بھی خلیفہ مقرر کر سکتا تھا۔ اگر میرا رب ان کے بارے میں سوال کرتا تو میں یہ عرض کرتا: میں نے تیرے پیغمبر ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: سالم اللہ سے بہت محبت کرتے ہیں۔"

عبداللہ بن عمرؓ کی مخالفت:

ایک شخص نے کہا: "میں آپ کے سامنے عبداللہ بن عمرؓ کا نام پیش کرتا ہوں۔"

آپ نے فرمایا:

"خدا تمہیں غارت کرے۔ خدا کی قسم! اللہ کے سامنے کبھی میں نے اس قسم کی آرزو نہیں کی۔ تم پر افسوس ہے کہ میں کیسے ایس شخص کو خلیفہ بنا سکتا ہوں جو اپنی بیوی کو (صحیح اور شرعی) طریقہ سے طلاق دینے سے عاجز رہا ہو۔ ہمارے خاندان کا تمہارے (سیاسی) کاموں سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ میں نے خود اپنے لیے یہ منصب پسند نہیں کیا جو میں اپنے خاندان کے کسی فرد کے لیے اس کی تمنا کروں۔

خاندان کی بے تعلقی:

اگر یہ خلافت اچھی ہے تو میں نے اس (کی خیر و برکت) کو حاصل کر لیا ہے اور اگر یہ بری ہے تو عمرؓ کے خاندان کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے ایک فرد سے اس (کی برائی) کا محاسبہ ہو اور صرف اسی سے امت محمدی کے کاموں میں جواب طلب کیا جائے۔

فرض شناسی:

تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے کہ میں نے (امور خلافت سرانجام دینے میں) مقدور بھر کوشش کی اور اپنے گھروالوں کو (دنیا کی نعمتوں سے) محروم رکھا۔

نجات کی تمنا

اگر میں مادی حالت میں بھی چھوٹ جاؤں کہ نہ تو مجھ پر بار (سنو) ہو اور نہ ثواب تو اس حالت میں بھی اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا۔

طریقہ خلافت میں بھی آزادی:

تم یہ بات ذہن نشین کرو کہ اگر کسی کو خلیفہ نامزد کروں تو مجھ سے بہتر شخصیت (ابو بکر جونیئر) نے بھی خلیفہ نامزد کیا تھا اور اگر میں کسی کو بھی نامزد کروں تو مجھ سے بہتر شخصیت (رسول اللہ ﷺ) نے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا۔

خلافت سے متعلق خواب:

(ہر حالت میں) اللہ اپنے دین (اسلام) کو تباہ و برباد نہیں ہونے دے گا۔

یہ باتیں سن کر لوگ چلے گئے۔ پھر واپس آ کر کہنے لگے:

”اے امیر المومنین! آپ کوئی معاہدہ لکھ دیں۔“

آپ نے فرمایا:

”میں نے اس گفتگو کے بعد عزم مصمم کر لیا تھا کہ غور و فکر کے بعد تمہارا حکم ایسے قابل ترین فرد کو مقرر کروں جو تمہیں حق و صداقت کی طرف لے جائے۔ (آپ کا اشارہ حضرت علیؓ کی طرف تھا) مگر اس اثناء میں مجھ پر غشی طاری ہو گئی اور میں نے (خواب میں) دیکھا کہ ایک شخص اس باغ میں داخل ہوا جو اس نے لگا دیا تھا۔ وہ ہر دروازہ اور پختہ پھل توڑنے لگا اور اسے اپنے پیچھے جمع کرنے لگا۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ اللہ اپنے کاموں پر غالب رہے گا اور عمر جونیئر کو موت عطا کرے گا۔ لہذا میں نہیں چاہتا ہوں کہ میں مرنے کے بعد بھی اس بار (خلافت) کا متحمل رہوں۔“

مجلس شوریٰ کا تقرر:

تمہارے سامنے وہ جماعت ہے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ ضرور بہشت میں داخل ہوں گے۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل جونیئر بھی (عشرہ مبشرہ) میں سے ہیں مگر میں انہیں اس جماعت میں شامل نہیں کروں گا۔ وہ لوگ یہ ہیں: علی اور عثمان بن عفان دونوں عبدالمناف کی اولاد میں سے ہیں۔ عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص بنی سہم رسول اللہ ﷺ کے ماموں ہیں۔ زبیر بن عوام جونیئر رسول اللہ ﷺ کے خواری ہیں اور ان کے پھوپھی زاد بھائی ہیں (انھی جماعت میں) طلحہ، الخیر، امین، عبید اللہ ہیں۔

نئے خلیفہ کے بارے میں ہدایات:

یہ لوگ اپنے میں سے کسی شخص کا انتخاب کر لیں اور جب کسی کو خلیفہ مقرر کر لیں تو اس کی اچھی طرح حمایت کریں اور اس کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ اگر وہ تمہارے سپرد کوئی کام امانت کے طور پر کرے تو تمہیں اس امانت کو پوری طرح ادا کرنا چاہیے۔

حضرت عباسؓ کی مشورہ:

اس کے بعد یہ لوگ چلے گئے۔ اس وقت حضرت عباسؓ نے (حضرت) علیؓ جونیئر سے کہا: ”تم ان کے ساتھ شامل نہ ہونا۔“ انہوں نے کہا: ”میں مخالفت کو ناپسند کرتا ہوں۔“ اس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا: ”پھر تم وہ بات مشاہدہ کرو گے جسے تم پسند نہیں

نہرتے رہا۔

مجلس شوری سے خطاب:

اگلے دن صبح کے وقت حضرت عمرؓ نے حضرات علیؓ عثمانؓ سعد بن ابی وقاصؓ عبدالرحمن بن عوفؓ اور زبیر بن العوامؓ سے کہا:

”میں نے غور کرنے کے بعد تمہیں مسلمانوں کا سردار اور رہنما پایا۔ لہذا یہ معاملہ (خلافت) تمہارے اندر رہے گا کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو وہ تم لوگوں سے مطمئن اور خوش تھے۔ اگر تم راہِ راست پر رہے تو مجھے عوام کے دے میں تمہارے برخلاف کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔ البتہ اس بات کا اندیشہ ضرور ہے کہ تم آپس میں اختلاف کرو گے اور اس کی وجہ سے عوام میں بھی اختلاف پیدا ہوگا۔“

صلاح و مشورہ کی ہدایت:

لہذا حضرت عائشہؓ بڑھنسے اجازت لے کر ان کے حجرہ کے قریب جا کر باہم صلاح و مشورہ کرو۔ اور اپنی جماعت میں سے کسی کا انتخاب کرو۔ مگر حضرت عائشہؓ نے حجرہ کے اندر نہ جانا بلکہ اس کے قریب رہنا۔ اس کے بعد آپؐ نے (تکیہ) پر سر رکھا تو خون جاری تھا۔

شور و غل:

بہر حال یہ سب لوگ اندر چلے گئے اور مشورہ کرنے لگے۔ پھر ان کی آواز بلند ہونے لگی۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے یہ کہا ”سبحان اللہ! امیر المومنین ابھی فوت نہیں ہوئے ہیں۔ (مگر شور و غل ہونے لگا ہے) جب آپؐ نے یہ آواز سنی تو ہوش میں آ کر آپؐ نے یوں فرمایا:

بعد وفات کے مشورہ کی ہدایت:

”فی الحال تم (مشورہ سے) کنارہ کشی کرو۔ جب میں مر جاؤں گا تو تین دن تک صلاح و مشورہ کرو۔ اس عرصہ میں صبیح نماز پڑھائیں گے۔ مگر چوتھے دن سے پہلے تم میں سے کوئی نہ کوئی امیر (خلیفہ) مقرر ہو، چاہیے۔ اس مجلس میں عبداللہ بن عمرؓ صرف مشیر کی حیثیت سے شریک ہوں گے اور ان کا اس (انتخاب) کے معاملے میں کوئی دخل نہیں ہو گا۔ ظہر جوڑو تمہارے معاملے میں شریک ہوں گے اگر میں تین دن کے اندر آ جاؤں تو انھیں اپنے معاملے میں شریک کر لینا اور اگر تین دن گزر جائیں اور وہ نہ آئیں تو تم خود ہی اس معاملے کے بارے میں فیصلہ کر لینا۔ ہم ظہر جوڑو کے بارے میں مجھے کون (الطیمان دلائے گا)؟“

ظہر جوڑو کی ذمہ داری:

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا: ”میں ان کا ذمہ لیتا ہوں۔ ان شاء اللہ وہ مخالفت نہیں کریں گے۔“

متوقع امیدوار:

آپؐ نے فرمایا ”مجھے بھی یہ توقع ہے کہ وہ مخالف نہیں ہوں گے۔ میرا اٹھان غالب ہے کہ ان دونوں اختیاس یعنی علیؓ اور

عثمان بن عفان میں سے کوئی خلیفہ ہوگا۔ اگر عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو وہ نرم مزاج انسان ہیں اور اگر علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان میں ظرافت ہے اور وہ اس قابل ہیں کہ مسلمانوں کو حق و صداقت کی راہ پر قائم رکھیں۔

اگر تم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤ تو وہ بھی اس کے اہل ہیں ورنہ جو خلیفہ وقت ہوگا وہ ان کا وعدہ حاصل کرے گا۔ کیونکہ میں نے انھیں کسی خیانت یا نااہلی کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔
عبدالرحمن بن عوف کی گفتاری کا کیا کہنا! انھیں تائید یا ردی حاصل ہے۔ تم ان کی بات غور سے سنو۔

حضرت ابوطالبہ رضی اللہ عنہ کو خطاب:

آپ نے ابوطالبہ انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اے ابوطالبہ! خدائے بزرگ و برتر نے تمہارے ذریعے طویل مدت تک اسلام کو غالب رکھا تم انصار میں سے پچاس افراد کا انتخاب کرو اور اس (مجلس شوریٰ) کو آمادہ کرو کہ وہ اپنی جماعت میں سے کسی ایک شخص کا (خلیفہ کے لیے) انتخاب کریں۔“

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

آپ نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”جب تم مجھے قبر میں دفن کر چکے تو اس جماعت (مجلس شوریٰ) کو کسی گھر میں اکٹھا کرو تاکہ وہ اپنی جماعت میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر سکیں۔“

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو ہدایات:

آپ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم تین دن تک مسلمانوں کو نماز پڑھاؤ اور (حضرات) علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، سعید بن ابی وقاصؓ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نیز طلحہ رضی اللہ عنہ کو اگر وہ آجائیں تو کسی ایک مقام پر جمع کرو اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بھی شریک کرو مگر انہیں اس معاملہ (انتخاب) کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ تم ان کے سر پر کھڑے ہو جاؤ۔ اگر پانچ متفق ہو کر ایک شخص کا انتخاب کر لیں اور ایک شخص مخالف ہو تو اس کا سر تھوڑ سے پاش پاش کرو اور اگر چار متفق ہوں اور دو مخالف ہوں تو ان دونوں کی گردنیں اڑا دو۔“

انتخاب کا طریقہ:

اگر تین افراد ایک شخص (کے انتخاب) پر متفق ہوں اور تین افراد دوسرے شخص پر متفق ہوں تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ٹالٹ بناؤ اور فریقین میں سے جس کے بارے میں وہ فیصلہ کریں اس کا انتخاب کر لیا جائے۔ اگر وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کریں تو تم ان لوگوں کی حمایت کرو جس کے ساتھ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں اور باقی لوگوں کو قتل کرو اگر وہ لوگوں کے متعلق فیصلہ سے انحراف کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول:

اس کے بعد یہ لوگ باہر آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بنو ہاشم کے ساتھیوں سے کہا: ”اگر میں تمہارے مشورہ پر عمل کروں تو تم کبھی خلیفہ نہیں بن سکو گے۔“

اسنے میں ان کی ملاقات حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

خلافت کے بارے میں شبہات:

وہ خلافت جو میرے پاس سے چلی گئی۔ وہ بولے ”تمہیں کیسے معلوم ہوا۔“ وہ کہنے لگے: ”(حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کو میرے ساتھ شامل کیا گیا ہے اور انھوں نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے فرمایا ہے:

”تم آخریت کا ساتھ دینا نیز اگر دو افراد کسی ایک کی حمایت کریں اور دوسرے دو افراد کسی اور کی حمایت کریں تو تم ان کے ساتھ رہو جن میں عبدالرحمن بن عوف شامل ہوں“ لہذا (حضرت) سعد اپنے چچا زاد بھائی کی مخالفت نہیں کریں گے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ (حضرت) عبدالرحمن بن عوف (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کریں گے یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (حضرت) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کریں گے۔ اگر باقی دو (خلیفہ اور زبیر رضی اللہ عنہ) بھی میرے ساتھ رہے تو ان سے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ بلکہ مجھے صرف ایک ہی سے (حمایت کرنے کی) توقع ہے۔“

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب میں نے تم سے کوئی بات کہی (تم نے اسے قبول نہیں کیا) تم آخر میں وہی بات لے کر آتے ہو جو مجھے ناپسند ہوتی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر تمہیں مشورہ دیا تھا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو کہ: ”یہ معاملہ (خلافت) کس کے سپرد ہوگا؟ مگر تم نے یہ بات نہیں مانی۔“

مشورہ نہ ماننے کی شکایت:

پھر آپ کی وفات کے بعد میں نے تمہیں مشورہ دیا تھا کہ تم جلد یہ معاملہ طے کر لو مگر اس وقت بھی تم نے انکار کیا۔ اس کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارا نام مجلس شوریٰ میں شامل کیا تھا۔ اس وقت بھی میں نے تم سے کہا تھا کہ تم اس میں شامل نہ ہونا مگر اس سے بھی تم نے انکار کیا۔

احتیاط کا مشورہ:

اب میری ایک بات ذہن نشین کر لو۔ یہ جماعت جو بات پیش کرے تو تم اپنی خلافت کے علاوہ اور کسی بات کو تسلیم نہ کرو۔ تم اس جماعت سے محتاط رہو کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ ہمیں اس (خلافت) کے معاملے میں دور رکھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی دوسرا اس پر قابض ہو جائے۔ خدا کی قسم! اس وقت ایسا برائی مسلط ہوگی جس کے مقابلے میں کوئی بھلائی کا رادہ بہت نہیں ہوگی۔

آئندہ کا طریقہ کار:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اگر (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کو مشورہ ملے تو میں انھیں ان کی باتیں یاد دلانا شروع کروں گا اور اگر وہ وفات پا گئے تو لوگ اس معاملے کو پھر اپنے درمیان گردش میں لائیں گے اور اگر (اس وقت بھی) انھوں نے (کوئی ایسا) کام کیا تو وہ مجھے اپنی مرضی کے خلاف پائیں گے۔“

(حضرت) علی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو موجود پایا۔ آپ نے ان کی موجودگی کو پسند نہیں کیا۔ تاہم حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے ابوالحسن! آپ خوفزدہ نہ ہوں۔“

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی امامت:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی اور ان کا جنازہ پابرا لایا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ دونوں نے کوشش کی کہ وہ نماز جنازہ پڑھائیں۔ مگر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم دونوں خلیفہ بننا چاہتے ہو تمہارا اس کام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین دن تک نماز پڑھانے کے لیے (حضرت) صہیب رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے تا آنکہ لوگ کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرنے پر متفق ہو جائیں۔ لہذا حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھا لی۔
مجلس شوریٰ کا انعقاد:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہو گئے تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اہل شوریٰ کو (حضرت) مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع کیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق انھیں بیت المال میں یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجازت کے بعد ان کے حجرہ میں جمع کیا۔ یہ لوگ تعداد میں پانچ تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے انھوں نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کی درباری کریں۔

اسنے میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی آ کر دروازہ کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ننگریاں مار کر انھیں انھوا یا اور فرمایا:

”تم چاہتے ہو کہ تم یہ کہہ سکو۔ ہم مجلس شوریٰ میں شریک تھے۔“

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی تنبیہ:

اس کے بعد لوگ اس معاملے میں بہت اختلاف کرنے لگے اور ان کی باتیں بڑھنے لگیں اس موقع پر حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا ”مجھے یہ خطر محسوس ہوتا ہے کہ تم معاملہ (خلافت) کا فیصلہ کرنے کے بجائے باہمی رشک و رقابت میں جکڑا ہو جاؤ گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اس ذات کی قسم! جس نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کی جان لی ہے میں ان تین دنوں پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ پھر اپنے گھر میں بیٹھ کر یہ دیکھو گے کہ تم کیا کرتے ہو۔“
دست برداری کی تجویز:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم میں سے کون ہے جو خود بخود دستبردار ہو کر اس بات کی کوشش کرے کہ وہ تم میں سے بہترین شخصیت کو خلیفہ بنوائے۔“ کسی نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ اس نے انھوں نے فرمایا:
حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی دست برداری:

”میں خود دست بردار ہوتا ہوں“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میں سب سے پہلے آپ کی اس کوشش میں آپ کی تائید کرتا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔“ ”جو اس سرزمین کا امین ہے وہ آسمان کا بھی امین ہے“ باقی سب لوگوں نے کہا ”ہم سب (آپ کو مختار بنانے پر) رضامند ہیں“ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ اس پر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

”اے ابو الحسن! آپ کی کیا رائے ہے؟“

حضرت علیؓ نے فرمایا:

”آپ مجھ سے پختہ عہد کریں کہ آپ حق و صداقت کو ترجیح دیں گے اور نفسانی خواہش کی پیروی نہیں کریں گے اور کسی رشتہ دار کے ساتھ رعایت نہیں کریں گے اور قوم کے ساتھ (خیر خواہی کرنے میں) کوتاہی نہیں کریں گے۔“

پختہ معاہدہ:

حضرت عبدالرحمنؓ نے فرمایا: ”تم سب بھی پختہ وعدہ کرو کہ تم سب مخالف اور تہدیل ہونے والے کے مقابلے میں میرا ساتھ دو گے اور تہرہ رے لیے جس شخص کا (خلیفہ کی حیثیت سے) میں انتخاب کروں تم اس کو تسلیم کرو گے۔“

عہد مستحکم:

”میں بھی اللہ سے عہد مستحکم کرتا ہوں کہ میں کسی رشتہ دار سے اس کی رشتہ داری کی وجہ سے رعایت نہیں کروں گا اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے میں کوتاہی کروں گا۔“

چنانچہ انھوں نے سب لوگوں سے عہد لیا اور خود بھی ان کے ساتھ اسی قسم کا معاہدہ کیا۔ پھر انھوں نے حضرت علیؓ سے خطاب ہو کر کہا:

حضرت علیؓ سے خطاب:

”آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ حاضرین میں سب سے زیادہ اس معاملہ (خلافت) کے حقدار ہیں کیونکہ آپ کی (رسول اللہ ﷺ سے) قریبی رشتہ داری ہے اور آپ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ نیز دینداری میں آپ کی اچھی شہرت ہے اور آپ خود بھی اپنے آپ کو اس حق سے انکسار نہیں خیال کرتے ہیں تاہم اگر آپ کو اس کا موقع نہ دیا جائے اور آپ اس مجلس میں شریک نہ ہوں تو اس صورت میں آپ کی رائے میں اس معاملے (خلافت) کا کون زیادہ حقدار ہوگا؟“ وہ بولے ”عثمان“ (زیادہ حقدار ہیں)

حضرت عثمانؓ سے سوال:

پھر وہ تنہائی میں حضرت عثمانؓ سے ملے اور یہ پوچھا:

”تم کہتے ہو کہ تم بنو عہد مناف کے شیخ ہو اور رسول اللہ ﷺ کے داماد اور ان کے چچا زاد بھائی ہو اور تمہیں پہلے اسلام لانے کی فضیلت بھی حاصل ہے تاہم اگر تمہیں (اس خلافت کا) موقع نہ ملے اور تم اس مجلس میں شریک نہ ہو سکو تو تم موجودہ مجلس کے کس رکن کو اس (خلافت) کا زیادہ مستحق سمجھتے؟“

وہ بولے:

”حضرت علیؓ کو۔“

سعد و زبیرؓ سے گفتگو:

پھر وہ تنہائی میں حضرت زبیرؓ سے ملے اور ان سے بھی ویسی گفتگو کی جس طرح انھوں نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے گفتگو کی تھی۔ انھوں نے (حضرت) عثمانؓ سے گفتگو کا نام پیش کیا۔ پھر وہ تنہائی میں (حضرت) سعد بن ابی وقاصؓ سے گفتگو کی۔

سے ملے اور ان سے گفتگو کی تو انھوں نے بھی حضرت عثمانؓ کی تائید کی۔

حضرت سعد اور حضرت علیؓ:

حضرت علیؓ حضرت سعدؓ سے ملے اور ان سے فرمایا: ”تم اللہ سے ڈرو جس کے ذریعہ تم رشتہ داروں کا واسطہ دیتے ہو۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے اس بیٹے (حسن یا حسینؓ) کی رشتہ داری اور اپنے چچا حمزہؓ کی قرابت داری کا واسطہ دے کر کہتے ہوں کہ تم میرے برخلاف (حضرت) عبدالرحمنؓ کی مخالفت کے ساتھ مل کر (حضرت) عثمانؓ کے مددگار نہ بن جاؤ۔“
رائے عامہ کا اتفاق:

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ان راتوں میں گشت کرتے رہے۔ وہ صحابہ کرامؓ، بزرگواران کے سپہ سالاروں اور معزز افراد سے ملاقاتیں کرتے رہے جو اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے اور ان سے (خلیفہ کے انتخاب کے بارے میں) مشورہ کرتے رہے۔ وہ تنہائی میں جس کسی سے ملے اس نے (حضرت) عثمانؓ (کے خلیفہ ہونے) کی تائید کی۔
آخری رات کی کوشش:

آخر کار جب وہ رات آئی جس کی صبح کو وہ مقررہ مدت پوری ہوتی تھی۔ تو وہ مسور بن عزمہؓ کے گھر آئے اور انھیں جگا کر فرمایا: ”کیا تم سو رہے ہو جب کہ میں اس رات بالکل نہیں سو سکا۔ تم جا کر زبیر اور سعدؓ کو بلا لاؤ“ وہ ان دونوں کو بلا لائے تو انھوں نے سب سے پہلے (حضرت) زبیرؓ سے مسجد کے آخری حصہ میں اس چوڑے پر گفتگو شروع کی جو مردان کے گھر کے قریب تھا اور ان سے کہا:
 ”تم عبدالمنافؓ کے ان دونوں فرزندوں کو اس معاملے سے الگ کر دو۔“

حضرت زبیرؓ نے فرمایا:

”میری رائے حضرت علیؓ کے لیے ہے۔“

حضرت سعدؓ کی رائے:

پھر انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”ہم اور تم دونوں اس معاملے سے دستبردار ہیں اس لیے تم اپنی رائے مجھے دو کہ میں جس کو چاہوں انتخاب کر لوں۔“ وہ بولے:

”اگر آپ خود اپنا انتخاب کرتے تو کیا ہی اچھا ہوتا اور اگر تم حضرت عثمانؓ کا انتخاب کر رہے ہو تو (حضرت) علیؓ مجھے زیادہ پسند ہیں۔ اے شخص! تم اپنی ذات کے لیے ہم سے بیعت کرنا کہ ہمیں چھٹکارا دو اور ہمیں سر بلند کرو“ حضرت عبدالرحمنؓ نے فرمایا:

حضرت عبدالرحمنؓ کی رائے:

”میں خود بخود دستبردار ہو چکا ہوں اس شرط پر کہ میں کسی دوسرے کا انتخاب کروں گا اور اگر میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا اور مجھے پھر اختیار دیا گیا تو میں دوبارہ اپنے آپ کو امیدوار نہیں بنائوں گا کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک سرسبز باغ ہے جس میں بہت گھاس اگی ہوئی ہے وہیں ایک ایسا قوی اونٹ داخل ہوا کہ میں نے اس سے زیادہ اہمیل اور شریف اور کوئی نہیں دیکھا

تھا۔ وہ تیر کی طرح گزر گیا اس نے کسی چیز کو نظر بھر کے نہیں دیکھا۔ بلکہ وہاں سے گزر گیا اور کہیں نہیں ٹھہرا۔ اس کے بعد دوسرا اونٹ داخل ہوا وہ بھی اس کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ بھی باغ سے نکل گیا۔ پھر ایک اور قوی نرا اونٹ اپنی ٹیکل کھینچے ہوئے داخل ہوا۔ وہ درائیں بائیں دیکھتا رہا اور پہلے دونوں اونٹوں کے راستے پر چلتا ہوا گزر گیا۔

خلیفہ نہ بننے پر اصرار:

پھر چوتھا اونٹ داخل ہوا۔ وہ باغ میں چرنے لگا۔ خدا کی قسم! میں چوتھا اونٹ نہیں بنوں گا اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد ان کے بعد ان کو کوئی ایسا قائم مقام نہیں بن سکتا کہ سب لوگ اس سے خوش ہوں۔

حضرت سعدؓ بولے: ”مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اب کمزور ہو گئے ہیں۔ بہر حال آپ اپنے ارادے کی تکمیل کریں کیونکہ میں حضرت عمرؓ کے زمانے سے نبوی واقف ہوں“ اس کے بعد حضرات زبیرؓ و سعدؓ بیٹے چلے گئے۔

حضرات علیؓ و عثمانؓ بیٹے کی طللی:

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اب مسور بن مخرمہ کو حضرت علیؓ کے پاس بھیجا (وہ اُصیب بلالائے) انھوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ طویل عرصہ تک اس طرح سرکشی کی جس سے یہ یقین ہوتا تھا کہ وہی خلیفہ ہوں گے۔ پھر وہ اٹھ کر چلے گئے۔ پھر انھوں نے مسور بن مخرمہ کو حضرت عثمانؓ کے ذریعے حضرت عثمانؓ کو بلوایا اور وہ دونوں بات چیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح کی اذان نے ان دونوں کو جدا کیا۔

خدا کی فیصلہ:

عمر بن عبید بن جراحؓ نے کہا: ”(حضرت) عبداللہ بن عمرؓ نے مجھ سے یہ فرمایا: ”اے عمرو! جو شخص تمہیں یہ اطلاع دے کہ اے ان تمام باتوں کا علم ہے جو حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت عثمانؓ و علیؓ سے کی تھیں تو وہ صحیح علم کے بغیر باتیں کر رہا ہے۔ بلکہ (یوں کہنا چاہیے) تمہارے پروردگار کا فیصلہ (حضرت) عثمانؓ کے حق میں ہوا۔“

حضرت عبدالرحمنؓ کا خطاب:

جب مسلمانوں نے صبح نماز پڑھ لی تو وہ مجلس شوریٰ منعقد ہوئی نیز مہاجرین اور قدیم صاحب فضیلت انصار اور سپہ سالاروں کو بھی بلایا گیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے اور مسجد نبویؐ لوگوں سے کھینچا بھرنی تو حضرت عبدالرحمنؓ نے (لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا:

”اے لوگو! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ شہر والے اپنے شیروں کی طرف واپس چلے جائیں مگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کا امیر (خلیفہ) کون ہوگا؟“

خلیفہ کے لیے نامزدگیاں:

سعد بن زیدؓ بولے ”ہم آپ کو اس کا حقدار سمجھتے ہیں“ انہوں نے فرمایا:

”تم کسی دوسرے کا نام پیش کرو۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اگر آپ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اختلاف نہ ہو تو آپ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔“

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ”عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اگر آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے تو ہم بھی اطاعت کریں گے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نامزدگی:

ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے کہا ”اگر آپ چاہتے ہیں کہ قریش میں اختلاف برپا نہ ہو تو آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔“

عبداللہ بن ابی ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا ”یہ سچ ہے اگر آپ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے تو ہم بھی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے۔“

نوحہاشم و امیہ میں ٹکراؤ:

اس پر (حضرت) عمار رضی اللہ عنہ نے ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اور وہ یوں بولے ”تم کب سے مسلمانوں کے خیر خواہ بنے ہو“ اسے میں نوحہاشم اور نوحہامیہ میں ٹکراؤ ہونے لگی تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ بولے:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی تقریر:

”اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے ہمیں صرف اپنے پیغمبر آخضر صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے دین و مذہب کے ذریعہ عزت و تکریم بخشی ہے اس لیے تم کب تک اس امر (خلافت) کو اپنے پیغمبر کے اہل بیت سے دور رکھو گے؟“

اس پر قبیلہ خزرج کا ایک شخص آ کر کہنے لگا:

تقریر کا جواب:

”اے ابن سبیہ (عمار) تم اپنی حد سے آگے بڑھ گئے ہو۔ تمہارا اس چیز سے کیا تعلق ہے؟ قبیلہ قریش بذات خود اپنے امیر (خلیفہ) کا انتخاب کرے گا۔“

جلد فیصلہ کی درخواست:

اس پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے عبدالرحمن! آپ جلد فیصلہ کریں اس سے پہلے کہ لوگ فتنہ و فساد میں مبتلا ہوں۔“

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں نے خوب غور و فکر کیا ہے اور لوگوں سے مشورہ بھی کر لیا ہے اس لیے تم لوگ دخل نہ دو۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عہد لیتا:

پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا:

”ہم تم سے اللہ کا پختہ عہد و پیمان لے کر دریافت کرتے ہیں کہ تم کتاب اللہ سنت نبوی اور آپ کے بعد کے دونوں خلفاء کے طریقہ پر چلو گے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”مجھے توقع ہے کہ میں یہ کام کر سکوں گا۔ مگر میں اپنے علم اور طاقت کے مطابق اس پر عمل کروں گا۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان کے سامنے بھی وہی الفاظ دہرائے جو (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے سامنے کہے تھے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہاں!“ (ہم اسی طرح عمل کریں گے)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت:

اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”یہ پہلا دن نہیں ہے جب کہ تم نے ہم پر غلبہ حاصل کیا ہے۔ بہر حال مہر کرنا بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کے مقابلے میں اللہ ہی سے مدد حاصل کی جائے گی۔ خدا کی قسم! آپ نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کو اس لیے خلیفہ مقرر کیا ہے کہ معاملہ (خلافت) تمہارے ہاتھ میں چلا جائے۔ اس طرح اللہ روزانہ نئے نئے انتداب دکھاتا ہے۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے علی! تم کوئی مخالفانہ دلیل و حجت نہ پیش کرو۔ میں نے خوب غور و فکر کیا ہے اور لوگوں سے مشورے بھی کیے ہیں۔ انھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی کی تائید نہیں کی۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہوئے نکل گئے:

”بہت جلد کبھی ہوئی بات اپنی مقررہ مدت تک پہنچ جائے گی۔“

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی شکایت:

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ! آپ نے ایسے شخص کو نظر انداز کر دیا ہے جو ان لوگوں میں سے ہے جو حق و صداقت کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں اور اسی کے مطابق عدل و انصاف قائم کرتے ہیں۔“

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے مقداد رضی اللہ عنہ! خدا کی قسم! میں نے مسلمانوں کے لیے مقدور بھر خیر خواہی کی ہے۔“ وہ بولے:

”اگر آپ کا ارادہ اللہ (کی خوشنودی) ہے تو اللہ آپ کو ان لوگوں کی مانند ثواب دے جو احسان (ایچھے کام) کرتے ہیں۔“

بہترین شخص سے نظر اندازی:

حضرت مقداد جوؓ نے یہ بھی کہا: ”غیر اسلام کی وفات کے بعد اہل بیت پر ایسا وقت نہیں آیا جیسا میں اس وقت مشاہدہ کیا۔ مجھے قریش پر تعجب ہے کہ انہوں نے میرے علم و قول کے مطابق ایسے شخص کو نظر انداز کر دیا جس سے بڑھ کر کوئی عالم اور عدل منصف نہیں ہے۔ کاش! کہ مجھے اس کے مددگاروں کی جماعت ملتی۔“

حضرت مقداد جوؓ کو تنبیہ:

حضرت عبدالرحمن جوؓ نے فرمایا: ”اے مقداد! اللہ سے ڈرو کیونکہ مجھے تم سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے۔“ ایک شخص نے مقداد جوؓ سے پوچھا:

اہل بیت کا مفہوم:

”اللہ تم پر رحم کرے۔ اہل بیت سے کون مراد ہیں اور ایسا شخص کون ہے؟“ وہ بولے ”اہل بیت سے مراد فرزندان عبدالطلب ہیں اور ایسا شخص (حضرت) علی بن ابی طالب (جوؓ) ہیں۔“

قریش کا نقطہ نظر:

حضرت علی جوؓ نے فرمایا: ”لوگوں کی نظریں قبیلہ قریش کی طرف لگی ہوئی ہیں اور اہل قریش اپنے میں سوچ رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں: ”اگر بنو ہاشم خلیفہ ہو گئے تو خلافت ان کے خاندان سے ہرگز نہیں نکلے گی اور اگر قریش کے دوسرے خاندانوں میں رہی تو وہ (انہی کے خاندانوں میں) باری باری گردش کرتی رہے گی۔“

حضرت طلحہ جوؓ کی آمد:

حضرت طلحہ جوؓ اس دن آئے جس دن حضرت عثمان جوؓ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی۔ لوگوں نے کہا ”تم بھی (حضرت) عثمان جوؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔“ تو وہ پوچھنے لگے ”کیا تمام اہل قریش ان کی حمایت کرتے ہیں؟“ وہ بولے ”ہاں“ پھر وہ (حضرت) عثمان جوؓ کے پاس آئے تو حضرت عثمان جوؓ نے ان سے فرمایا ”تمہیں اس معاملہ کا اختیار ہے۔ اگر تم انکار کرو گے تو میں اس معاملہ کو لوٹا دوں گا“ وہ بولے ”کیا آپ اسے لوٹا دیں گے؟“ آپ نے فرمایا ”ہاں“ پھر پوچھا ”کیا تمام لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے؟“ آپ نے فرمایا ”ہاں“ اس پر وہ بولے:

حضرت طلحہ جوؓ کی بیعت:

”میں بھی بیعت کرنے پر رضامند ہوں۔ میں لوگوں کے متفقہ فیصلہ سے الگ رہنا نہیں چاہتا ہوں۔“ (یہ کہہ کر) انہوں نے

بھی بیعت کر لی۔

مغیرہ جوؓ کا قول:

حضرت مغیرہ بن شعبہ جوؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف جوؓ سے کہا:

”اے ابو حمزہ! (عبدالرحمن) آپ نے حضرت عثمان جوؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے صحیح فیصلہ کیا۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان جوؓ سے کہا: ”اگر عبدالرحمن جوؓ آپ کے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرتے تو ہم ہرگز اس پر رضامند نہ ہوتے۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا: ”اے کانے! (مغیرہ رضی اللہ عنہ کو خطاب ہے) تم دروغ گوئی کر رہے ہو۔ اگر میں کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرتا تو تم بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور اس کے سامنے بھی یہی گفتگو کرتے۔“

فرزدق کے اشعار:

فرزدق (شاعر) نے اس موقع کی مناسبت سے یہ اشعار کہے ہیں:

۱ (حضرت) سہیب رضی اللہ عنہ نے تین (دن) تک نماز پڑھائی پھر اس غیر محمد و ملک کو (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) ابن عفان کے سپرد کر

دیا۔

۲ یہ وہ خلافت تھی جو (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی کے سپرد کی تھی۔ یہ سب ہدایت یافتہ اور خدا کی طرف سے مامور صحابہ کرام پر مشتمل تھے۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا اعلیٰ کردار:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ محفل پر اس قدر چھا گیا ہو جس قدر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ چھا گئے تھے۔“

مجلس شوریٰ کی کارروائی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی میت کو قبر میں مجلس شوریٰ کے پانچوں ارکان نے اتارا۔ پھر سب اپنے گھروں کو جانے لگے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں پکار کر کہا ”کہاں جا رہے ہو؟ آؤ یہاں“ اس پر سب ان کے پیچھے ہو گئے۔ وہ قافلہ بنت قیس فہریہ بن سہب کے گھر لے گئے جو حماک بن قیس فہدی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ان کی بیوی تھیں اور بہت عقلمند تھیں۔ وہاں پہنچ کر حضرت عبدالرحمن نے گفتگو کا آغاز کیا اور فرمایا:

گفتگو کا آغاز:

”اے لوگو! میری ایک رائے ہے تم اسے سنو! اس پر غور کر کے جواب دیا تم یہ بات سمجھو کہ خنڈے پانی کا ایک گھونٹ ناخوشگوار شیریں شربت سے بہتر۔ تم لوگ رہنما اور پیشوا ہو۔ عوام تمہارے ذریعہ سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور تمہارے علیٰ مرکروں میں آتے ہیں۔ تم باہمی اختلاف سے اپنی حالت خراب نہ کرو اور اپنے دشمن کے مقابلے میں اپنی تلواریں بنیام میں نہ رکھو (دشمن سے مقابلہ کرنے کی بجائے باہمی اختلاف میں نہ پڑ جاؤ) ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ ہر قوم ملت کا ایک سربراہ ہوتا ہے جس کے حکم کو سب تسلیم کرتے ہیں اور اس کے منع کرنے پر کسی کام سے باز آ جاتے ہیں۔“

اتحاد کی تلقین

تم اپنی جماعت میں سے کسی ایک کو اپنا سربراہ بناؤ۔ تم امن و امان میں رہو گے اور اندھا دھند فتنہ و فساد اور حیران کن گمراہی سے محفوظ رہو گے۔ بد فطری اور اختصار سے بچے رہو گے۔ تم ذاتی اور نفسانی خواہشات کی رہنمائی سے پرہیز کرو

اور انصافی اور تفرقہ اندازی کی زبان نہ استعمال کرو کیونکہ زبان کا زخم تلوار کے زخم سے زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ تم رواداری اور کشیدہ دلی سے گھٹت و شنید کرو اور پابھی رضامندی سے کوئی فیصلہ کرو۔ تم کسی جنت پر داز کی باتوں سے متاثر نہ دو جانو۔ کسی شخص رہنما کی مخالفت نہ کرنا۔ میں اپنی اس گفتگو کو ختم کرتا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے مغفرت کا طالب ہوں۔“

حضرت عثمان بن عفانؓ کی تقریر:

ان کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ نے تقریر شروع کی اور فرمایا:

”حمد وثنا اس ذات کے لیے سزاوار ہے جس نے محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا اور انھیں اپنا وعدہ و وعید دکھایا اور آپ کو اپنے قریبی اور دور کے عزیزوں کے مقابلے میں فتح و نصرت عطا کی۔

احکام الہی کا اتباع:

اللہ نے ہمیں ان کا تابع اور پیرو بنایا۔ ہم ان کے احکام کے ذریعہ ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ آپ ہمارے لیے نور ہیں اور پابھی اختلافات اور دشمنوں سے جھگڑا کرنے کی صورت میں ہم ان کے احکام کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ اللہ نے ہمیں آپ کے طفیل اور آپ کی اطاعت کی بدولت جیش و اور حاکم بنایا۔ ہم خود اپنا انتقام کرتے ہیں اور ہمارے معاملات میں کوئی دوسرا دخل انداز نہیں ہے۔ بجز اس کے جو اہ حق سے بھیک گیا ہو اور امتدال کو چھوڑ بیٹھا ہو۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی تائید:

اے عبدالرحمن بن عوفؓ! اگر تمہارے حکم کی خلاف ورزی ہوئی اور تمہاری دعوت قبول نہیں کی گئی تو میں سب سے پہلے تمہاری بات تسلیم کروں گا اور تمہاری دعوت پر لبیک کہوں گا۔ میں جو بات کہتا ہوں اسے پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ رہا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے مغفرت کا طلب گار ہوں۔“

حضرت زبیر بن عوفؓ کی تقریر:

اس کے بعد حضرت زبیر بن عوفؓ نے اپنی تقریر میں فرمایا:

”جو شخص اللہ کی طرف دعوت دے اس سے کوئی تاوان نہیں رہ سکتا اور جو شخص پابھی اختلاف اور افتراق کے موقع پر اس دعوت کو قبول کر لے۔ وہ ہرگز ناکام اور رسوا نہیں ہوگا۔ آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے۔ اس میں ایک گمراہ شخص ہی کو تائب کر سکتا ہے اور جو آپ کی دعوت کو قبول نہ کرے وہ بدبخت ہے۔

خدائی قوانین پر عمل:

اگر اللہ کے حدود و فرمانیں مقرر نہ ہوتے جن پر عمل کرنا ضروری ہے تو موت، حکومت سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ تھی۔ اس طرح حکومت سے گریز کر کے ایک انسان گناہوں سے بچ سکتا تھا۔

مگر اللہ کی دعوت کو قبول کرنا اور سنت پر عمل کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ تاکہ ہم اندھی موت نہ مریں اور عہد جاہلیت کی طرح اندھا حد نہ بھیکتے رہیں۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی حمایت:

میں آپ کی دعوت پر لبیک کہتا ہوں اور جس کام پر آپ مامور ہیں اس میں آپ کا مددگار ہوں تاہم اصل قدرت و اختیار اللہ ہی کو حاصل ہے۔ میں بھی اپنے لیے اور تم سب کے لیے مغفرت کا طالب ہوں۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا خطاب:

پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس طرح تقریر فرمائی:

”اولاً و آخرہ دوشا کا مستحق اللہ ہی ہے۔ میں اس کی حمد و ثنا اس لیے کرتا ہوں کہ اس نے مجھے گمراہی سے نجات دی اور راستہ جھٹکنے سے مجھے محفوظ رکھا۔ اللہ کے راستے پر چل کر نجات حاصل کرنے والا کامیاب ہوتا ہے اور اس کی رحمت سے پاکیزہ انسان فلاح و کامرانی حاصل کر سکتا ہے۔ محمد بن عبد اللہ ﷺ کے ذریعہ اللہ نے راہ (ہدایت) روشن کی اور آپ ہی کی بدولت راہیں ہموار ہو گئیں حق و صداقت کا بول بالا ہوا اور باطل مٹ گیا۔

بداعمالی سے پرہیز:

اے لوگو! دروغ گوئی اور معذوروں کی (جھوٹی) تمناؤں سے بچو۔ کیونکہ اسی قسم کی تمناؤں نے تم سے پہلے لوگوں کا خاتمہ کیا جو انھیں علاقوں کے وارث تھے جن پر تم قابض ہو اور جو کچھ تم نے حاصل کیا وہ سب انھیں حاصل تھا (ان کی بداعمالی اور سرکشی کی وجہ سے) اللہ نے انھیں اپنا دشمن قرار دیا اور ان پر سخت لعنت بھیجی۔ چنانچہ خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے:

”حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت داؤد (علیہ السلام) کی زبانی جو اسرائیل کے کفار پر لعنت بھیجی گئی کیونکہ وہ نافرمان اور سرکش ہو گئے تھے اور حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ وہ برے کاموں سے نہیں بچتے تھے اور جو کام وہ کرتے تھے وہ بہت ہی برا ہوتا تھا۔“

خلافت سے دستبرداری:

میں نے اپنے ہتھیار ڈال دیے ہیں اور اس معاملہ (امید داری سے) دستبردار ہو گیا ہوں اور جو کچھ میں نے اپنے لیے پسند کیا وہی ظلم بن عبد اللہ کے لیے پسند کیا ہے۔ میں اس کا ذمہ لیتا ہوں اور جو قول و اقرار میں نے کیا ہے اس کا پابند ہوں۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ پر اعتقاد:

اے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ! یہ معاملہ تمہارے سپرد کر دیا گیا ہے۔ لہذا تم خیر خواہی کی نیت سے اپنی مقدور بھر کوشش کرو۔ صحیح راستہ دکھانا اللہ کے ذمہ ہے اور اسی کی طرف (ہر معاملہ میں) رجوع کیا جاتا ہے۔

میں بھی اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے مغفرت کا طالب ہوں اور تمہاری مخالفت سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر:

پھر حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یوں ارشاد فرمایا:

”اللہ ہی جد و ث کا مستحق ہے جس نے ہم میں سے حضرت محمد ﷺ کو ہماری طرف رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا۔ ہم مرکز نبوت، معدن حکمت اور اہل زمین کے لیے باعث امن و امان ہیں اور طالب نجات کے لیے باعث نجات ہیں۔“

حق خلافت:

یہ (خلافت) ہمارا حق ہے اگر تم اسے دو گے تو ہم قبول کریں گے اور اگر نہ دو گے تو ہم اونٹوں کی پشت پر سوار ہو کر چلے جائیں گے خواہ ہماری شب اول کتنی ہی طویل ہو۔

اگر رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے کوئی معاہدہ کرتے تو ہم اس معاہدہ کو نافذ کراتے اور اگر ہم سے کوئی بات کہتے تو ہم مرتے دم تک اس قول پر ڈٹے رہتے۔ دعوت حق اور صلہ رحمی میں کوئی مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ہم قدرت اور اختیار صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔

مستقبل کے بارے میں اندیشہ:

تم میرا کلام سنو اور میری بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس اجتماع کے بعد تم یہ دیکھو کہ تمواریں ہے نیام ہو گئی ہیں اور امانت میں خیانت ہونے لگی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایسی جماعت بناؤ جن میں سے بعض لوگ گمراہوں کے سردار ہو جائیں اور کچھ جاہل لوگوں کے پیرو بن جائیں۔“

حضرت عبدالرحمنؓ کی دست برداری:

آخر میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا: ”تم میں سے کون ہے جو برضا و رغبت اس معاملہ (خلافت) سے دست بردار ہو جائے اور دوسرے کو خلیفہ بنائے۔“ جب کوئی بھی اس بات کے لیے تیار نہیں ہوا تو حضرت عبدالرحمنؓ نے فرمایا: ”میں اور میرے چچا زاد بھائی (سعد بن ابی وقاصؓ) اس معاملے سے دست کش ہوتے ہیں۔“

مجلس کے مختار کل:

اس پر ان لوگوں نے معاملہ (خلافت) ان کے سپرد کر دیا۔ اس وقت حضرت عبدالرحمنؓ نے ان سب (ارکان شوری) سے منبر (مسجد نبوی) کے قریب حلف اٹھوایا تو سب نے یہ حلف اٹھایا کہ وہ اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کریں گے جس کے ہاتھ پر وہ (عبدالرحمنؓ) بیعت کریں گے۔

مساعی جمیلہ:

حضرت عبدالرحمنؓ تین جہتوں تک مسجد (نبوی) کے قریب اپنے گھر میں مقیم رہے جو آج کل رجبہ القضاء کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس فیصلہ کی وجہ سے اس کا یہ نام مشہور ہو گیا ہے۔ ان تین دنوں میں حضرت مصیب نماز پڑھاتے رہے۔

عثمان اور علیؓ کی بیعت:

حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا: ”اگر میں تمہارے ہاتھ پر بیعت نہ کروں تو (تم دوسرے شخص کے بارے میں) مجھے مشورہ دو“ انہوں نے فرمایا ”عثمانؓ“

پھر انہوں نے حضرت عثمانؓ کو بلا دیا اور فرمایا ”اگر میں تم سے بیعت نہ کروں تو (اس صورت میں) تم کس کے لیے

مشورہ دے؟“ انھوں نے فرمایا ”علی (کے لیے مشورہ دوں گا)۔“

زبیر و سعد کی رائے:

پھر انھوں نے حضرت زبیرؓ کو بلوایا اور پوچھا ”اگر میں تم سے بیعت نہ کروں تو تم مجھے کس کے لیے مشورہ دے گے؟“ وہ بولے ”عثمن جو تم کے لیے“ پھر انہوں نے حضرت سعدؓ کو بلوایا اور فرمایا ”ہم اور تم خلیفہ بننا نہیں چاہتے ہیں لہذا اب تمہارا مشورہ کس کے لیے ہے؟“ وہ بولے ”عثمان جو تم کے لیے“ (مسور بن عزمہؓ روایت کرتے ہیں)

مسور بن عزمہؓ کی روایت:

جب تیسری رات آئی تو انھوں نے آواز دی ”اے مسور!“ میں نے کہا لیک۔ آپ نے فرمایا: ”تم سو رہے ہو؟“ خدا کی قسم تین راتوں سے میری آنکھ نہیں چمکی ہے۔ تم جا کر حضرات علی و عثمان جیسے کو بلا لاؤ۔“ میں نے کہا ”اے ماموں! میں پہلے کس کو جاؤں؟“

حضرت علیؓ کی طلبی:

وہ بولے ”جس کو تم چاہو“ چنانچہ میں نکل کر (سب سے پہلے) حضرت علیؓ کے پاس گیا۔ کیونکہ میرا میلان طبع ان کی طرف تھا۔ میں نے کہا ”تم میرے ماموں (حضرت) عبدالرحمنؓ جو تم کے پاس جاؤ“ وہ بولے ”کیا انھوں نے تمہیں کسی اور کی طرف بھی بھیجا ہے؟“ میں نے کہا ”ہاں“ وہ بولے ”کس کی طرف بھیجا ہے؟“ میں نے کہا ”حضرت عثمانؓ کی طرف“ انہوں نے مزید دریافت کیا ”انھوں نے کس کو پہلے بلانے کا تمہیں حکم دیا تھا؟“ میں نے کہا ”میں نے اس بارے میں ان سے پوچھا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا۔ جس کو تم چاہو۔ اس لیے میں پہلے آپ ہی کے پاس آیا۔ کیونکہ میں آپ کا حامی ہوں۔“ پھر حضرت علیؓ میرے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ہم اپنی نشست گاہوں کے قریب آئے اور حضرت علیؓ وہاں بیٹھ گئے۔

حضرت عثمانؓ کا بلاؤ:

پھر میں حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ فجر کے ساتھ وتر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا ”تم میرے ماموں کے پاس جاؤ“ انھوں نے پوچھا ”کیا کسی اور کو بھی بلایا ہے؟“ میں نے کہا ”ہاں“ حضرت علیؓ کو بلایا ہے۔ پھر پوچھا ”تمہیں پہلے کس کو بلانے کا حکم دیا تھا؟“ میں نے کہا ”میں نے ان سے دریافت کیا تھا تو انھوں نے فرمایا ”جس کو تم چاہو (پہلے بلا لاؤ) لہذا حضرت علیؓ اب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔“ چنانچہ وہ بھی میرے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ ہم دونوں اسٹھ وہاں پہنچے۔

حضرت عبدالرحمنؓ جو عثمانؓ کی گفتگو:

میرے ماموں (عبدالرحمنؓ) قبلہ رو کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ جب انھوں نے ہمیں دیکھا تو انھوں نے نماز ختم کر دی اور حضرات علی و عثمانؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرما دئے:

”میں نے تم دونوں کے بارے میں اور دوسرے لوگوں کے بارے میں (مختلف حضرات سے) دریافت کیا تو وہ تم دونوں سے آگے نہیں بڑھے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال:

”اے علی! کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہو؟“ انھوں نے کہا ”نہیں بلکہ میں اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق عمل کروں گا۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے خطاب:

پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: ”کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے پر عمل کرنے کا عہد کرتے ہو؟“ انھوں نے فرمایا ”ہاں“ اس پر انھوں نے اپنے ہاتھ سے انھیں کا اشرہ کیا۔ ہم کھڑے ہو گئے اور مسجد (نبوی) میں داخل ہو گئے۔ اعلان کرنے والے نے اعلان کیا ”جماعت تیار ہے۔“

مسجد نبوی کا اجتماع:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”میں حیا و شرم کی وجہ سے پیچھے رہ گیا۔ کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لپکے جا رہے تھے۔ اس طرح میں مسجد میں آخری صف میں رہ گیا۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے۔ وہ اپنے سر پر وہ عمامہ باندھے ہوئے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں باندھا تھا نیز وہ اپنی تلوار گردن میں ڈالے ہوئے تھے۔ جب وہ منبر پر چڑھے تو وہ طویل عرصہ تک کھڑے رہے۔ پھر انھوں نے دعا مانگی جسے لوگ نہیں سن سکے۔ پھر انھوں نے یہ تقریر ارشاد فرمائی:

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا خطاب:

اے لوگو! میں نے پوشیدہ اور اعلان نہ تمہارے خلیفہ کے بارے میں مشورہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ تم صرف ان دونوں میں سے صرف ایک کے حامی ہو۔ یا تم (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار ہو یا (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامی ہو۔ اے علی! تم کھڑے ہو جاؤ۔“ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے استفسار:

”کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہو؟“ انھوں نے کہا ”نہیں“ بلکہ اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق (عمل کروں گا)

اس کے بعد انھوں نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا اور پکار کہا ”اے عثمان! تم میرے پاس آؤ“ (جب وہ آئے) تو انہوں نے انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام پر کھڑا کر کے پوچھا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اقرار:

”کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہو؟“ انہوں نے کہا ”ہاں“ اس پر انہوں نے اپنا سر مسجد نبوی کی چھت کی طرف بلند کیا اس وقت ان کا ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ یہ فرما رہے تھے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کا فیصلہ:

”اے اللہ! تو سن اور گواہ رہ۔ میں نے وہ (ذمہ داری) جو میری گردن میں تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گردن میں ڈال دی۔“

حضرت عبداللہ بن جراحؓ کی قیادت:

اس کے بعد لوگوں کی بھیڑ لگ گئی اور وہ حضرت عثمان بن جراحؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ چاروں طرف چر گئے۔ اس وقت عبدالرحمن بن عوفؓ منبر پر رسول اللہ ﷺ کی نشست پر بیٹھے ہوئے تھے اور انھوں نے حضرت عثمان بن جراحؓ (منبر کی) دوسری نیزھی پر بٹھا رکھا تھا۔ سب لوگوں نے بیعت کی مگر حضرت علیؓ جیٹھے چپے رو گئے۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا:

حضرت علیؓ بن جراحؓ کی بیعت:

”جو عہد شکنی کرے گا۔ اس کی عہد شکنی اس کی ذات کے لیے نقصان دہ ہوگی اور جس نے اللہ سے کیا ہوا معاہدہ پورا کیا تو وہ مخترب اسے بڑا ثواب عطا کرے گا۔“

اس پر حضرت علیؓ بن جراحؓ لوگوں کی صفیں چرتے ہوئے آئے اور انہوں نے بھی بیعت کر لی مگر یہ فرمایا:

”دھوکہ اور فریب، کس قدر فریب کیا ہے۔“

قول علیؓ بن جراحؓ کی توضیح:

عبدالعزیز (ارادی) توضیح کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ بن جراحؓ نے دھوکہ اور فریب کا لفظ اس لیے استعمال کیا کہ عمرو بن العاصؓ بن جراحؓ مجلس شوریٰ کی راتوں میں حضرت علیؓ بن جراحؓ سے ملے اور انہوں نے ان سے یہ کہا تھا ”حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بن جراحؓ محنت و مشقت کرنے والے انسان ہیں اس لیے اگر آپ ان کے سامنے عزیمت (عزم مصمم) کا اظہار کریں گے تو وہ آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے اس لیے آپ طاقت اور استقامت کے الفاظ استعمال کریں اس طرح وہ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے۔“

عمرو بن العاصؓ بن جراحؓ کا قول:

اس کے بعد حضرت عثمان بن جراحؓ سے مل کر انھوں نے یہ کہا ”حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بن جراحؓ جدوجہد کرنے والے آدمی ہیں۔ خدا کی قسم! وہ آپ کے ہاتھ پر اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جب تک کہ آپ عزیمت (عزم مصمم) کا اظہار نہ کریں گے“ انھوں نے یہ بات مان لی۔ لہذا حضرت علیؓ بن جراحؓ نے ”فریب“ کا جو لفظ کہا تھا (اس میں اس واقعہ کی طرف اشارہ تھا)۔

حضرت مغیرہ بن جراحؓ کی تقریر:

پھر حضرت عثمان بن جراحؓ، فاطمہ بنت قیسؓ بن جراحؓ کے گھر گئے اور وہاں بیٹھے۔ لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ وہاں مغیرہ بن شعبہؓ بن جراحؓ نے تقریر کی اور کہا ”اے ابو محمد! اللہ حمد و ثنا کا سزاوار ہے جس نے آپ کو اس کی توفیق دی۔ خدا کی قسم! حضرت عثمان بن جراحؓ کے علاوہ خلافت کا اور کوئی مستحق نہیں تھا“ وہاں حضرت علیؓ بن جراحؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بن جراحؓ نے فرمایا: ”اے ابن الدباغ! تم یہ کیسے زبان سے نکال رہے ہو۔ بخدا! میں جس کسی سے بیعت کرتا“ تم اس کے بارے میں یہی بات کہتے۔“

عبید اللہ بن عمرؓ بن جراحؓ کی طلبی:

پھر حضرت عثمان بن جراحؓ، بدر بنوی کے ایک گوشے میں بیٹھ گئے اور وہاں عبید اللہ بن عمرؓ بن جراحؓ کو بلوایا۔ وہ حضرت سعد بن ابی

وقاص جو بڑے گھر میں مقید تھے۔ کیونکہ جب عبید اللہ بن عمرؓ نے (اپنے والد کا انتقام لینے کے لیے بغیر ہرمزان اور بنت ابی لؤلؤہ (قاتل عمرؓ) کو مار ڈالا تو حضرت سعدؓ نے ان کے ہاتھ سے کوار چھین لی تھی ورنہ وہ (عبید اللہ) یہ کہہ رہے تھے۔ ”بھلا! میں ان سب افراد کو قتل کروں گا جو میرے والد کے خون میں شریک تھے۔ ان کا اشارہ بغض مہاجرین و انصار کی طرف بھی تھا۔

گھر میں مقید:

حضرت سعدؓ نے ان کے ہاتھ سے کوار چھین لی تھی اور ان کے ہال پکڑ کر انھیں زمین پر گرا دیے تھا۔ اس کے بعد انھیں اپنے گھر میں بند کر دیا تھا (و وہاں مقید رہے) یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ نے (بیعت خلافت کے بعد) انھیں رہا کر دیا اور اپنے پاس بلوایا۔

عبید اللہ بن عمرؓ کے بارے میں مشورہ:

حضرت عثمانؓ نے مہاجرین و انصار کی ایک جماعت سے فرمایا:

”تم مجھے اس شخص کے بارے میں مشورہ دو جس نے اسلام میں (ان اشخاص کو قتل کر کے) رخصت ڈال دیا ہے۔“

حضرت علیؓ نے فرمایا:

”میری رائے یہ ہے کہ آپ اسے قتل کر دیں۔“

مہاجرین میں سے کسی نے کہا: ”کل حضرت عمرؓ شہید کیے گئے اور آج ان کے فرزند کو قتل کیا جا رہا ہے؟“ حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا:

دیت پر رہائی:

”اے امیر المومنین! یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا جب کہ آپ کی حکومت نہیں تھی۔ بلکہ یہ آپ کے دور سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس وقت مسلمانوں کا کوئی حاکم نہیں تھا۔“

حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

”میں مسلمانوں کا ولی ہوں میں نے اس (قتل) کے لیے دیت مقرر کی ہے جسے میں اپنے مال سے ادا کروں گا۔“

بیاضی کے اشعار:

انصار کے ایک شخص زیاد بن اسیدؓ نے عبید اللہ بن عمرؓ کو دیکھا اور (یہ اشعار) پڑھے:

اے عبید اللہ! تم (قصاص) سے بچ کر نہیں نکل سکتے۔ ابن ازدی (حضرت عثمانؓ جو بڑے سے نجات حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں

ہے۔

بجائے تم نے ناجائز اور حرام خون کیا اور ہرمزان کے قتل کرتے میں بہت بڑا خطرہ ہے۔

یہ ناحق (قتل ہوا) بجز اس کے کہ جب کسی نے پوچھا: ”کیا تم ہرمزان کو قتل کر کا مزم غیال کرتے ہو؟“

اس بے وقوف (عبید اللہ) نے اس وقت جب کہ حادثات بہت تھے یہ کہا:

”میں اسے مزم سمجھتا ہوں کیونکہ اس نے مشورہ دیا اور حکم صادر کیا تھا۔“

۵ اس غلام (قاتل) کے ہتھیار اس کے گھرانے کے اندر تھے اور وہ اسے الٹ پلٹ کرتا رہتا تھا لہذا ایک بات کا دوسری بات سے اندازہ لگایا جاتا ہے۔

اس پر عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس زیادہ بن ہبید اور اس کے اشعار کے بارے میں شکایت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بلا کر اسے منع کیا۔

قتل کی سازش کا الزام:

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا گیا اس سے ایک دن پہلے شام کو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ابولولوہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔ اس کے ساتھ حبیبہ اور ہرمزان بھی تھے۔ وہ آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ جب میں نے ان کو دھمکیاں تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے پاس سے ایک فخر گر گیا جس کے دوسرے تھے اور اس کے درمیان میں اس کی وحارتھی۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ”تم غور کرو کہ وہ کس چیز سے شہید ہوئے ہیں۔“ چنانچہ جب وہ (قاتل) مسجد میں حملہ کر کے واپس لٹکا تو اس کے تعاقب میں قبیلہ حمیرہ کا ایک شخص گیا۔ اس نے ابولولوہ کو واپس جاتے وقت پکڑ لیا اور اسے قتل کر ڈالا۔

عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا انتقام:

وہ جیسی دہی خنجر لے کر آیا جس کا حال حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا۔ عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن لی تھی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ضبط کرتے رہے اس کے بعد وہ تلوار لے کر ہرمزان کے پاس آئے اور اسے قتل کر دیا۔ جب اس پر تلوار کا وار ہوا تو اس نے لا الہ الا اللہ (کالمہ) پڑھا اور مر گیا۔

حلیہ کا قتل:

پھر عبید اللہ رضی اللہ عنہ حلیہ کے پاس آئے جو حیرہ کا عیسائی باشندہ تھا جسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اہل حیرہ کے ساتھ مصالحت کرانے کے لیے لائے تھے اور ان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ اہل مدینہ کو کتابت (لکھنا) سکھائے۔ جب عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار ماری تو اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے صلیب رکھی۔

عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہ انھیں سمجھاتے رہے یہاں تک کہ ان ہاتھ سے تلوار لے لی۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان پر برا فروخت ہوئے اور ان کے بال پکڑ لیے تاکہ لوگ انھیں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔

آخری سال کے حکام:

جس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے یعنی ۲۳ھ میں آپ کے مقرر کردہ حکام یہ تھے۔

۱۔ مکہ معظمہ کے حاکم باغ بن عبدالرحمن خزاعی رضی اللہ عنہ تھے۔ ۲۔ طائف کے حاکم سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ تھے۔ ۳۔ صنعاء کے

حاکم یحییٰ بن مہدی جو کوفہ حلیف بنو نوفل بن عبد مناف تھے۔ ۴۔ جند کے حاکم عبداللہ بن ابی ربیعہ بن جند تھے۔ ۵۔ کوفہ کے حاکم مغیرہ بن شعبہ تھے۔ ۶۔ بصری کے حاکم ابو موسیٰ اشعری تھے۔ ۷۔ مصر کے حاکم عمرو بن العاص بن جند تھے۔ ۸۔ مصر کے حاکم مہدی بن سعد مہتر تھے۔ ۱۹۔ دمشق کے حاکم معاویہ بن ابی سفیان بن ہشیم تھے۔ ۱۰۔ بحرین اور اس کے متعلقہ علاقوں کے حاکم عثمان بن ابی العاص ثقفی بنیہ تھے۔

قناد و جند کی وفات:

۲۳ھ میں واقدی کے قول کے مطابق قنادہ بن نعمان ظہری جند کی وفات ہوئی۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت معاویہؓ کی جمل:

اس سال حضرت معاویہؓ نے (روی) علاقے پر تسلط کیے یہاں تک کہ وہ عورہ کے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ صحابہ کرامؓ میں سے ان کے ساتھ حضرات عبادہ بن صامتؓ ابو ایوبؓ خالد بن زیدؓ ابوذرؓ رازرؓ سعد بن اوسؓ مجسہؓ تھے۔

متفرق واقعات:

۲۳ھ میں حضرت معاویہؓ نے مصالحت کے ساتھ عسقلان کو فتح کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جس سال حضرت عمرؓ نے وفات پائی۔ اس سال کوفہ کے قاضی شریع تھے۔ بصرہ کے قاضی کعب بن سور تھے۔

امام مالکؓ امام زہریؓ ابن شہابؓ کی روایت ہے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ عمرؓ بنیہ کا کوئی قاضی نہیں تھا۔



۲۴ھ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت

۲۴ھ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ ان کی بیعت کی تاریخ اور دن میں اختلاف ہے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی خلافت ۲۹/ ذوالحجہ ۲۳ھ میں ہوئی اس دن دوشنبہ تھا۔ دوسرے دن یکم محرم ۲۴ھ (کے نئے سال) میں ان کا خلیفہ کی حیثیت سے استقبال کیا گیا۔

ابو معشر کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ۲۴ھ میں ہوئی جو عام الرعاف (گنبدوں کا سال) کہلاتا ہے۔

اسے عام الرعاف اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سال گنبد کے عارضے میں لوگ بکثرت مبتلا ہوئے سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۳/ محرم الحرام ۲۴ھ میں حلیہ ہوئے۔ انھوں نے عصر کی نماز پڑھائی اور شہروں کے وفد ان کے پاس آئے۔

بیعت کا وقت:

سیف حضرت شعبی کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ مجلس شوریٰ کے ارکان ۳/ محرم الحرام ۲۴ھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے۔ اس وقت نماز عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے مؤذن نے اذان دے دی تھی اس لیے یہ لوگ اذان اور اقامت کے درمیانی عرصہ میں اکٹھے ہوئے اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نکل کر لوگوں کو (عصر کی) نماز پڑھائی۔ اس کے بعد شہر والوں کا وفد ان کے پاس آیا وہ سب سے پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔

واقدی ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین دن بعد ۱۰ محرم الحرام ۲۴ھ میں خلیفہ مقرر ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

سیف کی روایت ہے کہ جب اہل شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو وہ بہت ادا اس ہو کر کھڑے ہوئے اور منبر رسول پر آ کر یہ خطبہ دیا:

پہلے انھوں نے اللہ کی حمد و ثناء کی اس کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا بعد ازاں آپ نے فرمایا:

نیک کام کی تلقین:

تم قلعہ بند نہ گھریں (اپنے آپ کو سمجھتے) ہو اور عمر کے بقیہ حصے میں ہو اس لیے تم اپنی (باقی ماندہ) زندگی میں بہت جلد نیک کام سرانجام دو اور جو نیک کام تم کر سکتے ہو اس سے دریغ نہ کرو۔ کیونکہ تمہیں صبح یا شام کو بچ کرنا ہوگا۔

آگاہ ہو جاؤ کہ دنیا مکرو فریب میں لپٹی ہوئی ہے اس لیے تمہیں دنیا کی زندگی فریب میں مبتلا نہ کر دے۔ تم مژری ہوئی باتوں سے عبرت حاصل کرو۔ اور سرگرمی کے ساتھ (نیک) کام کرو اور غافل نہ رہو۔ کیونکہ وہ (خدا) تم سے غافل نہیں ہے۔
دنیا کی بے ثباتی:

وہ دنیا دار اور اس کے فرزند کہاں ہیں جنہوں نے دنیا میں عمارتیں تعمیر کیں اور عرصہ دراز تک دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ کیا دنیا نے انہیں چھوڑا نہیں ہے؟ تم بھی دنیا کو چھوڑ چکے دو جہاں اللہ نے اسے پھینکا ہوا ہے (اس کے بجائے) آخرت کے طلبہ گار رہو۔ کیونکہ اللہ نے دنیا کی کیا ہی اچھی مثال دی ہے اور فرمایا ہے:

”(اے پیغمبر) تم انہیں دنیا کی زندگی کی مثال بیان کرو کہ وہ پانی کی طرح ہے جس نے آسمان سے نازل کیا ہو۔“
اس خطبہ کے بعد لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے:

ہرمزان کا قتل:

فازبان اپنے والد (ہرمزان) کے قتل کا حال اس طرح بیان کرتا ہے۔ اہل عجم مدینہ میں ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ فیروز میرے والد کے پاس سے گزر رہا۔ اس کے ہاتھ میں دوسرے والا خنجر تھا (میرے والد) نے اسے پکڑا اور پوچھا۔ ”تم اس ملک میں اس کا کیا کرو گے“ وہ بولا: ”میں اسے استمال کروں گا“ ایک آدمی نے اسے اس حالت میں دیکھا تھا۔
سازش کا الزام:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا تو اس شخص نے کہا: ”میں نے اس (قاتل) کو ہرمزان کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس نے یہ خنجر فیروز کو دیا تھا۔ لہذا عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے آ کر اسے قتل کر دیا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا اور مجھے اس کا مختار بنادیا۔ پھر انہوں نے فرمایا:

قصاص کا حکم:

”اے میرے فرزند! یہ تمہارے باپ کا قاتل ہے اور تم ہم سے زیادہ اس پر (قتل کرنے کا) حق رکھتے ہو۔ جاؤ اور اسے قتل کر دو“ (اس کے بعد میں) اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس وقت اس مقام کا ہر شخص میرے ساتھ تھا۔ مگر وہ سب مجھ سے اس کے بارے میں کچھ مطالبہ کر رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا:

”کیا میں اسے قتل کر سکتا ہوں؟“

وہ بولے ”ہاں“ انہوں نے عبید اللہ کو برا بھلا کہا۔ پھر میں نے ان سے پوچھا ”کیا تم اسے قتل کرنے سے منع کرتے ہو“ وہ بولے ”نہیں“ انہوں نے پھر اسے سب و شتم کیا لہذا میں نے اللہ کی خوشنودی کے واسطے اسے چھوڑ دیا اور ان لوگوں (مسلمانوں) کی خاطر میں نے اسے رہا کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے اوپر اٹھالیا۔ بخدا! میں لوگوں کے سروں اور ان کے ہاتھوں پر سوار ہو کر گھر پہنچا۔

کوفہ پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حکومت:

۲۳ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ (کی گورنری) سے معزول کیا۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔

حضرت شعبی بیان کرتے ہیں ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

”میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ (حضرت) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حاکم بنائے کیونکہ میں نے انہیں کسی جرم کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا بلکہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں ان کی بدنامی نہ ہو۔“

پہلا حاکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو سب سے پہلا حاکم مقرر کیا تھا وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے جنہیں کوفہ پر مقرر کیا تھا۔ انہوں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا۔ وہ اس زمانے میں مدینہ منورہ میں تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہاں (کوفہ میں) ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک کام کیا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی بحالی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کئی سال تک (اپنے عہدہ پر) برقرار رکھا۔ واقدی کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ”ان کے حکام ایک سال تک برقرار رکھے جائیں“ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ایک سال تک برقرار رکھا۔ پھر انہوں نے انہیں معزول کر دیا۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔ پھر انہیں بھی معزول کر دیا اور ان کے بجائے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا۔ واقدی کی روایت صحیح ہے۔ اس روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ۲۵ھ میں کوفہ کا حاکم بنایا۔

حکام کے نام ہدایات:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو کابل کا حاکم مقرر کیا جو بھتان کی عملداری میں تھا۔ بھتان کا علاقہ خراسان کے علاقے سے بڑا تھا اور اس کی یہ (وسعت) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک برقرار رہی۔

پہلا ہدایت نامہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا پہلا ہدایت نامہ جو حکام کو لکھ کر بھیجا وہ یہ ہے:

”اللہ نے حکام کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ (رعایا کے) محافظ بنیں۔ صرف محصول وصول کرنے والے نہ بنیں اور جو اس حیثیت میں رہیں گے تو وہاں سے حیا دنیا منداری اور وفاداری کا جذبہ اٹھ جائے گا۔

فرض شناسی:

آگاہ ہو جاؤ کہ سب سے عمدہ سیرت یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے حقوق و فرائض کا خیال رکھو۔ تم ان کا مالی حق ادا کرو اور ان سے وہ کام لو جو ان کے ذمہ ہیں۔

تمہاری دوسری ذمہ داری زمینوں کی ہے۔ تم ان کے حقوق ادا کرو اور ان سے واجبات وصول کرو۔ اس کے بعد

تمہارا۔ اپنے دشمن سے معاملات میں۔ قرآن کے معادے پر۔ کرنا۔

سپہ سالاروں کو ہدایت:

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان مجتہد نے سرحدوں کے سپہ سالاروں کو مندرجہ ذیل ہدایت نامہ لکھ کر بھیجا۔

”تم مسلمانوں کے حامی اور محافظ ہو۔ حضرت عمرؓ نے تمہیں جو ہدایات بخشی تھیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ چکہ ہم سے مشورہ سے جاری کی گئی تھیں۔ لہذا تمہاری طرف سے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی تہذیب کر دے گا اور تمہارا رے بجائے دوسرا مقرر ہوگا۔ تم دھیان رکھو کہ تم کیسا کام کرتے ہو؟ اللہ نے میرے ذمہ جو کام مقرر کر دیے ہیں میں ان کی دیکھ بھال کر رہا ہوں۔“

مصلحین خراج کے نام:

آپ نے خراج وصول کرنے والے حکام کے نام مندرجہ ذیل ہدایت نامہ بھیجا:

”اللہ نے حق و صداقت پر مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ کیونکہ اسے حق و صداقت کے سوا اور کوئی چیز پسند نہیں ہے۔ اس لیے حق کے ساتھ کوئی چیز وصول کرو اور حق و صداقت پر قائم رہو۔ تم ہمیشہ امانت اور دیانتداری کو اختیار کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم سب سے پہلے بددیہتی کرو اس طرح تم مستقبل کے لوگوں کے لیے بددیہتی کی راہ کھول دو گے اور ان کے گنہوں میں تمہاری بھی شرکت سمجھی جائے گی۔

تم وفہ داری کی راہ پر چلو اور کسی قیمتی اور معاہدہ کرنے والے پر ظلم نہ کرو۔ جو ان پر ظلم کرے گا اللہ ان کا دشمن ہوگا۔“

عوام کے نام:

عوام کے نام آپ نے یہ ہدایت نامہ تحریر فرمایا:

”تم اس (بلند) مرتبہ پر (اللہ کے احکام کی) پیروی اور اطاعت کی بدولت پہنچے دنیا تمہیں تمہارے فرائض سے غافل نہ کر دے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان امت (اسلامیہ) میں یہ ذلت پھیل جائے گی جب کہ تمہارے اندر یہ تین باتیں جمع ہو جائیں گی: ① نعمتوں کی تکمیل ② قیدی عورتوں سے اور باندیوں سے تمہاری اولاد پیدا ہوگی۔ ③ اعراب (عرب بدو) اور اہل غنم قرآن کریم پڑھنے لگیں گے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

”اہل غنم میں کفر (کی بعض باتیں) ہیں جب (شریعت کا کوئی حکم) انہیں سمجھ میں نہیں آئے گا تو وہ یہ تکلف نمی باتیں نکالیں گے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اصلاحات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب سے پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے ان کے عطیات میں سو کا اضافہ کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مالِ خیمت کے حقدار کو روزانہ ایک درہم کا اضافہ کرتے تھے۔ انہوں نے زواجِ مطہرات جہیز کا یومیہ اضافہ دو درہم کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا تھا: ”آپ ان کے لیے کھانا تیار کر کے انہیں اکٹھے کھلایا کریں“ اس کے جواب میں آپ نے

فرمایا: "میں لوگوں کو ان کے گھروں میں پیٹ بھر کر کھانا کھلاتا ہوں"۔

طعام رمضان:

حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کا طریقہ برقرار رکھا مگر اس میں یہ اضافہ کیا کہ وہ رمضان المبارک میں کھانا پکواتے تھے جو مسجد میں رہنے والوں، عبادت گزاروں، مسافروں اور رمضان کے مسکینوں میں تقسیم ہوتا تھا۔

جنگ آذر بیجان و ارمینہ:

۲۳ھ میں اہل آذر بیجان و ارمینہ نے عہد شکنی کی تو ولید بن عقبہؓ نے ان کے ساتھ جنگ کی یہ ابولخت کی روایت ہے دوسرے (مؤرخین) کی روایت کے مطابق یہ جنگ ۲۶ھ میں ہوئی۔

فوجی مراکز:

ابولخت کی روایت ہے کہ اہل کوفہ کے فوجی مراکز رے اور آذر بیجان میں تھے۔ دونوں سرحدوں پر کوفہ کے دس ہزار جنگجو سپاہی متعین تھے۔ ان میں سے چھ ہزار آذر بیجان میں مقرر تھے اور چار ہزار رے میں متعین تھے۔ اس زمانے میں کوفہ میں چالیس ہزار سپاہی تھے۔ ان میں سے ہر سال ان دونوں سرحدوں پر دس ہزار سپاہی جنگ کرتے تھے۔ اس طرح ہر سپاہی کے لیے چار سال کے بعد جنگی خدمت انجام دینی ضروری تھی۔

ولید بن عقبہؓ کی روانگی:

حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں جب ولید بن عقبہؓ کوفہ کے حاکم تھے تو انھوں نے آذر بیجان اور ارمینہ پر حملہ کیا۔ انھوں نے حضرت سلمان بن ربیعہؓ، ابلی بنیؓ کو بلوا کر انھیں براؤل دستے پر سردار مقرر کر کے بھیجا۔ اس کے بعد ولید بن عقبہؓ جو بڑی تعداد کو لے کر نکلے۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ ارمینہ کے تمام علاقے کو روند ڈالیں۔

احسی کا حملہ:

وہ فوجوں کو لے کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ آذر بیجان پہنچ گئے۔ انھوں نے عبد اللہ بن ھبیلؓ احسی کو چار ہزار کی فوج دے کر بھیجا۔ انھوں نے اہل لوقان، الہسر اور طلسان پر حملہ کیا۔ وہاں انھوں نے مال غنیمت حاصل کیا اور قحط سے قیدی گرفتار کیے اور پھر وہ ولید بن عقبہؓ کی پاس پہنچ گئے۔

صلح نامہ:

بعد ازاں ولید بن عقبہؓ نے آٹھ لاکھ درہم پر اہل آذر بیجان سے صلح کر لی۔ یہ صلح اس صلح نامہ کے مطابق تھی جو جنگ نہاد کے ایک سال بعد حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے ان لوگوں کے ساتھ ۲۳ھ میں طے کیا تھا۔ مگر حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد یہ رقم انھوں نے ادا نہیں کی۔

صلح نامہ پر عمل:

جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے اور ولید بن عقبہؓ کوفہ کے حاکم مقرر ہوئے تو وہ (اس طرف) روانہ ہوئے اور ان پر لشکر کشی کی۔ جب انھوں نے یہ حالت دیکھی تو وہ ان کے مطلع ہونے اور پہلے صلح نامے پر عمل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

انھوں نے (صلح نامہ کو) برقرار رکھا اور اس سے مال وصول کیا۔ اس کے بعد انھوں نے چاروں طرف دشمنوں کے برخلاف فوجی مہمیں روانہ کیں۔

ارمینیا میں جنگ:

جب عبداللہ بن سہیل اسی جہلڑ اپنے مذکورہ بالا حصے سے واپس آئے اور مال غنیمت لے کر پہنچے تو انھوں نے سلمان بن ربیعہ ہاشمی جہلڑ کو بارہ ہزار کی فوج دے کر ۲۳ھ میں بھیجا۔ وہ ارمینیا کے علاقے میں پھرتے رہے انھوں نے دشمنوں کو قتل کیا اور جو بچ رہے انھیں گرفتار کیا اور مال غنیمت وصول کیا اور بہت سا مال غنیمت لے کر ولید کے پاس واپس آ گئے۔

اہل روم کا ہنگامہ:

اس سال ۲۳ھ میں ابو بکر کی روایت کے مطابق اہل روم نے ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ شام کے حکام نے حضرت عثمان جہلڑ سے جنگی امداد طلب کر لی۔

حضرت عثمان جہلڑ کا خط:

جب ولید بن عقبہ جہلڑ ارمینیا کی جنگی مہم سے واپس آئے تو وہ موصل پہنچے اور حدیث کے مقام پر فروکش ہوئے۔ وہاں ان کے پاس حضرت عثمان جہلڑ کا یہ مبارک نامہ پہنچا:

فوجی امداد کا حکم:

”معاذیہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مجھے تحریری طور پر یہ اطلاع دی ہے کہ اہل روم مسلمانوں کے برخلاف بہت بڑی فوجوں کے ساتھ حملہ آور ہوئے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ان کے بھائی اہل کوفہ انھیں جنگی امداد بھیجیں۔ چنانچہ جب تمہیں میرا یہ خط وصول ہو تو تم آٹھ ’تو یا دس ہزار سپاہیوں کو کسی ایسے شخص کی سرکردگی میں روانہ کرو جس کی شجاعت بہادری اور جنگی خدمات پر تمہیں بھروسہ اور اعتماد ہو۔ اور یہ فوج فوراً وہاں سے روانہ کرو جہاں میرا قاصد تم سے ملاقات کرے۔“

والسلام

ولید بن عقبہ جہلڑ کی تقریر:

ولید بن عقبہ جہلڑ اس وقت کھڑے ہو کر لوگوں سے یوں مخاطب ہوئے:

”حمد و ثناء کے بعد انھوں نے فرمایا: اے لوگو! اللہ نے اس طرح مسلمانوں کی امداد فرمائی۔ اس نے ان کے وہ علاقے لوٹا دیئے جنہوں نے عہد غسانی کی قسمی بلکہ اس نے وہ علاقے بھی فتح کر دیئے جو اس سے پہلے مفتوح نہیں ہوئے تھے۔ اللہ نے مسلمانوں کو صحیح سلامت مال غنیمت کے ساتھ لوٹایا۔ تمام جہانوں کا پروردگار اللہ ہر قسم کی حمد و ثناء کا مستحق ہے۔“

ترغیب جہاد:

امیر المومنین نے مجھے یہ لکھا ہے اور حکم دیا ہے کہ آٹھ ہزار سے لے کر دس ہزار تک کی فوج بھیجوں تاکہ تم اپنے بھائی اہل شام کی مدد کرو کیونکہ اہل روم نے ان پر حملہ کر دیا ہے اس جہاد میں تمہیں بہت ثواب ملے گا اور تمہیں بہت فضیلت حاصل ہوگی۔

جہاد کا شوق:

اللہ تم پر رحم کرے تم سلمان بن ربیعہ باغلی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت روانہ ہو جاؤ۔“
(ان کی اس تقریر پر) لوگ جہاد کے لیے تیار ہو گئے اور تیسرا دن نہیں گزرنے پایا تھا کہ کوفہ سے آٹھ ہزار مجاہدین روانہ ہو گئے اور شام پہنچ کر اہل شام کے ساتھ روم کی سر زمین میں داخل ہو گئے۔

رومی علاقہ پر حملہ:

شامی فوج کے سردار حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ تھے اور کوفہ کی فوج کے سردار سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے روم کے علاقہ پر حملہ کیا وہاں انھیں حسب فناء جنگی قیدی ملے اور انھوں نے بہت سامانِ قیمت حاصل کیا۔ انہوں نے بہت سے قلعوں کو فتح کر لیا۔

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی اطلاع:

واقعی بیان کرتے ہیں کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس سلمان بن ربیعہ کو امدادی لشکر دے کر بھیجا تھا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ وہ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اہل شام کا لشکر ارمینہ بھیجیں۔ چنانچہ انھوں نے حبیب کو وہاں بھیج دیا اس اثنا وہ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ رومی سہ سالہ موریاں اسی ہزار رومی اور ترک سپاہیوں کا لشکر لے کر اس کے برخلاف روانہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ حبیب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ وہ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی جنگی امداد کے لیے لشکر بھیجیں۔ چنانچہ انھوں نے سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چھ ہزار کا لشکر بھیجا۔

حبیب کا شب خون:

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بہت بڑا سیاست دان تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ وہ موریاں پر شب خون مارے اس کی بیوی ام عبداللہ بنت یزید کلبیہ نے اسے اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تو اس نے پوچھا:

”تمہاری بیخوار کہاں تک ہوگی؟“ حبیب نے کہا ”ہم یا تو موریاں کے خیمے تک پہنچیں گے یا جنت (جائیں گے)۔“

مسلم خاتون کا کارنامہ:

اس کے بعد اس نے شب خوں مارا۔ اور جو مقابلے پر آیا اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ (موریاں کے) خیموں تک پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی اس سے پہلے وہاں پہنچی ہوئی تھی۔

وہ پہلی عرب خاتون تھیں جن کے لیے خیمے لگائے گئے تھے۔ حبیب کی وفات کے بعد شاک بن قیس فہری نے ان سے نکاح کیا اور ان سے ان کی اولاد ہوئی۔

حج کی قیادت:

اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس سال مسلمانوں کو کس نے حج کرایا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس سال حضرت عبدالرحمن بن عوف، جعفیہ، حضرت عثمان بن عفان کے حکم سے لوگوں کو لے کر حج کو گئے۔ ابو معشر اور واقدی کی روایت یہی ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس سال حضرت عثمان بن عفان، جعفیہ نے بذات خود حج کی قیادت فرمائی۔

تاریخ میں اختلاف:

بعض فتوحات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ کچھ فتوحات کو بعض (مؤرخین) نے حضرت عمر جعفیہ کے عہد میں بیان کیا ہے اور بعض نے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت عثمان جعفیہ کے عہد خلافت میں مکمل ہوئی ہیں چنانچہ ہر فتح کا واقعہ بیان کرتے وقت ہم نے اس کی تاریخ میں اختلاف کا تذکرہ انہی مقامات پر کر دیا ہے۔

۲۵ھ کے مشہور واقعات

ابو معشر کی روایت ہے کہ اس سال اسکندریہ فتح ہوا۔

واقدی کی روایت ہے کہ اس سال اہل اسکندریہ نے عبد شمس کی تو حضرت عمرو بن العاص جعفیہ نے ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا۔

ہم نے (گزشتہ اوراق میں) اس واقعہ کی تفصیل لکھ دی ہے اور اس کی تاریخ میں جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے ان کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

واقدی کی روایت کے مطابق عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جعفیہ سواروں کے دستے کے ساتھ مغرب پہنچے۔

افریقہ پر حملہ:

اس روایت کے مطابق عمرو بن العاص جعفیہ نے اس سے پہلے مغرب کی طرف ایک فوجی مہم بھیجی تھی جس نے مال قیمت حاصل کیا تھا۔ بعد ازاں عبداللہ بن ابی سرح جعفیہ نے افریقہ پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی تو انھوں نے اجازت دے دی۔

متفرق واقعات:

اس سال حضرت عثمان جعفیہ بذات خود حج کے لیے روانہ ہوئے اور مدینہ میں اپنا جائزین مقرر کیا۔

اس سال امیر معاویہ جعفیہ کی زیر قیادت کئی قلعے فتح ہوئے۔

اس سال یزید بن معاویہ پیدا ہوئے اور ایک روایت کے مطابق ساجد کی پہلی جنگ ہوئی۔

۲۶ھ کے مشہور واقعات

ابو معشر اور واقدی کے قول کے مطابق ساہو فتح ہوا۔ اس واقعہ کا حال اس روایت کی مخالف روایت کے تذکرہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

حرم کعبہ کی توسیع:

واقدی کا بیان ہے کہ اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حرم کعبہ کی تجدید اور توسیع کا حکم دیا۔ انھوں نے ایک جماعت سے توسیع حرم کے لیے کچھ زمینیں خرید لیں۔ مگر کچھ لوگوں نے انکار کیا تو آپ نے ان کی عمارتیں گرا دیں اور انھیں خرید کر ان کی قیمتیں بیت المال میں جمع کرا دیں۔ ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر چیخ و پکار کی تو آپ نے انھیں قید کرنے حکم دیا اور فرمایا:

برو باری سے نا جا ناز فاکدہ:

میرے علم اور برد باری کی وجہ سے تمہیں یہ جرأت ہوئی ہے (کہ تم مجھ پر چلاتے ہو) جب تمہارے ساتھ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے اس قسم کی کارروائی کی تھی تو تم ان پر نہیں چیخ چلائے تھے۔

آخر کار عبداللہ بن خالد بن اسید رضی اللہ عنہ کی سفارش پر انھیں رہا کر دیا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی:

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لوگوں نے حج کیا۔

اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی حکومت سے معزول کیا اور بقول واقدی ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو

مقرر فرمایا۔

سیف کی روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ۲۵ھ میں معزول ہوئے اور ان کے بجائے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ حکم مقرر ہوئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد کوفہ کے حاکم مقرر ہوئے تھے۔ اس وقت وہاں ان کی مدت حکومت ایک سال اور چند مہینے رہی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے اسباب:

حضرت قسطنطین فرماتے ہیں کوفہ پہلا شہر ہے جہاں شیطان نے مسلمانوں میں جھگڑا پیدا کیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیت المال سے قرض مانگا تو انھوں نے پیچہ مال قرض دے دیا۔ مگر جب انہوں نے اس کا نقد ضدا کیا تو وہ ادا نہیں کر سکے۔ اس پر ان کے درمیان ٹھکار ہو گئی۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ مال وصول کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طرف دار ہو گئے اور کچھ لوگوں سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدد مانگی تاکہ انھیں کچھ عرصہ تک مہلت دی

جائے۔ آخر کار لوگ منتشر ہو گئے مگر کچھ لوگ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ملامت کر رہے تھے۔

قرض کا تقاضا:

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس ہاشم بن تمیم بھی موجود تھے اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

”آپ وہ رقم ادا کر دیں جو آپ کے ذمہ ہے۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تیز گامی:

”میرے خیال میں تم کسی برائی کا نشانہ ہو گے؟ تمہاری ہستی کیا ہے؟ تم تو ابن مسعود ہو۔ اور ہزیم کے غلام ہو۔“

وہ بولے:

”ہاں! میں ابن مسعود ہوں اور تم ابن حمید ہو۔“

ہاشم نے کہا:

”بخدا تم رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو۔ رسول اللہ تم پر نظر شفقت رکھتے تھے۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے جھگڑا:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی وہ انھوں نے پھینک کر ماری کیونکہ ان کے مزاج میں بہت تیزی تھی۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور یہ بد دعا کرنے والے تھے ”اے آسمان اور زمین کے پروردگار“ کہ اتنے میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”تم پر افسوس ہے تم کلمہ خیر کو اور لعنت نہ بھیجو۔“

اس موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا:

”بخدا اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہارے برخلاف ایسی بد دعا کرتا جو خطانہ ہوتی۔“

اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلدی سے نکل گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ناراضگی:

عبداللہ بن مکنی کی روایت ہے کہ جب قرض کے بارے میں حضرت ابن مسعود اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ میں جھگڑا ہوا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ وہ قرض نہ ادا کر سکے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان دونوں پر ناراض ہوئے اور قرض کی رقم حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے وصول کی اور انہیں معزول کر دیا۔

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا تقریر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر بھی ناراض ہوئے۔ مگر انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھا اور ولید

بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو (حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بجائے) حاکم مقرر کیا۔ وہ جزیرہ میں قبیلہ ربیعہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حاکم تھے۔ جب وہ کوفہ (حاکم ہو کر) آئے تو انھوں نے جب تک وہ کوفہ کے حاکم رہے اپنے گھر کا کوئی دروازہ نہیں بنوایا۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بحالی:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑے کی خبر ملی تو وہ ان دونوں پر بہت سخت ناراض ہوئے اور انہیں (سزا دینی چاہی) مگر سزا کا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان سے قرض کی رقم وصول کی۔ مگر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو (ان کے عہدے پر) برقرار رکھا۔
نیا حاکم:

انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے عہدے پر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے جزیرہ کے عربوں پر حاکم مقرر تھے۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال (کوفہ) آئے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہاں ایک سال سے کچھ زیادہ کام کیا تھا۔
محبوب ترین شخصیت:

جب (ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ) کوفہ آئے تو وہاں کے لوگوں میں محبوب ترین شخصیت بن گئے۔ وہ سب سے زیادہ نرم حاکم تھے اس وجہ سے وہ پانچ سال تک (حاکم) رہے انھوں نے اپنے گھر کے لیے کوئی دروازہ نہیں رکھا تھا۔



۲۷ھ کے مشہور واقعات

اس سال کا مشہور ترین واقعہ افریقیہ کی فتح ہے جو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں انجام پذیر ہوئی۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا تقرر:

سیف کی روایت ہے کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس وقت مصر کے حاکم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے اور اس کے قاضی خراج تھے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے اپنی خلافت کے دو سال تک ان دونوں کو برقرار رکھا اس کے بعد انہوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو (مصر کا) حاکم بنایا۔

افریقہ کی فوجی مہم:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدے پر برقرار رکھا۔ وہ کسی حاکم کو شکستہ یا استغناء کے بغیر الگ نہیں کرتے تھے۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ مصری فوج سے تعلق رکھتے تھے اس لیے انھوں نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو اپنی فوج کا سردار بنایا اور فوج دے کر انھیں افریقہ بھیج دیا اور ان کے ساتھ عبداللہ بن نافع مہدی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن نافع بن حصین فہری رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ کیا۔ انھوں نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہا:

خاص انعام:

”اگر خدائے بزرگ و برتر نے تمہارے ہاتھوں سے افریقہ کی فتح کر دیا تو تمہیں خاص انعام کے طور پر مال قیمت کے خمس کا خمس (پانچواں حصہ) ملے گا۔“

اندلس کی مہم:

انھوں نے دونوں عبداللہ بن نافع رضی اللہ عنہ کے نام کے سرداروں کو بھی سپہ سالار بنایا اور انھیں اندلس کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا مگر یہ بھی ہدایت کی تھی کہ وہ اہل (دشمنوں کا سردار) کامل کو مقابلہ کریں۔ اس کے بعد عبداللہ بن سعد اپنی عمداری میں رہ جائیں گے اور وہ دونوں اپنی عمل داری۔ (اندلس) کی طرف چلے جائیں گے۔

افریقہ میں جنگ:

چنانچہ وہ سب روانہ ہو گئے۔ مصری علاقہ طے کرنے کے بعد وہ افریقہ کی سرزمین میں ٹکس گئے یہاں تک کہ وہ اہل کے پاس پہنچ گئے اور اس سے جنگ کرنے لگے۔

افریقہ کی فتح:

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے اہل کو قتل کر دیا اور افریقہ کے میدانوں اور پہاڑوں سب علاقوں کی فتح کر لیا۔ پھر اہل افریقہ مسلمان ہو گئے اور مطیع و فرمانبردار بن گئے۔

مال غنیمت کی تقسیم:

حضرت عبداللہ بن سعد جوہنہ نے اہل فوج پر مال غنیمت تقسیم کیا۔ انھوں نے خمس کا پانچواں حصہ (حسب ہدایت) خود پر اور باقی چار حصے ابن وثبہ، نضری کے ساتھ حضرت عثمان جوہنہ کے پاس بھیج دیے۔

ابن سعد جوہنہ کے خلاف شکایت:

انھوں نے قیروان کے محل وقوع پر ایک بہت بڑا خیمہ نصب کرایا تھا۔ انھوں نے ایک وفد بھی بھیجا جس نے وہاں جا کر عبداللہ بن سعد جوہنہ کی شکایت کی کہ انھوں نے خاص مال لے لیا۔ حضرت عثمان جوہنہ نے فرمایا:

”میں نے خود انھیں یہ مال انعام کے طور پر دیا تھا اور اس بات کا حکم دیا تھا اب تمہیں اختیار ہے کہ اگر تم اس کی خوشی سے اجازت دو گے تو وہ انعام برقرار رہے گا اور اگر تم اس بات پر ناخوش ہو تو اسے لوٹا لیا جائے گا۔“

معزولی کی درخواست:

ان لوگوں نے کہا: ”ہم اس بات سے ناخوش ہیں“ آپ نے فرمایا: ”پھر وہ لوٹا لیا جائے گا“ اس کے بعد آپ نے عبداللہ بن سعد کو یہ انعام لوٹانے اور ان سے اچھا سلوک کرنے کی ہدایت لکھی مگر وہ کہنے لگے:

”اس واقعہ کے رونما ہونے کے بعد ہم نہیں چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے حاکم رہیں۔ اس لیے آپ انھیں معزول کر دیں۔“

چنانچہ آپ نے انھیں لکھا:

معزولی کا حکم:

”تم افریقیہ کے علاقہ پر ایسا جانشین مقرر کرو جس سے تم بھی مطمئن ہو اور یہ لوگ بھی خوش ہوں اور وہ پانچواں حصہ جو میں نے تمہیں انعام کے طور پر دیا تھا اس کو ان میں تقسیم کر دو کیونکہ یہ لوگ اس انعام سے ناخوش ہیں۔“

ابن سعد جوہنہ کی واپسی:

عبداللہ بن سعد جوہنہ قہقل کرنے کے بعد مصر لوٹ آئے اس وقت افریقیہ کا تمام علاقہ مفتوح ہو چکا تھا اور اہل مارا گیا تھا۔

اہل افریقیہ کی امن پسندی:

اہل افریقیہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے تک سب علاقوں سے زیادہ مطیع و فرمانبردار قوم رہی۔ یہ لوگ نہایت امن و امان کے ساتھ زندگی گزارتے رہے تا آنکہ اہل عراق وہاں آئے۔

اہل عراق کی ریشہ دوانیاں:

جب اہل عراق کے پہلین اور پروپیگنڈا کرنے والے وہاں پہنچے اور وہاں دھاندلیاں کرنے لگے تو وہ فرماں بن گئے اب اور آج تک ان میں نا اتفاقی اور انتشار ہے۔

نا اتفاقی کا سبب:

ان کی نا اتفاقی اور انتشار کا سبب یہ ہوا کہ یہاں کے حکام خود غرضیوں میں پھنس گئے تھے مگر اس پر بھی انھوں نے یہ کہا۔ ہم نہ ناکہ ان احکام کی بد امتالیوں کی وجہ سے مخالفت نہیں کرتے اور نہ ہم ان کی بد امتالیوں کا ذمہ دار نہیں سمجھتے۔“

ان لوگوں نے کہا:

”یہ حکام ان (خلفاء) کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔“ وہ بولے: ”ہم اس کی اس وقت تک تصدیق نہیں کریں گے جب تک خود یہ معلوم کر لیں۔“

تحقیقاتی وفد:

لہذا میسرہ چند افراد کو لے کر ہشام کے پاس پہنچا۔ انھوں نے باریابی کی اجازت مانگی مگر یہ بات دشوار تر ہو گئی پھر وہ ابرش کے پاس آئے اور یہ کہا:

حکام کی بداعمالی:

”تم امیر المومنین کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہمارا حاکم ہمارے اور اپنے لشکر دونوں کو ساتھ لے کر جنگ کرتا ہے جب مال غنیمت حاصل ہوتا ہے تو وہ ان میں تقسیم کر دیتا ہے اور ہمیں نہیں دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہ اس مال غنیمت کے زیادہ حق دار ہیں۔“

مخلصانہ جذبہ جہاد:

اس موقع پر (ہم اپنے آپ کو تسلی دے کر) یہ کہتے ہیں کہ اس طرح جذبہ جہاد مخلصانہ رہے گا۔ کیونکہ ہم کچھ حاصل نہیں کر رہے ہیں۔ اگر ہمارا کوئی حق ہے تو ہم انھیں بخش دیتے ہیں اور اگر ہمارا کوئی حق نہیں ہے تو ہم ان سے کوئی چیز نہیں لوٹائیں گے۔

جنگ میں پیش قدمی:

جب ہم کسی شہر کا محاصرہ کرتے ہیں تو وہ (حاکم کہتا ہے: ”آگے بڑھو مگر اپنی فوج کو پیچھے رکھتا ہے۔ تاہم ہم (اپنے لوگوں کو) یہ بات کہتے ہیں۔“ آگے بڑھو۔ اس سے جہاد کا ثواب زیادہ ہوگا۔“ اس طرح ہم ان لوگوں کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کے بجائے کام کرتے ہیں۔

مظالم کی انتہا:

(انھوں نے انہی باتوں پر اکتفا نہیں کیا) بلکہ وہ ہمارے مومنین کو ذبح کر کے اس کی کھال اتارتے ہیں اور امیر المومنین کے لیے سفید پوشین حاصل کرنے کے لیے وہ ایک ہزار بکریوں کو ذبح کر ڈالتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں: ”امیر المومنین کے لیے یہ چیز بھی معمولی ہے“ ہم یہ سب باتیں برداشت کرتے رہے اور ہم نے ان سے کوئی مزاحمت نہیں کی مگر انھوں نے ہم پر یہ ظلم کرنا شروع کیا کہ وہ ہماری ہر ضرورت کو لڑکی کو لے جانے لگے۔ اس پر ہم نے کہا: ”ہم مسلمان ہیں ہم نے کتاب و سنت میں اس کا کوئی جواز نہیں دیکھا ہے۔“

خليفة کو اطلاع:

اب ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آیا یہ تمام باتیں امیر المومنین کی رائے اور حکم سے انجام پذیر ہو رہی ہیں یا نہیں۔

جواب میں نال مثل:

اس نے کہا: ”ہم یہ اطلاع پہنچائیں گے“ مگر جب بہت عرصہ گزر گیا اور کوئی کام نہیں ہوا اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب خرچ ہو گیا تو انھوں نے اپنے نام پر چوں میں لکھ کر و زراہ کو دیے اور کہا: ”یہ ہمارا نام و نسب ہے۔ اگر امیر المومنین تم سے ہمارے

بارے میں پوچھیں تو انہیں بتا دینا۔ یہ کہہ کر انھوں نے افریقیہ کا رخ کیا۔

غفلت کا نتیجہ:

وہاں پہنچ کر انھوں نے ہشام کے حاکم کے برخلاف بنو ادیّہ کی اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ تمام افریقیہ پر قابض ہو گئے۔ ہشام کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا چنانچہ اسے ان کے ناموں کے ساتھ دیئے گئے تو وہ وہی افراد تھے جن کے بارے میں یہ اطلاع ملی تھی کہ انھوں نے وہاں شورش برپا کی تھی۔

اندلس کے مجاہدین:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے فوراً عبداللہ بن نافع بن حصین اور عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس کو افریقیہ سے اندلس کی طرف جانے کا حکم دیا۔ وہ وہاں بحری راستے سے پہنچے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ان لوگوں کے نام جو اندلس کی فوج میں شامل تھے یہ خط تحریر کیا:

فتح قسطنطنیہ کا پیش خیمہ:

”قسطنطنیہ اندلس ہی کی جانب سے مفتوح ہوگا۔ اس لیے اگر تم نے اندلس کو فتح کر لیا تو تم ان لوگوں میں شریک سمجھے جاؤ گے جو ثواب حاصل کرنے کے لیے اسے (قسطنطنیہ کو) فتح کریں گے۔“ والسلام

کعب الاحبار کا قول ہے:

”وہ لوگ جو مسند کو عبور کر کے اندلس کو فتح کریں گے وہ اپنے نو کی وجہ سے قیامت کے دن بچانے جائیں گے۔“

فتح اندلس:

سیف کی مزید روایت ہے ”اندلس کی یہ فوج روانہ ہوئی ان کے ساتھ ہر برکی قوم بھی تھی وہ مجروح و دونوں جانب سے اندلس پہنچے۔ اللہ نے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح و نصرت عطا کی اور افریقیہ کی طرح مسلمانوں کی سلطنت میں توسیع ہو گئی۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو معزول کیا تو عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ کو اس کی جگہ پر مقرر کیا۔ وہ اس سے جیش و سپاہ لے کر تھے اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

اہل اندلس کی اطاعت:

اندلس کا علاقہ بھی افریقیہ کی طرح (مطابق فرمانبردار) رہا۔ یہاں تک کہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں ہر برنے انہیں اپنی زمین سے روک دیا اور جو لوگ اندلس میں تھے وہ اسی حالت میں برقرار رہے۔

افریقیہ کا جہاد:

وادی کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر کی حکومت سے الگ کر دیا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بہت ناراض ہوئے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کینہ رکھنے لگے اس لیے انھوں نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ افریقیہ کے جہاد کی طرف روانہ ہو جائیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو افریقیہ جہاد کی دعوت دی تو قریش انصار

اور مہاجرین میں سے دس ہزار افراد (اس جہاد میں) شامل ہو گئے۔

اہل افریقیہ کی مصالحت:

والدہ نے یہ روایت ابن کعب رقمطراز ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن سعد بن جہشؓ کو افریقیہ بھیجا تو افریقیہ کے لات پادری (بطریق) جرجیر نے ان سے پچیس لاکھ میں ہزار دینار کی رقم ادا کرنے پر مصالحت کر لی۔ روم کے بادشاہ نے بھی ان کے پاس قاصد بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ ان سے تین سو قنطار وصول کرے جس طرح عبداللہ بن سعد بن جہشؓ نے ان سے (خراج کے طور پر) رقم وصول کی تھی۔ چنانچہ اس نے افریقیہ کے تمام رؤساء کو جمع کر کے کہا:

شاہ روم کا خراج:

”بادشاہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم سے سونے کے تین سو قنطار وصول کروں جس طرح عبداللہ بن سعد بن جہشؓ نے تم سے وصول کیے ہیں۔“

وہ بولے:

”ہمارے پاس کوئی مال باقی نہیں رہا ہے جو ہم بادشاہ کو دیں جو کچھ ہمارے پاس تھا اس کے ذریعہ ہم نے اپنی جانوں کو بچایا ہے۔ بہر حال بادشاہ ہمارا آقا ہے اسے ہم سے وہ خراج لینا چاہیے جو ہم اسے سالانہ ادا کیا کرتے ہیں۔“

جب اس نے یہ حالت دیکھی تو اس نے انھیں قید کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں کو اس کی اطلاع دی انھوں نے آ کر قید خانے کو توڑ دیا۔ اور وہ نکل آئے۔

عبداللہ بن سعد بن جہشؓ نے ان سے تین سو قنطار زر خالص پر مصالحت کی تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے حکم دیا کہ یہ آل اہلکم کو دیا جائے۔

مصری حکام کا اختلاف:

یزید بن ابی حبیبؓ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے عمرو بن العاصؓ کو خراج مصر کی وصولی سے الگ کر دیا تھا اور خراج کی وصولی کے کام پر عبداللہ بن سعد بن جہشؓ کو مقرر کر دیا تھا۔ اس پر دونوں میں بہت اختلاف ہونے لگا۔ چنانچہ عبداللہ بن سعد بن جہشؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کو لکھا:

”عمرو بن العاصؓ بن جہشؓ نے خراج کا نظام درہم برہم کر دیا۔“

عمرو بن العاصؓ بن جہشؓ نے یہ تحریر کیا کہ:

”عبداللہ بن جہشؓ میری جنگی تدابیر و انتظام پر رخصت اعزازی کر رہا ہے۔“

عمرو بن العاصؓ بن جہشؓ کی معزولی:

حضرت عثمان غنیؓ نے عمرو بن العاصؓ بن جہشؓ کو لکھا:

”تم واپس آ جاؤ۔“

ان کے بجائے انہوں نے عبداللہ بن سعد بن جہشؓ کو فوج اور خراج دونوں کا حاکم مقرر کیا۔ عمرو بن العاصؓ بن جہشؓ اس پر بہت ناراض ہو کر

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ یحییٰ جب پہنچے ہوئے تھے جس کا ستر روٹی سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے گفتگو:

”تمہارے جب کے اندر کیا ہے؟“

وہ بولے: ”عمرو“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”مجھے معلوم ہے کہ اس کے اندر عمرو ہے مگر میری مراد یہ نہیں ہے بلکہ میرے دریاخت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آیا اس میں روٹی ہے یا اور کوئی چیز ہے۔“

واقفی روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے مصر سے جمع شدہ مال بھیجا اسی اثناء میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی آ گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے عمرو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے جانے کے بعد دودھ دینے والی اونٹنی زیادہ دودھ دینے لگی ہے۔“

وہ بولے:

”ہاں اس کے دودھ پینے والے بچے ہلاک ہو گئے ہیں۔“

مزید فتوحات:

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ واقفی کی روایت ہے کہ اسی سال عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسطر دو بارہ فتح ہوا اور اسی سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا۔



۲۸ھ کے مشہور واقعات

(بحری جنگیں)

واقعی کے قول کے مطابق ۲۸ھ میں قبرص فتح ہوا۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کے حکم کے مطابق حملہ کیا تھا۔ ابو معشر کا قول ہے کہ قبرص ۳۳ھ میں فتح ہوا۔ ایک روایت ہے کہ قبرص ۲۷ھ میں فتح ہوا۔ قبرص کے جہاد میں متعدد صحابہ کرامؓ نے شرکت کی تھی۔ ان میں ابو ذر، عبادہ بن الصامت، ان کی بیوی ام حرام، مقداد ابوالدرداء اور شداد بن اوسؓ شامل تھے۔

بحری جنگیں:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حضرت معاویہؓ نے یہ اصرار ان سے درخواست کی کہ وہ بحری جنگ کی اجازت دیں۔ کیونکہ رومی سمندر جس کے بہت قریب تھا انھوں نے لکھا تھا:

”جس کے ہر گاؤں والے اہل روم کے کنوؤں کے بھونکنے اور مرغیوں کے چلانے کی آوازیں سنتے ہیں۔“

(اس دردناک طریقہ سے یہ باتیں تحریر کی تھیں کہ) اس سے حضرت عمرؓ کے دل میں بہت بڑا اثر ہوا کہ انہوں نے عمرو بن العاص کو لکھا:

تم سمندر اور اس کے مسافروں کا حال بیان کرو۔ کیونکہ میرے دل میں اس کے بارے میں تشویش ہے۔“

عمرو بن العاص نے تحریر کیا:

سمندر کا حال:

”میں نے بہت سے لوگوں کو کشتیوں میں سوار دیکھا ہے جب وہ کشتی چمکتی ہے تو دل دھلنے لگتا ہے اور جب وہ حرکت کرتی

ہے تو وحش و حواس اڑا جاتے ہیں۔ اس (سفر) سے یقین کم رہ جاتا ہے اور خشک و شب کی زیادتی ہوتی ہے لوگ اس میں

اس طرح سوار ہوتے ہیں جیسے کئی لکڑی پر کپڑے ہوں جب وہ الٹ پلٹ ہوتی ہے تو وہ ڈوب جاتے ہیں۔“

بحری سفر کی ممانعت:

جب حضرت عمرؓ نے یہ خط پڑھا تو انھوں نے امیر معاویہؓ کو لکھا:

”اس ذات کی قسم! جس نے محمدؐ کو برحق رسول بنا کر بھیجا۔ میں سمندر پر کسی مسلمان کو کبھی سوار نہیں کروں گا۔“

بحری جنگ کی اجازت:

جنادہ بن ابی امیہ ازدی روایت کرتے ہیں کہ (حضرت) معاویہؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا جس میں بحری جنگ

کے لیے اب زنت طلب کی تھی اور انھیں اس کی طرف آمادہ کیا تھا۔ انھوں نے لکھا تھا ”اے امیر المومنین! تم میں ایک گاؤں ہے

جس کے لوگ رومیوں کے کتوں کے بھونکنے اور ان کی مرغیوں کے چلانے کی آوازیں سنتے ہیں۔ یہ لوگ (ایک جزیرہ میں) جمش کے ساحل کے بالمقابل ہیں۔“

عمر و بن العاص رضی اللہ عنہما کا حال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے مشورہ کو صحیح سمجھا اس لیے انھوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا ”تم مجھے سمندر کا پورا حال سمجھو“ انھوں نے لکھا:

”اے امیر المومنین! بہت لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں۔ وہاں آسمان اور پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا“ لوگ وہاں اس طرح سوار ہوتے ہیں جیسے لکڑی پر کپڑے (سوار) ہوں۔ اگر الٹ پلٹ ہو گئی تو ڈوب جاتے ہیں اور اگر بچ گئے تو صحیح سالم رہتے ہیں۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کی طرف یہ خط لکھا:

”ہم نے سنا ہے کہ بحر شام (بحیرہ روم) خشکی کے طویل ترین حصہ کے قریب ہے اور ہر روز شب اللہ سے اجازت مانگتا ہے کہ وہ زمین میں سیلاب کی صورت میں آ کر اسے غرق کر دے اس لیے میں ایسے کا فر اور پیچیدہ سمندر پر کیسے (مسلمانوں کی) فوجوں کو سوار کرادوں۔ خدا کی قسم! مجھے ایک مسلمان روم کی تمام سلطنت سے زیادہ عزیز ہے۔ اس لیے تم میرے سامنے ایسی درخواست پھر کبھی نہ پیش کرنا۔ میں نے پہلے بھی تمہیں لکھ دیا ہے تمہیں معلوم ہے کہ علاء (حضری) سے میں نے کیا سلوک کیا تھا۔ میں نے پھر کبھی اسے اس قسم کی اجازت نہیں دی۔“

شاہ روم کی خط و کتابت:

بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ روم نے جنگ بندی کر دی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قربت حاصل کرنے کے لیے ان سے خط و کتابت شروع کر دی تھی۔ اس نے ایک دفعہ یہ دریافت کیا کہ ”وہ ایسا (مختصر اور جامع) مقولہ تحریر کریں جس میں تمام علم سمٹ کر آجائے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا:

جامع مقولہ:

”جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو اور جو چیز تمہیں ناپسند ہو وہ دوسروں کے لیے بھی پسند نہ کرو اس میں تمہارے لیے پوری حکمت سما گئی ہے۔ تم اپنے قریب کے لوگوں کا خیال رکھو اس لیے تمہیں کامل معرفت حاصل ہوگی۔“

پانی کی اہمیت:

شاہ روم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شیشی بھیجی اور یہ لکھا کہ:

”آپ اس شیشی میں ہر چیز کا تھوڑا تھوڑا حصہ بھر دیں۔“

آپ نے اس شیشی کو پانی سے بھر دیا اور یہ لکھ بھیجا: ”اس کے اندر دنیا کی ہر چیز ہے۔“

حق و باطل کا فرق:

شاہ روم نے یہ لکھا: ”حق و باطل کے درمیان فرق کیا ہے؟“ آپ نے یہ جواب لکھا: ”وہ جو کچھ چشم خود دیکھتا ہے وہ حق کی چرائگیاں ہیں اور جو باتیں اس نے چشم خود مشاہدہ نہیں کی ہیں بلکہ وہ باتیں سنی ہیں ان میں باطل بکثرت ہے۔“

مسافت:

شاہ روم نے لکھ کر یہ دریافت کیا ”آسمان وزمین اور شرق و مغرب کے درمیان کتنی مسافت ہے“ حضرت عمرؓ نے جواب لکھا: ”اگر راستہ درست ہو تو مسافر کے لیے پانچ سو سال کی مسافت ہے۔“

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے تحائف:

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا نے کچھ خوشبوئیں اور دوسرے تحائف ڈاک کے ذریعہ ملکہ روم کے پاس بھیجے اور وہاں پہنچ گئے تو ہر قل کی بیوی (ملکہ روم) نے اپنی خواتین کو جمع کر کے کہا:

ملکہ روم کے تحائف:

”یہ عرب کی ملکہ اور ان کے پیغمبر کی بیٹی کے تحائف ہیں۔“

اس کے بعد ملکہ روم نے ان سے خط و کتابت کی اور اس کے بدلے میں تحائف بھیجے جن میں ایک نہایت قیمتی ہار بھی تھا۔ جب وہ لے کر آیا تو حضرت عمرؓ نے ان کے تحائف کو روک دیا پھر لوگوں کو نماز کے لیے بلوایا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو آپ نے ان کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں پھر یہ فرمایا:

عوام سے مشورہ:

”میں جو اہم کام مشورہ کے بغیر انجام دیتا ہوں اس میں بھلائی نہیں ہوتی ہے۔ تم مجھے مشورہ دو کہ ام کلثومؓ نے ملکہ روم کو

تحائف پیش کیے تھے (اس کے جواب میں) ملکہ روم نے تحائف بھیجے ہیں۔“

لوگوں کا مشورہ:

کچھ لوگوں نے کہا ”یہ تحائف ان کے تحائف کے بدلے میں ہیں اس لیے وہی (ام کلثومؓ) اس کی حقدار ہیں۔ ملکہ روم کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ وہ آپ کے ماتحت ہے جو آپ سے ڈرے۔“ دوسرے لوگوں نے کہا:

”ہم کپڑے تھکے طور پر بھیجا کرتے تھے تاکہ ہمیں اس کا بدلہ ملے اور ہم انہیں اس لیے بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ فروخت ہوں اور ہمیں ان کی قیمت حاصل ہو۔“ آپ نے فرمایا ”لیکن یہ قاصد مسلمانوں کا قاصد ہے اور یہ ہر کارہ ان کا ہر کارہ ہے۔“

آخر کار آپ نے حکم دیا کہ یہ تحائف بیت المال میں جمع کر دیئے جائیں اور انھیں (حضرت ام کلثومؓ) کو ان کے خرقے کے مطابق رقم واپس کی گئی۔

بحری جنگ کا آغاز:

خالد بن معدان روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بحری جنگ کی۔ انھوں نے حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کی تھی۔ مگر انھوں نے اجازت نہیں دی تھی۔ جب حضرت

عثمان مجتہد خلیفہ ہوئے تو امیر معاویہ انھیں اس طرف متوجہ کراتے رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان مجتہد نے آخر کار اس کا ارادہ کر لیا۔ ۲۰ ہم آپ نے فرمایا ”تم خود (سپاہیوں کا) انتخاب نہ کرو اور نہ قرعہ اندازی کرو بلکہ انھیں اختیار دے دو جو خوشی سے بحری جنگ کے لیے جانا چاہے اسے ساتھ لے جاؤ اور اس کی مدد کرو“ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور بحری فوج پر عبداللہ بن قیس حارثی کو کمانڈر بنایا۔

پچاس حملے:

انھوں نے پچاس حملے ان میں سے کچھ موسم سرما میں کیے اور کچھ موسم گرما میں کیے ان تمام حملوں میں نہ تو کوئی غرق ہوا۔ اور نہ کسی کو نقصان پہنچا۔ وہ ہمیشہ اللہ سے یہ دعا مانگتے تھے کہ ”اللہ ان کے لشکر کو خیر و عافیت عطا کرے اور انھیں کسی کے صدمے میں مبتلا نہ کرے۔“

عبداللہ بن قیس مجتہد کا واقعہ:

چنانچہ اللہ نے ایسا ہی کیا جب اللہ نے صرف انھیں مبتلا کرنا چاہا تو وہ خبر رسائی کی ایک کشتی میں سوار ہوئے اور رومی علاقہ کی ایک اونچی جگہ پر پہنچ گئے وہاں ساکوں اور محتاجوں کی ایک جماعت موجود تھی انھوں نے ان لوگوں کو خیرات دی ان میں سے ایک مانگنے والی عورت اپنے گاؤں کو لٹی اور وہاں کے مردوں سے کہنے لگی ”کیا تم عبداللہ بن قیس مجتہد کو پہچانتے ہو؟“ وہ بولے ”وہ کہاں ہے۔“

وہ بولی ”وہ اونچے نیچے پر ہے“ وہ کہنے لگے ”کم بخت! تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن قیس مجتہد ہے؟ وہ تو ان کا سردار ہے؟“ وہ عورت بولی: ”کیا تم اچھے بکھے ہو کہ تم عبداللہ کو نہیں پہچان سکتے ہو۔“

عبداللہ بن قیس مجتہد کی شہادت:

اس پر وہ مقابلے کے لیے پہنچے اور ان پر حملہ کر دیا اور ان سے جنگ کرتے رہے تا آنکہ عبداللہ بن قیس مجتہد تنہا فوت ہو گئے۔ ملاح بچ کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ وہ وہاں پہنچے اس وقت ان کے جانشین سفیان بن عوف ازدی تھے۔ وہ ان سے جنگ کرتے رہے آخر کار بیزار ہو کر اپنے ساتھیوں کو ملامت کرنے لگے۔

(یہ حال دیکھ کر) عبداللہ بن قیس مجتہد کی لٹری نے کہا ”ہائے عبداللہ! عبداللہ جنگ کے وقت اس طرح باتیں نہیں کرتے تھے۔“ سفیان نے پوچھا:

”وہ کیا کہتے تھے؟“

وہ بولی:

”وہ باتیں کرنا چھوڑ کر جنگ کے مشکل محاذوں میں گھس جاتے تھے اور ہماری مشکلات کو رفع کیا کرتے تھے۔“

بہر حال اس وقت مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔ یہ عبداللہ بن قیس حارثی کا آخری زمانہ تھا۔

محتاج عورت کی شناخت:

لوگوں نے اس محتاج عورت سے پوچھا ”تم نے کیونکر انھیں (عبداللہ بن قیس کو) پہچان لیا؟“ وہ بولی ”اس کے خیرات دینے

کے طرز سے (پہچان) اس نے خیرات اس طرح دی جس طرح بادشاہ خیرات کیا کرتے ہیں۔ اس نے تاجروں کی طرح (اپنا ہاتھ) نہیں سیرا۔

سیف کی دوسری روایت ہے کہ لوگوں نے اس مانگنے والی عورت سے یہ پوچھا جس نے رومیوں کو عبداللہ بن قیس بھڑکتے سے برخلاف آمادہ جنگ کیا تھا۔ ”تو نے انھیں کیسے شناخت کر لیا“ وہ بولی:

”وہ ایک تاجر کی طرح نظر آتا تھا۔ مگر جب میں نے مانگا تو اس نے مجھے بادشاہ کی طرح خیرات دی اس سے میں نے پہچان لیا کہ وہ عبداللہ بن قیس بھڑکتے ہے۔“

حکام کے نام ہدایت:

حضرت عثمان غنیؓ نے معاویہؓ اور دیگر حکام کے نام یہ ہدایت نامہ بھیجا:

”تم اس روش پر قائم رہو جس پر تم حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں قائم تھے اور کسی بات میں تہدیبی نہ کرو اور اگر تمہیں کسی کام میں دشواری معلوم ہو تو ہماری طرف رجوع کرو ہم اس مسئلے کو قوم کے سامنے پیش کر کے اس کا جواب بھیجیں گے۔

تم تغیر و تبدل سے پرہیز کرو کیونکہ میں بھی تمہاری وہ بات مانوں گا جسے حضرت عمرؓ تسلیم کیا کرتے تھے۔“

عہد شکنی:

سبھی ایسا ہوتا تھا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جو مصالحت ہوئی تھی، حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں انہی لوگوں نے عہد شکنی کی تو انھوں نے کسی سپہ سالار کو بھیجا اور اس کے ہاتھوں سے اللہ نے فتح و نصرت دی تو یہ اس کا کارنامہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر فتح پہلے شخص کے ہمدانوں میں شام کی جاتی تھی۔

اہل قبرص سے معاہدہ:

جب حضرت معاویہؓ نے قبرص پر حملہ کیا تو وہاں کے لوگوں نے مصالحت کر لی اور اس کے لیے یہ معاہدہ ہوا کہ وہ سات ہزار دینار سالانہ جزیہ مسلمانوں کو ادا کرتے رہیں گے اور وہ شاہ روم کو بھی اس قدر رقم ادا کرتے رہیں گے۔ مسلمان اس بارے میں ان کی راہ میں حائل نہیں ہوں گے (اس معاہدہ کی یہ شرائط بھی تھیں کہ) وہ ان پر حملہ نہیں کریں گے اور اگر ان رومی دشمن ان پر حملہ کرے گا تو وہ مسلمانوں کو اس کی اطلاع دیں گے۔

قبرص پر حملہ:

واقعی کی روایت ہے کہ امیر معاویہؓ نے ۲۸ھ میں قبرص پر حملہ کیا۔ اور اہل مصر نے بھی عبداللہ بن ابی سرح کی قیادت میں

ان پر حملہ کیا تھا۔

اشک عبث:

جیبر بن نفیر فرماتے ہیں:

”جب ہم نے ان دشمنوں کو جنگی قیدی بنایا تو میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالد اء بھڑکتے رو رہے ہیں۔ میں نے کہا:

آپ ایسے دن اشک باری کر رہے ہیں جب کہ اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا کی اور کفر اور اہل کفر کو ذلت دی ہے۔“

اس پر انھوں نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مار کر فرمایا:

جنگی قیدیوں کا تسلط:

”اگر کوئی قوم اللہ کے احکام کی نافرمانی کرے تو وہ لالہ کے نزدیک کس قدر حقیر ہو جاتی ہے ہمارے زمانے میں کوئی قوم لوگوں پر غائب اور طاقتور ہوتی ہے تو وہ ملک و سلطنت کی مالک ہوتی ہے۔ مگر جب وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتی ہے تو اس کی وہ حالت ہو جاتی ہے جو تم دیکھ رہے ہو اس وقت یہ جنگی قیدی ان پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ اور جب یہ قیدی کسی قوم پر مسلط ہو جائیں تو اللہ کو ان کی ضرورت نہیں ہوتی۔“

معاہدہ کی شرائط:

واقفی ابوسعید کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے اہل قبرص سے مصالحت کر لی تھی سب سے پہلے انھوں نے روم پر حملہ کیا تھا اس معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کے رومی دشمنوں میں نکاح شادی نہیں کریں گے۔

متفرق واقعات:

واقفی کے قول کے مطابق حبیب بن مسلمہ بنی ہنظلہ نے روم کے شامی علاقے پر حملہ کیا۔ اس سال حضرت عثمان غنیؓ نے ناکہ بنت الفراقصہ سے نکاح کیا جو عیسائی خاتون تھیں اسی سال حضرت عثمان غنیؓ نے مدینہ میں اپنے مکان کے قبیرے سے فراغت حاصل کی۔

واقفی کے قول کے مطابق اس سال قارس کی پہلی فتح ہوئی اور اصطخر کی آخری جنگ ہوئی اس وقت اس کے سپہ سالار ہشام بن عامر تھے۔

اس سال بھی حضرت عثمان غنیؓ نے مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔



۲۹ھ کے مشہور واقعات

اس سال حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت ابومویٰ اشعریؓ کو بصرہ کی حاکمیت کے عہدہ سے معزول کیا۔ وہ چھ سال تک بصرہ کے حاکم رہے تھے آپ نے (ان کے بھائے) عبداللہ بن عامر بن کریمؓ کو بصرہ کا حاکم بنایا جو ان دنوں پچیس سال کے تھے۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابومویٰ اشعریؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں تین سال تک کام کیا۔ عبداللہ بن عامرؓ کا تقرر:

عوف الاعرابی کی روایت ہے کہ فیضان بن خرشہ صبی حضرت عثمان غنیؓ کے پاس آئے اور کہا ”کیا تمہارے پاس کوئی نو جوان نہیں ہے جسے تم بصرہ کا حاکم بناؤ۔ کب تک یہ بوڑھے آدمی (ابومویٰ اشعریؓ) بصرہ کے حاکم بنے رہیں گے؟ وہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد چھ سال تک وہاں حاکم رہے تھے اس لیے حضرت عثمان غنیؓ نے انہیں معزول کر دیا اور (ان کے بھائے) عبداللہ بن عامرؓ کو مقرر کیا ان کی والدہ کا نام دجاہہ بنت اسمار اسلمی تھا اور وہ حضرت عثمان غنیؓ کے ماموں زاد بھائی تھے جب وہ ۲۹ھ میں بصرہ آئے تو اس وقت وہ پچیس سال کے تھے۔

حضرت ابومویٰؓ کی معزولی:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے حضرت ابومویٰ اشعریؓ کو بصرہ کا حاکم تین سال تک رکھا۔ چوتھے سال انھوں نے انہیں معزول کر دیا۔

دیگر حکام کا تقرر:

انھوں نے عمیر بن عثمان بن سعدؓ کو خراسان کا حاکم مقرر کیا اور جستان کا حاکم انھوں نے عبداللہ بن عمرؓ ثقیفی کو مقرر کیا۔ انھوں نے وہاں دشمنوں کا صفایا کیا۔ یہاں تک کہ وہ کامل پہنچ گئے، عمیر بھی خراسان میں دشمن کا صفایا کرتے ہوئے فرغانہ تک پہنچ گئے اور وہاں کے ہر ضلع کی اصلاح کی۔

مکران کی جنگ:

حضرت عثمان بن عبید اللہ بن معمرؓ حسیؓ کو مکران بھیجا انھوں نے بھی وہاں دشمنوں کا صفایا کیا یہاں تک کہ وہ دریائے سندھ پہنچ گئے۔

دیگر انتظامات:

عبدالرحمن بن عوفؓ کو کربمان بھیجا گیا اور قارس و ابوازی کی طرف بھی کچھ افراد بھیجے گئے بصرہ کے علاقہ کو حصین بن ابی الحرکی عملداری میں شامل کیا گیا تھا۔

پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو معزول کر دیا گیا تھا۔ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مقرر ہوئے تو انہوں نے انہیں ایک سال تک برقرار رکھا پھر انہیں معزول کر دیا۔

عاصم بن عمرو کو حاکم مقرر کیا گیا اور عبدالرحمن بن عوف کو معزول کر دیا گیا۔ اور عدی بن سمیل بن عدی کو لوٹا دیا۔

کردوں کے خلاف جہاد:

خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیسرے سال اہل ایزج اور کردوں نے عہد شکنی کی اس موقع پر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے (جہاد کا) لوگوں میں اعلان کر دیا اور انہیں دعوت جہاد دے کر جہاد کی فضیلت بیان کی اور پیدل چل کر جہاد کرنے کو افضل قرار دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اپنی سواریاں چھوڑ دیں اور عزم مصمم کر لیا کہ وہ پیدل روانہ ہو گئے۔ دوسرے لوگوں نے کہا ”میں ہم جلدی نہیں کریں گے بلکہ یہ دیکھیں گے کہ وہ خود کیا کرتے ہیں اگر ان کا (ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا) فعل ان کے قول کے مطابق ہوا تو ہم بھی اپنے ساتھیوں کی پیروی کریں گے۔“

پیدل جہاد:

جب ایک دن باقی رہا تو وہ روانہ ہوئے اور اپنے محل سے اپنا سامان چالیس گھروں پر لا کر نکالا (یہ دیکھ کر) یہ لوگ ان کی ہاگ سے لپٹ گئے اور کہنے لگے ”آپ ہمیں ان قاتلوں اور جانوروں پر سوار کرائیں اور ہمیں پیدل نہ بھیجیں“ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ مشکل قائل کر لیا تو انہوں نے ان کی سواری چھوڑ دی اور وہ چلے گئے۔

استعفاء کا مطالبہ:

اس کے بعد یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے (حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے) استعفاء کا مطالبہ کیا۔ اور کہنے لگے ”ہم یہی چاہتے ہیں کہ آپ انہیں تہذیب کر دیں“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”تم کس کو پسند کرتے ہو؟“ خیال ان بن خریثہ نے کہا:

”آپ کسی کو ان کے بجائے مقرر کر دیں اگر آپ کسی نوجوان کو بھی مقرر کریں گے تو وہ بھی ان سے بہتر ہوگا۔“

نئے حکام:

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور انہیں بصرہ کا حاکم مقرر کیا نیز عبید اللہ بن معمر رضی اللہ عنہما کو فارس تہذیب کر دیا۔ اور ان کے بجائے عمر بن عثمان بن سعد رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا۔

خراسان و جہتان کے حکام:

اپنی خلافت کے چوتھے سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان پر امین بن احمز رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور اسی سال عمران بن فصیل برجمی کو جہتان کا حاکم مقرر کیا اور عاصم بن عمرو کو کرمان کا حاکم مقرر کیا۔ اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

عبید اللہ کی شہادت:

ان کے بعد اہل فارس نے شورش برپا کی اور عبید اللہ بن معمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عہد شکنی کی اور ان کے مقابلہ کے لیے اصطر کے مقام پر اکٹھے ہو گئے۔ چنانچہ اصطر کے دروازے پر جنگ ہوئی جس میں عبید اللہ شہید ہوئے اور ان کے لشکر کو شکست ہوئی۔

اصطخر کی جنگ:

جب اس کی خبر عبداللہ بن عامر کو پہنچی تو انہوں نے اہل بصرہ کو جہاد پر آمادہ کیا اور ان کے ساتھ نو گولہ کی کافی تعداد روانہ ہو گئی۔ ان کے برادر دے کے سردار عثمان بن ابی العاص جہنم تھے۔ چنانچہ جب ان کا اصطخر میں دشمن سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے دشمن کی فوج کا صفایا کر دیا جس کے بعد وہ سر نہیں اٹھا سکے۔

اضلاع قارس کے حکام:

اس فتح کی اطلاع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو انہوں نے تحریر فرمایا کہ مندرجہ ذیل حضرات فارس کے اضلاع پر حاکم مقرر کیے جائیں: ۱۔ ہرم بن حسان۔ ۲۔ ہرم بن حیان۔ ۳۔ خریث بن راشدہ۔ ۴۔ منجاب بن راشدہ۔ ۵۔ تربہ بن ابی۔

خراسان کے حکام:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان کے علاقہ کو چھ حصوں میں تقسیم کر کے ان پر چھ حکام مقرر کیے۔ ۱۔ حضرت اخف بن قیس رضی اللہ عنہ مرو کے دونوں علاقوں پر مقرر ہوئے۔ ۲۔ حبیب بن قرہ بریوٹی بلخ کے حاکم مقرر ہوئے۔ یہ علاقہ اہل کوٹہ نے فتح کیا تھا۔ ۳۔ خالد بن عبداللہ بن زہیر مہلب کے حاکم مقرر ہوئے۔ ۴۔ امین بن احمر۔ ۵۔ قیس بن ہبیرہ سلمیٰ نیشاپور کے حاکم مقرر ہوئے۔ ۶۔ عبداللہ بن خازم۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی وفات پر تمام علاقہ انھیں دے دیا تھا پھر ان کی بھی وفات ہو گئی جب کہ قیس خراسان میں تھے۔

بجستان کے حاکم:

امین ابن احمر کو بجستان پر بھی حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ پھر وہاں کا حاکم عبدالرحمن بن عمرو کو مقرر کیا جو قبیلہ عبد شمس سے تعلق رکھتے تھے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو اس وقت بھی وہ وہاں کے حاکم تھے۔

کرمان وقارس کے حکام:

ان کی وفات کے وقت عمران کرمان کے حاکم تھے اور عبید بن عثمان بن سعد قارس کے حکمران تھے اور امین کندرہ قشیری حکمران کے حاکم تھے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

علی بن عباد کی روایت ہے کہ غیاث بن خرقہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: ”کیا آپ کے پاس کوئی کثیر آدمی نہیں ہے جسے آپ ترقی دے کر سر بلند کریں یا آپ کے پاس کوئی غریب انسان نہیں ہے جسے آپ پناہ دیں۔ اسے قبیلہ قریش! تب تک یہ بوڑھا اشعری جیٹو اس ملک کو کھانا نہ پکھا۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بات پسند آئی تو انھوں نے عبداللہ بن عامر کو حاکم مقرر کیا۔

دونوں لشکروں کا سردار:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر کو مقرر کیا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تمہارے پاس (حاکم ہو کر) نہایت خرچ کرنے والا نجیب الطرفین جو آنے آئے گا جسے دونوں لشکر کا سربراہ بنایا جائے گا۔“

چنانچہ جب عبداللہ بن عامر بصرہ آئے تو انھیں (حضرت) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ دونوں کی

فوجوں کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔ عثمان بن ابی العاص جو عثمان اور مخیرین سے عبور کر کے آئے تھے۔

ابن عامر کا عہد نامہ:

سیف کی روایت ہے کہ قیس بن ہیرہ نے عبداللہ بن خازم کو حضرت عثمان مہذب کے عہد خلافت میں عبداللہ بن عامر کے پاس وفد میں بھیجا۔ عبداللہ ابن خازم (ایک زمانے میں) عبداللہ بن عامر پر بہت مہربان تھا اس نے ابن عامر سے درخواست کی "آپ مجھے خراسان (کی حکومت) کا عہد نامہ لکھ کر دے دیں۔ جب قیس بن ہیرہ وہاں سے چلے جائیں (تو مجھے حاکم بنایا جائے) انھوں نے ایسا ہی کیا۔

خراسان کی حکومت:

جب حضرت عثمان جو جو شہید ہو گئے اور لوگوں کو اس کی اطلاع ملی تو دشمن نے شورش برپا کر دی۔ اس وقت قیس نے پوچھا "عبداللہ! تمہاری کیا رائے ہے؟" وہ بولا "میری رائے یہ ہے کہ آپ مجھے اپنا جانشین بنادیں" چنانچہ انہیں جانشین بنادیا گیا۔ اس کے بعد اس نے خلافت نامہ ختم کر کے خراسان پر قبضہ کر لیا اور حضرت علی جو جو کے عہد خلافت تک وہ اس پر قابض رہے عبداللہ کی والدہ قبیلہ عجل کی تھیں۔

فتح فارس:

اس سال وادی اور ابو مضر کی روایت کے مطابق عبداللہ بن عامر نے فارس کو فتح کر لیا سیف کی روایت کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں۔

مسجد نبوی کی توسیع:

اس سال یعنی ۲۹ھ میں حضرت عثمان جو جو نے مسجد نبوی میں اضافہ کیا اور اس کی توسیع کی انہوں نے ماہ ربیع الاول میں مسجد نبوی کی تعمیر کا آغاز کیا۔ انھوں نے منقش پتھروں سے مسجد کی تعمیر کرائی اور ستون ان پتھروں کے بنوائے جن میں سیرہ بھرا ہوا تھا اور چھت سا گوان کی بنوائی اس کی لمبائی ایک سو ساٹھ گز اور چوڑائی ایک سو پچاس گز تھی۔ اس کے دروازے استے ہی تھے جتنے حضرت عمر جو جو کے عہد میں تھے یعنی چھ دروازے تھے۔

منیٰ میں خیمہ:

اس سال بھی حضرت عثمان جو جو نے مسلمانوں کو لے کر حج کیا۔ انھوں نے منیٰ کے مقام پر ایک خیمہ نصب کیا۔ حضرت

عثمان جو جو پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے یہاں خیمہ نصب کرایا اور منیٰ اور عرفہ میں پوری نمازیں پڑھائیں۔

منیٰ میں مکمل نماز:

واقعی کی روایت کے مطابق صالح یہ بیان کرتے ہیں۔ "میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے پہلے لوگوں نے حضرت عثمان جو جو کے برخلاف جو اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے عہد خلافت میں منیٰ کے مقام پر (حج کے زمانے میں) دو رکعتیں نماز پڑھائی مگر جب ان کا چھٹا سال (خلافت) آیا تو انھوں نے مکمل نماز پڑھائی۔ اس پر متعدد صحابہؓ نے ان پر اعتراض کیا اور جو ان کے مخالف تھے انھوں نے اس کو حدیث شریف دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے پاس آ کر یہ فرمایا۔ ایسی بات پہلے نہیں ہوئی اور نہ زیادہ عرصہ گزر رہا جب کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ وہ (اس موقع پر) دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر (حضرت) ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور آپ بھی اپنی خلافت کے آغاز میں (دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے) مجھے نہیں معلوم ہے کہ آپ نے کس طرح رجوع کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”یہ میرا ذاتی اجتہاد ہے۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی نکتہ چینی:

واقعی کی دوسری روایت ہے کہ (اس سال) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ کے قیام پر چار رکعت نماز پڑھائی۔ اس موقع پر ایک شخص حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور کہا ”کیا تمہیں اپنے بھائی (عثمان) کے بارے میں اس بات کا علم ہے کہ انہوں نے چار رکعت نماز (منیٰ میں) پڑھائی۔ اس موقع پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو دو رکعت نماز پڑھائی تھی۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا:

خلاف سنت عمل:

”کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس مقام پر دو رکعت نماز نہیں پڑھی تھی؟“ وہ بولے ”کیوں نہیں (اسی طرح نماز پڑھی تھی)“ پھر وہ بولے ”کیا تم نے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں یہاں دو رکعت نماز پڑھی تھی؟“ وہ بولے ہاں!۔ پھر انہوں نے پوچھا: ”کیا تم نے اپنی خلافت کے ابتدائی زمانے میں یہاں دو رکعت نماز پڑھائی تھی؟“ وہ بولے ”ہاں!“ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے ابوبکر! (عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ) اب تم میرا جواب سنو:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دلائل:

”مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ اہل یمن کے بعض اکھڑ لوگ جو حج کر کے واپس یمن گئے تھے وہ پچھلے سال حج سے فارغ ہو کر یہ کہنے لگے تھے:

”مقیم کی نماز بھی دو رکعتیں ہیں کیونکہ تمہارے یہ خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ بھی دو رکعت نماز پڑھاتے ہیں۔“

اس کے علاوہ میں نے مکہ معظمہ کو اپنا گھر اور وطن بنالیا ہے اس لیے میری یہ رائے ہے کہ میں چار رکعت نماز پڑھاؤں۔ اور مجھے ان لوگوں کے بارے میں یہ اندیشہ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ میں نے مکہ میں نکاح کر لیا ہے اور خانہ کعبہ میں میرا مال و جائیداد ہے۔ اور میں اس کی خبر گیری کے لیے جاتا ہوں اور وہاں قیام کرتا ہوں۔“

پہلی بات کا جواب:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جو تمہارے لیے معقول عذر بن سکے۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے مکہ معظمہ کو گھر بنالیا ہے مگر آپ کی بیوی مدینہ میں رہتی ہیں۔ آپ جب چاہیں انہیں لے جاتے ہیں اور جب چاہیں انہیں واپس لے آتے ہیں آپ کا مستقل قیام اپنے گھر میں ہے۔“

دوسری بات کا جواب:

دوسری بات آپ یہ کہتے ہیں کہ: ”میرا مال (جائیداد) طائف میں ہے“ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اور طائف کے درمیان تین دن کی مسافت ہے اور آپ طائف کے رہنے والے نہیں ہیں۔

آپ نے یہ فرمایا ہے: اہل یمن حج سے واپس آ کر یہ کہتے ہیں ”تمہارا امام (خلیفہ) عثمان مقیم ہوتے ہوئے دو رکعت نماز پڑھتا ہے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے جب کہ وحی الہی نازل ہوئی تھی اور مسلمان تھوڑے تھے یہی عمل کیا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی آخر وقت تک دو رکعت نماز پڑھائی۔“

مخالفت سے پرہیز:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”یہ میرا ذاتی اجتہاد ہے۔“

(یہ یمن کر) حضرت عبدالرحمن بن جوفہؓ چلے آئے۔ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے پوچھا کیا انہیں اس کے علاوہ کوئی اور بات معلوم ہے؟ انہوں نے کہا ”نہیں“ پھر حضرت ابن ابی مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”پھر میں کیا کروں“ وہ بولے ”تم اپنی معلومات کے مطابق عمل کرو“ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”مخالفت میں شرفساد (کائنات) ہے جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے چار رکعت نماز پڑھائی ہے تو میں نے بھی اپنے ساتھیوں کو چار رکعت نماز پڑھائی۔“

خلیفہ کی اطاعت:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”جب مجھے اطلاع ملی کہ انہوں نے چار رکعت نماز پڑھائی تو (اس کے باوجود) میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی مگر اب جیسا تم کہتے ہو ہم دیکھا کریں گے۔ یعنی ہم ان کے ساتھ چار رکعت نماز پڑھیں گے۔“



۳۰ھ کے مشہور واقعات

ابومعشر، واقعہ ی اور علی ابن محمد المدائنی (یہ سب مؤرخین) اس پر متفق ہیں کہ حضرت سعید بن العاصؓ نے طبرستان پر حملہ ۳۰ھ میں کیا مگر سیف بن عمر کی روایت یہ ہے کہ طبرستان کے اصہبہ نے سوید بن مقرن کو مال دے کر مصالحت کر لی تھی تا کہ وہ وہاں حملہ نہ کریں۔ اس واقعہ کا تذکرہ ہم حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کے حالات میں کر چکے ہیں۔ عمرؓ علی بن محمد مدائنی یہ بیان کرتے ہیں کہ ”طبرستان پر حضرت عمرؓ کے عہد میں کوئی حملہ نہیں ہوا۔ البتہ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت سعید ابن العاصؓ نے ۳۰ھ میں وہاں حملہ کیا تھا۔

جنگ طبرستان:

مدائنی کی روایت کے مطابق اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ سعید بن العاصؓ ۳۰ھ میں کوفہ سے روانہ ہوئے۔ وہ خراسان جانا چاہتے تھے۔ ان کے ساتھ حذیفہ ابن الیمانؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے۔ ان کے ساتھ حسنؓ، حسینؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھے۔ ابن عامرؓ نے مدائنی کی روایت:

عبداللہ بن عامرؓ بھی بصرہ سے (فوج لے کر) روانہ ہوئے۔ ان کی منزل مقصود بھی خراسان تھی اور وہ سعید بن العاصؓ سے پہلے پہنچ گئے تھے اور ابرشہر میں خیمہ زن ہو گئے تھے۔

اہل جرجان سے مصالحت:

جب سعید بن العاصؓ کو یہ خبر ملی کہ وہ ابرشہر پہنچ گئے ہیں تو سعیدؓ قوس میں خیمہ زن ہوئے یہاں کہ لوگوں نے جنگ نہاوند کے بعد مسلمانوں سے صلہ کر رکھی تھی۔ اس لیے وہ جرجان آئے۔ وہاں کے لوگوں نے دولاکھ کی رقم دے کر صلح کر لی۔ پھر وہ طمیسہ آئے یہ تمام علاقہ طبرستان کا تھا اور جرجان کا سرحدی علاقہ تھا جو ساحل بحر پر ایک شہر تھا۔

طمیسہ کی جنگ:

یہاں کے لوگوں نے ان سے شدید جنگ کی۔ یہاں تک کہ انھوں نے نماز خوف پڑھی۔ سعید بن العاصؓ نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا: ”رسول اللہ ﷺ نے صلواتِ انوف کیسے پڑھائی۔

سعیدؓ نے اس اثناء میں ایک مشرک کے کندھے پر تلوار کا دار کیا تو اس کی کئی میں سے تلوار نکل پڑی پھر انہوں نے دشمن کا محاصرہ کر لیا۔

دشمن کا صفایا:

آخر کار دشمن پناہ کے طالب ہوئے تو انہوں نے اس شرط پر انھیں پناہ دی کہ وہ ان کا ایک آدمی نہیں قتل کریں گے۔ اس پر

انہوں نے قعدہ کے دروازے کھول دیئے تو انہوں نے ایک شخص کے علاوہ باقی سب کو مار ڈالا۔ قلعہ میں جو کچھ مال و دولت موجود تھا اس پر قبضہ کر لیا۔

اکابر صحابہؓ کی شرکت:

حضرت سعید بن العاصؓ نے اپنے نامیہ کو بھی فتح کر لیا جو صحرا تھا شہر نہیں تھا۔ حنظل بن مالک تغلمی کی روایت ہے کہ سعید بن العاصؓ جو ۳۰ھ میں روانہ ہوئے۔ وہ جرہان اور طبرستان پہنچے ان کے ساتھ عبداللہ بن العباسؓ عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر بن العاصؓ جہنم تھے۔ ان کے ایک خادم کا بیان ہے:

”میں ان کے کھانے کے لیے دسترخوان بچھاتا تھا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو جاتے تھے تو ان کے حسب ہدایت میں دسترخوان کو جھانک کر لٹکا دیا کرتا تھا۔ جب شام ہوتی تھی تو وہ مجھے بچا ہوا حصہ دیا کرتے تھے۔“

محمد بن الحکم کی شہادت:

کہا جاتا ہے کہ حضرت سعید بن العاصؓ جہنم کے ساتھ محمد بن الحکم بن ابی عقیل جو یوسف بن عمر جہنم کے جدا امجد تھے۔ شہید ہوئے۔ یوسف بن عمر نے (ایک دن) قہدم سے کہا:

”اے قہدم کیا تم جانتے ہو کہ محمد بن الحکم نے کہاں وفات پائی؟“

وہ بولا: ”ہاں! وہ طبرستان میں سعید بن العاصؓ جہنم کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔“ وہ بولے: ”نہیں! وہ سعید جہنم کے ساتھ وہاں گئے تھے تو انہوں نے وہیں وفات پائی۔ مگر سعید بن العاصؓ کو فدا پس آگئے تھے اور کعب بن ہعیل (شاعر) نے ان کی تعریف میں یہ اشعار کہے تھے:

کعب بن ہعیل کے اشعار:

۱ وہ جو ان کتنا اچھا ہے جس کی جولاں گاہ جیلاں کا علاقہ تھا۔

۲ تم اس جنگ میں ایک پوشیدہ شہر کی مانند تھے جو اپنی جھاڑی سے نکل کر صحراء میں آیا ہو۔

۳ تم سے پہلے کسی نے اتنے عظیم تر لشکر کی قیادت نہیں کی۔ اس لشکر میں اسی ہزار (۸۰۰۰۰) زرہ پوش اور مسلح سپاہی شامل تھے۔

اہل جرہان کی عہد شکنی:

کعب بن خلف کی روایت ہے کہ سعید بن العاصؓ جہنم نے اہل جرہان سے صلح کر لی تھی۔ پھر انہوں نے (خراج ادا کرنا) روک دیا اور عہد شکنی کی مگر سعید جہنم کے بعد کوئی وہاں نہیں پہنچا انہوں نے وہاں کا راستہ بھی مسدود کر دیا تھا۔ اس لیے جو کوئی قومس کے راستے سے خراسان جاتا تھا وہ اہل جرہان سے بہت خوف زدہ رہتا تھا۔ چنانچہ خراسان کا راستہ فرس سے براہ کرمان مقرر ہوا اس کے بعد قتیبہ بن مسلم پہلا (مسلم سکران) تھا جس نے خراسان کا حاکم مقرر ہونے کے بعد براہ قومس خراسان کے راستے کو جاری کیا۔

خراج کی ادا نیگی بند:

کعب بن خلف کی دوسری روایت ہے کہ سعید بن العاصؓ جہنم نے اہل جرہان سے صلح کر لی تھی۔ وہ بھی ایک لاکھ کی رقم ادا

کرتے تھے اور کہتے تھے۔ ”ہماری صلح (کی رقم) یہی ہے، کبھی وہ دولاکھ کی رقم دیتے تھے اور کبھی تین لاکھ دیتے تھے۔ اور پھر کبھی یہ رقم دیتے تھے اور کبھی نہیں دیتے تھے آخر کار انھوں نے رقم کی ادائیگی بالکل روک دی اور عہد شکنی کر کے خراج دینے بند کر دیا تھا۔

جب زیاد بن ابیہ (حاکم ہو کر) وہاں پہنچا اور اس نے سولہ مصالحت کی اور بحرہ ہستان کو فتح کر لیا تو اس کے بعد اہل جرجان نے اس سے سعید بن العاص مجتہد کی صلح کے مطابق مصالحت کی۔

سعید بن العاص مجتہد کا تقرر:

۳۰ھ میں حضرت عثمان مجتہد نے ولید بن عقبہ مجتہد کو کوفہ کے حاکم کے عہدہ سے معزول کیا اور (ان کے بھائی) سعید بن العاص مجتہد کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ یہ سیف کی روایت ہے۔

معزولی کے اسباب:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان مجتہد کو حضرت عبداللہ بن مسعود مجتہد اور حضرت سعد مجتہد کے جھگڑے کی اطلاع ہوئی تو وہ دونوں پر سخت ناراض ہوئے اور ان کو (سزا دینے کا) قصد کیا۔ مگر پھر یہ ارادہ بدل دیا اور (حضرت) سعد مجتہد کو معزول کر دیا اور ان سے واجب الادا (قرضہ) وصول کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود مجتہد کو بھال رکھا۔ مگر حضرت سعد مجتہد کے بجائے ولید بن عقبہ مجتہد کو حاکم مقرر کیا۔

ولید بن عقبہ مجتہد کا تقرر:

ولید بن عقبہ مجتہد حضرت عمر مجتہد کی طرف سے جزیرہ کے عرب باشندوں کے حاکم تھے وہ حضرت عثمان مجتہد کے دور خلافت کے دوسرے سال (کوفہ کے حاکم) بن کر آئے (ان کے عہد خلافت میں) حضرت سعد مجتہد نے ایک سال سے زیادہ حکومت کی تھی۔

محبوب شخصیت:

جب ولید بن عقبہ مجتہد کوفہ آئے تو وہ لوگوں کی محبوب ترین شخصیت بن گئے۔ کیونکہ وہ ان کے ساتھ سب سے زیادہ نرم سلوک کرتے رہے۔ پانچ سال تک ان کا طرز عمل یہی رہا انھوں نے اپنے گھر پر کوئی دروازہ نہیں رکھا (تاکہ ہر شخص ان کے پاس روک ٹوک کے بغیر آ سکے)۔

کوفہ کا فساد:

کچھ عرصہ کے بعد کوفہ کے نوجوان ابن حنیس خدائی کے گھر اکٹھے ہو کر آئے اور انہیں تنگ کرنے لگے۔ وہ تلوار لے کر نکلے۔ مگر جب انھوں نے ان کی کثرت دیکھی تو وہ (مدد کے لیے) پکارنے لگے۔ وہ بولے ”تم خاموش ہو جاؤ تمہیں ایک ہی وار سے اس رات کے خطرہ سے نجات مل جائے گی۔“ اس وقت ابو شریح خدائی مجتہد انہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ شخص فریاد کرتا رہا مگر ان (نوجوانوں) نے اسے زد و کوب کر کے مار ڈالا۔

قتلہ پرداز افراد:

آخر کار عوام نے چاروں طرف سے گھیر کر انہیں گرفتار کر لیا۔ ان (مظموں) میں زہیر بن جنب ازوی، موعان بن ابی نواع

اسدی اور شہیل بن ابی الازدی بھی شامل تھے۔ ان کے برخلاف ابوشریحہؓ اور ان کے فرزند نے یہ شہادت دی کہ یہ لوگ اس صحر میں داخل ہوئے۔ کچھ لوگوں نے دوسرے لوگوں کو منع کیا مگر بعض افراد نے انہیں قتل کر دیا۔

مفسدوں کو سزا:

حکم کو فہ دن کے بارے میں حضرت عثمان غنیؓ کو خط لکھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے تحریر فرمایا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ وسیع میدان میں محل کے دروازہ کے قریب ان سب کو قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے بارے میں عمرو بن عامر جمہمی (شاعر اپنے اشعار میں) یوں کہتا ہے:

- ① اسے شرارت پسند و اتم اپنے پڑوسیوں کو (حضرت) ابن عفان (عثمانؓ) کی خلافت میں اس طرح ظلم کر کے دکھاؤ۔
- ② تم نے ابن عفان کو (عثمانؓ) آزمایا ہے کہ انھوں نے قرآن کریم (فرقان) کے حکم کے مطابق چہروں کا خاتمہ کیا۔
- ③ وہ ہمیشہ کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں جو مسلمانوں کے جسم کے ہر حصہ پر حاوی ہے۔

ابوشریحہ خزاعیؓ کی ہجرت:

ابوسعید کی روایت ہے کہ ابوشریحہ خزاعیؓ رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے وہ مدینہ منورہ سے کوفہ میں اس لیے منتقل ہوئے تھے کہ وہ جہاد کے مقامات کے قریب رہیں۔ ایک رات جب کہ وہ چھت پر تھے انہوں نے اپنے پڑوسی کی چیخ و پکار کی آواز سنی انہوں نے جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوفہ کے نو جوانوں نے گھیر رکھا ہے۔ انہوں نے ان کے پڑوسی پر رات کے وقت حملہ کیا تھا اور وہ اس سے کہہ رہے تھے:

”تم مت چیخو کیونکہ تلوار کا ایک وار تمہیں ٹھنڈا کر دے گا۔“ اس کے بعد انہوں نے اسے مار ڈالا۔

(یہ حالت دیکھ کر) وہ حضرت عثمان غنیؓ کی طرف کوچ کر گئے اور مدینہ لوٹ آئے اور اپنے اہل و عیال کو بھی وہیں منتقل کر لیا۔

قسامت کا قانون:

اس قسم کے واقعات کی وجہ سے قسامت کا قانون جاری ہوا۔ حضرت عثمان غنیؓ فرماتے تھے میں مقتول کا ولی (سرپرست ہوں۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ مل کر حکم کھانہ کرنے سے باز آئیں۔

قسامت کی توضیح:

نافع بن جہیر روایت کرتے ہیں: حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: ”قسامت (جماعتی حلف نامہ) مدعا علیہ اور اس کے رشتہ داروں پر ہے۔ جب کوئی گواہ دستیاب نہ ہو تو اس کے پچاس افراد حلف اٹھائیں گے اور اگر ان کی تعداد کم ہوئی یا ان میں سے کسی ایک شخص نے انکار کیا تو ان کی قسامت (حلف نامے) رد کر دیے جائیں گے پھر مدعی اور اس کے افراد سے حلف لیا جائے گا۔ اگر ان میں سے پچاس افراد حلف اٹھائیں گے تو وہ (قصاص لینے کے) حق دار ہو جائیں گے۔

مہمان خانے کا قیام:

عمرو بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ نے کوفہ میں یہ کارخیز کیا کہ انہیں یہ اطلاع ملی کہ ابوسال اسدی چند افراد کو لے کر یہ اعلان گرا تا ہے کہ ”جب قبیلہ کلب یا کسی مخصوص قبیلہ کا کوئی فرد یہاں فروکش ہو اور اس کے خاندان یا قبیلہ کے پاس

رہنے کا کوئی امکان نہ ہو تو وہ جلاں شخص کے گھر میں رہائش اختیار کرے۔

چنانچہ اس مقدمہ کے پیش نظر حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور ابن ہبار کے گھروں کو ”مہمان خانہ“ بنایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، بکر بن کاہنہ، رماذہ کے تمام قبیلہ ہذیل کی ہستی میں تھا۔ چنانچہ وہ بھی اپنے گھر میں رہنے لگے اور ان کا (سرکاری) گھر بھی مہمان خانہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ جب مہمانوں کے لیے مسجد کوفہ کے ارد گرد کا حصہ نکال ہوا تا تھا تو وہ ہذیل کی ہستی میں ان کے گھر میں فروش ہوتے تھے۔

ابوہمال کا مہمان خانہ:

سیف کوفہ کے اہل علم سے روایت کرتے ہیں کہ ابوہمال کا اعلان چنی بازار اور محلوں میں یہ اعلان کرتا تھا کہ اگر فلاں اور فلاں قبیلہ کے لوگوں کے رہنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو تو وہ ابوہمال کے گھر میں رہائش اختیار کریں۔ (یہ دیکھ کر) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مہمان خانے مقرر کیے۔

ابوزبید سے تعلقات:

عمرو اور علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو جزیرہ کے عربوں کا حاکم مقرر کیا۔ وہ وہاں جا کر بنو تغلب کی ہستی میں مقیم ہوئے۔ ابوزبید (شاعر) بھی دور جاہلیت اور اسلامی دور میں بنو تغلب کے ہاں اقامت پذیر رہا۔ مسلمان ہونے تک وہ اسی قبیلہ کے لوگوں میں رہتا رہا۔ کیونکہ قبیلہ تغلب اس کی تنہا تھا۔

ولید کی مصاحبت:

اس قبیلہ نے اسے قرض خواہی میں بہت تنگ کیا تو ولید نے اس کا حق ادا کیا جس کا ابوزبید نے بہت شکر یہ ادا کیا اور ولید کے پاس ہی رہنے لگا اور مدینہ بھی اس کے ساتھ گیا۔

ابوزبید کی آمد و رفت:

جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم مقرر ہوئے تو وہاں بھی اس نے ان کے پاس اسی طرح آمد و رفت رکھی جس طرح مدینہ اور جزیرہ میں اس کی آمد و رفت تھی۔ آخر کار وہ (کوفہ کے) مہمان خانے میں رہنے لگا۔ اس سے پہلے وہ آ کر لوٹ جاتا تھا۔

ولید کا مہمان:

ابوزبید عیسائی تھا تاہم ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی صحبت اور ترغیب سے وہ ولید کے آخری دور حکومت میں مسلمان ہو گیا۔ اور اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ وہ عرب تھا اور نہایت عمدہ شاعر تھا اس لیے ولید نے اسے اپنے گھر ٹھہرایا۔

ولید کے خلاف سازش:

دوسری طرف ابوزبید ابومواہ اور جناب اس کے کینہ و دشمن ہو گئے تھے۔ کیونکہ ان کے فرزند (مذکورہ بالا واقع میں) قتل کر دیے گئے تھے۔ انہوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جاسوس اور خیر نگار رکھے تھے چنانچہ (ایک دن) ایک شخص ان کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: ”کیا آپ لوگ ولید کو (ملاحظہ فرمائیں) گے؟ وہ ابوزبیدہ کے ساتھ شراب پی رہا ہے۔“ یہ بات سن کر وہ بھڑک اٹھے اور ابوزبید، ابومواہ اور جناب جا کر کوفہ کے لوگوں سے کہنے لگے: ”تم اپنے امیر کا حال دیکھو ابوزبیدہ اس کا بہترین مصاحب ہے

ہوا ہے اور وہ دونوں شراب نوشی میں مشغول ہیں۔“

شراب نوشی کا الزام:

یہ لوگ ان کے ساتھ رہا نہ ہوئے۔ ولید کا گھر جب میں عمار بن عبیدہؓ کے ساتھ تھا اس میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ مسجد کی طرف سے وہاں گھس گئے۔ ولید بن عبیدہؓ نے جب اچانک انہیں دیکھا تو اس نے کوئی چیز تخت کے نیچے چھپا دی۔ کسی شخص نے اس کے نیچے ہاتھ ڈال کر اسے نکال لیا تو وہ ایک طباق تھا جس میں انگور کے دانے تھے۔ اس نے اسے اس لیے چھپایا تھا کہ اس بات پر ندامت تھی کہ لوگ یہ دیکھیں گے کہ طباق میں انگور کے دانوں کے علاوہ کوئی چیز نہیں۔

غلط بیانی پر ملامت:

یہ حالت دیکھ کر لوگ گھر سے باہر نکل آئے اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ دوسرے لوگوں نے جب یہ بات سنی تو وہ آ کر انہیں سب و شتم (گالی گلوچ) کرنے لگے اور ان پر لعنت چھیڑنے لگے۔ ”ان لوگوں پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے۔“

انفواہوں پر چشم پوشی:

اس کے بعد لوگ اس معاملے پر بحث مباحثہ کرتے رہے (ولید کو اس بحث کی خبر ہوئی تھی مگر) اس نے اس بات کو پوشیدہ رکھا اور حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع نہیں دی۔ بلکہ لوگوں کی اس گفتگو میں مداخلت بھی نہیں کی اور اس بات کو پسند نہیں کیا کہ وہ لوگوں کے درمیان فتنہ و فساد برپا کرے اس لیے وہ خاموشی کے ساتھ ان باتوں پر عمل کرتا رہا۔

جنگ کا تذکرہ:

فیض بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے حضرت شعیبؓ کو دیکھا کہ وہ محمد بن عمرو بن ولید یعنی ابن عبیدہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو محمد بن عمرو الملک کے جانشین تھے۔ محمد نے مسلمہ کی جنگ کا تذکرہ کیا تو وہ کہنے لگے:

ولیدؓ کے جنگی کارنامے:

اس کا ولید بن عبیدہؓ کی جنگوں اور اس کے دور حکومت سے کوئی مقابلہ نہیں ہے جب وہ جہاد کے لیے روانہ ہوتے تھے تو وہ دور دراز کے مقامات تک پہنچ جاتے تھے۔ وہ کسی چیز میں کوتاہی نہیں کرتے تھے اور نہ کوئی ان کے مقابلے پر آتا تھا۔ ان کا یہ طریقہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ وہ معزول ہوئے۔ اس زمانے میں باب کے علاقہ میں عبدالرحمن بن ربیعہ باہلی جہنم تھے۔

حضرت ابن مسعودؓ جیٹھ کا جواب:

عمرو بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ جبند اور اس کے ساتھی، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جیٹھ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے۔ ”ولید بن عبیدہؓ شراب نوشی میں مشغول تھا“ انہوں نے اس خبر کو اس قدر پھیلایا کہ یہ زبان زد عام ہو گئی۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جیٹھ نے فرمایا: ”جو ہم سے کوئی (عیب) پوشیدہ رکھے تو ہم اس کی کوئی ٹوہ نہیں لگائیں گے اور اس کی پردہ دری نہیں کریں گے۔“

ولید کی ملامت:

یہ سن کر ولیدؓ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جیٹھ کو بلوایا۔ جب وہ آئے تو ولیدؓ نے ان کو برا بھلا کہا اور یہ پوچھا ”کیا تمہارا

جیسے شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ کینہ و رافرا کو ایسا جواب دے جیسا کہ تم نے جواب دیا ہے۔ میں نے کسی کو چھپا رکھا ہے یہ جواب تو مشتبہ شخص کے بارے میں دیا جاتا ہے۔“

اس پر دونوں کا بہت جھگڑا ہوا اور صرف غیظ و غضب کا اظہار کرنے کے بعد دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

جادوگر کا معاملہ:

سیف کی روایت ہے کہ ولید بن عقبہؓ کے پاس ایک جادوگر کو لایا گیا تو انھوں نے عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک آدمی بھیجا تا کہ وہ ان سے جادوگر کے خلاف حد شرعی معلوم کرے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

الترام کی تحقیق:

”تمہیں کس نے بتایا ہے کہ یہ جادوگر ہے؟“ ولیدؓ نے کہا ”یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو اسے لے کر آئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ وہ جادوگر ہے“ حضرت ابن مسعودؓ نے پوچھا تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ جادوگر ہے؟“ وہ بولے ”یہ خود اس کا اقرار کرتا ہے“ آپؓ نے اس سے پوچھا ”کیا تم جادوگر ہو؟“ وہ بولا ”ہاں“ آپؓ نے فرمایا:

جادوگری کا ثبوت:

”تم چہ ننتے ہو کہ جادو کیا ہے؟“ وہ بولا ہاں ایہ کہہ کر وہ ایک گدھے کی طرف بڑھا اور وہ اس کی دم کی طرف سے سوار ہونے لگا اور لوگوں کو دکھانے لگا کہ وہ اس کے منہ سے اور اس کے سر میں سے نکل رہا ہے۔

حضرت عثمان مہاجرؓ کا فیصلہ:

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: ”تم اسے قتل کرو“ اس کے بعد ولید چلے گئے لوگوں نے مسجد میں یہ اعلان کرایا کہ ایک شخص ولید کے پاس جادو کے کھیل دکھا رہا ہے۔ اس طرح لوگ وہاں پہنچے اور جندب بھی اس موقع کو غنیمت جان کر وہاں پہنچا اور کہنے لگا وہ کہاں ہے تاکہ میں اسے دیکھوں“ آخر کار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ولید بن عقبہؓ کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ اس جادوگر کو مقید رکھا جائے تاکہ وہ حضرت عثمان مہاجرؓ کو اس بارے میں لکھ سکے۔ حضرت عثمان مہاجرؓ نے لکھا کہ اس سے حلف اٹھایا جائے۔ آخر کار انہوں نے اسے تعزیر (سزا) دے کر چھوڑ دیا اور لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے خیالات کے مطابق خود عمل نہ کریں اور حاکم کے بغیر حد و دشرعیہ قائم نہ کریں کیونکہ خطا کار کو قید کرنے اور اسے تادیب کا حق حاکم کو حاصل ہے۔

ولیدؓ کے خلاف شکایت:

جندب کے ساتھی اسے ورغلا تے رہے۔ آخر کار وہ مدینہ پہنچ گئے۔ ان میں ابوہریرہؓ، غفاریؓ، بشامہ بن صعب بن بشامہ اور جندب شامل تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان مہاجرؓ سے ولید کو معزول کرنے کی درخواست کی۔ حضرت عثمان مہاجرؓ نے فرمایا:

”تم بدگمانی پر عمل کرتے ہو اور مسلمانوں میں غلط باتیں پھیلاتے ہو اور اجازت کے بغیر آ جاتے ہو تم واپس چلے جاؤ۔“

اس طرح حضرت عثمان مہاجرؓ نے انہیں واپس بھیج دیا۔

سازش پر عمل:

جب وہ کوفہ واپس آئے تو تمام مخالفین ان کے پاس پہنچے انہوں نے ایک سازش تیار کی اور اس کے مطابق عمل کیا۔ ولیدؓ

باں کوئی دربان نہیں تھا اور نہ کوئی حجاب حاکم تھا اس لیے ولید بن عقبہؓ کو خیمہ میں غافل پا کر ابوہنzb ازوی اور ابومواع اسدی ان کے گھر میں تھس گئے اور ان کی انگوٹھی اتاری۔ پھر وہ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور ان دونوں نے ولید بن عقبہؓ کے خلاف شہادت دی ان کے ساتھ ان کے مددگار ملازمین بھی تھے۔

مخالفتانہ شہادتیں:

حضرت عثمانؓ نے ولید بن عقبہؓ کو بلوایا۔ جب وہ آئے (اور شہادتیں لی گئیں) تو اس کے بعد حضرت عثمانؓ جو غصے نے کوفہ کا حاکم سعید بن العاصؓ کو مقرر کیا۔ وہ بولے:

طاہری شہادت پر عمل:

”اے امیر المومنین! یہ دونوں مخالف دشمن ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”تمہیں اس بات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہم اس کے مطابق عمل کرتے ہیں جو ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ جو ظلم کرے گا اللہ اس سے انتقام لے گا جو مظلوم ہوگا اللہ اس کو جزاء دے گا۔“

سازشی واقعہ:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ کوفہ کے چند افراد اکٹھے ہوئے اور وہ ولید بن عقبہؓ کو معزول کرانے کی سازش کرتے رہے۔ آخر کار ابوہنzb بن عوف اور ابوہریرہ اسدی ان کے برخلاف شہادت مہیا کرنے کے لیے تیار ہوئے وہ ولید کے پاس آنے لگے۔ ولید بن عقبہؓ کو دو بیویاں تھیں ایک ذوالخمار کی بیٹی تھی اور دوسری ابوہشیل کی بیٹی تھیں۔ ان کے زمان خانے اور مردانہ نشست کے درمیان پردہ پڑا ہوتا تھا۔ ایک دن وہ لوگ ولید کے پاس بیٹھے ہوئے تھے دوسرے لوگ تو چلے گئے مگر ابوہنzb اور ابومواع بیٹھے رہے اتنے میں ولید کو خیمہ آگئی (ایسا موقع دیکھ کر) ان دونوں میں سے ایک نے ولید کی انگوٹھی اتاری پھر وہ دونوں نکل آئے۔

انگوٹھی غائب:

جب ولید بیدار ہوئے تو ان کی دونوں بیویاں ان کے سر ہانے موجود تھیں مگر ان کی انگوٹھی غائب تھی۔ انہوں نے ان دونوں سے پوچھا مگر انہیں اس کا کوئی علم نہ تھا پھر انہوں نے پوچھا:

”ان لوگوں کے آخر میں کون بیٹھا ہوا تھا“ وہ بولیں ”دو افراد تھے جنہیں ہم نہیں پہچانتے ہیں وہ دونوں آخر میں آپ کے پاس آئے تھے۔“ پھر پوچھا:

محرم کی تحقیق:

”ان کا حید کیا تھا“ وہ بولیں ”ان دونوں میں سے ایک کھیل اوڑھے ہوئے تھا اور دوسرا چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ چادر والا آپ سے نہبتا دور تھا۔“ وہ بولے ”کیا وہ دراز تھا؟“ وہ بولیں ”ہاں!“ اور کھیل والا آپ سے نزدیک تھا۔“ وہ بولے ”کیا وہ پست تھا“ وہ بولیں ”ہاں“ ہم نے اس کا ہاتھ آپ کے ہاتھ پر دیکھا تھا۔ ولید بن عقبہؓ جھنجھوئے:

”وہ ابوہنzb تھا اور دوسرا ابومواع تھا وہ کسی سازش کے ماتحت آئے تھے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔“

سازش کی تکمیل:

ولید بن عقبہ نے انہیں تلاش کرایا گھرانہ کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ کیونکہ وہ دونوں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے آخر کار وہ حضرت عثمانؓ جوڑے کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ دو لوگ بھی تھے جنہیں ولید نے سرکاری کاموں سے معزول کر دیا تھا اور حضرت عثمانؓ جوڑے انہیں پہچانتے تھے جب انہوں نے شکایت کی تو حضرت عثمانؓ جوڑے نے پوچھا:

مخالفت گواہ:

”کون شہادت دے گا؟“ لوگوں نے کہا ”ابو زنب اور ابو مواء (گواہی دیں گے) دو مزید افراد نے بھی ان کی تائید کی۔ آپ نے ان دونوں سے پوچھا ”تم دونوں نے کیا ملاحظہ کیا؟“ وہ بولے ”ہم ان کے ساتھ رہنے والے تھے۔ جب ہم ان کے پاس آئے تو وہ شراب کی تہ کر رہے تھے۔“ حضرت عثمانؓ جوڑے نے فرمایا:

حضرت عثمانؓ جوڑے کا فیصلہ:

شراب کی تہ وہی کرتا ہے جو شراب پیتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ولید بن عقبہ کو بلوایا۔ چنانچہ جب وہ حضرت عثمانؓ جوڑے کے پاس آئے تو انہوں نے ان دونوں افراد کو دہاں دیکھا۔ انہوں نے حلف اٹھا کر ان لوگوں کی تمام کیفیت بیان کی مگر حضرت عثمانؓ جوڑے نے فرمایا:

کوڑے کی سزا:

ہم حدود شرعیہ کو قائم کریں گے۔ جھوٹے گواہ کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اے میرے بھائی! تم صبر کرو۔ اس کے بعد انہوں نے سعید بن العاصؓ جوڑے کو حکم دیا اور انہوں نے ولید بن عقبہؓ جوڑے کو کوڑے مارے اس طرح ان دونوں کی اولاد میں باہمی عداوت پیدا ہوئی جو آج تک باقی ہے۔

اصل واقعہ:

ابو عبیدہ ایادہ کی روایت ہے کہ ابو زنب اور ابو مواء دونوں ولید بن عقبہؓ جوڑے کے گھر میں آئے ان کی دو بیویاں تھیں ایک ذوالنمار کی بیٹی تھی اور دوسری ابو عقیل کی بیٹی تھیں۔ اس وقت وہ سوئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے جبکہ کران کی انگلی اٹا کر

لی۔

انگلی کی گمشدگی:

جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنی دونوں بیویوں سے انگلی کے بارے میں دریافت کیا۔ ان دونوں نے کہا ”ہم نے انگلی نہیں لی ہے“ انہوں نے پوچھا ”آخر میں کون رہ گیا تھا؟“ وہ بولیں ”دو اشخاص رہ گئے تھے ایک پست قد کا جو کھیل اوز سے ہوئے تھا دوسرا ایادہ کی تھا جو چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ ہم نے کھیل والے کو دیکھا کہ وہ آپ پر جھکا ہوا تھا۔“

مجرم غائب:

وہ بولے: ”وہ ابو زنب تھا“ پھر وہ ان دونوں کی تلاش میں نکلے۔ مگر وہ دونوں روانہ ہو چکے تھے ولید کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کا مقصد کیا ہے۔

در بار خلافت میں:

وہ دونوں حضرت عثمان غنیؓ کے پاس پہنچے اور سب لوگوں کے سامنے انہوں نے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے ولید کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آئے تو وہ دونوں وہاں موجود تھے۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ نے ان دونوں کو بلوا کر پوچھا: ”تم دونوں کس بات کی شہادت دیتے ہو؟“ کیا تم یہ شہادت دے سکتے ہو کہ تم نے انہیں شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے“ انہوں نے کہا ”نہیں“ وہ ڈر رہے تھے۔ کوڑے کی سزا:

حضرت عثمان غنیؓ نے پوچھا ”پھر کیا دیکھا؟“ وہ بولے ”ہم نے شراب کو ان کی داڑھی سے نیچڑا جب کہ وہ شراب کی تہ کر رہے تھے“ اس پر آپ نے سعید بن العاصؓ کو حکم دیا اور انہوں نے ولید کو کوڑے مارے۔ اس واقعہ سے ان دونوں کے خاندان میں عداوت پیدا ہو گئی۔ ولید کے بارے میں اختلاف:

سیف ابوالعرفیہ اور یزید ثقفی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن عقبہ کے بارے میں دو گروہ تھے۔ عوام ان کے حامی تھے۔ مگر خواص ان کے مخالف تھے یہ صورت حال جنگ صفین کے وقت تک قائم رہی۔ جب معاویہؓ غلیظہ ہوئے تو وہ لوگ کہنے لگے: ”حضرت عثمان غنیؓ پر ناحق کتہہ چھنی کی جاتی ہے۔“

حضرت علیؓ کا جواب:

حضرت علیؓ نے انہیں جواب ”تم جس وجہ سے حضرت عثمان غنیؓ پر اعتراض کرتے ہو۔“ اس معاملے میں تمہاری حالت ایسی ہے جیسے کوئی اپنے ہم سفر پر حملہ کر کے اسے مار ڈالے حضرت عثمان غنیؓ کا اس شخص کے بارے میں کیا قصور ہے جس نے ان کے حکم سے دوسرے کو کوڑے مارے اور اسے اس کے کام سے معزول کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کا قول:

ہاشم بن جبر کہتے ہیں ”حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: جب کسی شخص کو حد شرعی کی وجہ سے کوڑے مارے جائیں اور پھر اس کی توبہ نہ ہو تو اس کی شہادت مقبول ہے۔“

لوٹ یوں کا ماتم:

ابو بکر ان اپنی لوٹ کی حوالے سے بیان کرتے ہیں جس کے وہ شایعہ تھا کہ وہ کہتی ہیں ”ولید بن عقبہ نے لوگوں کے ساتھ بہت بھلائی کی یہاں تک کہ وہ لوٹ یوں اور غلاموں میں بھی مال تقسیم کرتے رہے (ان کی معزولی پر) آزاد اور غلام سب لوگوں نے انہیں رائسوس کیا۔ چنانچہ لوٹیاں ماتی لباس پہنے ہوئے یہ اشعار پڑھتی تھیں:

① انسوس ہے کہ ولید کو معزول کر دیا گیا ہے اور ہمارے پاس بھوکا مارنے والا سعید (بن العاص) جھٹکنا آ گیا ہے۔

② وہ خدا کے پناہوں میں کی کرے گا۔ اس میں اضافہ نہیں کرے گا اس طرح لوٹیاں اور غلام بھوکے مرنے لگیں گے۔

سعید بن العاصؓ کا تقریر:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ سعید بن العاصؓ جھٹکنا خلافت عثمانی کے ساتویں سال کو فہ کے حاکم بن کر آئے وہ عاص بن امیہ کی

یادگار تھے۔ جب اللہ نے شام کو فتح کر لیا تو وہ شام چلے گئے تھے اور معاویہؓ کے ساتھ رہنے لگے تھے۔

ابتدائی حالات:

سعید بن العاصؓ جو تیسرے تھے انہوں نے حضرت عثمانؓ کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے قریش کے افراد کو یاد کیا اور ان کے بارے میں اطلاع حاصل کرتے ہوئے انہوں نے سعید بن العاصؓ کے بارے میں بھی دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا ”اے امیر المومنین! وہ دمشق میں ہیں“ حضرت عمرؓ نے امیر معاویہؓ کو پیغام بھیجا ”تم سعید بن العاصؓ کو بھیج دو“ انہوں نے سعید کو بھیج دیا۔ وہ بیمار تھے مگر مدینہ پہنچ کر تندرست ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کی سرپرستی:

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”اے میرے بھتیجے! مجھے تمہاری قابلیت اور صلاحیت کی خبریں ملی ہیں۔ تم اپنی صلاحیتوں کو ترقی دو۔ اللہ تمہیں ترقی دے گا“ پھر آپؓ نے دریافت کیا: ”کیا تمہاری کوئی بیوی ہے؟“ وہ بولے ”نہیں“ اس پر آپؓ نے فرمایا ”اے ابو عمر! تم نے اس نوجوان کا نکاح کیوں نہیں کر لیا؟“ وہ بولے ”میں نے انہیں اس کی پیشکش کی تھی مگر انہوں نے انکار کر دیا تھا۔“

بے کس خواستین سے ہمدردی:

اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دفعہ سعیدؓ جنگل میں چار بے کسوں کے پاس پہنچے وہاں انہیں چار خواتین ملیں وہ انہیں دیکھ کر کھڑی ہو گئیں انہوں نے پوچھا ”تم کون ہو اور کس حال میں ہو؟“ وہ بولیں ”ہم سفیان بن عویف کی بیٹیاں ہیں“ ان کے ساتھ ان کی والدہ بھی تھیں۔ ان کی والدہ نے کہا ”ہمارے مرد ہلاک ہو گئے ہیں اور جب مرد ہلاک ہو جائیں تو ان کی خواتین بھی بے کس اور لاچار ہو جاتی ہیں۔ لہذا آپؓ ان عورتوں کا ان کے ہم پلہ خاندان میں نکاح کرادیں“ اس پر سعید بن العاصؓ نے ان کی ایک لڑکی سے شادی کر لی۔ دوسری لڑکی سے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے نکاح کیا اور تیسری لڑکی کو ولید بن عقبہؓ نے اپنی زوجیت میں لے لیا۔

اس کے بعد مسعود بن ضیمؓ کی بیٹیاں آئیں اور انہوں نے بھی یہی کہا ”ہمارے مرد ہلاک ہو گئے ہیں اور بچے باقی رہ گئے ہیں تم ہمیں اپنے خاندان میں قبول کرلو“۔

دوسرے خاندان میں نکاح:

چنانچہ سعید بن العاصؓ نے ان کی ایک لڑکی سے نکاح کیا اور دوسری لڑکی سے جابر بن مطحؓ جو عثمانؓ کے ایک اسیرؓ کی طرح سعیدؓ کے ان لوگوں سے رشتہ داری قائم ہو گئی۔ اس کے چچاؤں نے دور اسلام میں نہایت بہادری کا کارنامہ انجام دینے کے لیے اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے میں بھی مقدم تھے۔ بہر حال حضرت عمرؓ کی وفات سے چند شتر سعید بن العاصؓ کا شمار مشہور لوگوں میں ہو گیا تھا۔

سعیدؓ کی آمد:

سعید بن العاصؓ جو حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں کوفہ میں ایک حاکم اور امیر کی حیثیت سے آئے۔ اشترؓ ابوہریرہؓ، حفصہؓ، جندب بن عبد اللہؓ اور ابو مصعب بن جہامؓ کہ یا مدینہ سے ان کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو ولید بن عقبہؓ کے

ساتھ ان کی شکایت کرنے کے لیے گئے تھے اب ان کے ساتھ (سعید بن العاص جوینہ کے ساتھ) واپس آئے۔
سعید بن جوینہ کا خطبہ:

سعید بن العاص جوینہ آتے ہی منبر پر چڑھے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:
 ”خدا کی قسم! میں بادلِ نخواستہ اور زبردستی یہاں آیا ہوں۔ مگر میں مجبور تھا اس لیے کہ مجھے قسم دیا گیا تھا کہ میں قبیلِ تمہ
 کروں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (یہاں) فتنہ و فساد نے اپنی جڑیں مضبوط کر لی ہیں۔ خدا کی قسم! میں اس کا قلع قمع کر کے
 رہوں گا یا اپنی عاجزی کا اعلان کروں گا اور آج ہی سے اس کے لیے کوشش شروع کر دوں گا۔“
 یہ کہہ کر وہ (منبر سے) اتر آئے۔ پھر انہوں نے اہل کوفہ کے بارے میں تحقیقات کیں اور ان کے حالات سے مطلع ہوئے۔
 آخر کار انہوں نے اپنی تحقیقات کے نتائج سے حضرت عثمان جوینہ کو بذریعہ تحریر یوں مطلع فرمایا:
تحقیقات کا نتیجہ:

”اہل کوفہ کے معاملات خراب ہو گئے ہیں۔ قدیم اور شریف خاندان مغلوب ہو گئے ہیں بعد کے آئے ہوئے لوگ اور
 اعراب یہاں کے معاملات پر غالب ہو گئے ہیں یہاں تک کہ شریفوں اور بہادر اشخاص کو کوئی نہیں پوچھتا ہے۔“

حضرت عثمان جوینہ کا جواب:

حضرت عثمان جوینہ نے جواب میں تحریر فرمایا ”تم قدیم اور سابقہ خدمات کے ان لوگوں کو ترجیح دو جن کے ہاتھوں پر اللہ نے
 یہ ملک فتح کرایا ہے اور جو ان کی بدولت یہاں مقیم ہوئے ہیں۔ انہیں ان کا تابع قرار دو جو اس صورت کے کہ وہ (اصلی فاتحین) حق و
 صداقت کے کاموں کے انجام دینے میں سستی کریں اور انہیں انجام نہ دے سکیں اور دوسرے لوگ یہ کام انجام دے رہے ہوں۔“

مردم شناسی کی ہدایت:

تم ہر ایک کی حیثیت اور مرتبہ کا خیال رکھو اور ہر ایک کے حق کا درجہ بدرجہ خیال رکھو کیونکہ مردم شناسی کے ذریعہ عدل و انصاف
 قائم ہوتا ہے۔

شرفاء سے خطاب:

(اس ہدایت کے مطابق) سعید بن العاص جوینہ نے ان معزز حضرات کو بلوایا جنہوں نے اسلامی جنگوں اور بالخصوص جنگ
 قادسیہ میں حصہ لیا تھا۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

”تم اپنی قوم کی شکل و صورت (چہرہ) ہو اور چہرہ کے ذریعہ (قوم کے جسم) کا پتہ چلتا ہے۔ تم ہمیں ضرورت مند کی
 ضرورتوں سے مطلع کرو اور محتاجوں کی حاجتیں پیش کرو۔ میں ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی شامل کروں گا جو بعد میں آکر
 مقیم ہوئے ہیں۔“

تقریر کے اثرات:

(اس تقریر کے بعد) ایسا معلوم ہوا کہ کوفہ خشک (پودا) تھا جس میں آگ لگ گئی ہو۔ اس کے بعد مختلف اقسام کی افواہیں اور
 چمکیاں ہونے لگیں تا آنکہ سعید بن العاص جوینہ نے حضرت عثمان جوینہ کو اس صورت حال سے مطلع کیا۔

حالات پر غور:

اس کے بعد حضرت عثمان غفرلہ عنہ نے اعلان کرایا ”نماز میں سب جمع ہو جائیں“ چنانچہ سب جمع ہو گئے تو حضرت عثمان غفرلہ عنہ نے انہیں ان تمام باتوں سے مطلع کیا جو سعید جریجو نے اہل کوفہ کے بارے میں تحریر کی تھیں۔ نیز وہ باتیں بھی بتائیں جن کا وہاں چرچا ہوا ہے۔ عام مسلمانوں نے کہا:

”آپ کا طریقہ مثل صحیح ہے۔ آپ اس بارے میں ان کی تائید نہ کریں اور نہ انہیں ایسی توہمات دلائیں جن کے وہ اہل نہیں۔ کیونکہ جب نا اہل اور غیر مستحق لوگ اپنے کام انجام دینے کی کوشش کریں گے تو وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ بلکہ وہ کام کو خراب کر دیں گے۔“

اتحاد کی تلقین:

حضرت عثمان غفرلہ عنہ نے فرمایا: ”اے اہل مدینہ! تم تیار ہو جاؤ اور متحد ہو جاؤ۔ کیونکہ فتنہ و فساد کا آغاز ہو گیا“ یہ کہہ کر وہ (منبر سے) اتر آئے اور اپنے گھر چلے گئے۔

اشعار کا استعمال:

ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان غفرلہ عنہ (مفتکرو اور تقریروں میں) لوگوں کے سامنے کوئی نہ کوئی ایک یا دو شعر سے لے کر پانچ اشعار تشبیہ پڑھتے تھے۔

جائیداد کی منتقلی:

حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان غفرلہ عنہ نے اہل مدینہ کو جمع کر کے فرمایا:

”اے اہل مدینہ! لوگ قتلوں میں مبتلا ہو رہے ہیں بخدا! میں تمہارے مال و جان کا دو تمہارے پاس منتقل کر سکتا ہوں بشرطیکہ تم ہماری رائے ہو۔ کیا تم پسند کرو گے کہ جو اہل عراق کے ساتھ فتوحات میں شریک ہوا ہو وہ اپنے ساز و سامان کے ساتھ اپنے وطن میں مقیم ہو جائے۔“

اس پر اہل مدینہ کھڑے ہو کر کہنے لگے:

انتقال اراضی:

”اے امیر المؤمنین! آپ ہمارے مال غنیمت کی اراضی کو کیسے منتقل کر سکیں گے؟“

آپ نے فرمایا:

”ہم ان اراضی کو کسی کے ہاتھ حجاز کی اراضی کے بدلے فروخت کر سکتے ہیں۔“

اس پر وہ بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ اللہ نے ان کے لیے ایسا راستہ کھول دیا جو ان کے خیال و گمان میں نہیں تھا۔ چنانچہ جب وہ رخصت ہوئے تو اللہ نے ان کی مشکل حل کر دی تھی۔

اراضی کی خرید و فروخت:

حضرت علی بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس خیبر کے بہت سے حصے جمع ہو گئے تھے ان کے پاس اس کے علاوہ اور جائیداد بھی تھی۔

اس لیے انہوں نے مدینہ کے ان لوگوں سے جو جنگ کا دوسرے اور جنگ مدائن میں شریک ہوئے تھے۔ اور پھر مدینہ میں مقیم ہوئے تھے اور عراق ہجرت کر کے نہیں گئے تھے (نکاح) کی عمدہ و اراضی (خرید لی تھیں)۔ اس طرح انہوں نے ہزار لیس کے بدلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عراق کی جائیداد خرید لی تھی۔ نیز مروان بن الحکم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عطا کردہ مال کے ذریعے نہروان خرید لی تھی جو اس زمانے میں جنگل تھا۔

ان سے عراق کے قبائل کے لوگوں نے بھی اپنی اس جائیداد کے بدلے میں جو جریرہ عرب میں ان کے قبضہ میں تھی اراضی خرید لیں ان میں مدینہ مکہ طائف یمن اور حضرموت کے باشندے شامل تھے چنانچہ اشعث نے اپنی حضرموت کی جائیداد کے بدلے میں طبرستان ماباد کی اراضی خرید لی۔

منتقلی کا حکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام اسلامی ممالک میں ایک حکم نامہ جاری کر دیا تھا۔ مال غنیمت کی وہ اراضی جس کے شہر والے طلب گار تھے۔ وہ قبضہ و سرکشی اور ان کے لوگوں کی اراضی جنہیں اہل مدینہ نے اپنے حصوں کے مطابق حاصل کیا اور اس میں اپنی حجاز مکہ یمن اور حضرموت کی جائیداد کی فروخت کے معاوضہ میں اضافہ کرتے رہے اور یہ ان لوگوں کو دی گئیں جو اہل مدینہ میں سے ان فتوحات میں شریک تھے۔ اس طرح باقی رضامندی سے اس قسم کے تبادلہ کی اجازت دے دی گئی تھی۔

ترجمہ حقوق:

وہ لوگ جو پہلے سے مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ بعد میں مسلمان ہوئے۔ انہیں قدیم مسلمانوں جیسے حقوق حاصل نہیں تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور قدیم مسلمانوں کو چاہے اور دیگر مراتب میں برتری حاصل تھی مگر وہ فضیلت بنانے کو ناپسند کرتے تھے اور اسے خلاف تہذیب سمجھتے تھے اور اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسے پوشیدہ رکھتے تھے۔

فوجی کمک:

محمد اور طلحہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں سے جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے محمد عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو فوجی کمک پہنچانے کے لیے انہیں باب بھیج دیا گیا اور ان کے ساتھ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی روانہ ہوئے اور وہ ان کے ساتھ آذربایجان تک پہنچ گئے۔ ان مسلمانوں کا یہی طریقہ رہا کہ وہ (ضرورت کے موقع پر) فوجی کمک بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ وہیں قیام پذیر رہے تا آنکہ جب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو یہ دونوں حضرات واپس آ گئے۔



خاتم مبارک کی گمشدگی

۳۳ھ میں رسول اللہ ﷺ کی خاتم مبارک حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ سے بئر اریس (کنوئیں) میں گر گئی۔ یہ کنواں مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا اس میں سب کنوؤں سے کم پانی تھا۔ مگر اب تک اس کی گہرائی کا پتہ نہیں چل سکا۔
انگوٹھی کی ضرورت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قصد فرمایا کہ آپؐ نجی (کا بر کو خطوط لکھیں اور انہیں اللہ کے مذہب کو قبول کرنے) کی دعوت دیں ایک شخص نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! یہ لوگ صرف مہرزہ خطوط قبول کرتے ہیں۔“
خاتم نبوت:

اس پر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ آپؐ کے لیے ایک لوہے کا انگوٹھی تیار کی جائے۔ اسے آپؐ نے اپنی انگلی میں پہن لیا۔ اس کے بعد جبرئیل ﷺ آئے اور کہا:
”آپؐ اسے اپنی انگلی سے اتار دیں۔“

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی انگلی سے اتار دیا۔ اور حکم دیا کہ آپؐ کے لیے دوسری انگوٹھی تیار کی جائے۔ چنانچہ آپؐ کے لیے تانبے کی ایک انگوٹھی تیار کی گئی اور آپؐ نے اسے اپنی انگلی میں پہن لیا۔ اس کے بعد پھر حضرت جبرئیل ﷺ آئے اور کہنے لگے: ”آپؐ اسے بھی اپنی انگلی سے اتار دیں۔“ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی اپنی انگلی سے اتار دیا۔
چاندی کی انگوٹھی:

پھر آپؐ نے حکم دیا کہ آپؐ کے لیے چاندی کی انگوٹھی بنائی جائے چنانچہ چاندی کی انگوٹھی آپؐ کے لیے تیار کی گئی۔ اسے آپؐ نے اپنی انگشت مبارک میں پہن لیا۔ اس انگوٹھی کو حضرت جبرئیل ﷺ نے برقرار رکھا اور حکم دیا کہ اس پر (محمد رسول اللہ کے الفاظ) کندہ کرائے جائیں۔ چنانچہ آپؐ نجی لوگوں میں سے جس کو چاہیں خطوط لکھتے تھے اور ان پر اس (انگوٹھی کی) مہر لگاتے تھے۔ انگوٹھی کا نقش تین سطروں پر مشتمل تھا۔
کسرئی کو دعوت اسلام:

آپؐ نے ایک خط کسرئی بن حمر (شاہ ایران) کی طرف لکھا اور اس خط کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے لے کر وہاں پہنچے تو کسرئی نے وہ نامہ مبارک پڑھا مگر اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (واپس آنے کے بعد) عرض کیا۔

در بار کا حال:

یا رسول اللہ! آپؐ مجھ کو یہ چھال کی چٹائی پر بیٹھے ہیں مگر کسرئی (شاہ ایران) تخت زریں (سونے کے تخت) پر بیٹھا ہے اور

ریشم کا لباس پہنتا ہے۔“ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کیا تم یہ بات پسند نہیں کرتے ہو کہ انہیں دنیا ملے اور میں آخرت حاصل ہو؟“ حضرت عمر جوہر نے جواب دیا ”اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ میں اس بات سے مطمئن ہوں۔“

ہرقل کو دعوت اسلام:

آپؐ نے ایک دوسرا نام مبارک بھی تحریر کیا اور اسے حضرت وجبہ بن خلیفہ کلی کے ہاتھ شاہ روم ہرقل کے پاس بھیجا۔ اس میں اسے دعوت اسلام دی گئی تھی۔ اس نے اسے چڑھا اور اسے اپنے پاس محفوظ رکھا۔

خاتم مبارک کی حفاظت:

یہ خاتم مبارک رسول اللہ ﷺ کی انگشت مبارک میں رہی اور آپؐ اس سے مہر لگاتے رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے پاس جالیا۔

خاتم مبارک اور خلفاء:

بعد ازاں حضرت ابو بکر جوہر، خلیفہ ہوئے۔ وہ بھی اس (خاتم مبارک) سے مہر لگاتے رہے تا آنکہ آپؐ کی وفات ہوئی۔ ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب جوہر، خلیفہ ہوئے وہ بھی اپنی وفات تک اسی سے مہر لگاتے رہے۔ ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان جوہر، خلیفہ ہوئے وہ بھی چھ سال تک اسی (خاتم مبارک) سے مہر لگاتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے اہل مدینہ کے لیے پانی پینے کا ایک کنواں کھدوایا۔ وہاں آپؐ کنویں کے سرے پر بیٹھے ہوئے اس انگلی کو حرکت دے رہے تھے اور اسے اپنی انگلی میں گھما رہے تھے کہ انگلی ان کے ہاتھ سے نکل کر کنویں میں گر گئی۔ لوگوں نے کنویں میں اس کو تلاش کیا اور اس کا سارا پانی نکلوا دیا۔ مگر انگلی کا سراغ نہیں ملا۔

دوسری انگلی:

حضرت عثمان جوہر نے اعلان کیا کہ جو اس انگلی کو لے کر آئے گا اسے بھاری رقم دی جائے گی آپؐ کو اس (خاتم مبارک) کے گم ہو جانے کا بہت رنج و غم ہوا۔ جب آپؐ اس انگلی (کے ملنے سے) مایوس ہو گئے تو آپؐ نے اسی جیسی چاندی کی انگلی بنوانے کا حکم دیا۔ وہ ہو بہو دیکھی گئی اور اس پر بھی (محمد رسول اللہ) کندہ تھا آپؐ نے اسے اپنی انگلی میں پہن لیا۔ جب آپؐ شہید ہوئے تو وہ انگلی بھی آپؐ کے ہاتھ سے جاتی رہی اور یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ کون اس انگلی کو لے گیا۔



حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے واقعات

۳۰۔ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہوا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں شام سے مدینہ کی طرف بھیجا دیا۔

انہیں شام سے بھگانے کے بارے میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے اکثر باتیں ایسی ہیں جن کا ذکر میں پسند نہیں کرتا ہوں۔

ابن سبا کی فتنہ پردازی:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حامی پر روایت سیف بن یحییٰ کرتے ہیں کہ جب ابن السوداء (ابن سبا) شام آیا تو وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا ”اے ابوذر! کیا تمہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس قول پر تعجب نہیں کہ وہ یہ کہتے ہیں ”مال اللہ کا مال ہے۔ جب کہ ہر چیز اللہ کی ہے۔ ایسا اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر تمام مال اپنے لیے مخصوص کر لیں اور مسلمانوں کا نام تک ملاؤ الیس۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف:

یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ”نکما وجہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے مال کو اللہ کا مال کہتے ہیں۔“ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بولے ”اے ابوذر! کیا ہم اللہ کے بندے نہیں ہیں اور مال اس کا مال نہیں ہے اور یہ مخلوق اس کی مخلوق نہیں ہے اور اصل حکم اس کا حکم نہیں ہے۔“ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”آپ یہ بات نہ کہیں میں اس کا قائل نہیں ہو کہ یہ تمام چیزیں اللہ کی نہیں ہیں مگر میں ضرور کہوں گا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے۔“

فتنہ کا علم:

ابن السوداء پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو وہ کہنے لگے ”تم کون ہو؟ بخدا! میرے خیال میں تم یہودی ہو“ پھر وہ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اسے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے اور کہنے لگے: ”یہی بخدا وہ شخص ہے جس نے (حضرت) ابوذر رضی اللہ عنہ کو آپ کے برخلاف کیا۔“

غریبوں کی حمایت:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ شام کے قیام کے دوران اس قسم کا وعظ و تلقین فرمایا کرتے تھے:

”اے دولت مند لوگو! تم غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرو۔ وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کے راستے میں صرف نہیں کرتے! تم انہیں آگ کے ٹھکانے کی خوشخبری سناؤ جہاں ان کی پیشانیوں پہ پلوؤں اور پشت پر داغ لگایا جائے گا۔“

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شکایت:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اسی قسم کی (تقریریں کرتے) رہے یہاں تک کہ غریب طبقے پر ان باتوں کا بہت اثر ہوا اور انہوں نے دو دستندوں کو بھی (ان باتوں پر) مجبور کیا اور دولت مند طبقہ عوام کے اس سلوک کی شکایت کرنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ میرے لیے مشکلات کا باعث بن گئے ہیں اور ایسی ویسی باتیں کہتے پھرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا ہے:

”فتنہ و فساد کی جڑیں نمودار ہو گئی ہیں۔ اب وہ پھوٹنا چاہتا ہے تم اس زخم کو مت چھیڑو۔ بلکہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بھیج دو ان کے ساتھ نرمی کرو۔ ان کے لیے زاد راہ مہیا کر کے ایک رہنما کے ساتھ انہیں بھیجو۔ جہاں تک ممکن ہو عوام کو روکے رکھو کیونکہ تمہارا یہ فتنہ و ضبط تمہارے کام آئے گا۔“

فتنہ کی پیشین گوئی:

چنانچہ (حسب ہدایت) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ایک رہنما کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب وہ مدینہ آئے تو وہاں انہوں نے مختلف قسم کی خفیہ مجالس اور مجلسیں دیکھیں اس پر انہوں نے یہ پیشین گوئی کی:

”تم اہل مدینہ کو سخت غارت گری اور یادگار جنگ کی خوشخبری سنا دو۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو:

جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ”کیا بات ہے کہ اہل شام تمہاری شکایت کرتے ہیں؟“ اس پر انہوں نے جواب دیا:

”(مسلمانوں کے مال کو) اللہ کا مال کہنا مناسب نہیں ہے۔ نیز دو دستندوں کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مال و دولت جمع کریں۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے ابوذر! میرا یہ فرض ہے کہ میں اپنے فرائض ادا کروں اور رعایا کے ذمہ جو واجبات ہوں انہیں وصول کروں میں انہیں زائد بننے پر مجبور نہیں کر سکتا البتہ انہیں سخت کرنے اور کفایت شعار بننے کی تلقین کر سکتا ہوں۔“

مدینہ سے باہر قیام:

اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”آپ مجھے مدینہ سے باہر رہنے کی اجازت دیں گے؟ کیونکہ مدینہ اب میرا گھر نہیں رہا ہے۔“ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

خفیہ راؤ ہے:

”کیا تم مدینہ کے بجائے اس سے بدرجہا زیادہ چاہتے ہو؟“ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”مجھے رسول اللہ ﷺ

نے حکم دیا کہ جب مدینہ کی عمارتیں خفیہ اڑے بن جائیں تو میں وہاں سے نکل جاؤں۔ اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: ”ایسی صورت میں تمہیں جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کرو۔“

ربذہ میں قیام:

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے نکل کر ربذہ چلے گئے وہاں انہوں نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے انہیں اونٹوں کا ایک رپوڑ دے دیا تھا اور دو غلام بھی دیئے تھے یہ پیغام بھی بھیجا: ”تم مدینہ آیا کرنا کہ تم بدو (اعرابی) نہ بن جاؤ۔“ چنانچہ وہ اس پر عمل کرتے تھے۔

خلوت پسندی:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اعرابی بننے کے خوف سے مدینہ میں آمدورفت رکھتے تھے۔ تاہم تنہائی اور خلوت نشینی انہیں زیادہ پسند تھی۔“

مزید نیکی کی ترغیب:

ایک دفعہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہاں کعب الاحبار رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس موقع پر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”آپ عوام کی صرف اس بات پر قانع نہ ہو جائیں کہ وہ کسی کو تکلیف نہیں دے رہے ہیں بلکہ اس بات پر بھی نظر رکھی جائے کہ وہ نیکی کے کوئی کام کریں۔ چنانچہ جس پر زکوٰۃ فرض ہو۔ وہ صرف زکوٰۃ دینے پر اکتفا نہ کرے بلکہ وہ پڑوسیوں اور بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی بھی کرے۔“

کعب پر سختی:

اس پر کعب نے کہا: ”جس نے فرائض ادا کر دیئے اس نے اپنا تمام فرض ادا کر دیا۔“

اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنی چھڑی اٹھا کر ماری اور ان کا سر توڑ دیا۔ انہوں نے کعب سے کہا:

”اے یہود کے بیٹے! تمہارا ان باتوں سے کیا تعلق ہے؟ (اگر تم بولنے سے باز نہیں آئے تو) تم مجھ سے کچھ سنو گے اور میں تمہاری خبر لوں گا۔“

تشدد کی ممانعت:

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف سے معافی چاہی اور کعب نے درگزر کر دیا۔ تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ ہدایت فرمائی: ”اے ابوذر! اللہ سے ڈرو اور اپنے ہاتھ اور زبان کو روکو۔“

باہر قیام کی وجہ:

حضرت محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں ”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی خوشی سے ربذہ کے مقامات کی طرف چلے گئے تھے۔ جب کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی طرف مائل نہیں ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے جانے کے بعد ان کے اہل و عیال کو بھی وہاں روانہ کر دیا تھا۔ جب وہ جانے لگے تو ان کے ساتھ ایک بہت بڑا اٹھایا تھا جو اٹھانے کے لیے ایک مرد کے لیے بھی

بھاری تھا۔ اس پر (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

پیوں کا تھیلا:

”اس شخص کو دیکھو وہ دنیا سے کنارہ کش ہے مگر اس کے پاس کتنا مال ہے؟“۔

ان کی بیوی نے جواب دیا:

”بخدا! اس میں نہ دینار ہیں (اشرفیاں) نہ درہم ہیں بلکہ اس میں پیسے ہیں۔ جب ان (ابوذر) کا وظیفہ آتا تھا تو وہ

ہماری ضروریات کے لیے اس کے بدلے میں پیسے خرید لیتے تھے۔“

امیر کی اطاعت:

جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بڑھ کے مقام پر رہنے لگے تو وہاں نماز باجماعت ہونے لگی تھی وہاں ایک شخص تھا جو صدقات وصول کرتا تھا۔ اس نے (نماز کی امامت کے لیے) کہا ”اے ابوذر رضی اللہ عنہ! آپ آگے بیٹھیں“ وہ بولے ”میں تم پیش قدمی کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا“ تم (امیر کی) بات سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کوئی نکلا غلام ہی (امیر) کیوں نہ ہو۔“ تم غلام بے شک ہو مگر نکلے نہیں ہو۔“

اس شخص کا نام جاشع تھا وہ صدقات کا سیاہ غلام تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے لیے روزینہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ دونوں کے لیے روزینہ مقرر کر رکھا تھی دونوں (صحابی) مدینہ سے باہر رہتے تھے کیونکہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایسی باتیں سنی تھیں جن کی وہ (تسلیم بخش تو ضیع نہیں کر سکتے تھے)۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا حال:

مسلم بن حنابلہ روایت کرتے ہیں کہ ”جب ہم عمرہ ادا کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو ہم بڑھ چکی آئے۔ وہاں ہم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر تلاش کیا مگر وہ نہیں ملے۔ لوگوں نے کہا ”وہ چشمہ کی طرف گئے ہوں گے“ اس لیے ہم ان کے گھر کے قریب انتظار کرتے رہے اتنے میں وہ اونٹ کی ہڈیاں لے کر اپنے غلام کے ساتھ وہاں سے گزرے۔ انہوں نے سلام کیا پھر وہ اپنے گھر گئے اور تھوڑی دیر بعد وہ ہمارے پاس آکر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے:

اطاعت کی ہدایت:

رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا:

”تم (امیر کی) بات سنو! اور اطاعت کرو خواہ تم پر کوئی حبشی نکلا غلام ہی (امیر) کیوں نہ ہو۔“

جب میں اس چشمہ کی طرف گیا تو وہاں اللہ کے مال (صدقہ) کے غلام تھے ان پر ایک حبشی غلام (نگراں) مقرر تھا وہ نکلا نہیں تھا وہ جہاں تک مجھے علم ہے قابل تعریف ہے انہیں روزانہ ذبح کیا ہوا اونٹ کا گوشت ملتا ہے اور مجھے اس کی ہڈیاں ملتی ہیں جسے میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں۔“

مال و دولت:

راوی کہتا ہے:

میں نے کہا: ”آپ کے پاس کتنا مال ہے۔“

وہ بولے: ”کچھ بکریاں ہیں اور کچھ اونٹ ہیں۔ ایک میں میرے غلام کا حصہ ہے اور دوسرے پر میری لونڈی کا قبضہ ہے۔ میرا غلام اس سال کے آخر تک آزاد ہو جائے گا۔“

میں نے کہا: ”ہمارے ہاں جو آپ کے ساتھی ہیں ان کے پاس سب لوگوں سے زیادہ مال و دولت ہے۔“

آپ نے فرمایا: ”مگر اللہ کے مال میں ان کا صرف اتنا حق ہے جتنا میرا ہے۔“

دوسرے لوگوں نے ان واقعات کے اسباب میں بہت بری باتیں بیان کی ہیں جن کا ذکر کرتا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔

شاہ ایران کا فرار

داؤد کی روایت ہے کہ ابن عامر بصرہ آئے۔ پھر وہ فارس کی طرف روانہ ہو گئے اور اسے فتح کر لیا اس اثنا میں شاہ یزدگرد (شاہ ایران) جو رے کے مقام سے جسے اردشیر حروم بھی کہتے ہیں ۳۰ھ میں بھاگ گیا۔ ابن عامر نے اس کے تعاقب میں مجاشع بن مسعود سلمیٰ کو بھیج دیا۔ انہوں نے کرمان تک اس کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد مجاشع اپنے لشکر کے ساتھ سیرجان میں خیمہ زن ہوئے اور شاہ یزدگرد فراسان کی طرف بھاگ گیا۔

مہم کے سپہ سالار:

(اس مہم کے سپہ سالاروں کے بارے میں اختلاف ہے) عبدالقیس کہتا ہے کہ ابن عامر نے ہرم بن حیان عہدی کو روانہ کیا۔ مگر بن وائل کہتا ہے کہ ابن حسان۔ لشکری کو بھیجا گیا مگر صحیح ترین روایت یہی ہے کہ مجاشع بن مسعود سلمیٰ کو (سپہ سالار بنا کر بھیجا گیا)

برف باری:

مجاشع شیرجان سے روانہ ہوئے تاکہ وہ شاہ یزدگرد کا تعاقب کریں۔ جب یرمد کے مقام میں محل کے قریب پہنچے تو (بعد میں) قصر مجاشع کے نام سے مشہور ہوا تو برف باری شروع ہو گئی برف باری سے سردی زیادہ ہو گئی اور ایک نیزہ کے برابر برف جمع ہو گئی جو تمام لشکر ہلاک ہو گیا۔ لیکن مجاشع اور ایک دوسرا شخص جس کے ساتھ ایک لونڈی تھی صحیح سالم رہے اس دوسرے شخص نے ایک اونٹ کا پیٹ چاگ کر اسے اس لونڈی کو اس کے اندر بٹھا دیا۔ اس کے بعد اس نے خود راہ فرار اختیار کی دوسرے دن جب وہ وہاں آیا تو وہ لونڈی زندہ پائی اس لیے وہ اسے اٹھا کر محفوظ مقام کی طرف لے گیا۔

قصر مجاشع:

اس محل کا نام قصر مجاشع پڑ گیا کیونکہ یہاں اس کا لشکر ہلاک ہوا تھا۔ یہ مقام سیرجان سے پانچ یا چھ فرسخ کے فاصلے پر تھا۔

تیز رفتاری گھوڑی:

ابوالمقدام کی روایت ہے کہ جاشع بن مسعود اہل بصرہ کے ایک وفد کو لے کر تستر سے روانہ ہوئے ان میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور انہوں نے اپنی گھوڑی پر سفر کیا جو مشہور گھوڑی خیراء نسل سے تھی اور اس کا نام صفر ادا تھا۔ انہوں نے اس پر ایک ہی لگام پر ایک دن میں پچاس ہزار کا فاصلہ طے کیا۔

متفرق واقعات:

۳۰ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (جمعہ کی نماز کے لیے) تیسری اذان کا اضافہ کیا اور حج کے موقع پر منیٰ کے مقام پر پوری چار رکعت نماز پڑھی۔ نیز اس سال آپ نے عام مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔



۳۱ھ کے واقعات

رومیوں سے جنگ:

اس سال مسلمانوں نے اہل روم کے ساتھ ایک جنگ کی جسے غزوۃ الصواری کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ کی قول ہے۔ مگر ابو معشر کا یہ قول ہے کہ غزوۃ الصواری ۳۱ھ میں ہوا البتہ اسادۃ کی بحری جنگ اور کسریٰ کے واقعات ۳۱ھ میں ہوئے مگر واقعہ کی قول ہے کہ غزوۃ الصواری اور اسادۃ کی جنگ یعنی دونوں واقعات ۳۱ھ میں ہوئے۔

غزوہ صواری:

واقعہ کی روایت ہے کہ اہل شام امیر معاویہؓ کی زیر قیادت روانہ ہوئے اس زمانے میں شام کا تمام علاقہ امیر معاویہؓ کے زیر حکومت آ گیا تھا۔

پورے شام پر حکومت:

امیر معاویہؓ کے زیر حکومت تمام علاقہ آنے کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت ابوعبیدہؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے کام کا نقشہ حضرت عیاض بن غنم کو مقرر کیا جو ان کے ماموں بھی تھے اور چچا زاد بھائی بھی تھے۔ انہیں جزیرہ کے ایک حصہ کا حاکم مقرر کیا گیا تھا مگر حضرت عمرؓ نے انہیں اس کام سے معزول کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس آ گئے تھے اور ان کے ساتھ رہے۔

عیاضؓ کی سخاوت:

حضرت عیاض بن غنمؓ بہت فیاض اور بخشنے والے تھے۔ ان کی فیاضی اور سخاوت بہت مشہور تھی۔ وہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے اور نہ کسی کا کوئی سوال رد کرتے تھے۔ لہذا لوگوں نے حضرت عمرؓ سے یہ کہا ”آپ نے حضرت خالدؓ کو معزول کر دیا تھا اور ان کی فیاضی اور سخاوت کو قابلِ ملامت قرار دیا تھا مگر عیاضؓ تو عرب کے سب سے بڑے فیاض شخص ہیں۔ جب ان سے کوئی سوال کرتا ہے تو وہ کسی چیز سے دریغ نہیں کرتے ہیں۔“

حضرت ابوعبیدہؓ کا احترام:

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”ان تمام باتوں کے باوجود میں (حضرت) ابوعبیدہؓ کے فیصلہ کو تہدیل کرنا پسند نہیں کروں گا۔“

حکام شام کا تقرر:

حضرت عیاض بن غنمؓ نے بھی حضرت ابوعبیدہؓ کے بعد وفات پائی تو حضرت عمرؓ نے ان کی مہمندی پر سعید بن خدیمؓ کو حاکم مقرر کیا۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے عبید بن سعدؓ کو ان کے بجائے حاکم مقرر کیا۔

جب حضرت عمرؓ نے وفات پائی تو اس وقت حضرت معاویہؓ جو دمشق اور اردن کے حاکم تھے اور عبید بن سعدؓ جو حمص

اور قنسرین کے حاکم تھے۔ قنسرین کو (بعد میں) امیر معاویہ نے اپنے عراق کے حامیوں سے آباد کر دیا تھا۔
تقریباً آغاز:

یہ بن ابی سفیان بن حذافہ کے فوت ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کا قائم مقام بنادیا تھا جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر مرگ سنائی گئی تو انہوں نے پوچھا:

”اے امیر المؤمنین! آپ نے ان کی عملداری پر کس کو مقرر کیا؟“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”معاویہ کو“ اس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردن اور دمشق دونوں علاقوں کے حاکم مقرر ہوئے۔

علاقہ شام کے حکام:

آخر کار جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو عبید بن سعد حص و قنسرین کے حاکم تھے علاقہ بن مجر و فلسطین کے حاکم تھے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق اور اردن کے حاکم تھے اور عمرو بن العاص حاکم مصر تھے۔

دور عثمانی کے حکام:

سالم کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے (خلیفہ ہونے کے بعد) سب سے پہلا جو حاکم مقرر کیا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو (حاکم کوفہ) مقرر کیا۔ اس کے بعد حضرت عبید بن سعد رضی اللہ عنہ نیز کے وار سے دشمنی ہوئے تو وہ اس قدر کمزور ہو گئے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے کام سے استعفاء دے دیا۔ اور ان سے اپنے اہل و عیال کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی اور حص و قنسرین کے علاقے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیے۔

شام کی متحدہ حکومت:

خالد بن معدان روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کے حکام کو شام میں بحال رکھا۔ جب فلسطین کے حاکم عبدالرحمن بن علقمہ کنانی نے وفات پائی تو ان کی عملداری کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عملداری میں شامل کر دیا نیز عمر بن سعد رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بہت سخت بیمار ہوئے یہاں تک کہ ان کا مرض طول پکڑ گیا تو انہوں نے (اپنے عہد سے) استعفاء دے دیا۔ اور انہوں نے اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی تو انہیں اس بات کی اجازت دے دی گئی اور ان کا علاقہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا گیا اس طرح خلافت عثمان کے دوسرے سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تمام شام کے حاکم مقرر ہو گئے۔

حاکم مصر:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پورے مصر کے حاکم تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ابتدائی دور میں ان کو اپنے عہدہ پر بحال رکھا۔

اہل روم سے مقابلہ:

واقعی کی روایت ہے کہ جب اہل شام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت روانہ ہوئے تو ان کے بحری بیڑے کے امیر البحر

عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ جتنے چنگ مسلمانوں نے افریقیہ میں رومی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا اس لیے قسطنطین بن ہرقل بھی ایک ایسا لشکر جبار لے کر روانہ ہوا جو اس سے پہلے اسلامی دور میں نہیں دیکھا گیا تھا۔

روم کا بحری بیڑہ:

اہل روم پانچ سو کے بیڑے میں نمودار ہوئے اور مسلمانوں سے ان کا مقابلہ ہوا (ابتداء میں) فریقین میں عارضی امن قائم ہوا۔ یہاں تک کہ مشرکین اور مسلمانوں کی کشتیاں ایک دوسرے کے قریب نظر انداز ہوئیں۔

رومیوں سے بحری جنگ:

مالک بن اوس بن حدان کہتے ہیں: ”میں ان کے ساتھ (بحری جنگ میں) تھا۔ سمندر میں ہماری (دشمنوں سے) لڑ بھڑ ہو گئی۔ (ان کا) ایسا بحری بیڑہ ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ہوا ہمارے مخالف تھی اس لیے ہم تھوڑی دیر نظر انداز ہوئے اور پھر وہ بھی ہمارے قریب نظر انداز ہوئے۔ ہوا پر سکون تھی اس لیے ہم تھوڑی دیر نظر انداز ہوئے اور ہم نے کہا: ”تمہارے اور ہمارے درمیان امن وصل ہونی چاہیے۔“ وہ بولے: ”تمہیں امن دیا جاتا ہے اور اس طرح ہمیں بھی امن وصل حاصل ہونی چاہیے۔“ ہم نے کہا: ”اگر تم پسند کرو تو ساحل پر جنگ ہوتا کہ ہم میں اور تم میں سے جو کوئی زیادہ جلد باز ہو وہ مر جائے اور اور اگر تم چاہو تو سمندر کے اندر (جنگ ہو)۔“

گھمسان کی جنگ:

انھوں نے بیک زبان ہو کر فرد و نحو سے کہا ”پانی میں (جنگ ہو) اس پر ہم ان کے قریب پہنچ گئے۔ ہم نے اپنی کشتیوں کو ایک دوسرے سے اس طرح باندھ لیا تھا کہ ہم مل کر ان کی کشتیوں پر حملہ کر سکتے تھے۔ ہم نے گھمسان کی جنگ لڑی اور فریقین ثابت قدمی سے جنگ کرتے رہے اور کشتیوں پر تلواروں اور مخجروں سے جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ خون کی ندیاں ساحل بحر تک بہنے لگیں اور سمندر کی لہریں ابولہان ہو گئیں اور موجوں کے ذریعے مردوں کے انبار تیرنے لگے۔

رومیوں کو شکست:

حضرت اسلمؓ ایک شریک جنگ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس وقت اس جنگ کی وجہ سے ساحل پر خونیں لہریں تکرار ہی تھیں۔ وہاں لاشوں کے انبار تیرتے ہوئے نظر آ رہے تھے اور پانی پر خون غالب آ گیا تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد شہید ہوئی اور کافروں کے بے شمار افراد مارے گئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں نے مصر و استقال کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اہل اسلام پر فتح و نصرت نازل کی اور قسطنطین (شاہ روم) پیچھے ہٹ کر بھاگ گیا وہ اپنے مقتولوں اور زخمیوں کا درد ناک نظارہ نہیں دیکھ سکا اور خود قسطنطین بھی بہت زخمی ہوا اور وہ کافی عرصہ تک زخموں میں چورہا۔

اہل ابی حذیفہ کی تکبیر:

حش بن عبداللہ صنعان کہتے ہیں جب مسلمان ۳۱ھ میں بحری جنگ پر روانہ ہوئے اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ (امیر البحر) نے عصر کی نماز پڑھا تو محمد بن ابی حذیفہ نے بہت زور سے تکبیر کہی۔ یہ اس کی سب سے پہلی (شر و فساد کی بات) سننے میں آئی۔ جب امام عبداللہ بن سعدؓ نماز سے فارغ ہوئے اور لوٹے گئے تو انہوں نے پوچھا: ”یہ کیسی (تکبیر) تھی؟“ لوگوں نے

کہا ”محمد ابن ابی حذیفہ نے تکبیر کہی تھی۔ عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوایا۔ اور پوچھا: ”تم نے بدعت کے طور پر یہ نئی بات کیوں نکالی؟“ وہ بولے: ”یہ بدعت نہیں ہے۔ تکبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں۔“
دو بارہ فرمائی:

جب حضرت عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی تو محمد بن ابی حذیفہ نے پہلی دفعہ سے زیادہ اونچی آواز میں تکبیر کہی۔ اس پر عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے یہ کہلا کر بھیجا:
”حقیقت میں تم بے وقوف نوجوان ہو۔ مجھے یہ نہیں معلوم ہے کہ امیر المومنین کا اس بارے میں کیا رویہ ہوگا ورنہ بخدا میں تمہاری خوب خبر لیتا۔“

اس کے جواب میں محمد بن ابی حذیفہ نے کہا: ”بخدا یہ بات تمہارے امکان میں نہیں ہے اور اگر کرتا چاہو تو تمہارے اندر اتنی طاقت نہیں ہے۔“ اس پر انہوں نے کہا ”تم زبان بند رکھو اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے۔ تم ہمارے ساتھ سواری مت ہونا“ وہ بولا
”میں مسلمانوں کے ساتھ سواری ہو کر جاؤں گا“ وہ بولے ”تم جہاں چاہو چلے جاؤ“ چنانچہ محمد بن ابی حذیفہ تنہا کشتی میں سواری ہوا اس کے ساتھ صرف قطبی افراد تھے۔

روم کی بحری فوج:

جب مسلمان دشمنوں کے بحری بیڑے کے قریب ہوئے تو وہاں پانچ سو پانچ سو کشتیوں میں رومی فوج تھی اس میں قسطنطین بن ہرقل بھی تھا اس نے کہا:
”تم مجھے مشورہ دو“ وہ بولے: ”ہم رات کو غور و فکر کریں گے۔“

بحری جنگ کا عزم:

چنانچہ رومی رات بھر ناقوس بجاتے رہے اور مسلمان نمازیں پڑھتے رہے اور اللہ سے دعا کیں مانگتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو قسطنطین نے جنگ کرنے کا عزم معمم کر لیا تھا۔ انھوں نے اپنی کشتیوں کو ایک دوسرے کے قریب کر لیا تھا اسی طرح مسلمان بھی اپنی کشتیوں کو ایک دوسرے کے قریب لے آئے تھے اور انھیں آپس میں باندھ رکھا تھا۔

مسلمانوں کی صف بندی:

حضرت عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کشتیوں کے اندر ہی مسلمانوں کی صف بندی کر لی تھی اور انھیں ہدایت کی کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کریں اور صبر و استقامت اختیار کریں۔

فتح و نصرت:

اہل روم نے مسلمانوں کی کشتیوں پر صف بندی کی حالت میں حملہ کر دیا۔ چنانچہ مسلمان صف بندی توڑنے پر مجبور ہو گئے اور صف بندی کے بغیر جنگ کرتے رہے یہ گھسانا کی جنگ تھی آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا کی اور انھوں نے دشمنوں کا صف بکھڑا کر دیا۔ چنانچہ بھاگنے والوں کے علاوہ اہل روم میں سے کوئی نہیں بچ سکا۔
عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے ذات الصواری میں چند دنوں تک قیام کیا پھر واپس آ گئے۔

باغیانہ گفتگو:

وایسی کے وقت محمد بن ابی حذیفہ کسی سے یہ کہہ رہا تھا ”بخدا! ہم نے اپنے پیچھے ایک بڑے جہاد کو ترک کر دیا ہے۔“ وہ آدمی بولا: ”وہ کون سا جہاد ہے۔“ (اس کے جواب میں وہ بولا) ”عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایسے ایسے افعال کیے ہیں۔“

وہ ایسی باتیں کرتا رہتا جاتا کہ اس نے مسلمان (فوجیوں) کو گمراہ کر دیا تھا اور جب وہ اپنے وطن واپس آئے تو وہ گمراہ ہو چکے تھے اور وہ بھی ایسی باتیں کرنے لگے تھے جنہیں وہ اپنی زبان سے پہلے نہیں نکال سکتے تھے۔

بغوات کی ابتداء:

امام زہری فرماتے ہیں: ”محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہوں اس سال منظر عام پر آئے جس سال عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ (بحری جنگ کے لیے) روانہ ہوئے تھے۔ یہ دونوں افراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے میوب اور ان کی تہذیبوں کا کھلم کھلا اظہار کرتے تھے وہ یہ کہتے تھے کہ: ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (حضرات) ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے کی مخالفت کی ہے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون حلال ہے۔“

مخالفتہ الزامات:

ان کا یہ قول تھا کہ ”انھوں نے ایک ایسے شخص کو حاکم مقرر کیا ہے جس کے خون کو رسول اللہ ﷺ نے مباح قرار دیا تھا اور قرآن کریم نے اس کے کفر کا اعلان کیا تھا۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت کو نکال دیا تھا۔ گمراہوں نے ان لوگوں کو واپس بلوا لیا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نکال دیا۔ نیز انھوں نے سعید بن العاص اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کو حاکم مقرر کیا۔

جماعت سے الگ:

جب عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا ”تم دونوں ہمارے ساتھ سوار مت ہونا“ چنانچہ وہ ایسی کشتی میں سوار ہوئے جس میں کوئی مسلمان نہیں تھا۔ جب دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا تو ان لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کی۔ جب ان دونوں سے باز پرس کی گئی تو وہ دونوں بولے۔

باغیانہ اعتراضات:

”ہم اس شخص کے ساتھ مل کر کیسے جنگ کر سکتے ہیں جو ہمارا حاکم بننے کے قابل نہیں ہے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حاکم مقرر کیا ہے جنہوں نے ایسے ایسے افعال کا ارتکاب کیا ہے۔“ یوں یہ دونوں اشخاص ان مجاہدین کو گمراہ کرتے رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سخت اعتراضات کرتے رہے۔

تنبیہ:

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں اس بات سے سختی کے ساتھ روکا اور کہا: ”مجھے نہیں معلوم ہے کہ امیر المؤمنین (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ ورنہ میں تم دونوں کو سخت سزا دیتا۔“

فتح ارمینیا:

اس سال یعنی ۳۱ھ میں بقول واقدی حبیب بن مسلمہ قہری کے ہاتھوں ارمینیا فتح ہوا۔

شاہ ایران کا قتل

اس سال یعنی ۳۱ھ میں شاہ یزدگرد مقتول ہوا۔ اس کا واقعہ محمد بن اسحاق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ شاہ یزدگرد ایک تھوڑی جماعت کے ساتھ کرمان سے بھاگ کر مرو پہنچا اس نے وہاں کے چودھری سے مال طلب کیا۔ مگر اس نے نہیں دیا۔ اس کے بعد اہل مرو کو اپنی جان کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے ترکوں سے بادشاہ کے برخلاف لڑنے کے لیے امداد طلب کی۔ چنانچہ انہوں نے آ کر بادشاہ اور اس کے ساتھیوں پر بشنون مارا اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ مگر یزدگرد بچ نکلا۔ اس نے ایک چنگی والے کے گھر میں پناہ لی جو نہر مرغاب کے کنارے پر چنگی چلاتا تھا۔

دوسری روایت:

ہذلی کے حوالے سے ایک دوسری روایت ہے کہ شاہ یزدگرد کرمان سے بھاگ کر مرو آیا اس نے وہاں کے بڑے زمیندار اور دیگر باشندوں سے مال طلب کیا۔ مگر انہوں نے مال دینے سے انکار کیا۔ اس کے بعد انہیں (ان کے حملہ کا) اندیشہ ہوا تو اہل مرو نے رات کے وقت اس (کے خیمہ) پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے ترکوں سے مدد نہیں طلب کی بلکہ خود اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا۔ بادشاہ پیدل بھاگتا ہوا بچ نکلا وہ اپنا (شاہی) ڈپکا اور تلوار لگائے ہوئے تھا اور تاج بھی پہن رکھا تھا۔ اس حالت میں وہ مرغاب کے کنارے پر ایک چنگی والے کے گھر پہنچا۔ جب شاہ یزدگرد داخل ہوا تو چنگی والے نے اس کو مار ڈالا اور اس کے ساز و سامان پر قبضہ کر لیا اور اس کی لاش نہر مرغاب میں پھینک دی۔

قاتل کی گرفتاری:

جب صبح ہوئی تو اہل مرو نے بادشاہ کے پیروں کے نشانات کا کھوج کیا۔ اس کے نشانات چنگی والے کے گھر پر جا کر ملت گئے اس لیے انہوں نے اس چنگی والے کو گرفتار کر لیا۔ آخر کار اس نے بادشاہ کے قتل کا اعتراف کیا اور اس کا ساز و سامان نکال کر دیا۔ لوگوں نے چنگی والے اور اس کے گھروالوں کو مار ڈالا اور اس کے سامان اور شاہ یزدگرد کے سامان پر قبضہ کر لیا۔ نیز اس کی لاش نہر مرغاب سے نکال کر نکلی کے تابوت میں رکھ دی۔

لاش کی تدفین:

بعض راویوں کا خیال ہے کہ اس کی لاش کو مصلط لے گئے اور وہاں ۳۱ھ کے شروع میں اس کو دفن کر دیا (اس واقعہ کی وجہ سے) مرو شہر کو ”خدا دشمن“ کہا جاتا ہے۔

بادشاہ کی اولاد:

شاہ یزدگرد نے وہاں ایک عورت سے ہمبستری کی تھی۔ اس کے نتیجے میں اس عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا آدھا دھڑ نہیں تھا۔ اس لیے وہ ”ادھر“ کہلاتا تھا۔ اس کی نسل سے خراسان میں اولاد ہوئی چنانچہ جب قیچہ سے معذ یا دوسرے علاقے فتح کر

لیے تو اس نے وہاں دو لوٹیاں دیکھیں جن کے متعلق یہ بیان کیا جاتا تھا کہ وہ اسی ”ادھر“ لڑکے کی اولاد میں سے ہیں۔
ماہویہ کی سازش:

خرداذہ یہ راز کی کا بیان ہے کہ جب شاہ یزدگرد و خراسان آیا تو اس کے ساتھ خرزاذ مہر بھی تھا جو رستم کا بھائی تھا۔ اور اس کے بھائی نے مرو کے حاکم ماہویہ سے کہا ”میں نے (ایران کا) ملک تمہارے سپرد کر دیا ہے“ اس کے بعد وہ عراق چلا گیا شاہ یزدگرد نے مرو شہر میں ہی قیام کیا۔ اس نے ماہویہ کو معزول کرنے کا ارادہ کیا تو ماہویہ نے ترکوں کو لکھا کہ شاہ یزدگرد کو شکست ہو گئی ہے اور وہ اس کے پاس آ گیا ہے اس نے اس کے برخلاف ترکوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ اور اس کے لیے راستہ خالی کر دیا۔
شاہی لشکر کو شکست:

چنانچہ ترک فوج مرو پہنچی۔ شاہ یزدگرد اور اس کے ساتھی ان کے مقابلے کے لیے نکلے بادشاہ کے ساتھ ماہویہ مرو کی اسوارہ فوج کے ساتھ تھا۔ شاہ یزدگرد نے ترکوں کی فوج کا صفایا کر دیا اس وجہ سے ماہویہ کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ ترکوں کو شکست ہو جائے گی اس لیے اس نے مرو کے اسوارہ کی فوج کو ترکوں کے لشکر کی طرف منتقل کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ یزدگرد کے لشکر کو شکست ہو گئی اور وہ مارے گئے۔

بادشاہ کا فرار:

شام کے وقت شاہ یزدگرد کا گھوڑا بھی زخمی ہو گیا تو بادشاہ پیدل بھاگ نکلا۔ وہ ایک ایسے گھر میں پہنچا جو مہر مرغاب کے کنارے پر تھا اور اس کے اندر چکی تھی وہاں بادشاہ نے دورا تیں گزاریں۔ ماہویہ نے اسے تلاش کیا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔
چکی والے کے گھر پناہ:

دوسرے دن صبح کے وقت چکی والا اپنے گھر آیا تو اس نے شاہ یزدگرد کی شکل و صورت دیکھ کر پوچھا ”تو کون ہو؟ آتم جن ہو یا انسان؟“ بادشاہ نے کہا ”میں انسان ہوں۔ کیا تمہارے پاس کھانا ہے؟“ وہ بولا ”ہاں“ پھر وہ کھانا لایا۔ پھر بادشاہ نے کہا ”میں گنگناٹا جاہتا ہوں۔ تم میرے پاس کوئی ایسی چیز لاؤ جس کے ذریعے میں گنگنا سکوں۔“

چنانچہ وہ چکی والا اسوارہ کے ایک فوجی کے پاس گیا اور اس سے وہ چیز طلب کی جس کے ذریعے گنگنا یا جاسکے (زمرمہ) اس نے پوچھا ”تم اس کا کیا کرو گے؟“ وہ بولا:

انکشاف راز:

”میرے پاس ایک ایسا شخص آیا ہوا ہے کہ اس جیسا شخص میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے مجھ سے یہ چیز طلب کی ہے۔“ اس پر وہ فوجی اسے ماہویہ کے پاس لے گیا۔ وہ بولا ”یہ شخص شاہ یزدگرد ہے جاؤ اور میرے پاس اس کا سر کاٹ کر لاؤ۔“

قتل کی مخالفت:

اس پر موبد (ایرانیوں کے مذہبی پیشوا) نے کہا ”آپ کے لیے یہ فعل مناسب نہیں ہے آپ کو معلوم ہے کہ مذہب اور بادشاہت دونوں کا چوٹی دامن کا ساتھ ہے ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز دوسرے کے بغیر درست نہیں رہ سکتی۔ اگر آپ ایسا کام کریں گے تو ایسی بے حرمتی کا ارتکاب کریں گے کہ اس سے بڑھ کر (کسی بے حرمتی کا) تصور نہیں ہو سکتا۔“ دوسرے لوگوں نے بھی

اس قسم کی گفتگو کی اور اس فعل کو بہت برا قرار دیا۔ مگر ماہویہ نے ان سب کو کالی دے کر اسادہ کی فوج سے کہا ”جو اعتراض کرے اسے مار ڈالو“۔

بادشاہ کا قتل:

اس نے چند لوگوں کو حکم دیا کہ وہ جنگی پیٹنے والے کے ساتھ جائیں اور شاہ یزدگرد کو قتل کر دیں چنانچہ وہ لوگ گئے مگر جب انہوں نے بادشاہ کو دیکھا تو خود انہوں نے قتل کرنا پسند نہیں کیا اور اس کام سے رک گئے۔ آخر انھوں نے جنگی پیٹنے والے سے کہا ”تم اندر جا کر اسے مار ڈالو“۔ جب وہ اندر گیا تو بادشاہ سویا ہوا تھا۔ اس کے پاس پتھر تھا۔ پہلے اس نے پتھر سے اس کا سر پکڑا پھر اس کا سر کاٹ کر ان کے حوالے کیا اور اس کا دھڑ نہر مرعاب میں پھینک دیا۔

تدفین:

اس کے بعد مرو کے کچھ لوگ آئے انہوں نے جنگی والے کو مار ڈالا اور اس کی پٹ بجلی تباہ کر دی پھر مرو کا بڑا مذہبی پیشوا آیا۔ اس نے نہر مرعاب میں سے شاہ یزدگرد کا دھڑ نکالا اور اسے ایک تابوت میں رکھ کر اصرطہ لے گیا اور وہاں ایک قبرستان میں اسے رکھ دیا۔

مطیار کی قیادت:

ہشام بن محمد کی روایت ہے کہ جنگ نہاوند کے بعد شاہ یزدگرد بھاگ گیا۔ یہ ان کی آخری جنگ تھی۔ بادشاہ اصفہان کی سر زمین پر پہنچا۔ وہاں ایک شخص تھا۔ جس کا نام مطیار تھا وہ وہاں کا بہت بڑا زمین دار تھا وہ عربوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے اس وقت تیار ہوا جب کہ اہل غم نے جنگ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنی قیادت کے لیے بلوایا اور کہا: ”اگر میں تمہارا سپہ سالار رہن جاؤں اور تمہیں ان کی طرف لے جاؤں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟“ وہ لوگ بولے ”ہم آپ کی فضیلت کا اعتراف کریں گے۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر روانہ ہوا اور عربوں سے کچھ حاصل کیا۔ اس وجہ سے عوام میں اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور اس لیے ان سے افضل درجہ حاصل کیا۔

دربان پر برہمی:

جب شاہ یزدگرد نے اصفہان کا یہ معاملہ دیکھا تو وہ وہاں مقیم ہو گیا۔ ایک دن مطیار اس کی ملاقات کے لیے پہنچا تو اس کے دربان نے اسے روکا اور کہا۔ آپ یہاں توقف کیجیے تاکہ میں آپ کی ملاقات کے لیے اجازت حاصل کروں۔ اس پر مطیار دربان پر ٹوٹ پڑا اور اس کی ناک توڑ دی کیونکہ دربان کے روکنے پر اس کی غیرت حسیت اور خودداری مجروح ہو گئی تھی۔

بادشاہ کا فرار:

جب دربان شاہ یزدگرد کے پاس ابولہبان ہو کر پہنچا تو بادشاہ یہ دردناک منظر دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر اصفہان شہر سے کوچ کر گیا۔

اسے یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ اپنی سلطنت کے انتہائی مقام کی طرف چلا جائے اور وہاں قیام کرے تاکہ عرب اس کی طرف متوجہ نہ ہوں بلکہ اپنے کاموں میں مشغول رہیں۔

قیام طبرستان پر اصرار:

بادشاہ نے رے کی طرف جانے کا قصد کیا اور وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت طبرستان کا حاکم اس کے پاس آیا اور اس نے بادشاہ کو اپنے ملک آنے کی پیشکش کی اور یہ بھی واضح کیا کہ اس کا علاقہ بہت محفوظ ہے اس نے اصرار کر کے یہاں تک کہ ”اگر میرے پاس اس وقت نہیں آئیں گے اور بعد میں آنے کا قصد کیا تو میں آپ کو پناہ نہیں دوں گا اور آپ کے وہاں نہیں ٹھہراؤں گا“۔

نہ ب میں قرقی:

شاہ یزدگرد نے وہاں سے انکار کیا۔ البتہ اسے اصیہ کا درجہ عطا کیا اور اس کے لیے ایک تحریر بھی لکھ دی۔ اس حاکم کا اس سے بیشتر کٹر درجہ تھا۔

مختلف روایات:

ایک روایت یہ ہے کہ شاہ یزدگرد فوری طور پر بھتان (سیتان) چلا گیا تھا اور وہاں سے ایک ہزار اساورہ کی فوج لے کر مرو کی طرف روانہ ہوا۔

مختلف شہروں میں قیام:

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ شاہ یزدگرد فارس کی سر زمین میں پہنچا۔ وہاں وہ چار سال تک مقیم رہا پھر وہ کرمان آیا اور وہاں دو دو سال یا تین سال تک مقیم رہا۔ اس کے بعد کرمان کے حاکم نے چاہا کہ وہ وہیں قیام کرے مگر بادشاہ نے انکار کیا اور اس سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ ہرغال کے طور پر کچھ آدمی اس کے پاس رہن رکھے مگر اس نے اس کا مطالبہ نہیں مانا۔

عزم خراسان:

بادشاہ وہاں سے بھتان کی طرف گیا اور وہاں اس نے تقریباً پانچ سال قیام کیا پھر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ خراسان جائے اور وہاں لشکر جمع کر کے ان لوگوں کا مقابلہ کرے جو اس کی سلطنت پر قابض ہو گئے ہیں چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مرو گیا۔ اس کے ساتھ بڑے بڑے زمینداروں کی اولاد ہرغال کے طور پر تھی اور امراء میں سے فرغ زاد بھی شامل تھے۔

امداد کے لیے خطوط:

جب بادشاہ مرو میں آیا تو اس نے مختلف بادشاہوں سے امداد طلب کی نیز اس نے چین، فرغانہ، کابل اور خزر کے بادشاہوں کو امداد کے لیے خطوط لکھے اس زمانے میں مرو کا حاکم ماہویہ تھا اور اس کا نائب اس کا فرزند براز شہر مرو پر مقرر تھا۔ شہر کا انتظام اس کے سپرد تھا۔ شاہ یزدگرد نے ارادہ کیا کہ وہ شہر میں داخل ہو کر اس کی فیصل و غیرہ کا معائنہ کرے۔ مگر ماہویہ نے اپنے فرزند کو پہلے سے یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ اگر بادشاہ شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو وہ اس کے لیے شیر نہ کھولے کیونکہ اسے اس کی چال بازی اور غداری کا اندیشہ تھا۔

ماہویہ کی غداری:

چنانچہ ایک دن شاہ یزدگرد نے شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ اس نے شہر کے چاروں طرف پکڑ لگایا اور جب اس نے کسی

ایک دروازے سے داخل ہونے کا ارادہ کیا تو ابو براز ماہویہ نے (ظاہر) چلا کر یہ کہا ”تم دروازہ کھولو“۔ مگر اپنا چکا باندھتے ہوئے اس نے اشارہ سے یہ کہا کہ وہ دروازہ نہ کھولے شاہ یزدگرد کے ایک ساتھی نے اس کے اشاروں کو بھانپ لیا تھا۔ اس لیے اس نے بادشاہ کو یہ بات بتائی اور اس سے اجازت طلب کی کہ وہ ماہویہ کی گردن اڑا دے۔ اس نے یہ بھی کہا ”اگر ایسا کیا جائے تو اس علاقے میں آپ کے لیے میدان ہموار ہو جائے گا“۔ مگر بادشاہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

مخالفاً نہ سرگرمیاں:

بعض مؤرخین نے یہ روایت بیان کی ہے کہ شاہ یزدگرد نے فرخ زاد کو مرد کا حاکم بنادیا تھا اور اس نے براز کو حکم دیا تھا کہ وہ فیصل اور شہر کو اس کے حوالے کر دے۔ مگر شہر والوں نے شہر حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ماہویہ ابو براز نے انھیں پہلے ہی سے یوں سمجھا دیا تھا۔ ”یہ تمہارا بادشاہ نہیں ہے کیوں کہ تمہارے پاس شکست کھا کر اور زخمی ہو کر آیا ہے۔ چنانچہ مرو اس کا اس طرح بوجھ نہیں برداشت کر سکے گا جس طرح دوسرے علاقوں نے اس کا بوجھ برداشت کیا ہے۔ اس لیے آئندہ جب بھی وہ تمہارے پاس آئے تو تم (اس کے لیے) دروازہ مت کھولنا۔“

اہل مرو کی سرکشی:

چنانچہ جب بادشاہ وہاں پہنچا تو انھوں نے دروازہ نہیں کھولا۔ اس پر فرخ زاد لوٹ کر آیا اور دوزانو ہو کر اس نے شاہ یزدگرد سے کہا۔ ”اہل مرو آپ کے قابو میں نہیں رہے اور اہل عرب بھی آپ کو پہنچنے ہیں آپ کی کیا رائے ہے۔“ بادشاہ نے کہا۔ ”ہماری رائے یہ ہے کہ ہم ترکستان میں چلے جائیں اور وہاں اس وقت تک قیام کریں جب تک کہ ہمیں عربوں کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہ ہو کیوں کہ اہل عرب ہر شہر میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہیں گے۔“

فرخ زاد نے کہا۔ ”میں ایسا نہیں کروں گا بلکہ میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاؤں گا۔“

بادشاہ نے اس کے مشورہ پر عمل نہیں کیا اور روانہ ہو کر مرو کے حاکم کے پاس آیا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اسے معزول کر کے اس کے بھتیجے سفیان کو شہر مرو کا حاکم بنائے۔

قتل کی سازش:

ابو براز ماہویہ کو اس بات کا علم ہو گیا تو اس نے شاہ یزدگرد کو ہلاک کرنے کی سازش کی اور اس نے نیزک طرخان کو یہ خط لکھا۔

نیزک طرخان کو خط:

شاہ یزدگرد میرے پاس شکست کھا کر اور بھاگ کر آیا ہے۔ تم میرے پاس آؤ تاکہ ہم دونوں مل کر اسے گرفتار کر کے قید کر دیں اور پھر اسے قتل کر دیں یا اس کی طرف سے اہل عرب سے صلح کر لیں۔ اگر آپ مجھے اس سے نجات دلائیں گے تو میں آپ کو روزانہ ایک ہزار درہم ادا کرتا رہوں گا۔

آپ شاہ یزدگرد کو آزار دہندہ و کفریہ خط لکھیں کہ وہ عام فوج کو اپنے پاس سے الگ کر دے اور اپنے خاص سپاہیوں کو اپنے پاس رکھے اس طرح اس کی طاقت اور شان و شوکت کم ہو جائے گی۔

”آپ اپنی ایک شہزادی سے میرا نکاح کر دیں تو میں آپ کا سچا خیر خواہ بن جاؤں گا اور آپ کے ساتھ مل کر آپ کے دشمن کے برخلاف جنگ کروں گا۔“

بادشاہ کی برہمی:

(یہ سن کر) شاہ یزدگرد نے کہا ”اوسکے اتم مجھ پر یہ جرأت کرتے ہو؟“

شاهی لشکر کا صفایا:

اس پر نیزک نے اپنی تلوار کو حرکت دی اس پر شاہ یزدگرد نے چلا کر کہا۔ ”ہائے غداری!“ اس کے بعد بادشاہ بھاگ گیا مگر نیزک نے اس کے ساتھیوں کا صفایا کر دیا۔

زمرہ پرواز کی ضرورت:

شاہ یزدگرد (بھاگ کر مرو کے ایک گھر کے قریب پہنچا وہاں پہنچ کر وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور ایک چکی والے کے گھر میں داخل ہو گیا وہاں وہ تین دن تک رہا۔ آخر چکی والے نے اس سے کہا ”اوپر بخت اتم باہر آؤ اور کچھ کھاؤ۔ کیونکہ تم تین دن سے بھوکے ہو“ اس نے کہا ”میں اس وقت تک کھانا نہیں کھا سکتا جب تک کہ کوئی گھٹنا کر (دعا نہ مانگے) اس زمانے میں چکی والے کے پاس ایک زمرہ والا (گھٹنا کر دعا مانگنے والا) پسوانے کے لیے گندم لا یا تھا۔ چکی والے نے اس سے کہا کہ وہ اس شخص کے پاس جا کر زمرہ منائے تاکہ وہ کچھ کھاسکے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

بادشاہ کا حلیہ:

جب وہ (زمرہ پرواز) وہاں سے لوٹا تو اس نے ابو براز کے ہاں شاہ یزدگرد کا ذکر سنا اس نے ان لوگوں سے اس کا حلیہ پوچھا۔ انہوں نے جب اس کا حلیہ بتایا تو اس نے انہیں اطلاع دی کہ اس نے چکی والے کے گھر ایسا شخص دیکھا ہے۔ اس کے بال گھونگر پالے تھے۔ دانت خوبصورت تھے اور وہ بالیاں اور نکلن پہنے ہوئے تھا۔

قتل کا حکم:

اس پر ابو براز نے اسازرہ کا ایک سپاہی بھیجا اور اسے حکم دیا کہ اگر وہ (اسے گرفتار کرنے میں) کامیاب ہو جائے تو اس کا گلا گھونٹ کر دیے اور میں پھینک دے۔

انکشاف راز:

لوگ چکی والے کے گھر پہنچے اور اسے زور کو پ کیا تاکہ وہ اس کا پتہ بتائے۔ مگر اس نے پتہ نہیں بتایا اس نے کہا کہ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ شخص کہاں گیا ہے؟ جب وہ لوٹنے لگے تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: ”میں مشک کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔“ اتنے میں اس نے پانی میں اس کے ریشمی لباس کا ایک کنارہ دیکھا تو اسے سمجھ کر نکال لیا۔ وہ شخص شاہ یزدگرد ہی تھا۔ اس نے اس سے درخواست کی کہ وہ اسے قتل نہ کرے اور نہ اس کا کسی دوسرے کو بتائے۔ اس کے بدلے میں وہ اسے اپنی انگوٹھی نکلن اور چکا (جو تمام قیمتی سونے کے تھے) دے گا۔ اس شخص نے کہا:

”تم مجھے چار درہم دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔“

چار درہم کی محتاجی:

شاہ یزدگرد نے کہا: ”افسوس ہے میں تمہیں انگوٹھی دے رہا ہوں جس کی قیمت کا کوئی انداز نہیں ہو سکتا۔“ مگر اس شخص نے اسی رقم کے لینے پر اصرار کیا۔ اس موقع پر یزدگرد نے کہا: ”مجھے بتایا گیا تھا کہ میری عنقریب یہ حالت ہو جائے گی کہ میں چار درہم تک کا محتاج ہو چوں گا اور میں مجبور ہوں گا کہ ٹہنی کی طرح کھاؤں۔ چنانچہ میں نے وہ حالت چشتم خود مشاہدہ کر لی ہے۔“

جان بخشی کی درخواست:

اس کے بعد اس نے اپنے بیگ میں سے (سوئے کی) ایک ہالی نکال کر چکی والے کودی یہ اس کی رازداری کا معاوضہ تھا۔ وہ اس کے قریب ہوا جیسے کہ وہ کوئی بات کرنا چاہتا ہو۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے اسے خبردار کیا۔ اس نے وہ آگئے۔ شاہ یزدگرد نے ان سے بھی درخواست کی کہ وہ اسے قتل نہ کریں وہ یوں:

”تم پر افسوس ہے ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ جس نے بادشاہوں کو قتل کرنے کی جرأت کی اللہ اسے دنیا میں آگ سے جہنم کا عذاب دے گا۔ تم مجھے قتل نہ کرو۔ مجھے اپنے زمیندار کے پاس لے جاؤ۔ مجھے عربوں کی طرف چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ بھی میرے جیسے بادشاہ کے ساتھ شرم و لحاظ رکھیں گے۔“

لاش دریا میں:

انہوں نے اس کے تمام زیورات اتار لیے اور انہیں ایک تھیلے میں رکھ کر اس پر مہر لگا دی پھر اس کا گلا گھونٹ کر اس کی لاش دریا سے مرو میں بھیج دی۔ پانی اس کی لاش کو بہا کر کنارے پر لے آیا۔ اور وہ ایک شاخ سے چٹ گئی۔ مرو کا مذہبی پیشوا آیا وہ لاش کو اٹھا کر لے گیا اور اسے خوشبودار کپڑے میں لپیٹ کر اسے تابوت میں رکھا اور اسے مناسب مقام کی طرف بھجوا دیا۔

گمشدہ ہالی:

ابو براز (نے جب زیورات کو دیکھا تو) اسے ایک ہالی نہیں ملی۔ تو اس نے بھڑک کر پوچھا اور اسے اتنا زور دیا کہ وہ مر گیا۔ پھر اس نے جو کچھ وصول کیا تھا اس زمانے کے جانشین (خلیفہ) حاکم کو بھیج دیا اسی نے ابو براز پر گم شدہ ہالی کا تاوان ڈالا۔

چار ہزار کی فوج:

(شاہ یزدگرد کے واقعہ کے بارے میں ایک مختلف روایت یہ ہے) شاہ یزدگرد اہل عرب کے آنے سے پہلے کرمان سے کوچ کر چکا تھا۔ وہ طیسس اور جہستان کے راستے سے مرو کے قریب تقریباً چار ہزار فوج لے کر پہنچا تا کہ اہل خراسان میں سے مزید فوج کا اضافہ کرے اور پھر اہل عرب پر حملہ کر کے ان سے جنگ کرے۔

مرو کے حکام:

مرو میں اس کی ملاقات دو افراد سے ہوئی۔ ان میں سے ایک کا نام براز تھا اور دوسرے کا نام سخان تھا۔ دونوں نے اس کی اطاعت کا اقرار کیا۔ اس لیے وہ بادشاہ مرو میں مقیم ہو گیا۔ براز اس کا خاص آدمی بن گیا۔ اس لیے سخان اس پر حسد کرنے لگا۔

بائیں سازش:

براز بھی سخان کو ہلاک کرنے کی سازش میں لگ گیا۔ وہ شاہ یزدگرد کو اس کے خلاف بھڑکانے لگا۔ آخر کار براز نے سخان کو

قتل کرنے کی سازش کی۔ اس نے اپنے اس ارادے کا اظہار اپنی عورت سے کیا اور اپنی دوسری عورتوں کو بھی اس سازش میں شریک کیا۔ اس عورت نے برازی طرف چند عورتیں بھیجیں جو شاہ بزد گرد کی حمایت کے ساتھ عثمان کو قتل کرنا چاہتی تھیں۔ مگر بزد گرد کی اس سازش کا راز افشاء ہو گیا اس کے بعد عثمان نے حفاظتی اقدامات کیے اور محتاط رہنے لگا۔ اس نے بھی برازا اور شاہ بزد گرد کے برابر فوج تیار کر لی اور وہ اس محل کی طرف روانہ ہو جہاں بادشاہ مقیم تھا۔ برازا کو جب یہ خبر ملی تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔ کیونکہ عثمان کی فوج بڑی تھی۔

پیدل فرار:

بادشاہ عثمان کی فوج سے اس قدر خوف زدہ ہوا کہ وہ اپنے محل سے بچیس بدل کر نکل گیا اور اپنی جان بچانے کے لیے پیدل روانہ ہوا اور دفرخ پیدل چلا تھا کہ اس نے پن بجلی کی آواز سنی تو وہ پن بجلی والے کے گھر میں داخل ہو گیا اور وہاں تھا کہ بارانچہ گیا۔ پن بجلی والے نے دیکھ کر وہ نہایت عمدہ ہیئت والا ہے اور شریفانہ لباس میں ملبوس ہے تو اس نے اس کے لیے فرش بچھایا جس پر وہ بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اسے کھانا پیش کیا جسے اس نے کھایا۔ وہ اس کے پاس ایک دن اور ایک رات رہا۔ پھر پن بجلی والے نے اس سے کچھ مانگا تو بادشاہ نے اسے جو اہرات سے مرضعہ نکالا عطا کیا۔ مگر پن بجلی والے نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ بولا: ”اس بچے کی بجائے میرے لیے چار درہم کافی ہیں جس کے ذریعہ میرے کھانے پینے کا کام چل سکے۔“

بادشاہ نے کہا: ”اس کے پاس چاندی کا سکہ نہیں ہے۔“

قتل اور فرار:

اس کے بعد پن بجلی والا اس کی خوشامد کرتا رہا۔ جب وہ سو گیا تو وہ کھانڈا لے کر کھڑا ہو گیا اور اس سے اس کی کھوپڑی پھاڑ دی۔ پھر اسے قتل کر کے اس کا سر کاٹ لیا۔ بعد ازاں اس کی لاش کاٹ اور پٹکا وغیرہ جو کچھ اس کے بدن پر تھا ان سب پر قبضہ کر لیا اور اس کی لاش اس دریا میں پھینک دی جس کے پاس سے اس کی پن بجلی گردش کرتی تھی۔ اس نے اس کا پیٹ پھاڑ کر اس میں وہ جڑیں بھر دیں جو پانی میں اگتی تھیں۔ تاکہ اس کی لاش اسی مقام پر رکی رہے جہاں اس نے پھینکی تھی اور نیچے نہ بیٹھ جائے اس طرح لاش پہچانی جاسکے گی اور اس کے قاتل کو تلاش کیا جائے گا۔ یہ بندوبست کرنے کے بعد وہ پن بجلی والا بھاگ گیا۔

ایلیاء کی تقریر:

شاہ بزد گرد کے قتل کی اطلاع ابواز کے ایک شخص کو ملی جو مرو میں عیسائیوں کا پادری اور مذہبی چوہا تھا۔ اس کا نام ایلیاء تھا۔ اس نے اپنے قریب کے عیسائیوں کو جمع کر کے کہا:

عیسائیوں پر احسانات:

”ایمان کا بادشاہ قتل کر دیا گیا ہے وہ شہر یار بن کسریٰ کا فرزند تھا۔ وہ شہر یار سیرین کا فرزند تھا جو عیسائی مومن تھے۔ تم جانتے ہو کہ اس (ملکہ شیریں) نے اپنے ہم مذہب عیسائیوں پر کتنے احسانات کیے ہیں۔ اس بادشاہ کے اندر بھی عیسائیت کا عنصر پایا جاتا تھا۔ اور اس کے جدا امجد کسریٰ کے ملک میں عیسائیوں کی بڑی قدر و منزلت تھی اور اس سے پیسے کے ایرانی بادشاہوں نے بڑے ٹیک کام کیے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے عیسائیوں کے لیے گرجے اور عبادت خانے تعمیر کرائے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اس بادشاہ کے قتل پر ماتم کریں کیونکہ اس کے اسلاف اور اس کی داوی شیریں

کے ہم پر بہت احسانات ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ میں اس کے لیے ایک مقبرہ تعمیر کراؤں اور نہایت عزت کے ساتھ اس کی لاش کو اٹھا کر اس میں دفن کروں۔“

عیسائی مقبرہ میں تدفین:

سب عیسائیوں نے کہا: ”اے مطران (لاٹ پادری) ہم آپ کے حکم کے تابع ہیں اور آپ کی رائے کی تائید کرتے ہیں۔“ اس پر عیسائی پیشوا (مطران) نے حکم دیا کہ مرو میں پادریوں کے ہارغ کے اندر ایک مقبرہ تعمیر کرایا جائے۔ اس کے بعد وہ مرو کے عیسائیوں کو لے کر بذات خود روانہ ہوا۔ تاکہ دریائے شاہ یزدگرد کی لاش نکالی جائے۔ اس کے بعد اس نے اسے کفن دے کر تابوت میں رکھا اور اسے وہ اور دوسرے عیسائی اس کے تابوت کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس مقبرہ میں لے گئے جس کی تعمیر کا اس نے حکم دیا تھا۔ وہاں اسے دفن کیا گیا اور اس کے بعد اس کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

آخری بادشاہ:

شاہ یزدگرد نے ۲۰ سال تک بادشاہت کی اس نے چار سال آرام میں گزارے۔ اور باقی سولہ سال عربوں کی جنگ کی وجہ سے تکلیف اور پریشانی میں گزارے۔ وہ اردشیر بن بابک کی نسل کا آخری بادشاہ تھا۔ اس کے بعد ایران کا ملک عربوں کے لیے خالی ہو گیا۔



فتح خراسان

۳۱ھ میں عبداللہ بن عامرؓ خراسان کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے امیر شہر طوس، بیور و اورنس کے شہروں کو فتح کر لیا۔ یہاں تک کہ وہ سرخس تک پہنچ گئے اسی سال اہل مرو نے بھی ان سے صلح کر لی۔

واقعات کی تفصیل:

(واقعات کی تفصیل یہ ہے کہ) جب ابن عامر نے فارس کو فتح کیا تو اوس بن حبیب حمی نے کفرے ہو کر کہا ”اللہ امیر کا بھلا کرے وہ سرزمین آپ کے سامنے ہے جس کا تھوڑا حصہ فتح ہوا ہے آپ (اس کو فتح کرنے کے لیے) روانہ ہو جائیں اللہ آپ کا مددگار ہوگا۔“ ابن عامر نے کہا ”کیا ہم نے روانہ ہونے کا حکم نہیں دیا تھا؟“ (انہوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ) وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ اس بات کا اظہار کریں کہ انہوں نے اس کے مشورہ کو قبول کر لیا ہے۔

مسجد کی تعمیر:

سکن بن قنادہ اور علی کا بیان ہے کہ ابن عامر نے فارس کو فتح کرنے کے بعد بصرہ کی طرف کوچ کیا اور اصطر پر شریک بن اصطر جاری کو حاکم مقرر کیا شریک نے اصطر میں مسجد تعمیر کرائی۔

جہاد کی ترغیب:

ابن عامر کے پاس قبیلہ حمیر کا ایک شخص آیا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ احنف بن قیسؓ تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ اوس بن جابر حمی تھا (بہر حال) اس نے کہا:

”تمہارا دشمن تم سے بھاگ رہا ہے اور تم سے خوف زدہ ہے اور ملک بہت وسیع ہے اس لیے آپ (جہاد کے لیے) روانہ ہو جائیں اللہ آپ کی مدد کرے گا اور اپنے دین کو عزت بخشے گا۔“

ابن عامر کی روانگی:

چنانچہ ابن عامر نے کوچ کی تیاری شروع کر دی اور دیگر مسلمانوں کو بھی تیاری کرنے کا حکم دیا اور پھر بصرہ پر زیادہ کو قسطن مقرر کرنے کے بعد وہ کرمان کی طرف روانہ ہوا۔ پھر اس نے خراسان کا راستہ اختیار کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے اصلہان کا راستہ اختیار کیا۔ پھر خراسان کے راستے پر گئے۔

خراسان کی مہم:

مفضل کرمانی کی روایت ہے کہ ابن عامر سیرجان کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ پھر وہ خراسان کی طرف گیا اس نے کرمان پر مجاشع بن مسعود سلمیٰ کو حاکم بنایا۔ اور ابن عامر نے رابر کے جنگل کو اختیار کیا یہ اسی فرخ ہے پھر وہ طہسین کی طرف روانہ ہوئے ان کی منزل مقصود ابرہہ شہر تھا جو نیشاپور کا ایک شہر ہے ان کے جہاں و دستے پر احنف بن قیسؓ تھے۔ انہوں نے قہقان کا قصد کیا اور ابرہہ شہر

کی طرف نکلے وہاں ان کا مقابلہ اہل ہرات سے ہوا جو ہیاطلہ کہلاتے تھے۔ حضرت اخف بن حذافہؓ نے ان سے جنگ کی اور اہل ہرات کو شکست دے دی۔ پھر ابن عامر غمیثا پور آئے۔

اہل ہرات کو شکست:

حضرت غمیثی کی روایت ہے کہ ابن عامر غمیثی کے جنگ پہنچے پھر خواست کے مقام پر آئے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ یزید کے مقام پر آئے پھر جہنم کے مقام پر آئے۔ وہاں سے انہوں نے اخف کو آگے بھیجا ان سے ہیاطلہ کا مقابلہ ہوا۔ چنانچہ انہوں نے ان لوگوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دے دی پھر ابرشہر آئے وہاں ابن عامرؓ نے قیام کیا۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی فوج:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو ذکفر کو لے کر جہان آئے وہ بھی خراسان کی طرف جانا چاہتے تھے مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ ابن عامر ابرشہر میں مقیم ہیں تو وہ کوذہ کی طرف لوٹ آئے۔

کناری سے مصالحت:

علی بن مجاہد کی روایت ہے کہ ابن عامر ابرشہر میں مقیم ہوئے۔ اس کا نصف حصہ بزرگ شمشیر مفتوح ہوا تھا اور دوسرا نصف حصہ کناری کے قبضہ میں تھا اسی طرح نسا اور طوس کا نصف حصہ بھی اس کے قبضہ میں تھا اس کی وجہ سے ابن عامر مرو کی طرف نہیں جاسکے آخر کار کناری نے مصالحت کر لی اور اپنے بیٹے ابوالصلت اور بھتیجے سلیم کو برغمال (رہن) کے طور پر دیا۔ ابن عامرؓ نے کناری کے دونوں افراد کو لے کر نعمان بن اہتم نصری کو دے دیا انہوں نے ان دونوں کو آزاد کر دیا تھا۔

عبداللہ بن خازم کو ہرات بھیجا گیا اور حاتم بن نعمان کو مرو بھیجا گیا۔

خراسان کی فتوحات:

اور یس بن خطلہ کی روایت ہے کہ ابن عامر نے ابرشہر کو بزرگ شمشیر فتح کر لیا تھا اور اس کے ارد گرد کے علاقوں مثلاً طوس، بیورو، نسا اور حران کو بھی فتح کر لیا تھا یہ (سب فتوحات) ۳۱ھ میں ہوئیں۔

اہل سرخس سے مصالحت:

موسیٰ بن عبداللہ بن خازم بیان کرتے ہیں ”میرے والد (عبداللہ بن خازم) نے اہل سرخس سے مصالحت کر لی تھی۔ انہیں عبداللہ بن عامرؓ نے ابرشہر سے اہل سرخس کی طرف بھیجا تھا ابن عامرؓ نے بھی ابرشہر کے باشندوں سے مصالحت کر لی تھی۔ انہوں نے کسری کے خاندان میں سے دو لونڈیاں دیں جن کے نام بایوچ شمیم یا شمیم تھے۔ وہ (عبداللہ بن عامر) اپنے ساتھ ان دونوں لونڈیوں کو لے گئے تھے۔ انہوں نے امین بن احمر یطکری کو بھیجا تو انہوں نے ابرشہر کے قریب علاقہ طوس، بیورو، نسا اور حران کے علاقے فتح کر لیے۔ یہاں تک کہ وہ سرخس کے علاقے تک پہنچ گئے۔

فتح سرخس:

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن خازم کو سرخس بھیجا۔ انہوں نے اسے فتح کر لیا۔ عبداللہ بن عامر کو کسری کے خاندان کی دو لونڈیاں ملیں انہوں نے ایک لونڈی نوشجان کو دے دی اور دوسری لونڈی بایوچ مر گئی۔

نبیق کی فتح:

زہیر بن ہبید عدوی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عامرؓ نے اسود بن کلثوم عدوی کو نبیق کے مقام کی طرف اس وقت بھیجا جب وہ ابرشہ میں مقیم تھے۔ وہاں سے نبیق کی مسافت سولہ فرسخ ہے اسود بن کلثوم نے نبیق کو فتح کر لیا مگر خود شہید ہو گئے۔

اسود بن کلثوم:

اسود بن کلثوم بہت فاضل اور دیندار تھے۔ وہ عامر بن عبداللہ غزیری کے ساتھیوں میں سے تھے چنانچہ ۷۰ ہجری میں مروا جانا کے بعد یہ فرہ یا کرتے تھے:

”مجھے عراق کی کسی چیز کی حسرت نہیں ہے۔ مگر (یہ چیزیں یاد آتی ہیں) وہاں کی دو پہر کی ٹھنکی مؤذنوں کی ایک ساتھ اذانوں کی آوازیں اور وہ ساتھی جو اسود بن کلثوم پیسے تھے۔“

اہل مرو کی مصالحت:

زہیر بن ہبید کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عامرؓ نے نیشاپور کو فتح کر لیا تھا اور سرخس کی طرف روانہ ہوئے تھے انہوں نے حاتم بن نعمان باہلی کو مرو کی طرف بھیجا اہل مرو نے ان سے مصالحت کر لی اور وہاں کے زمیندار حاکم نے انہیں لاکھ کی رقم خراج کے طور پر ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔

مقاتل بن حیان کی روایت ہے کہ حاتم بن نعمان باہلی نے اہل مرو سے ہاتھ لاکھ کی رقم پر مصالحت کر لی تھی۔



۳۲ھ کے واقعات

اس سال کے اہم واقعات یہ ہیں کہ امیر معاویہ بن سفیان بن جہش نے قسطنطنیہ کی شکنائے پر حملہ کیا اس جنگ میں ان کی بیوی عاتکہ بنت قرق یا فاختہ بھی ان کے ساتھ تھیں یہ ابو معشر اور واقعی کی روایت ہے۔

امارت پر اختلاف:

(دوسرا اہم واقعہ یہ ہے کہ) اس سال سعید بن العاصؓ نے سلمان بن ربیعہؓ کو بلخیر کی سرحد پر حاکم مقرر کیا اور وہ لشکر جو حضرت حذیفہؓ کے ساتھ وہاں خیمہ زن تھا اسے اہل شام کے لشکر کے ذریعہ ملک پہنچائی گئی اور بقول سیف اس امدادی فوج کے امیر حبیب بن مسلمہؓ فہریؓ تھے۔ اس طرح امارت کے مسئلہ پر سلمان بن ربیعہؓ اور حبیب بن مسلمہؓ کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور اختلاف کی بدولت اہل شام اور اہل کوفہ کے درمیان جھگڑا ہوا۔

چش قدی کی ممانعت:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے سعید بن العاصؓ کو تحریر کیا کہ وہ سلمان کو باپ کی جنگ کے لیے روانہ کریں۔ انہوں نے عبدالرحمن بن ربیعہؓ کو جب کہ وہ باپ کے مقام پر تھے یہ تحریر کیا: "رعایا کے اکثر افراد کو حکم پری نے خراب کر دیا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو لے کر آگے نہ بڑھو اور دشمن کے علاقے میں نہ گھسو۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ (کسی مصیبت میں) مبتلا نہ ہو جائیں۔"

بلخیر کی مہم:

مگر عبدالرحمن بن ربیعہؓ کے مقصد میں یہ خط بھی حائل نہ ہوا۔ کیونکہ وہ بلخیر کے علاقہ میں جہاد (کرنے میں) کوتاہی نہیں کیا کرتے تھے۔

انہوں نے حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کے نویں سال بلخیر پر حملہ کیا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے اس کا محاصرہ کر لیا تھا اور وہاں مہنتیں اور دیگر سامان حرب نصب کر رکھا تھا چنانچہ جب کوئی ان کے قریب پہنچا تو وہ اسے زخمی کرتے یا قتل کر دیتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں نے بہت نقصان اٹھایا اور معتمد اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔

عبدالرحمن بن ربیعہؓ کی شہادت:

ترکوں نے (فوج بھیجے کا) وعدہ کر رکھا تھا چنانچہ جب ترکوں کی مدد پہنچ گئی تو اہل بلخیر شہر سے باہر نکل آئے اور جنگ کرنے لگے اس جنگ میں عبدالرحمن بن ربیعہؓ شہید ہوئے انہیں ذوالنور بھی کہا جاتا تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ منتشر ہو گئے۔

اکابر صحابہ جو ہند کی شرکت:

جن لوگوں نے سلمان بن ربیعہ کا طریقہ اختیار کیا تھا وہ باب سے صحیح سلامت نکل آئے کچھ حضرات نے اہل خزر کے علاقے کا راستہ اختیار کیا تھا وہ جیلان اور جرجان پہنچے انہیں حضرات میں حضرت سلمان فارسیؓ، جہنم اور حضرت ابو ہریرہؓ دیکھے بھی تھے۔ دشمنوں کی عقیدت:

دشمن نے حضرت عبدالرحمن بن ربیعہؓ کی لاش پر قبضہ کر لیا اور اسے ایک صندوق میں رکھا وہ انہیں کے قبضہ میں رہی اور وہ اس کی برکت سے بارش کی دعائیں مانگتے تھے اور فتح و نصرت حاصل کرتے تھے۔

سلمان بن ربیعہؓ کی مہارت:

حضرت ضعیٰ فرماتے ہیں: ”بخدا! سلمان بن ربیعہؓ جنگ کے طریقوں سے بہت واقف تھے جس طرح ایک قصبائی ذبح کے ہوئے جانوروں کے جوڑوں سے بہت واقف ہوتا ہے۔“

اہل خزر کی ندامت:

سیف کی روایت ہے کہ جب اہل خزر پر لگاتار حملے ہونے لگے تو وہ بہت شرمندہ ہوئے اور وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ وہ کہتے تھے: ”ہماری قوم کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا یہاں تک کہ کم تعداد کی یہ قوم آئی اور اب ہماری یہ حالت ہو گئی ہے کہ ہم ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے۔“

غیر فانی انسان:

پھر وہ ایک دوسرے سے یہ کہنے لگے: ”یہ لوگ غیر فانی ہیں اور انہیں موت نہیں آتی ہے۔ مگر یہ مرنے والی قوم ہوتی تو ہمارے ملک میں نہ گھستے۔“ (یہ عجیب بات ہے کہ) کسی مسلمان کو ان جنگوں میں کوئی نقصان نہیں ہوا۔ البتہ حضرت عبدالرحمن بن ربیعہؓ کی آخری جنگ میں (مسلمانوں نے جنگی نقصانات برداشت کیے)۔

دشمن کا تجربہ:

پھر یہ لوگ کہنے لگے کہ ”تم (ان کے غیر فانی ہونے کے بارے میں) تجربہ کیوں نہیں کرتے ہو؟“ چنانچہ (اس قسم کا تجربہ کرنے کے لیے) وہ جنگوں اور دلدلی زمینوں میں چھپ گئے۔ جب وہاں سے مسلمانوں کے فوجی گزرے تو انہوں نے (اپنی کمین گاہوں میں سے) مسلمانوں پر تیر اندازی کی اور انہیں قتل کر دیا۔

سخت حملہ:

اس پر انہیں اطمینان ہوا اور ایک دوسرے کو جنگ کے لیے بلا یا اور ایک دن مقرر کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا چنانچہ جنگ میں (حضرت) عبدالرحمن بن ربیعہؓ شہید ہوئے اور شدید جنگ میں مسلمان منتشر ہو گئے اور ان کے دو گروہ ہو گئے تھے ایک گروہ باب کی طرف روانہ ہوا جن کی حفاظت سلمان بن ربیعہؓ نے کی۔ اور وہ انہیں پہ حفاظت نکال لے آئے۔

خزر کے راستہ سے واپسی:

دوسرے گروہ نے خزر کا راستہ اختیار کیا انہیں جیلان اور جرجان کے پہاڑوں پر چڑھنا پڑا اس گروہ میں حضرت سلمان فارسیؓ

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے شامل تھے۔

شوق شہادت:

قیس بن یزید کی روایت ہے کہ یزید بن معاویہؓ نفعی، علقمہ بن قیس، مصد شیبانی اور ابو موسیٰ رحیمی ایک خیمے میں تھے اور عمرو بن عقبہ، خالد بن ربیعہ، مصلح بن زری اور قریش دوسرے خیمے میں تھے دونوں خیمے بلخڑ کے لشکر میں بالکل قریب تھے۔ قریش کہا کرتے تھے: "خون کی چمک دس کپڑوں پر کتنی اچھی معلوم ہوتی ہے" عمر بن عبد ان کی سفید عبا کو دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے: "تمہاری سفید قبا میں خون کی سرخی کتنی اچھی معلوم ہوگی۔"

مجاہد کا خواب:

اہل کوفہ نے حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں کئی سالوں تک بلخڑ میں جنگ کی مگر ان جنگوں میں ان کی نہ کوئی عورت بیوہ ہوئی اور نہ کوئی یتیم ہوا۔ مگر جب طہانی دور کا نوواں سال شروع ہوا تو لشکر کشی سے دو روز پہلے حضرت یزید بن معاویہؓ نے یہ خواب دیکھا کہ ایک ایسا ہرن ان کے خیمے میں لایا گیا کہ اس سے زیادہ خوبصورت ہرن انہوں نے نہیں دیکھا تھا۔ پھر وہ ایک قبر پر (خواب میں) آئے جہاں چار آدمی کھڑے ہوئے تھے انہوں نے ایسی سیدھی اور عمدہ قبر اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔

خون آلود پوشاک:

جب مسلمانوں نے ترکوں کے ساتھ صبح کے وقت جنگ کی تو حضرت یزیدؓ کو ایک پتھر آ کر لگا۔ جس سے ان کا سر پھٹ گیا اس طرح ان کی پوشاک کو خون کے ذریعے زہب و زینت حاصل ہوئی اور (اس کی تعمیر) وہ مشکلی ہرن (غزال) تھا جو انہوں نے (خواب میں) دیکھا تھا۔ اور اس خون سے ان کی قبا کے حسن و جمال میں اضافہ ہوا۔

معحد کی شہادت:

لشکر کشی سے ایک دن پہلے صبح کے وقت معحد نے علقمہ بن قیس سے کہا:

"آپ مجھے اپنی چادر عاریطہ دیں تاکہ میں اس سے اپنا سر باندھ لوں" انہوں نے چادر دے دی۔ پھر وہ اس برج کے قریب آئے جہاں یزیدؓ نفعی جو شہید ہوئے تھے۔ وہاں سے انہوں نے تیر چلائے اور دشمن کے کئی آدمی قتل کیے۔ پھر انہیں پتھر پھینکنے والے آلے کا ایک پتھر لگا جس سے ان کی کمر پڑی پھٹ گئی اس وقت ان کے ساتھی انہیں کھینچ کر لے گئے اور انہیں حضرت یزیدؓ کے پہلو میں دفن کیا۔

قباے لالہ گلوں:

حضرت عمرو بن عبد جہشؓ بھی زخمی ہو گئے انہوں نے بھی اپنی قبا کو اسی طرح (لالہ گلوں) دیکھا جیسا کہ وہ چاہتے تھے اور وہ بھی شہید ہو گئے۔

مسلمانوں کو شکست:

جب باقاعدہ جنگ کا دن آیا تو قریش نے بھی جنگ کی یہاں تک کہ جنگ میں ان کی پوشاک پھٹ گئی اور ان کی قبا اس طرح ہو گئی کہ ان کی زمین سفید تھی اور اس پر سرخ خون کے نقش و نگار تھے (جب تک وہ لڑتے رہے اس وقت تک) مسلمان ثابت قدم

رہے اور جب وہ شہید ہو گئے تو ان کی شہادت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔

تین مجاہدوں کی شہادت:

داؤد بن یزید بیان کرتے ہیں: "یزید بن معاویہ غنی، عمرو بن عبیدہ اور معبد بن جندبہ (تینوں) ہاجر کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ معبد نے عاتکہ کی چادر سر پر باندھی ہوئی تھی۔ انہیں مجنیق کے چکر کا ایک ٹکڑا لگا۔ انہوں نے اسے اہمیت نہیں دی اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور شہید ہو گئے۔ عاتکہ نے ان کا خون دھویا۔ مگر (اس کا نشان) زائل نہیں ہوا۔ عاتکہ اس چادر کو اڑھ کر جعد کی نماز میں شریک ہوتے تھے اور فرماتے تھے: "میں اسے اس لیے پسند کرتا ہوں کہ اس میں معبد کا خون ہے۔"

عمرو بن عبیدہ نے سفید قبا پہنی اور کہا "اس پر خون کتنا خوشنما معلوم ہوگا" چنانچہ ایک ہتھیار آ کر لگا اور وہ شہید ہو گئے وہ بالکل لہو لہان ہو گئے تھے۔

شہید کا خواب:

حضرت یزید بن جندبہ کو بھی اسی قسم کی کوئی چیز آ کر لگی تھی اور وہ شہید ہو گئے تھے اس سے پہلے انہوں نے قبر کھودی تھی تو یزید نے اسے دیکھا کہ کہا تھا "یہ کتنی اچھی ہے" انہوں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک ایسا غزال (مٹلی ہرن) ان کے پاس لایا گیا کہ اس سے زیادہ خوبصورت غزال انہوں نے نہیں دیکھا تھا چنانچہ وہ غزال وہی ثابت ہوئے۔ یزید نہایت حسین و جمیل ساتھی تھے۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

اہل کوفہ کی بے وفائی:

جب حضرت عثمان غنیؓ کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا: "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ" (ہم اسی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) اہل کوفہ نے بے وفائی کی۔ اے اللہ! تو انہیں معاف کر اور ان کی توبہ قبول کر۔

ہاجر کے فوجی حکام:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ سعید بن العاصؓ نے مذکورہ بالا سرحد پر سلمان بن ربیعہ کو حاکم بنایا اور جب اہل کوفہ کو جنگی امداد کے بھیجا تو ان کا سپہ سالار حذیفہ بن الیمانؓ کو مقرر کیا۔ اس سرحد پر اس سے پہلے عبدالرحمن بن ربیعہؓ جنگ کر رہے تھے حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی خلافت کے دسویں سال اس سرحدی مقام کے لیے اہل شام کی امدادی کمک بھیجی جس کی قیادت حبیب بن مسلمہ قرظیؓ کر رہے تھے۔

امارت پر اختلاف:

سلمان بن ربیعہؓ ان کے بھی امیر مقرر ہوئے مگر حبیبؓ نے (ان کی قیادت قبول کرنے سے) انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ اہل شام یہ کہنے لگے "ہم نے ارادہ کیا کہ ہم سلمان بن ربیعہ کو زد و کوب کریں" اس پر دوسرے لوگوں (اہل کوفہ) نے کہا "ایسی صورت میں ہم بھی حبیب کو زد و کوب کریں گے اور اسے قید کر دیں گے اور اگر تم اس پر بھی مطیع نہیں ہوئے تو ہمارے اور تمہارے درمیان مقتولوں کی تعداد بکثرت ہو جائے گی۔"

چنانچہ اس بن مغراء نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

اہل کوفہ کے دعوے:

- ① اگر تم سلمان (بن ربیعہ) کو مارو گے تو ہم تمہارے حبیب (بن مسلمہ) کو زد و کوب کریں گے اور تم ابن عفان جو کوفہ کی طرف کوچ کر جاؤ گے تو ہم بھی جا سکیں گے۔
- ② اگر تم انصاف سے دیکھو گے تو حقیقت میں یہ سرحدی مقام ہمارے امیر کی سرحد ہے۔ یہ (دیکھو) امیر فوج کو لے کر آ رہا ہے۔
- ③ ہم اس سرحد کے حکام ہیں اور ہمیں اس کی حفاظت کرتے تھے جب کہ ہم اس سرحد پر تیر اندازی کرتے تھے اور دشمنوں کو عذاب دیتے تھے۔

حبیبؓ کے عزائم:

حبیب بن مسلمہ جو کوفہ نے ارادہ کیا کہ وہ صاحب اسباب پر بھی حاکم بن جائے جس طرح وہ اس پہ سالار پر جو کوفہ آیا تھا عمرانی کرنے کا دعویٰ کرتا تھا۔ جب حضرت حذیفہؓ جو کوفہ نے یہ بات محسوس کی تو انہوں نے بھی اس کو برقرار رکھا اور دوسرے لوگوں نے بھی اسے بحال رکھا۔

حضرت حذیفہؓ کی بددعا:

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے اس مقام پر تین جنگیں کیں اور تیسری جنگ کے موقع پر انہیں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا:

"اے اللہ! تو تین عثمان پر لعنت بھیج اور ان لوگوں کو بھی ملعون قرار دے جو حضرت عثمانؓ سے جنگ کرتے رہے اور ان سے عداوت رکھتے تھے۔ اے اللہ! ہم ان کی شکایت کرتے تھے۔ اور وہ بھی ہمیں ملامت کرتے تھے۔ جس طرح ان سے پہلے کے (خلیفہ) ہمیں ملامت کرتے تھے۔ مگر ان (قتلہ پردازوں) نے ان باتوں کو قتلہ و فساد کا ذریعہ بنا لیا۔ اے اللہ! تو ان لوگوں کو تلواریں ہی کے ذریعہ فنا کر۔"

اکابر صحابہؓ کی وفات:

اس سال (۳۲ھ میں) بہ روایت واقعہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے وفات پائی اور وہ وفات کے وقت پچتر سال کے تھے۔

اسی سال حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ بھی فوت ہوئے وہ اس وقت اٹھاسی سال کے تھے۔ وہ رسول اللہؐ بیسٹھ سال سال بڑے تھے۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن زید بن عہدہؓ نے بھی وفات پائی یہ وہ صحابی تھے جنہیں خواب میں اذان کا طریقہ بتایا گیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات:

اسی سال حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بمقام مدینہ منورہ وفات پائی اور بقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمارؓ جو کوفہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ جو کوفہ نے نماز

(جنازہ) پڑھائی۔

اسی سال ابوطلحہ جوشنہ نے بھی وفات پائی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات:

سیف کی روایت ہے کہ اس سال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی۔ ان کی وفات کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آٹھویں سال ماہ ذوالحجہ میں جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا:

”اے میری بیٹی، کیا تم کسی کو آتے ہوئے دیکھ رہی ہو؟“ وہ بولیں ”نہیں“ اس پر انہوں نے فرمایا: ”ابھی میری موت کا وقت نہیں آیا ہے۔“ پھر انہوں نے اپنی بیٹی کو حکم دیا تو انہوں نے بکری ذبح کی پھر اسے پکایا۔ بعد ازاں انہوں نے فرمایا: ”جب وہ لوگ آجائیں جو مجھے دفن کریں گے تو ان سے یہ کہنا: ”ابوذر رضی اللہ عنہ، تمہیں قسم دلا کر یہ کہتا ہے کہ تم واپس جانے کے لیے اس وقت تک سوار نہ ہونا جب تک کہ تم کھانا نہ کھاؤ۔“

سواروں کی آمد:

جب انہوں نے کھانا پکالیا تو فرمایا ”دیکھو! کیا تم کسی کو دیکھ رہی ہو؟“ وہ بولیں ”ہاں! یہ سوار آ رہے ہیں“ اس پر آپ نے فرمایا میرا رخ قبلہ کی طرف کر دو۔“ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”بسم اللہ و باللہ و علی منہ رسول اللہ ﷺ“ بعد ازاں ان کی صاحبزادی نے نکل کر ان (سواروں) کا استقبال کیا اور کہا:

وفات کی خبر:

”اللہ تم پر رحم کرے تم ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ“ وہ بولے ”وہ کہاں ہیں؟“ ان کی صاحبزادی نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”وہ فوت ہو گئے ہیں۔ تم انہیں دفن کر دو“ وہ بولے ”کیا خوب سعادت مندی ہم کو اللہ نے عطا فرمائی ہے“ اہل کوفہ کے اس قافلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”وہ (حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ) تن جہاد نیا سے رخصت ہوں گے اور تن جہاد دوبارہ انھیں ملے۔“

تکفین و تدفین:

ان لوگوں نے انہیں غسل دیا اور کفن پہنایا۔ پھر انہوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کر دیا۔ جب انہوں نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو ان کی صاحبزادی نے ان سے کہا:

واپسی:

بے شک ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ کو سلام کہا تھا اور آپ کو قسم دلا کر یہ کہا تھا کہ آپ سوار ہونے سے پہلے کھانا تناول فرمائیں۔ چنانچہ انہوں نے کھانا کھایا پھر ان کے اہل و عیال کو سوار کر کر مکہ معظمہ لے آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو (حضرت) ابوذر رضی اللہ عنہ کی

وفات کی خبر سنائی انہوں نے ان کی صاحبزادی کو اپنے اعلیٰ و عیال میں شامل کر لیا۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ ابوذرؓ پر رحم کرے اور رافع بن خدیجؓ جو شہد کی وہاں رہنے پر مغفرت فرمائے۔“

چودہ سوار:

طلحہ بن زری بیان کرتے ہیں ”ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ روانہ ہوئے ہم چودہ سوار تھے۔ جب ہم بڑھ کے مقام پر پہنچے تو ایک عورت ہم سے ملی اور ہم سے بولی ”تم ابوذرؓ کے پاس جاؤ“ ہمیں اس سے پہلے ان کا کوئی حال معلوم نہیں تھا۔ اس لیے ہم نے کہا:

حضرت ابوذرؓ کا حال:

حضرت ابوذرؓ کہاں ہیں اس عورت نے ایک خیمہ کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے پوچھا ”خیمیں کیا ہوا؟“ وہ بولیں ”انہوں نے کسی وجہ سے مدینہ چھوڑ دیا تھا“ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دریافت کیا ”انہوں نے صحرائی کیوں اختیار کی؟“ وہ بولیں:

”امیر المؤمنین (حضرت عثمانؓ) نے اس بات کو ناپسند کیا تھا مگر وہ (حضرت ابوذرؓ) یہ فرماتے تھے کہ یہ بھی مدینہ ہے۔“

جھینیر و عقیق:

اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اصرار رکھے وہ رو رہے تھے۔ پھر ہم نے انہیں غسل دیا اور کفن پہنایا اور اس وقت ان کا خیمہ ملک کی خوشبو سے بسا ہوا تھا۔ ہم نے اس عورت (ان کی لڑکی) سے پوچھا ”یہ کیا ہے؟“ وہ بولیں:

ملک کی خوشبو سے استقبال:

ان کے پاس ملک تھی جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو وہ فرمانے لگے:

”مردہ کے پاس کچھ لوگ آئیں گے انہوں نے کھانا نہیں کھایا ہوگا تو وہ خوشبو سونگھیں گے۔“

چنانچہ انہوں نے ملک کو پانی میں ڈبوایا اور اس پانی کو تمام خیمے میں چھڑک دیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

”تم اس خوشبو سے ان کا استقبال کرو اور یہ گوشت انہیں پکا دو کیونکہ میرے پاس صالح قوم آئے گی اور وہی لوگ میرے دفن کا انتظام کریں گے تم ان کی مہمان نوازی ضرور کرنا۔“

چنانچہ جب ہم نے انہیں دفن کر دیا تو ان کی صاحبزادی نے ہمیں کھانے کی دعوت دی۔ ہم نے کھانا کھایا۔ پھر ہم نے انہیں لے جانا چاہا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

قافلے کی روانگی:

”امیر المؤمنین ہمارے قریب ہیں۔ ہم ان سے مشورہ کریں گے۔“

جب ہم مکہ معظمہ آئے تو ہم نے (ان کی وفات کی) اطلاع دی۔ اس پر آپ نے فرمایا:

”اللہ ابوذرؓ پر رحم کرے اور بڑھ میں مقیم ہونے پر ان کی مغفرت فرمائے۔“

جب وہ حج سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ربذہ کا راستہ اختیار کیا اور ان کے اہل و عیال کو اپنے عیال میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ مدینہ منورہ چلے گئے اور ہم عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ ہمارے قافلے میں ذیل کے حضرات شامل تھے:

اسمائے گرامی:

- ۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ۲۔ ابو مضر تمیمی ۳۔ بکر بن عبداللہ تمیمی ۴۔ اسود بن یزید نخعی ۵۔ علقمہ بن قیس نخعی
- ۶۔ صحال بن ذری ضی ۷۔ حارث بن سوید تمیمی ۸۔ عمرو بن قتیبہ بن فرقہ سلمی ۹۔ ابن ربیعہ سلمی ۱۰۔ ابورافع مزی
- ۱۱۔ سوید بن شعبہ تمیمی ۱۲۔ زیاد بن معاویہ نخعی ۱۳۔ اخوانہد شع سلمی ۱۴۔ معصود شیبانی کاہنائی۔



فتوح ترکستان

۳۲ھ میں عبداللہ بن عامر جہلمی نے مرو و زخا تعان فار یا ب جوز جان اور طارستان کے علاقے فتح کیے۔

ابن میرین فرماتے ہیں: ”حضرت عبداللہ بن عامر جہلمی نے اخف بن قیس جہلمی کو مرو و زخا بھیج دیا۔ وہاں جا کر انھوں نے وہاں کے لوگوں کا حاصرہ کر لیا۔ جب وہ مقابلے کے لیے نکلے تو مسلمانوں نے جنگ کرنے کے بعد انہیں شکست دے دی۔ یہاں تک کہ وہ قلعہ بند ہونے پر مجبور ہو گئے۔ قلعہ میں سے جہا تک کروہ بولے ”اے اقوام عرب! تم ہمارے خیال میں ایسے نہ تھے جیسے کہ ہم دیکھتے ہیں۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ تم ویسے ہو جیسا کہ ہم نے مشاہدہ کیا تو ہمارا اور تمہارا معاملہ مختلف ہوتا۔ تم ہمیں ایک دن غور کرنے کی مہلت دو اور اپنے لشکر کی طرف واپس چلے جاؤ۔“

حاکم مرو کا قاصد:

حضرت اخف واپس چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو مسلمانوں نے جنگ کی تیاری کر لی تھی مگر شہر سے ایک عجیب شخص نکلا اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ اس نے کہا:

”میں قاصد ہوں۔ آپ مجھے پناہ دیں۔“ مسلمانوں نے اس کو پناہ دے دی تو وہ مرو کے (حاکم وزیندار) کا خط لایا تھا۔ انہوں نے خط کو پڑھا تو وہ سپہ سالار کے نام تھا اور اس کا مضمون یہ تھا۔

حاکم مرو کا خط:

ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں جس کے قبضے میں دنیا کی سلطنتیں ہیں۔ وہ جس ملک میں چاہتا ہے انقلاب برپا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے دولت کے بعد سر بلند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سر بلندی کے بعد زوال عطا کرتا ہے۔

مجھے آپ سے مصالحت اور جنگ بندی پر اس بات نے آمادہ کیا ہے کہ میرے جدا امجد مسلمان ہو گئے تھے۔ انہوں نے آپ کے حاکم کی طرف سے نہایت قدر و منزلت کا سلوک ملاحظہ کیا تھا۔ اس لیے میں آپ کو لوگوں کا خیر مقدم کرتا ہوں اور بشارت دیتا ہوں نیز مصالحت کی دعوت دیتا ہوں میں آپ کو ساٹھ ہزار درہم خراج ادا کرتا رہوں گا آپ میرے قبضہ میں وہ جاگیر رہنے دیں جو شہنشاہ کسریٰ نے میرے پردادا کو اس وقت عطا کی تھی جب کہ انہوں نے اس اڈہ دے کو مار ڈالا تھا جس نے آدمیوں کو نگل لیا تھا اور مرو سے اراضی اور دیہات کے راستے لوگوں کے چلنے کے لیے بند کر دیئے تھے۔

شرائط صلح:

آپ میرے گھر سے کسی شخص سے خراج نہیں لیں گے اور حق حکومت میرے خاندان کے علاوہ اور کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ اگر آپ مجھے یہ رعایت دیں گے تو میں آپ کے پاس (مزید گفت و شنید کے لیے) آ سکتا ہوں۔ میں نے اپنے پیچھے مہاک کو آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ وہ میری شرائط کو پختہ طور پر طے کر سکے۔

خط کا جواب:

حضرت اخف بن قیسؓ نے اس کے جواب میں یہ تحریر کیا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (یہ خط) صحیح بن قیس سپہ سالار کی طرف سے مروروہ کے حاکم باذان اس کی ساتھی اساورہ کی فوج اور دیگر اہل یمن کے نام ہے۔

جو لوگ (اسلامی) ہدایات کی پیروی کریں ایمان لائیں اور تقویٰ اختیار کریں ان کو سلام پہنچے تمہارا بھتیجا ماہک ہمارے پاس آیا ہے اس نے آپ کے لیے خلیفہ کو شیشیں کیں اور آپ کا پیغام پہنچایا۔ میں نے آپ کا معاملہ اپنے ساتھی مسلمانوں کے سامنے پیش کیا کیونکہ ہم سب آپ کے معاملے کا تصفیہ کرنے کے لیے برابر کے حق دار ہیں۔

شرائط اطاعت:

ہم نے آپ کی شرائط قبول کر لی ہے بشرطیکہ آپ اپنے کسانوں اور رعایا کی طرف سے نیز ان کی اراضی کے عوض ساٹھ ہزار درہم مجھے اور میرے بعد کے مسلم حکام کو ادا کرتے رہیں۔ البتہ وہ اراضی مستغنی رہیں گی جن کے بارے میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ وہ حاکم کسریٰ نے آپ کے پردادا کو اس لیے جاگیر کے طور پر عطا کی تھی کہ انہوں نے اس اوڈے کو مار ڈالا تھا جس نے زمین میں فساد برپا کر رکھا تھا اور راستے بند کر دیے تھے۔ یہ سرزمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے۔

آپ پر مسلمانوں کی مدد کرنا فرض ہے اور اگر مسلمان چاہیں اور اسے پسند کریں تو آپ اپنی اساورہ کی فوج کے ساتھ ان کے دشمن کے ساتھ جنگ کریں۔ اگر آپ کی ہم قوم جماعت میں سے کوئی پیچھے سے حملہ کرے گا تو مسلمان اس کے برخلاف مدد دیں گے۔

شرائط کی منظوری:

یہ تحریر میں نے لکھ دی ہے تاکہ میرے بعد آپ کو مفید ثابت ہو آپ پر اور آپ کے خاندان اور رشتہ داروں سے خراج وصول نہیں کیا جائے گا۔ اگر آپ اسلام قبول کر لیں اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کریں تو آپ کو مسلمانوں کی طرح عطیات و وظائف اور مراتب حاصل ہوں گے اور آپ اسلامی برادری میں شامل ہو جائیں گے۔

اس تحریر کے میں اور میرے باپ نیز مسلمان اور ان کے آباء و اجداد مددگار ہیں۔

معاہدہ کے گواہ:

اس معاہدہ کے مندرجہ ذیل حضرات گواہ ہیں: ۱۔ جزء بن معاویہ یا معاویہ بن جزء سعدی ۲۔ حمزہ بن ہرماں مازنی

۳۔ حمید بن انخار مازنی ۴۔ عیاض بن ورقاء اسدی۔

کاتب معاہدہ:

اس معاہدہ کو کیسان مولیٰ بنو غلبہ نے بروز یکشنبہ ماہ محرم الحرام میں تحریر کیا اور سپہ سالار اخف بن قیسؓ نے اس پر مہر لگا دیا

حضرت اخف بن قیسؓ کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا فید اللہ۔

بھاری فوج کا اجتماع:

مقاتل بن حیان کی روایت ہے کہ عبد اللہ بن عامر نے اہل مرو سے صلح کر لی تھی۔ انہوں نے (حضرت) اخفؓ کو چار

ہزار فوج دے کر اہل طارستان اور اہل جوزجان، طالقان اور قاریاب کی طرف روانہ کیا۔ اس وقت ان کی فوجوں کے تین ڈویژن تھے ہزار فوج کے اکٹھے ہو گئے تھے۔ جب حضرت اخف کو ان کی فوجوں کے اکٹھے ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے مسلمانوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے مختلف خیالات کا اظہار کیا۔ کسی نے کہا: ”ہم مرواہٹ جائیں“ کسی نے کہا: ”ہم ابرشہر واپس چلے جائیں“ ایک شخص کی رائے تھی ”ہم یہاں مقیم ہو کر امداد طلب کریں“ دوسرے شخص نے یہ کہا: ”ہم ان سے مقابلہ کر کے جنگ کریں“۔

سپاہیوں کے خیالات:

جب شام ہو گئی تو حضرت اخف جھوٹے لشکر کے جھبوں میں گشت کرنے کے لیے نکلے تاکہ وہ سپاہیوں کی باتیں سنیں۔ جب وہ خیمہ والوں کے پاس سے گزرے تو ایک (پکانے کے لیے) آگ جلا رہا تھا یا آگ گوندھ رہا تھا اور کچھ لوگ باتیں کر رہے تھے اور دشمن کا ذکر کر رہے تھے کسی شخص نے کہا: امیر کے لیے صبح رائے یہ ہے صبح جوتے ہی روانہ ہو جائے اور جہاں دشمن سے دو چار ہو جائیں جنگ شروع کر دے اس طرح ان پر عجب پڑے گا۔“ وہ شخص جو آگ گوندھ رہا تھا بولا: ”اگر امیر ایسا کام کرے تو وہ سخت غلطی کا ارتکاب کرے گا اور تم بھی اس غلطی کے مرتکب ہو گے۔ کیا تم اسے یہ مشورہ دے سکتے ہو کہ وہ ان کی سرحد اور ان کے وطن کے اندر چل کر جائے اور قلیل تعداد کے ساتھ جنہیں حضرت اخف جھوٹے نے شکست دی تھی۔ حضرت اخف جھوٹے نے اس لشکر سے جنگ کی تھی اس کے بعد مسلمانوں نے زوردار حملہ کیا جس میں دشمن کے بہت سے شہسوار مارے گئے۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا کی اور انہوں نے دشمن کو شکست دی اور ان کو تباہ کیا۔

فتح ہرات

ایاس بن مہلب کی روایت ہے کہ حضرت اخف مرو و زبلخ کی طرف گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا پھر وہاں کے لوگوں نے ان سے چار لاکھ کی رقم ادا کرنے پر صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ انھوں نے (اس شرط پر) صلح منظور کر لی۔ انھوں نے اپنے چچا زاد بھائی اسید بن متشمس کو اس کے لیے بھیجا کہ وہ ان سے مصالحت کی رقم وصول کرے۔ وہ خود خوارزم گئے اور وہاں قیام کیا۔ یہاں تک کہ ان کو موسم سرما نے آگھیرا۔ اس وقت انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کے لیے پوچھا ”تمہاری کیا رائے ہے؟“ حصین نے ان سے کہا ”اس کا جواب آپ کو عمر و بن معدی کرب جھوٹے (اشعار میں) دے چکا ہے۔“ وہ بولے وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ شعر کہتا ہے:

”جب تم کوئی کام نہ کر سکو تو اسے چھوڑ دو اور اس کے بجائے وہ کام کرو جسے تم انجام دے سکو۔“

مہر جان کے وظائف:

اس پر حضرت اخف جھوٹے نے کوچ کرنے کا حکم دیا اور بلخ کی طرف لوٹ آئے اس وقت تک ان کے چچا زاد بھائی نے مصالحت کی رقم وصول کر لی تھی۔ خراج کی وصولی کے موقع پر مہر جان کا تہوار بھی آ گیا تھا اس لیے اہل بلخ نے انہیں سوئے چاندی کے برتن درہم و دینار ساز و سامان اور کپڑے پیش کیے اس پر حضرت اخف جھوٹے کے چچا زاد بھائی نے پوچھا: ”کیا یہ بھی اس معاہدہ میں

شامل ہیں جس کے مطابق ہم نے تم سے صلح کی تھی؟“ وہ بولے ”نہیں مگر اس دن اپنے حاکم کو یہ چیزیں ہمدردی حاصل کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔“

تحائف پر قبضہ:

وہ بولے: ”آج کیا دن ہے؟“ ان لوگوں نے کہا ”آج مہر جان ہے“ وہ بولے ”مجھے نہیں معلوم ہے کہ یہ دن کیا اہمیت رکھتا ہے۔ تاہم مجھے ان چیزوں کا لوٹنا بھی پسند نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ میرا حق ہو۔ اس لیے ان پر قبضہ کر لیتا ہوں۔ مگر انہیں الگ رکھوں گا تا کہ ان پر غور کر سکوں چنانچہ وہ (ان تحائف کو) وصول کرنے کے بعد حضرت احنف رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں یہ بات بتائی۔ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے وہی بات دہرائی جو انہوں نے ان کے چچا زاد بھائی سے کہی تھی۔ اس پر انہوں نے کہا ”میں یہ سامان امیر (عبداللہ بن عامرؓ) کے پاس لے جاؤں گا۔“ چنانچہ وہ ان تحائف کو عبداللہ بن عامر کے پاس لے گئے اور انہیں صورت حال سے مطلع کیا۔ اے ابو بکر تم انہیں قبول کر لو کیونکہ یہ تمہارا حصہ ہے وہ بولے: ”مجھے ان کی ضرورت نہیں۔“ اس پر ابن عامر نے کہا ”اے سارا! تم اسے لو“ چنانچہ فرشی نے اسے وصول کر لیا۔

ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے بلخ پر بشر بن الحارثؓ کو حاکم بنایا۔

ہرات کی طرف ہم:

صدقہ بن حمید کی روایت ہے کہ جب عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اہل مرو سے مصالحت کی اور حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے اہل بلخ سے مصالحت کی تو ابن عامر نے خلید بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہرات کی طرف روانہ کیا۔ اس مہم میں بازنطیں کا علاقہ بھی شامل تھا انہوں نے اس علاقے کو فتح کر لیا۔ پھر انہوں نے بغاوت کی اور قارن کے ساتھ ہو گئے۔

ابن عامر کی وسیع فتوحات:

داؤد کی روایت ہے کہ جب حضرت احنف رضی اللہ عنہ ابن عامر کے پاس واپس آئے تو لوگوں نے ابن عامر سے کہا ”کسی کے ہاتھوں سے اتنے علاقے فتح نہیں ہوئے جتنے تمہارے ہاتھوں سے فتح ہوئے ہیں (ان میں) قارس کرمان، جحسان اور تمام خراسان کا علاقہ شامل ہے“ اس پر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

فتوحات کا شکر:

یہ بات نہایت ضروری کہ میں (ان کامیابیوں پر) اللہ کا شکر اس طرح ادا کروں کہ میں اسی مقام پر احرام باندھ کر عمرہ ادا کروں۔

نیشاپور سے احرام باندھنا:

چنانچہ انہوں نے نیشاپور سے عمرہ کا احرام باندھا۔ جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان سے احرام باندھنے پر ان کو ملامت کی اور فرمایا:

”کاش کہ تم اس کی میعت (احرام باندھنے کی مقرر جگہ) احرام باندھتے جہاں سے مسلمان احرام باندھا کرتے ہیں۔“

دشمن کی فوجوں کا اجتماع:

سکن بن قنادر عربی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عامر نے خراسان پر قیس بن ثشم کو اپنا چائیں بنایا اور خود وہ ۳۲ھ کو وہاں سے چلے گئے اس کے بعد قارن (دشمنوں کے سپہ سالار) نے طحسینؑ ہرات اور قہستان کے علاقوں سے فوج جمع کی اور چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ مقابلے کے لیے آ پہنچا۔

ایک حاکم کی ضرورت:

اس وقت قیس بن ثشم نے عبداللہ بن خازم سے پوچھا:

”تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ بولے میری رائے یہ ہے کہ تم اس ملک کو چھوڑ دو۔ کیونکہ وہاں کا امیر میں ہوں۔“

اس کے بعد اس نے وہ تحریر نکال کر دکھائی جو خود اس نے قصداً جعلی طور پر بنائی تھی۔ تاہم قیس نے اس سے جھگڑا کرنا پسند نہیں کیا اور اسے وہاں چھوڑ کر ابن عامر کے پاس واپس آ گئے۔

قیس اور ابن خازم:

عبداللہ بن عامر نے ان سے ملاقات کی اور کہا: ”تم نے حالت جنگ میں ملک کو کیوں چھوڑا؟“ وہ بولے: ”اس نے مجھے آپ کا تحریری معاہدہ دکھایا ہے“ ان کی والدہ نے کہا: ”میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم ان دونوں کو کسی شہر میں اکٹھے نہ رکھو کیونکہ وہ ان سے جھگڑا کرتے ہیں۔“

ابن خازم کی جنگی تدبیر:

بہر حال ابن خازم چار ہزار کی فوج لے کر قارن کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا جب وہ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچا تو اس نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ہر ایک اپنے نیزے کی نوک پر پکڑے کی دھجی روٹی یا اون بانہ لے پھر اسے کسی پھنکی یا تیل وغیرہ سے چپکا لے۔

شعلہ بردار فوج:

وہ اس طرح روانہ ہوئے کہ جب شام ہوئی تو انہوں نے چھ سو سپاہیوں کا ہراول دستہ آگے بھیجا۔ پھر وہ ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ انہوں نے مسلمان سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ نیزوں کی نوکوں کی طرف آگ روشن کریں اور ایک دوسرے کی پیروی کریں۔ وہ یہ ہراول دستہ لے کر قارن کے لشکر میں آدھی رات کے وقت پہنچے اور ان کے محافظوں پر حملہ کر دیا۔ دشمن دہشت زدہ ہو گیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ رات کے وقت حملے میں ہوگا۔ جب ابن خازم ان کے قریب پہنچے تو دشمن کی فوجوں نے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے ہر طرف آگ کے شعلے دیکھے مگر کوئی آدمی نظر نہیں آیا اس منظر سے وہ بہت خوفزدہ ہوئے۔

دشمن کو شکست:

ابن خازم کا ہراول دستہ ان سے جنگ کرتا رہا پھر خود ابن خازم بھی مسلمان سپاہیوں کو لے کر ٹوٹ پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قارن مارا گیا اور دشمن کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور جہاں تک ممکن ہوا وہ دشمن کا صفایا کرتے رہے وہاں انہیں بہت سے قیدی بھی لے۔

اسیران جنگ:

قبیلہ حمیم کے ایک بوڑھے شخص کا قول ہے کہ صلت بن حریت کی والدہ بھی قارن کی جنگی قیدی تھیں اور زید بن الربیع کی والدہ بھی اس جنگ میں گرفتار ہوئی تھیں۔ اور ابو عبد اللہ بن عون مشہور فقہ اور عالم کی والدہ ام عون بھی اسی جنگ کی اسیر تھیں۔

خراسان پر مستقل حکومت:

ابن خازم نے قارن کے لشکر کو گرفتار کر لیا اور ان کے ساز و سامان پر قبضہ کرنے کے بعد فتح کا حال ابن عامر کے پاس لکھ کر بھیجا۔ اس پر وہ اس سے خوش ہو گئے اور خراسان کو حکومت پر انہیں بحال رکھا چنانچہ وہ خراسان کے حاکم جنگ جمل کے خاتے تک رہے اس کے بعد وہ بھرہ آئے اور ابن الحضرمی کے واقعہ میں شرکت کی اور دار سینیا میں ان کے ساتھ رہے۔

قیس بن الہشیم کو روانہ کرنا:

سلیمان بن کثیر غزالی کی روایت ہے کہ قارن نے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے بڑی فوج جمع کر رکھی تھی۔ مسلمان ان کے مقابلے سے گھبرا گئے چنانچہ قیس بن الہشیم نے عبداللہ بن خازم سے پوچھا: ”تمہاری کیا رائے ہے؟“ وہ بولے: ”میری رائے یہ ہے کہ تم ان کی فوج کی کثرت کو برداشت نہیں کر سکو گے اس لیے تم ابن عامر کے پاس جاؤ اور انہیں مطلع کر دو کہ ہمارے مقابلے کے لیے دشمن کی بہت فوج جمع ہو گئی ہے۔ اس اثنا میں ہم ان قلعوں میں مقیم رہیں گے اور جنگ کو طویل کرتے رہیں گے تم امدادی کمک لے کر پہنچو۔“

ابن خازم کی فتح:

جب قیس بن الہشیم روانہ ہو گئے تو ابن خازم نے تقریباً مد ظہر کیا اور کہا ”مجھے ابن عامر نے خراسان کا حاکم مقرر کیا ہے“ اس کے بعد وہ قارن کے مقابلے کے لیے گیا اور اس پر فتح حاصل کی اور ابن عامر کو فتح کا حال لکھ کر بھیجا تو ابن عامر نے انہیں خراسان کی حکومت پر بحال رکھا۔

اہل خراسان سے جنگ:

اس کے بعد اہل بھرہ خراسان کے لوگوں سے جنگ کرتے رہے جنہوں نے صلح نہیں کی تھی اور جب وہاں جاتے تھے تو چار ہزار فوج پیچھے چھوڑ جاتے تھے ان کا یہ طریقہ ”قننہ“ کے زمانے تک قائم رہا۔



۳۳ھ کے واقعات

واقعی کے قول کے مطابق امیر معاویہؓ نے ملطیہ کی طرف سے روم کے علاقہ حُسن المرآۃ پر حملہ کیا۔ اس سال جب اہل افریقیہ نے عہد شکنی کی تو عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ نے دوبارہ حملہ کیا۔
اہل خراسان کی عہد شکنی:

اس سال عبداللہ بن عامرؓ نے احنف بن قیسؓ کو خراسان کی طرف بھیجا کیونکہ اہل خراسان نے عہد شکنی کی تھی انہوں نے مروشاہ جہان کو مصالحت کے ساتھ اور مرو و زکوشد ید جنگ کے بعد فتح کیا۔ ان کے بعد عبداللہ بن عامر بھی روانہ ہوئے اور ابرشہر میں مقیم ہوئے اور بقول واقعی صلح کے ساتھ اسے فتح کیا۔

ابومعشر کی روایت ہے کہ قبرص ۳۳ھ میں فتح ہوا۔ اس سے پہلے ہم اس کی مخالف روایت اور قبرص کے واقعات تحریر کر چکے

ہیں۔

مخلف کا واقعہ:

اس سال حضرت عثمان بن عفانؓ نے بعض اہل کوذ کو شام کی طرف بھیجا اس کے بارے میں اہل سیر کا اختلاف ہے۔ سیف کی روایت یہ ہے کہ سعید بن العاصؓ کو غلوط خاص میں قادیم۔ مجاہدین قادیہ قراء اہل البصرہ اور معزز حضرات ہی شریک ہوا کرتے تھے یہ اس کی خاص مجلس ہوتی تھی۔ وہ دربار عام کرتا تھا تو اس وقت ہر ایک وہاں آ سکتا تھا۔
سفاوت کی گفتگو:

ایک دن اس کی عام مجلس میں کچھ لوگ بائیں کر رہے تھے کہ ایک شخص جنیس نامی نے کہا: ”طلحہ بن عبداللہ کتنے فیاض ہیں“ اس پر سعید بن العاصؓ نے کہا: ”جس شخص کے پاس تشابیح جیسی جائیدادیں ہوں گی وہ ضرور بہت سخی اور فیاض ہوگا۔ بخدا اگر میرے پاس اس جیسی اراضی ہوتیں تو اللہ تمہیں بہت خوشحالی کے ساتھ زندگی عطا کرتا“ اس پر جنیس کا نوجوان فرزند عبدالرضن بن جنیس بول اٹھا۔
ابن جنیس کی گفتگو:

بخدا میری خواہش یہ ہے کہ ملطہ کا علاقہ آپ کے پاس ہوتا“ اس سے مراد خاندان کسرئی کی وہ اراضی تھیں جو کوذ کے قریب دریائے فرات کے کنارے پر تھیں۔

لوگوں کی سخت کلامی:

دوسرے لوگ (بجز اٹھے اور) کہنے لگے ”اللہ تمہارا منہ توڑے“ بخدا ہم تمہاری (اس بات کے کہنے پر زد و کوب سے) خبر لیں گے۔ (اس کا باپ) جنیس بولا ”یہ بچہ ہے اسے معاف کر دو“ وہ بولے ”یہ ہمارے علاقہ کی اراضی انہیں دینا چاہتا ہے“ وہ

ہوا ”وہ آپ لوگوں کے لیے بھی دو گنی اراضی کی تمنا کرتا ہے“ وہ بولے ”وہ نہ ہمارے لیے چاہتا ہے اور نہ ان کے لیے چاہتا ہے“ وہ بولا ”پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے“ وہ بولے ”بخدا! تم نے اسے یہ بات کہنے کا حکم دیا ہے۔“

محفل میں زرد کو پ:

بعد ازاں اشتر ابن ذی الجحکب جناب معصہ ابن الکواء بن کلیل اور عمر بن ضابی بھڑک اٹھے۔ اور انہوں نے اس نو جوان کو دبوچ لیا۔ اس کا باپ منع کرنے کے لیے گیا تو ان سب لوگوں نے ان دونوں کو اتنا مارا کہ وہ دونوں بیہوش ہو گئے اس وقت سعید بن العاص جلتھ انہیں بہت منع کر رہے تھے مگر وہ نہیں مانے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ان دونوں کو خوب مارا اور اپنے دل کی بھڑاس نکال لی۔

قبیلہ اسد کا محاصرہ:

جب قبیلہ اسد کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے آ کر محل کو گھیر لیا۔ دوسرے قبائل نے آ کر سعید بن العاص جلتھ سے پناہ لینے کی درخواست کی اور کہا ”آپ ہمیں ان سے بچائیے“ اس پر سعید بن العاص جلتھ نکل کر لوگوں کے پاس گئے اور کہنے لگے:

”اے لوگو! کچھ لوگوں کا جھگڑا ہوا تھا اور اب اللہ نے امن و عافیت عطا کی ہے۔“

اس کے لوگ بیٹھ گئے اور گفتگو میں مشغول ہو گئے اور پھر واپس چلے گئے۔

مصالحانہ کوشش:

کچھ عرصہ کے بعد جب دونوں افراد ہوش میں آ گئے تو سعید بن العاص نے کہا: ”تم میں سے کون زندہ ہے“ وہ بولے ”آپ کے مصاحب ہمیں قتل کرنے والے تھے“ سعید بن العاص جلتھ نے کہا ”بخدا! وہ میرے پاس اب کبھی نہیں آئیں گے۔ تم دونوں اپنی زبانوں کو محفوظ رکھو اور لوگوں کے پاس جانے کی جرأت نہ کرو“ چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔

شر پسندوں کی افواہیں:

جب ان لوگوں کے شر و فساد کی توہمات پوری نہیں ہو سکیں تو وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اس قدر افواہیں پھیلانے لگے کہ اہل کوفہ نے سعید بن العاص جلتھ کو اس بات پر ملامت کی۔ وہ کہنے لگے:

”یہ تمہارا خلیفہ موجود ہے انہوں نے مجھے (ان کے بارے میں) کوئی قدم اٹھانے سے منع کر رکھا ہے۔ تم میں سے کسی کو کوئی شکایت ہو تو وہ خلیفہ سے سلسلہ جہانی کرے۔“

چنانچہ کوفہ کے معززین اور نیک افراد نے حضرت عثمان جلتھ کو لکھا:

مفسدوں کی جلا وطنی:

”کہ وہ ان لوگوں کو کوفہ سے نکال دیں۔“ حضرت عثمان جلتھ نے تحریر فرمایا: ”اگر تمہارے معزز سردار اس پر متفق ہوں تو انہیں امیر معاویہ جلتھ کے پاس بھیج دو“ چنانچہ انہوں نے ان لوگوں کو نکال دیا اور وہ ذلیل و مطیع ہو کر امیر معاویہ جلتھ کے پاس پہنچے۔ یہ لوگ دس سے کچھ زیادہ افراد تھے انہوں نے اس کی اطلاع حضرت عثمان جلتھ کو دی اور حضرت عثمان جلتھ نے امیر معاویہ جلتھ کو تحریر کیا:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط:

”اہل کوفہ نے چند افراد کو جنہوں نے فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا نکال کر بھیجا ہے تم ان سے محتاط ہو اور ان کی نگرانی رکھو۔ اگر تم محسوس کرو کہ وہ درست اور اصلاح پذیر ہو گئے ہیں تو تم ان سے اچھا سلوک کرو۔ اور اگر وہ تمہیں عاجز کر دیں تو انہیں لوٹا دو۔“

چنانچہ جب وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان لوگوں کا خیر مقدم کیا اور انہیں کہنے: مریم میں ٹھہرایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق عراق میں جو وظائف ان کو دیے جا رہے تھے۔ وہی وظائف ان کے لیے وہاں بھی مقرر کیے۔ نیز صبح شام انہی کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا کھاتے تھے۔ ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے یہ گفتگو کی۔ اطاعت کی نصیحت:

”تم لوگ عرب قوم میں سے ہو۔ تم نے اسلام کے ذریعہ عزت حاصل کی اور اسی کی بدولت دوسری قوموں پر غالب آئے اور ان کے مراتب و میراث پر قبضہ کیا۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم قریش سے ناراض ہو۔ اگر قریش کا قبیلہ نہ ہوتا تو تم اسی طرح ذلیل و خوار رہتے جیسا کہ تم پہلے تھے۔ تمہارے حکام تمہارے لیے آج تک ڈھال بنے ہوئے ہیں۔ اس لیے تم اپنی ڈھال سے الگ نہ رہو۔ تمہارے حکام آج کل تمہاری زیادتیوں پر صبر کر رہے ہیں اور تمہاری تکالیف کو برداشت کر رہے ہیں۔ سرکشی کا انجام:

خدا کی قسم! تم (اپنی حرکتوں سے) باز آ جاؤ ورنہ اللہ تمہارے اوپر وہ حاکم مسلط کرے گا جو تم پر قلم و حکم کرے گا اور اسے صبر و تحمل کا کوئی خیال نہیں ہوگا اس طرح تم اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد دونوں حالتوں میں رعایا پر مظالم کرنے میں ان لوگوں کے شریک کا راور ذمہ دار سمجھے جاؤ گے۔

باغیانہ جواب:

ان لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: ”آپ نے قریش کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر قریش کا قبیلہ عرب کا اکثر حصہ نہیں ہے اور نہ وہ دور جاہلیت میں سب سے زیادہ طاقتور قبیلہ تھا کہ آپ ہمیں اس سے خوفزدہ بنائیں۔ آپ نے ڈھال کا ذکر کیا ہے تو ڈھال جب لوٹ جائے گی تو ہمارے لیے میدان خالی ہو جائے گا۔“

اسلامی دور کی اہمیت:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اب مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمہاری بیوقوفی نے تمہیں یہ باتیں کہنے پر آمادہ کیا ہے تم اس گروہ کے خلیفہ (اور نمائندہ) ہو مگر مجھے تمہارے اندر بھی عقل نظر نہیں آتی۔ میں تم پر اسلام کے دور کی اہمیت کو واضح کر رہا ہوں اور اس دور کا ذکر کر رہا ہوں۔ مگر تم دور جاہلیت کی باتیں کر رہے ہو۔ میں نے تمہیں نصیحت کی ہے مگر تم اپنی کم عقلی کی بنا پر ڈھال کے کوٹنے کی باتیں کر رہے ہو۔ اللہ ان لوگوں کو رسوا کرے جنہوں نے تمہارے معاملات کو اہمیت دی اور انہیں تمہارے خلیفہ کے سامنے پیش کیا۔“

قریش کی فضیلت:

تم بات کو سمجھو۔ میرے خیال میں تم اس بات کو نہیں سمجھ سکتے ہو کہ قریش کو دور جاہلیت اور اسلامی دور میں محض خدائے بزرگ و

برتری بدولت عزت حاصل ہوئی۔ بلاشبک وشرقریش کا قبیلہ اکثریت میں نہیں تھا اور نہ سب سے زیادہ طاقتور تھا تاہم وہ حسب و نسب میں سب سے زیادہ شریف اور عزت والا تھا۔ اس کا مرتبہ سب سے بلند تھا اور شرافت و مروت میں وہ کامل ترین تھے۔

خانہ جنگی سے نجات:

دور جاہلیت میں جب کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو کھائے جا رہا تھا وہ اللہ کی مہربانی کی بدولت (بدامنی اور خانہ جنگی سے) محفوظ رہے۔ کیونکہ اللہ جسے عزت بخشا ہے اسے ذلیل نہیں کرتا ہے۔ اور جسے سر بلند کرتا ہے اسے کمتر نہیں بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پر امن حرم کعبہ میں آباد کیا جہاں چاروں طرف سے لوگ زیارت کے لیے آتے تھے۔

قریش پر فضل الہی:

کیا جنہیں یہ بات نہیں معلوم ہے کہ اس زمانے میں کوئی عرب ہو یا عجم کالا ہو یا گورا ہر قوم پر کسی اجنبی ملک نے ضرور حملہ کیا اور اس کے ملک کی عزت و حرمت کو نقصان پہنچایا۔ مگر قریش کی قوم ان آفات سے محفوظ رہی۔ جس کسی نے اس کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تو اللہ نے اس کا سر نیچا کیا۔

خدا کے انعامات:

پھر اللہ نے چاہا کہ وہ ان لوگوں کو جنہیں اللہ نے عزت بخشی ہے دنیا کی ذلت اور آخرت کے برے انجام سے نجات دلائے۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنی بہترین شخصیت کا انتخاب کیا پھر ان (رسول اکرم ﷺ) کے لیے ساتھیوں کا انتخاب کیا چنانچہ ان کے بہترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قریش میں سے تھے پھر انہوں نے اس اسلامی مملکت کی بنیاد ڈالی اور اس خلیفہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو مقرر کیا گیا۔ اور یہی ان کے لیے زیادہ موزوں تھے۔

دین اسلام کی حفاظت:

اللہ نے قبیلہ قریش کو دور جاہلیت میں جب کہ وہ اس کے منکر تھے محفوظ و صحیح سالم رکھا تو کیا وہ دین اسلام قبول کرنے کے لیے ان کی حفاظت نہیں کرے گا؟ دور جاہلیت میں اللہ نے انہیں ان بادشاہوں سے محفوظ رکھا جو تم لوگوں پر بھی غالب آ گئے تھے تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر افسوس ہے کاش تمہارے علاوہ اور کوئی گفتگو کرتا مگر تمہیں نے آغا ز کلام کیا۔

بدترین ہستی:

اے معصوم! تمہاری ہستی عرب کی بدترین آبادی تھی۔ جس کی پیداوار سب سے زیادہ بد بودار تھی اور اس کی وادی عیسٰی ترین ہے جو شرف و فساد میں سب سے زیادہ مشہور ہے یہ اپنے پڑوسیوں کو بہت تکلیف پہنچاتی ہے جب کہ کبھی کوئی شریف یا رؤیل یہاں قیام کرتا ہے تو اس پر گالیوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے اور اس پر بدنامی کا ٹیکہ لگ جاتا ہے۔ یہ لوگ تمام عرب میں بہت بدنام ہیں تمام قوموں سے جھگڑتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ ایران کی رعایا تھے اور ان کے پاس رسول اکرم ﷺ کی دعوت اسلام پہنچی مگر تم عمان میں رہے اور بحرین میں قیام نہیں کیا اس لیے تم نبی کریم ﷺ کی دعوت اسلام میں بھی شریک نہیں ہوئے اور اپنی قوم کے بدترین انسان ہو۔

اسلام کے احسانات:

جب اسلام نے جنہیں نمودار کیا اور تم مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر ان قوموں پر غالب آئے جو تم پر غالب تھیں۔ تو تم اللہ

کے دین میں بحروی اختیار کرنے لگے۔ اور ذات و رسوائی کے کاموں کی طرف مائل ہوئے۔ اس طریقہ سے قریش کی شان میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ بلکہ کوئی شخص انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی سے نہیں روک سکے گا۔
بروں کی رسوائی:

شیطان تم سے غافل نہیں ہے۔ اس نے تمہاری قوم میں سے تمہیں شروفاؤں کے لیے چن لیا ہے اور تمہارے ذریعہ لوگوں کو فریب دے رہا ہے۔ وہ تم پر غالب آ گیا ہے۔ تاہم اسے یہ بات معلوم ہے کہ وہ تمہارے ذریعہ اللہ کے فیصلے کو رو نہیں کر سکتا ہے اور نہ مشیت ایزدی کو نال سکتا ہے۔ تم اپنی شرارتوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ البتہ وہ اس سے بدتر برائی کا دروازہ کھول کر تمہیں ذلیل و رسوا کرے گا۔“

یہ کہہ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ آپس میں مشورہ کرتے رہے مگر وہ کچھ نہیں کر سکے۔
 تھوڑے دنوں کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے۔

جانے کی اجازت:

میں نے تمہیں اجازت دے دی ہے۔ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو اللہ تمہارے ذریعہ نہ کسی کو فائدہ پہنچائے گا اور نہ نقصان پہنچائے گا۔ تم کام کے آدنی نہیں ہو اور نہ کسی کو نقصان پہنچا سکو گے۔ البتہ تم اسی قابل ہو کہ تم سے نفرت کی جائے اور تمہیں دور رکھا جائے اگر تم نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنی جماعت میں شامل رہو اور عوام کا ساتھ دو۔ انعام و اکرام پر تم آپ سے باہر نہ رہو، جتنی مارنا اور اتارنا مجھے لوگوں کا کام نہیں ہے۔

”تم جہاں چاہو جا سکتے ہو میں تمہارے بارے میں امیر المؤمنین کو خط لکھنے والا ہوں۔“ جب وہ باہر چلے گئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا اور کہا۔

دو بارہ فیصحت:

میں تمہارے سامنے یہ بات دہرا رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ معصوم تھے انہوں نے مجھے اپنے کام میں شریک کیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے انہوں نے بھی مجھے حاکم مقرر کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے انہوں نے بھی مجھے حاکم مقرر کیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے بھی مجھے حاکم مقرر کیا۔ میں نے ان میں سے کسی کے کام میں کوتاہی نہیں کی اور تمام خلفاء مجھ سے خوش اور مطمئن رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کاموں کے لیے قابل اور مستحق مسلمانوں کو تلاش کیا تھا۔ جاہل اور کمزور افراد کو اس مقصد کے لیے پسند نہیں فرمایا۔

سازشوں کی ناکامی:

بہر حال اللہ بہت طاقتور اور انتقام لینے والا ہے جو اس کے ساتھ کدو فریب کرتا ہے وہ اس کی سازش کو ناکام بنا دیتا ہے اس لیے تم جان بوجھ کر کوئی ایسا کام نہ کرو جسے تم ظاہر نہ کرنا چاہتے ہو کیونکہ اللہ تمہاری خفیہ سازشوں کو ناکام و بے نقاب کر دے گا جیسا کہ خدا نے بزرگ و برتر فرمایا ہے۔

”کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ محض ایمان کا ظاہری اقرار کرنے پر وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور انہیں کسی عذاب میں

جتنا نہیں کیا جائے گا۔“

مفسدوں کے بارے میں رائے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

”میرے پاس وہ لوگ آئے ہیں جو عقل و دینداری سے خالی ہیں۔ اسلام انہیں گراں معلوم ہو رہا ہے اور عدل و انصاف سے وہ جھگ آ گئے ہیں۔ کسی بات میں اللہ کی رضا جوئی ان کے مد نظر نہیں ہے اور نہ وہ کسی معقول دلیل کے مطابق گفتگو کرتے ہیں۔ ان کا اصل مقصد فتنہ و فساد برپا کرنا اور اہل ذمہ کے مال پر قبضہ کرنا ہے اللہ انہیں آزمائش میں ڈالے گا اور مصائب میں مبتلا کر کے انہیں دلیل و رسوا کرے گا وہ دوسروں کے بل بوتے پر اپنی نقصان پہنچا سکیں گے ان کا مقصد شورو شغب سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔“

جزیرہ کی طرف روانگی:

جب یہ لوگ دمشق سے باہر نکل گئے تو کسی شخص نے کہا ”تم کو ذی طرف واپس نہ جاؤ۔ کیونکہ وہ تمہاری مصیبت کو دیکھ کر خوش ہوں گے۔ تم ہمیں جزیرہ کے علاقہ کی طرف لے چلو اور عراق اور شام کا خیال چھوڑ دو“ لہذا وہ جزیرہ پہنچے۔

خالد کی تنبیہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جس کا حاکم مقرر کیا اور جزیرہ کا حاکم حران اور ردہ کا حاکم بھی تھا۔ اس لیے انہوں نے ان لوگوں کو بلا کر یہ کہا ”اے آلہ شیطان! ہم تمہارا خیر مقدم نہیں کرتے ہیں اور نہ تمہاری تعظیم و تکریم کریں گے۔ شیطان عاجز اور در ماندہ ہو گیا ہے مگر تم ابھی تک چست اور مستعد ہو اگر عبدالرحمن نے تمہیں ادب سکھا کر درست نہیں کیا تو اللہ اس کا بھلا نہ کرے۔ وہ تمہیں عاجز اور در ماندہ کر کے چھوڑے گا۔“

مفسدوں کو ہدایت:

مجھے نہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں کس طرح خطاب کروں آیا تم عرب ہو یا عجمی؟ تم مجھ سے ایسی گفتگو نہ کرنا جیسی تم میری اطلاع کے مطابق معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا کرتے تھے میں ابن خالد بن ولید ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے آ زمانے والے نے آزما لیا۔ میں ارتداد کی کمر توڑنے والے کا فرزند ہوں۔ خدا کی قسم! اے کہینے معصہ! اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے کسی ساتھی نے تمہاری ناک توڑ دی ہے اور پھر تمہارا خون چوس لیا ہے تو میں تمہیں دو رنک اڑا دوں گا۔“

معافی کی درخواست:

عبدالرحمن بن خالد نے انہیں کئی مہینوں تک وہاں رکھا جب وہ سوار ہوتے تھے تو انہیں پیدل (اپنے ساتھ) چلاتے تھے اور جب گزرتے تھے تو کہا کرتے تھے: ”اے ابن الخطیہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ جس کسی کو نیکیا درست نہ کر سکا اسے برائی درست کر دینی ہے۔ تم اب وہ باتیں کیوں نہیں کرتے ہو جو تم سعید اور معاویہ کے سامنے کیا کرتے تھے“ اس کے جواب میں وہ شخص اور اس کے دوسرے ساتھی یہ کہتے تھے: ”ہم اللہ کے سامنے توبہ کرتے ہیں۔ آپ ہمیں معاف کریں اللہ آپ کو معاف کرے گا“ وہ اس طرح (معافی مانگتے) رہے تا آنکہ عبدالرحمن بن خالد نے یہ کہا:

قبول توبہ:

”اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے“ انہوں نے اشتر کو حضرت عثمان غنیؓ کے پاس بھیجا اور دوسرے لوگوں سے کہا ”تمہیں اختیار ہے اگر تم چاہو تو یہاں سے جاسکتے ہو اور اگر چاہو تو یہاں قیام کر سکتے ہو“۔

اشتر کی واپسی:

اشتر نے حضرت عثمان غنیؓ کے پاس جا کر توبہ کی اور عداوت کا اظہار کیا نیز اپنی برائی اور برے ساتھیوں سے پرہیز کا وعدہ کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: ”اللہ تمہیں زندہ و سلامت رکھے“ اس زمانے میں سعید بن العاصؓ بھی آئے ہوئے تھے اس لیے حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: ”تم جہاں چاہو قیام کر سکتے ہو“ انھوں نے عبدالرحمن بن خالدؓ کے فضائل بیان کرتے ہوئے ان کے ساتھ رہنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: ”تمہاری یہ بات منظور ہے“ چنانچہ وہ عبدالرحمن بن خالدؓ غنیؓ کے پاس واپس آ گئے۔

سعید بن العاصؓ غنیؓ کا تقرر:

عامر بن سعیدؓ غنیؓ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے سعید بن العاصؓ کو اس وقت کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا جب کہ ولید بن عقبہؓ غنیؓ کے خلاف لوگوں نے شراب نوشی کی گواہی دی آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ ولید بن عقبہؓ غنیؓ کو آپ کے پاس بھیج دیں۔

ولید کی طلبی:

جب سعید بن العاصؓ غنیؓ کوفہ کے حاکم بن کر آئے تو انہوں نے ولید بن عقبہؓ غنیؓ کو یہ پیغام بھیجا ”امیر المومنین آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ ان سے ملاقات کریں“ وہ چند دنوں تک لیٹے رہے۔ پھر سعیدؓ غنیؓ نے ان سے کہا ”آپ اپنے بھائی (حضرت عثمان غنیؓ) کے پاس جائیں۔ کیونکہ انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ کو ان کے پاس بھیجوں“۔

منبر کو دھونا:

سعید بن العاصؓ غنیؓ آتے ہی حکم دیا کہ کوفہ کی جامع مسجد کے منبر کو دھویا جائے۔ قریش کے وہ لوگ جو بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے ساتھ آئے تھے یہ کہنے لگے ”یہ بری بات ہے اگر تمہارے علاوہ اور کوئی اس بات کا ارادہ کرتا تو اسے اس کام سے روک دیا جاتا اس بات سے ہمیشہ کی بدنامی ہوگی“۔ مگر وہ اپنی بات پراڑے رہے۔ چنانچہ منبر کو دھویا گیا اور دھونے کے بعد وہ منبر پر چڑھے۔

ولید کی منتقلی:

انہوں نے ولید بن عقبہؓ کو ہدایت کی کہ وہ دارالامارہ سے منتقل ہو جائیں۔ چنانچہ وہ وہاں سے منتقل ہو کر عمارہ بن عقبہؓ کے گھر میں مقیم ہو گئے۔

کوڑے مارنے کا فیصلہ:

جب ولید بن عقبہؓ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس گئے تو حضرت عثمان غنیؓ نے انہیں اور ان کے مخالفین کو یکجا جمع کیا۔ آخر کار

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں کوڑے مارنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ انہیں (شراب نوشی کے جرم میں) کوڑے مارنے کی حد شرعی جاری کی گئی۔

محفل آرائی:

حضرت عثمان فرماتے ہیں: ”جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کوڑے آئے تو انہوں نے معزز لوگوں کا (اپنی مجلس کے لیے) انتخاب کرنا شروع کیا یہ لوگ ان کے پاس آ کر رات کے وقت داستان گوئی کرتے تھے۔ ایک رات کوڑے کے معزز لوگ داستان گوئی کی محفل میں جمع تھے۔ ان میں دیگر افراد کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات بھی شامل تھے:

۱۔ مالک بن کعب اصبہی ۲۔ اسود بن یزید غسانی ۳۔ علقمہ بن قیس غسانی ۴۔ مالک الاشتر۔

اشتر کی مخالفت:

اس موقع پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ”یہ سواد کوڑہ قریش کا باغ ہے“ اس پر اشتر نے کہا ”کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ علاقہ جسے اللہ نے بزرگ ششیر مال غنیمت میں ہمیں دیا ہے۔ تمہارا اور تمہاری قوم کا باغ ہے؟“ خدا کی قسم! تمہارا بڑے سے بڑا حصہ دار بھی ہمارے برابر ہے۔“ اس کی تائید میں دوسرے لوگ بھی بولنے لگے۔

کوٹوال کی ملامت:

عبدالرحمن اسدی سعید کا کوٹوال تھا۔ اس نے کہا ”کیا تم امیر کی گفتگو کی مخالفت کر رہے ہو؟“ اس نے انہیں بہت سخت کہا۔ اس پر اشتر نے کہا: ”دیکھو یہ شخص جانے نہ پائے۔“

کوٹوال کو زد و کوب:

اس پر لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے اس قدر زد و کوب کیا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر اس کی ہڈی ٹھیس کر کے لٹا دیا گیا اور اس پر پانی چھڑکا گیا۔ اس کے بعد جب اسے ہوش آیا تو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: ”کیا تم زندہ ہو؟“ اس نے کہا ”مجھے آپ کے انتخاب کردہ اسلام کے (رہنماؤں) نے مار ڈالا“ اس پر سعید نے کہا ”بخدا! اب کوئی میری مجلس میں شریک نہیں ہوگا۔“

بغاوت کا آغاز:

اس واقعہ کے بعد یہ لوگ اپنی مجلسوں اور گھروں میں بیٹھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کرنے لگے۔ ان لوگوں کے پاس دوسرے لوگ بھی آنے لگے جب یہ تعداد بہت بڑھ گئی تو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان حالات سے بڑبڑا کر خبر آگاہ کیا اور لکھا ”کوڑے کے چند لوگ جن کی تعداد دس تک ہے جمع ہو کر آپ کے اور میرے خلاف عیب گوئی کر رہے ہیں اور ہماری دینداری پر بھی طعن و تشنیع کر رہے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ان لوگوں کا یہ سلسلہ جاری رہا تو (حنافئین کی تعداد) زیادہ ہو جائے گی۔“

حنافئین کی جلا وطنی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا ”تم انہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو۔“ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس

زمانہ میں شام کے حاکم تھے چنانچہ لو افراد کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا گیا جن میں یہ لوگ بھی شامل تھے: اب۔ مالک الاشتر
۲۔ ثابت بن قیس بن مزیع ۳۔ مکمل بن زیاد فحشی ۴۔ مصعبہ ابن صوحان۔
واقعہ کی مزید تفصیل:

اس روایت کے آگے کے واقعات وہی ہیں جو گزشتہ روایت میں بیان کیے گئے ہیں۔ البتہ اس روایت میں اضافہ یہ ہے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے گفتگو میں ڈھال کا ذکر کیا تو مصعبہ نے اس کے جواب میں یہ کہا ”جب ڈھال میں شکاف ہوگا تو یہ معاملہ خالص ہمارے لیے ہو جائے گا“ اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ڈھال نہیں ٹوٹتی ہے اس لیے تم قریش کے معاملے میں اچھی طرح غور کرو۔“
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

اس روایت میں مزید مذکور ہے ”جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ واپس آئے تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ”بخدا! میں تمہیں کسی چیز کے بارے میں اس وقت تک حکم نہیں دیتا ہوں جب تک کہ میں بذات خود اس پر عمل نہیں کرتا ہوں۔ بلکہ میں اپنے گھر والوں اور خاص لوگوں سے خود سب سے پہلے عمل کراتا ہوں۔“
ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی تعریف:

قریش کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نہ صرف قریش کے شریف ترین انسان ہیں بلکہ سب سے شریف انسان کے فرزند بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام شرفانہ اخلاق کو نہایت صاف اور پاکیزہ بنایا ہے اور ہر قسم کی برائی سے پاک و صاف رکھا ہے۔ اس لیے ان کی جوادا دہوگی و دواشنندہ ہوگی۔
مصعبہ کی تردید:

مصعبہ نے اس کے جواب میں کہا ”آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ اللہ نے اپنے سے ایک شخص کو (حضرت آدم کو) پیدا کیا اور اپنی روح اس میں پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے ان کے لیے سجدہ کیا۔ مگر ان کی اولاد میں نیک بھی ہوئے اور بدکار بھی ہوئے ان میں احمق بھی تھے اور عقلمند بھی ہوئے“ اس رات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے رخصت ہوئے۔ پھر دوسری رات جب آئے تو انہوں نے طویل عرصہ تک ان سے گفتگو کی اور فرمایا:
اصول زندگی:

اے لوگو! تم مجھے صحیح جواب دیا یا خاموش رہو۔ تم غور کرو کہ کیا چیز تمہیں تمہارے اہل و عیال، خاندان اور عام مسلمانوں کے لیے مفید ہو سکتی ہے تم اس کو حاصل کرو۔ تاکہ تم بھی اچھی زندگی گزار سکو۔ اور تمہارے ساتھ ہم بھی زندگی گزاریں۔
قطع کلام:

مصعبہ نے کہا:

”تم اس (حکومت) کے مستحق نہیں ہو اور اللہ کی نافرمانی کے لیے تمہاری اطاعت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

معاویہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

”کیا میں نے آغا زکام میں جنہیں اللہ سے ڈرنے اس کی اور اس کے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے کی تلقین نہیں کی تھی؟ اور یہ بدایت نہیں کی تھی کہ تم اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رو اور تفرقہ اندازی نہ کرو۔“ وہ بولے:

افتراق کا پہلو:

”آپ نے تفرقہ اندازی کا حکم دیا تھا اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے خلاف بات کہی تھی۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اتحاد کی کی تلقین:

”اگر میں نے ایسی کوئی بات کہی تھی تو میں اللہ کے سامنے اس کی توبہ کرتا ہوں اور اب جنہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس کے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرو۔ جماعت کے ساتھ رہو۔ نا اطمینانی سے نفرت کرو اپنے حاکموں کی عزت کرو اور جہاں تک ممکن ہو ان کے ساتھ خیر خواہی کرو اور اگر تم ان کے اندر کوئی (بری) بات دیکھو تو نرمی اور ہمدردی کے ساتھ انہیں سمجھاؤ۔“

صعصعہ کی گستاخی:

صعصعہ نے کہا ”ہم جنہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنے کام سے الگ ہو جاؤ کیونکہ مسلمانوں میں تم سے زیادہ مستحق اور قابل لوگ موجود ہیں“ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

”وہ کون ہیں؟“ اس نے کہا ”یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے باپ سے زیادہ اچھے اسلامی کارنامے انجام دیئے ہیں اور وہ خود بھی تم سے زیادہ پختہ مسلمان ہیں۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدافعت:

اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”بخدا! امیر اسلامی عہد میں اچھا کارنامہ رہا ہے۔ دوسرے لوگوں نے مجھ سے بہتر اسلامی کارنامے انجام دیئے ہوں گے مگر میرے زمانے میں کوئی مجھ سے زیادہ طاقتور اور اس کام کے لیے مجھ سے زیادہ اہل نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ میں یہ صلاحیت دیکھی تھی اور اگر کوئی مجھ سے زیادہ اس کا اہل ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے مقرر نہ کرتے۔ اس کے علاوہ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس کی بنا پر میں اپنے عہدے سے الگ ہو جاؤں بلکہ امیر المومنین (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) اور مسلمانوں کی جماعت اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو امیر المومنین اپنے ہاتھ سے مجھے خط لکھتے تو میں اپنے کام سے استعفاء دے دیتا۔“

نیکی کی نصیحت:

”اگر اللہ کا یہی فیصلہ ہے تو مجھے امید ہے کہ اس سے بہتر کوئی صورت نکل آئے گی۔ تمہاری ایسی باتیں شیطانی تمناؤں کے مطابق ہیں اور وہی ان باتوں کا حکم دیتا ہے۔ اگر تمہارے مشوروں اور تمناؤں کے مطابق احکام جاری ہوتے تو مسلمانوں کے معاملات کبھی درست نہیں رہتے اور ایک دن بھی یہ کام نہ چلا۔ مگر یہ اللہ کی ذات ہے جو ان معاملات کو سدھار رہی ہے اور وہی انہیں تکمیل تک پہنچائے گا اس لیے تم نیکی کی طرف لوٹو اور خیر خواہی کی بات کہو۔“

نافرمانی کی مذمت:

اس کے بعد کئی انہوں نے یہی بات دہرائی کہ ”تم اس کام کے اہل نہیں ہو“۔ اس پر انہوں نے کہا ”دیکھو! اللہ کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر تم اسی طرح شیطان کی اتباع کرتے رہے اور خدا کے رخصن کی نافرمانی کرتے رہے تو خدا کا غیظ و غضب تمہیں اس دنیا میں ڈیل و خوار کرے گا اور آخرت میں بھی تم ہمیشہ کی ذلت و رسوائی میں رہو گے۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ:

اس پر یہ لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جھپٹے اور ان کے سر اور داڑھی کو پکڑ لیا۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ظہر جاؤ! یہ کوفہ نہیں ہے بخدا! اگر اہل شام کو پتہ چل جائے کہ تم نے میرے ساتھ جو ان کا حاکم ہے۔ یہ سلوک کیا ہے تو میں انہیں تمہیں قتل کرنے سے نہیں بچا سکوں گا۔ میری جان کی قسم! تمہاری باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں“ یہ کہہ کر وہ ان کے پاس سے اٹھ گئے اور کہا ”خدا کی قسم! میں اب تمہیں کبھی نہیں بلواؤں گا۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”اے امیر المؤمنین! آپ نے میری طرف ایسے لوگوں کو بھیجا ہے جو شیطان کی زبانوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ اور شیطان ہی ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کے پاس آ کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم پیش کرتے ہیں اس طرح یہ مسلمانوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرتے ہیں کیونکہ ہر شخص ان کا (اندرونی) مقصد نہیں سمجھتا ہے۔ ان کا مقصد تفرقہ پر دازی اور انتشار پھیلانا ہے۔ وہ فتنہ و فساد کو قریب لا رہے ہیں۔ اسلام انہیں گراں معلوم ہو رہا ہے اور وہ اس سے بیزار ہیں بلکہ شیطان کی غلامی ان کے دل میں سرایت کر چکی ہے۔

ان لوگوں نے کوفہ میں اپنے ماحول کے بہت لوگوں کو خراب کر دیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر وہ اہل شام کے درمیان مقیم رہے تو یہ لوگ انہیں بھی اپنی جادو بیانی اور فسق و فجور کے ذریعہ خراب کر دیں گے۔ آپ انہیں ان کے شہر لوٹا دیں تاکہ وہ اسی شہر میں رہیں جہاں سے ان کی منافقت پھوٹی ہے۔“۔ والسلام

کوفہ کی طرف واپسی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں تحریری حکم بھیجا کہ وہ انہیں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس واپس کوفہ بھیج دیں۔ وہاں پہنچ کر ان کی زبانیں پھر کھل گئیں چنانچہ سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ ان سے بہت شک آ گئے ہیں۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انہیں عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس محض روانہ کر دیں۔ وہ محض کے امیر تھے۔ نیز اشتر اور ان کے ساتھیوں کو یہ خط تحریر فرمایا:

محض بھجوانا:

”میں نے تمہیں محض روانہ کر دیا ہے جب میرا یہ خط آئے تو تم وہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ کیونکہ تم اسلام اور اہل اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے ہو۔“۔ والسلام

جب اشتر نے یہ خط پڑھا تو وہ کہنے لگا: ”اے اللہ! یہ (خلیفہ) رعایا کا کچھ خیال نہیں رکھتے ہیں اور سب سے زیادہ گنہ اور معصیت کے کام کرتے ہیں۔ اس لیے تو ان سے جلد انتقام لے“ سعید بن جبشہ نے اس کی یہ بات حضرت عثمان مجتہد کو تحریر کر دی۔ اشتر اور اس کے ساتھی محض پیچھے وہاں عبدالرحمن بن خالد نے انہیں ساحلی مقام پر ٹھہرایا اور ان کا حلیہ مقرر کیا۔

نکتہ چین افراد:

ابو اسحق ہمدانی کی روایت ہے کہ کوفہ میں چند افراد جمع ہو کر حضرت عثمان مجتہد پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ ان میں یہ لوگ شامل تھے: مالک بن حارث اشتر، ثابت بن قیس ثعلبی، کلیل بن زیاد ثعلبی، زید بن صوحان عہدی، جندب بن زبیر غامدی، جندب بن کعب اردی، عمرو بن الحمیر، عمرو بن الحق خزاعی۔

حضرت عثمان مجتہد کو اطلاع:

سعید بن العاص مجتہد نے ان کی باتوں سے حضرت عثمان مجتہد کو مطلع کیا۔ حضرت عثمان مجتہد نے جواب میں انہیں تحریر کیا کہ وہ انہیں شام بھیج دیں تاکہ وہ سرحدوں کے قریب رہیں۔

حکیم بن جبیلہ:

یہ یہ قصہ کی روایت ہے کہ ایک شخص حکیم بن جبیلہ کے پاس آ کر غصہ کیا۔ حکیم بن جبیلہ چور تھا جب مسلمانوں کی فوجیں لوثی قیص تو وہ پیچھے رہ جاتا تھا اور فارس کے علاقے میں جا کر اہل ذمہ کو لوٹا تھا۔ قتلہ و فساد برپا کرتا تھا اور جو چاہتا لوث لیتا تھا اور پھر واپس آ جاتا تھا۔

حکیم کی گرفتاری:

اہل ذمہ اور اہل قبلہ دونوں نے اس کی شکایت حضرت عمر مجتہد کے پاس جا کر کی۔ نبیوں نے عبداللہ بن عامر مجتہد کو کھٹا کہ وہ اسے اور اس جیسے لوگوں کو قید کر دیں اور وہ بصرہ سے نکلنے نہ پائیں تاکہ ان کی اصلاح نہ ہو جائے۔ چنانچہ ابن عامر نے اسے قید کر دیا اور اس کے لیے ممکن نہیں ہوا کہ وہ وہاں سے نکل جائے۔

ابن السدواء کی آمد:

جب ابن السدواء بصرہ میں آیا تو وہ اس کے پاس ٹھہرا اور کافی تعداد اس کے پاس جمع ہونے لگی۔ ابن السدواء نے ان سے جمل باتیں کیں اور ان کی تصریح نہیں کی تاہم لوگ ان باتوں کو ماننے لگے اور انہیں اہمیت دینے لگے۔ ابن عامر نے اسے بلوایا اور پوچھا: ”تم کون ہو؟“ وہ بولا وہ اہل کتاب میں سے تھا جس نے اسلام کو قبول کیا اور اب وہ وہاں رہنا چاہتا ہے۔

اس کی قید انگیزی:

ابن عامر نے کہا: ”تم یہاں سے چلے جاؤ“ چنانچہ وہ وہاں سے کوفہ چلا گیا۔ جب وہاں سے بھی نہ لایا گیا تو وہ مصر میں رہنے لگا اور ان لوگوں سے خط و کتابت کرنے لگا بلکہ فریقین کے مابین لوگوں کی آمد و رفت بھی شروع ہو گئی۔

حمران کو سزا:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ حمران بن ابان نے ایک عورت سے عدت کے اندر نکاح کر لیا۔ حضرت عثمان مجتہد نے اس کو سزا

دی اور ان کا نکاح منسوخ کر دیا اور اسے بصرہ بھیج دیا۔ جہاں وہ ابن عامر کی نگرانی میں رہنے لگا۔
عامر بن عبد القیس:

ایک دن ابن عامر نے اپنی محفل میں سوار ہو کر عامر بن عبد القیس کے پاس جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ عمر لوگوں سے الگ تھک رہتے تھے اس موقع پر حمران نے کہا:
 ”میں آپ لوگوں سے پہلے پہنچ کر اسے اطلاع دیتا ہوں۔“

چنانچہ وہ وہاں گیا جب وہ اس کے پاس پہنچا تو عامر قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا اس نے اسے بتایا ”امیر تمہارے پاس سے گزر کر جا رہے ہیں اس لیے میں نے چاہا کہ میں تمہیں اس کی اطلاع دوں“ عامر نے اس پر بھی تلاوت بند نہیں کی اور نہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔
ابن عامر کی آمد:

جب حمران اٹھ کر جانے لگا تو وہ دروازہ تک پہنچا ہی تھا کہ ابن عامر بھی وہاں پہنچ گئے حمران نے ان سے کہا ”میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آ رہا ہوں جو آل ابراہیم کی فضیلت کا قائل نہیں ہے“ بہرہ ابن عامر نے اجازت طلب کی اور اندر جا کر اس کے پاس بیٹھ گئے۔ عامر نے قرآن کریم بند کیا اور تھوڑی دیر اس سے گفتگو کرتا رہا۔
ابن عامر سے سوالات:

ابن عامر نے اس سے پوچھا ”آپ ہمارے پاس نہیں آتے ہیں؟“ وہ بولا ”سعید بن ابی الرجاہ کو شرف و عزت پسند ہے“ پھر انہوں نے پوچھا ”کیا ہم تمہیں کوئی سرکاری عہدہ دیں؟“ وہ بولا ”حصین بن ابی الحکر کو اس قسم کے کام پسند ہیں“ پھر انہوں نے کہا ”کیا ہم تمہارا نکاح کر دیں؟“ وہ بولا ”رعبیہ بن عسل کو عورتیں پسند ہیں“ پھر پوچھا ”یہ شخص بیان کرتا ہے کہ تم آل ابراہیم کو اپنے سے افضل نہیں سمجھتے ہو“ اس پر اس نے قرآن کریم کھولا اور سب سے پہلی آیت یہ نکلی:
 ”بے شک اللہ نے (حضرت) آدم (حضرت) نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو دنیا پر برگزیدہ بنایا ہے۔“

عامر کی جلا وطنی:

جب حمران لوٹ آیا تو وہ اس بات کی ٹوہ میں لگا رہا پھر اس نے عامر کی چٹل خوری کی اور دوسرے لوگوں نے بھی اس کے خلاف شہادت دی تو انہوں نے اسے شام بھیج دیا۔ جب صحیح بات کا علم ہوا تو اسے واپس آنے کی اجازت دے دی گئی۔ مگر اس نے آنے سے انکار کیا اور شام میں ہی رہنے لگا۔
اس کے خلاف چٹل خوری:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ حمران بن ابان نے ایک عورت سے اس کی عدت کے اندر نکاح کر لیا تھا۔ حضرت عثمان بن عفان نے ان دونوں کو جدا کر دیا (نکاح منسوخ کر دیا) اور اسے زد و کوب کر کے بصرہ بھیج دیا تھا۔ جب اس نے اللہ کی مرضی کے مطابق کام کیے اور حضرت عثمان بن عفان سے چال چلن سے مطمئن ہو گئے تو اسے آنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حمران مدینہ آ گئے۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی آئے جنہوں نے عامر بن عبد قیس کے بارے میں یہ چٹل خوری کی کہ وہ نکاح کرنے کا قائل نہیں ہے اور نہ گوشت

کہتا ہے اور نہ نماز جمعہ میں شریک ہوتا ہے۔

عامر کی عجیب عادت:

عامر بن عبد قیس بالعموم افسردہ رہتا تھا اور اس کا ہر کام پوشیدہ ہوتا تھا۔ ان کے بارے میں حضرت عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن عامر کو کئی اہل انصاف سے اسے امیر معاویہؓ کے بیٹے کے پاس بھیج دیا۔ جب عامر امیر معاویہؓ کے پاس آئے تو امیر معاویہؓ نے ان کو اپنے موافق آدمی پایا ان کے پاس شریعت (گوشت کے شوربے میں بھگوئی ہوئی روٹی تھی) جسے انھوں نے عجیب و غریب طریقے سے کھا یا اسے امیر معاویہؓ نے جوتہ کو پتہ چل گیا کہ ان پر جوئے الزامات لگائے گئے ہیں۔ پھر انھوں نے پوچھا: ”کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم کیوں نکالے گئے ہو؟“ وہ بولے نہیں اس پر امیر معاویہؓ نے فرمایا:

جھوٹے الزامات:

”خبیثہ کو یہ اطلاع دی گئی کہ تم گوشت نہیں کھاتے ہو۔ میں نے تمہیں خود (گوشت کھاتے) دیکھا ہے اس سے مجھے معلوم ہو کہ یہ تم پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے (پھر یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ) تم نکاح کرنے کے قائل نہیں ہو اور نہ جھوکی نماز میں شریک ہوتے ہو۔“

الزامات کی تردید:

عامر نے جواب دیا میں جمعہ کی نماز میں شریک ہوتا ہوں مگر مسجد کی آخری صف میں ہوتا ہوں پھر پہلے لوگوں کے ساتھ واپس آ جاتا ہوں۔

نکاح کا معاملہ یہ ہے کہ جب میں نکاح کا رشتہ دینے کے لیے نکلتا ہوں تو لوگ میری نسبت پر اپنا رشتہ پیش کر دیتے ہیں (اس طرح نکاح کا رشتہ پہلے نہیں ہونے پاتا) رہا گوشت کھانے کا معاملہ تو میں گوشت کھانے کا قائل ہوں مگر میں اس وقت سے قصائیوں کا ذبیحہ نہیں کھاتا ہوں جب کہ میں نے ایک قصائی کو دیکھا ہے کہ وہ ایک بکری کو دیکھا کہ وہ ایک بکری کو گھسیٹ کر مذبح لے گیا پھر جب اس نے ذبح کرنے کے لیے اس کے گلے پر چھری رکھی تو (اللہ کا نام لینے کے بجائے) وہ ”غلاق غلاق“ کا الفاظ کہتا رہا یہاں تک کہ وہ ذبح ہو گئی۔

وطن جانے سے انکار:

امیر معاویہؓ نے جوتہ نے فرمایا (تم اپنے وطن) واپس چلے جاؤ۔ وہ بولے ”میں اب ایسے شہر کی طرف واپس نہیں جاؤں گا جہاں کے باشندوں نے میری اس قدر بے عزتی کی بلکہ میں اسی شہر میں رہوں گا جسے اللہ نے میرے لیے پسند فرمایا ہے۔“ وہ ساطلی مقام پر رہنے لگا اور جب کبھی وہ امیر معاویہؓ سے ملتا تھا تو وہ اس سے کہتے تھے: ”اپنی ضرورت پیش کرو۔“ مگر وہ کہتا تھا:

زہد و استغناء:

”مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے“ جب امیر معاویہؓ بہت اصرار کرتے تھے تو وہ یہ کہتا تھا ”آپ مجھے بصرہ کی گرمی لوٹا دیں شاید کہ روزہ کی شدت مجھے محسوس ہو سکے۔ کیونکہ آپ کے ملک میں (یہ روزہ) بہت ہلکا رہتا ہے۔“

اہل کوفہ سے گفتگو:

سیف ابو حارثہ اور ابو عثمان بنیہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب اہل کوفہ امیر معاویہ بنیہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان لوگوں کو ایک جداگانہ گھر میں ٹھہرایا پھر خلوت میں ان سے گفتگو کیا کرتے تھے اور وہ بھی ان سے باتیں کرتے تھے۔ جب وہ گفتگو کر چکے تو امیر معاویہ بنیہ نے فرمایا:

معصیت کی مذمت:

تمہیں صرف حماقت کا حصہ ملا ہے۔ بخدا! مجھے کوئی معقول اور صحیح گفتگو نہیں معلوم ہوئی اور نہ تمہارے کلام میں معقول دلیل ہے نہ علم و بردباری ہے اور نہ قوت بیان ہے۔ اے صرصہ! تم پر لے در بے کے احمق ہو۔ تم جو چاہو کرو اور جو چاہو کرو۔ مگر احکام خداوندی کو ترک نہ کرو کیونکہ ہر چیز قابل برداشت ہے۔ مگر اللہ کی نافرمانی (قابل برداشت) نہیں ہے۔ نہ رے اور نہ تمہارے درمیان جو اختلافات ہیں تم ان کے بارے میں مختار و مالک ہو۔

نصیحت کا اثر:

چنانچہ اس کے بعد امیر معاویہ بنیہ نے دیکھا کہ وہ نماز میں شریک ہوتے ہیں اور جماعت کے واعظ کی محفل میں بھی شریک ہوتے تھے۔ ایک دن امیر معاویہ بنیہ ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو پڑھا رہے ہیں۔ اس وقت انہوں نے فرمایا:

جماعت سے وفاداری:

”تم میرے سامنے دور جاہلیت کے تازعات پیش کرتے رہے۔ تم جہاں چاہو چلے جاؤ۔ بہر حال تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تم مسلمانوں کی جماعتی اکثریت کے ساتھ رہو گے تو تمہیں خوش نصیب ہو گے وہ لوگ نہیں ہوں گے اور اگر تم نے جماعت کو چھوڑ دیا تو تمہی بد نصیب رہو گے وہ لوگ نہیں ہوں گے بلکہ تم کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔“

اس پر ان لوگوں نے ان کی تحریف کی اور جزائے خیر کی دعا مانگی۔ پھر امیر معاویہ بنیہ نے کہا:

”اے ابن اکثواء! میں کس قسم کا آدمی ہوں؟“۔ وہ بولا:

امیر معاویہ بنیہ کی تحریف:

آپ بہت گہرے آدمی ہیں۔ آپ کی سخاوت و فیاضی بہت وسیع ہے۔ آپ کی حاضر جوابی نہایت پاکیزہ ہے آپ پر علم اور بردباری غالب ہے جو اسلام کا ایک بہت بڑا رکن ہے۔ آپ نے خطرناک سرحدوں کی حفاظت کی ہے۔

اس کے بعد امیر معاویہ بنیہ نے دریافت کیا:

”تم مجھے مختلف شہروں کا حال بتاؤ کیونکہ (مجھے) تم اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ عقیدہ معلوم ہوتے ہو۔“

مختلف شہریوں کا حال:

وہ بولا:

”ان شہریوں سے میں نے خط و کتابت کی اور انہوں نے بھی مجھ سے خط و کتابت کی وہ مجھے نہیں پہچان سکے مگر میں ان سب کو پہچان گیا ہوں۔“

اہل مدینہ شروفساد کے سب سے زیادہ شائق ہیں مگر (عملی طور پر) سب سے زیادہ عاجز ہیں۔

اہل کوفہ و بصرہ کی خامیاں:

اہل کوفہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سب سے زیادہ غور و فکر کرتے ہیں اور بڑی باتوں پر جلد سوار ہو جاتے ہیں۔ اہل بصرہ متحد ہو کر آتے ہیں اور منتشر ہو کر نکلتے ہیں۔

مصر و شام کے باشندے:

اہل مصر بھرپور شروفساد کا ارتکاب کرتے ہیں مگر جلد ہی نادم اور پشیمان ہو جاتے ہیں اہل شام اپنے رہنما کے سب سے زیادہ فرمانبردار ہیں اور بہکانے والے کے بہکائے میں بہت مشکل سے آتے ہیں۔

متفرق واقعات:

اس سال بھی حضرت عثمان غنیؓ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

ابو معشر کا قول ہے کہ اس سال قبر میں فتح ہوا اس کے مخالف روایت کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔



۳۲ھ کے واقعات

ابومعشر (مؤرخ) کا خیال ہے کہ جنگ صواری اس سال ہوئی۔ دوسرے مؤرخین نے (اس سن کے قہین میں) اختلاف کیا ہے چنانچہ اس اختلاف کا تذکرہ اور جنگ کا حال اپنے مقام پر بیان کیا جا چکا ہے اس سال اہل کوفہ نے سعید بن العاصؓ کو معزول کرایا۔

اس سال حضرت عثمانؓ کے مخالفوں نے باہمی خط و کتابت کی تاکہ وہ سب حضرت عثمانؓ کے مہینہ قابل اعتراض کاموں پر غور کرنے کے لیے جمع ہوں۔

مخالفوں کا اجتماع

قیس بن یزید غنی کی روایت ہے کہ جب امیر معاویہؓ نے نکالے ہوئے لوگوں کو واپس کر دیا تو انہوں نے کہا ”عراق اور شام اب ہمارے گھر نہیں رہے ہیں اس لیے جزیرہ کی طرف ہمیں چلنا چاہیے۔“ چنانچہ وہاں وہ اپنی مرضی سے آئے وہاں عبدالرحمن بن خالدؓ نے ان کے ساتھ بہت سختیاں کیں یہاں تک کہ وہ ان کے مطیع و فرمانبردار بن گئے۔ انہوں نے اشتر کو حضرت عثمانؓ کے پاس بھیج دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اسے بلا کر کہا:

”تم جہاں چاہو جاسکتے ہو۔“ اس نے کہا: ”میں عبدالرحمن کے پاس جاؤں گا“ چنانچہ وہ وہاں چلا گیا۔

سعید بن العاصؓ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے گیارہویں سال حضرت عثمانؓ کے پاس گئے تھے۔

ایرانی علاقوں کے حکام:

سعید بن العاصؓ نے کوفہ سے ان کے اخراج سے ایک سے کچھ عرصہ زیادہ پہلے اشعث بن قیسؓ کو آذر بجان کا حاکم مقرر کیا تھا اور سعید بن قیسؓ کو رے کا حاکم مقرر کیا۔ سعید بن قیسؓ (پہلے) ہمدان کا حاکم تھا۔ وہاں سے اسے معزول کر دیا گیا اور ہمدان کا حاکم نسیرؓ بنی کو بنایا گیا۔ اصفہان کا حاکم سائب بن اقرع کو مقرر کیا گیا اور ماہ کا حاکم مالک بن حبیبؓ کو مقرر کیا گیا۔ موصل کے حاکم حکیم بن سلامہ حزامی تھے۔ جریر بن عبداللہؓ قرقیہ کے حاکم تھے۔ سلمان بن ربیعؓ ہبائیم کے گمران تھے اور جنگلی حاکم قتلع بن عمروؓ تھے۔ حلوان کے حاکم حصیہ بن اثباس تھے اس طرح کوفہ فوجی حکام اور کمانڈروں سے خالی ہو گیا تھا اور فتنہ پرداز لوگ باقی رہ گئے تھے۔

سازش کا آغاز:

(ان حالات میں) یزید بن قیسؓ نے (حضرت عثمانؓ کو) خلافت سے (معزول کرنے کی سازش کی وہ مسجد کوفہ میں)

بچے اور وہاں بیٹھ گیا اور اس کی طرف ان لوگوں نے رجوع کیا جس سے ابن السودا، (عبداللہ بن سبا) خط و کتابت کرتا تھا۔
سرغندہ کی گرفتاری:

قتل عام ہونے پر لوٹ پڑا اور اس نے بڑے بن قیس کو پکڑ لیا۔ وہ بولا "ہم سعید بن العاصؓ جرنیل کا استغناء چاہتے ہیں" اس نے کہا "اس کام کی تکمیل یہاں بیٹھ کر نہیں ہو سکتی تم اس مقصد کے لیے یہاں نہ بیٹھو اور نہ لوگ تمہارے پاس جمع ہوں بلکہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرو جنہیں ضرورت کامیابی ہوگی۔"
جلاوطنوں کو دعوتِ شرکت:

چنانچہ وہ اپنے گھر گیا اور اس نے ایک شخص کو اجرت پر حاصل کیا اسے چند درہم اور خچر دے کر نکالے ہوئے کفوں کے پاس بھیجے۔ اس نے انہیں خط میں یہ لکھا تھا "تم لوگ خط دیکھتے ہی یہاں آ جاؤ کیونکہ شہر والے ہم سے متعلق ہو گئے ہیں۔"
اشتر کی پیش قدمی:

وہ (قاصد) روانہ ہو کر وہاں پہنچ گیا اس وقت اشتر بھی وہاں آ گیا تھا۔ اس نے انہیں خط دیا تو انہوں نے پوچھا "تمہارا کیا نام ہے؟" وہ بولا "بغشتر" وہ بولے "کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟" اس نے کہا "قبیلہ کلب سے" اس پر ان لوگوں نے کہا "ذیل درندہ لوگوں کو بھکا تا ہے ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے" اشتر نے ان لوگوں کی مخالفت کی اور وہ مخالفت کرتا ہوا واپس جانے لگا جب اشتر روانہ ہو گیا تو اس کے ساتھیوں نے کہا:
دیگر افراد کی پیروی:

اس (سعید بن العاصؓ) نے ہمیں نکالا ہے۔ اللہ اس کو نکالے ہمیں بھی وہی کرنا ہو گا جو اس نے کیا۔ بہر حال اگر عبدالرحمنؓ کو علم ہو گا تو وہ ہمیں سچا نہیں سمجھے گا۔" پھر وہ سب اس کے پیچھے روانہ ہو گئے مگر اشتر کو پکڑ نہیں سکے۔
عبدالرحمنؓ کا تعاقب:

جب عبدالرحمنؓ بن خالدؓ کو علم ہوا کہ وہ روانہ ہو گئے ہیں تو اس نے ان کا تعاقب کرایا مگر اشتر اور دوسرے لوگ میلوں کے فاصلے پر آ گئے جا چکے تھے۔
سعید کے خلاف ہنگامہ:

بعد کے دن لوگوں نے اچانک اشتر کو مسجد کوفہ کے دروازہ پر دیکھا وہ یہ کہہ رہا تھا: "اے لوگو! میں تمہارے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کے پاس سے آیا ہوں اور میں نے سعید (ابن العاصؓ) کو اس حالت میں پھوڑا تھا کہ وہ خواتین کے سو درہم کم کرانے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ یہ بھی تجویر کر رہا ہے کہ تمہارے بہادر سپاہیوں کا وظیفہ صرف دو ہزار رکھ جائے۔ سعید یہ بھی کہتا ہے کہ تمہارا مال غنیمت قریش کا باغ ہے میں ایک منزل تک اس کے ساتھ چلا وہ اسی قسم کی دھمکی آمیز باتیں کرتا رہا۔"
مخالف جماعت کی تشکیل:

عام لوگوں نے اس کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی اور دانشور حضرات اسے منع کرتے رہے مگر اس نے کسی کی نہیں سنی۔
اسنے میں بڑے بن قیس آیا اور اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے "جو شخص چاہتا ہو کہ سعید بن العاصؓ کو معزول کرانے

کے لیے امیر المومنین کے پاس جائے تو وہ یزید بن قیس کی جماعت میں شامل ہو جائے۔ اس اعلان کے بعد دانشمند حضرات 'شرفاء اور معززین شہر مسجد میں رہ گئے باقی لوگ چلے گئے۔ اس زمانے میں عمرو بن حریت نائب حاکم تھا وہ منبر پر چڑھا اور حمد و ثنا کے بعد اس نے یہ تقریر کی:

بغاوت کی مذمت:

تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو کہ تم (اس سے پہلے) باہمی دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تم کو وہاں سے نجات دلائی۔ اس لیے تم اس برائی اور شرف و فساد کی طرف نہ لوگو جس سے اللہ بزرگ و برتر نہ بنایا ہے۔ کیا اسلام لانے کے بعد جب کہ تم اس کے مسنون طریقے پر چل چکے ہو۔ تم حق و صداقت کو نہیں پہچانو گے اور اس کے دروازے تک نہیں پہنچو گے۔

کامیابی کا یقین:

اس پر قحطیاع بن عمرو بن نفیث نے کہا: "اگر تم سمندر کے سیلاب کو لوٹا سکتے ہو تو دریائے فرات کی موجوں کو روک لو یہ بات ناممکن ہے۔ ایب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اب شمشیر براہی عوام کو مطمئن کرے گی وہ جلد ہی بے نام ہوگی پھر وہ ایک زبردست ہنگامہ برپا کریں گے اور اپنے مقاصد کو پورا کر کے رہیں گے جسے اللہ ہرگز ناکام نہیں ہونے دے گا تم صبر کرو۔"

عمرو بن حریت (نائب حاکم) نے کہا: "ہاں میں صبر کروں گا" اس کے بعد وہ اپنے گھر چلے گئے۔

سعید سے ملاقات:

ادھر یزید بن قیس روانہ ہو کر جرعہ کے مقام پر غبار اس کے ساتھ اشتہر بھی تھا سعید وہاں پہنچا جہاں وہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے وہ کہنے لگے: "ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے" سعید نے کہا:

سعید کی نصیحت:

"تم نے بلاوجہ اتنا جھگڑا کیا۔ تمہارے لیے صرف یہی کافی تھا کہ تم امیر المومنین کے پاس ایک شخص بھیج دیتے اور ایک شخص میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک ہزار اشخاص کو جو غلغلو ہوں ایک شخص کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے" اس کے بعد وہ لوٹ گئے۔

غلام کا قتل:

ان لوگوں نے ان کے غلام کو دیکھا جو اونٹ پر سوار تھا۔ اس نے کہا: "سعید کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ واپس جائیں" اس پر اشتہر نے گردن مار دی۔

تہذیبی کا مطالبہ:

پھر سعید حضرت عثمان غنیؓ کے پاس پہنچے اور انہیں تمام حال بتایا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے پوچھا: "وہ کیا چاہتے ہیں؟" انہوں نے اطاعت سے دست کشی کی ہے؟" وہ بولے: "وہ (حاکم کی) تہذیبی چاہتے ہیں" آپ نے پوچھا: "وہ کس کا مقرر چاہتے ہیں؟" انہوں نے کہا ابو موسیٰ (اشعری) بنی ہنظلہ کو (چاہتے ہیں)۔"

حضرت ابوموسیٰؓ کا تقرر:

آپ نے فرمایا: ”ہم نے (حضرت) ابوموسیٰؓ کو ان پر مقرر کر دیا ہے۔ بخدا! اب ہم کسی کا عذر نہیں سنیں گے اور نہ ان کو حجت بازی کا موقع دیا جائے گا اور جیسا ہم نے حکم دیا ہے اس کے بارے میں ہم نتیجہ کا انتظار کریں گے۔“

آپ کی آمد:

حضرت ابوموسیٰؓ کو نہ پہنچ گئے۔ جریر بن عبداللہؓ بھی قرطبہ سے واپس آ گئے اور صحیبہ بھی حلوآن سے (کوئہ) پہنچ گئے اس کے بعد (حضرت) ابوموسیٰؓ نے کوئہ میں کھڑے ہو کر یہ تقریر کی۔

اطاعت کا اقرار:

”اے لوگو! تم ایسی باتوں کے لیے نہ دوڑا کرو آئندہ ایسی باتیں نہ کرنا بلکہ اپنی جماعت کا ساتھ دو اور اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو۔ جلد بازی کے کاموں سے بچو بلکہ صبر سے کام لیا کرو تم سمجھو کہ امیر تمہارے اوپر ہے۔“

لوگوں نے کہا:

”آپ ہمیں نماز پڑھائیے۔“

وہ بولے: ”(میں اس وقت تک نماز نہیں پڑھاؤں گا جب تک کہ تم حضرت) عثمان بن عفانؓ کے احکام کو سننے اور اطاعت کرنے کا (اقرار نہیں کرو گے) وہ بولے: ”(ہم) حضرت عثمانؓ کی فرمانبرداری کا (اقرار کرتے ہیں)۔“

مخالف نمائندہ کی روانگی:

علاء بن عبداللہ غبریؓ کی روایت ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اسطیٰ ہو کر حضرت عثمانؓ کے اعمال تنقید کرنے لگی۔ آخر کار انھوں نے یہ حلقہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنا ایک نمائندہ بھیجیں، جو حضرت عثمانؓ سے جا کر گفت و شنید کرے اور انھیں ان کے (قابل اعتراض) اعمال سے مطلع کرے چنانچہ انھوں نے عامر بن عبداللہ حمی غبریؓ کو بھیجا جو عامر بن عبد قیس کے نام سے مشہور ہے۔

عامر کی گفتگو:

جب وہ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے تو وہ بولے ”مسلمانوں کی ایک جماعت اسطیٰ ہوئی اور انھوں نے آپ کے اعمال پر غور و فکر کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ آپ انھیں کاموں کے مرتکب ہوئے ہیں لہذا آپ اللہ بزرگ و برتر سے ڈریں، تو بہ کریں اور ان کاموں سے پرہیز کریں۔“

اللہ کہاں ہے؟

حضرت عثمانؓ نے فرمایا ”اس شخص کو دیکھو۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بڑا جباری (عالم) ہے مگر وہ آ کر مجھ سے حقیر باتوں کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے۔ بخدا وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ اللہ کہاں ہے؟“ عامر نے کہا ”کیا میں نہیں جانتا ہوں کہ اللہ کہاں ہے؟“ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ”ہاں! بخدا! تم یہ نہیں جانتے ہو کہ اللہ کہاں ہے؟“ عامر نے کہا ”کیوں نہیں! میں یہ جانتا ہوں کہ اللہ تمہاری گھات میں ہے۔“

حکام کا اجتماع:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، سعید بن العاص، عمرو بن العاص اور عبداللہ بن عامر جیسے کو یاد بھیجا اور انہیں اکٹھا کیا تاکہ وہ ان لوگوں سے اپنی مملکت کے بارے میں مشورہ کریں اور لوگوں کے مطالبات اور فراہم کردہ معلومات پر غور کریں۔ جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ فرمایا:

مشورہ طلبی:

”ہر شخص کے وزراء اور خیر خواہ ہوتے ہیں تم میرے وزراء اور خیر خواہ (مشیر) اور قابل اعتماد افراد ہو عوام نے وہ کام کیے ہیں جو تم نے دیکھ لیے ہیں ان کا مطالعہ ہے کہ میں اپنے حکام کو معزول کروں اور جو باتیں انہیں ناپسند ہیں ان سے پرہیز کروں اور جو انہیں پسند ہیں انہیں اختیار کروں اس لیے تم غور کر کے مشورہ دو۔“

جہاد کا حکم:

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا ”اے امیر المومنین! میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں جہاد کا حکم دیں جس میں وہ مشغول رہیں گے۔ آپ انہیں فوجی مہموں کی طرف آمادہ کریں تاکہ وہ آپ کے مطیع رہیں اور اپنے کاموں میں لگے رہیں۔“

خطرہ کا انسداد:

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے ”تمہاری کیا رائے ہے“ وہ بولے ”اے امیر المومنین! اگر آپ ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ ہماری کا قلع قمع کریں اور اس خطرہ کا سدباب کریں جس کا آپ کو اندیشہ ہے اگر آپ میری رائے پر عمل کریں گے تو آپ صحیح راستے پر پہنچ جائیں گے“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”وہ کیا رائے ہے؟“ وہ بولے:

عظیم افراد کا فقدان:

”ہر قوم کی قیادت کرنے والی چند شخصیتیں ہوتی ہیں جب وہ رخصت ہو جاتی ہیں تو قوم میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور پھر ان کی شیرازہ بندی نہیں ہوتی ہے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”یہ رائے (اچھی ہے) بشرطیکہ اس میں (چند باتیں وقت طلب) نہ ہوں۔“

حکام کی ذمہ داری:

پھر وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”تمہاری کیا رائے ہے؟“ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”اے امیر المومنین! میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے حکام پر یہ معاملات چھوڑ دیں۔ میں علاقے کے معاملات کا ذمہ دار ہوں۔“

مال سے انسداد:

پھر آپ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ”تمہاری کیا رائے ہے؟“ وہ بولے:

”اے امیر المومنین! میری رائے یہ ہے کہ یہ عوام اہل طمع ہیں آپ انہیں کچھ مال دے دیں تو ان کے دل آپ کی طرف مائل ہو جائیں گے۔“

اعتدال کا مشورہ:

پھر آپ عمرو بن العاصؓ سے خطاب ہوئے اور فرمایا ”تمہاری کیا رائے ہے؟“ وہ بولے ”میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں پر بڑی طرف ۳ راہ ہو گئے ہیں آپ اعتدال کے ساتھ کام کرنے کا قصد کریں اگر آپ یہ نہ کریں تو الگ ہو جائیں اور اگر آپ یہ بھی نہ کریں تو آپ مصمم ارادہ کر کے آگے بڑھیں“ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ”تم جلد سے پھوٹے کیوں پھوڑ رہے ہو کیا تم سنجیدگی کے ساتھ یہ باتیں کر رہے ہو؟“۔

عمرو بن العاصؓ کی صفائی:

اس پر وہ کافی دیر تک خاموش رہے جب لوگ منتشر ہو گئے تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا: ”اے امیر المومنین! یہ بات نہیں ہے آپ مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مجھے یہ معلوم ہے کہ ہر ایک کی باتیں لوگوں کے کانوں تک پہنچیں گی اس لیے میں نے یہ چاہا کہ میں اپنی بات کو عام تک پہنچاؤں تاکہ وہ مجھ پر اعتماد کریں اور آئندہ میں آپ کے کام آسکوں یا آپ کی طرف سے کسی شرف و نفاذ کو دور کر سکوں۔“

امراء کے نام:

عبدالملک بن عیمرؓ زہری کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مندرجہ ذیل سپہ سالاروں کو اکٹھا کیا (۱) معاویہ بن سفیان بن ہشام (۲) سعید بن العاصؓ جوہنڈ (۳) عبداللہ بن عامر جوہنڈ (۴) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جوہنڈ (۵) عمرو بن العاصؓ جوہنڈ۔

آپ نے فرمایا:

”تم مجھے مشورہ دو کیونکہ لوگ میرے مخالف ہو گئے ہیں۔“

اپنے علاقے کے ذمہ دار:

امیر معاویہ جوہنڈ نے فرمایا: ”میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے سپہ سالاروں کو حکم دیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے علاقے کا انتظام کرے۔ میں اہل شام کو قابو میں رکھنے کا ذمہ لیتا ہوں۔“

فوجی مہموں میں مشغول:

عبداللہ بن عامر جوہنڈ نے کہا: ”میرے رائے یہ ہے کہ آپ انہیں فوجی مہموں میں مشغول رکھیں تاکہ ہر ایک اپنے کام میں لگا رہے اور وہ آپ کے بارے میں غلط افواہیں نہ لڑائیں۔“

عبداللہ بن سعد جوہنڈ نے کہا: ”میں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ معلوم کریں کہ وہ کس وجہ سے ناراض ہیں اس میں آپ انہیں مطمئن کریں پھر آپ انہیں مال عطا کریں تاکہ ان میں تقسیم کیا جائے۔“

عمرو بن العاصؓ جوہنڈ کی نکتہ چینی:

پھر عمرو بن العاصؓ جوہنڈ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ”اے عثمان! آپ بنو امیہ کی طرح لوگوں پر سوار ہو گئے ہیں۔ آپ (کچھ اور) کہتے ہیں آپ بھی (راہ راست سے) بھٹک گئے ہیں اور وہ بھی بھٹک گئے ہیں۔ آپ اعتدال کی راہ پر چلیں یا الگ ہو جائیں اگر آپ یہ طریقہ نہ اختیار کریں تو آپ عزم مصمم کر کے آگے بڑھیں۔“

نکتہ چینی کی توجیہ:

حضرت عثمانؓ نے فرمایا ”تم جیلے چھپو لے کیوں پھوڑ رہے ہو کیا تم تنجیدگی کے ساتھ یہ بات کہہ رہے ہو؟ عمرو بن اعاصؓ جوڑ (اس وقت) خاموش رہے جب وہ لوگ منتشر ہو گئے تو عمرو بن اعاصؓ نے کہا: ”اے امیر المومنین! یہ بات نہیں ہے آپ مجھے بہت عزیز ہیں مگر مجھے یہ بات معلوم ہے کہ دروازے سے باہر کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں یہ معلوم ہے کہ آپ نے ہمیں اس لیے بلایا ہے کہ ہم آپ کو مشورہ دیں اس لیے میں نے یہ چاہا کہ میری بات ان تک پہنچ جائے اس طرح میں (آگے چل کر) آپ کے لیے مفید ثابت ہو سکوں گا یا آپ کی طرف سے شرفاء کو دور کر سکوں گا۔“

تشدد کی ہدایت:

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے اپنے سپہ سالاروں کو ان کے علاقے کی طرف لوٹا دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے علاقے کے لوگوں پر سختی کریں نیز یہ بھی ہدایت کی کہ انہیں فوجی مہموں میں مشغول رکھا جائے۔ نیز آپ نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ (ایسے) لوگوں کو ان کے عطیات سے محروم رکھا جائے تاکہ وہ خطبہ رچیں اور ان کے محتاج رہیں۔“

سعید بن جریج کے خلاف بغاوت:

آپ نے سعید بن اعاصؓ کو کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا مگر اہل کوفہ ہتھیار لے کر ان کے برخلاف نکلے اور انہیں لوٹا دیا۔ وہ یہ کہتے تھے ”بخدا جب تک ہمارے ہاتھ میں تلوار ہے وہ ہمارے اوپر حکومت نہیں کر سکیں گے۔“

اشتر کی دھمکی:

ابو یحییٰ عمیر بن سعد غنی بیان کرتے ہیں۔ ”میں نے چشم خود دیکھا ہے کہ اشتر مالک بن حارث غنی کے چہرہ پر گرد غبار تھا۔ وہ گردن میں تلوار ڈالے ہوئے کہہ رہے تھے ”بخدا! جب تک ہمارے پاس تلواریں ہیں اس وقت تک وہ (کوفہ میں) داخل نہیں ہو سکے گا۔“ ان کی مراد سعید بن اعاصؓ کی ذات سے تھی یہ بات انہوں نے یوم الجرمہ میں کہی۔

سازش کا اڈہ:

جرمہ قادسیہ کے قریب ایک مقام ہے جہاں اہل کوفہ ایک دوسرے سے ملاقات کیا کرتے تھے۔۔

سکین واقعہ:

ابو ثور حدادی بیان کرتے ہیں کہ ”میں حذیفہ بن الیمانؓ اور ابو مسعود جہشہؓ عقیدہ بن عمرو نصاریؓ جوڑ کے پاس تھا جو کوفہ کی مسجد میں یوم الجرمہ کے موقع پر تھے جب کہ لوگوں نے سعید بن اعاصؓ جہشہؓ کے برخلاف ہنگامہ برپا کیا تھا۔ ابو مسعود نصاریؓ جوڑ اس کو گھیس واقعہ سمجھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے ”بخدا! اس کے نتیجہ کے طور پر بہت خون ریزی ہوگی۔“

حضرت حذیفہؓ کی پیشین گوئی:

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ”بخدا! اس کے نتیجہ کے طور پر کوئی قطرہ خون نہیں بہے گا۔ جو کچھ مجھے آپ معلوم ہے اس کا مجھے اس وقت سے علم ہے جب کہ محمد ﷺ بقید حیات تھے (مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ) ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ایک شخص صبح کے وقت مسلمان ہوگا مگر شام کے وقت اس کا اسلام سے کوئی واسطہ نہ ہوگا وہ اہل قبلہ سے جنگ کرے گا پھر اللہ اسے قتل کرے گا۔“

مستقبل کا واقعہ:

راوی کہتا ہے ”میں نے ابو ثور صدائی سے کہا شاید یہ واقعہ رونما ہو چکا ہے؟“ وہ بولے ”نہیں یہ واقعہ ابھی تک رونما نہیں ہوا ہے۔“

حضرت ابو موسیٰؓ کی جہاد کا تقرر:

جب سعید بن العاصؓ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس نکالے ہوئے پہنچے تو انہوں نے (حضرت) ابو موسیٰ اشعریؓ کو کوفہ کا امیر بنا کر بھیجا۔ اہل کوفہ نے انہیں بحال رکھا۔

باغی کا قتل:

عبداللہ بن عبید اشجعی کی روایت کہ مسجد میں ایک فتنہ برپا ہوا تو کسی نے کہا۔ ”اے لوگو! تم خاموش ہو جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جب مسلمانوں پر کوئی امام (خلیفہ) مقرر ہو اس موقع پر جو کوئی مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے نکلے اور جماعت میں انتشار پیدا کرے تو تم اس کو مار ڈالو خواہ وہ کوئی شخص ہو“ راوی حدیث نے کہا ”رسول اللہ ﷺ نے (امام) عادن کو قید نہیں لگائی۔“

سعید کے خلاف سازش:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ جب یزید بن قیس نے لوگوں کو سعید بن العاصؓ کے برخلاف بھڑکایا تو اس نے حضرت عثمان غنیؓ کا ذکر بھی کیا اس پر قتضاع بن عمروؓ نے اس کے پاس آیا اور اسے پکڑ لیا۔ اس نے کہا ”تمہارا کیا ارادہ ہے؟“ کیا کوئی ایسا راستہ ہے کہ ہم اس سے استعفاء دلا لیں؟“ وہ بولا نہیں۔ اس کے بعد یزید نے جہاں سے ممکن ہوا اپنے ساتھی جمع کر لیے اور اس طرح انہوں نے سعید کو واپس بھیج دیا۔ انہوں نے حضرت ابو موسیٰؓ کے حاکم مقرر کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس لیے حضرت عثمان غنیؓ نے ان کو یہ خط لکھا۔

مطالبہ کی منظوری:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”میں نے تم پر وہ حاکم مقرر کیا ہے جسے تم پسند کرتے ہو اور سعید کو الگ کر دیا ہے۔ بخدا! میں تمہارے لیے اپنی عزت قربان کر دوں گا اور تمہارے لیے صبر کروں گا اور مقدمہ بھر تمہاری بھلائی چاہوں گا۔ تم ہر ایسی بات کا مطالبہ کر سکتے ہو جس میں اللہ کی نافرمانی نہ کی جائے اور جو بات تمہیں پسند نہ ہو اس سے تمہیں مسکھ کر رکھا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس سے اللہ کی معصیت نہ ہوتی ہو۔ میں نے تمہاری پسند کے مطابق کام کیا ہے تاکہ تم میرے خلاف کوئی جھٹ نہ لاسکو۔“

عزم جہاد:

اس قسم کے خطوط آپ نے دوسرے شہروں کے لیے بھی لکھے اس طرح حضرت ابو موسیٰؓ (اشعریؓ کو کوفہ کے) حاکم مقرر ہوئے اور تمام حکام اپنی عملداری کی طرف چلے گئے اور حضرت حذیفہؓ جہاد کے لیے باب کی طرف روانہ ہوئے۔

جہاد کی ترغیب:

واللہ کی ابو عبد اللہ محمد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب ۳۳ھ شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے ایک دوسرے کو خطوط لکھتے کہ:

”تم آؤ اور اگر تم جہاد کرنا چاہتے ہو تو ہمارے پاس جہاد کرنے کا موقع ہے۔“

مخالفت میں شدت:

اس کے بعد بہت سے لوگ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے ان کو اس قدر برا بھلا کہا کہ اس سے زیادہ اور کسی کو برا بھلا نہیں کہا جاسکتا تھا رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ ان باتوں کو دیکھتے اور سنتے تھے مگر کوئی منع نہیں کرتا تھا اور نہ مخالفت کرتا تھا۔ بجز حضرت زید بن ثابتؓ، ابواسید ساعدیؓ، کعب بن مالکؓ اور حسان بن ثابتؓ کے پاس (جو انصاری تھے حضرت عثمانؓ جو جہاد کی حمایت کرتے تھے) لوگ بہت اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے (حضرت) علیؓ بن ابی طالبؓ سے گفتگو کی تو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور یوں تقریر کی:

حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ کی نصیحت:

”لوگ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے تمہارے متعلق گفتگو کی ہے۔ بخدا! میں نہیں سمجھتا کہ میں تم سے کیا بات کہوں۔ جو بات میں جانتا ہوں اسے تم بھی جانتے ہو۔ جس بات کو میں جانتا چاہتا ہوں اسے تم بخوبی سمجھتے ہو، ہمیں تم سے پہلے کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہے جس سے ہم تم کو ناواقف سمجھیں اور نہ کوئی چیز ہمیں تمہا معلوم ہوئی ہے جو تمہیں نہ معلوم ہوئی ہو۔“

فضیلت کا اقرار:

تم نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اور تمہیں ان کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔ تم نے ان کی احادیث کو سنا ہے اور تمہیں ان کا داماد بننے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ ابن ابی قحافہؓ (ابو بکر صدیقؓ) بیسیا حق پر عمل کرنے میں تم سے افضل نہ تھے اور نہ ابن الخطابؓ (عمر فاروقؓ) نیکی میں تم سے بہتر تھے۔ تم از روئے قرابت رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قریب ہو۔ تمہیں جو (دامادی کا رشتہ) نصیب ہوا ہے وہ ان دونوں کو حاصل نہیں ہوا۔ اس وجہ سے ان دونوں کو تم پر کوئی سبقت حاصل نہیں ہے۔

تدبر کی ہدایت:

خدا کے واسطے تم اپنے معاملے پر غور کرو بخدا! تم بے بصیرت نہیں ہو اور کم سمجھ اور نادان بھی نہیں ہو۔ راستہ بالکل کھلا اور صاف ہے اور دین و مذہب کی نشانیاں اور شعائر قائم ہیں۔

بدعت اور سنت میں امتیاز:

اے عثمان! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے بندوں میں عدل و انصاف کرنے والا وہ حاکم افضل ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو اور دوسروں کی رہنمائی بھی کرے وہ جانی پہچانی ہوئی سنت نبویؐ کو قائم کرتا ہے اور متروک اہل بدعت کا خاتمہ کرتا

ہے۔ بخدا! یہ دونوں چیزیں (سنت و بدعت) بالکل واضح ہیں۔ سنت نبویؐ کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور وہ قائم ہو چکی ہے۔ اسی طرح بدعت کے نشانات بھی واضح ہیں۔

بدترین حاکم کی علامت:

یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے نزدیک بدترین انسان وہ ظالم حاکم ہے جو خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے وہ سنت نبویؐ کا خاتمہ کرے اور متروک العمل بدعات کو زندہ کرے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

ظالم حاکم کا انجام:

”قیامت کے دن ظالم حاکم کو ایسی حالت میں لایا جائے گا کہ نہ تو اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی معذرت پیش کرنے والا ہوگا۔ اس جہنم میں ڈالا جائے گا اور وہ جہنم میں اس طرح گھومتے گا جس طرح چکی گردش کرتی ہے۔ اس طرح وہ دوزخ کے بنور میں چھبڑے کھاتا رہے گا۔“

نا اتفاقی کے نتائج:

میں تمہیں اللہ اور اس کی سلطنت اور انتقام کا خوف دلاتا ہوں کیونکہ اللہ کا عذاب نہایت شدید اور دردناک ہوتا ہے۔ میں تمہیں اس بات سے بھی ڈراتا ہوں کہ کہیں تم اس امت (اسلامیہ) کے ایسے شہید حاکم نہ بن جاؤ جس کی شہادت سے روز قیامت تک قتل و غارت کا دروازہ نہ کھل جائے اور پھر واقعات و حوادث اس طرح مشتبه ہو جائیں کہ مسلمان گروہ بندیوں میں مبتلا ہوں اور باطل کے نفاذ کی وجہ سے حق کو نہ دیکھ سکیں اور ان باتوں میں وہ بری طرح موٹ ہو جائیں گے کہ ان سے ان کو الگ کرنا مشکل ہو جائے گا۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”بخدا! مجھے معلوم ہے کہ وہ لوگ بھی وہی کہتے ہوں گے جو تم نے کہا ہے لیکن اگر تم میرے مقام (خلافت) پر ہوتے تو میں تمہیں نہ ملامت کرتا نہ چھوڑتا نہ اعتراض کرتا اور نہ اس بات پر برا بھلا کہتا کہ تم نے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا کسی کی حاجت روائی کی ہے یا کسی بے کس کو پناہ دی ہے یا تم نے اس شخص کو حاکم بنایا ہے جو اس شخص کے ہم پلہ اور مشابہ ہے جسے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ حاکم بنایا کرتے تھے۔“

الزام کی تردید:

”اے علی! میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مغیرہ بن شعبہ جو (حاکم) نہیں تھے۔ وہ بولے ”ہاں“ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تمہیں معلوم ہے کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حاکم مقرر کیا“ وہ بولے ”ہاں“ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”پھر تم مجھے کیوں ملامت کرتے ہو کہ میں نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو رشتہ داری کی وجہ سے حاکم مقرر کیا۔“

حضرت عمرؓ جلیقہ کا تشدد:

حضرت علیؓ جلیقہ فرمایا: ”میں تمہیں اس بات سے آگاہ کرتا ہوں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ جس کسی کو حاکم مقرر کرتے تھے تو وہ اس کے گوش گزار کرتے تھے کہ اگر انہیں اس کے برخلاف ایک بات بھی معلوم ہوئی تو وہ اس کی گوش مانی کر دیں گے۔ پھر وہ اس معاملے میں انتہائی حد تک پہنچ جاتے تھے۔ مگر تم کمزور ہو اور اپنے رشتے داروں کے ساتھ نرمی اختیار کرتے ہو۔“

حضرت عثمانؓ جلیقہ نے فرمایا: ”وہ تمہارے رشتہ دار بھی ہیں“ حضرت علیؓ جلیقہ نے اس پر جواب دیا ”وہ میرے بھی رشتہ دار ہیں مگر فضیلت دوسرے لوگوں کو حاصل ہے۔“

امیر معاویہؓ جلیقہ کا تقرر:

حضرت عثمانؓ جلیقہ نے فرمایا: ”کیا تمہیں معلوم ہے کہ (حضرت) عمرؓ جلیقہ نے معاویہؓ کو اپنے پورے دور خلافت میں حاکم بحال رکھا۔ میں نے انہیں حاکم بنادیا۔“ حضرت علیؓ جلیقہ نے فرمایا:

حضرت عمرؓ جلیقہ کا خوف:

میں خدا کا واسطہ دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ معاویہؓ جلیقہ حضرت عمرؓ جلیقہ سے اس قدر خوفزدہ رہتے تھے کہ ان کا غلام پرغا بھی ان سے اس قدر نہ ڈرتا تھا؟“ حضرت عثمانؓ جلیقہ نے فرمایا ”ہاں“ (مجھے معلوم ہے)

امیر معاویہؓ جلیقہ کی خود مختاری:

حضرت علیؓ جلیقہ نے فرمایا: ”(اب یہ حالت ہے کہ) معاویہؓ جلیقہ تمہاری اجازت کے بغیر تمام امور سلطنت انجام دیتے ہیں جیل کا تمہیں بھی علم ہے وہ مسلمانوں سے یہی کہتے ہیں“ یہ عثمانؓ جلیقہ کا حکم ہے ”تمہیں ان باتوں کی خبر ملتی رہتی ہے مگر تم معاویہؓ جلیقہ کو کوئی تنبیہ نہیں کرتے ہو۔“

(اس گفتگو کے بعد) حضرت علیؓ جلیقہ ان کے پاس سے چلے گئے۔ ان کے بعد حضرت عثمانؓ جلیقہ ننگے اور منہ پر بیچہ کر یوں

فرمایا۔

نکتہ چینیوں کی مذمت:

ہر چیز کے لیے کوئی مصیبت ہوتی ہے اور ہر کام میں کوئی نہ کوئی دشواری ہوتی ہے چنانچہ اس امت (اسلامیہ) کے لیے باعث مصیبت اور آفت دو نکتہ چیں اور طعن و تشنیع کرنے والے لوگ ہیں جو دیکھتے ہیں تمہیں بہت اچھے معلوم ہوں مگر ان کی پوشیدہ باتیں تمہیں ناگوار معلوم ہوں گی اور وہ تمہاری تکالیف پر خوش ہوں گے وہ اس کے پیچھے لگ جائیں گے جو زور سے پیچھے اور چلائے گا وہ گدلا پانی پئیں گے اور ہر گندے مقام پر پہنچیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ہر کام میں ناکام ہو چکے ہیں اور تمام ذرائع معاش ان کے لیے مسدود ہو چکے ہیں۔

حضرت عمرؓ جلیقہ کا تشدد:

دیکھو! بخدا! تم نے ایسی باتوں پر نکتہ چینی کی ہے جن کی تم (حضرت) عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں تائید کر چکے ہو حالانکہ انہوں نے تمہیں اپنے پاؤں سے روندنا تھا اپنے ہاتھوں سے مارا اور اپنی زبان سے تمہاری خبری تمہی مگر تم طوعا و کرہا ان کے مطیع

دفترہ خیر دار رہے۔

نرمی کا نتیجہ:

اس کے برخلاف میں تمہارے ساتھ نرم رہا تمہارے سامنے سر جھکا یا اور اپنے ہاتھ اور زبان کو تم سے روکا۔ مگر تم مجھ پر دیر ہوتے گئے۔ دیکھو بخدا! میرے حاسیوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے جو عزت والے ہیں اور ہر وقت میرے مدد کے لیے مستعد ہیں۔ میں نے تمہارے مد مقابل کے لوگ تیار کر رکھے ہیں۔ تم نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں اپنے اخلاق و عادات کو تبدیل کروں اور اپنے لب و لہجہ میں تبدیلی کروں جسے میں اچھا نہیں سمجھتا ہوں۔

حسن سلوک کا وعدہ:

تم اپنی زبانوں کو روکو اور اپنے حکام پر طعن و تفتیح اور عیب جوئی کو بند کرو کیونکہ میں نے ان لوگوں کو روک رکھا ہے جو میری اس گفتگو کے بغیر تم سے ایسا سلوک کریں گے جو تمہیں مطمئن کر دے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تمہاری کوئی حق تعالیٰ نہیں ہوئی۔ میں نے لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ میں نے اپنا مال بخشش اور سخاوت میں صرف کر دیا ہے کیونکہ میں کس کام کا خلیفہ رہوں گا اگر میں نے مال کو لوگوں کو بخشش میں تقسیم نہیں کیا۔

مروان کی دھمکی:

اس کے بعد مروان بن الحکم کھڑے ہو کر کہنے لگے:

”اگر تم چاہو تو ہم تمہارے اور اپنے درمیان گوارے ذریعہ فیصلہ کر دیتے ہیں۔“

حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

”تم خاموش ہو جاؤ تم مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھوڑ دو تم کیسی گفتگو کر رہے ہو؟ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم نہ

بولنا کرو۔“

اس پر مروان خاموش ہو گئے اور حضرت عثمانؓ (مہر سے) اتر گئے۔

ہدیری صحابہؓ کی وفات:

اس سال حضرت ابوبکر بن جبرؓ مدینہ میں فوت ہو گئے۔ وہ جنگ بدر میں شریک ہوئے والے صحابی تھے نیز مسطح بن

اثارؓ اور عاقل بن ابی الکبیرؓ نے بھی جو قبیلہ سعد بن لیث سے تعلق رکھتے تھے وفات پائی یہ دونوں بھی ہدیری صحابی تھے۔ اس سال

بھی حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔



۳۵ھ کے واقعات

ابن سبا کی خفیہ تحریک

بڑا یہی قسمی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن سبا صنعاء کا یہودی تھا اس کی والدہ سیاہ تھی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمان ہوا پھر وہ مسلمانوں کے شہروں میں پھر کر انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہا پہلے وہ حجاز گیا۔ پھر بصرہ اور کوفہ گیا پھر شام بھی گیا۔ مگر وہ اہل شام میں سے کسی کو گمراہ نہیں کر سکا۔ انھوں نے اس کو وہاں سے نکال دیا۔ وہاں سے وہ مصر گیا اور وہاں آباد ہو گیا مسلمانوں کے سامنے وہ (عجیب و غریب) باتیں کرتا تھا ان میں سے ایک یہ تھی۔

زول عیسیٰ رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

یہ بات عجیب و غریب ہے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ واپس آئیں گے اور اگر کوئی یہ کہے کہ ”حضرت محمد ﷺ واپس آئیں گے“ تو وہ اس بات کو جھوٹ سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ بزرگ و برتر ہے یہ کہا:

”بے شک جس نے قرآن (کریم) تم پر فرض کیا وہ جہیں آخرت کی طرف لوٹنے والا ہے۔“

رجعت کا مسئلہ:

اس لیے حضرت محمد ﷺ حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ کے بہ نسبت لوٹنے کے زیادہ حق دار ہیں۔“
چنانچہ کسی کی یہ بات (بعض لوگوں نے) مان لی اور رجعت کا مسئلہ مقرر ہو گیا اور لوگ اس مسئلے پر بحث کرتے رہے۔
وصی خلیفہ بر:

اس کے بعد وہ کہنے لگا ”گزشتہ زمانے میں ایک ہزار خلیفہ تھے اور ہر خلیفہ کا ایک وصی ہوتا ہے اس لیے حضرت محمد ﷺ کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔“ پھر وہ کہنے لگا ”محمد خاتم الانبیاء تھے اور (حضرت) علی رضی اللہ عنہ خاتم الاولیاء تھے“ (آگے بڑھ کر) وہ کہنے لگا: ”اس سے زیادہ خاتم کون ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل نہیں کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے وصی کے حق کو غصب کر کے امت اسلامیہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہو“ اس کے بعد وہ مسلمانوں سے یہ کہنا لگا:

خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت پر تاقینہ کر لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ وصی موجود ہیں اس لیے تم اس کام کے لیے اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ اس کا آغاز اپنے حکام پر طعن و تشنیع سے کرو اور یہ ظاہر کرو کہ تم نیک کام کا حکم دیتے ہو اور برے کام سے منع کرتے ہو اس طرح تم عوام کو اپنی طرف مائل کر سکو گے۔ اس کے بعد تم انہیں اس کام کی طرف بلاؤ۔

فتنہ انگیز تحریک:

اس طرح اس نے (اس تحریک کا) پروپیگنڈا کرنے والوں کو چاروں طرف بھیجا اور وہ جو شہروں میں فساد برپا کر رہے تھے

ان سے اس نے خط و کتابت کی اور وہ لوگ اس سے خط و کتابت کرتے رہے یہ لوگ پوشیدہ طور پر اپنی تحریک کی طرف عوام کو دعوت دیتے رہے مگر بظاہر وہ نیک کاموں کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے تھے۔

تحریری پروپیگنڈا:

یہ لوگ مختلف شہروں کے لوگوں کے ساتھ خطوط بھی بھیجتے تھے اور بظاہر ان خطوں میں وہ اپنے حکام پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ دوسرے ساتھی بھی اس طرح ان سے خط و کتابت کرتے تھے۔

خفیہ انتظامات:

اس کے علاوہ (ایک پوشیدہ سازشی جماعت ہونے کی حیثیت سے) ہر شہر کے لوگ دوسرے شہر کے لوگوں کو اپنی کارگزاری سے مطلع کرتے تھے اس طرح ہر ایک شہر دوسرے شہر کی کارگزاری کو (لوگوں کے سامنے) چڑھ کر سنا تا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی خبریں مدینہ تک پہنچ گئیں۔

خفیہ نشر و اشاعت:

ان لوگوں نے تمام ممالک میں (اس تحریک کی) نشر و اشاعت وسیع کر دی تھی وہ جو کہتے یا لکھتے تھے اس سے برخلاف مراد لیتے تھے مثلاً ہر شہر کے یہ لوگ کہا کرتے تھے ”ہم خیر و عافیت کے ساتھ میں اور ان چیزوں میں مبتلا نہیں ہیں جس میں یہ لوگ مبتلا ہیں سوائے اہل مدینہ کے“۔

اس قسم کی اطلاعات تمام شہروں سے آئی تھیں ”ہم جس چیز میں مبتلا ہیں اس سے بخیر و عافیت ہیں“ یہ خبریں اہل مدینہ تک بھی پہنچیں تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اطلاع:

”اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو بھی وہ اطلاعات ملی ہیں جن سے ہم باخبر ہیں؟“ وہ بولے ”نہیں“ میرے پاس سلامتی کی خبریں آ رہی ہیں“ وہ بولے ”ہمارے پاس ایسی خبریں موصول ہوئی ہیں“ اس کے بعد انہوں نے وہ کچھ بیان کیا جو انہیں معلوم ہوا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم میرے شریک کار ہو اور مسلمان اس کے گواہ ہیں اس لیے تم مجھے مشورہ دو“ وہ بولے ”ہم آپ کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ آپ قابل اعتماد افراد کو مختلف شہروں میں بھیجیں تاکہ وہ صحیح اطلاعات لے کر واپس آئیں“۔

تحقیقاتی افسر:

چنانچہ آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ انہیں کوفہ کی طرف بھیجا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بصرہ کی طرف بھیجا۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مصر بھیجا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو شام بھیجا۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی دیگر علاقوں کی طرف بھیجا۔

نسلی بخش حالات:

یہ سب حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے پہلے واپس آ گئے اور سب نے یہ کہا:

”اے لوگو! ہم نے وہاں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں دیکھی اور نہ وہاں کے خواص و عوام کو کوئی ناخوشگوار معاملے کا علم ہے۔ مسلمانوں کو اپنے معاملات پر اختیار حاصل ہے ان کے حکام ان کے درمیان عدل و انصاف کرتے ہیں اور ان

کی خبر یہی کہہ سکتے ہیں۔“

حضرت عمار مومنینؓ کی تبدیلی:

حضرت عمار مومنینؓ نے انیس آنے میں تاخیر کر دی یہاں تک کہ یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ ہمیں وہ ناجائز طور پر شہید نہ کر دیئے گئے ہوں۔ آخر کار چاک محمد اللہ بن سعد بن ابی سرح جوڑنے کا یہ خط آیا کہ حضرت عمار مومنینؓ کو مصر کے ایک سروے اپنی طرف، کل کر یہ اور ان کے پاس لوگ اکٹھے ہونے لگے ہیں جن میں مندرجہ ذیل افراد بھی شامل ہیں۔

مصر کے مخالف افراد:

(۱) عبداللہ بن السوداء (۲) خالد بن ولید (۳) سودان بن حمران (۴) سنانہ بن بشر۔

حضرت عثمانؓ کا ہدایت نامہ:

سینف کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے (اسلامی) شہر والوں کے نام یہ تحریر کیا تھا:

”میں نے حکام کے لیے یہ مقرر کر دیا ہے کہ وہ ہر موسم حج میں مجھ سے ملاقات کریں۔ جب سے میں خلیفہ مقرر کیا گیا ہوں میں نے امت اسلامیہ کے لیے یہ اصول مقرر کر دیا ہے کہ نیکی کا حکم دیا جائے اور برے کاموں سے روکا جائے۔ اس لیے جو میرے سامنے یا میرے حکام کے سامنے مطالبہ حق پیش کیا جائے گا وہ حق ادا کیا جائے گا۔ میری رعایا کے حقوق میرے اہل و عیال کے حقوق پر مقدم ہوں گے، اہل مدینہ کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ کچھ لوگ گالی دیتے ہیں اور کچھ لوگ زد و کوب کرتے ہیں۔ پوشیدہ طور پر ملامت کرنا، گالی دینا اور زد و کوب کرنا ثابت برا ہے۔ جو کوئی کسی حق کا دعویدار ہو تو وہ موسم حج میں آئے اور اپنا حق حاصل کرے خود وہ مجھ سے لیا جائے یا میرے حکام سے لیا جائے یا تم معاف کرو تو ایسی صورت میں اللہ معاف کرنے والوں کو جزائے خیر دے گا۔“

عوام کا تاثر:

جب یہ خط شہروں میں پڑھا گیا تو عوام رونے لگے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کے حق میں دعا کی اور کہنے لگے قومی مصیبت کے آثار نظر آ رہے ہیں۔

حکام سے مشورہ:

آپؐ نے شہری حکام کو بلا بھیجا تو مندرجہ ذیل حکام آپ کے پاس آئے۔ ۱۔ عبداللہ بن عامر ۲۔ معاویہ ۳۔ عبداللہ بن سعد بن جریان کے ساتھ مشورہ میں سعید بن العاص، جوڑنے اور عمرو بن العاص جوڑنے کو بھی شامل کیا گیا۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا ”یہ حکایت کیا ہے اور یہ افواہیں کیسی ہیں؟ بخدا! مجھے اندیشہ ہے کہ یہ سچ ثابت نہ ہوں۔ کیا یہ سب باتیں میری وجہ سے ہو رہی ہیں؟“ یہ (حکام) بولے:

بے بنیاد خبریں:

”کیا آپؐ نے نمائندے نہیں بھیجے اور ہم نے ان لوگوں کے بارے میں اطلاع نہیں بھیجی تھی؟ کیا وہ لوٹ کر نہیں آئے یا ان افراد نے ان سے رو برو گفتگو نہیں کی تھی؟ بخدا! خبر سچ نہیں ہیں اور نہ وہ راست باز معلوم ہوتے ہیں بلکہ ان باتوں کی کوئی بنیاد نہیں

ہے آپ ان (خبروں) کی بدولت کسی کو گرفتار نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ یہ بات آپ کے لیے نامناسب ہوگی۔ یہ سب باتیں افواہوں پر مبنی ہیں ان کی بدولت کسی کا مواخذہ نہیں ہو سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”تم مجھے مشورہ دو۔“

افواہوں پر سزا کی تجویز:

سعید بن العاص بن جندب نے کہا: ”یہ جعلی اور بناوٹی معاملہ ہے جو پاشیدہ طور پر تیار کیا جاتا ہے اور جب کسی ناواقف کو یہ بات معلوم ہوتی ہے تو وہ اس خبر کی مختلف محفلوں میں تشہیر کرتا ہے“ آپ نے فرمایا: ”پھر اس کا علاج کیا ہے؟“ انہوں نے کہا ”ان لوگوں کو بھانپ جائے اور پھر ان لوگوں کو قتل کیا جائے جن کی طرف سے یہ افواہیں پھیلتی ہیں۔“

حقوق و فرائض کا توازن:

عبداللہ بن سعد بن جندب نے کہا: ”اگر آپ ان لوگوں کو ان کے حقوق عطا کرتے ہیں تو ان سے ان کے واجبات بھی وصول کریں یہ بات انہیں (آزاد) چھوڑنے سے بہتر ہے۔“

شام کے پراسن حالات:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”آپ نے مجھے حاکم مقرر کیا تو میں ایسے لوگوں کا حاکم ہوں جن کی طرف سے کوئی ناخوشگوار بات نہیں نکلے گی اور یہ دونوں حضرات بھی اپنے علاقوں سے زیادہ واقف ہوں گے“ آپ نے فرمایا ”پھر کیا رائے ہے؟“ وہ بولے ”حسن ادب“ آپ نے فرمایا ”اے عمرو (بن العاص) جو جنت تمہاری کیا رائے ہے؟“ وہ بولے:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی نکتہ چینی:

”میری رائے یہ ہے کہ آپ نے مسلمانوں کے ساتھ نرمی اختیار کر رکھی ہے اور انہیں ڈھیلا چھوڑ دیا ہے بلکہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے زیادہ انہیں عطیات اور وظائف دینے شروع کر دیے ہیں اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے دونوں پیش رو حضرات (حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے طریقہ پر چلیں جہاں سختی کا موقع ہو وہاں سختی اختیار کریں اور جہاں نرمی کا موقع ہو وہاں نرمی اختیار کریں۔ کیونکہ جو لوگوں کے ساتھ سادشیں کرتا ہو اس کے ساتھ سختی کرنی چاہیے اور جو لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کرے اس کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے مگر آپ نے دونوں کے ساتھ یکساں سلوک اختیار کر رکھا ہے۔“

نرم سلوک کی ہدایت:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حمد و ثناء کے بعد یوں فرمایا:

”تم لوگوں نے جو مجھے مشورہ دے دیے ہیں وہ میں نے سن لیے ہیں اور ہر کام کے انجام دینے کا ایک طریقہ ہوتا ہے وہ بات جس کا اس امت (اسلامیہ) کو اندیشہ ہے ہو کر رہے گی اس فتنہ کا جو دروازہ بند ہے اسے نرمی، موافقت اور اطاعت کے ذریعہ مسدود رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔ البتہ اللہ کے حدود و قوانین کی حفاظت کی جائے گی۔“

فتنہ و فساد کی پیشین گوئی:

اگر اس (فتنہ) کے دروازہ کو بند رکھنا ہے تو نرمی کا طریقہ بہتر ہے۔ تاہم یہ (دروازہ) کھل کر رہے گا اور کوئی اسے روک

نہیں سکے گا۔

اللہ جانتا ہے کہ میں نے لوگوں اور اپنی ذات کی بھلائی کے لیے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ بخدا! فتنہ و فساد کی چکی گردش میں آ کر رہے گی۔ عثمان بن عفانؓ کے لیے کیا ہی اچھا ہے کہ وہ اس فتنہ کو برپا کرنے سے پیشتر ہی رخصت ہو جائے۔ تم لوگوں کو (فتنہ و فساد سے) روکو اور ان کے حقوق ادا کرو اور ان سے درگزر کرو۔ البتہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں سستی نہ کرو۔“

آئندہ خلیفہ کا تذکرہ:

جب (حج کے زمانے میں) حضرت عثمان بن عفانؓ نے حج کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے حضرات معاویہ اور عبداللہ بن سعد بن سہلؓ کو (پہلے) مدینہ روانہ کیا اور ابن عامر اور سعید بن العاصؓ جیسا ان کے ساتھ روانہ ہوئے جب حضرت عثمان بن عفانؓ روانہ ہو گئے تو ایک حدی خواں نے یہ جزیہ اشعار پڑھے:

① تمام لاغر ساریاں اور لوگ جانتے ہیں کہ ان کے بعد امیر (خلیفہ) حضرت علی بن عفانؓ ہوں گے۔

② حضرت زبیر بن عفانؓ بھی پسندیدہ جانشین ہیں اور طلحہ بن عفانؓ بھی اس کے حقدار ہیں۔

کعب حضرت عثمان بن عفانؓ کے پیچھے چل رہے تھے انہوں نے کہا ”بخدا! ان کے بعد یہ محمد والے (خلیفہ) ہوں گے۔“ ان کا اشارہ امیر معاویہ بن عفانؓ کی طرف تھا۔

خلافت توقع:

سیف بن ظہل کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس سے جانے کے بعد امیر معاویہ بن عفانؓ (خلافت کی) توقع کرنے لگے تھے۔ جب یہ سب لوگ حج کے موسم میں حضرت عثمان بن عفانؓ کے اجتماع میں شریک ہوئے تو اس کے بعد جب وہ روانہ ہوئے تو ایک رجز خواں نے یہ شعر پڑھا:

”ان کے بعد امیر (خلیفہ) حضرت علی بن عفانؓ ہیں اور زبیر بن عفانؓ پسندیدہ جانشین ہیں۔“

معاویہ بن عفانؓ کی طرف اشارہ:

اس پر کعب نے کہا ”تم جھوٹ بولتے ہو اس کے بعد (خلیفہ) یہ مشکئی محمد والے“ یعنی معاویہ بن عفانؓ ہیں۔ جب امیر معاویہ بن عفانؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اس سے پوچھا تو وہ بولا ”ہاں آپ ان کے بعد امیر (خلیفہ) ہوں گے البتہ آپ اسے اس وقت حاصل کریں گے جب آپ میری اس بات کی تکذیب کریں گے“ اس وقت سے امیر معاویہ بن عفانؓ کو اس (خلافت) کی توقع ہونے لگی۔

جب حضرت عثمان بن عفانؓ مدینہ پہنچے تو انہوں نے حکام کو ان کی عملداری کی طرف لوٹا دیا اور وہ سب چلے گئے۔ البتہ حضرت معاویہ بن عفانؓ ان کے بعد (دہاں) مقیم رہے۔

معاویہ بن عفانؓ کی روانگی:

جب امیر معاویہ بن عفانؓ حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس سے رخصت ہوئے تو جب وہ وہاں سے نکلے اس وقت سفری لباس میں نبوی تھے ان کے گھنے میں کھوار تھی اور وہ تیرکان سے لیس تھے۔ انہوں نے مہاجرین کے چند لوگوں کو دیکھا جن میں حضرات طلحہؓ زبیرؓ

وہی جڑ سے بھی شامل تھے انہوں نے ان کو سلام کرنے کے بعد اپنی کمان کا سہارا لیا اور پھر ان سے یوں مخاطب ہوئے:

اسلامی طریقہ انتخاب:

”جب (عہد جاہلیت میں) لوگوں پر چند گنتی کے لوگ غالب آ جاتے تھے اور وقت تمہارے ہر خاندان اور قبیلے میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو اپنی قوم کے خود مختار اور مطلق العنان سردار بن کر حکومت کرتے تھے اور وہ کسی سے مشورہ نہیں لیتے تھے۔ آنکھ خداے بزرگ و برتر نے اپنے حقیر آنحضرت ﷺ کو مبعوث کیا اور ان کی پیروی کرنے والوں کو عزت بخشی اس کے بعد وہ باہمی مشورہ کے بعد حاکم مقرر کرنے لگے۔ وہ (اس معاملہ میں) ان کی بزرگی، سابقہ اسلامی خدمات اور ذاتی صلاحیت و محنت کو ترجیح دیتے تھے اگر آئندہ بھی انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا اور اس طریقہ پر قائم رہے تو ان کی حکومت برقرار رہے گی اور لوگ ان کی پیروی کریں گے۔

ریکسائٹ نظام:

اگر یہ (مسلمان) دنیا دار بن گئے اور طاقت کے ذریعہ دنیا طلبی میں لگ گئے تو ان سے یہ (نعت) چھن جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان میں سے پھر ریکسائٹ نظام کو قائم کر دے گا ورنہ انہیں غیروں (کے تسلط) سے ڈرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ تہدیل کرنے پر قادر ہے اور اپنی خدائی سے اسے ہر طرح کا اختیار حاصل ہے۔

تعاون کی نصیحت:

میں اس بوڑھے (خلیفہ عثمانؓ) کو تمہارے سپرد کر کے چار ہا ہوں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے ساتھ تعاون کرو اس کی وجہ سے تم زیادہ خوشحال رہو گے۔“

تقریر پر تنقید:

اس کے بعد وہ انہیں الوداع کہہ کر چلے گئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ”میری رائے میں اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے“ (حضرت) زبیرؓ نے فرمایا ”نہیں بخدا! جیسا عظیم تر شخص وہ آج صبح ہمارے اور تمہارے دلوں میں ہے پہلے کبھی نہیں تھا۔“

دوسری روایت:

موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں ”حضرت عثمانؓ نے (حضرت) طلحہؓ کو دعوت دے کر بلوایا میں بھی (ان کے فرزند) ان کے ساتھ روانہ ہوا جب وہ (حضرت) عثمانؓ کے پاس پہنچے تو (حضرات) علیؓ، سعدؓ زبیرؓ اور معاویہؓ جیسے وہاں موجود تھے۔ امیر معاویہؓ نے جڑ سے اچھڑا کر ہاتھ دھو کر ان کے بعد یوں تقریر کی:

حضرت معاویہؓ کی تقریر:

”آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور روئے زمین کے بہترین انسان ہیں آپ لوگ اس امت (اسلامیہ) کے ارباب حل و عقد ہیں کیونکہ آپ لوگوں کے علاوہ اور کوئی اس (حکمرانی) کی توقع نہیں رکھ سکتا۔

آپ نے اپنے ساتھی (حضرت عثمانؓ) کو جبر اور طمع کے بغیر انتخاب کیا ہے وہ سن رسیدہ ہو گئے ہیں اور ان کی عمر ختم ہو چکی ہے اور اگر تم ان کے بڑھاپے کی انتہائی عمر کا انتظار کرو گے تو وہ بھی قریب ہے۔ تاہم مجھے تو یقین ہے کہ وہ اللہ کو اس قدر عزیز ہیں کہ وہ

طائیں اس عمر تک نہیں پہنچائے گا۔

آنکدہ خلیفہ کی افواہ:

وہ افواہ پھیل گئی ہے جس کا مجھے اندیشہ تھا تم اس کے لیے قتلِ ملامت نہیں ہو میرا یہ ہاتھ بھی تمہارے ساتھ ہے: ہم تم کو عام کو اپنے بارے میں توقع نہ لانا کیونکہ اگر وہ اس کی طرف مائل ہو گئے تو تم ہمیشہ اس میں متزلزل وادارہ دیکھو گے۔

حضرت علیؓ بن عفانؓ کا اعتراض:

حضرت علیؓ بن عفانؓ نے فرمایا ”تمہارا اس سے کیا تعلق ہے تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی تمہاری ماں نہ رہے۔“ وہ بولے:

حضرت عثمان بن عفانؓ کا جواب:

تم میری والدہ کو اپنے مقام پر چھوڑو۔ وہ بدترین ماں نہیں ہے۔ وہ مسلمان ہوئی ہیں اور نبی کریم ﷺ سے انہوں نے بیعت کی۔ جو بات میں تم سے کہہ رہا ہوں تم مجھے اسی کا جواب دو حضرت عثمان بن عفانؓ نے فرمایا ”میرے بھتیجے نے جی کہا ہے میں اپنے بارے میں اور اپنی خلافت کے بارے میں تمہیں مطلع کرتا ہوں۔“ یہ واقعہ ہے کہ میرے ان دو ساتھیوں نے جو مجھ سے پہلے (خلیفہ) ہوئے تھے اپنی ذات اور اپنے رشتہ داروں کے لیے ثواب حاصل کرنے کے لیے غلطی برداشت کی۔

صلہ رحمی:

تاہم یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رشتہ داروں کو دیا کرتے تھے میں بھی اس خاندان سے متعلق ہوں جو مہاجرین اور انصار کے درمیان صلہ رحمی کے لیے چنانچہ یہ مال میری گمرانی میں ہے اس لیے میں نے اس مال میں سے کچھ رقم اس وجہ سے دی کہ وہ میری ملکیت ہے اگر تمہاری یہ رائے ہو کہ یہ بات غلط ہے تو اسے لوٹا یا جاسکتا ہے کیونکہ میرا حکم تمہارے حکم کے تابع ہے۔

شکایت کا ازالہ:

لوگوں نے کہا آپ نے صحیح اور بہتر فیصلہ کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ”آپ نے خالد بن اسید اور مروان کو (بیجا) دیا ہے“ ان کا خیال تھا کہ انہوں (حضرت عثمان بن عفانؓ) نے مروان کو چند روزہ ہزار دیے ہیں اور ابن اسید کو پچاس ہزار دیے ہیں۔ چنانچہ جب ان سے وہ رقم لوٹائی گئی تو وہ خوش ہو گئے اور رضامند اور مطمئن ہو کر نکلے۔

امیر معاویہ بن عفانؓ کی پیشکش:

جب حضرت عثمان بن عفانؓ نے امیر معاویہ بن عفانؓ کو صبح کے وقت رخصت کیا تو چلتے وقت امیر معاویہ بن عفانؓ نے ان سے کہا: ”اے امیر المومنین! اس سے پہلے کہ وہ لوگ جن کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے آپ پر حملہ آور ہوں آپ میرے ساتھ شام چلے جائیں کیونکہ اہل شام ابھی فرمانبردار ہیں۔“

حضرت عثمان بن عفانؓ کا انکار:

حضرت عثمان بن عفانؓ نے فرمایا:

”میں رسول اللہ ﷺ کا پڑوس کسی چیز کے بدلے میں فروخت نہیں کروں گا خواہ اس کی وجہ سے میری گردن کی شرمگسٹ چلے۔“

فوجی امداد سے انکار:

امیر معاویہ جہنڈ نے کہا: ”میں آپ کے پاس ایسا لشکر بھیج دوں گا جو اہل مدینہ کے قریب رہے گا تاکہ وہ مدینہ میں یا آپ پر کوئی ناگہانی حادثہ رونما ہو تو اس وقت کام میں آئے۔“

آپ نے فرمایا: ”اس فوج کو یہاں ٹھہرا کر مجھے رسول اللہ ﷺ کے پڑوسیوں کے رزق میں کمی کرنی پڑے گی۔ اور دارالہجرت کے رہنے والوں کو تنگی رزق کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

اللہ پر بھروسہ:

امیر معاویہ جہنڈ نے کہا: ”اے امیر المومنین! بخدا آپ پر اچانک حملہ ہو گا یا آپ کو جنگ کرنی پڑے گی“ آپ نے فرمایا: ”اللہ میرے لیے کافی ہے اور وہی عمدہ کارساز ہے۔“

پھر امیر معاویہ جہنڈ روانہ ہوئے۔ کچھ حضرات کے پاس ٹھہرے پھر چلے گئے۔

سازش کی ناکامی:

اس اثناء میں اہل مصر نے اپنے قبیعین کے ساتھ یہ خط و کتابت جاری رکھی کہ وہ اپنے حکام کے خلاف بغاوت کر دیں اس خط و کتابت کے سلسلے میں اہل کوفہ و اہل بصرہ اور دیگر علاقے کے سبھی قبیعین شامل تھے انہوں نے اس مقصد کے لیے دن بھی مقرر کر دیا تھا جب کہ ان کے حکام وہاں سے روانہ ہوئے تھے مگر اہل کوفہ کے علاوہ کہیں (یہ سازش) کامیاب نہیں ہوئی۔

کوفہ میں شورش:

یزید بن قیس ارجسی نے علم بغاوت بلند کیا اور اس کے ساتھی اس کے پاس اکٹھے ہو گئے اسی زمانے میں جنگی قیادت قحطاع بن عمرو جہنڈ کے سپرد تھی وہ اس کے پاس آیا اس وقت لوگ اسے گھیرے ہوئے تھے۔ یزید نے قحطاع جہنڈ سے کہا۔

سعید کی مخالفت:

”آپ میرے اور ان لوگوں کے درپے کیوں ہیں؟ بخدا میں مطیع و فرمانبردار ہوں اور میں اپنی جماعت کے ساتھ ہوں البتہ میں یہ چاہتا ہوں کہ سعید بن العاص جہنڈ اپنے عہدے سے استعفاء دے دیں“ وہ بولا ”کیا میں خاص لوگوں سے اس کام کا استعفاء طلب کروں جس پر عوام راضی اور مطمئن ہیں“ وہ بولا ”اس کا تعلق امیر المومنین سے ہے۔“

سعید کا اخراج:

اس طرح اس نے ان لوگوں کو استعفاء کا مطالبہ پیش کرنے کے لیے جھوٹ دیا اور انہوں نے صرف اسی بات کا اظہار کیا۔ بعد ازاں یہ لوگ سعید بن العاص جہنڈ کو جرم کے مقام سے لوٹا کر لے گئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری جہنڈ کو حاکم بنانے پر متفق ہو گئے اور حضرت عثمان جہنڈ نے بھی انہیں مقرر کر دیا۔

مدینہ پہنچنے کی سازش:

جب حکام و اہل آگے تو سبائیہ (عبداللہ بن سبا کے قبیعین) کے لیے مختلف شیروں میں آمد و رفت کا ذریعہ باقی نہیں رہا انہوں نے مختلف شیروں میں اپنے پیروؤں کو گھسا کہ وہ مدینہ کے قریب پہنچیں تاکہ وہاں پہنچ کر وہ غور کر سکیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں انھوں نے

(عوام کے سامنے) یہ ظاہر کیا کہ وہ نیک کاموں کا حکم دے رہے ہیں اور وہ (حضرت عثمان غنیؓ) سے چند باتیں دریخت کرتا چاہتے ہیں جو عوام میں مشہور ہیں اس لیے وہ اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ مدینہ پہنچ گئے۔
تحقیقاتی افسر:

حضرت عثمان غنیؓ نے دو اشخاص کو بھیجا۔ ایک شخص کا تعلق قبیلہ مخزوم سے تھا دوسرے کا تعلق قبیلہ زہرہ سے تھا انہیں آپ نے یہ ہدایت دی:

”تم دونوں معلوم کرو کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور ان کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرو یہ دونوں حضرت عثمان غنیؓ کی تادیبی کارروائی کا شکار ہو چکے تھے تاہم ان دونوں نے حق و صداقت کی پاس داری کی اور کنیہ لے کر نہیں گئے۔ جب ان (شورش پسندوں) نے ان دونوں اشخاص کو دیکھا تو انہوں نے دونوں کو اپنے مطالبات سے مطلع کیا۔ ان دونوں نے ان سے پوچھا: ”تمہارے ساتھ اہل مدینہ میں سے کون ہے؟ وہ بولے تمہیں افراد ہیں۔“
اصل حقیقت کا اظہار:

انہوں نے پوچھا ”تم کیا کرنا چاہتے ہو؟“ وہ بولے ”ہم انہیں (حضرت عثمان غنیؓ) کو چند باتیں یاد دلانا چاہتے ہیں جنہیں ہم نے لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیا ہے۔ پھر واپس آ کر عوام کو بتائیں گے کہ ہم نے انہیں یہ باتیں یاد دلانیں مگر انہوں نے ان کی خلافی نہیں کی اور نہ توہم کی۔ اس کے بعد ہم حاجیوں کی حیثیت سے آئیں گے اور انہیں گھر کر معزول کر دیں گے اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو ہم انہیں قتل کر دیں گے۔“
(ان کا یہ پروگرام سن کر) وہ دونوں واپس آئے اور حضرت عثمان غنیؓ کو تمام صورت حال سے مطلع کیا۔ آپ ہنسنے لگے اور پھر فرمایا:

مخالفوں پر رائے زنی:

”اے اللہ تو ان کی اصلاح فرما اور اگر تو نے انہیں درست نہیں کیا تو وہ (امت اسلامیہ میں) تفرقہ اندازی اور انتشار پیدا کر دیں گے۔ جہاں تک عمار کا تعلق ہے انہوں نے عباس بن عبد المطلب پر حملہ کیا تھا اور اس سے جنگ کی تھی۔ محمد بن ابی بکر پر تعجب ہے کہ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ حقوق ان کے ذمہ لازم نہیں ہیں۔ ابن سہلہ بھی امتلا اور تفرقہ کا شکار ہو رہے ہیں۔“
اہم اجتماع:

آپ نے اہل کوفہ اور اہل بصرہ کو خط لکھے اور نماز میں شریک ہونے کا اعلان کر دیا جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام مدینہ سے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ نے حمد و ثناء کے بعد ان لوگوں کے حالات سے انہیں مطلع کیا اور وہ دونوں (خبر بھی) کھڑے ہو گئے۔ سب نے مشتاق ہو کر یہ کہا:

بعثت کی سزا:

آپ ان سب کو قتل کر دیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ”جو شخص مسلمانوں کا (مستقل) خلیفہ (حاکم) ہوتے ہوئے اپنے یا کسی اور شخص کے لیے پروپیگنڈا (دعوت) کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے تم اسے قتل کر دو۔“

حضرت عمرؓ کا قول:

حضرت عمر بن الخطابؓ نے بھی فرمایا ہے "میں تمہارے لیے (ایسے شخص کے لیے) کوئی رعایت نہیں دیتا ہوں مگر یہ کہ تم اسے مار ڈالو۔ میں بھی (اس کام میں) تمہارا شریک ہوں۔"

حضرت عثمانؓ کی معافی:

حضرت عثمانؓ نے فرمایا "ہم انہیں معاف کرتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں اور اپنی کوشش کے مطابق انہیں دیکھتے رہیں گے۔ ہم کسی سے عداوت نہیں رکھیں گے جب تک کہ وہ کسی حد شرعی کے گناہ کا مرتکب نہ ہو یا کفر کا اظہار نہ کرے۔"

ان لوگوں نے ایسی باتوں کا تذکرہ کیا ہے جنہیں وہ اسی طرح جانتے ہیں جس طرح تم جانتے ہو مگر وہ مجھے اس لیے یاد دلانا چاہتے ہیں تاکہ واقف لوگوں کے سامنے ان کی اشاعت کر سکیں وہ یہ کہتے ہیں۔

اعترافات کے جوابات:

① میں نے سفر میں نماز پوری پڑھی حالانکہ وہ اس صورت میں مکمل نہیں پڑھی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایسے شہر میں تھا جہاں میرے اہل و عیال تھے اس لیے میں نے پوری نماز پڑھائی۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ "لوگوں نے کہا" ہاں (صحیح ہے)۔"

محفوظ چراگاہ:

② وہ لوگ کہتے ہیں "میں نے چراگاہ کو محفوظ کیا (اس کا جواب یہ ہے کہ) میں نے بخدا اپنے لیے کوئی چراگاہ محفوظ نہیں کی اور نہ انہوں نے کسی ایک مخصوص آدمی کے لیے (ایسی چراگاہ کو محفوظ نہیں رکھا جس پر اہل مدینہ غالب نہ آ جاتے ہوں پھر انہوں نے رعایا میں سے کسی کو نہیں روکا بلکہ اسے مسلمانوں کے صدقات (کے مونیٹیوں) کے لیے محدود رکھا ہے تاکہ کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا اور تنازعہ برپا نہ ہو سکے پھر انہوں نے کسی کو نہیں روکا ہے۔"

مال کی کمی:

③ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو دو سواریوں کے علاوہ میرے پاس کوئی مویشی نہیں ہے نہ بکریاں ہیں نہ بھیڑیں اور نہ دوسرا جانور ہے۔ جب میں خلیفہ مقرر ہوا تھا اس وقت اہل عرب میں سب سے زیادہ میرے پاس بھیڑ بکریاں اور اونٹ تھے مگر اب حج کی سواری کے لیے دو اونٹوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ کیا ایسا ہی ہے؟ لوگوں نے کہا "ہاں۔"

تدوین قرآن:

④ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کئی کتابوں میں تھا میں نے اسے ایک کر دیا ہے (اس کا جواب یہ ہے کہ) قرآن کریم ایک ہے جو خدائے واحد کی طرف سے نازل ہوا اور میں اس معاملے میں ان لوگوں (پیڑوں) کا تابع ہوں۔ کیا ایسا ہی ہے؟ مسلمانوں نے کہا ہاں بے شک (یہی بات ہے) نیز انہوں نے پھر مطالبہ کیا کہ وہ انہیں نقل کر دیں۔ آپ نے مزید فرمایا:

حکم کا معاملہ:

⑤ یہ لوگ کہتے ہیں "میں نے حکم کو واپس بلا لیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں جلا وطن کر دیا تھا۔ حکم مکہ کے باشندے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مکہ سے طائف جلا وطن کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں واپس بلا لیا۔ اس طرح یہ رسول اللہ ﷺ کی

ذات تہی جنہوں نے انہیں جلا وطن کیا اور پھر واپس بلا لیا۔ کیا ایسا ہی ہے؟ لوگوں نے کہا: ”ہاں بے شک۔“

نوعمر حکام پر اعتراض:

⑥ یہ لوگ کہتے ہیں ”میں نے نوعمر لوگوں کو حاکم بنایا ہے“ (جواب یہ ہے کہ) میں نے قابل اور پسندیدہ شخص مزاج افراد کو ہی حاکم بنایا ہے ان کے بارے میں تم ان لوگوں سے پوچھو جو ان کی عمل داری کے اندر رہتے ہوں۔ اور ان کے شیروں کے باشندے ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی سب سے کم عمر شخص کو حاکم بنایا گیا تھا۔ اور جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسمہ کو حاکم بنایا تو اس وقت آپ پر اس سے زیادہ اعتراض کیا گیا تھا جو مجھ پر اعتراضات کیے جا رہے ہیں۔ کیا ایسا ہی ہے؟ لوگوں نے کہا: ”ہاں بے شک۔ یہ لوگ ایسے اعتراضات کرتے ہیں جنہیں وہ ثابت نہیں کر سکتے ہیں۔“

⑦ (آپ نے مزید فرمایا) یہ لوگ کہتے ہیں ”میں نے ابن ابی سرن کو مال غنیمت سے خاص عطیہ دیا۔“ (جواب یہ ہے کہ) میں نے انہیں مال غنیمت کے شمس حصے میں سے پانچواں حصہ انعام کے طور پر دیا تھا جو ایک لاکھ کی رقم تھی۔ ایسے ایک مہظرت ابو بکر رضی اللہ عنہ عمر جوڑنے بھی جاری کیے تھے مگر جب فوج نے اس بات کو ناپسند کیا تو میں نے یہ رقم واپس لے کر انہیں میں تقسیم کر دی تھی حالانکہ یہ ان کا حق نہیں تھا کیا یہی بات ہے؟ ”لوگوں نے کہا“ ”ہاں بے شک۔“

صلہ رحمی پر اعتراض کا جواب:

⑧ (مزید فرمایا) یہ لوگ کہتے ہیں ”میں اپنے گھر والوں سے محبت کرتا ہوں اور ان پر بخشش کرتا ہوں“ جہاں تک گھر والوں سے محبت کرنے کا تعلق ہے تو ان کی وجہ سے میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا بلکہ ان کے حقوق ادا کرتا ہوں اور صرف اپنے مال سے انہیں عطیات دیتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک مسلمانوں کا مال اپنی ذات یا کسی اور کو دینے کے لیے حلال نہیں ہے۔

قوی مال کی حفاظت:

میں رسول اللہ ﷺ اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اپنی ذاتی ملکیت میں سے بہت زیادہ خیرات کیا کرتا تھا۔ یہ وہ زمانہ شباب تھا جب کہ میں کفایت شعار تھا اب جب کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری عمر فناء ہو رہی ہے اور تمام سرمایہ گھر والوں کے لیے چھوڑے جا رہا ہوں اس زمانے میں یہ طہر یہ باتیں بنارہے ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے کسی شہر میں سے فالتو مال بھی حاصل نہیں کیا جس کی وجہ سے لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع ملا ہو۔ بلکہ یہ واقعہ ہے کہ میں (زانکہ مال) انہیں کو لوٹ دیا کرتا تھا اور میرے پاس صرف پانچواں حصہ (فقس) ہی بچتا تھا اور اس میں سے بھی میں نے کوئی چیز اپنے لیے روایتیں نہ کی۔

دیانتداری:

مسلمان اس مال کو وہاں کے لوگوں میں تقسیم کرتے تھے میرا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا۔ اللہ کے مال میں سے ایک پائی بھی ضائع نہیں کی گئی اور میں صرف اپنے ذاتی مال میں سے گزراوقات کرتا ہوں۔

اراضی کی متعلق:

⑨ یہ لوگ کہتے ہیں ”آپ نے اراضی لوگوں کو عطا کیں“ (جواب یہ ہے کہ) ان اراضی میں مہاجرین و انصار کے وہ لوگ شریک ہیں جنہوں نے انہیں فتح کیا لہذا جو شخص ان فوہات کے مقام پر مقیم ہے وہ اس کا مالک ہے مگر جو اپنے اہل و عیال کے پاس

آگے تو ان کے ساتھ وادراشی مٹھیں نہیں ہوئیں اس لیے میں نے اس قسم کی ادراشی کے بارے میں غور و خوض کیا تو اصل باتوں کی اجازت اور مرضی سے عرب کی ادراشی کے ساتھ ان کا تہاول کیا گیا۔ اس طرح یہ ادراشی انہیں لوگوں کے قبضہ میں ہیں میری ملکیت میں نہیں ہیں۔۔۔

ادراشی کی منصفانہ تقسیم:

حضرت عثمان جوہڑ نے اپنا مال و متاع اور ادراشی بنو امیہ میں تقسیم کر دی تھی اور اپنی اولاد کو بھی ان کا کام حصہ دار بنایا تھا اس تقسیم کا آغاز انہوں نے فرزدان ابو العاص سے کیا تھا۔ چنانچہ آل عکم میں سے ہر ایک کو دس دس ہزار دیئے اس طرح ان سب نے کل ایک لاکھ کی رقم حاصل کی تھی۔ انہوں نے اپنے فرزندوں کو بھی اسی قدر رقم دی تھی نیز بنو العاص بنو العيص اور بنو حرب میں بھی مال و دولت کو تقسیم کر دیا تھا۔

نرم سلوک:

بہر حال حضرت عثمان جوہڑ نے ان (مفسدوں) کے ساتھ نرمی اختیار کی عام مسلمان یہی کہتے تھے کہ انہیں قتل کر دیا جائے مگر حضرت عثمان جوہڑ کا اصرا اسی بات پر تھا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے چنانچہ وہ لوگ لوٹ گئے اور (یہ کہہ کر گئے) کہ وہ حاجیوں کے بھیس میں جنگ کریں گے۔

حاجیوں کے بھیس میں:

ان لوگوں نے واپس جا کر ایک دوسرے کو کھٹکا کہ وہ شوال کے مہینے میں مدینہ کے گرد و نواح میں جمع ہو جائیں چنانچہ جب خلافت عثمانی کے بارہویں سال میں شوال کا مہینہ آیا تو وہ حاجیوں کی طرف سفر کے لیے نکلے اور مدینہ منورہ کے قریب ٹھہر گئے۔

چار سرداروں کی قیادت:

سیف کی روایت ہے کہ جب ۳۵ھ میں شوال کا مہینہ آیا تو اہل مصر چار قافلوں کی شکل میں روانہ ہوئے ان کی قیادت چار سردار کر رہے تھے ان کی کم از کم تعداد چھ سو اور زیادہ سے زیادہ تعداد ایک ہزار تھی ان کے سردار مندرجہ ذیل حضرات تھے۔

پانچویں کے سردار:

① عبدالرحمن بن عدیس بلوی ② کنانہ بن بشر لیبی ③ سودان بن حمران سکونی ④ قتیہ سکونی۔ تمام قافلہ کا اہل سردار غافقی بن حرب ثعلبی تھا۔

عبداللہ بن سبا کی شرکت:

ان لوگوں میں اس قدر جرأت تھی کہ وہ مسلمانوں کو اس بات سے مطلع کرتے کہ وہ جنگ کرنے کے لیے مدینہ پہنچے۔ انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ حج کے لیے سفر کر رہے ہیں ان کے ساتھ ابن السودا بھی تھا (جو عبداللہ بن سبا کا لقب ہے)۔

اہل کوفہ کا قافلہ:

اہل کوفہ بھی چار قافلوں کے ساتھ نکلے اور ان کے سردار مندرجہ ذیل تھے۔

کوفی سردار:

۱ زید بن صوحان عہدی ۲ اشتر غنوی ۳ زید بن نضر حارثی ۴ عبداللہ بن اسم بن قبیلہ عامر بن معصہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کی تعداد بھی اہل مصر کی تعداد کے برابر تھی اور ان سب کا سپہ سالار اہل عمرو بن اسم تھا۔

بصرہ کے سرغنہ:

اہل بصرہ بھی چار قتلوں میں روانہ ہوئے ان کے سرغنہ یہ تھے ۱ حکیم بن جبلہ عہدی ۲ ذریع بن عہد عہدی ۳ بشر بن شریح الحکم بن ضعیفہ قیس ۴ ابن الحمرس بن عبد بن عمرو غنی ان کی تعداد بھی اہل مصر کی تعداد کے برابر تھی اور ان سب کا حاکم اہل عرقوس بن زبیر سعدی تھا۔ ان لوگوں میں کچھ اور لوگ بھی (آگے چل کر) شامل ہو گئے تھے۔

مختلف خیالات کے گروہ:

اہل مصر (حضرت) علیؓ بن ابی طالبؓ کے طرف دار تھے۔ اہل بصرہ حضرت طلحہؓ بن ابی طالبؓ کو پسند کرتے تھے اور اہل کوفہ حضرت زبیرؓ بن جہلؓ کے حامی تھے۔ بغداد پر سب کا اتفاق تھا تاہم یہ لوگ مختلف خیالات کے تھے ہر گروہ کو اپنی کامیابی کی امید تھی اور دوسرے گروہ کی ناکامی کا اندیشہ تھا۔

باغیوں کے مراکز:

یہ سب (مفسدین) روانہ ہوئے جب مدینہ تین منزل پر رہ گیا تو بصرہ کے کچھ لوگ ذوحشب کی منزل پر ٹھہر گئے اور اہل کوفہ کے کچھ اعمام کے مقام پر ٹھہرے ان کے پاس مصر کے کچھ لوگ آئے انہوں نے اپنے عوام کو دہلے کے مقام پر چھوڑ دیا تھا اور اہل مصر اور اہل بصرہ کے پاس زیادہ تر غرور عبداللہ بن اسم آئے اور دونوں کہنے لگے:

اہل مدینہ سے اندیشہ:

تم نہ تو خود جلد بازی سے کام لو اور نہ ہمیں جلت پر مجبور کرو جب ہم مدینہ میں داخل ہو جائیں گے اس وقت ہم تم کو اطلاع دیں گے کیونکہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ مدینہ میں لوگ ہمارے مقابلے میں لشکر آ رہے ہیں۔ بخدا! اگر اہل مدینہ کو اس وقت ہم سے اندیشہ پیدا ہو گیا ہے اور انہوں نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے کو جائز قرار دیا ہے جب کہ انہیں ہمارے بارے میں صحیح علم نہیں ہے تو جب انہیں ہمارے بارے میں پوری معلومات حاصل ہوں گی تو اس وقت وہ ہمارے سخت مخالف ہو جائیں گے اور ہمارا یہ سب منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔

اگر وہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے روادار نہیں ہیں اور جو اطلاع ہمیں ملی ہے وہ غلط ثابت ہوگی تو ہم اس کی اطلاع لے کر واپس آئیں گے۔

سرکردہ حضرات سے ملاقات:

ان لوگوں نے کہا ”تم دونوں جاؤ“ چنانچہ یہ دونوں افراد مدینہ پہنچے اور انہوں نے ازواج مطہرات نبی کریم ﷺ اور حضرات علیؓ بن ابی طالبؓ اور زبیرؓ بن جہلؓ سے ملاقاتیں کیں اور کہا ”ہم اس ناعمان کی اقتداء کرتے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ خلیفہ ہمارے بعض حکام کو معزول کر دے۔ ہم صرف اسی مقصد کے لیے آئے ہیں اور مسلمانوں سے ہم نے اس مقصد کے لیے اجازت حاصل کی ہے۔“

مگر ہر ایک نے (تعاون) سے انکار کیا اور مخالفت کی اور یہ کہا "ان انڈوں سے چوڑے نہیں نکلیں گے"۔ چنانچہ وہ دونوں یہ خبر لے کر واپس آ گئے۔

اپنے امیدواروں سے ملاقات:

اس کے بعد کچھ افراد اہل کثرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس پہنچے اور بصرہ کے کچھ افراد حضرت طلحہ بن ابی طالبؓ کے پاس آئے اور کوفہ کے لوگ حضرت زبیر بن ابی طالبؓ کے پاس آئے اور ہر گروہ نے یہ کہا:

"اگر دوسری جماعتیں ہمارے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر لیں (تو بہتر ہے) ورنہ ہم ان کے خلاف تدبیر کریں گے اور ان کی جماعت سے الگ ہو جائیں گے"۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے ملاقات:

چنانچہ اہل مصر حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس آئے وہ اتجار اثریت کے پاس ایک لشکر میں تھے ان کے گلے میں گوار تھی اور سرخ یعنی عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت حسن بن ابی طالبؓ کو حضرت عثمان بن ابی طالبؓ کے اجتماع میں بھیجا ہوا تھا چنانچہ حسن بن ابی طالبؓ حضرت عثمان بن ابی طالبؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علی بن ابی طالبؓ اتجار اثریت کے قریب تھے۔

لعنتی افراد:

مصریوں نے جا کر انہیں سلام کیا اور اپنی عرضداشت پیش کی۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ ان پر چلائے اور انہیں نکال دیا۔ آپ نے فرمایا "نیک لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ ذولمرہ اور ذؤشب کے لشکر پر حضرت محمد بن عبد اللہؐ نے لعنت فرمائی ہے تم واپس جاؤ اللہ تمہاری صحبت سے بچائے" وہ بولے "اچھا" اور پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔

حضرت طلحہ بن ابی طالبؓ کی گفتگو:

اہل بصرہ حضرت طلحہ بن ابی طالبؓ کے پاس پہنچے وہ بھی حضرت علی بن ابی طالبؓ کے قریب دوسری جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی اپنے دونوں فرزندوں کو حضرت عثمان بن ابی طالبؓ کے پاس بھیجا ہوا تھا۔ بصرہ کے لوگوں نے انہیں سلام کیا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ وہ بھی ان پر چیخے اور چلائے اور انہیں نکال دیا۔ آپ نے یہ فرمایا "مومنوں کو یہ بات معلوم ہے کہ ذولمرہ و ذؤشب اور اعمش کی فوجوں پر حضرت محمد بن عبد اللہؐ نے لعنت بھیجی ہے"۔

حضرت زبیر بن ابی طالبؓ کا انکار:

کوئی حضرات حضرت زبیر بن ابی طالبؓ کے پاس آئے وہ بھی دوسری جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی اپنے فرزند عبد اللہ کو حضرت عثمان بن ابی طالبؓ کے پاس بھیج رکھا تھا۔ انہوں نے بھی سلام کر کے درخواست پیش کی وہ بھی ان پر بہت چلائے اور یہ کہہ کر انہیں نکال دیا "مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہے کہ ذولمرہ و ذؤشب اور اعمش کی فوجوں پر حضرت محمد بن عبد اللہؐ نے لعنت بھیجی ہے"۔

ایک ناکام محاصرہ:

یہ سب لوگ واپس آ گئے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ واپس جا رہے ہیں وہ ذؤشب اور اعمش کے مقامات سے ہٹ گئے اور اپنے لشکری جموں میں پہنچ گئے جو (مدینہ سے) تین منزل کے فاصلے پر تھے یہ (باقی لوگ) یہ چاہتے تھے کہ اہل مدینہ منتشر ہو جائیں اس

کے بعد یہ لوگ لوٹ کر حملہ کر دیں گے (چنانچہ یہی ہوا) اہل مدینہ انہیں واپس پاتے ہوئے دیکھ کر منتشر ہو گئے اور جب اہل مدینہ اپنے گھروں میں پہنچ گئے تو باقی لوگ واپس آ گئے اور مدینہ پہنچ کر اس کے گرد و نواح میں اپنی تاگہی یا کھیمروں سے اہل مدینہ کو حیران کر دیا اور حضرت عثمان غنیؓ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر کے خیمہ زن ہو گئے انہوں نے کہا ”جو تھیں رہیں اٹھ کے گاؤہ پناہ میں ہے۔“

واپس آنے کی وجہ:

حضرت عثمان غنیؓ نے چند دنوں تک لوگوں کو نماز پڑھائی اور مسلمان اپنے گھروں میں (خاموشی کے ساتھ) رہے انہوں نے گفت و شنید کا دروازہ بند نہیں کیا چنانچہ چند افراد جن میں حضرت علیؓ بھی تھے ان باغیوں کے پاس آئے اور کہا ”تم اپنے خیالات کو تبدیل کرنے کے بعد واپس چلے گئے تھے پھر کیوں لوٹ آئے ہو؟“ وہ بولے ”ہم نے قاصد کے ہاتھ سے ایک خط پکڑا ہے جس میں ہمیں قتل کرنے کا حکم ہے“ حضرت طلحہؓ جو بھی ان کے پاس آئے تو اہل بصرہ نے بھی اس قسم کی بات کی۔ حضرت زبیرؓ بھی ان کے پاس آئے تو اہل کوفہ نے بھی یہی حال بیان کی بلکہ اہل کوفہ اور اہل بصرہ سب نے مل کر کہا ”ہم اپنے بھائیوں کی مدد کریں گے اور ہم سب ل کر ان کی حفاظت کریں گے۔“

ایک ہی قسم کا جواب:

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے پہلے ہی کوئی منصوبہ تیار کر رکھا ہے اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا ”اے اہل کوفہ و بصرہ! تمہیں اہل مصر کی اس بات کا کیسے علم ہو گیا جب کہ تم کی منزلیں طے کر چکے تھے اور پھر ہماری طرف آئے ہو۔ بخدا! یہ منصوبہ مدینہ میں تیار کیا گیا تھا۔“

وہ بولے ”آپ لوگ جیسا چاہیں خیال کریں۔ ہمیں اس شخص کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ ہمیں دھوکا دے رہے ہے۔“

گفتگو کی آزادی:

ان حالات میں حضرت عثمان غنیؓ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے رہے اور یہ باغی لوگ بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے اور جو چاہے حضرت عثمان غنیؓ سے ملتا تھا۔ آپ کی نظر میں یہ لوگ خاک سے بھی کمتر تھے۔ یہ لوگ کسی کو گفتگو سے منع نہیں کرتے تھے۔

اعداد کے لیے خطوط:

حضرت عثمان غنیؓ نے مختلف شہروں میں اعداد کے لیے خطوط بھیجے (جس کا مضمون یہ ہے) ”اللہ بزرگ و برتر نے حضرت محمد ﷺ کو حق کا پیغام دے کر بھیجا تا کہ وہ (نیکیوں کو) بشارت دیں اور (بروں کو) اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ آپ نے اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچا دیئے اور اپنے فرائض ادا کرنے کے بعد دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے ہمارے لیے اللہ کی کتاب چھوڑی ہے جس میں حلال و حرام (ذکور) ہیں اور اس میں اس نے اپنے تمام احکام بیان کر دیئے ہیں خواہ ہندوں کو وہ پسند آئیں یا نا پسند ہوں۔“

امور خلافت کی انجام دہی:

پہلے حضرت ابوبکرؓ عمرؓ و عیسیٰؓ غلیفہ ہوئے پھر میرے علم و درخواست کے بغیر مجھے مجلس شوریٰ میں شامل کیا گیا پھر میری خواہش

کے بغیر اہل شوشی نے سب لوگوں سے مشورہ کر کے مجھے انتخاب کیا۔ میں نے ان کے اندر وہ کردار کام کیے جنہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کا انکار نہیں کر سکتے ہیں میں نے (شریعت کی) پیروی کی اور کسی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا۔

نا جائز مطالبات:

جب یہ کام ختم ہو گئے اور شرف و فساد پھیلنا تو لوگوں کو کہنے اور عدالتیں ظاہر ہونے لگیں اور نفسانی خواہشوں نے زور پکڑا تو لوگ ایسی باتوں کا مطالبہ کرنے لگے جن کے برخلاف کسی جیل و جنت کے بغیر اعلان کرتے تھے وہ میری ان باتوں پر نکتہ چینی کرنے لگے جنہیں وہ ناپسند کرتے تھے میں کئی سالوں تک ان کی باتوں پر صبر کرتا رہا اور ان سے درگزر کرتا رہا حالانکہ میں سب باتیں دیکھتا اور سنتا تھا اس کی وجہ سے ان کی جرأت بڑھتی گئی یہاں تک کہ اب وہ مدینہ رسول اللہ ﷺ میں جو مقام اجرت اور حرم نبوی ہے آ کر ہم پر حملہ آور ہو گئے ہیں۔

جنگ احزاب کا ماحول:

ان کے ساتھ اعراب اور بدو لوگ اس طرح شامل ہوئے ہیں جس طرح وہ جنگ احزاب میں ہمارے برخلاف شریک ہوئے تھے یا جس طرح اعدائے (دشمن) ہمارے برخلاف لڑتے تھے لہذا جو ہماری مدد کر سکتا ہو وہ یہاں پہنچ جائے۔

اہل ادوی فوجیں:

جب مختلف شہروں میں یہ خطوط پہنچے تو لوگ (امداد کے لیے) پیچیدہ اور دشوار راستوں پر روانہ ہو گئے۔ امیر معاویہ بن جہش نے حبیب ابن مسلمہ فہری کو بھیجا۔ عبداللہ بن سعد نے (مصر سے) معاویہ بن خدیج سکونی کو بھیجا۔

ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمات:

اہل کوفہ میں سے عقارب بن عمرو بن جہش روانہ ہوئے کوفہ میں جن لوگوں نے اہل مدینہ کی امداد کے لیے کوششیں کیں ان میں ممتاز صحابہ کرام میں سے مندرجہ ذیل حضرات شامل ہیں: (۱) عقبہ بن عمرو (۲) عبداللہ بن ابی ادنی (۳) خطلہ بن الریح تميمی۔

تابعین کی خدمات:

تابعین میں سے (سرگرم کارکن) حضرت عبداللہ بن مسعود بن جہش کے ساتھیوں میں سے مندرجہ ذیل حضرات نمایاں تھے (۱) عمرو بن اجدر (۲) اسود بن یزید (۳) شریح بن الحارث (۴) عبداللہ بن حکم۔ یہ لوگ کوفہ میں چلتے پھرتے تھے اور مختلف محفلوں میں شامل ہو کر یہ تقریر کرتے تھے۔

پرجوش تقریر:

”اے لوگو! یہ کلام امروز ہے جو وعدہ فردا پر نہیں چھوڑا جاسکتا آج جس کام پر غور کرنا بہتر ہے کل اس پر غور کرنا بدتر ہو جائے گا جنگ کرنا آج روا ہے جو کل ناروا ہو جائے گی تم (فورا) اپنے خلیفہ کی امداد کے لیے روانہ ہو جاؤ جو تمہارے امور سلطنت کا محافظ ہے۔“

بصرہ کے اصحاب کی خدمات:

بصرہ میں (امدادی فوج بھیجنے کے لیے) مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نمایاں کوشش کی (۱) عمران بن حصین (۲) انس بن

مالک (۳) ہشام بن عامر۔ یہ حضرات بھی مذکورہ بالا انداز کی تقریریں کرتے تھے تاہمیں میں سے بالخصوص مندرجہ ذیل حضرات دوسرے افراد کے ساتھ امداد کے لیے آمادہ کرتے تھے (۱) کعب بن سور (۲) حرم بن حیان عہدی وغیرہ۔
شام کے کارکن:

شام میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام مجتہدین نے یہ خدمات انجام دیں:

(۱) عبادہ بن الصامت (۲) ابو الدرداء (۳) ابو اسامہ۔ تاہمیں میں سے نمایاں یہ حضرات تھے۔ (۱) شریک بن خبابہ غیری (۲) ابوسلمہ خولانی (۳) عبدالرحمن بن غنم۔ مصر میں خارجہ اور دوسرے حضرات نے کام کیا۔
حضرت عثمان غنیؓ کی تقریر:

مدینہ میں مصری باغیوں کے آنے کے بعد جب جمعہ کا دن آیا تو حضرت عثمان غنیؓ نکلے اور مسلمانوں کو نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا:

”اے دشمنو! تم اللہ سے ڈرو! بخدا اہل مدینہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے تم لوگوں کو ملعون قرار دیا ہے۔ اس لیے تم تنگی کے ذریعہ گناہوں کو مٹاؤ کیونکہ اللہ بزرگ و برتر برائی کو تنگی کے ذریعہ ہی مٹاتا ہے۔“

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: ”میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔“

حضرت عثمان غنیؓ پر سنگباری:

انہیں حکیم بن جیلہ نے پکڑ کر بٹھالیا پھر حضرت زید بن حارثہ کھڑے ہوئے انہیں دوسری طرف سے آ کر محمد بن ابی قحیرہ نے آ کر بٹھا دیا۔ اس کے بعد ہنگامہ بڑھ گیا اور لوگ بھڑک اٹھے اور وہ لوگوں کو پتھر مارنے لگے یہاں تک کہ انہیں مسجد سے نکال دیا انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ پر بھی سنگباری کی یہاں تک کہ وہ منبر سے بے ہوش ہو کر گر پڑے اور انہیں اٹھا کر گھر پہنچایا گیا۔

تین مدنی حضرات:

یہ مصری باغی اہل مدینہ میں سے صرف تین افراد سے اپنی امداد کی توقع رکھتے تھے کیونکہ ان تینوں سے وہ پہلے سے خط و کتابت کرتے رہتے تھے وہ تین افراد یہ تھے (۱) محمد بن ابی بکر (۲) محمد بن ابی حذیفہ (۳) عمار بن یاسر۔

باغیوں کے مخالفین:

کچھ حضرات ان باغیوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوئے جن میں (۱) حضرت سعد بن مالک (۲) حضرت ابو ہریرہ (۳) حضرت زید بن ثابت (۴) حضرت حسن بن علیؓ جیسا شامل تھے مگر حضرت عثمان غنیؓ نے کہا: بیجا کہ وہ جنگ سے باز آ جائیں اس لیے دور رکھئے۔

صحابہ مجتہدین کی عیادت:

جب حضرت عثمان غنیؓ بے ہوش ہو کر گھر پہنچا دیئے گئے تو حضرات علیؓ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم ان کی عیادت کے لیے آئے اور اظہارِ افسوس کیا اور پھر وہ سب اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

مسجد کے قریب ہنگامہ :

سیف کی روایت ہے کہ ابو عمر نے حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا ”کیا آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے وقت موجود تھے؟“ وہ بولے ”ہاں! میں اس وقت نو عمر بچہ تھا اور مسجد میں اپنے ہم عمروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ بہرہ بشر و غل ہوا تو میں اپنے گھنٹوں کے بل بیٹھ گیا یا کھڑا ہو گیا یہ (باقی لوگ) آ کر مسجد نبوی اور اس کے چاروں طرف پھیل گئے اہل مدینہ بھی ان کے پاس آ گئے وہ ان کی حرکتوں پر افسوس کر رہے تھے اس پر انہوں نے اہل مدینہ کو دھمکانا شروع کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آمد :

جب یہ لوگ دروازے کے قریب شور و غل کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ بھڑکتی ہوئی آگ بجھ گئی۔

آپ کی بے ہوشی :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منبر نبوی کا قصد کیا اور منبر پر چڑھ کر اللہ کی حمد و ثنا کہی۔ اس کے بعد ایک شخص کھڑے ہوئے جنہیں دوسرے آدمی نے بخدا دیا اس کے بعد دوسرے شخص کھڑے ہوئے انہیں بھی بخدا دیا گیا پھر سب لوگ بھڑک اٹھے باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سنگ باری کی یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑے پھر انہیں اٹھا کر گھر پہنچا دیا گیا۔

امامت ممنوع :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس دن تک نماز پڑھائی پھر انہوں (باغیوں) نے انہیں نماز پڑھانے سے روک دیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ جب باغی مسجد نبوی میں آ کر ٹھہرے تھے اس وقت سے لے کر تیس دن تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پھر انہوں نے انہیں نماز پڑھانے سے روک دیا۔

باغیوں کی امامت :

اس کے بعد باغیوں کے سرغنہ غافقی نے نماز پڑھائی جس کے تمام مصری، کوئی اور مصری باغی مطیع ہو گئے تھے مگر اہل مدینہ اپنے گھروں کی چار دیواریوں میں محصور ہو گئے تھے وہ گھروں سے نہیں نکلتے تھے۔ ان میں سے کوئی تلوار کے بغیر نہیں بیٹھتا تھا کہ ان باغیوں کے ظلم و ستم سے اپنے آپ کی حفاظت کر سکے۔

قتل و غارت :

یہ محاصرہ چالیس دن تک رہا اور اس اثناء میں قتل و غارت بھی ہوا جو کوئی ان سے مزاحمت کرتا تھا وہ اس کے خلاف ہتھیار اٹھاتے تھے۔ اس سے پہلے تیس دن تک انہوں نے ہتھیار نہیں اٹھاے۔

بلوائیوں کی ملاقات :

سیف کے علاوہ بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مناظرہ کیا اور محاصرہ کا سبب ابو سعید مولى ابواسید انصاری نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنا کہ اہل مصر کا وفد آیا ہوا ہے اس وقت آپ مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں مقیم تھے جب ان لوگوں نے یہ سنا کہ آپ وہاں مقیم ہیں تو وہ اس مقام پر پہنچے جہاں آپ موجود تھے آپ بھی یہ چاہتے تھے

کہ وہ مدینہ میں آپ سے ملاقات نہ کریں۔

سورہ یونس کی آیت:

جب وہ آپ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: ”آپ قرآن کریم منگوائیں“ آپ نے قرآن کریم کا ایک نسخہ منگوا دیا پھر انہوں نے کہا آپ ساتویں سورت نکلوائیں“ یہ لوگ سورہ یونس کو ساتویں سورت کہتے تھے۔ آپ نے یہ سورت پڑھی آخر آپ اس آیت پر پہنچے:

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْنَاهُ حَنَاقًا وَحَلَالًا قُلِ اللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ﴾ (پارہ ۱۱ سورہ یونس)

”اے پیغمبر! کہہ دیجیے اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا ہے کیا وہ تم نے دیکھا ہے؟ تم نے اس میں سے کچھ کو حلال قرار دیا ہے اور کچھ کو حرام۔ کہہ دیجیے کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ کے برخلاف الزام لگ رہے ہو۔“

محفوظ چراگا ہوں پر اعتراض:

اس پر انہوں نے کہا: ”آپ ٹھہر جائیے آپ یہ بیان کریں کہ آپ نے یہ چراگا ہیں محفوظ کر لی ہیں اس کی آپ کو اللہ نے اجازت دی ہے یا آپ اللہ کے برخلاف الزام لگا رہے ہیں؟“

حضرت عثمان غنیؓ کا جواب:

آپ نے فرمایا تم اس بات کو چھوڑ دو آیت ایسے موقع پر نازل نہیں ہوئی ہے جہاں تک محفوظ چراگا ہوں کا تعلق ہے تو حضرت عمرؓ مجھ سے پہلے صدقات کے اونٹوں کے لیے چراگا ہیں محفوظ کیس جب میں خلیفہ مقرر ہوا تو صدقات کے اونٹوں میں اضافہ ہو گیا۔ تو میں نے بھی محفوظ چراگا ہوں میں اضافہ کیا۔ کیونکہ صدقات کے اونٹ بہت زیادہ ہو گئے تھے۔

شرائط کی پابندی:

انہوں نے پھر اس آیت کی بنا پر اعتراض کیا آپ نے فرمایا ”یہ آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی تھی“۔ اس کے بعد انہوں نے دوسری باتوں پر اعتراض کیا جن سے آپ گریز نہیں کر سکتے تو آپ نے فرمایا ”میں اللہ سے بخشش کا طلب گار ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں“ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ”تم کیا چاہتے ہو؟ اس پر انہوں نے آپ سے عہد و پیمان لیے اور کوئی شرط بھی لکھوائی آپ نے ان کے ساتھ یہ معاہدہ کیا۔ کہ وہ غار فانی نہیں کریں گے۔ اور جماعت سے الگ نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ان کی شرائط کی پابندی کرتے رہیں گے۔“

عطیات اہل مدینہ کی بندش:

آپ نے پھر پوچھا ”تم مزید کیا چاہتے ہو؟“ وہ بولے: ”ہم یہ چاہتے ہیں کہ اہل مدینہ کے عطیات نہ دیے جائیں کیونکہ یہ مال نسیئت ان لوگوں کے لیے ہے جو جنہوں نے جہاد کیا ہو یا ان بوڑھے صحابہ کرام جتنی عمر کے لیے ہے آخر کار وہ اس پر رضامند ہو گئے اور آپ کے ساتھ خوش و خرم مدینہ آئے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

یہاں پہنچ کر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا: میں نے روئے زمین پر اس وفد سے بہتر اپنے مقاصد کے لیے کوئی وفد نہیں دیکھا۔ جو میرے پاس آیا ہوا ہے تاہم مجھے اس وفد کے بارے میں اہل مصر سے اندیشہ ہے۔

عطیات کے بارے میں حکم:

دیکھو جس کے پاس کھیت ہو تو وہ اپنے کھیت میں کام کرے اور جس کے پاس دودھ دینے والے مویشی ہوں تو وہ ان سے فائدہ اٹھائے غم آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارے لیے ہمارے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ یہ مال غنیمت ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے جہاد کیا ہو یا مال رسول اللہ ﷺ کے پوڑھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے۔

اس پر لوگ (اہل مدینہ) ناراض ہو گئے اور کہنے لگے: ”یہ بنو امیہ کا مکر و فریب ہے۔“

قاصد کی گرفتاری:

بہر حال مصری وفد رضامند ہو کر لوٹا ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ انہوں نے ایک سوار کو دیکھا جو بھی ان کے سامنے آتا تھا اور کبھی الگ ہو جاتا تھا پھر لوٹ کر آتا تھا اور پھر چلا جاتا تھا۔

سربراہ خط:

انہوں نے اس سوار سے پوچھا کیا بات ہے؟ کیا تم کسی اہم کام پر جا رہے ہو؟ اس نے کہا: ”میں امیر المؤمنین کا قاصد ہوں اور مصر کے حاکم کے پاس جا رہا ہوں ان لوگوں نے اس کی تلاش لی۔ تو انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سربراہ خط ملا جو انہوں نے اپنے حاکم مصر کو لکھا تھا اس میں اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو سولی پر لٹکا دے یا انہیں قتل کر دے یا مخالف سمت سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں یہ دیکھ کر وہ مدینہ واپس آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شکایت:

”کیا آپ نے دشمن خدا کو دیکھا ہے کہ اس نے ہمارے بارے میں ایسی باتیں کہی ہیں اللہ نے اب اس کا خون حلال کر دیا ہے آپ ہمارے ساتھ ان کے پاس چلیں“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بھدا میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا“ اس پر انہوں نے کہا پھر آپ ہماری خراف خطوط کیوں لکھا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا:

خط لکھنے سے انکار:

”بھدا میں نے تمہیں کوئی خط نہیں لکھا اس جواب پر لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا تم اس شخص کے لیے جنگ کر رہے ہو یا اس کے لیے غضب ناک ہو رہے ہو؟“ بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھ کر مدینہ سے باہر کسی گاؤں میں چلے گئے۔

پھر یہ لوگ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے:

”کیا آپ نے ہمارے بارے میں ایسی باتیں کہی ہیں؟“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جعلی خط:

تم میرے برخلاف دو مسلمانوں کی شہادتیں لاؤ یا مجھ سے حلف اٹھاؤ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے یہ خط نہیں لکھا اور نہ میں نے لکھوایا ہے اور نہ مجھے اس کے بارے میں کوئی علم ہے جنہیں معلوم ہے کہ کبھی کسی کی طرف سے (جعلی) خط بھی لکھا جاتا ہے اور میری لگا دی جاتی ہے۔

اس پر بھی وہ یہی کہتے رہے ”بخدا! اللہ نے اب تمہارا خون حلال کر دیا ہے کیونکہ آپ نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی ہے۔“ اس کے بعد انہوں نے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

ناشائستہ روایات:

طبری کہتے ہیں ”واقعی نے مصری باغیوں کی آمد کے بارے میں بہت سی باتیں تحریر کی ہیں ان میں سے کچھ باتوں کا میں نے تذکرہ کیا ہے اور کچھ روایات ایسی ہیں جن کو بیان کرنا میں پسند نہیں کرتا ہوں۔“

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کی معزولی:

ایسی ایک روایت ابوعمر مولیٰ مسور نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں خراج سے معزول کر کے نماز پڑھانے پر مقرر کر رکھا تھا۔ اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو خراج کا حاکم بنا دیا۔ پھر دونوں چیزوں پر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کے اعتراضات:

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے لگے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں تنہائی میں بلوا کر پوچھا: ”اے ابن العاص! (عمر بن العاص رضی اللہ عنہ) تم کتنی جلد اپنے بٹے پچھپھولے پھوڑنے لگے ہو۔ تم مجھ پر طعن و تشنیع کرنے لگے ہو تم مختلف صورتیں بدلے رہتے ہو بخدا اگر تمہارے اندر بغض و کینہ نہ ہوتا تو تم ایسی باتیں نہ کرتے۔“

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کا مطالبہ:

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا ”عوام جو باتیں کرتے ہیں اور جنہیں وہ اپنے حکام کے پاس پہنچاتے ہیں ان میں سے اکثر جھوٹ ہوتی ہیں اس لیے اے امیر المؤمنین! آپ اپنی رعایا (کے حقوق) کے بارے میں اللہ سے ڈریے۔“

دور قاروقی کے حاکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بخدا! میں نے تمہاری کمزوریوں اور شکایات کی کثرت کے باوجود تمہیں حاکم مقرر کیا“ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی حاکم تھا وہ آخر دم تک مجھ سے خوش رہے۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فری کا نتیجہ:

”اگر میں بھی اس طرح باز پرس کرتا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ تم سے باز پرس کیا کرتے تھے۔ تو تم سیدھے رہ جے مگر میں نے تمہارے ساتھ فری اختیار کی تو تم مجھ پر گستاخ ہو گئے بخدا میں دور جاہلیت میں بھی تم سے معزز تھا اور غلیفہ بننے

سے پہلے بھی میری بہت عزت تھے۔“

دور جاہلیت کا تذکرہ:

عمر بن العاصؓ نے کہا: ”آپ ان باتوں کو چھوڑیے خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ عزت بخشی اور ان کے ذریعہ ہمیں ہدایت دی ورنہ میں عاصی بن وائل کو بھی دیکھ رہا تھا۔ اور آپ کے والد عقیل کو بھی دیکھا تھا بخدا عاصی آپ کے والد سے زیادہ شریف تھے“ اس پر حضرت عثمانؓ شرمندہ ہو گئے اور کہنے لگے: ”ہمیں دور جاہلیت کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیے تھے“ اس کے بعد عمرو بن العاصؓ چلے گئے اور مروان آئے اور کہنے لگے:

مروان کی ملامت:

”اے امیر المومنین! اب آپ اس مرتبہ پر پہنچ گئے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ آپ کے والد کا ذکر کرتا ہے؟“ حضرت عثمانؓ جھٹکنے فرمایا: ”جانے بھی دو جو کوئی دوسرے لوگوں کے باپ دادا کا تذکرہ کرتا ہے تو دوسرے بھی اس کے باپ دادا کا تذکرہ کریں گے۔“

مخالفت پر دو پیکٹڈہ:

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاصؓ وہاں سے نکلے تو وہ حضرت عثمانؓ سے بہت عداوت رکھنے لگے تھے کبھی وہ حضرت علیؓ کے پاس آ کر انہیں حضرت عثمانؓ کے خلاف بھڑکاتے تھے اور کبھی حضرات زہیرؓ اور طلحہؓ جیٹھ کے پاس جا کر ان کے سامنے حضرت عثمانؓ کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ کبھی وہ حابیوں کے پاس آ کر انہیں حضرت عثمانؓ کی نفی باتوں کی خبریں سناتے تھے۔

فلسطین میں قیام:

جب حضرت عثمانؓ کے خلاف پہلا محاصرہ ہوا تو عمرو بن العاصؓ مدینہ سے نکل کر فلسطین چلے گئے اور وہاں اسبع کے مقام پر اپنے قصر عثمانؓ میں مقیم ہو گئے۔ وہ کہتے تھے:

”ابن عثمانؓ کے بارے میں عجیب و غریب خبریں ہمیں جلد موصول ہوں گی۔“

شہادت کی خبر:

ایک دن وہ اپنے محل میں اپنے دونوں فرزندوں محمدؓ عبداللہؓ اور سلامتؓ بن ابوجذامی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اسنے میں وہاں سے ایک سوار گزرا۔ عمرو بن العاصؓ نے اس سے پکار کر پوچھا: ”کہاں سے آ رہے ہو؟“ وہ بولا مدینہ سے۔ آپ نے پوچھا اس شخص (عثمانؓ) کا کیا حال ہے؟ وہ سوار بولا: ”میں نے انہیں شدید محاصرہ میں چھوڑا تھا۔“ ابھی وہ وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ دوسرا سوار گزرا انہوں نے اس سے پکار کر پوچھا اس شخص (حضرت عثمانؓ) کا کیا حال ہے؟ وہ بولا: ”وہ شہید ہو گئے۔“ اس پر عمرو بن العاصؓ نے کہا:

مخالفت کا اقرار:

”جب میں کسی زخم کو چھیڑتا ہوں تو اسے چھوڑ دیتا ہوں۔ میں ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا رہا یہاں تک کہ میں نے پہاڑ کی

چوٹی پر بکریوں کو چرانے والے چرواہے کو بھی ان کے خلاف بھڑکایا۔

مخالفت کی وجہ:

اس پر سادہ بن روح جذامی نے کہا ”اے قریش کے لوگو! تمہارے اور عرب کی دوسری قوموں کے درمیان ایک مضبوط دروازہ قائم تھا جسے تم نے توڑ دیا تم نے ایسا کیوں کیا؟“ ہم یہ چاہتے ہیں کہ باطل کے بچے سے حق کو چھڑا لیا جائے اور لوگوں کو حق حاصل کرنے کے یکساں مواقع فراہم ہوں۔“

بیوی کی طلاق:

عمرو بن العاصؓ کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ کی سوتیلی بہن ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط سے ہوا تھا مگر جب حضرت عثمان غنیؓ نے انہیں معزول کیا تو انہوں نے ان کو طلاق دے دی تھی۔

مصر کے مخالفین:

عبداللہ بن محمدؓ کی روایت ہے کہ محمد بن ابی بکر واہس آگئے مگر محمد بن ابی حذیفہ مصر میں حضرت عثمان غنیؓ کی مخالفت کرتے تھے۔ محمد بن ابی بکر واہس آگئے مگر محمد بن ابی حذیفہ مصر میں قہم ہو گئے۔

مصریوں کی روانگی:

جب مصر کے باغی افراد روانہ ہوئے تھے تو عبدالرحمن بن اویس بلوی پانچ سو افراد کو لے کر نکلے انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ عمرو ادا کرنے جا رہے ہیں یہ لوگ باور جب میں روانہ ہوئے تھے۔

اصل مقصد:

عبداللہ بن سعدؓ نے بھی ایک قاصد بھیجا جو گیا رو دن تک چلتا رہا تا کہ حضرت عثمان غنیؓ کو یہ اطلاع دے کہ ابن عدیس اور ان کے ساتھی آپ کے پاس آ رہے ہیں اور محمد بن ابی حذیفہ نے ان کو بھڑکایا کہ رخصت کیا اور پھر وہ واہس آ گیا محمد نے بظاہر یہ کہا کہ یہ لوگ عمار کے پاس جا رہے ہیں مگر پوشیدہ طور پر اس نے یہ بتایا کہ یہ لوگ اپنے خلیفہ (امام) کے پاس جا رہے ہیں اگر وہ دست بردار ہو گئے تو بہتر ہے ورنہ انہیں قتل کر دیں گے۔

حضرت عثمان غنیؓ کو اطلاع:

یہ لوگ منزل بمنزل چلتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ دؤشب کے مقام پر اترے جب حضرت عثمان غنیؓ کے پاس عبداللہ بن سعدؓ کا قاصد پہنچا تھا تو ان لوگوں کے آنے سے پیشتر حضرت عثمان غنیؓ نے یہ فرمایا تھا۔

فساد کی پیشین گوئی:

”مصر کے یہ لوگ عمرہ کرنے کے راہ سے آ رہے ہیں مگر بخدا ان کا یہ مقصد نہیں ہے بلکہ لوگوں کو دھوکا دیا گیا ہے اور وہ فتنہ برپا کرنے کے لیے جلدی کر رہے ہیں انہیں میری عمر بہت طویل معلوم ہو رہی ہے بخدا جب میں ان سے رخصت ہو جاؤں گا تو وہ اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش کہ میری عمر ایک دن کے بدلے میں ایک سال کی ہوتی کیونکہ اس کے بعد وہ دیکھیں گے کہ خورن پڑی ہو رہی ہے کینہ و اعداوت کا دور دورہ ہے اور حکام کو تہلیل کیا جا رہا ہے۔“

قتل کا ارادہ:

جب یہ لوگ ذوقِ حب کے مقام پر پہنچے تو یہ خبر موصول ہوئی کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (خلافت سے) دست بردار نہ ہوئے تو وہ انہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

بلوائیوں کا قصد:

ان لوگوں کا قصد حضرت علیؓ حضرت طلحہ اور عمار بن یاسر کے پاس رات کے وقت آیا محمد بن ابی حذیفہ نے بھی ان کے ساتھ حضرت علیؓ کو ایک خط بھیجا تھا چنانچہ وہ خط لے کر حضرت علیؓ کے پاس آئے اور اس میں جو کچھ لکھا تھا وہ ظاہر نہیں ہو سکا۔

واپس بھجوانے کی کوشش:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حالات دیکھے تو وہ حضرت علیؓ کے گھر پہنچے اور جب وہ ان کے گھر کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے یہ فرمایا:

”اے میرے بچا زاد بھائی! تم میرے قریبی رشتہ دار ہو اس لیے میرا تم پر بڑا حق ہے تم ان لوگوں کا حال دیکھ رہے ہو وہ کل صبح میرے پاس پہنچنے والے ہیں مجھے معلوم ہے کہ یہ لوگ آپ کا بڑا عزت و احترام کرتے ہیں اور وہ آپ کی بات سنتے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ ان کے پاس سوار ہو کر جائیں اور انہیں واپس بھیج دیں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں اس طرح ان کی جرأت بڑھ جائے گی اور دوسرے لوگوں پر بھی اس کا اچھا اثر نہیں پڑے گا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں کس بنیاد پر انہیں واپس بھجواؤں؟“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اس بنیاد پر کہ میں آپ کے مشوروں پر عمل کروں گا اور آپ کی رائے کے مطابق چلوں گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں بار بار آپ کو مشورہ دیتا رہا ہوں اور ہر موقع پر ہماری گفت و شنید ہوتی ہے۔ مگر ہر موقع پر آپ مردان بن الحکم اور سعید بن العاص ابن عامر اور امیر معاویہ کے مشوروں پر عمل کرتے رہے اور میرے مشورہ کی مخالفت کرتے رہے۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اب میں آپ کی بات مانوں گا اور ان کی بات نہیں تسلیم کروں گا۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم کا وفد:

اس پر آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار میں سے کچھ لوگ ان کے سوار ہو کر مجلس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمار بن یاسر کو بھی کہلا بھیجا کہ وہ بھی حضرت علیؓ کے ساتھ سوار ہو کر جائیں مگر انہوں نے انکار کر دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت عمار بن یاسر سے کہیں کہ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ سوار ہو کر جائیں چنانچہ حضرت سعد حضرت عمار کے پاس گئے اور یہ فرمایا:

حضرت سعد و عمار رضی اللہ عنہما:

”اے ابو العقیق! آپ ان لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں جا رہے ہیں یہ دیکھو حضرت علیؓ ان لوگوں کے پاس جا رہے ہیں آپ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائیں اور ان لوگوں کو اپنے خلیفہ کے پاس سے لوٹا دیں کیونکہ میرے خیال میں آپ کا سوار ہو کر

وہاں جانا آپ کے لیے بہتر ہوگا۔"

خلیفہ کا تقرر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مددگار ملازم کثیر بن الصلت کندی کو بھی یہ کہلا بھیجا۔

"تم حضرت سعد کے پیچھے جاؤ اور جو بات سعد عمار سے کریں اور عمار اس کا جواب دیں۔ تم انہیں سنو اور پھر بہت جلد میرے پاس آ کر بتاؤ۔"

کثیر کی جبری:

چنانچہ کثیر بن الصلت روانہ ہو گئے انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عمار کے پاس تنہائی میں پایا اس لیے وہ دروازہ کے سوراخ سے جھانکنے لگے اس وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک چھری تھی انہوں نے جانے بوجھے بغیر اس چھری کو اس سوراخ میں گھسا دیا جہاں کثیر آکھ لگائے ہوئے تھے اس پر کثیر نے اس سوراخ میں سے اپنی آنکھ نکال لی۔ اور نقاب ڈال کر بھاگ گئے یہ دیکھ کر عمار نکلے اور وہ ان کے نشانوں سے پہچان گئے اس لیے وہ پکار کر کہنے لگے۔ "اے کترین بن کترین! کیا تم میرے گھر میں جھانک رہے ہو اور میری گفتگو سن رہے ہو؟ بخدا اگر مجھے پہلے سے معلوم ہو جاتا کہ وہ شخص تم ہو تو میں اس چھری سے تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے موقع پر یہ بات جان کر فرادی ہے۔"

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا انکار:

پھر حضرت عمار حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ہر طریقہ سے ڈال منول کرتے رہے۔ آخر کار حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرمایا۔ "بخدا میں انہیں ہرگز نہیں لوٹاؤں گا" اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے اور جو کچھ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اس سے انہیں مطلع کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے خیر خواہی اور خلوص کے ساتھ یہ کام انجام نہیں دیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ انہوں نے ان کو بہت آمادہ کیا تھا آخر کار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کو تسلیم کر لیا۔

اہل مصر کی واپسی:

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل مصر کے پاس سوار ہو کر گئے۔ اور انہیں واپس بھیج دیا۔

مہاجر شرماء کے وفد:

محمد بن لبید کی روایت ہے کہ جب وہ (باقی) ذوق شب کے مقام پر اترے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدایت دی کہ وہ جا کر انہیں واپس بھیجوا دیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور ان کے ساتھ مہاجرین میں سے یہ حضرات بھی سوار ہوئے۔ ۱۔ سعید بن زید ۲۔ ابو جہم عدوی ۳۔ جبیر بن مطعم ۴۔ حکیم بن حزام ۵۔ مروان بن الحکم ۶۔ سعید بن العاص ۷۔ عبدالرحمن بن عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ

انصار کا وفد:

انصار میں سے یہ حضرات شریک ہوئے:

۱۔ ابواسید ساعدی ۲۔ ابو جہم ساعدی ۳۔ زید بن ثابت ۴۔ حسان بن ثابت ۵۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ان کے ساتھ عرب

کے دیگر قبائل میں سے نیاز بن کزروہ وغیرہ تھیں حضرات تھے ان لوگوں کے ساتھ حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہؓ نے بھی گفتگو کی تھی۔ آخر کار ان دونوں حضرات کی گفتگوں کروہ (مصری باغی) لوٹ گئے۔
محمد بن مسلمہؓ کی گفتگو:

محمد بن مسلمہ بیان کرتے ہیں: ”ہم نے ذوقِ حب کے مقام کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ یہ لوگ مصر جانے کے لیے سوار نہیں ہوئے۔ یہ لوگ مجھے سلام کرتے ہیں۔ اس موقع پر مجھے عبدالرحمن بن عدیس کا یہ قول فراموش نہیں ہوا ہے جب کہ اس نے یہ کہا:

”اے ابوعبدالرحمن! کیا آپ ہمیں کوئی نصیحت کریں گے؟“۔ میں نے کہا:

اہل مصر کو نصیحت:

”آپ اللہ سے ڈریں جو دیکھتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور آپ کے آگے جو آئیں انہیں واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمارے خلیفہ نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ایسے کام نہیں کریں گے۔“ ابن عدیس نے کہا ”ان شاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا“ اس کے بعد یہ لوگ بھی مدینہ واپس آ گئے۔

حضرت علیؓ کی واپسی:

جب حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ جیسا کہ پاس واپس آئے تو انہوں نے یہ اطلاع دی کہ یہ لوگ واپس آ گئے ہیں پھر حضرت علیؓ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا ”تم جان لو کہ میں تمہیں بار بار سمجھا چکا ہوں“ کہ یہ کروہ اپنے گھر چلے گئے۔

مروان کا مہرورہ:

اس دن حضرت عثمانؓ غنیؓ خاموش رہے دوسرے دن مروان ان کے پاس آئے اور کہنے لگے: ”آپ تقریر کریں اور لوگوں کو مطلع کریں کہ اہل مصر چلے گئے تھے کیونکہ انہیں اپنے خلیفہ کے بارے میں جو اطلاع ملی تھی۔ وہ جھوٹ تھی۔ آپ کا خطبہ دور دراز کے ملکوں میں پہنچ جائے گا۔ اس سے پہلے کہ لوگ اپنے شہروں سے آپ کے پاس آئیں اور اس وقت اسی قدر لوگ آ جائیں گے۔ جنہیں آپ لوٹا نہیں سکیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے نکل کر (تقریر کرنے) سے انکار کیا وہ مروان اصرار کرتے رہے تا آنکہ حضرت عثمانؓ نکل آئے اور منبر پر بیٹھ کر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر آپ نے فرمایا:

حضرت عثمانؓ کا اعلان:

”مصر کے ان لوگوں تک اپنے خلیفہ کے بارے میں کچھ باتیں بچتی تھیں جب انہیں یقین ہو گیا کہ جو اطلاع انہیں ملی تھی۔ وہ جھوٹ ہے تو وہ اپنے ملک کی طرف لوٹ گئے۔“

عمر و بن العاصؓ کی مخالفت:

عمر و بن العاصؓ نے مسجد کے ایک گوشے سے پکار کر کہا ”اے عثمانؓ! آپ اللہ سے ڈریں اور تو یہ کریں ہم بھی آپ کے ساتھ تو یہ کریں گے اس پر حضرت عثمانؓ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ”تم ابھی تک جلے پچھو لے چھوڑ رہے ہو؟ بخدا! تم اپنے کام سے معزول ہونے کے بعد سے یہی حرکتیں کر رہے ہو۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توبہ:

دوسرے گوشے سے بھی بجلی آواز آئی ”آپ اللہ سے توبہ کریں اور توبہ کا اظہار بھی کریں تاکہ لوگ (آپ کی مخالفت سے) باز آئیں“ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ بڑھا کر اور قبلہ رو ہو کر فرمایا: ”اے اللہ میں توبہ کرنے والوں میں سے پہلا شخص ہوں جو تیرے سامنے توبہ کرتا ہے“۔ اس کے بعد آپ اپنے گھر واپس چلے گئے۔

فلسطین میں قیام:

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ بھی روانہ ہوئے اور فلسطین میں اپنے گھر میں رہنے لگے وہ کہا کرتے تھے ”بہذا جب میں کسی چہ واپہ سے بھی ملاقات کرتا تھا تو اسے بھی ان (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے برخلاف بھڑکا کرتا تھا“۔

اعلانیا اظہار کا مشورہ:

محمد بن عمر کی روایت ہے کہ جب اہل مصر واپس چلے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا: ”آپ ایسی تقریر کریں جسے لوگ نہ کر آپ کے حق میں شہادت دے سکیں اور اللہ پر بھی ظاہر ہو کہ آپ کے دل میں توبہ استغفار کی کہاں تک گنجائش ہے۔ چونکہ ملک میں آپ کی مخالفت پھیل چکی ہے اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ شاید کوفہ سے کوئی قافلہ آئے اس وقت تم پھر آ کر کہو گے“ اے علی! تم ان کے پاس سوار ہو کر جاؤ“ ایسے موقع پر میں وہاں نہیں جاؤں گا اور نہ کوئی عذر سنوں گا کیونکہ بہت ممکن ہے کہ بصرہ سے بھی کوئی قافلہ آئے اس وقت پھر تم آ کر کہو گے“ اے علی رضی اللہ عنہ! تم ان کے پاس بھی سوار ہو کر جاؤ“ اگر میں اس پر عمل نہیں کروں گا تو تم یہ خیال کرو گے کہ میں نے تمہارے ساتھ صلہ رحمی نہیں کی۔ اور تمہاری حق تلفی کی ہے“ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نکلے اور انہوں نے وہ خطبہ دیا جس میں انہوں نے معافی مانگی تھی اور لوگوں کے سامنے توبہ کا اظہار کیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

آپ نے حمد و ثناء کے بعد یہ فرمایا: ”اے لوگو! بندہ اتم میں سے جس کسی نے نکتہ چینی کی ہے اس سے میں ناواقف ہوں۔ بلکہ جو کام میں نے کیے ہیں ان سے میں واقف ہوں تاہم میرے نفس نے ورغلا دیا اور دھوکا دیا تھا جس کی وجہ سے میری عقل جاتی رہی تھی بہر حال میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

توبہ و استغفار:

”جو لغزش کرے وہ توبہ کرے اور جو غلطی کرے وہ بھی توبہ کرے اور ہلاکت میں بڑھتا نہ جائے کیونکہ جو عظم و ستم میں اضافہ کرے گا وہ راہ راست سے دور ہوتا جائے گا“۔ اس لیے میں سب سے پہلے نصیحت قبول کرتا ہوں۔ میں اللہ سے اپنے کاموں کی معافی مانگتا ہوں اور اسی کے سامنے توبہ کرتا ہوں“۔

معزز افراد کو دعوت:

اب میرے جیسے شخص نے معافی مانگی ہے اور توبہ کی ہے اس لیے تمہارے معزز حضرات میرے پاس آئیں اور اپنی رائے ظاہر کریں۔ بخدا! اگر حق مجھے غلام بنا دے تو میں غلام کے طریقے پر چلوں گا۔ اور اس غلام کی طرح عاجزی اختیار کروں گا جو غلامی کی حالت میں ممبر کرتا ہے۔ اور آزاد ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے نکل کر کہیں ٹھکانا نہیں ہے پھر اسی کی طرف

لوٹ کر آتا ہے۔ اس لیے تمہارے نیک افراد کو میرے پاس آنے سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے اگر میرا دایاں ہاتھ انکار کرے گا تو بایاں ہاتھ ضرور میری پیروی کرے گا۔“

رقت آمیز تقریر:

اس تقریر سے اس دن لوگوں پر بہت رقت طاری ہوئی اور بہت سے لوگ رونے لگے۔ اس وقت سعید بن زید جوش کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

”اے امیر المؤمنین! جو آپ کے ساتھ نہیں ہے آپ سے وہ نہیں ملے گا آپ خود اپنے بارے میں اللہ کا خوف کریں اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی تکمیل کریں۔“

مروان کی مداخلت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر سے اترے تو انہوں نے اپنے گھر میں مروان سعید بن النعمان اور بنو امیہ کے چند افراد کو پایا۔ یہ لوگ اس خطبے کے موقع پر موجود نہ تھے۔ جب آپ بیٹھ گئے تو مروان نے کہا ”اے امیر المؤمنین! کیا میں کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں؟“

حضرت نائلہ کی مخالفت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نائلہ بنت العرفاضہ نے کہا ”آپ خاموش رہیے کیونکہ یہ لوگ بخدا! انہیں قتل کریں گے انہوں نے ایسی گفتگو کی ہے جس پر انہیں پابند رہنا چاہیے۔“

باہم سخت کلامی:

مروان ان کی زوجہ محترمہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے تمہارا اس بات سے کیا تعلق ہے؟ بخدا تمہارا باپ جو فوت ہوا تھا تو اسے اس وقت اچھی طرح وضو کرنا بھی نہیں آتا تھا۔ وہ بولیں ”اے مروان! تم باپ دادا کا ذکر نہ چھیڑو! تم میرے باپ کی غیر موجودگی میں ان کے خلاف دروغ گوئی سے کام لیتے ہو اور تمہارا باپ بھی تمہاری مدافعت نہیں کر سکتا ہے اگر وہ (حکم) ان کے چچا نہ ہوتے اور اس بات سے انہیں صدمہ نہ پہنچتا تو میں ان کے بارے میں صحیح اور سچی باتیں بیان کرتی۔“ مروان نے ان سے کنارہ کشی کرتے ہوئے کہا:

مروان کا غلط مشورہ:

”اے امیر المؤمنین! کیا میں کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں؟“ آپ نے فرمایا: ”کیسے“ مروان نے کہا ”میرے والدین آپ پر قربان ہوں بخدا میں یہ چاہتا تھا کہ آپ یہ گفتگو اس وقت کرتے جب آپ بالکل محفوظ اور طاقت ور تھے اس وقت میں سب سے پہلے اس بات سے خوش ہوتا اور اس بات پر تعاد ان کرتا مگر آپ نے یہ بات اس وقت فرمائی جب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے اور سیلاب کا ہندوٹ چکا ہے اور جب کہ ذلیل افراد ذلیل طریقوں پر اتر آئے ہیں خدا کی قسم! اس موقع پر کسی غلطی پر قائم رہنا جس کی (آگے چل کر) آپ اللہ سے معافی مانگیں۔ اس تو بہ سے بہتر ہے جس کا آپ ائمہ یشعہ ظاہر کر رہے ہیں اور اگر آپ چاہتے تو آپ تو بہ کے ذریعہ تقرب حاصل کرتے مگر غلطی کا اعہاد کر کے تقرب نہ حاصل کرتے۔“

لوگوں کا اجتماع:

اب آپ کے دروازے پر پہاڑوں کی طرح لوگ جمع ہو گئے ہیں حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا ”تم جا کر ان سے گفتگو کرو۔ کیونکہ مجھے ان سے گفتگو کرتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی ہے۔“ اس پر مروان دروازے سے باہر نکلے جب کہ لوگ ایک دوسرے (ہجوم کی وجہ سے) سوار تھے۔

جمع کا اخراج:

مروان نے کہا کیا بات ہے تم لوگ اس طرح اکٹھے ہوئے ہو کہ جیسے تم لوٹ مار کے لیے آئے ہو کیا تم اس لیے آئے ہو کہ تم ہمارے ہاتھوں سے ہماری سلطنت چھین لو؟ یہاں سے نکل جاؤ۔ بخدا اگر تم نے ہمارا قصد کیا تو ہم تم سے ایسا سلوک کریں گے جو تمہیں پسند نہیں آئے گا اور اس کا انجام برا ہوگا تم اپنے گھروں کی طرف واپس جاؤ کیونکہ بخدا ہم لوگ مغلوب اور عاجز نہیں ہیں۔“ یہ سن کر لوگ واپس چلے گئے اور کچھ لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور انہیں یہ باتیں بتائیں یہ سن کر حضرت علیؓ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس غصہ ناک حالت میں آئے ہیں۔ اور فرمایا:

حضرت علیؓ جلیؓ کا غیظ و غضب:

”کیا آپ مروان سے مطمئن ہیں؟ وہ آپ کی عقل اور دین کو خراب کر کے چھوڑے گا۔ اس کے سامنے آپ ایک سواری کے اونٹ کی طرح ہیں۔ وہ جس طرف چاہتا ہے آپ کو ہٹاتا ہے بخدا مروان عقل مند اور دہندہ نہیں ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو (ہلاکت کی طرف) لے جائیں گا۔ جہاں سے آپ نکل نہیں سکیں گے اب میں اس کے بعد آپ کو مشورہ دینے کے لیے بھی نہیں آؤں گا۔ کیونکہ آپ مغلوب اور لاچار ہو گئے ہیں۔“

حضرت نائلہ کا مشورہ:

جب حضرت علیؓ چلے گئے تو حضرت عثمان غنیؓ کی زوجہ محترمہ نائلہ بنت الفرافضہ آ کر پوچھنے لگیں ”کیا میں کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں؟“ آپ نے فرمایا: ”کہو“ وہ بولیں ”میں نے حضرت علیؓ جلیؓ کی آپ سے گفتگو سنی ہے کہ اب وہ آپ کے پاس دوبارہ نہیں آئیں گے آپ مروان کا مشورہ مانتے ہیں وہ جس طرف چاہے آپ کو لے جاتا ہے“ آپ نے فرمایا ”پھر میں کیا کروں؟“ وہ بولیں ”آپ اللہ سے ڈریں جو یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے نیز آپ اپنے دونوں چشمہ (غلام) کے طریقے پر چلیں۔ کیونکہ اگر آپ مروان کا کہنا مانیں گے تو وہ آپ کو مار ڈالے گا۔ کیونکہ عوام میں مروان کی کوئی قدر و منزلت اور حقیقت نہیں ہے بلکہ عوام نے مروان کی وجہ سے آپ کو چھوڑ رکھا ہے لہذا آپ (حضرت علیؓ جلیؓ کو بلا بھیجیں اور ان سے صلح کر لیں کیونکہ آپ کی ان سے رشتہ داری بھی ہے اور لوگ ان کی بات بھی مانتے ہیں۔“

حضرت علیؓ جلیؓ کا انکار:

چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علیؓ جلیؓ کو بلا بھیجا مگر انہوں نے آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ”میں نے انہیں مطلع کر دیا تھا کہ اب نہیں آؤں گا“ مروان کو معلوم ہوا کہ حضرت نائلہ نے اس کے بارے میں کوئی اعتراض کیا ہے تو وہ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس آیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا ”کیا میں کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں“ حضرت عثمان غنیؓ نے کہا ”کہو“ وہ بولا

”بنت الغرافہ (نامہ) اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا قطع کلام کرتے ہوئے فرمایا ”تم ان کے بارے میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالو ورنہ میں تمہاری خبر لوں گا کیونکہ وہ تم سے زیادہ میری غلط ہے“ اس پر مروان کچھ نہیں بول سکا۔
رقت آمیز خطبہ:

عبدالرحمن بن الاسود بن عبد یثوث نے مروان بن الحکم کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ”اللہ مروان کے ساتھ برا سلوک کرے حضرت عثمان جو بخیر مسلمانوں کے سامنے گئے تو انہوں نے رضامند کر لیا۔ وہ منبر پر اس قدر روئے کہ لوگوں کو بھی رلا دیا میں نے خود دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی واڑھی آنسوؤں سے تر تھی اور وہ یہ فرما رہے تھے:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ ۝﴾

”اے اللہ! میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں۔“

آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ ہر اے پھر آپ نے فرمایا:

عاجز اندر خواست:

خدا کی قسم اگر حق مجھے اس حالت میں لوٹا دے کہ میں غلام بن جاؤں تو میں اس پر بھی رضامند رہوں گا۔ جب میں اپنے گھر جاؤں تو تم لوگ میرے پاس آؤ بخدا میں تم سے روپوش نہیں رہوں گا بلکہ تمہیں رضامند کروں گا۔ بلکہ تمہاری رضامندی سے زیادہ کام کروں گا اور مروان اور اس سے متعلقہ افراد کو الگ کر دوں گا۔
راے میں تبدیلی:

مگر جب وہ گھر گئے اور گھر کا دروازہ کھول کر وہ گھر میں داخل ہوئے تو مروان ان کے پاس آ گیا اور انہیں اونچی نیچ سمجھاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے انہیں اپنے ارادے سے باز رکھا اور ان کی راے تبدیل کر لی۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شرمندگی کی وجہ سے گھر میں رہے اور وہاں نہیں آئے۔

مروان کا غلط:

(ان کے بجائے) مروان لوگوں کے پاس گیا اور کہا ”تم لوگ اپنے گھر چلے جاؤ اگر امیر المؤمنین کو کسی سے کوئی کام ہو گا تو اسے بلا لیا جائے گا۔ ورنہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استفسار:

عبدالرحمن بن اسود (جو راوی ہیں) بیان کرتے ہیں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو وہ مزار نبی کریم ﷺ اور منبر نبوی کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں یہ کہہ رہے تھے مروان نے لوگوں سے ایسی ایسی باتیں کہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگے کیا تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے موقع پر موجود تھے میں نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا تم اس وقت بھی موجود تھے جب مروان نے لوگوں سے گفتگو کی تھی میں نے کہا ہاں!۔
مروان کے زیر اثر:

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”خدا کی پناہ! اگر میں گھر میں بیٹھا رہتا ہوں تو وہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) یہ کہتے ہیں آپ نے

مجھے چھوڑ دیا ہے اور رشتہ داری کا خیال نہیں کیا ہے اگر کچھ بچا ہوں اور وہ کچھ کام کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو مروان انہیں آلہ کار بنا کر جیسا چاہتا ہے ان سے کام کرتا ہے حالانکہ وہ عمر رسیدہ ہو گئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے صحبت یافتہ ہیں۔“

صاف انکار:

اس عرصہ میں حضرت عثمان غنیؓ کا قاصدان کا یہ پیغام لے کر آیا ”آپ میرے پاس آئیں“ حضرت علیؓ نے غیظ و غضب کی حالت میں نہایت اونچنی آواز میں جواب دیا:

”میں اب کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گا۔“

قاصد یہ جواب سن کر واپس چلا گیا:

حضرت عثمان غنیؓ کی افسردگی:

عبدالرحمن کہتے ہیں اس واقعہ کے دو دن بعد میں نے حضرت عثمان غنیؓ سے ملاقات کی تو میں نے انہیں افسردہ حالت میں دیکھا میں نے ان کے غلام ناطل سے پوچھا ”امیر المؤمنین! کہاں سے آئے ہیں؟“ وہ بولا ”وہ حضرت علیؓ کے پاس گئے تھے“ لہذا میں صبح کے وقت حضرت علیؓ کے پاس گیا اور ان کے پاس بیٹھا رہا۔ اس وقت حضرت علیؓ نے مجھ سے فرمایا:

حضرت علیؓ کی گفتگو:

”کل حضرت عثمان غنیؓ میرے پاس آئے تھے اور وہ کہتے تھے میں دوبارہ یہ کام نہیں کروں گا اور (تمہارے مشورے پر) عمل کروں گا۔“ میں نے کہا ”آپ نے منبر رسول اللہ ﷺ پر تقریر کی تھی اور اپنی طرف سے وعدہ کر لیا تھا پھر جب آپ اپنے گھر چلے گئے تو مروان نے آپ ہی کے دروازے پر نکل کر لوگوں کو کالیاں دیں اور انہیں تکلیف پہنچائی اس پر وہ یہ کہتے ہوئے لوٹ گئے:

”تم نے رشتہ داری ختم کر دی ہے اور مجھے ذلیل و رسوا کر کے لوگوں کو میرے خلاف دلیر بنا دیا ہے۔“

مروان کی بات پر عمل:

میں نے کہا: ”میں لوگوں کو آپ کی مخالفت سے روکتا ہوں مگر میں جب آپ کے پاس آتا ہوں اور آپ کسی بات پر رضامند ہو جاتے ہیں تو میرے برخلاف مروان کی بات سن کر اس پر عمل کرتے ہیں۔“

اس کے بعد وہ اپنے گھر چلے گئے۔ بعد ازاں میں نے حضرت علیؓ کو ان سے الگ تھک بی دیکھا اور ان کے کاموں میں کوئی دخل نہیں دیتے تھے۔

خطبہ میں ہنگامہ:

اسمعیل بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ جمعہ کے دن منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا کرتے رہے اسے میں ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا ”آپ کتاب اللہ (کے احکام پر) عمل کرائیں“ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا ”بیٹھ جاؤ“ تو وہ بیٹھ گیا۔ اس طرح دو تین مرتبہ کھڑا ہوا اور حضرت عثمان غنیؓ نے اسے تین دفعہ بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس قدر کھنکھار اور ہتھیار پھینکے کہ آسمان دکھائی نہیں دیتا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ منبر پر سے گر پڑے اور انہیں اٹھا کر لوگ گھر لے گئے اور وہ بے ہوش ہو گئے تھے۔

آیت کی تلاوت:

اسنے میں حضرت عثمان جوینہ کا ایک دربان قرآن کریم کا نسخہ لے کر نکلا اور وہ پآواز بلند یہ آیت تلاوت کر رہا تھا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا لَّسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ﴾

”حقیقت میں جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق پیدا کی اور مختلف فرقے بن گئے (اے پیغمبر) تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کا معاملہ اللہ کے سامنے پیش ہوگا۔“

حضرت علی جوینہ کو ملامت:

جب حضرت عثمان جوینہ گھر میں بے ہوش تھے تو حضرت علی بن ابی طالب جوینہ وہاں گئے اس وقت ان کے چاروں طرف بنو امیہ تھے۔ حضرت علی جوینہ نے پوچھا: ”اے امیر المومنین! آپ کا کیا حال ہے؟“ اس وقت بنو امیہ کے تمام افراد حضرت علی جوینہ کی طرف متوجہ ہوئے اور بیک آواز یہ کہنے لگے:

”اے علی جوینہ! تم نے ہمیں تباہ کر دیا ہے۔ تمہیں نے امیر المومنین کے ساتھ یہ سلوک کرایا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو تمہارا زمانہ بھی تم پر بہت تلخ گزرے گا۔“

اس پر (حضرت) علی جوینہ ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے۔ (اور چلے گئے)



باب ۲۱

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت

ابو جعفر طبری فرماتے ہیں "قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ نے جن اسباب کو قتل کا ذریعہ بنایا تھا ہم نے ان میں سے بعض کا تذکرہ کر دیا ہے اور اکثر روایات ہم نے نظر انداز کر دی ہیں (کیونکہ وہ قابل اعتماد نہیں)۔

اب ہم یہ بیان کریں گے کہ آپ کو کیسے شہید کیا گیا اور اس کا آغاز کیسے ہوا اور شہادت سے پہلے کس نے اس کی جرأت دلائی اور کس نے اس کام کا آغاز کیا۔

حکم کی مخالفت:

مسور بن مخرمہ کی روایت ہے کہ صدقات کے کچھ اونٹ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ نے انہیں خاندانِ حکم کے کسی فرد کو بخشش میں دینے کا حکم صادر کیا جب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن اسود بن عبدالغوث کو بلا لیا اور ان کے ذریعے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے ان اونٹوں کو دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں تھے۔

لوگوں کی گستاخی:

عثمان بن شریک کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیلہ عمرو ساعدی کے پاس سے گزرے۔ وہ شخص اپنے گھر کے صحن میں تھا انہیں دیکھ کر وہ کہنے لگا:

"اے یہ توف بڑھے! بخدا میں تمہیں قتل کروں گا اور تمہیں ذلت کے ساتھ رسوا کر کر تمہیں آگ میں ڈال دوں گا۔"

دوسری مرتبہ وہ آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر تھے اس نے آپ کو وہاں سے اتار دیا۔

جیلہ کی بدگلائی:

عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس نے سب سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدزبانی کی وہ جیلہ بن عمرو ساعدی تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزرے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سلام کیا لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔ اس وقت جیلہ بولا "تم اس شخص کے سلام کا جواب کیوں دیتے ہو جس نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں" پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر بولا "بخدا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ گردن میں ڈال دوں گا ورنہ تم اپنے ان بھیدیوں کو چھوڑ دو" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میرے کون سے بھیدی دوست ہیں؟ میں تو اچھے لوگوں کا انتخاب کرتا ہوں" وہ بولا۔

حکام پر اعتراض:

تم نے مروان کا انتخاب کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کو پسند کیا عبداللہ بن عامر بن کریم رضی اللہ عنہ کو ترجیح دی اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا ان میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے خون بہانے کے لیے وحی نازل ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خون معاف

کہا تھا۔ اس کے بعد لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ گستاخیاں کرنے لگے اور دلیر ہو گئے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

موسیٰ بن عقبہ الوجیدی کی روایت کے حوالے سے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک دن تقریر کی تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا:

”اے امیر المؤمنین! آپ نے کئی ناخوش گوار باتیں کہیں اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ مل کر اس کا ارتکاب کیا ہے“
آپ تو یہ کہیں ہم بھی آپ کے ساتھ تو یہ کہیں گے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توہ:

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قبلہ رو ہو کر (دعا کے لیے) ہاتھ اٹھائے اس پر اس دن بہت سے لوگ رونے لگے اس کے چند دنوں بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو جمحہ غفاری کھڑا ہو گیا اور چلا کر کہنے لگا:

جمحہ غفاری کی گستاخی:

”اے عثمان رضی اللہ عنہ! ہم یہ بوڑھا اونٹ لائے ہیں اس پر عبا پڑی ہوئی ہے آپ اتریں تو ہم آپ کو عبا پہنا کر اس اونٹ پر سوار کرائیں گے اور پھر آپ کو جبل وفان میں پھینک دیں گے۔“

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اللہ تجھے عارت کرے اور اس کو بھی جو تو لایا ہے۔“

اس نے یہ باتیں سب لوگوں کے سامنے کہی تھیں۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامی اور بنو امیہ کے افراد آپ کو گھر لے گئے۔

عصائے نبوی کو توڑنا:

عبدالرحمن بن حاطب بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس عصائے نبوی کے سہارے خطبہ دے رہے تھے جسے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی استعمال کرتے تھے اس وقت جمحہ بولا ”اے بے وقوف! اس منبر سے اتر جاؤ“ اس کے بعد اس نے عصائے نبوی کو پکڑ کر اپنے دائیں گھٹنے سے توڑ ڈالا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر سے اترے اور لوگ انہیں گھر لے گئے آپ نے حکم دیا کہ عصائے نبوی کو جوڑ دیا جائے اس واقعہ کے بعد آپ ایک مرتبہ یا دومرتبہ گھر سے باہر نکلے تھے کہ محاصرہ ہو گیا اس کے بعد آپ شہید ہو گئے۔

غفاری کی بری حرکت:

نافع کی روایت ہے کہ جمحہ غفاری نے اس عصاء کو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا لے کر اپنے گھٹنے کے زور سے توڑ دیا اسی وقت وہ آکلہ کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام خطوط:

محمد بن اسحاق (صحابہ القازی) اپنے چچا عبدالرحمن یسار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہ حالات دیکھے تو انہوں نے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام اس قسم کے خطوط لکھے۔

”تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلے ہو اور محمد ﷺ کے دین مذہب کو غالب کرتا چاہتے ہو۔ مگر تمہارے پیچھے دین محمدی تادمہ متروک ہو گیا ہے تم آ کر محمد ﷺ کے دین کی اصلاح کرو۔“

چنانچہ لوگ ہر طرف سے آ گئے اور انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا۔
جعلی خط کا مضمون:

(یہ وہ جعلی خط ہے جو حضرت عثمان غنیؓ کی طرف منسوب کیا گیا تھا) کہا جاتا ہے کہ جب مصر کے لوگ واپس چلے گئے اور یہ خیال کیا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے تو یہ کر لی ہے اس وقت حضرت عثمان غنیؓ نے مصر کے عامل عبداللہ بن سعد بن جریجہ کے نام ان لوگوں کے بارے میں جو مصر میں آپ کے سخت مخالف تھے یہ خط لکھا:

”تم قلاں اور قلاں اشخاص کی جب وہ تمہارے پاس آئیں گردن مار دو اور قلاں و قلاں کو اس قسم کی سزا دو۔“

ان لوگوں میں کچھ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ہیں اور کچھ تابعین رضی اللہ عنہم ہیں سے تھے اس خط کا قاصدا ابوالاعور بن سفیان سلمی تھا جسے حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے اونٹ پر سوار کر لیا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ ان لوگوں کے پتے سے پہلے مصر پہنچ جائے۔
قاصد سے پوچھ چکھ:

ابوالاعور راستے میں ان لوگوں سے مل گیا تھا۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا ”میں مصر چل رہا ہوں“ اس کے ساتھ قبیلہ خوان کا ایک شامی شخص بھی تھا۔ جب ان (باغیوں نے اسے حضرت عثمان غنیؓ کے اونٹ پر دیکھا تو اس سے پوچھا کیا تمہارے ساتھ کوئی خط ہے؟ اس نے کہا ”نہیں“ پھر پوچھا کس کام کے لیے بھیجے گئے ہو وہ بولا مجھے کوئی علم نہیں ہے اس پر ان لوگوں نے کہا:

قاصد کی تلاشی:

تمہارے پاس کوئی خط ہے اور نہ تمہیں یہ معلوم ہے کہ تم کس مقصد کے لیے بھیجے گئے ہو اس کی وجہ سے تمہارا معاملہ مشتبہ معلوم ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے اس کی تلاشی لی اور ایک خشک زنبیل میں خط مل گیا۔ جب انہوں نے خط پڑھا تو اس خط میں بعض لوگوں کے قتل کرنے اور بعض کو جانے اور مالی سزا دینے کا حکم لکھا ہوا تھا۔ اس پر یہ سب لوگ مدینہ واپس آ گئے۔
باغیوں کی واپسی:

جب ان لوگوں کے واپس آنے کی خبر مشہور ہوئی تو تمام علاقوں کے لوگ واپس آنے لگے اور اہل مدینہ میں ہلچل پیدا ہو گئی۔
قتل کا حکم:

محمد بن سائب کلبی بیان کرتے ہیں کہ اہل مصر واپس اس لیے آئے کہ انہیں حضرت عثمان غنیؓ کے اونٹ کا ایک غلام ملا جو امیر مصر کے پاس یہ خط لے کر جا رہا تھا کہ بعض لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور کچھ لوگوں کو سولی دے دی جائے۔
جعلی کارروائی:

جب یہ لوگ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا ”یہ آپ کا غلام ہے“ آپ نے فرمایا ”یہ غلام میرے علم کے بغیر چلا گیا تھا“ وہ بولے ”یہ آپ کا اونٹ ہے“ آپ نے فرمایا ”یہ اسے میرے علم کے بغیر میرے گھر سے لے گیا تھا“ وہ بولے ”وہ

بولے یہ آپ کی مہر ہے، آپ نے فرمایا، ”کسی دوسرے نے اس کی مہر لگا دی ہوگی۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حالات دیکھے کہ لوگ ان کے برخلاف ہو گئے ہیں تو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام میں یہ خط لکھ کر بھیجا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم! حمد و ثناء کے بعد واضح ہو کہ اہل مدینہ تا فرمان ہو گئے اور انہوں نے فرمانبرداری چھوڑ دی ہے اور بیعت توڑ دی ہے اس لیے آپ اپنی طرف سے شام کے جنگجو سپاہی تیز رفتار سوار یوں پر جلد بھیجیں۔“

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس یہ خط پہنچا تو وہ حالات کا انتظار کرتے رہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت کے اعلائیہ اظہار کو پسند نہیں کرتے تھے انہیں ان کے اجتماع کا علم ہو چکا تھا۔
دیگر حکام کو خطوط:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد میں تاخیر محسوس کی تو انہوں نے یزید بن اسد بن کریر اور دیگر اہل شام کے نام خطوط تحریر کیے جن میں ان سے امداد طلب کی گئی تھی اور اپنے حقوق جنائے گئے تھے نیز یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اللہ بزرگ و برتر نے خلفاء کی اطاعت اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا حکم دیا ہے۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بھی تحریر کیا تھا:

”کہ سب لوگ ان کی مدد کے لیے نہ آئیں بلکہ کچھ دستے آ جائیں۔“

فوری امداد کی ضرورت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اہل شام پر ان کے بڑے احسانات ہیں اور انہوں نے ان کی بڑی خدمت کی تھی۔ آخر میں یہ تحریر تھا:

”اگر تم کچھ امدادی فوج بھیج سکتے ہو تو بہت جلد بھیجی جائے کیونکہ یہ لوگ میرا جلد خاتمہ کر رہے ہیں۔“

یزید بن اسد رضی اللہ عنہ کی فوج:

جب آپ کا یہ خط اہل شام کے سامنے پڑھا گیا تو یزید بن اسد بن کریر کی بکلی رضیت کھڑے ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، ان کے عظیم حقوق کا ذکر کرتے ہوئے لوگوں کو ان کی امداد پر آمادہ کیا اور حکم دیا کہ وہ ان کی امداد کے لیے روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ بہت سے لوگ ان کی امداد کے لیے روانہ ہو گئے جب یہ لوگ وادی القریٰ میں پہنچے تو اس وقت انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو وہ واپس چلے گئے۔

بصرہ کی امدادی فوج:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بھی تحریر فرمایا کہ وہ اہل شام کے نام ان کے خط کی ایک نقل اہل بصرہ تک پہنچا دیں۔ چنانچہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد بصرہ کے خطیب اشخاص کھڑے ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امداد پر لوگوں کو آمادہ کرتے رہے انہیں خطباء میں شامی بن مسعود سلمیٰ بھی تھے جو ان دنوں بصرہ کے قبیلہ قیس کے سردار تھے اور سب سے پہلے انہوں نے تقریر کی تھی، ان کے علاوہ قیس بن بنہم سلمیٰ بھی تقریر

کے لیے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو حضرت عثمان غنیؓ کی امداد پر آمادہ کرتے رہے چنانچہ لوگ بہت جلد مد کرنے کے لیے تیار ہو گئے اس لیے عبداللہ بن عامر جو عثمانؓ نے مجاشع بن مسعود کو (اس امدادی فوج کا) سردار مقرر کیا اور انہیں لے کر روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ رہ نہ پونچھے اور ان کا براہ راست مدینہ کے قریب صرار کے مقام پر پہنچا تو انہیں عثمان غنیؓ کی شہادت کی خبر موصول ہوئی۔

قاصد کا اخراج:

حضرت زبیر جو عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ اہل مصر (باغیوں) نے ستیا یا ذوقِ شہد کے مقام سے حضرت عثمان غنیؓ کو ایک خط لکھا اور ان کا ایک آدمی اس خط کو لے کر حضرت عثمان غنیؓ کے پاس پہنچا مگر انہوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اسے گھر سے نکلوا دیا۔

اہل مصر کا قافلہ:

اہل مصر جو حضرت عثمان غنیؓ کی طرف روانہ ہوئے تھے کل تعداد میں چھ سو تھے وہ چار دستوں میں منقسم تھے۔ ان کے چار سردار تھے اور ہر سردار کے پاس ایک جدا گانہ علم تھا ان کی مشق کہ قیادت عمر بن بدیل بن ورقاء غزالی کے سپرد تھی جو نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے نیز عبدالرحمن بن عدیس کلیبی بھی ان کے سپہ سالار اعلیٰ تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو جو خط لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے نام خط:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و ثناء کے بعد واضح ہو کہ اللہ کسی قوم کی حالت میں اس وقت تک تبدیلی نہیں پیدا کرتا ہے جب تک کہ وہ خود اپنے اندر تبدیلی نہ پیدا کریں اس لیے آپ اللہ کو یاد کریں اور اللہ سے ڈریں آپ کے پاس دنیا ہے اس کے ذریعہ آپ آخرت کی تکمیل کریں اور اپنے آخرت کے حصے کو مشکوک نہ بنائیں ورنہ دنیا بھی آپ کے لیے خوشگوار نہیں رہے گی۔

دین کے لیے جنگ:

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اللہ کی خاطر غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں اور اسی کے لیے ہم رضا مند ہوتے ہیں لہذا ہم اس وقت تک اپنے کندھوں سے تلواریں نیاں نہیں کریں گے جب تک کہ ہمارے صاف اور واضح طریقہ سے توبہ نہ مانگیں آگے گایا کھلم کھلا گمراہی کا علم نہیں ہوگا ہم آپ سے صرف اتنا ہی کہنا چاہتے ہیں اور یہی معاملہ آپ کے سامنے ہے۔ اللہ ہماری معذرت قبول کرنے والا ہے۔ والسلام“

توبہ کی دعوت:

اہل مدینہ نے بھی حضرت عثمان غنیؓ کو خط لکھا جس میں انہیں توبہ کرنے کی دعوت کی گئی تھی وہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ وہ انہیں نہیں چھوڑیں گے تا آنکہ وہ انہیں قتل کر دیں گے یا وہ انہیں اللہ کا حق جو ان کے ذمہ ہے۔ عطا کریں۔

حضرت علیؓ کی استمداؤ:

جب حضرت عثمان غنیؓ کو قتل کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے اپنے خیر خواہوں اور گھروالوں سے مشورہ طلب کیا اور فرمایا ”ان لوگوں نے وہ کیا جو تم دیکھ رہے ہو (اب اس مصیبت سے) نکلنے کا راستہ کیا ہے؟“ ان سب نے یہ مشورہ دیا کہ وہ حضرت علیؓ کو

ہوائیں اور ان سے درخواست کریں کہ وہ انہیں لوٹا دیں اور جو وہ چاہتے وہ مطالبہ ان کا پورا کر دیں اس طرح مدت بڑھ جائے گی پھر امداد بھی آ جائے گی۔“

ایفاء پر اصرار :

حضرت عثمانؓ جو بیٹھنے فرمایا ”یہ لوگ ٹال مٹول قبول نہیں کریں گے وہ مجھ سے معاہدہ کریں گے جب وہ پہلی دفعہ آئے تھے تو مجھ سے ایسا ہتھیار نہ ہوئی تھی اس لیے میں اب جو وعدہ کروں گا اس کے ایفاء پر وہ اصرار کریں گے۔“

مروان کا مشورہ :

مروان نے کہا ”اے امیر المومنین! انہیں قریب رکھنا تاکہ آپ طاقتور ہو جائیں یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قریب رہ کر آپ کا مقابلہ کریں۔ آپ ان کا مطالبہ مان لیں اور جب تک وہ آپ کا مقابلہ کریں ان کے ساتھ ٹال مٹول کرتے رہیں۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے خلاف بغاوت کی ہے اس لیے ان کے معاہدہ کی (کوئی پابندی) نہیں ہے۔ آپ حضرت علیؓ کو بلا بھیجیں چنانچہ انہیں آپ نے بلایا جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا:

معاہدہ کی پابندی :

”اے ابو الحسن! آپ نے ان لوگوں کی باتیں دیکھ لیں اور میری باتیں بھی آپ کو معلوم ہیں۔ اب مجھے ان سے قتل کا اندیشہ ہے اس لیے آپ انہیں میرے پاس لوٹا دیں میں ان کی تمام شکایات دور کروں گا اور اپنی طرف سے اور دوسروں کی طرف سے ان کے مطالبات پورے کروں گا خواہ اس میں میری جان کا اندیشہ کیوں نہ ہو۔“

وعدہ شکنی کا الزام :

حضرت علیؓ جو بیٹھنے فرمایا: ”عوام اس بات کو ترجیح دیں گے کہ آپ ان کے ساتھ انصاف کریں یہ نسبت اس کے کہ وہ آپ کو قتل کریں۔ میرے خیال میں یہ لوگ اس وقت تک مطمئن نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مطالبات کو نہ مانیں۔ جب یہ لوگ پہلی دفعہ آئے تھے تو اس وقت میں نے ان سے پختہ وعدہ کیا تھا کہ آپ ان تمام باتوں سے رجوع کریں گے جو انہیں ناپسند ہیں اور اس طرح میں نے انہیں آپ کے پاس سے لوٹا دیا تھا۔ مگر آپ نے ان میں سے کوئی بات پوری نہیں کی اس لیے آپ اس مرتبہ مجھے قریب میں جتنا نہ کریں کیونکہ مجھے ان کا حق ادا کرنا ہے۔“

ایفاء کے عہد کا عزم صمیم :

حضرت عثمانؓ جو بیٹھنے فرمایا: ”آپ انہیں اس بات کا یقین دلا دیں بخدا! میں ایفاء عہد کروں گا۔“ اس پر حضرت علیؓ جو بیٹھنے ان لوگوں کے پاس گئے اور فرمایا:

حضرت علیؓ جو بیٹھنے کا خطاب :

”اے لوگو! تم نے حقوق کا مطالبہ کیا تھا وہ پورے کیے جاتے ہیں کیونکہ حضرت عثمانؓ جو بیٹھنے نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنی طرف سے اور دوسروں کی طرف سے تمہارے ساتھ انصاف کریں گے اور جو باتیں تمہیں ناپسند ہیں انہیں چھوڑ دیں گے۔“

عملی اقدام کی ضرورت:

اس پر وہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے ہم نے یہ بات مان لی ہے مگر آپ ان سے پختہ وعدہ کرا لائیے کیونکہ عملی اقدام کے بغیر محض باتوں سے ہم خوش نہیں ہوں گے۔

مہلت کی درخواست:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں تمہاری بات منوا کر لاؤں گا۔“ چنانچہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”آپ میرے اور ان کے درمیان ایک مدت مقرر کر لیں جس میں مجھے مہلت مل سکے کیونکہ میں ایک دن کے اندر ان کی شکایات دور نہیں کر سکتا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جو لوگ مدینہ میں موجود ہیں ان کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں کی جاسکتی اور جو موجود نہیں ہیں ان کے لیے مدت اس وقت تک رہے جب کہ آپ کا حکم ان کے پاس پہنچ جائے۔“

تین دن کی مہلت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بات صحیح ہے تاہم مجھے مدینہ والوں کے لیے تین دن کی مہلت ملنی چاہیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”بہت اچھا“ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور انہیں اطلاع دی اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک معاہدہ لکھوا دیا گیا کہ وہ تین دن کے اندر ہر شکایت کو دور کر دیں گے اور جو حاکم ان لوگوں کو ناپسند ہیں انہیں معزول کر دیں گے۔“

پھر اس معاہدہ کے لکھوانے میں زیادہ بختی کی گئی اور سخت عہد و پیمان لیے گئے اور اس پر معزز مہاجرین و انصار کو گواہ مقرر کیا گیا۔

(اس کی وجہ سے) مسلمان مقابلے سے باز آئے اور لوٹ گئے تاکہ وہ اپنے معاہدہ کو پورا کر سکیں۔

جنگ کی تیاری:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور ہتھیار فراہم کرنے لگے انہوں نے فہس مال غنیمت کے غلاموں کی ایک بہت بڑی فوج تیار کر لی۔ جب تین دن گزر گئے تو وہی حالت برقرار تھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی ان لوگوں کی کوئی شکایت دور نہیں کی گئی اور نہ کسی حاکم کو معزول کیا گیا تھا اس پر لوگ بھڑک اٹھے اور عمرو بن حزم انصاری مصریوں کے پاس آیا جو ذوقِ شب کے مقام پر مقیم تھا اور اس کی اطلاع دی اور پھر وہ انہیں کے ساتھ مدینہ آیا۔ ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام بھیجا۔

خلاف ورزی کا الزام:

کیا ہمارے ساتھ آپ کا یہ معاملہ طے نہیں ہوا تھا کہ آپ اپنے تمام کاموں سے توبہ کریں گے اور ہماری شکایتوں کو دور کریں گے اور اس پر آپ نے پختہ عہد و پیمان کیے تھے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ہاں! میں اس عہد پر قائم ہوں۔“

اس پر انہوں نے کہا:

جعلی خط کا حوالہ:

پھر اس خط کا کیا مطلب ہے جو ہم نے آپ کے قاصد کے پاس سے حاصل کیا اور جسے آپ نے اپنے حاکم کے نام لکھا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: ”میں نے یہ خط لکھا اور نہ مجھے اس بات کا علم ہے“ وہ بولے آپ کا قاصد آپ کے اونٹ پر تھا اور آپ کے کاتب کا وہ خط تھا اور اس پر آپ کی مہر تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ کا انکار:

آپ نے فرمایا: ”وہ اونٹ چوری کا تھا۔ کتابت میں مشابہت ہو سکتی ہے اور مہر کسی دوسرے نے لگا دی ہوگی۔“

حکام کی معزولی کا مطالبہ:

وہ بولے ”گوتم آپ کو طرم گردانتے ہیں تاہم بکلت میں کام نہیں کیا جائے گا۔ آپ اپنے برے حکام کو معزول کر دیں اور ہم پر وہ حکام مقرر کر دیں جو ہماری جان و مال کے درپے نہ ہوں نیز آپ ہماری شکایات دور کریں۔“

مطالبہ ماننے سے انکار:

حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: ”اگر میں تمہاری مرضی کے مطابق حکام کا تقرر کروں اور تمہارے مخالف حکام کو معزول کروں تو میری حیثیت باقی نہیں رہے گی اس وقت حکومت کے تمام اختیارات تمہیں حاصل ہوں گے۔“

باغیوں کی دھمکی:

وہ بولے ”بھلا! آپ کو ضرور یہ کرنا ہوگا ورنہ آپ کو معزول کر دیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا آپ اپنے معاملے پر اچھی طرح غور کر لیں۔“ حضرت عثمان غنیؓ نے (ان کے مطالبات ماننے سے) انکار کر دیا اور فرمایا: ”میں (خلافت کی) قیص کو جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے نہیں اتاروں گا۔“

گھر کا محاصرہ:

اس کے بعد ان لوگوں نے چالیس رات تک ان کا محاصرہ کیا اس عرصہ میں حضرت طلحہ غنیؓ ان لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔

اشتر کی طلبی:

وہ اب جو حضرت عمر غنیؓ کے آزاد کردہ غلام تھے اور جن کی گردن پر حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے وقت نیزے کے زخموں کے دو نشان تھے بیان کرتے ہیں مجھے حضرت عثمان غنیؓ نے اشتر کو بلانے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ میں اشتر کو بلا لیا اس وقت ایک حکیم امیر المؤمنین (حضرت عثمان غنیؓ) کے لیے لایا گیا اور دوسرا حکیم اشتر کے لیے لایا گیا۔

باغیوں کے مطالبات:

حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: ”اے اشتر! لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟“ وہ بولے ”وہ تین چیزوں میں سے ایک کے طلب گار ہیں“ آپ نے فرمایا: ”وہ کیا ہیں؟“ وہ بولا: ”وہ لوگ چاہتے ہیں کہ یا تو آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں اور کہہ دیں کہ ”یہ تمہارا معاملہ ہے تم جس کو چاہو انتخاب کر لو یا خود آپ اپنا قصاص لیں۔ اگر آپ کو ان دو باتوں میں سے کسی ایک سے انکار ہے تو یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔“ آپ نے پھر پوچھا: ”کیا اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے؟“ اس نے جواب دیا: ”اس کے

علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے۔“

حضرت عثمان غنیؓ کا جواب:

اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: ”جہاں تک خلافت سے دست برداری کا تعلق ہے تو میں اس قیاس کو نہیں اتار سکتا جو اللہ بزرگ و برتر نے مجھے پہنائی ہے پھر میں محمد ﷺ کی امت کو اس حالت میں چھوڑ دوں کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم و ستم کرتے رہیں خدا کی قسم! مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں آگے بڑھوں تاکہ تم میری گردن مار دو بہ نسبت اس کے کہ میں وہ شخص اتاروں جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے۔“

جہاں تک اپنی ذات سے قصاص لینے کا تعلق ہے تو بخدا! مجھے اس بات کا علم ہے کہ میرے پیش رو دونوں ساتھی سزا دیتے تھے۔

قتل کی خطرناک نتائج:

تیسری بات یہ ہے کہ تم مجھے قتل کرو گے۔ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو بخدا! میرے بعد تم میں اتحاد قائم نہیں ہوگا اور کبھی تم متحد اور مجتمع ہو کر نماز نہیں پڑھ سکو گے اور نہ میرے بعد پھر کبھی تم متحد ہو کر دشمن سے جنگ کر سکو گے اس کے بعد اشتراک کفر اہوا اور چلا گیا۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی آمد:

چند دنوں تک ہم (خاموشی کے ساتھ) بیٹھے رہے پھر بھیڑیے کی طرح ایک مرد دو آ یا اور دروازے میں سے جھانک کر چلا گیا۔ پھر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ و افراد کے ساتھ حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کے اندر گھسے۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنیؓ کی داڑھی پکڑ لی اور کہنے لگا۔

حضرت عثمان غنیؓ سے گستاخی:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمہیں کیا فائدہ پہنچایا اب ابن عامر رضی اللہ عنہ کہاں چلا گیا تمہارے خطوط کا کیا نتیجہ نکلا؟“ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: ”اے میرے بیٹے! تو میری داڑھی چھوڑ دے۔“

آپ کی شہادت:

راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا تو وہ ایک بھالہ لے کر گیا اور اس نے ان کا سر پھاڑ دیا۔ طبری کہتے ہیں کہ پھر یہ سب لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں قتل کر دیا۔

باغیوں کے سردار:

واقفی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں اپنے قبیلے کے ساتھ مصریوں کے پاس گیا اور ان کے یہ چار سردار تھے (۱) عبدالرحمن بن عدس بلوی (۲) سواد بن حمران مرادی (۳) عمرو بن الحنفی قرظی اسے جیس ابن الحنفی بھی کہا جاتا تھا (۴) ابن النہاع میں ان کے خیمے میں داخل ہوا جس میں وہ چاروں تھے اور لوگ ان کے تابع تھے۔“

آئندہ کے خطرات:

میں نے حضرت عثمان غنیؓ کے حقوق کی اہمیت واضح کی کہ ان کی گردنوں پر ان کی بیعت (کی ذمہ داری) ہے میں نے انہیں

نقض فساد سے ڈرایا اور انہیں سمجھایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی وجہ سے بہت اختلاف پیدا ہو جائے گا اور بڑا ہنگامہ برپا ہوگا اس لیے تم سب نقض فساد کا دروازہ نہ کھولو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان باتوں کو دور کرتا چاہتے ہیں جو تمہیں ناگوار ہیں میں ان کا ذمہ دار ہوں " ان لوگوں نے کہا "اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (ان شکایات کو) دور نہیں کیا تو پھر کیا ہوگا" میں نے کہا پھر تمہیں اختیار ہے اس پر یہ لوگ رضا مند ہو کر لوٹ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا "اے عثمان اتم اللہ کو یاد کرو اور اپنی جان کی حفاظت کر یہ لوگ تمہارا خون بہانے آئے تھے اب دیکھتے ہیں کہ آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ بیٹھے ہیں بلکہ وہ آپ کے دشمنوں کو تقویت پہنچا رہے ہیں"۔

آپ کی رضامندی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے میری بات مان لی اور مجھے جزائے خیر دی وہاں سے آنے کے بعد میں کچھ عرصہ تک خاموش بیٹھا رہا۔ اس اثناء میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل مصر کے واپس جانے کے بارے میں تقریر کی تھی اور یہ بیان کیا تھا کہ وہ ایک خبر سن کر آئے تھے مگر انہیں اس سے مختلف اطلاع ملی اس لیے وہ لوٹ گئے میں نے چاہا کہ میں آ کر انہیں اس بات پر ملامت کروں تاہم میں خاموش رہا۔ پھر کسی نے مجھ سے یہ کہا کہ اہل مصر پھر آ گئے ہیں اور وہ مقام سویداء کے قریب ہیں میں نے کہا: "کیا تم سچ بات کہہ رہے ہو" اس نے کہا "ہاں" اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا تو پتہ چلا کہ انہیں بھی اس کی اطلاع ہو گئی ہے اور یہ باغی (افراد) اس وقت ذونشب کے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ آپ نے فرمایا:

آپ کی گفتگو:

"اے ابو عبد الرحمن! یہ لوگ پھر آ گئے ہیں ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" میں نے کہا "بھلا! مجھے کوئی علم نہیں ہے تاہم میرا خیال ہے کہ وہ کسی اچھے مقصد کے ساتھ واپس نہیں آئے ہیں" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم انہیں واپس کر دو" میں نے کہا:

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا انکار:

"میں یہ نہیں کروں گا" آپ نے فرمایا "کیوں" میں نے کہا "اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کو اس بات کی ضمانت دی تھی کہ آپ ان کی شکایات کو دور کریں گے مگر آپ نے ان کے بارے میں ایک حرف بھی نہیں کہا" اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اب اللہ ہی سے مدد حاصل کی جائے گی"۔ اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔

پھر یہ لوگ اسواف کے مقام پر اترے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا۔

جعلی خط کا انکشاف:

میرے پاس عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود ان بن عمران اور باقی دوڑوں ساتھیوں کے ساتھ آئے اور کہنے لگے "اے عبد الرحمن کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے گفتگو کر کے ہمیں لوٹا دیا تھا تم نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ تمہارے ساتھی (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) ہماری شکایت کو دور کریں گے؟" میں نے کہا "ہاں" اس کے بعد انہوں نے ایک پرچہ نکال کر کہا۔

”ہم نے صدقات کے ایک اونٹ پر (حضرت) غلام کو دیکھا جب ہم نے اس کے سامان کی حواشی لی تو ہم نے اس میں یہ خط پایا جس میں یہ لکھا ہوا تھا:

جعلی خط کے احکام:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد! جب تمہارے پاس عبدالرحمن بن عدیس آئے تو اسے سو کوڑے۔ رو اور اس کے سر اور داڑھی کو منڈوا کر اسے طویل عرصہ تک قید رکھو تا آنکہ تمہارے پاس میرا دوسرا حکم آئے نیز عمرو بن النخع“ سودان بن حمران“ اور عمرو بن نافع لیشی کے ساتھ بھی یہی سلوک کرو۔“

خط کا رد عمل:

میں نے کہا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے خود یہ خط لکھا ہے۔ انہوں نے کہا تو پھر مروان نے (حضرت) عثمانؓ کی طرف سے یہ (جعلی خط) لکھا ہوگا اور یہ بات اس سے بھی بدتر ہے اس صورت میں انہیں اس کام سے بریت کا اظہار کرنا چاہیے پھر انہوں نے کہا تم ہمارے ساتھ ان کے پاس چلو۔ ہم نے (حضرت) علیؓ سے بھی بات چیت کی ہے اور انہوں نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ظہر کی نماز کے بعد ان (حضرت عثمانؓ) سے گفتگو کریں گے۔ ہم (حضرت) سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس بھی گئے تھے انہوں نے کہا ”میں تمہارے معاملے میں کوئی دخل نہیں دوں گا“ ہم سعید بن زید بن عمرو بن نضیلؓ کے پاس بھی گئے تھے انہوں نے بھی اسی قسم کا جواب دیا۔

حضرت علیؓ کا وعدہ:

محمد بن مسلمہؓ نے کہا ”(حضرت) علیؓ نے تم سے کیا وعدہ کیا تھا“ انہوں نے کہا ”انہوں نے ہم سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب وہ ظہر کی نماز پڑھیں گے تو وہ ان (عثمانؓ) کے پاس جائیں گے۔“ چنانچہ محمد بن مسلمہؓ نے (حضرت) کے ساتھ نماز پڑھی پھر وہ دونوں حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا:

حضرت عثمانؓ سے گفتگو:

یہ اہل مصر دروازے پر ہیں آپ انہیں اندر آنے کی اجازت دیں اس وقت مروان بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا ”آپ مجھے ان سے گفتگو کرنے کی اجازت دیں“ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ”تم میرے پاس سے چلے جاؤ تمہارا اس معاملے سے کیا تعلق ہے؟“ اس پر مروان چلے گئے اور حضرت علیؓ نے عثمانؓ کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت مصریوں نے انہیں تمام صورت حال سے مطلع کر دیا تھا اور حضرت علیؓ نے عثمانؓ انہیں خط کا مضمون بتا رہے تھے۔

حلفیہ انکار:

حضرت عثمانؓ نے اللہ کی قسم کھا کر یہ فرمایا کہ نہ تو انہوں نے یہ خط لکھا اور نہ انہیں اس کا علم ہے اور نہ ان سے کبھی اس بارے میں مشورہ کیا گیا تھا۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے کہا ”بخدا! آپ سچے ہیں مگر یہ مروان کا فعل معلوم ہوتا ہے“ حضرت علیؓ نے فرمایا ”آپ انہیں اندر آنے دیں تاکہ وہ آپ کی معذرت سن لیں“ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا ”میری آپ سے قربت اور رشتہ داری ہے بخدا! اگر میں اس حلقہ میں مقبول ہوتا تو آپ کی مشکل حل کرتا لہذا آپ ان کے پاس جائیں اور

ان سے گفتگو کریں کیونکہ وہ آپ کی بات کو (غور سے) سنتے ہیں۔
باغیوں کی باریابی:

حضرت علیؓ نے فرمایا ”میں یہ کام نہیں کروں گا آپ خود انہیں اندر بلا کر ان کے سامنے معذرت پیش کریں“ چنانچہ وہ اندر ہوئے گئے۔ جب وہ داخل ہوئے تو انہوں نے خلافت کا سلام نہیں کیا۔ محمد بن مسلمہؓ کہتے ہیں ”اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ شروفساد کی نیت سے آئے ہیں۔“
 ابن سعدؓ جو جہشہ کی بد اعمالیوں کا ذکر:

ان مصریوں نے گفتگو کے لیے ابن عدیسؓ کو پیش کیا اس نے مصر میں ابن سعدؓ جہشہ کی حرکتوں کا تذکرہ کیا اور یہ بتایا کہ وہ مسلمانوں اور ذمیوں دونوں پر ظلم کر رہے تھے اور مسلمانوں کے مال غنیمت پر خود قبضہ کر لیتا ہے اور جب اس پر کوئی اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے ”مجھے امیر المؤمنین نے خود خط میں یہی تحریر کیا ہے۔“
بدعات کا تذکرہ:

اس کے بعد ان لوگوں نے ان باتوں کا تذکرہ کیا جو مدینہ میں رونما ہوئی ہیں اور جن میں انہوں (حضرت عثمانؓ) نے اپنے دونوں پیش رو خلفاء کی مخالفت کی ہے۔
دو شخصوں کی ضمانت:

ابن عدیسؓ نے مزید کہا ”پھر ہم مصر سے روانہ ہوئے اس وقت ہمارا مقصد یہ تھا کہ یا تو آپ ان باتوں سے باز آ جائیں ورنہ ہم آپ کی جان لیں گے۔ ہمیں (حضرت علیؓ جہشہ اور محمد بن مسلمہؓ جہشہ نے واپس کر دیا اور ہمیں اس بات کی ضمانت دی کہ آپ ہماری تمام شکایات رفع کریں گے“ یہ کہہ کر اہل مصر محمد بن مسلمہؓ سے مخاطب ہوئے اور پوچھا ”کیا تم نے یہ بات ہم سے کہی تھی“ محمد بن مسلمہؓ نے کہا ”ہاں“ اس کے بعد انہوں نے وہ سلسلہ گفتگو جاری کیا اور کہا ”پھر ہم اپنے وطن کی طرف جانے لگے تاکہ یہ بات ہمارے لیے جھٹ رہے۔“
خط کا انکشاف:

جب ہم یوہب کے مقام پر پہنچے تو ہم نے آپ کے غلام کو پکڑ کر آپ کا سر مہر خط عبداللہ بن سعد کے نام کا حاصل کر لیا جس میں آپ نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ پشت پر کوڑے مارے اور ہمارے بال منڈا کر طویل عرصہ تک ہمیں قید میں رکھے اور یہ آپ کا خط موجود ہے۔“
لاعلیٰ کا اظہار:

حضرت عثمانؓ نے حمد وثناء کے بعد یہ فرمایا ”خدا کی قسم! نہ میں نے یہ خط لکھا اور نہ میں نے اس کا حکم دیا اور نہ مجھ سے مشورہ لیا گیا اور نہ مجھے اس کا علم ہے“ محمد بن مسلمہؓ اور حضرت علیؓ جہشہ دونوں نے کہا ”آپ سچ بولتے ہیں“ اس پر حضرت عثمانؓ جہشہ کو کچھ سکون حاصل ہوا۔ تاہم مصریوں نے پوچھا ”پھر یہ خط کس نے لکھا ہے؟“ حضرت عثمانؓ جہشہ نے فرمایا ”مجھے نہیں معلوم ہے“ وہ بولے ”پھر کون ایسی جرأت کر سکتا ہے کہ وہ آپ کے غلام کو صدقات کے ایک اونٹ پر سوار کرائے اور آپ کی مبرا لگا کر

آپ کے حاکم کو اتنی بڑی باتیں لکھے اور آپ کو خیر تک نہ ہو“ آپ نے فرمایا ”ہاں (ایسا ہی ہے)۔“

معزولی کا مطالبہ:

اس پر وہ بولے ”پھر آپ خلیفہ بننے کے مستحق نہیں ہیں آپ اس معاملے سے دستبردار ہو جائیں جس طرح اللہ نے آپ کو معطل کر رکھا ہے“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

شور اور چنگام:

”میں (خلافت کی) اس قیاس کو جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے نہیں اتاروں گا“ اس پر بہت شور و غل ہونے لگا۔ محمد بن مسلمہ جوڑو کہتے ہیں: ”اس وقت میں نے یہ خیال کیا کہ یہ لوگ حملہ کیے بغیر نہیں نکلیں گے“ اس کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو میں بھی کھڑا ہو گیا انہوں نے مصریوں سے یہ کہا ”تم نکل جاؤ“ اس پر وہ باہر آ گئے میں بھی اپنے گھر چلا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھر چلے گئے۔

آپ کی شہادت:

اس کے بعد ان (باغیوں نے) محاصرہ کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

واپسی کی وجوہات:

سفیان بن ابی العوجاء بیان کرتے ہیں ”جب اہل مصر پہلے مرتبہ آئے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ جوڑو سے گفتگو کی تھی وہ انصار کے پچاس سواروں کو لے کر ان (باغیوں) کے پاس ذوقب کے مقام پر پہنچے اور انہیں واپس بھیج دیا یہ لوگ واپس جاتے ہوئے جب بویب کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام کو دیکھا اس کے پاس عبداللہ بن سعد جوڑو (حاکم مصر) کے نام ایک خط لکھا تھا۔ ان لوگوں نے واپسی کا راہہ کیا اور مدینہ پہنچے وہاں اشتر اور حکیم بن جہلہ موجود تھے۔ وہ خط لے کر (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس) گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انکار کیا کہ یہ خط ان کا لکھا ہوا ہے انہوں نے فرمایا ”یہ جعلی ہے“۔

جعلی خط کا معاملہ:

اس پر وہ بولے ”یہ خط آپ کے کاتب کا لکھا ہوا ہے“ آپ نے فرمایا ”ہاں مگر اس نے میرے حکم کے بغیر لکھا ہے“ وہ بولے ”وہ قاصد جس کے پاس ہم نے خط دیکھا ہے وہ آپ کا غلام ہے“ آپ نے فرمایا ”ہاں مگر وہ میری اجازت کے بغیر کیا تھا“ انہوں نے کہا ”یہ اونٹ آپ کا اونٹ ہے“ آپ نے فرمایا ”ہاں مگر وہ میرے علم کے بغیر لے جایا گیا تھا“۔

معزولی کا مطالبہ:

یہ لوگ بولے ”(اس معاملے میں) آپ سچے ہیں یا جھوٹے ہیں اگر آپ جھوٹے ہیں تو اس صورت میں آپ معزولی کے مستحق ہیں کیونکہ آپ نے ہماری خون ریزی کا ناحق حکم دیا اور اگر آپ سچے ہیں تو اس صورت میں بھی آپ معزولی کے قابل ہیں کیونکہ آپ بہت کمزور اور غافل ہو گئے ہیں اور آپ کے شیر بہت برے ہیں۔ اس صورت میں ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ ہم اپنی گردنوں پر ایسے شخص کو مسلط کر لیں جو آپ کی کمزوری اور غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کی اجازت کے بغیر ایسے احکام صادر کرے“۔ انہوں نے مزید کہا:

ظلم کا الزام:

آپ نے رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو زد و کوب کیا جب کہ انہوں نے آپ کو نصیحت کی اور جب کہ معترضین کے اعتراضات کے موقع پر انہوں نے آپ کو حق بات کا فیصلہ کرنے کی ہدایت کی تھی اس لیے جن پر آپ نے ظلم کیا تھا اور انہیں زد و کوب کیا تھا ان کا قصاص اپنی ذات سے لیں۔“

الزام کا جواب:

آپ نے فرمایا: ”حاکم غلطی بھی کرتا ہے اور صحیح فیصلہ بھی کرتا ہے اس لیے میں اپنی ذات کا قصاص نہیں لے سکتا ہوں کیونکہ اگر میں ہر غلطی پر اپنا قصاص لینے لگوں تو میرا خاتمہ ہو جائے۔“

عبدالغنی کا الزام:

وہ بولے ”آپ نے ایسی بری باتوں کا ارتکاب کیا ہے جن کی بدولت آپ کو معزول کیا جا سکتا ہے۔ جب آپ سے اس بارے میں گفتگو کی گئی تھی تو آپ نے اس سے توبہ کر لی تھی مگر پھر آپ نے ایسی باتیں کیں۔ پھر ہم آپ کے پاس آئے تھے تو آپ نے توبہ کر لی تھی اور حق کی طرف رجوع کرنے کا وعدہ کیا تھا بلکہ محمد بن مسلمہؓ نے ہمیں آپ کے بارے میں ملامت کی تھی اور انہوں نے آپ کی طرف سے ذمہ داری قبول کی تھی مگر آپ نے عبدالغنیؓ کی اس لیے اب انہوں نے اظہار بریت کیا اور کہا ”میں ان کے معاملے میں دخل نہیں دوں گا۔“

جعلی خط کا ذکر:

ہم اتمام جنت کے لیے پہلی مرتبہ واپس چلے گئے تاکہ تمہارا انتہائی عذر قبول کریں اور اللہ تعالیٰ سے تمہارے برخلاف مدد حاصل کر سکیں مگر (راستے میں) ہمیں وہ خط ملا جو آپ نے اپنے حاکم کے نام لکھا تھا اس میں آپ نے ہمیں قتل کرنے کا قطع برید کرنے اور سولی دینے کا حکم دیا تھا آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ خط آپ کے علم کے بغیر لکھا گیا حالانکہ یہ خط آپ کے غلام کے پاس تھا جو آپ کے اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور یہ آپ کے کاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اس پر آپ کی مہر لگی ہوئی تھی۔

معزول کرنے کا فیصلہ:

(اس خط کی بدولت) آپ پر بہت بڑا الزام ثابت ہوتا ہے اس سے پہلے بھی آپ کے ظالمانہ احکام اور تقسیم و سزا میں ترغیبی سلوک کا تجربہ ہوا ہے۔ آپ نے لوگوں کے سامنے توبہ کا اظہار کیا تھا مگر پھر ان غلطیوں کی طرف رجوع کیا ہے ہم پہلے لوٹ گئے تھے مگر اب اس وقت تک نہیں واپس جائیں گے جب تک کہ ہم آپ کو معزول نہ کریں اور آپ کے نبھائے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ جیسے سے کسی ایسے شخص کو نہ مقرر کریں جس نے ایسی نئی باتیں نہ نکالی ہوں جن کا ہمیں آپ سے تجربہ ہوا ہے۔ اور اس پر وہ الزامات نہ لگے ہوں جو آپ پر لگائے گئے ہیں آپ ہمارے خلافت واپس کر دیں اور ہمارے معاملات سے سبکدوش ہو جائیں کیونکہ یہی چیز ہمارے اور آپ کے لیے بہتر ہے۔“

حضرت عثمان غنیؓ کا خطبہ:

حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: ”کیا تم نے اپنی تمام باتیں ختم کر لی ہیں؟“ وہ بولے ”ہاں“ اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ

نے یوں فرمایا:

”اللہ تمام تعریفوں کا مستحق ہے میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اس سے مدد کا طالب ہوں اور اسی پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں اللہ نے انہیں ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام مذاہب پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار معلوم ہو۔“

سبکدوشی سے انکار:

اما بعد! آپ لوگوں نے گفتگو میں اعتدال نہیں اختیار کیا اور نہ فیصلے میں انصاف سے کام لیا آپ کہتے ہیں کہ میں دستبردار ہو جاؤں تو میں دو قیص جو اللہ نے مجھے پہنایا ہے اسے نہیں اتاروں گا یہ وہ (اباس خلافت) ہے جس کے ذریعے اللہ نے مجھے عزت بخشی ہے اور دوسروں پر ممتاز کیا ہے البتہ میں تو یہ کر سکتا ہوں اور ان ہاتھوں سے جنہیں مسلمان ناپسند کرتے ہیں باز رو سکتا ہوں کیونکہ مجھ میں اللہ (کی مدد) کا محتاج ہوں اور اس سے خائف ہوں۔“

واقعات کا اعادہ:

یہ لوگ بولے ”اگر یہ پہلا واقعہ ہوتا اور آپ تو یہ کر تے تو ہم آپ کی توبہ کو تسلیم کر سکتے تھے اور آپ کے پاس سے لوٹ جاتے مگر اس سے پہلے آپ کے بہت سے ”واقعات“ ہو چکے ہیں جن کا آپ کو علم ہے اور ہم پہلی مرتبہ لوٹ چکے ہیں اور ہمیں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ آپ ہمارے بارے میں وہ لکھیں گے جو ہم نے آپ کے اس خط میں پایا جو آپ نے غلام کے ہاتھ بھیجا تھا۔“

معزولی یا قتل:

ہم آپ کی توبہ کو کیسے قبول کر سکتے ہیں جب کہ ہم آزما چکے ہیں کہ آپ اگر کسی گناہ سے توبہ کرتے ہیں تو دوبارہ اسی کا ارتکاب کرتے ہیں اب ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک کہ ہم آپ کو معزول نہ کر دیں آپ کے بجائے دوسرا ضعیف مقرر نہ ہو۔“

اگر آپ کے خاندان رشتے دار متعلقین آپ کے لیے جنگ کرنا چاہیں تو ہم ان سے جنگ کریں گے اور پھر آپ کے پاس پہنچ کر آپ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیں گے یا ہماری روضہ اللہ کے پاس پہنچ جائیں گی۔“

اٹل فیصلہ:

حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا ”جہاں تک خلافت سے دستبردار ہونے کا تعلق ہے تو اگر تم مجھے سوئی پر چڑھا دو گے تو یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اللہ بزرگ و برتر کے کام اور اس کی خلافت سے دست بردار ہو جاؤں۔“

خانہ جنگی سے نفرت:

دوسری بات تم نے یہ کہی ہے کہ ”تم ان لوگوں سے جنگ کرو گے جو میرے لیے جنگ کریں گے“ تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) میں کسی کو تم سے جنگ کرنے کا حکم نہیں دوں گا جو میری خاطر جنگ کرے گا وہ میرے حکم کے بغیر جنگ کرے گا اگر میں تم سے

جنگ کرنا چاہتا تو میں فوج کو خط لکھ دیتا اور وہ (میرے لیے) فوجیں بھیجتے یا میں مصر یا عراق چلا جاتا۔ تم اللہ سے ڈرو اور اپنی جانوں پر رحم کرو اگر تم مجھ پر رحم کرنا نہیں چاہتے ہو، کیونکہ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو تم خون ریزی پر پا کر ہو گے۔“

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا انکار:

پھر یہ لوگ وہاں سے چلے گئے اور انہوں نے اعلان جنگ کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ وہ ان (بانیوں) کو لوٹا دیں مگر انہوں نے کہا:

”میں سال میں دو مرتبہ اللہ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ملاقات:

ابو حنیہ بیان کرتے ہیں، ”جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اس دن میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر گئے پھر وہاں سے نکل کر انہوں نے دروازہ پر جو مشاہدہ کیا اس پر وہ انا لله وانا اليه راجعون پڑھتے رہے مروان نے ان سے کہا ”آپ اب پشیمان ہو رہے ہیں آپ ہی نے تو اس کا احساس دلایا ہے۔“

اطہار بریت:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”استغفر اللہ۔ میرے ہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ لوگ اس حد تک جرأت کریں گے کہ انہیں شہید کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے میں اب ان کے پاس گیا تھا انہوں نے اس وقت جو گفتگو کی ہے اس وقت نہ تم موجود تھے اور نہ تمہارے ساتھی موجود تھے انہوں نے تمام ناخوشگوار باتوں سے بریت کا اظہار کیا اور ان سے توبہ کی ہے اور یہ فرمایا ہے ”میں ہلاکت کے کاموں کو طویل دینا نہیں چاہتا ہوں اور ان تمام باتوں سے رجوع کرتا ہوں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

مروان نے کہا ”اگر آپ ان کی مدافعت کرنا چاہتے ہیں تو آپ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں جو چھپے بیٹھے ہیں“ حضرت سعد رضی اللہ عنہ وہاں سے روانہ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جو مزار نبوی اور منبر نبوی کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آ کر فرمایا:

حفاظت کا سوال:

”اے ابوحسن! آپ اٹھ کھڑے ہوں۔ میرے والدین آپ پر قربان ہوں ایک نیک کام کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں آپ اپنے بچازاد بھائی کے ساتھ مدحی کریں اور ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے ان کی جان بچائیں اس کے بعد جیسا آپ جانتے ہیں ویسا ہی ویسا ہی ہوگا۔ کیونکہ تمہارے خلیفہ نے اپنی طرف سے رضامندی کا اظہار کر دیا ہے۔“

شہادت کی خبر:

ابھی وہ باتوں میں مصروف ہی تھے کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے پوشیدہ طور پر کچھ کہا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے ہاتھ کو پکڑ کر اٹھے اور فرمانے لگے ”ان کی یہ توبہ کتنی اچھی ہے چنانچہ جب میں اپنے گھر پہنچا تو میں نے یہ خبر سنی کہ“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس وقت سے لے کر اب تک ہم مصیبت اور شرفِ فدا میں مبتلا ہیں۔“

اہل مصر کی آمد کی اطلاع:

ابوالخیر بیان کرتے ہیں ”جب اہل مصر حضرت عثمان غنیؓ کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ بن سعد جو عثمان نے ایک تیز رفتار قاصد روانہ کیا جو حضرت عثمان غنیؓ کو ان کے روانہ ہونے کی اطلاع دے اور یہ بتائے کہ وہ ظاہر یہ کر رہے ہیں کہ وہ عمرہ کے لیے نکلے ہیں۔ یہ قاصد حضرت عثمان غنیؓ کے پاس پہنچا اور اس نے انہیں تمام باتیں بتائیں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اہل مکہ کو یہ پیغام بھیجوا کہ وہ ان مصریوں سے ہوشیار رہیں کیونکہ وہ اپنے امام (خلیفہ) کی مخالفت کر رہے ہیں۔

عبداللہ بن سعد کی روانگی:

عبداللہ بن سعد جو عثمان غنیؓ نے حضرت عثمان غنیؓ سے اجازت طلب کی تھی کہ وہ ان کے پاس آنا چاہتے ہیں چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے انہیں اجازت دے دی چنانچہ وہ بھی مصریوں کے پیچھے روانہ ہوئے جب وہ ایلہ کے مقام پر پہنچے تو انہیں علم ہوا کہ اہل مصر حضرت عثمان غنیؓ کے پاس لوٹ آئے ہیں اور انہوں نے ان کا محاصرہ کر لیا ہے۔

ابن ابی حذیفہؓ کا قبضہ مصر:

محمد بن ابی حذیفہؓ جو عثمان غنیؓ اس وقت مصر میں تھا جب اسے یہ اطلاع ملی کہ حضرت عثمان غنیؓ محصور ہو گئے ہیں اور عبداللہ بن سعد جو عثمان غنیؓ سے روانہ ہو گئے ہیں تو اس نے مصر کے علاقہ پر قبضہ کر لیا اور لوگ بھی مطلع ہو گئے۔ عبداللہ بن سعد جو عثمان غنیؓ نے مصر آنا چاہا مگر محمد بن ابی حذیفہؓ نے انہیں روک دیا اس لیے وہ فلسطین چلے گئے اور حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت تک وہیں مقیم رہے۔

اہل مصر کا محاصرہ:

اہل مصر روانہ ہو کر ”اسواف“ کے مقام پر پہنچے پھر انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کا محاصرہ کر لیا۔ حکیم بن جہلہ بصرہ سے سواروں کو لے کر آیا اور اس بھی اہل کوئہ کے ساتھ آیا اور یہ سب مدینہ پہنچ گئے۔ اشتر وحکیم بن جہلہ لگ رہے اور ابن عدیس اور اس کے ساتھی حضرت عثمان غنیؓ کا محاصرہ کر رہے تھے ان کی تعداد پانچ سو تھی اور وہ ان کا انچاس دنوں تک محاصرہ کرتے رہے تا آنکہ حضرت عثمان غنیؓ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ شہید ہو گئے۔

قتل کا منصوبہ:

عبداللہ بن عباس بن ابی رہیعہ بیان کرتے ہیں ”میں حضرت عثمان غنیؓ کے پاس گیا اور کچھ عرصہ تک ان سے باتیں کرتا رہا آپ نے فرمایا اسے ابن عباس! آنسو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا میں نے حضرت عثمان غنیؓ کے دروازے پر کچھ باتیں سنیں کوئی یہ کہہ رہا تھا ”تم کیا انتظار کر رہے ہو؟“ کوئی یہ کہہ رہا تھا ”ظہر و اشیاء و رجوع کریں۔“

طلحہ کا حکم:

میں اور وہ کھڑے ہوئے تھے کہ طلحہ بن عبید اللہ وہاں سے گزرے اور وہاں ٹھہر کر پوچھا۔ ”ابن عدیس کہاں ہے؟“ لوگوں نے کہا ”وہ یہ ہیں“ چنانچہ ابن عدیس ان کے پاس آئے تو انہوں نے اس سے کچھ سرگوشی کی پھر ابن عدیس اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا ”کسی شخص کو اس شخص (حضرت عثمان غنیؓ) کے پاس نہ جانے دو اور نہ وہاں سے نکلے دو“ اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے مجھ سے فرمایا اس بات کا طلحہ بن عبید اللہ نے حکم دیا ہے پھر حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا:

قتل کے بارے میں حکم:

”اے اللہ تو مجھے طلحہ بن عبید اللہ سے بے نیاز کر دے کیونکہ اسی نے انہیں بھڑکایا ہے اور انہیں جمع کیا ہے۔ بخدا! مجھے توقع ہے کہ وہ اس سے خالی جائے گا اور اس کا خون بہایا جائے گا کیونکہ اس نے میرے ساتھ وہ کیا ہے جو اسے جڑ نہیں ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے ”تین باتوں کے علاوہ اور کسی چیز میں مسلمان شخص کا خون بہانا جائز نہیں ہے (وہ تین باتیں یہ ہیں) یا تو کوئی شخص مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ قتل کر دیا جائے گا یا کوئی شادی شدہ شخص زن کرے تو اسے سنگسار کیا جائے گا یا کوئی شخص کسی کو ناحق قتل کر دے (تو اس سے قصاص لیا جائے گا) مگر مجھے کس جرم میں قتل کیا جا رہا ہے“ اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ اپنے مقام پر چلے گئے۔ ابن عباس بن ابی ربیعہ کہتے ہیں: ”میں نے باہر جانا چاہا تو ان لوگوں نے مجھے روکا یہاں تک کہ محمد بن ابی بکرؓ میرے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: ”اے چھوڑ دو! انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔“

یعنی شاہد:

عبدالرحمن بن ابی بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے آج وہ جگہ دیکھی جہاں سے یہ لوگ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس گئے تھے یہ لوگ عمرو بن حزم کے گھر میں سے ایک جگہ راستے سے وہاں داخل ہوئے بخدا! ہم ابھی تک اس بات کو نہیں بھولے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد سودان بن حمران نکلا اور کہنے لگا ”طلحہ بن عبید اللہ کہاں ہیں ہم نے ابن عثمان کو قتل کر دیا۔“

مروان کے غلام کا بیان:

ابو حصہ بھائی بیان کرتے ہیں میں ایک صحراشین عرب کا غلام تھا مروان نے مجھے پسند کیا اور اس نے مجھے میری بیوی اور لڑکے کو خرید لیا اور ہم سب کو آزاد کر دیا اور میں اس کے ساتھ رہنے لگا۔

خانہ جنگی کا آغاز:

جب حضرت عثمان غنیؓ محصور ہو گئے تو بنو امیہ ان کی حفاظت کرتے تھے اور مروان ان کے گھر میں رہنے لگے تھے میں بھی مروان کے ساتھ تھا۔ فریقین میں میں نے ہی جنگ کو بھڑکایا تھا اور قبیلہ اسلم کے ایک شخص کو گھر کی چھت سے نشانہ بنا کر قتل کر دیا تھا اس کا نام نیر اسلمی تھا اس پر جنگ چھڑ گئی اور میں کوٹھے پر سے اتر آیا اور اس کے بعد دروازہ پر جنگ چھڑ گئی مروان نے بھی جنگ میں حصہ لیا یہاں تک کہ وہ گر پڑے۔ میں انہیں اٹھا کر ایک بڑھیا کے گھر لے گیا اور (وہاں لٹا کر) دروازہ بند کر دیا۔

دروازوں پر آگ:

دشمن کے لوگوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے دروازوں کو آگ لگا دی اور ان کا کچھ حصہ جل گیا اس وقت حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا ”دروازہ اس لیے جلا یا گیا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی کام کرنا مقصود ہے۔“

قسمت پر صبر:

اب تم میں سے کوئی شخص اپنے ہاتھ کو حرکت نہ دے۔ کیونکہ بخدا! اگر میں تم سے دور رہوں گا تو اس صورت میں بھی وہ چھلانگ لگا کر مجھے قتل کر دیں گے اور اگر میں تمہارے قریب رہوں گا تو وہ صرف مجھے قتل کریں گے اور دوسرے کی طرف توجہ نہیں دیں گے۔

میں رسول اللہ ﷺ کے اس قول پر (سر تسلیم خم کر کے صبر کروں گا) "میں ایسی موت مروں گا جو اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں لکھی ہے۔"

مروان نے کہا "جب تک مجھے کوئی آواز نہ سنائی دے گی اس وقت تک آپ کو کوئی شہید نہیں کر سکے گا" یہ کہہ کر وہ تلوار لے کر نکل گئے۔

دوسرا بیان:

دوسرے سلسلے روایت کے مطابق ابو حصہ بیان کرتے ہیں:

"مجمرات کے دن میں نے گھر کی چھت پر سے ایک پتھر اڑھکا جس سے قبیلہ اسلم کا ایک شخص جس کا نام بنار تھا مر گیا۔

انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو پیغام بھیجا کہ اس کے قاتل کو ان کے سپرد کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا "میں اس کے قاتل کو نہیں جانتا ہوں۔"

شعلہ باری:

عثمان رات بھر ہم پر آگ کی طرح (کے مواد) ہم پر پھینکتے رہے صبح ہوتے ہی ہمارے برخلاف کنانہ بن عتاب نمودار ہوا اور اس کے ہاتھ میں آگ کا ایک شعلہ تھا جسے لے کر وہ ہماری چھتوں کے پیچھے آل حزم کے گھر کے راستے سے پہنچ گیا تھا۔ پھر مٹی کے تیل سے بھرے ہوئے شعلے ہم پر برستے رہے ہم نے دروازوں پر تھوڑی دیر تک جنگ کی اور وہ دروازے جل گئے تھے۔ اس کے بعد میں حضرت عثمان غنیؓ کی آواز سنی وہ اپنے ساتھیوں سے فرما رہے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ کا آخری حکم:

"آگ لگنے کے بعد اب کچھ نہ کیا جائے کیونکہ نگڑیاں جل گئی ہیں اور دروازے بھی جل گئے ہیں اس لیے جو میرا مطیع و فرمانبردار ہے وہ اپنا گھر بچائے کیونکہ یہ لوگ صرف میرے درپے ہیں بخدا! بہت جلد میرے قتل پر یہ پشیمان ہوں گے اگر وہ مجھے چھوڑ بھی دیں تو اس وقت بھی انہیں معلوم ہوگا کہ میں زندہ نہیں رہتا چاہتا ہوں کیونکہ میرا حال بہت خراب ہو گیا ہے میرے دانت ٹوٹ چکے ہیں اور میری ہڈیاں نرم ہو گئیں ہیں۔"

مروان کی جنگ:

پھر انھوں نے مروان سے کہا "تم (گھر میں) بیٹھے رہو اور باہر نہ جاؤ" مگر مروان نے ان کا حکم نہیں مانا اور کہا بخدا! آپ کو کوئی شہید نہیں کر سکتا ہے اور نہ کوئی آپ کا بال بیکا کر سکتا ہے جب تک کہ میں زندہ ہوں اور آواز کون سن سکتا ہوں" یہ کہہ کر وہ باہر نکل آئے اس وقت میں نے کہا "اب میرے آقا کو نہیں چھوڑا جائیگا" چنانچہ میں ان کی حمایت کے لیے نکلا اس وقت ہماری تعداد تھوڑی تھی مروان رجز یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور چلا کر کہہ رہے تھے "کون ہے جو مجھ سے مقابلہ کرے گا! اس وقت ان کی زرہ کا ٹپلا حصہ ابھر آیا تھا جسے انھوں نے اپنے پچکے سے ملا لیا تھا۔ ان کے مقابلے پر ابن العباسؓ آگے آیا اور پیچھے سے اس کی گردن پر تلوار کا ایک وار کیا جو کارگر ثابت ہوا اور وہ زمین پر گر پڑے اور ان کی بغضیں چھوٹ گئیں میں انھیں ابراہیم العدویؓ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کے گھر لٹا کر لے گیا۔

اس واقعہ کی بدولت عبدالملک اور بنو امیہ آل سعدی کے ممنون احسان ہیں۔

مروان سے مقابلہ:

ابوبکر بن الحارث بن ہشام راوی ہیں "میں نے عبدالرحمن بن عدیس بلوی کو دیکھا پھر مسجد نبوی کی طرف اپنی پٹنہ موڑے ہوئے تھے۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ محصور تھے اس وقت مروان بن حکم نکل کر کہنے لگے "کون مقابلے پر آئے گا" اس وقت عبدالرحمن بن عدیس نے ابن عروہ سے کہا تم اس شخص کے مقابلے کے لیے جاؤ چنانچہ ایک دراز نو جوان مقابلے کے لیے نکلا اس نے ان کی زرہ کی کڑیاں ان کے نیچے میں گھسا دیں ان کی وجہ سے وہ قدم نہ اٹھا سکا اور مروان گر پڑے ابن عروہ نے اس وقت ان کی گردن پر تلوار ماری۔

مروان کا زخمی ہونا:

یہ واقعہ میراچشم دیدہ ہے اس وقت عبید بن رفاعہ زرقی مزید حملوں کے لیے یوحنا مگر ابراہیم بن عدی کی والدہ فاطمہ بنت اوس اس پر چھینیں اور کہنے لگیں اگر "تم اس کے گوشت سے کھلنا چاہتے ہو تو یہ بری بات ہے" اس پر وہ شخص مزید حملے سے باز آیا۔ (اس واقعہ کی وجہ سے) خلفاء بنو امیہ اس عورت کے بہت احسان مند ہیں اور اس کا شکر یہ ادا کرتے ہیں بلکہ اس کے بیٹے ابراہیم کو انھوں نے بعد میں حاکم مقرر کیا تھا۔

نیار رضی اللہ عنہ کا قتل:

حسین بن یسینی کے والد روایت کرتے ہیں "جب (بقرعید کے) ایام تشریق (قربان اور تکبیروں کے کہنے کے دن) ختم ہو گئے تو انہوں نے (خالفین نے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے حکم پر قائم رہے انہوں نے اپنے مخصوص حضرات کو بلا بھیجا اور انہیں اکٹھا کر لیا اس وقت ایک بوڑھے آدمی جن کا نام نیار بن عیاض رضی اللہ عنہ تھا کھڑے ہوئے دو صحابی تھے وہ ابھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے کسی نے تیر مار کر انھیں قتل کر دیا لوگوں کا یہ خیال ہے کہ کثیر بن الصلت کنڈی نے ان پر تیر چلا یا تھا۔

قصاص کا مطالبہ:

ان لوگوں (خالفین) نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا "نیار بن عیاض رضی اللہ عنہ کے قاتل کو ہمارے سپرد کرو تا کہ ہم ان کے قصاص میں اسے قتل کریں" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں اس شخص کو قتل نہیں ہونے دوں گا جس نے میری مدد کی بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو" جب انہوں نے یہ حالت دیکھی تو وہ ان کے دروازے کی طرف چھپے اور اسے جلا دیا۔

گھمسان کی جنگ:

مروان بن الحکم کچھ لوگوں کو لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر سے نکلے اسی طرح سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی ایک دستے کو لے کر آئے اور مغیرہ بن انص بن ثقیف رضی اللہ عنہ بھی ایک چھوٹی جماعت کو لے کر نکلے اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی اس جنگ پر فریقین کو اس بات نے آمادہ کیا تھا کہ انہیں یہ اطلاع ملی تھی کہ بصرہ سے فوجی ملک آ رہی ہے اور مدینہ سے ایک دن کی مسافت پر بصرہ کے مقام پر پہنچ گئے ہیں نیز اہل شام کی فوج بھی آ رہی ہے اس لیے گھر کے دروازے پر شدید جنگ ہونے لگی۔

شہید اور زخمی افراد:

مغیرہ بن افسس ثقفی جو ہنظلہ نے دشمن پر سخت حملہ کیا اور وہ رجز یہ اشعار بھی پڑھ رہے تھے عبداللہ نے ان پر تھوڑا کا وار کر کے انہیں قتل کر دیے۔ رفیع بن رافع انصاری نے مروان پر تلوار سے حملہ کر کے انہیں گرا دیا اس نے اپنی دانت میں انہیں قتل کر دیا تھا۔ عبداللہ بن اثیر بن مسعود کو بھی کئی زخم آئے یہ لوگ شکست کھا کر محل میں چلے گئے اور اس کے دروازہ میں پناہ لی اور دروازے پر بہت سخت جنگ ہوتی رہی دروازہ کی جنگ میں زیاد بن نعیم جو ہنظلہ فہری اور حضرت عثمان جو ہنظلہ کے دوسرے ساتھی شہید ہوئے لوگ اس حالت میں بھی جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ عمرو بن حزام انصاری نے اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا جو حضرت عثمان بن عفان جو ہنظلہ کے گھر کے قریب تھا۔

آخری گفتگو:

ابوسعید انصاری جو ہنظلہ کے آزاد کردہ غلام ابوسعید روایت کرتے ہیں کہ (محاصرہ کی حالت میں) حضرت عثمان جو ہنظلہ نے ایک دن جماعت کو فرمایا:

”السلام و صبحکم اسلام کا کسی نے بظاہر جواب نہیں دیا ممکن ہے کہ اپنے دل میں اس کا جواب دیا ہو پھر آپ نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے رسول کا کواں اپنے مال سے خریدا تھا جس کا پانی شیریں تھا اس میں ایک عام مسلمان کی طرح میرا حصہ تھا؟“ لوگوں نے کہا ”ہاں“ پھر آپ نے فرمایا ”پھر مجھے اس کے پانی پینے سے کیوں روکا جا رہا ہے یہاں تک کہ میں سمندر کے پانی سے افکار کر رہا ہوں۔“

مسجد نبوی کی توسیع:

پھر آپ نے فرمایا: ”میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اس قدر اراضی خرید کر مسجد نبوی میں توسیع کی“ لوگوں نے کہا ”ہاں“ اس پر آپ نے فرمایا ”کیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھ سے کسی شخص کو اس مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے روکا گیا تھا۔ تم نے سنا ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی شان میں اس قدر فضیلت بیان کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی متصل کتاب میں اس کا تذکرہ کیا تھا۔“

اس پر لوگ کہنے لگے ”امیر المؤمنین کو چھوڑ دو“ اس موقع پر اشتر نے کہا ”یہ تمہارے ساتھ کر رہے ہیں“ پھر لوگوں نے وہاں حملہ کر دیا جس کا انجام یہ ہوا۔

بے اثر نصیحت:

آپ نے دوبارہ بھی ان سے مخاطب ہو کر وعظ و نصیحت کی مگر اس نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ کیونکہ ان لوگوں پر پہلی دفعہ وعظ و نصیحت کا اثر ہوتا تھا۔ پھر جب دوبارہ انہیں نصیحت کی جاتی تھی تو وہ بیکار جاتی تھی۔

سچا خواب:

ایسی حالت میں حضرت عثمان جو ہنظلہ نے دروازہ کھول کر قرآن مجید کا ایک نسخہ اپنے سامنے رکھ لیا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت عثمان جو ہنظلہ نے رات کو یہ خواب دیکھا تھا کہ نبی کریم ﷺ یہ فرما رہے تھے ”آپ آج رات ہمارے ساتھ افکار کریں۔“

محمد بن ابی بکر جلیلۃ کی بدتمیزی:

ابوالمعمر حسن کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ”محمد بن ابی بکر جلیلۃ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس پہنچے اور انہوں نے ان کی داڑھی پکڑ لی اس پر آپ نے فرمایا:

”تم نے جس چیز کو پکڑا ہے اور جس طرح میرے ساتھ سلوک کیا ہے (تمہارے والد) ابو بکر جلیلۃ اسے نہیں پکڑتے تھے اور نہ میرے ساتھ ایسا سلوک کرتے تھے۔“

اس پر اس نے آپ کو چھوڑ دیا اور چلا گیا۔

خونی قاتل:

اس کے بعد ایک شخص آپ کے پاس آیا جسے ”سیاموت“ کہا جاتا تھا۔ اس نے آپ کا گلا گھونٹ دیا اور پھر اسے ہلا کر چلا گیا وہ کہتا ہے ”میں نے ان کے طلق سے زیادہ نرم چیز نہیں دیکھی جب میں نے ان کا گلا گھونٹا تو میں نے محسوس کیا کہ ان کی روح جہنم کی روح کی طرح ان کے جسم میں حرکت کر رہی تھی۔“

قاتلوں کی آمد:

ابوسعید کی روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان جلیلۃ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: ”میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ اس وقت آپ کے سامنے قرآن کریم تھا اس شخص نے کھوار سے اس پر حملہ کیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کو روکا تو آپ کا گلا کٹ گیا۔

خون آلود مصحف:

ابوسعید کی روایت کے علاوہ دوسری روایت میں یہ مذکور ہے:

”مجھے اندر لگایا تو اس نے بھالا مارا جس سے اس آیت کریم پر آپ کا خون گرا۔

﴿فَسَيَحْيِيهِمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

”ان کے مقابلے میں غریب اللہ تمہارے لیے کافی ہوگا اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

راوی کا بیان ہے کہ وہ خون اسی طرح قرآن کریم کے اس نسخے میں پچکا رہا اسے صاف نہیں کیا گیا۔

حضرت نائلہ کا نوحد:

ابوسعید کی روایت کے مطابق (آپ کی زوجہ محترمہ) بنت الفرافصہ کو آپ کی شہادت کا علم ہوا تو وہ نوحد رہ گئیں۔

آخری خطبہ:

برہن عثمانؓ اپنے چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان جلیلۃ نے مجمع کے سامنے جو آخری خطبہ دیا وہ یہ تھا:

”حقیقت یہ ہے کہ اللہ بزرگ و برتر نے تمہیں دنیا اس لیے عطا کی ہے کہ تم اس کے ذریعے آخرت کو حاصل کرو اس نے

یہ دنیا تمہیں اس لیے نہیں دی ہے کہ تم اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔ کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ تم

اس فانی دنیا پر اترنے نہ لگو اور یہ تمہیں باقی رہنے والی آخرت سے غافل نہ کر دے۔ تم غیر فانی کو فانی پر ترجیح دو دینی ختم

ہونے والی ہے اللہ کی طرف (تمہیں) جانا ہوگا۔

احقاد کی نصیحت:

تم اللہ بزرگ و برتر سے ڈرو کیونکہ اس کا خوف اس کے عذاب سے ڈھال کا کام دے گا اور اس تک پہنچنے کا ذریعہ ثابت ہوگا! اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہو۔ اپنی جماعت کے ساتھ رہو! گروہ بندیوں میں جھگڑانا ہو جاؤ بلکہ اللہ کی مہربانیوں کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے ہو۔“

قسمت پر صبر و شکر:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مجلس میں اپنے ضروری کام انجام دیے اس کے بعد آپ نے صبر کرنے کو پسند فرمایا اور اللہ کی تقدیر پر شکر کرنے کا فیصلہ کیا آپ نے مسلمانوں سے فرمایا ”تم لوگ باہر چلے جاؤ اور دروازہ پر رہو اور ان لوگوں سے ملو جنہوں نے مجھے محصور کر رکھا ہے۔“

اہل مدینہ کو اloodاع:

پھر آپ نے حضرات طلحہ زبیر علی بن جہش اور چند (مخصوص) لوگوں کو قریب بلا کر فرمایا ”اے لوگو! بیٹھ جاؤ اس پر دوست دشمن جو کھڑے تھے سب بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا ”اے اہل مدینہ! میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد وہ تمہیں اچھا خلیفہ عطا فرمائے اس دن کے بعد پھر کسی کے پاس نہیں آؤں گا تا آنکہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کوئی فیصلہ صادر فرمائے اور میں ان لوگوں سے اور ان سے جو میرے دروازے کے پیچھے ہیں کوئی تعلق نہیں رکھوں گا اور ان سے کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جس کی بدولت وہ دین و دنیا میں کوئی فائدہ اٹھائیں بلکہ اللہ جو چاہے گا کرے گا۔“

واپس جانے کا حکم:

آپ نے اہل مدینہ کو حکم دیا کہ واپس چلے جائیں اور انہیں قسم دلا کر (جانے کے لیے) کہا چنانچہ وہ سب لوٹ گئے البتہ حسن بن علیؓ محمدؓ اور ابن الزبیرؓ وغیرہ اپنے والدین کے حکم کے مطابق دروازے پر بیٹھ رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خانہ نشین ہو گئے۔

امدادی فوجوں کی اطلاع:

سیف کی روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ چالیس دن رہا اور ان (باغیوں) کا قیام ستر دن رہا۔ جب محاصرہ کے اٹھارہ دن گزر گئے تو معزز مسافر آئے اور انہوں نے بتایا کہ مختلف ممالک سے (امدادی فوجیں) آ رہی ہیں۔ شام سے حبیب بن جراحؓ آ رہے ہیں اور مصر سے معاویہؓ آ رہے ہیں اور کوفہ سے قحطاف بن جراحؓ (امدادی فوج کو لے کر) آ رہے ہیں اور شام سے روانہ ہو گئے ہیں۔

پانی بند:

جب انہیں یہ خبر ملی تو انہوں نے لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آنے سے روک دیا اور ہر چیز ان کے گھر جانی بند کر دی۔ یہاں تک کہ پانی بھی بند کر دیا البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ ضرورت کی چیز لے کر آتے تھے۔

سنگ باری:

یہ لوگ بہانے تلاش کر رہے تھے مگر انہیں (جنگ کرنے کا) کوئی بہانہ نہیں ملا اس لیے انہوں نے ان کے گھر پر پتھر پھینکے تاکہ (جواب میں) ان پر بھی پتھر پھینکے جائیں اور وہ یہ کہہ سکیں کہ ہمارے ساتھ جنگ کی گئی تھی۔ یہ واقعات کے وقت ہوا تھا اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پکار کر ان سے فرمایا: ”کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ہو۔ کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ گھر میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔“ یہ لوگ بولے ”نہیں بخدا! ہم نے آپ پر پتھر نہیں پھینکے تھے“ اس پر آپ نے فرمایا ”پھر کس نے ہم پر پتھر پھینکے تھے؟“ انہوں نے کہا ”اللہ نے“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم جھوٹ بولتے ہو۔ اگر اللہ ہم پر پتھر پھینکنا تو اس کا نشانہ ہم پر خطا نہ جاتا مگر تمہارا نشانہ خطا گیا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آل حم کی طرف جو ان کے پڑوسی تھے متوجہ ہوئے اور عمرو کے فرزند کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس پیغام کے ساتھ بھیجا: ”ان لوگوں نے ہم پر پانی بھی بند کر دیا ہے اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو تھوڑا پانی بھیج دو۔“

معاون افراد:

آپ نے حضرات علیہ السلام اور دیگر اذواج مطہرات نبوی رضی اللہ عنہ کی طرف بھی اسی قسم کے پیغامات بھیجے چنانچہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے لیے آئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ صبح سویرے پہنچے اور فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ملامت:

”اے لوگو! تم جو حرکتیں کر رہے ہو وہ نہ مومنوں جیسی ہیں اور نہ کافروں جیسی ہیں تم اس شخص کی ضروریات نہ بند کرو۔ کیونکہ روم و فارس کے جو لوگ گرفتار کیے جاتے ہیں ان کو بھی کھانا چنا میا کیا جاتا ہے۔ اس شخص نے تمہارا کوئی مقابلہ نہیں کیا ہے پھر تم کس وجہ سے اسے محصور کرنا اور قتل کرنا رو کر کہتے ہو؟“

اس پر وہ لوگ کہنے لگے ”بخدا! ہم اسے کھانے پینے نہیں دیں گے“ اس پر آپ نے اپنا عمامہ گھر میں پھینک کر فرمایا ”میں نے جو کچھ آپ سے کہا تھا اس کے لیے کوشش کی ہے“ اس کے بعد آپ واپس چلے گئے۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بدسلوکی:

حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے غم پر سواری ہو کر پانی کا ایک مشکیزہ لے کر آئیں تو لوگوں نے کہا ”ام المؤمنین ہیں“ انہوں نے ان کے غم پر غما نہ کیا تو آپ نے فرمایا: ”بنو امیہ کے وصیت نامے اس شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس ہیں اس لیے میں ان سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں تاکہ میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کروں ایسا نہ ہو کہ قبیلوں اور بیواؤں کے مال و جائیداد ضائع ہو جائے۔“

قتل کی کوشش:

وہ لوگ بولے ”وہ جھوٹی ہیں“ اس کے بعد انہوں نے ٹھیکری رسی تلواریں کاٹ دی اس کی وجہ سے ٹھیکرہ بدکنے لگی اور حضرت ام

حبیبہ بیٹہ نے گئی تھیں کہ لوگوں نے انہیں پکڑ لیا قریب تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے کہ لوگ ان کو گھر پہنچا آئے۔
حضرت عائشہ بیٹہ کی بے بسی:

حضرت عائشہ بیٹہ جج کے ارادے سے نکلیں اور انہوں نے اپنے بھائی کو سہ چلنے کے لیے چہ مرا نہیں سے انکار کر دیا
حضرت عائشہ بیٹہ نے فرمایا: ”اگر میرے امکان میں ہوتا تو میں ان لوگوں کو ان کی کوششوں سے باز رکھتی۔“
محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

حظہ الکاتب رضی اللہ عنہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا:

”اے محمد ام المومنین (حضرت عائشہ بیٹہ) تمہیں اپنے ہمراہ چلنے کے لیے کہتی ہیں تو تم ان کے ہمراہ نہیں جاتے ہو مگر
یہ عرب کے بھیڑیے تمہیں ناجائز کام کی دعوت دیتے ہیں تو تم ان کے پیچھے لگ جاتے ہو۔“

اس پر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اے ابن احمیہ! تمہارا اس سے کیا تعلق ہے اس کے جواب میں انہوں نے کہا:
برے نتائج:

”اے ابن احمیہ! اگر یہ معاملہ (خلافت) غالب آنے والوں کی طرف لوٹ گیا تو بنو عبد المناف تم پر غالب آ چکے ہیں گے“
اس کے بعد حظہ الکاتب رضی اللہ عنہ کو قہر چلے گئے۔

حضرت عائشہ بیٹہ کی روائی:

حضرت عائشہ بیٹہ اہل مصر پر سخت ناراض ہو کر (جج کے لیے) روانہ ہوئیں اس وقت مروان بن الحکم ان کے پاس آیا اور
کہنے لگا:

”اے ام المومنین! اگر آپ یہاں رہیں تو ممکن تھا کہ لوگ اس شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی حفاظت کر سکتے۔“

اس پر حضرت عائشہ بیٹہ نے فرمایا:

”کیا تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو ام حبیبہ بیٹہ کے ساتھ کیا گیا تھا پھر مجھے کوئی ایسا شخص بھی نہ
ملے جو میری حفاظت کر سکے۔ بخدا! مجھے نہیں معلوم ہے کہ ان لوگوں کا معاملہ کہاں تک پہنچے گا۔“

خانہ نشینی:

جب حضرات طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدسلوکی کی گئی ہے تو وہ بھی خانہ نشین ہو گئے۔

صرف آل حزام دشمن کی غفلت کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پانی میا کرتے تھے۔

امیر الحج کا تقرر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بلوایا وہ دروازے پر ٹھہرائی کر رہے تھے آپ نے فرمایا ”تم موسم حج

کے امیر ہو“ وہ بولے: ”اے امیر المومنین! بخدا! ان لوگوں سے جہاد کرنا مجھے جج سے زیادہ مرغوب ہے۔“ آپ نے فرمایا: کہ
”جج کے لیے روانہ ہو جائیں۔“

اس لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس سال (قائد جج کے امیر بن کر) روانہ ہوئے۔

حضرت زبیر جبرئیلؓ کو ہدایات:

حضرت زبیر جبرئیلؓ کو حضرت عثمان جبرئیلؓ نے وصیتیں فرمائیں۔ البتہ اس میں روایات کا اختلاف ہے حضرت زبیر جبرئیلؓ حضرت عثمان جبرئیلؓ کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھے یا اس سے پہلے روانہ ہو گئے تھے۔

آیت کی تلاوت:

اس کے بعد حضرت عثمان جبرئیلؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿يَا قَوْمِ لَا يَجْرِمُكُمْ شِقَاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمُ نُوحٍ أَوْ قَوْمُ هُودٍ وَلَا قَوْمُ ضَالِحٍ﴾
 ”اے میری قوم! ایمان نہ ہو کہ میری مخالفت کی وجہ سے تم پر وہ عذاب آئے جو حضرات نوحؑ، ہودؑ یا صالحؑ کی قوم پر نازل ہوا تھا۔“

پھر آپ نے فرمایا:

”اے اللہ! تو ان گروہوں کی امیدوں کے درمیان حائل ہو جا جیسا کہ ان سے پہلے کی جماعتوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔“

لیلیٰ کی نصیحت:

عمرو بن محمد جبرئیلؓ روایت کرتے ہیں لیلیٰ بنت عیس نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو بلا بھیجا اور کہا ”چراغ خود دہا جاتا ہے اور لوگوں کو روشنی پہنچاتا ہے اس لیے جو کام کر رہے ہو اس شخص کے مجرم نہ بنو جو تمہارے ساتھ بدسلوکی نہیں کرتا ہے کیونکہ تم آج جو کام کر رہے ہو کل دوسرے اسی سے فائدہ اٹھائیں گے اس لیے تم اس بات سے ڈرو کہ تمہارا آج کا کام (ہیش کے لیے) حسرت بن کر نہ رہ جائے۔“

اشقاقی جذبہ:

یہ بات سن کر وہ دونوں اپنے رویے پر اڑے رہے اور ناراض ہو کر نکل آئے وہ یہ کہہ رہے تھے ”عثمان جبرئیلؓ نے جو ہمارے ساتھ کیا ہے اسے ہم فراموش نہیں کر سکتے۔“ وہ بولیں ”عثمان جبرئیلؓ نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے؟“۔

مخالفت کا اندیشہ:

سیف کی روایت ہے کہ وہ لوگ جو حج کے لیے آئے تھے اہل مصر کو یہ پتہ چلا کہ تمام شہروالے ان سے نفرت کرتے ہیں لہذا شیطان نے ان کو درغلا یا تو انھوں نے یہ کہا ہم اس مصیبت سے جس میں ہم بھنس گئے ہیں اسی وقت نکل سکتے ہیں جب کہ ہم اس شخص (حضرت عثمان جبرئیلؓ) کو قتل کر دیں اسی صورت میں لوگ ہم سے بے تعلق ہو سکیں گے۔

گھر کے دروازے پر جنگ:

لہذا انجات کی صورت یہی باقی رہ گئی ہے ”اس لیے (اکٹھے ہو کر) وہ گھر کے دروازے پر پہنچے ان کا حسن ابن اثیرؒ، محمد بن طلحہؒ، مروان بن الحکمؒ، جبرئیلؓ اور سعید بن العاصؓ جبرئیلؓ نے مقابلہ کیا یہ لوگ صحابہ کرام کے فرزند تھے، انھوں نے ان کا نہایت بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا تاہم حضرت عثمان جبرئیلؓ نے انہیں چلا کر یہ فرمایا ”تم میری مدد کرنے سے آزاد ہو“ مگر انہوں نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔

لڑنے کی ممانعت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: تموار اور ڈھال لے کر خود نکلے تاکہ ان لوگوں کو منع کریں جب مصریوں نے آپ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹ گئے اس پر یہ لوگ ان پر سوار ہو گئے آپ نے انہیں منع فرمایا تو وہ لوٹ آئے۔ آپ نے صحابہ کرام کو قسم دلا کر فرمایا کہ وہ اندر آ جائیں انہوں نے نوسنوں سے انکار کیا آخر کار آپ کے ساتھی اندر آ گئے اور مصریوں پر دروازہ بند کر دیا گیا۔

مغیرہ بن افسس رضی اللہ عنہ:

مغیرہ بن افسس رضی اللہ عنہ: ان لوگوں میں سے تھے جو حج کر کے جلد واپس آ گئے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چشمہاں پٹی گئے تھے وہ اس جنگ میں شریک ہوئے تھے اور گھر کے اندر آنے والوں میں شامل تھے اور دروازے کے قریب اندر بیٹھ گئے تھے۔ وہ فرماتے تھے۔

”اگر ہم نے آپ کو چھوڑ دیا تو ہم اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے جب کہ ہم مرتے دم تک ان کا مقابلہ کر سکتے ہوں۔“

تلاوت قرآن کریم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دنوں قرآن کریم کی تلاوت کا ورد جاری کر رکھا ہے۔ آپ جب نماز پڑھتے تھے تو آپ کے قریب قرآن مجید کا نسخہ رکھا رہتا تھا جب آپ تک جاتے تھے تو آپ بیٹھ کر قرآن کریم کا ناظرہ پڑھتے تھے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم کی تلاوت کرنے کو بھی عبادت سمجھتے تھے۔

آتش زدگی:

جب مصریوں نے یہ دیکھا کہ نہ تو کوئی دروازہ پر ان کا مقابلہ کر رہا ہے اور نہ وہ اندر جا سکتے ہیں تو وہ آگ لے کر آئے اور اس سے دروازے اور چھت میں آگ لگا دی دروازہ اور چھت جلنے لگے جب لکڑیاں جل چکیں تو چھت دروازہ پر گر گئی اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اس لیے گھر والے اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ انہیں اندر آنے سے روکیں سب سے پہلے ان کے مقابلے کے لیے حضرت مغیرہ بن افسس رضی اللہ عنہ نکلے وہ رجز یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور اپنی شجاعت کا اظہار کر رہے تھے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بھی رجز یہ شعر پڑھتے ہوئے باہر نکلے اسی طرح محمد بن طلحہ اور سید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے نمودار ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ:

آخر میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نکلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ وصیت کے مطابق اپنے والد (زبیر) کے پاس چلے جائیں اور انہیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ لوگوں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں) کو اپنے گھر جانے کی ہدایت کریں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ آخر میں آئے اور لوگوں کو (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حمایت کرنے کے لیے) آخر دم تک آمادہ کرتے رہے تاکہ وہ لوگ شہید ہو گئے۔

نماز اور تلاوت:

جب (باغیوں نے) دروازہ جلایا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے یہ صورت شروع کر رکھی تھی:

﴿طہ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى﴾ (پارہ ۱۶)

”طہم نے قرآن (کریم) اس لیے تم پر نازل نہیں کیا کہ تم بد بخت رہو۔“

آپ بہت زود خواں تھے آپ تلاوت میں نہ غلطی کرتے تھے اور نہ کہتے تھے یہاں تک کہ آپ نے ان لوگوں کے پیچھے سے پہلے نماز ختم کر لی تھی پھر آپ بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت فرمانے لگے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿الَّذِينَ قَالُوا لَهُمْ النَّاسُ إِنْ النَّاسُ لَفِ جَمْعٍ فَأَخَشَوْهُمْ فَلَمَّا ذُهِمَّ إِلَهُمُ أَنْ يَقُولُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ (پارہ ۴)

”(یہ وہ مسلمان ہیں کہ) جب لوگ ان سے کہتے ہیں کہ لوگ (دشمن) تمہارے لیے اکٹھے ہو گئے ہیں تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ یہ کہتے ہیں اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حمایت:

حضرت ابو ہریرہ اس وقت آئے جب ایک مختصر جماعت کے علاوہ لوگ گھر سے پیچھے ہٹ رہے تھے۔ یہ جماعت جنگ کر رہی تھی۔ تو وہ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور فرمایا ”میں تمہارے لیے نمونہ ہوں اور یہ دن ہے جب کہ جنگ کرنا بہت ہی عمدہ ہے۔“

یا قوم ما لی ادعوکم الی النجاة و تدعوننی الی النار .

”اے میری قوم! کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔“

مروان کا مقابلہ:

اس دن مروان بھی آگے بڑھے اور لڑاکر کہنے لگے ”کوئی مرد ہے“ چنانچہ قبیلہ لیت کا ایک شخص جس کا نام باع تھا مقابلے کے لیے نکلا۔ دونوں کا مقابلہ شروع ہوا۔ مروان نے اس کی ٹانگوں کے نیچے حصہ پر گوار ماری دوسرے نے مروان کی گردن پر گوار ماری اس وارے مروان چت کر پڑے اس کے بعد ہر فریق اپنے اپنے آدمی کو اٹھا کر لے گئے۔

مغیرہ بن اھنس رضی اللہ عنہ کی شہادت:

مغیرہ بن اھنس رضی اللہ عنہ نے لڑاکر کہا ”کون مقابلے کے لیے آتا ہے؟“ ان کے مقابلے کے لیے بھی ایک آدمی نکلا اور وہ دونوں بہادری کے ساتھ جنگ کرنے لگے وہ رجز یا اشعار پڑھتے تھے (آخر میں) لوگوں نے کہا ”مغیرہ بن اھنس رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے“ اس پر قاتل نے بھی کہا ”انسا للہ و انسا الیہ راجعون“ اس پر عبدالرحمن بن عدیس نے کہا ”تمہیں کیا ہو گیا ہے؟“ اس نے کہا جس طرح سویا ہوا کوئی خواب دیکھتا ہے اس طرح میں نے بھی دیکھا کہ مجھ سے کہا گیا ”مغیرہ بن اھنس رضی اللہ عنہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت حاصل ہو۔ چنانچہ میں اس میں مبتلا ہو گیا۔“

گھر میں گھستا:

قبائت کنانی نے یار بن عبداللہ سلمیٰ کو قتل کر دیا پھر یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں ان گھروں میں سے گھس آئے جو اس کے چاروں طرف تھے یہاں تک کہ ان سے گھر بھر گیا مگر جو لوگ دروازے پر تھے انہیں محسوس تک بھی نہیں ہوا۔ آخر کار قبائل کے

لوگ اپنے فرزندوں کو لے کر آگئے کیونکہ ان کا امیر مغلوب ہو چکا تھا۔

اپنے موقف پر اصرار:

ان باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے کسی شخص کو بلایا چنانچہ ایک شخص اس کے لیے تیار ہوا اور وہ گھر کے اندر گیا اور کہنے لگے ”آپ معزول ہو جائیں تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ”تم پر افسوس ہے بخدا! میں نے نہ تو دور جاہلیت میں اور نہ دور اسلام میں کسی عورت سے بدکاری کی اور نہ میں نے گنا گایا اور نہ کوئی (بری) قتل کی اور جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی میں نے اپنی شرم گاہ پر بھی ہاتھ نہیں رکھا۔ اس لیے میں وہ شخص (خلافت) نہیں اتاروں گا جو مجھے اللہ نے پہنائی ہے اور میں اپنے اس مقام پر قائم رہوں گا تا آنکہ اللہ نیک بختوں کو عزت عطا فرمائے گا اور بد بختوں کو ذلت دے گا“ اس پر وہ شخص نکل کر چلا گیا۔

قتل سے گریز:

لوگوں نے پوچھا ”تم نے کیا کیا“ وہ بولا ”بخدا ہم مطلق ہو گئے ہیں ہمیں لوگوں سے ان کا قتل ہی بچا سکتا مگر ہمارے لیے ان کا قتل کرنا روا نہیں ہے۔“

اس کے بعد انہوں نے قبیلہ لیث کا ایک آدمی بھیجا آپ نے اس سے پوچھا:

دوسرے شخص کی واپسی:

”تم کون سے قبیلہ کے ہو؟“ وہ بولا ”میں لیث ہوں“ آپ نے فرمایا ”تم میرے ساتھی (قاتل) نہیں ہو“ وہ بولا ”کیسے“ آپ نے فرمایا ”کیا تم جب چند افراد کے ساتھ آئے تھے اس وقت رسول اللہ ﷺ نے تمہیں دعویٰ تھی کہ تم اس قسم کے دنوں میں محفوظ رہو گے؟“ وہ بولا ”ہاں“ آپ نے فرمایا ”اس لیے تم تباہ و برباد نہیں ہو گے“ اس پر وہ لوٹ گیا اور جماعت کو چھوڑ کر چلا گیا۔

تیسرے شخص کا لوٹ جانا:

اس کے بعد ان لوگوں نے قبیلہ قریش کا ایک شخص بھیجا اس نے کہا اے عثمان رضی اللہ عنہ ”میں تمہارا قاتل ہوں“ آپ نے فرمایا ”ہرگز نہیں۔ تم مجھے قتل نہ کرو“ وہ بولا ”کیوں“ آپ نے کہا:

”رسول اللہ ﷺ نے لڑاؤں میں تمہارے لیے استغفار کی تھی اس لیے تم خون کے مرتکب نہیں ہو گے۔“

اس پر وہ استغفار کرتا ہوا لوٹ گیا اور اس نے بھی اپنے ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی صیحت:

اتنے میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور ان لوگوں کو ان کے قتل سے منع کرنے لگے۔ وہ کہتے تھے:

برے نتائج:

”اے لوگو! تم اپنے اوپر اللہ کی تلواریں نہ لٹاؤ بخدا! اگر تم اس تلواریں کو نیا م سے باہر نکال لو گے تو تم اسے نیا م میں نہیں رکھ سکو گے

تم پر افسوس ہے کہ تمہارا حاکم آج ورہ لے کر پھرتا ہے اگر تم اسے قتل کرو گے تو (آنے والا حاکم) بزدل و شمشیر تم پر حکومت کرے گا یہ بڑے افسوس کی بات ہے تمہارا مدینہ فرشتوں کی حفاظت میں ہے۔ بخدا اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو وہ (فرشتے) اس شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔“

اس پر لوگوں نے کہا ”اے یہودی عورت کے فرزند تمہارا ان باتوں سے کیا تعلق ہے“ اس پر وہ واپس چلے گئے۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی واپسی:

آخری شخص جو اندر جا کر واپس آ گیا وہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ”تم پر افسوس ہے کیا تم اللہ پر غضب ناک ہوتے ہو کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی جرم کیا ہے البتہ میں نے تمہارے ساتھ حق و انصاف سے کام لیا۔“ اس پر وہ بھی لوٹ آئے۔

قاتلین کی آخری کوشش:

جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی نکل آئے اور لوگوں نے دیکھا کہ وہ شکستہ دل ہو رہے ہیں تو قتیہؓ سودان بن حمران جو دونوں قیدیہ سکون سے تعلق رکھتے تھے اور کوفہ کے رہنے والے تھے اس کام کے لیے تیار ہوئے ان دونوں کے ساتھ غافقی بھی شریک تھا۔ غافقی نے ان پر لوہا مارا جو اس کے ساتھ تھا اور قرآن کریم کے نسخہ پر لات ماری جو محکمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے آ گیا اور اس پر ان کا خون گرا۔ سودان بن حمران بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کرنے کے لیے پہنچا تو ناکہ بندت فرافصہ (آپ کی زوجہ محترمہ) اس کے درمیان حائل ہوئیں اور اس کی تلوار پکڑ لی جس سے ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔

خلیفہ سوم کی شہادت:

آخر کار اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تلوار کی ضرب مار کر شہید کر دیا۔

غلام کی فداکاری:

اس وقت کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام بھی پہنچے تاکہ وہ آپ کی مدد کر سکیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان غلاموں کو آزاد کر دیا تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سودان نے آپ پر تلوار کا وار کیا ہے تو کچھ لوگ اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کی گردن مار کر اسے قتل کر دیا۔ اس پر قتیہؓ نے غلام پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

لوٹ مار:

بھران (باغیوں) نے جو کچھ گھر میں تھا۔ وہ سب لوٹ لیا اور گھر کے لوگوں کو نکال دیا پھر گھر کو بند کر دیا وہاں تین لاشیں تھیں۔

قاتل کا قتل:

جب وہ گھر سے نکلے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دوسرے غلام نے قتیہؓ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ ان لوگوں نے نفثت کیا اور جو کچھ انہیں علاوہ چھین لیا۔ یہاں تک کہ خواجہ تین کے بدن پر (جوز ہو رہا تھا) اسے بھی چھین لیا۔ ایک شخص نے حضرت ناکہ کی چادر چھین لی اس کا نام بختوم بن نجیب تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام نے اسے دیکھ لیا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔

بیت المال پر قبضہ:

گھر میں انھوں نے یہ اعلان کیا "بیت المال کو حاصل کرو۔ اس کی طرف نہ بڑھو۔"

بیت المال کے محافظوں نے ان کی آواز سنی وہاں صرف دو پوریاں پڑی ہوئی تھیں اس لیے ان لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا "بھاگ جاؤ! کیونکہ یہ لوگ دنیا کے طلب گار ہیں" چنانچہ وہ بھاگ گئے اور یہ لوگ بیت المال کے پاس آ گئے اور اسے بھی لوٹ لیا۔

غم اور خوشی:

اس موقع پر دو قسم کے لوگ تھے نیک لوگ ماتم کر رہے تھے اور رورہے تھے مگر باغی لوگ خوش ہو رہے تھے آخر میں یہ لوگ بہت پشیمان ہو گئے۔

حضرت زبیر بن جراحؓ کا اظہار افسوس:

حضرت زبیر بن جراحؓ مدینہ سے نکل آئے تھے اور مکہ معظمہ کے راستے میں مقیم ہو گئے تھے تاکہ وہ ان کی شہادت کے موقع پر وہاں موجود نہ رہیں جب وہاں انھیں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ عثمانؓ پر رحم کرے اور ان کا مددگار رہے۔ ان سے کہا گیا "یہ لوگ اب پشیمان ہو رہے ہیں" آپ نے فرمایا "انھوں نے (بری) سازش کی اور جو وہ چاہتے تھے وہ پورا نہیں ہو سکا۔ ان کے لیے ہلاکت ہے آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿فَلَا يَسْتَظِلُّوْنَ تُوْحِيْةٌ وَّلَا اِلٰی اٰخِلٰہِمۡ یُرْجَعُوْنَ﴾ (پارہ ۲۳ : سورہ یٰسین)

"وہ نہ دست کر سکتے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکتے ہیں۔"

حضرت علیؓ کی مذمت:

حضرت علیؓ جہنم آئے تو انہیں بتایا گیا "حضرت عثمانؓ جہنم شہید ہو گئے ہیں" انہوں نے فرمایا "اللہ حضرت عثمانؓ پر رحم کرے اور ہمیں خیر و عافیت عطا فرمائے" لوگوں نے فرمایا "اب یہ لوگ پشیمان ہو رہے ہیں" اس پر آپ نے یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے) "یہ لوگ شیطان کی طرح ہیں کہ وہ انسان سے کہتا ہے "تم کفر اختیار کرو" جب وہ کافر بن جاتا ہے تو وہ شیطان یہ کہتا ہے "میں تم سے بری الزم ہوں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔"

حضرت سعد بن جراحؓ کی بدعا:

(اس واقعہ کے بعد) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو تلاش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے باغ میں ہیں۔ انھوں نے پہلے سے کہہ دیا تھا "میں ان کی شہادت کے موقع پر موجود نہیں ہوگا" جب انھیں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے یہ فرمایا: "یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں دنیاوی زندگی میں اکارت گئیں حالانکہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں" پھر آپ نے فرمایا: "اے اللہ! تو انہیں (اپنے کاموں میں) پشیمان بنا اور پھر انہیں اپنی گرفت میں لے۔"

مغیرہ بن جراحؓ کا مشورہ:

مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ "میں نے (حضرت) علیؓ سے کہا: یہ شخص (حضرت عثمانؓ جہنم) ضرور شہید ہوں

گئے اور اگر وہ شہید ہو گئے اور تم مدینہ میں ہوئے تو لوگ تم پر اعتراض کریں گے اس لیے تم باہر نکل کر فداں مقام پر رہو کیونکہ اگر تم یمن کے کسی غار میں ہوں گے تو لوگ تمہیں تلاش کر لیں گے" حضرت نے ان کا یہ مشورہ نہیں مانا۔

جنگ کی ممانعت:

حضرت عثمان جو جنت بائیس دن تک محصور رہے پھر ان (بانیوں) نے دروازہ جلا دیا۔ اس وقت گھر میں بہت آدمی تھے جن میں عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور مروان بھی شامل تھے۔ یہ لوگ کہہ رہے تھے "آپ ہمیں (جنگ کرنے کے لیے) اجازت دیں۔"

قسمت پر صبر:

حضرت عثمان جو جنت نے فرمایا "رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک بات کہی تھی میں اس پر صابر ہوں۔ یہ لوگ دروازہ نہیں جلا رہے ہیں یہاں سے بڑی بات کا مقابلہ کر رہے ہیں اس لیے میں جنگ کرنے سے منع کرتا ہوں۔" اس پر سب لوگ نکل گئے۔

قرآن کی تلاوت:

حضرت عثمان جو جنت نے قرآن مجید منگوا دیا اور اس میں سے یہ دیکھ دیکھ کر پڑھنے لگے اس وقت حسین بن علی رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تھے آپ نے فرمایا "تمہارے والد اس وقت بہت بڑے کام میں (مشغول) ہیں لہذا میں تمہیں قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ "تم چلے جاؤ۔"

بیت المال کی حفاظت:

حضرت عثمان جو جنت نے قبیلہ ہمدان کے ایک شخص ابوکرب اور انصار میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بیت المال کے دروازے پر کھڑے رہیں (اور اس کی حفاظت کریں) بیت المال میں صرف دو دیوڑیاں تھیں۔

عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور مروان نے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ محمد بن ابی بکر جو جنت نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہ اور مروان کو دھمکایا (اور گھر کے اندر گھس گئے) جب وہ حضرت عثمان جو جنت کے پاس پہنچے تو وہ دونوں بھاگ گئے۔

محمد بن ابی بکر جو جنت کی گستاخی:

محمد بن ابی بکر جو جنت نے وہاں پہنچ کر حضرت عثمان جو جنت کی داڑھی پکڑ لی۔ آپ نے فرمایا "تم میری داڑھی چھو دو۔ تمہارا باپ اسے نہیں پکڑتا تھا" اس پر اس نے داڑھی چھو دی اس کے بعد کئی لوگ آ گئے کسی نے تلوار ماری اور کسی نے زدوکوب کیا اور ایک شخص بھالالے کر آیا اور اس سے ان پر حملہ کیا۔

ناپاک حملہ:

خون نکل کر قرآن مجید پر بہنے لگا۔ اس کے باوجود یہ سب آپ کو قتل کرنے سے ڈرتے تھے چونکہ آپ مہر سیدہ تھے اس لیے اس حالت میں بے ہوش ہو گئے اتنے میں دوسرے لوگ بھی آ گئے جب انھوں نے آپ کو بے ہوش دیکھا تو انھوں نے آپ کی ٹانگیں کو پکڑ کر گھسیٹا اس پر حضرت نائلہ اور ان کی بیٹیاں چلائے لگیں انھیں نے اپنی تلوار نکال لی۔

آپ کی شہادت:

اسے آپ کے حکم مبارک میں گھونپنا چاہا مگر حضرت نائلہ نے اس وار کو روکا جس سے ان کی اٹھیاں کٹ گئیں اس کے بعد

اس نے کمواران کے سینے پر ماری اور غروب آفتاب سے پہلے حضرت عثمان غنیؓ شہید ہو گئے۔
بیت المال کو لوٹنا:

اس وقت ایک شخص اعلان کر رہا تھا ”آپ کو شہید نہ کیا جائے اور آپ کا مال نہ لوٹا جائے“ مگر ان لوگوں نے ہر چیز لوٹ لی پھر یہ لوگ جدی سے بیت المال کی طرف گئے دونوں (محافظ) اشخاص چابیاں پھینک کر بھاگ گئے۔ آواز بلند ہوئی کہ ”بھاگو بھاگو یہ لوگ یہی چاہتے ہیں۔“
گھر میں گھسنا:

عبدالرحمن بن محمد روایت کرتے ہیں ”محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ عمرو بن حزم کے گھر سے حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کی دیوار پر چڑھ گئے تھے ان کے ساتھ کنانہ بن بشرؓ، سودان ابن حمران اور عمرو بن الحنفی تھے۔ انھوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو اپنی بیوی نائلہ کے پاس پایا آپ قرآن مجید میں دیکھ کر سوراۃ بقرہ تلاوت کر رہے تھے۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حضرت عثمان غنیؓ کی داڑھی پکڑ لی اور کہا:

نازیبا الفاظ:

”اے بوڑھے بے وقوف! اللہ نے تمہیں ذلیل و رسوا کر دیا“ حضرت عثمان غنیؓ نے جواب دیا ”میں بوڑھا ہے ووقوف نہیں ہوں بلکہ اللہ کا بندہ اور امیر المومنین ہوں“ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ”معاذیہ اللہ عنہ اور دوسرے لوگ تیرے کام نہیں آئے“ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا ”اے میرے بھتیجے! تم میری داڑھی چھوڑ دو کیونکہ تمہارا باپ اس (داڑھی) کو جسے تم پکڑے ہوئے ہو نہیں پکڑتا تھا۔“

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی بدکلامی:

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ”اگر میرے والد تمہارے یہ اعمال دیکھتے تو انہیں سخت ناپسند کرتے اور ابھی جو کارروائی تمہارے ساتھ ہوگی وہ اس داڑھی پکڑنے سے زیادہ سخت ہوگی“ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا ”میں تمہارے مقابلے میں اللہ ہی سے مدد کا طالب ہوں۔“

شہادت کا مزید حال:

اس کے بعد انہوں نے اپنا بھالا آپ کی پیشانی پر مارا اور کنانہ بن بشر نے اسے حضرت عثمان غنیؓ کے گوش مبارک میں گھسا کر حلق میں داخل کر دیا۔ اس کے بعد کموار لے کر آپ کو شہید کر دیا۔

انا لله وانا اليه راجعون.

دوسری روایت:

عبدالرحمن بن محمد روایت کرتے ہیں ”میں نے ابوعمرو کو یہ روایت کرتے ہوئے سنا ہے۔ کنانہ بن بشر نے ان کی پیشانی پر اور سر کے اگلے حصے پر لوہے کی سلاخ ماری اس کی وجہ سے آپ پیشانی کے تل گر پڑے اس وقت سودان بن حمران مرادی نے کموار مار کر آپ کو شہید کر دیا۔

بد بخت قاتل:

عبدالرحمن بن الحارث روایت کرتے ہیں ”جس شخص نے آپ کو شہید کیا وہ کائنات میں بشر تھی تھا۔ جیب کہ منظور بن سیار فزاری کی زوجہ محترمہ یہ فرماتی ہیں:

تجھیں کا فعل بد:

ہم حج کے لیے نکلے ہمیں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا کوئی علم نہ تھا۔ جب ہم عرج کے مقام پر پہنچے تو ہم نے ایک شخص کو رات کے وقت یہ شعر گنگنا تے ہوئے سنا:

”آگاہ ہو پڑو کہ تین حضرات (رسول اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے بعد بہترین انسان وہ تھے جنہیں تجھیں نے شہید کیا جو مصر سے آیا تھا۔“

نیز سے کے نو حملے:

عروہ بن الحنفی حملہ کر کے حضرت عثمان غنیؓ کے سینے پر پینٹے گیا تھا۔ جب کہ آپ کے اندر کچھ جان باقی تھی اس نے اس وقت آپ پر نیزے سے کے نو حملے کیے۔ عروہ بن الحنفی خود کہتا ہے ”میں نے ان میں سے تین حملے اللہ کے لیے کیے اور چھ حملے اس لیے کیے کہ میرے سینے کے اندر انتقام کی آگ بجڑی ہوئی تھی۔“

مروان پر حملہ:

موسیٰ بن طلحہ نے بیان کیا ”میں نے عروہ بن ہشام کو دیکھا کہ اس نے شہادت عثمان غنیؓ کے موقع پر مروان کی گردن پر تلواریں وار کیا۔“

شہادت کا دن:

واقفی عثمان بن محمد انسی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ”حضرت عثمان غنیؓ کا محاصرہ اہل مصر کے آنے سے پہلے ہوا اہل مصر جمعہ کے دن آئے اور انہوں نے اگلے جمعہ کے دن حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا۔“

نمبر ان امحی:

یزید بن ابی حبیب روایت کرتے ہیں ”حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کرنے کا کام نمبر ان امحی کے سپرد کیا گیا تھا وہ عبداللہ بن بسرہ کا قاتل تھا۔ جو قبیلہ عبدالدار کے فرد تھے۔“

فوجی امداد کی خبریں:

ابو یونس مولیٰ سوری بن مخزوم بیان کرتے ہیں اہل مصر حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کرنا اور جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے مگر بسرہ اور کوفہ سے عراق آئے اور شام سے بھی امداد آئی تو انہوں نے ان (باغیوں) کی حوصلہ افزائی کی اسی اثنا میں انہیں یہ اطلاع بھی ملی تھی کہ عراق سے (حضرت عثمان غنیؓ کی حمایت میں) فوجی مہم روانہ ہو گئی ہے اور مصر سے بھی عبداللہ بن سعد بن عثمان نے فوجی امداد بھیجی ہے اس سے پہلے ابن سعد مصر میں موجود نہیں تھا اور وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ اور شام پہنچا ہوا تھا اس لیے ان (باغیوں) نے کہا ”ہم فوجی امداد پہنچنے سے پہلے ان کا خاتمہ کر دیں گے۔“

محاصرہ کے وقت تقریر:

یوسف بن عبد اللہ بن سلام بیان کرتے ہیں ”جب حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کا ہر طرف سے محاصرہ کر لیا گیا تو حضرت عثمان غنیؓ نے انہیں خطاب کر کے یہ فرمایا: ”میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ جب حضرت عمر بن الخطابؓ شہید ہوئے تھے اس وقت تم نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ ”و تمہارے ساتھ بھلائی کرے اور تمہارے لیے بہترین خلیفہ کا انتخاب کرے۔ اب تمہارا اللہ کے بارے میں کیا گمان ہے کیا تم کہہ سکتے ہو کہ اللہ نے تمہاری دعا قبول نہیں کی کیونکہ تم اللہ کے نزدیک ذلیل تھے تم اس وقت اس کی حقدار ملوث تھے اور تمہارے معاملات پر اگندہ اور منتشر نہیں ہوئے تھے۔“

باغیوں سے سوالات:

یاقم یہ کہہ سکتے ہو؟ کہ اس معاملہ میں مشورہ نہیں کیا بلکہ تم نے زبردستی یہ کام انجام دیا اس وجہ سے اللہ نے امت اسامیہ کو نافرمانی کی سزا دی کیونکہ تم نے خلیفہ کے بارے میں صحیح مشورہ نہیں کیا اور اس کی ناپسندیدہ باتوں پر غور نہیں کیا۔

خلافت کا ذکر:

یاقم یہ کہہ سکتے ہو؟ کہ اللہ کو میرا انجام نہیں معلوم چنانچہ میں بعض کام اچھی طرح انجام دیتا تھا۔ اور دیندار حضرات اس سے خوش تھے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب اللہ نے خلافت کے لیے میرا انتخاب کیا اور مجھے اپنی عزت کا یہ لباس پہنا یا تو اس وقت اللہ کو وہ باتیں معلوم نہ تھیں جن کا میں بعد میں مرتکب ہوا جن کی وجہ سے اللہ بھی ناراض ہے اور تم بھی ناراض ہو۔

گزشتہ کارنامے:

میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا تمہیں میرے گزشتہ کارنامے معلوم ہیں کہ میں نے کس طرح اللہ کے حقوق ادا کیے اور دشمنوں سے جہاد کیا یہ وہ کارنامے ہیں جن کی فضیلت کا میرے بعد میں آنے والے ہر شخص کو اعتراف کرنا چاہیے۔ لہذا تم مجھے کیوں قتل کر رہے ہو؟

قتل کے مستحق افراد:

صرف تین افراد کا قتل جائز ہے (۱) شادی شدہ شخص زنا کرے (۲) اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے (۳) یا کسی شخص کو کسی جرم کے بغیر کوئی قتل کرے ان تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں انسان کو قتل کرو گے تو تم اپنی گردنوں پر دو کوار کھو گے جسے اللہ تعالیٰ قیامت تک تمہاری گردنوں سے نہیں ہٹائے گا۔

قتل کے برے نتائج:

تم مجھے قتل نہ کرو کیونکہ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو ہمیشہ کے لیے تمہارے اتحاد و اتفاق کا خاتمہ ہو جائے گا اور پھر کبھی تم متحد ہو کر مالِ فہیمت تقسیم نہیں کر سکو گے اور اللہ تمہارا باہمی اختلاف کبھی دور نہیں کرے گا۔

باغیوں کا جواب:

اس تقریر کا انہوں نے یہ جواب دیا آپ نے یہ کہا ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد اللہ نے جو کچھ کیا وہ خیر اور بھلائی

پہنچی تھا مگر اللہ نے تہبہ ربی حکومت کو دور ابتلاء قرار دیا اور اس میں اپنے بندوں کو جتلا کیا۔

کارناموں کا اعتراف:

آپ نے فرمایا ہے کہ آپ نے قدیم زمانے میں بڑے کارنامے انجام دیئے اور یہ کہ آپ خلافت کے مستحق تھے تو بے شک آپ کے گزشتہ کارنامے عہد رسالت میں شاندار تھے اور آپ خلافت کے مستحق تھے مگر آپ بعد میں تبدیل ہو گئے اور ایسے نئے نئے کام کیے جن کا آپ کو علم ہے۔

حق صداقت کا دعویٰ:

آپ نے فرمایا ہے کہ اگر ہم آپ کو قتل کر دیں گے تو ہم بہت سے مصائب میں مبتلا ہو جائیں گے تو (اس کا جواب یہ ہے) آنے والے سال میں فتنہ و فساد کے خوف سے حق و صداقت کے اصولوں کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔

قتل کی دوسری صورتوں کا ذکر:

آپ نے فرمایا ہے کہ صرف تین قسم کے افراد کو قتل کرنا جائز ہے مگر ہم کتاب اللہ میں ان مذکورہ تین قسموں کے علاوہ دیگر اقسام کے لوگوں کو بھی قتل کرنا جائز پاتے ہیں، یعنی ان لوگوں کو بھی قتل کیا جائے جو زمین میں فتنہ و فساد کے لیے کوشش کرتے ہیں نیز اس باغی کا جو بغاوت کے بعد جنگ کرے قتل روا ہے اور اس شخص کا قتل کرنا بھی جائز ہے جو حقوق کے ادا کرنے میں حائل ہو اور اسے روکے اور اس پر جنگ کرے اور اس حق تلفی پر اصرار کرے۔

ظلم و بغاوت کا الزام:

آپ نے بغاوت اور سرکشی اختیار کر رکھی ہے اور آپ حق و صداقت کی راہ میں حائل ہیں اور اس پر زبردستی اصرار کر رہے ہیں اور جن پر آپ نے قصداً مظالم کیے ہیں ان مظالم کو رفع کرنے سے منکر ہیں اور اس کے باوجود ہم پر زبردستی امیر بنے ہوئے ہیں آپ نے اپنی حکومت کرنے اور مال و دولت کی تقسیم میں ظلم سے کام لیا۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ہم پر زبردستی کر رہے ہیں اور جو آپ کی حمایت کر رہے ہیں۔ اور ہم سے جنگ کرتے ہیں وہ آپ کے حکم کے بغیر جنگ کر رہے ہیں تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ خلافت کے عہد سے سے چھٹے ہوئے ہیں اگر اس وقت آپ اپنے آپ کو (خلافت سے) معزول کر لیں تو وہ بھی آپ کی حمایت کے لیے جنگ کرنا چھوڑ دیں گے۔



حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت و خصائل

حسن بن ابی ائمن فرماتے ہیں ”میں مسجد نبوی میں گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان بن عفان جوؓ اپنی چادر کے سہارے پر بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس دو سقے جھگڑتے ہوئے آئے اور آپ نے (اسی وقت) ان کے جھگڑے کا فیصلہ کر دیا۔“
باہر جانے کی ممانعت:

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب جوؓ نے قریش کے معزز مہاجرین کو بلا اجازت دوسرے شہروں میں جانے کی ممانعت کر دی تھی۔ وہ اس بات کے شاک کی تھے جب ان کی شکایت کی اطلاع حضرت عمر جوؓ کو ملی تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا:

اونٹ سے مشابہت:

”اسلام کی حالت اونٹ کی مانند ہے ابتدا میں اس کا ایک دانت ہوتا ہے پھر دو دانت نکلتے ہیں پھر اس کے چار اور چھ دانت نکلتے ہیں اس کے بعد وہ سن رسیدہ ہو جاتا ہے پھر اُسے اونٹ سے نقصان کے علاوہ اور کچھ توقع نہیں کی جاسکتی ہے۔“
 آگاہ ہو جاؤ اسلام پختہ عمر کا ہو گیا ہے۔ اب قریش یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے مال سے صرف انہیں ادا ملے دوسرے لوگوں کو نہ ملے مگر جب تک عمر بن الخطاب جوؓ زندہ ہے ایسا نہیں ہو سکتا ہے میں گمانی پر کھڑا ہوا اہل قریش کی گردنیں پکڑے ہوئے ہوں تاکہ انہیں آگ میں گرنے سے روکوں۔“

پہلی کمزوری:

سیف محمد و خلیفہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں ”جب حضرت عثمان جوؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب جوؓ کے طریقے کے مطابق عمل نہیں کیا اس لیے یہ لوگ مختلف شہروں میں آباد ہو گئے جب انھوں نے ان شہروں کو دیکھا اور دنیا دیکھی اور لوگوں نے بھی ان سے ملاقات کی تو جن لوگوں کی کوئی حیثیت نہ تھی اور نہ اسلام میں انہوں نے کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا تھا وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اس طرح مختلف گروہ پیدا ہو گئے اور لوگوں نے ان سے بہت توقعات قائم کر لیں اور ان معاملات میں وہ آگے بڑھتے گئے اور وہ کہنے لگے:

”یہ لوگ (بہت سی زمینوں کے) مالک ہیں ہم ان سے واقف ہوں اور ان سے اپنے تعلقات بڑھائیں گے۔“

اس طرح اسلام میں پہلی کمزوری پیدا ہوئی اور یہی بات عوام میں فتنہ و فساد کا سبب بنی۔

قریش کے لیے بندش:

حضرت قسمیؒ فرماتے ہیں: ”حضرت عمر جوؓ کی وفات سے پہلے اہل قریش ان سے آگے گئے تھے کیونکہ آپ نے انہیں مدینہ منورہ میں محصور کر رکھا تھا۔ آپ نے انہیں (باہر جانے سے) سختی سے منع کر رکھا تھا آپ فرماتے تھے:

”سب سے بڑا خطرہ جس کا مجھے امت اسلامیہ کے لیے اندیشہ ہے وہ یہ ہے کہ تم مختلف شہروں میں آ جاؤ جو آ گئے“ اگر ان میں سے کوئی شخص جو مہاجرین میں سے ہو اور مدینہ میں رہتا ہو۔ جہاد کے لیے اجازت طلب کرنا تھا۔ تو آپ فرماتے تھے:

جہاد نبوی کی اہمیت:

”تم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو جہاد کیا تھا وہ تمہارے لیے کافی ہے اور وہ جہاد سے بہتر ہے کہ نہ تم دین کو بچو نہ دنیا چھوڑ دیکھے۔“

مختلف شہروں میں آ جاؤ:

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے انہیں باہر جانے کی اجازت دے دی اس لیے وہ مختلف شہروں میں آباد ہو گئے۔ اور عوام ان کے پاس آمد و رفت کرنے لگے اس وجہ سے وہ حضرت عمرؓ سے زیادہ انہیں پسند کرنے لگے۔

حج کا التزام:

حضرت سالم بن عبد اللہ فرماتے ہیں: ”جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے آخری سال کے علاوہ ہر سال حج کیا اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو لے کر حج کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا۔ وہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنے مقام پر رکھتے تھے اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے مقام پر رکھتے تھے یہ آخری صف پر ہوتے تھے اور دوسرے پہلی صف پر ہوتے تھے۔“

کمزوروں کی حمایت:

لوگ امن سے رہتے تھے آپ نے شہر کے لوگوں کو یہ خط لکھا تھا: ”تم نیک کام کی ہدایت کرو اور برے کام سے روکو اور کوئی مومن اپنے آپ کو حقیر و ذلیل نہ سمجھے کیونکہ اگر کمزور انسان مظلوم ہے تو میں ان شاء اللہ طاقتور کے مقابلے میں اس کا حامی رہوں گا۔“

لوگ اس طریقے کے مطابق چلتے رہے آخر کار کچھ لوگوں نے ان کی اس پالیسی کو امت اسلامیہ میں انتشار پیدا کرنے کا ذریعہ بنالیا۔“

مال و دولت کی فراوانی:

سیف بن محمد اور طحطاہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ قریش کے افراد نے مختلف شہروں میں مال و دولت اور جائیداد جمع کر لی اور عوام ان کی طرف مائل ہونے لگے وہ سات سال تک اس حالت میں رہے ہر جماعت یہ چاہتی تھی کہ ان کا (پسندیدہ) شخص خلیفہ بنے۔“

ابن سبا کا فتنہ:

اس کے بعد ابن السوداء (عبد اللہ بن سبا) مسلمان ہوا اور وہ بھی تقریریں کرنے لگا۔ اس وقت دنیا عروج پر تھی اس لیے اس کے ہاتھ سے بہت سے واقعات رونما ہوئے اور عوام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طویل عمر سے اکتانے لگے۔

لہو و لعب سے دلچسپی:

حکیم بن عباد کی روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں جب دنیاوی خوشحالی آئی اور لوگوں کی دولت مندی انتہا تک پہنچی تو وہاں جو

سب سے پہلی برائی رونما ہوئی تو وہ کبوتروں کو اڑانا اور مختلف مراکز پر نشانہ بازی تھی۔ اس لیے حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی خلافت کے آٹھویں سال قبیلہ بیت کے ایک شخص کو مقرر کیا اس نے ان کبوتروں کے پرکانے اور نشانہ بازی لے مراکز کو ختم کیا۔

کبوتر بازی کی ممانعت:

عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے کبوتر اڑانے اور نشانہ بازی کو منع کیا وہ حضرت عثمان غنیؓ تھے یہ (برائی) مدینہ میں اس وقت رونما ہوئی اس لیے آپ نے ایک شخص کو مقرر کیا اس نے اس (رسم بد) کو روکا۔

نشانہ بازی پر سزا:

قاسم بن محمد سے بھی اسی قسم کی روایت مذکور ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ ”لوگوں میں انشک کی عادت رونما ہوئی اس کے لیے حضرت عثمان غنیؓ نے ایک شخص مقرر کیا جو لٹا لٹے کر گشت کرتا تھا اور لوگوں کو اس (فعل قبیح) سے روکتا تھا۔ جب اس کے استعمال میں زیادتی ہوئی اور یہ عادت حد سے تجاوز کر گئی تو اس نے حضرت عثمان غنیؓ کو اس بات سے مطلع کیا اور انہوں نے لوگوں سے اس بات کی شکایت کی تو لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ بنید کے استعمال پر بھی کوڑے لگائے جائیں چنانچہ ایسے کچھ افراد کو پکڑ کر کوڑے کی سزا دی گئی۔

دوسرے شیروں پر برے اثرات:

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب مدینہ منورہ میں کچھ حادثات رونما ہوئے تو وہاں سے کچھ افراد جہاد کے ارادے سے مختلف شہروں کی طرف روانہ ہوئے ان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ عربوں کے قریب رہیں ان میں سے کچھ حضرات بصرہ گئے اور کچھ حضرات کوفہ گئے اور کچھ لوگ شام گئے انھوں نے وہاں جا کر ان شہروں کے مہاجرین کے فرزندانوں کے درمیان وہی خرابی پیدا کر دی جو مدینہ کے (نوجوان) فرزندانوں میں پیدا ہوئی تھی البتہ شام کے (نوجوان) فرزندانوں سے بچے رہے۔ آخر کار یہ سب مدینہ واپس آ گئے مگر جو شام گئے تھے وہاں نہیں آئے لوگوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو اس بات سے مطلع کیا تو حضرت عثمان غنیؓ نے کھڑے ہو کر یوں تقریر کی:

حضرت عثمان غنیؓ کی سختی:

”اے اہل مدینہ تم اسلام کی بنیاد ہو اگر تم بگڑ گئے تو (دنیا کے) دوسرے مسلمان بگڑ جائیں گے اور اگر تم درست رہے تو وہ درست رہیں گے۔ خدا کی قسم! اگر تمہاری طرف سے مجھے کسی برے کام کی اطلاع ملے گی تو میں اسے جلا وطن کر دوں گا اس بارے میں کسی کا اعتراض یا کوئی مطالبہ نہیں سنوں گا کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے گزر رہے ہیں ان کے اعضاء کاٹ دیئے جاتے تھے بغیر اس کے کہ کوئی مخالفت اور موافقت کی بات کرے۔

جلا وطنی پر اعتراض:

چنانچہ ان میں سے جب کوئی بڑا کام کرتا تھا یا لٹا لٹے اور کسی قسم کا ہتھیار استعمال کرتا تھا۔ تو حضرت عثمان غنیؓ اسے جلا وطن کر دیتے تھے اس (اقدام) سے ان (نوجوانوں) کے والدین بہت شور و غل مچانے لگے ”انہوں (حضرت عثمان غنیؓ) نے جلا وطنی کی سزائے طریقہ سے لگائی ہے“ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حکم بن ابی العاص کے علاوہ اور کسی کو جلا وطن نہیں کیا تھا۔“

آپ کا جواب:

حضرت عثمان جو شہ نے اس کے جواب میں فرمایا ”عقلم بن العاص مکہ معظمہ کے باشندے تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں وہاں سے حاکف کی طرف جلا وطن کر دیا پھر آپ ہی نے اسے اپنے وطن واپس بھیج دیا اس طرح رسول اللہ ﷺ نے انہیں معاف کر کے واپس بھیج دیا تھا۔ آپ کے بعد بھی خلیفہ نے لوگوں کو جلا وطن کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی جلا وطن کیا۔

احتیاط کی ہدایت:

خدا کی قسم! میں ضرور تمہارے اخلاق پر غرور گزر سے کام لوں گا اور اس کو اپنے اخلاق کا حصہ بناؤں گا بہت سی باتیں قریب آگئی ہیں جن کا رونما ہوتا میں اپنے اور تمہارے لیے پسند نہیں کرتا ہوں اس لیے مجھے بہت احتیاط اور ہوشیاری سے رہنا ہوگا اس لیے تم بھی احتیاط رہو۔ اور عبرت حاصل کرو۔

ابن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال:

سیف عبد اللہ بن سعید اور یحییٰ بن سعید کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ”کسی شخص نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ (مشہور محدث) سے محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کیوں اختیار کی۔ انھوں نے فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پروردہ:

وہ (محمد بن ابی حذیفہ) یتیم تھے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آغوش میں پرورش پائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے خاندان کے تمام یتیموں کی سرپرستی کرتے تھے اور ان کے اخراجات برداشت کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراضگی:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے (سرکاری) عہدہ پر مقرر کرنے کی درخواست کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر معذرت کی تو اس نے کہا آپ مجھے سفر کی اجازت دیں تاکہ میں اپنی روزی کمانے کے لیے جدوجہد کر سکوں۔ آپ نے فرمایا ”تم جہاں چاہو جا سکتے ہو“ اس کے بعد آپ نے اس کے لیے زاور اور سواری مہیا کی اور عطیات دے کر رخصت کیا جب وہ مصر پہنچے تو چونکہ انہیں حاکم مقرر نہیں کیا گیا تھا اس وجہ سے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالف ہو گئے۔

مخالفت کی وجہ:

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور عباس بن عبد بن ابی لہب رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ تکرار ہو گئی اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دونوں کو زدوکوب کیا اس کی وجہ سے عمار اور عبد بن ابی لہب کے خاندانوں میں آج تک عداوت چلی آ رہی ہے۔ عبد اللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن سلیمان بن ابی شہم رضی اللہ عنہ سے (اس تکرار کے بارے میں) دریافت کیا تو انہوں نے کہا ”انہوں نے تمہیں لگائی تھی۔“

غضب اور طمع:

مشر کہتے ہیں کہ ”میں نے سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

برخلاف ہو گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا "اس کی وجہ غضب اور طمع ہے" پھر میں نے پوچھا "غضب اور طمع کا اظہار کیوں ہوا؟" وہ بولے "مسلمانوں میں (ان کے والد کی وجہ سے) بڑا امر چلے گا۔ لوگوں نے انہیں دھوکے میں مبتلا کیا اس کی وجہ سے ان کے اندر طمع پیدا ہوئی نیز ان پر کچھ قرضہ ہو گیا تھا" حضرت عثمان غنیؓ نے ان پر ان کی گرفت کی اور اس میں ان کے ساتھ کوئی رعیت نہیں کی اس لیے اس (طمع) کے ساتھ یہ واقعہ بھی شامل ہو گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محمد (قابل حمد) کے بجائے وہ مذمم (قابل مذمت) ہو گئے۔

نری کا نتیجہ:

سالم بن عبد اللہ غنیؓ فرماتے ہیں "جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا انھوں نے حقوق کا خیال کیا اور کسی کے حق کو معطل نہیں کیا اس لیے لوگ ان کی نرمی کی وجہ سے ان سے محبت کرنے لگے عمران کی نرمی نے انہیں اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ (شہادت) تک پہنچایا۔
بزرگوں کی تعظیم:

قاسم کی روایت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کا ایک پسندیدہ فعل یہ بھی ہے کہ ایک شخص کا حضرت عباس بن عبد المطلب غنیؓ کے ساتھ جھگڑا ہوا اس جھگڑے میں اس نے حضرت عباس غنیؓ کو حقارت آمیز الفاظ کہے اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے اس کو زد و کوب کیا لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا:
حضرت عباس غنیؓ کا احترام:

رسول اللہ ﷺ اپنے چچا کی تعظیم و ادب کریں اور میں لوگوں کو ان کی تحقیر کرنے کی اجازت دوں جو کوئی ایسا کام کرے وہ یاس کی حمایت کرتا ہو یا کام کرتا ہو وہ شخص رسول اللہ ﷺ کا مخالف ہے۔
نصیحت کی درخواست:

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں "بیت خلافت کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے مجھے حضرت عباس غنیؓ کی طرف بھیجا اور میں انہیں بلا کر لے آیا۔ اس وقت حضرت عثمان غنیؓ نے ان سے فرمایا "مجھے آج آپ کی نصیحت کی سخت ضرورت ہے۔"
حضرت عباس غنیؓ کی نصیحت:

حضرت عباس غنیؓ نے فرمایا "آپ ان پانچ باتوں پر ضرور عمل کریں اگر آپ ان کی پابندی کریں گے تو قوم آپ کی مخالفت نہیں کرے گی" آپ نے فرمایا "وہ کیا ہیں" حضرت عباس غنیؓ نے جواب دیا "وہ یہ ہیں" (۱) قتل سے سبکدوش رہنا، (۲) لوگوں سے محبت کرنا، (۳) درگزر کرنا، (۴) نرمی اختیار کرنا، (۵) راز کو پوشیدہ رکھنا۔"
نرم غذا:

عمر و بن امیہ ضمری غنیؓ کہتے ہیں "قبیلہ قریش کے جو حضرات من ریدہ ہو جاتے تھے وہ نرم کھانا پسند کرتے تھے۔ ایک رات میں نے حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ نہایت عمدہ پکا ہوا نرم کھانا کھایا میں نے اس سے زیادہ عمدہ کھانا نہیں کھایا تھا۔ اس میں بکری کے شکر کا گوشت بھی تھا اور اس کے سالن میں دودھ اور گھی تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے پوچھا "تمہارے خیال میں یہ کھانا کیسا ہے؟" میں نے کہا "یہ سب سے عمدہ کھانا ہے جو میں نے کھایا ہے" اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا "اللہ (حضرت) عمر بن الخطاب غنیؓ پر رحم

کرے تم نے اس قسم کا کھانا ان کے ساتھ بھی کھایا تھا؟ میں نے کہا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غذا:

”باں مگر جب میں اپنا لقمہ منہ کی طرف لے جاتا تھا۔ تو وہ لقمہ میرے ہاتھ سے نکل پڑتا تھا۔ اس میں گوشت نہیں تھا اس کے سائل میں سگی تھا۔ مگر وہ نہیں تھا“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم سچ کہتے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے چائینوں کے کام کو دوا بنا دیا ہے وہ (کھانے کی) ان چیزوں میں سے معمولی چیز استعمال کرتے تھے۔ مگر میں جو کھانا کھاتا ہوں وہ مسلمانوں کے مال کو خرچ کر کے نہیں کھاتا ہوں بلکہ اپنے ذاتی مال کو خرچ کر کے کھاتا ہوں۔“

نرم کھانے کی عادت:

”میں معلوم ہے کہ میں قریش میں سب سے زیادہ مالدار تھا۔ اور تجارت میں سب سے زیادہ محنت کرتا تھا۔ میں ہمیشہ سے نرم کھانا کھاتا رہا ہوں اور اب تو میں ایسی عمر کو پہنچ گیا ہوں کہ سب سے زیادہ نرم کھانا مجھے سب سے زیادہ مرغوب ہے اور اس معاملے میں کسی کی حق تلفی نہیں کرتا ہوں۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غذا:

عبداللہ بن عامر روایت کرتے ہیں ”میں ماہ رمضان المبارک میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ افطار کیا کرتا تھا۔ ہمارے پاس (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کے کھانے سے زیادہ نرم کھانا آیا کرتا تھا۔ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دسترخوان پر عمدہ کھانے دیکھے اور چھوٹے بھیڑ بکریوں کا گوشت بھی ہر رات کھایا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کبھی چھپے ہوئے آنے کی روٹی کھاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اور وہ بھیڑ بکریوں کا معمولی گوشت کھاتے تھے جب میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں گفتگو کی تو انھوں نے فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اصلاحات:

اللہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟ سائب کی روایت ہے ”میں نے منیٰ میں جو سب سے پہلا خیمہ دیکھا وہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کا خیمہ تھا اور آخری خیمہ عبداللہ بن عامر بن کریم رضی اللہ عنہ تھا۔ نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے۔ جنہوں نے جد کی نماز کے لیے دوسری اذان زور کے مقام پر دلائی علاوہ ازیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے جن کے لیے آنے کو (چھٹنی سے) چھانا گیا۔“

اہم باتوں سے آگاہی:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ ”ابن ذی الجبہ نجدی نیرنج (جادو) کا کام کیا کرتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اس بارے میں خود اس سے پوچھیں اگر وہ اقرار کرے تو اس کو درودِ ناک سزا دی جائے انہوں نے اس کو بلا دیا اور اس سے پوچھا تو اس نے کہا ”ہاں یہ عجیب و غریب شعبہ بازی کا کام ہے“ اس پر انھوں نے اس کو سزا دینے کا حکم دیا اور عوام کو بھی اس سے مطلع کیا اور اس کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ خط بھی پڑھ کر سنایا گیا ”یہ معاملہ عجیدہ اور سنگین ہے اس لیے تم بھی تنبیہ کی اختیار کرو اور فی مذاق اور دل لگی سے بچو۔“

لوگوں کو یہ تعجب ہوا کہ حضرت عثمان غنیؓ کو یہ خبر کیسے معلوم ہوئی۔

مخالفت کی وجوہات:

بہرحال دوسرے لوگوں کے ساتھ اسے بھی سزا دی گئی اور حضرت عثمان غنیؓ کو اس کے بارے میں لکھا گیا اس پر وہ ناراض ہو گیا۔ جب حضرت عثمان غنیؓ نے چند افراد کو شام کی طرف حلاوطن کیا تو کعب بن ذی الجہد اور مالک بن عبد اللہ کو جو اسی کے خیانات کا حامی تھے۔ دنیاوند کے مقام کی طرف بھیجا کیونکہ وہ محرر و طلسمات کی سر زمین تھی۔ جب سعید بن العاص جو عثمانؓ حاکم ہوا تو اس نے اس شخص کو واپس بلا لیا اس کے ساتھ احسان کیا اور نیک سلوک کیا مگر اس نے ناشکری کی اور اس کا قتلہ ہو چکا تھا۔

ضابی بن حارث کا واقعہ:

ولید بن عقبہ جو عثمانؓ کے عہد میں ضابی بن حارث برہمی نے انصاری خاندان سے ایک شکاری کتا متعارف جس کا نام قرحان تھا وہ بیرون کا شکار کرتا تھا۔ ضابی نے وہ کتا روک لیا۔ (واپس نہیں دیا) تو انصاری افراد اس پر چڑھ آئے اور زبردستی وہ کتا اس سے چھین کر اس کے مالگوں کو واپس کر دیا۔ اس پر ضابی نے انصاریوں کی بجوئی۔ انصار نے حضرت عثمان غنیؓ کے پاس جا کر شکایت کی تو انہوں نے اس کو سزا دی اور ذیل خانے میں ڈال دیا جیسا کہ وہ عام طور پر اس قسم کے مسلمانوں کے ساتھ کیا کرتے تھے اسے یہ بات بہت ناگوار معلوم ہوئی وہ قید خانے ہی میں فوت ہو گیا اس وجہ سے اس کا فرزند امیر ابن ضابی سہائی (عبد اللہ بن سبا کا بیرو) بن گیا تھا۔

مخالفوں کا انجام:

سیف مستمر کے بھائی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ: ”بھدا! جہاں تک مجھے علم ہے یا میں نے سنا ہے ہر وہ شخص جس نے حضرت عثمان غنیؓ سے جنگ کی یا ان کے پاس سوار ہو کر پہنچا مارا گیا ہے کوفہ میں ایسے کی لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ ان میں اشتر زید بن صوحان، کعب بن ذی الجہد، ایوب بن جب، ایوب مراع، کسلی بن زیاد اور عمیر بن ضابی شامل تھے یہ لوگ کہتے تھے ”کوئی سر اس وقت تک بلند نہیں ہوگا جب تک عثمان غنیؓ مسلمانوں کے خلیفہ رہیں گے“ اس پر عمیر بن ضابی اور کسلی بن زیاد نے کہا ”ہم انہیں قتل کر دیں گے“ اس کے بعد دونوں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

کسلی کی بد منتی:

عمیر راستے ہی سے واپس آ گیا البتہ کسلی بن زیاد نے جرأت سے کام لیا اور ایک جگہ بیڑہ کر موقع کا انتظار کرنے لگا جب حضرت عثمان غنیؓ آئے تو انہوں نے (اس حملہ آور کی حالت دیکھ کر) اس کے چہرے کو زخمی کر دیا اور اپنی پشت کے بل گر پڑا اور کہنے لگا ”اے امیر المومنین! آپ نے مجھے زخمی کر دیا“ آپ نے فرمایا ”کیا تم اچانک حملہ آور نہیں تھے؟“ اس نے کہا ”اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے“ (میں حملہ آور نہیں تھا) اس نے قسم کھالی اس نے اس میں اور لوگ بھی اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے ”اے امیر المومنین! ہم اس کی تلاش لیں گے“۔ آپ نے فرمایا:

دشمن کو معافی:

”نہیں اللہ نے اس کو عافیت عطا کر دی ہے اس لیے میں نہیں چاہتا ہوں کہ جو کچھ اس نے کہا ہے اس کے علاوہ اور کوئی بات

معلوم کروں۔“ اس کے بعد آپ نے فرمایا ”بخدا! میرا خیال یہی تھا کہ تم مجھے قتل کرنے کے مقصد سے آئے ہو“ اُس میں سچ ہوں تو (اس معافی کے بعد) اللہ اجر عظیم عطا کرے گا اور اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں ذلیل کرے گا۔“

یہ کہہ کر آپ اپنے پاؤں پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے ”اے کھیل! تم مجھ سے بدلہ لے لو“ یہ کہہ کر آپ دو زانو ہو گئے اس نے کہا ”میں نے چھوڑ دیا اس طرح دونوں صحیح سلامت باقی رہ گئے۔“

عہد حجاج کا واقعہ:

جب حجاج بن یوسف کوفہ آیا تو اس نے کہا ”جو شخص مہلب کی مہم میں شامل تھا وہ اس کے دفتر میں آئے اور کوئی جھجک نہ محسوس کرے“ اس پر عمیر بن ضائبی کھڑا ہوا اور کہنے لگا ”میں بہت کمزور اور بوڑھا شخص ہوں میرے دو خاقت و فرزند ہیں آپ ان میں سے ایک کو میرے بجائے لے جائیں“ حجاج نے پوچھا ”تم کون ہو؟“ وہ بولا ”میں عمیر بن ضائبی ہوں“ اس پر حجاج نے کہا:

امیر بن ضائبی کا قتل:

تم چالیس سال سے اللہ بزرگ و برتری نافرمانی کرتے رہے ہو بخدا! میں مسلمانوں کے سامنے تمہیں سزا دوں گا تم کتنے کو چرانے والے ظالم انسان (کی حمایت) کے لیے ناراض ہوئے تھے تمہارے باپ نے خیانت اور سازش کی تھی تم بھی سازش کا قصد کرتے رہے ہو اس لیے میں ارادہ کرنے کے بعد اس سے نہیں پھروں گا چنانچہ اس کی گردن مار دی گئی۔

دوسری روایت:

سیف قبیلہ اسد کے ایک شخص کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ جب حجاج بن یوسف کوفہ میں آیا تو اس نے (جہاد کے لیے) جانے کے لیے اعلان کر دیا تو اس موقع پر ایک شخص نے (مذکورہ بالا) کچھ عرضداشت کی۔ حجاج نے اس کی بات مان لی جب وہ چلا گیا تو اسامہ بن خادجہ نے کہا ”عمیر میرے دل میں ٹھکتا ہے“ حجاج نے پوچھا ”عمیر کون ہے؟“ اس نے کہا ”یہ بوڑھا شخص (جو ابھی گیا ہے)“ حجاج نے کہا ”ہاں تم نے مجھے نیزے کا وہ حملہ یاد دلایا ہے جسے میں بھول گیا تھا کیا یہ ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی؟“ اس نے کہا ”ہاں“ حجاج نے پوچھا ”کیا کوفہ میں اس کے علاوہ اور کوئی ایسا آدمی بھی ہے؟“ اس نے کہا ”ہاں! کھیل ہے“ اس پر حجاج نے کہا:

عمیر اور کھیل:

میرے پاس عمیر کو لاؤ“ چنانچہ اس کی گردن اڑا دی گئی اس کے بعد اس نے کھیل کو بلوایا مگر وہ بھاگ گیا قبیلہ نضج نے اس کو پکڑ لیا اسود بن ہشیم نے کہا:

”آپ اس بوڑھے شخص کا کیا کریں گے جس کو بڑھا پے نے ہی عاجز کر دیا ہے۔“

حجاج نے کہا:

”بخدا! تم اپنی زبان بند کرو ورنہ میں تمہارا سراڑا دوں گا“ اس پر اس نے کہا ”آپ جو چاہیں کریں۔“

جب کھیل نے یہ دیکھا کہ اس کی قوم میں دو ہزار جنگجو سپاہی ہیں مگر اس کے باوجود اس کی قوم پر خوف ہراس مسلط ہے تو اس موقع پر اس نے کہا:

کمیال کی پیشی:

چونکہ میری وجہ سے دو ہزار افراد پر خوف لاحق ہے اور وہ محروم ہیں تو ایسی صورت میں اس خوف و دہشت (کی زندگی) سے موت بہتر ہے۔“ اس لیے اس نے اپنے آپ کو حجاج کے سامنے پیش کر دیا حجاج نے کہا ”کیا تمہیں وہ شخص ہو جس نے (قتل کا) ارادہ کیا تھا پھر امیر المومنین نے پردہ قاش نہیں کیا مگر تم اس پر بھی قانع نہیں ہوئے تا آنکہ تم نے انہیں قصاص کے لیے بنوایا حالانکہ انہوں نے اپنی جان کی مدافعت میں یہ کام کیا تھا۔“

کمیال کی گفتگو:

اس پر کمیال نے کہا ”آپ مجھے کس جرم میں قتل کر رہے ہیں؟ کیا اس پر کہ حضرت عثمان غنیؓ نے مجھے معاف کر دیا تھا اس پر کہ میں صحیح مسلم بنیٰ نکلا“ حجاج نے کہا ”اے ادہم بن الحزرا! اسے قتل کر دو“ وہ بولا ”پھر اس (کے قتل) کے ثواب میں ہم اور آپ شریک ہو گے؟“ حجاج نے کہا ”ہاں“ ادہم نے کہا ”بلکہ ثواب آپ کو ملے گا اور جو گناہ ہو گا اس کا وبال میری گردن پر ہو گا۔“

عباس بن ربیعہ کو انعام:

صحیح بن حفص بیان کرتے ہیں ”ربیع بن الحارث بن عبدالمطلب عہد جاہلیت میں حضرت عثمان غنیؓ کے شریک تھے (جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو) عباس بن ربیعہ نے حضرت عثمان غنیؓ سے کہا ”آپ ابن عامر غنیؓ کو لکھ دیں کہ وہ مجھے ایک لاکھ (کی رقم) قرض دے“ آپ نے اسے لکھ دیا تو اس نے ایک لاکھ (درہم) انعام کے طور پر دیے اور اپنا گھرانہیں جاگیر کے طور پر دے دیا چنانچہ آج تک ان کا گھر عباس بن ربیعہ کا گھر کہلاتا ہے۔“

سقاوت و مروت:

موسیٰ بن طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی چچا اس ہزار کی رقم (حضرت) طلحہ غنیؓ کے ذمہ (واجب الاداء) تھی ایک دن جب حضرت عثمان غنیؓ مسجد نبویؐ میں آئے تو (حضرت) طلحہ غنیؓ نے فرمایا ”آپ کا مال موجود ہے آپ اس پر قبضہ کر لیں“ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا ”اے ابوجحہ! وہ مال تمہارا ہے اور آپ کی مروت اور شرافت کا صلہ ہے۔“

حضرت طلحہ غنیؓ سے درخواست:

حکیم بن جابر کی روایت ہے کہ حضرت علی غنیؓ نے (حضرت) طلحہ غنیؓ سے (عامرہ کے وقت) فرمایا ”میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم جا کر لوگوں کو (حضرت) عثمان غنیؓ کے پاس سے دور کرو“ انہوں نے کہا ”نہیں بخدا! جب تک کہ بنو امیہ اپنی جانب سے حق نہ ادا کریں۔“

اراضی کی فروخت:

حسن کی روایت ہے کہ (حضرت) طلحہ بن عبید اللہ غنیؓ نے حضرت عثمان غنیؓ سے سات لاکھ کی قیمت پر ان کی اراضی خریدی اور وہ (یہ رقم) لے کر ان کے پاس گئے۔ طلحہ غنیؓ نے فرمایا: ”ایک شخص سے یہ معاملات طے کر رہا ہوں مگر اسے نہیں معلوم ہے کہ اس کے گھر میں اللہ کا کیا حکم نازل ہونے والا ہے“ اس پر ان کا قاصد رات بھر لوگوں کو وہ رقم تقسیم کرتا رہا یہاں تک کہ صبح کے وقت ان کے پاس کوئی درہم باقی نہیں رہا۔

امیر حج کا تقرر:

۳۳ھ میں حضرت عثمان غنیؓ کے حکم سے حضرت عبید اللہ بن عباسؓ (امیر الحج بن کر) لوگوں کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے جیسا کہ ابو معشر نے بیان کیا ہے۔

محاصرہ کی مدت:

واقعہ یہ روایت مکرمہ خود حضرت عبید اللہ بن عباسؓ کی زبانی رقم طراز ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ دو دفعہ محصور ہوئے۔ حضرت مکرمہ جو بنی ہاشم کے سوال پر انہوں نے بتایا کہ حضرت عثمان غنیؓ پہلی دفعہ بارہ دن تک محصور ہوئے اس موقع پر جب اہل مصر آئے تو حضرت علیؓ بنی ہاشم و ذشب کے مقام پر اہل مصر سے ملے اور انہیں واپس بھیج دیا۔

حضرت علیؓ کا خلوص:

(حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ) بخدا! حضرت علیؓ بنی ہاشم حضرت عثمان غنیؓ کے خلیفہ اور سچے دوست تھے، اہل بیت مروان اور سعید بن العاصؓ بنی ہاشم کے جعلی کاموں اور اعتراضات نے جو وہ حضرت علیؓ بنی ہاشم کے برخلاف کرتے رہتے تھے انہیں بدعینہ کر دیا تھا اور وہ ان لوگوں کی (غلط) باتوں کو برداشت کرتے رہتے تھے۔

حضرت علیؓ بنی ہاشم کے خلاف گفتگو:

یہ (مروان وغیرہ) یہ کہتے تھے کہ اگر وہ چاہیں تو آپ کے برخلاف کوئی گفتگو نہ کر سکے اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت علیؓ بنی ہاشم حضرت عثمان غنیؓ کو نصیحت کرتے تھے اور بعض اوقات مروان اور اس کے ساتھیوں کی شکایت کے وقت ان کا لہجہ کلام سخت ہو جاتا تھا ایسے موقع پر یہ لوگ کہتے تھے ”یہ (حضرت علیؓ بنی ہاشم) آپ کے سامنے ایسی گفتگو کرتے ہیں جب کہ آپ ان کے امام (غیثہ) بزرگ، چچا زاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ ایسی حالت میں آپ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ غائبانہ طور پر کیا کہتے ہوں گے“ چنانچہ یہ لوگ حضرت علیؓ بنی ہاشم کے پیچھے پڑے رہے تاکہ انہوں نے عزم منہم کر لیا کہ وہ حضرت عثمان غنیؓ کے معاملات میں دخل نہیں دیں گے۔

حضرت علیؓ بنی ہاشم کی شکایات:

(حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں) میں دن میں (حج کے لیے) مکہ معظمہ روانہ ہوا تو میں حضرت علیؓ بنی ہاشم کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے مجھے روانہ ہونے کی دعوت دی ہے اس پر انہوں نے مجھ سے فرمایا ”حضرت عثمان بنی ہاشم نہیں چاہتے کہ انہیں کوئی نصیحت کرے انہوں نے دھوکے بازوں کو اپنا راز داں بنا رکھا ہے ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا ایسے لوگوں سے تعلق نہ ہو جو خراج نہ کھاتے ہوں ان لوگوں کو ذلیل نہ کرتے ہوں“ اس پر میں نے کہا ”آپ کی ان سے قرابت اور رشتہ داری ہے اگر آپ ان کی مخالفت کر سکتے ہوں تو آپ یہ کام (ضرور کریں کیونکہ اسی صورت میں آپ معذور سمجھے جائیں گے۔“

بیجا الزام:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ”خدا جانتا ہے کہ میں نے ان کے اندر انکساری اور حضرت عثمان غنیؓ کے لیے خیر خواہی دیکھی اس کے باوجود ان پر بڑا (الزام) لگایا جاتا ہے۔“

خالد بن العاصؓ کے نام پیغام:

حضرت ابن عباسؓ نے مزید فرمایا ”مجھ سے (حضرت) عثمانؓ نے یہ فرمایا تھا ”تم خالد بن العاصؓ سے جو وعدہ معتقل میں کیا کر کہہ کر امیر المومنین آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں ”میں اتنے دنوں سے محصور ہوں اور اپنے گھر میں کھاری پٹی بی رہا ہوں مجھے اس کنوئیں کا پانی پینے کی اجازت نہیں ہے جسے میں نے اپنے ذاتی مال سے خریدا تھا اور جس کا منہ رومہ ہے۔ تمام لوگ اس کا پانی پیتے ہیں مگر میں اس کا پانی پینے سے محروم ہوں۔ میں گھر کی چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہیں کھا سکتا ہوں۔ میں بازار سے کوئی چیز منگوا کر نہیں کھا سکتا ہوں اور میں اس حالت میں (اپنے گھر کے اندر) محصور ہوں۔“ تم انہیں حکم دو کہ وہ لوگوں کو لے کر جج کرے اور اگر وہ انکار کرے تو تم لوگوں کو جج کراؤ۔“

مخالفت سے خوف:

چنانچہ جب میں جج کے لیے آیا تو میں خالد بن العاصؓ کے پاس بھی پہنچا اور حضرت عثمانؓ نے جو پیغام مجھے دیا تھا وہ پیغام میں نے انہیں پہنچا دیا تو اس نے مجھ سے کہا ”کیا ان لوگوں کی دشمنی مول لینے کی (کسی میں) طاقت ہے؟“

حضرت ابن عباسؓ کا جج:

اس نے جج کرانے سے بھی انکار کر دیا اور کہا ”تم لوگوں کو جج کراؤ کیونکہ تم رسول اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی ہو۔ آگے چل کر یہ معاملہ (خلافت) حضرت علیؓ اور مجھ تک پہنچے گا اس لیے تمہیں اس ذمہ داری کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھنے ہو“ چنانچہ میں نے لوگوں کو جج کرایا پھر مینے آ خر میں مدینہ منورہ واپس آیا۔

خون کا الزام:

اس وقت حضرت عثمانؓ شہید ہو چکے تھے اور لوگ حضرت علیؓ کی گردن پر کود رہے تھے جب حضرت علیؓ جہنم میں مجھے دیکھا تو وہ لوگوں کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور مجھ سے سرگوشی کرنے لگے اور فرمانے لگے ”یہ حادثہ رونما ہوا ہے اس میں تمہاری کیا رائے ہے۔ درحقیقت یہ بہت بڑا حادثہ ہے اور کوئی شخص ان (نازک حالات کا) تدارک نہیں کر سکتا ہے“ میں نے کہا ”عوام کو آج کل آپ کی سخت ضرورت ہے تاہم میری رائے یہ ہے کہ موجودہ حالات میں جو کوئی خفیہ ہوگا اسے اس شخص (حضرت عثمانؓ) کے خون کا ملزم گردانا جائے گا آگے چل کر انھوں نے بیعت حاصل کرنے پر اصرار کیا اس لیے ان پر بھی ان کے خون (قتل کرنے) کا الزام لگایا گیا۔“

امیر جج کا تقرر:

ایک دوسرے سلسلہ روایت سے بحوالہ عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ”حضرت عثمانؓ جہنم میں مجھ سے یہ فرمایا: ”میں نے خالد بن العاصؓ بن ہشامؓ کو کہہ دیا ہے چونکہ اہل مکہ کو ان لوگوں کی باتوں کی اطلاع مل گئی ہے اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ ان کی مخالفت کریں گے اس لیے وہ خانہ خدا اور حرم کعبہ میں ان سے جنگ کرے گا اس طرح اس زمانے میں حرم کعبہ کے امن و امان میں ظلل واقع ہوگا جب کہ مسلمان دور دراز علاقوں سے وہاں زیارت کے لیے آئیں گے اس لیے میری رائے یہ ہے کہ میں جج کے تمام انتظامات تمہارے سپرد کروں“ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابن عباسؓ کے ہاتھ

حاجیوں کے نام ایک خط بھی بھیجا تھا۔ جس میں ان سے کہا گیا تھا۔ کہ وہ ان لوگوں کا انتظام کریں جنہوں نے انہیں محصور کر رکھا ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو:

جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روانہ ہوئے تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے بھی گزرے انہوں نے فرمایا ”میں تمہیں خدا کا والا-ظہرے کرکتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں محمدؐ زبان دی ہے کہ تم اس شخص کو چھوڑ کر نہ جاؤ کیونکہ ان (پانیوں) کا بول بالا ہو گیا ہے۔ اور مختلف شہروں سے ایک نہایت ہی سنگین کام کے لیے اکٹھے ہو گئے ہیں میں نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے بیت المال اور خزانوں کے لیے چابیاں رکھ چھوڑی ہیں اگر وہ خلیفہ مقرر ہو گئے تو وہ اپنے چچا زاد بھائی (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے طریقے پر چلیں گے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب:

میں نے کہا ”اے اماں جان! (اگر خدا نخواست) اس شخص پر کوئی حادثہ رونما ہوا تو اس وقت مسلمان ہمارے ساتھی کی طرف متوجہ ہوں گے اس پر انہوں نے فرمایا ”تم خاموش رہو میں تم سے کوئی مجادلہ اور مباحثہ کرنا نہیں چاہتی ہوں۔“
عام مسلمانوں کے نام خط:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مکرّمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے وہ خط نقل کر لیا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (عام مسلمانوں کے نام) بھیجا تھا۔ وہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(یہ خط) اللہ کے بندے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مومنوں اور مسلمانوں کے نام ہے۔

”السلام علیکم! میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اما بعد! میں تمہیں اللہ بزرگ و برتر کی یاد دلاتا ہوں جس نے تم پر نعمتیں نازل کیں اور تمہیں اسلام (کی تعلیمات) کی تعلیم دی اور تمہیں گمراہی سے راہ راست کی طرف پہنچایا اور تمہیں کفر کی طرف سے نجات دی اور تمہیں کھلی نشانیاں دکھائیں تم پر رزق کو وسیع کیا اور دشمن پر غالب کیا اور تمہیں کامل نعمتیں عطا کیں جیسا کہ اللہ بزرگ و برتر حق و صداقت کے ساتھ فرماتا ہے۔

آیات سے استدلال:

﴿وَاِنْ تَعْلَمُوْا اِنَّمَنْ يُّعْزِّذُ اللّٰهُ لَا تُخْصُوْهُنَّ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾

”مگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنے لگو تو تم ان کا احاطہ نہیں کر سکو گے۔ بے شک انسان بہت ظلم اور ناشکری کرنے والا ہے۔“

اتحاد کی تلقین:

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تَقٰوٰہِ وَلَا تَمُوْنُوْا اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ وَ اغْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ

جَمِیْعًا﴾

”اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم مسلمان رہ کر وفات پاؤ۔ تم اللہ کی ری کو مضبوط ہو

کر مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو۔“

اطاعت کا حکم:

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِنَافَقَهُ الَّذِينَ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾

”اے ایمان والو! تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر نازل کی تھی۔ اور اس کے عہد و پیمان کو بھی یاد کرو جو اس نے چنگلی کے ساتھ تم سے بندھوایا تھا جب کہ تم نے کہا تھا: ہم نے (یہ احکام) سنے اور ہم اس کی اطاعت کریں گے۔“

انواہوں سے پرہیز:

نیز یہ کلمہ حق بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾

”اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم اس کی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ تم قوم کو جہالت میں مبتلا کرو اور پھر تم کو اپنے کام پر پشیمان ہونا پڑے۔“

نقداری کی مذمت:

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُشْرِكُونَ بِغَيْبِ اللَّهِ وَ آيَاتِهِمْ فَمَنَّا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

”حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ حقیر قیمت حاصل کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا دنیا و آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔“

تقویٰ اور اطاعت:

اللہ تعالیٰ نے یہ برحق قول بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْمِعُوا وَأَطِعُوا﴾

”جہاں تک تم سے ہو سکے تم اللہ سے ڈرتے رہو اور (احکام) سنو اور اطاعت کرو۔“

حکام کی اطاعت:

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَ الرَّسُولِ

إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

”تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے صاحب اقتدار کی (اطاعت بھی کرو) اگر تم (مسلمانوں) کا کسی چیز میں جھگڑا اور اختلاف ہو جائے تو تم اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ بشرطیکہ تم اللہ اور رسول

آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ بات بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی عمدہ تر ہے۔

خلافت کا وعدہ:

نیز یہ بھی ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

”تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کے ساتھ اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں اپنا نائب بنائے گا جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے دین کو جسے اس نے پسند کیا ہے غالب رکھے گا اور ان کی خوف و دہشت (کی زندگی) کو امن و امان میں تبدیل کرے گا۔ (بشرطیکہ) وہ صرف میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور جو کوئی اس کے بعد بھی کفر اختیار کرے گا تو وہ لوگ فاسق ہیں۔“

بیعت کی اہمیت:

یہ برحق قول بھی اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الْأُمْلَاءَ يَتَّبِعُونَ اللَّهَ يَلْعَنُ اللَّهُ يَدَ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَتَ فَإِنَّمَا يَنْتَكُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمُسْوًى لَهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (سورہ فتح / پارہ ۳۹)

”درحقیقت جو لوگ (اے پیغمبر) آپ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ حقیقت میں اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے پھر جس نے عہد شکنی کی تو اس نے اپنی ذات کے برخلاف (اسے نقصان پہنچانے کے لیے) عہد شکنی کی اور جس نے اللہ کے معاہدہ کو پورا کیا تو وہ معترب اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔“

امن و اتحاد کی ضرورت:

امام احمد! (مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہوا کہ) اللہ نے تمہارے لیے قہل حکم اطاعت اور جماعت (کے ساتھ رہنے) کو پسند فرمایا ہے اور تمہیں نافرمانی، نفاق، اختلاف سے منع فرمایا ہے اور گذشتہ لوگوں کے اقبال سے تمہیں آگاہ کیا ہے اللہ نے یہ باتیں تمہیں اس لیے پہلے سے بیان کر دی ہیں کہ نافرمانی کے موقع پر یہ باتیں تمہارے برخلاف جت بن سکیں۔

باہمی اختلاف کا انجام بد:

لہذا تم بزرگ و برتر اللہ کی نصیحت کو مانو اور اس کے عذاب سے ڈرو کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ کوئی قوم اس وقت تباہ و برباد ہوئی جب اس میں اختلاف برپا ہوا اس لیے قوم کے لیے ایک سردار کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی شیرازہ بندی کرتا رہے اور اس کی تنظیم برقرار رکھے اگر تم یہ طریقہ جاری نہیں رکھو گے تو تم خود ہو کر نماز کو قائم نہیں رکھ سکو گے (اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) دشمن تم پر مسلط ہو جائے گا اور ایک دوسرے کی عزت و آبرو محفوظ نہیں رہے گی۔ ایسی صورت میں اللہ کا صحیح دین قائم نہیں رہے گا۔ اور تم مختلف فرقوں میں تقسیم

ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ بزرگ و برتر نے اپنے رسول کریم ﷺ سے یہ ارشاد فرمایا ہے:

اتفاق کی مذمت:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا جِنْعًا لِّسِتٍ مِّنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ (پارہ ۸)

”حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق پیدا کی۔ اور گروہوں میں تقسیم ہو گئے (اسے پیغمبر) آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“

میں بھی تمہیں اسی بات کی ہدایت کرتا ہوں جس بات کی تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور تمہیں اس کے عذاب سے خبردار کرتا ہوں۔ کیونکہ حضرت شعیب (رضی اللہ عنہ) نے اپنی قوم سے یہ فرمایا تھا:

مخالفت کا حشر:

﴿يَا قَوْمُ لَا يَنْجُكُمْ مِنْكُمْ شِقَاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمُ نُوحٍ أَوْ قَوْمُ هُودٍ أَوْ قَوْمُ صَالِحٍ﴾

”اے میری قوم! تمہیں میری مخالفت اس حالت پر نہ پہنچائے کہ تم پر بھی (وہ عذاب) نازل ہو جو حضرت نوح علیہ السلام یا ہود علیہ السلام یا صالح علیہ السلام کی قوموں پر نازل ہوا تھا۔“

قتلہ پر دلائی:

ابا بعد اودہ قومیں جو اس معاملہ میں گفتگو کر رہی ہیں وہ اس بات کا اظہار کر رہی ہیں کہ وہ اللہ بزرگ و برتر کی کتاب کی طرف اور حق و صداقت کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور ان کا مقصد دنیا نہیں ہے اور نہ وہ دنیا کی باتوں میں جھگڑ رہے ہیں جب ان کے سامنے حق بات پیش کی گئی تو لوگ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے کچھ حق بات کو اختیار کرنے لگے مگر جب اس کا وقت آیا تو اس سے انک ہو گئے اور کچھ لوگ حق کو چھوڑ دینے اور کسی چیز کو ناحق چھین لینے کی کوشش کرنے لگے۔ انہیں میری عمر بہت طویل معلوم ہوئی اور وہ خلافت کی تبدیلی کی تمنہ کرنے لگے۔ اس طرح وہ تقدیر کے کاموں میں بھی جلدی کرنے لگے۔

معادہ کی پابندی:

ان لوگوں نے تمہیں نکھاتھا کہ وہ اس معادہ کے مطابق واپس ہو رہے ہیں جو میں نے ان کے ساتھ کیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم ہے کہ میں نے جو معادہ کیا تھا اس سے میں نے سرمو بھی انحراف کیا ہے وہ شرعی حدود کا مطالبہ کر رہے ہیں اس پر میں نے ان سے کہا ”تم بے شک شرعی حدود اس پر قائم کرو جو ان حدود سے تجاوز کر گیا ہو نیز تم شرعی حدود اس پر بھی قائم کرو جس نے تم پر دور و نزدیک سے ظلم کیا ہو۔“

جائز مطالبات کی حمایت:

وہ کہتے ہیں ”کہ کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے“ میں نے یہ کہا ”جو چاہے وہ اللہ کی کتاب کی تلاوت کر سکتا ہے مگر وہ کتاب اللہ کے نازل کردہ احکام میں حد سے آگے نہ بڑھے۔“

قومی مال کی حفاظت:

یہ (مفسد لوگ) کہتے ہیں ”مردم شخص کو رزق دیا جائے اور مال کا پورا پورا حق ادا کیا جائے تاکہ مال کے بارے میں نیت

حسنہ (عمہ و روایت) قائم ہو سکے۔ اور مالِ شمس میں دست درازی نہ ہو اور نہ صدقہ کے مال میں (کوئی خلل پڑے)۔
میں ان باتوں پر خفا مند ہو گیا اور اس کے مطابق صبر و استقامت کے ساتھ کام کرتا رہا۔

بزرگوں سے مشورہ:

میں نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات (امہات المؤمنین) کے پاس بھی گیا اور ان سے مشورہ طلب کرتے ہوئے کہا:
”آپ مجھے کیا حکم دیتی ہیں۔“

ان (ازواجِ مطہرات) نے فرمایا:

”تم عمرو بن العاص اور عبداللہ بن قیس بنی سہم کو امیر مقرر کرو اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدہ پر بحال رکھو کیونکہ انہیں تم سے پہلے کے خلیفہ نے حاکم بنایا تھا اور وہ اپنی سر زمین میں اچھا کام کر رہے ہیں اور ان کی فوج بھی ان سے خوش ہے پھر تم عمرو (بن العاص) کو لوٹا دو کیونکہ ان کی فوج بھی ان سے خوش ہے اور ان کی حکومت سے مطمئن ہے اس لیے انہیں اپنی اراضی کو درست کرنے کا موقع دینا چاہیے۔“

مشورہ پر عمل:

میں نے یہ تمام کام (ان کے مشورہ کے مطابق) انجام دیے (اس کے باوجود بھی) مجھ پر زیادتیاں کی گئیں جیسا کہ میں نے
تجربوں اور اپنے ساتھیوں کو دکھایا ہے۔
مخالفوں کے مطالب کا ذکر:

انہوں نے تقدیر کے کاموں میں جلد بازی کی اور مجھے نماز پڑھانے سے بھی روک دیا اور مجھے مسجد نبویؐ (میں نماز پڑھنے اور
جانے) سے روک دیا نیز مدینہ میں جو کچھ تھا وہ سب چھین لیا۔

باغیوں کا مطالبہ:

جب میں جنہیں یہ خط لکھ رہا ہوں اس وقت وہ مجھے تین میں سے ایک بات کا اختیار دے رہے ہیں۔ ۱۔ یا تو وہ مجھ سے ہر
آدمی کے بدلے میں جسے میں نے صحیح یا غلط طریقہ سے سزا دی ہو قصاص لیں اور اس معاملہ میں کسی چیز کو نہیں چھوڑیں گے۔ ۲۔ یا میں
خلافت سے الگ ہو جاؤں اور وہ میرے علاوہ کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر کر لیں۔

اعلانِ بریت:

۳۔ یا انہیں ان فوجیوں اور شہریوں کی طرف بھیجا جائے جو ان کے مطیع ہیں اور وہ میری اس وفا داری اور اطاعت سے بریت
کا اعلان کر دیں جو اللہ نے ان پر فرض کر دی ہے۔

قصاص کا معاملہ:

”اس کے جواب میں (میں نے ان سے کہا) ”جہاں تک مجھ سے قصاص لینے کا تعلق ہے تو مجھ سے پہلے بھی خلفاء گزرے ہیں
جو صحیح فیصلہ بھی کرتے تھے اور غلط بھی کرتے تھے مگر ان میں سے کسی سے کوئی قصاص نہیں لیا گیا۔ مجھے معلوم ہے کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ
وہ میری جان لیتا چاہتے ہیں۔“

دست برداری سے انکار:

وہ چاہتے ہیں کہ میں خلافت سے دستبردار ہو جاؤں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ مجھے سخت سے سخت سزا دے دیں تو وہ میرے لیے اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اللہ بزرگ و برتر کے کام اور اس کی خلافت سے اعلان بریت کروں۔

اعلان بریت کا جواب:

وہ یہ کہتے ہیں کہ انہیں فوج اور شہریوں کے پاس بھیجا جائے اور وہ میری اطاعت سے بریت کا اعلان کریں۔ (تو اس کا جواب یہ ہے کہ) میں ان کا وکیل نہیں ہوں اور میں نے اس سے پہلے ان لوگوں کو زبردستی اپنی اطاعت پر مجبور نہیں کیا ہے بلکہ وہ اپنی رضا مندی سے میری اطاعت کر رہے ہیں۔ کیونکہ ان کا مقصد اللہ بزرگ و برتر کی رضا جوئی ہے نیز وہ باہمی اصلاح کے خواہش مند ہیں۔

اللہ کی رضا جوئی:

تم میں سے جو دنیا کا طلب گار ہے تو اسے اسی قدر حصہ ملے گا جس قدر مالہ بزرگ و برتر نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے اور جو کوئی اللہ کی رضا مندی اور روز آخرت امت اسلامیہ کی اصلاح و بہبود کی طلب گار ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت حسنہ اور ان کے بعد کے دونوں خلفاء کے طریقہ پر چلنا چاہتا ہے تو اس کو اللہ ہی جزائے خیر دے گا میں اس کو (مناسب) بدلہ نہیں دے سکتا۔

عہد شکنی کی مذمت:

اگر تمہیں ساری دنیا مل جائے تو یہ تمہاری و جداری کی قیمت نہیں سن سکتی اور اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اس لیے تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اسی سے ثواب کے طلب گار رہو اگر تم میں سے کوئی عہد شکنی کرنا چاہتا ہے تو میں اسے پسند نہیں کروں گا اور نہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرے گا کہ تم اس کے معاہدہ کو توڑو۔

خونریزی سے پرہیز:

یہ لوگ مجھے جس بات پر مجبور کر رہے ہیں وہ تمام تر خلافت کا جھگڑا ہے اب صرف میری ذات ہے اور میرے ساتھی ہیں۔ اللہ کے حکم اور اللہ کی نعمت کی تہدیلی کا انتقاد کر رہا ہوں میں نہیں چاہتا ہوں کہ کوئی بری روایت قائم ہو۔ اور امت اسلامیہ میں اختلاف و افتراق پیدا ہو اور (مسلمانوں کی نافرمانی) خونریزی ہو۔

حق و صداقت کی دعوت:

اس لیے میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم حق و صداقت پر قائم رہو اور میرے ساتھ بھی حق کے مطابق سلوک کرو اور بغاوت و سرکشی چھوڑ دو تم ہمارے ساتھ بھی انصاف کرو جیسا کہ اللہ بزرگ و برتر نے حکم دیا ہے۔

ایمانے عہد کا حکم:

اللہ نے تمہیں ایمانے عہد اور اپنے حکم کی پابندی کی ہدایت کی ہے چنانچہ یہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾

”تم وعدہ پورا کرو کیونکہ وعدہ کے بارے میں بھی باز پرس ہوگی۔“

معذرت خواہی:

میں نے یہ معذرت اللہ کے سامنے پیش کر دی ہے تاکہ تم نصحت حاصل کر سکو جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو میں اپنے نفس کو قطعی طور پر بری اللہ مہ نہیں قرار دیتا: ہوں کیونکہ یہ نفس برائی کی طرف مائل کرتا رہتا ہے بجز اس صورت کے جب کہ میرا پروردگار مجھ پر رحم کرے اور وہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

توبہ و استغفار:

اگر میں نے کچھ لوگوں کو سزا دی ہے تو اس صورت میں میری نیت خیر خواہی کی تھی لہذا میں اللہ کے سامنے ہر (برے) کام سے توبہ کرتا ہوں اور اس سے معافی کا طلب گار ہوں کیونکہ وہی گناہوں کو معاف کر سکتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ میرے رب کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے اور صرف گمراہ لوگ اس کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔ حقیقت میں وہ بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور برائیوں کو معاف کرتا ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں ان سے واقف ہے۔

امت کی خیر خواہی:

میں اللہ بزرگ و برتر سے اپنی اور تمہاری مغفرت کا طالب ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ اس امت کے دلوں کو بھدائی پر متحد کرے اور ان کے دلوں میں برائی سے نفرت پیدا کرے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ اَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُسْلِمُونَ.

نامہ عثمان بن عفانؓ سنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں "میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کا (مذکورہ بالا) نامہ مبارک انہیں (اہل حج کو) ۷/ ذوالحجہ کو پڑھ کر سنایا۔

حج سے واپسی:

عبداللہ بن عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

"حضرت عثمان بن عفانؓ نے مجھے باکر امیرؓ مقرر فرمایا چنانچہ میں مکہ معظمہ جانے کے ارادے سے روانہ ہوا اور میں نے مسلمانوں کو حج کرایا اور انہیں حضرت عثمان بن عفانؓ کا نامہ مبارک پڑھ کر سنایا اس کے بعد جب میں مدینہ واپس آیا تو (حضرت) علی بن عفانؓ کی خلافت کے لیے بیعت ہو چکی تھی۔"



حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تدفین

ابو بکر عابدی کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی لاش تین دن تک (گھر میں) پڑی رہی اسے کسی نے دفن نہیں کیا۔ پھر حکیم بن خرام اور جبر بن مطعمؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دفن کرنے کے بارے میں گفتگو کی اور ان سے یہ اجازت طلب کی کہ ان کے گھر والے ان کی لاش کو دفن کر دیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دے دی۔
تدفین میں رکاوٹ:

جب ان (دشمنوں) کو اس کی اطلاع ملی تو وہ پتھر لے کر راستے میں بیٹھ گئے آپ کے اہل و عیال (جنازہ لے کر) نکلے وہ (لاش کو دفن کرنے کے لیے) مدینہ کے ایک باغ کی طرف جا رہے تھے جسے حش کوکب کہتے ہیں یہاں یہود اپنے مردوں کو دفن کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مداخلت:

جب وہ جنازہ لے کر وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے جنازے پر سنگباری کی (اور ان کی لاش کو) پھینک دینے کا ارادہ کیا اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے انہیں یہ پیغام بھیجا کہ انہیں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو) دفن کرنے دیں چنانچہ وہ باز آ گئے اور آپ کو حش کوکب میں دفن کر دیا گیا۔

قبرستان میں توسیع:

جب حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کی دیوار کو گرا دینے کا حکم دیا تاکہ اس کا سلسلہ بھیج کے قبرستان کے ساتھ مل جائے انہوں نے مسلمانوں کو اس بات کا حکم بھی دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مزار کے قریب ارد گرد اپنے مردے دفن کریں اس طرح ان قبروں کا سلسلہ مسلمانوں کے قبرستان بھیج کے ساتھ مل گیا۔

تدفین کا حال:

ابو بکرؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کے بیت المال کے منتظم تھے۔ وہ فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مغرب اور عشاء کے درمیان مدفون ہوئے ان کے جنازے میں مروان بن الحکمؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تین آزاد کردہ غلام اور ان کی پانچویں بیٹی شریک ہوئیں۔ جب ان کی صاحبزادی نے ماتم کے لیے اپنی آواز نکالی تو لوگوں نے پتھر اٹھا لیے اور قریب تھا کہ ان کی صاحبزادی پر پتھر برسائے جائیں کہ اتنے میں لوگ جنازے کو دیوار کی طرف لے گئے اور وہ وہاں مدفون ہوئے۔

مدفن پر اختلاف:

صالح بن کسان کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ایک شخص نے کہا "انہیں یہودیوں کے قبرستان" درملع میں دفن کیا جائے" اس پر حکیم بن خرام رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوگا جب تک قصی بن کلاب کے قبیلہ کا ایک شخص بھی زندہ

ہے۔ اس پر ہنٹھارہ ہٹنے کا اندیشہ ہونے لگا۔ آخر کار ابن عباس ابھریں گے اور فرمایا: ”اے بوڑھے شخص! آپ کا کیا حرج ہے کہ انہیں کہاں دفن کیا جائے؟“ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بولے: ”انہیں قریح الفریقہ میں دفن کیا جائے گا جہاں ان کے بزرگ اور پیش رو مدفون ہیں۔“ چنانچہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ جنازہ لے کر نکلے اور انہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

نماز جنازہ کا انعام:

واقدی کا قول ہے صحیح یہ ہے کہ جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز (جنازہ) پڑھائی۔

مدفین میں تاخیر:

خزیمہ بن سلیمان والہی کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن چاشت کے وقت شہید ہوئے مگر انہیں دفن نہیں کیا جا سکا اس بارے میں (ان کی زوجہ محترمہ) نائلہ بنت الفرقدہ نے حویطب بن عبدالغریٰ جبر بن مطعم ابوہم بن حذیفہ حکیم بن حزام اور نیا راہلہ بن جبر سے مدد طلب کی۔ وہ بولے: ”ہم ان کا جنازہ دن کے وقت نہیں نکال سکتے ہیں کیونکہ اہل مصر دروازے پر چرس تم لوگ توقف کرو۔“

جنازہ اٹھانے میں رکاوٹ:

جب مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت آیا تو لوگ داخل ہوئے مگر انہیں (لاش کے پاس) جانے سے روک دیا گیا۔ ابوہم نے کہا: ”بھدا مجھے وہاں تک پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا میں اس کے لیے جان دے دوں گا۔ تم اس (جنازہ) کو اٹھاؤ۔“

قریح میں تدفین:

چنانچہ (جنازہ) اٹھا کر قریح (قبرستان) لے جایا گیا ان کے پیچھے حضرت نائلہ چراغ لے کر چلیں۔ جس سے قریح میں روشنی ہوئی اور اس کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک غلام بھی تھا آخر کار وہ کھجور کے پیڑوں کے پاس پہنچے جہاں ایک دیوار بھی تھی۔ انہوں نے دیوار کو توڑ کر ان کھجور کے پیڑوں میں انہیں دفن کر دیا گیا۔

حضرت جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد حضرت نائلہ نے کچھ بولنا چاہا مگر لوگوں نے انہیں منع کر دیا اور کہا ہمیں ان کیونکر لوگوں سے اندیشہ ہے کہ وہ ان کی قبر کو نہ کھود دیں۔ آخر کار حضرت نائلہ اپنے گھر چلی گئیں۔

جنازہ کے شرکاء:

عبداللہ بن ساعدہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی لاش دو راتوں تک وہیں رہی لوگ اسے دفن نہیں کر سکے پھر اس (لاش) کو ان چار اشخاص نے اٹھایا: ۱۔ حکیم ابن حزام ۲۔ جبر بن مطعم ۳۔ نیاز بن کرم ۴۔ ابوہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ۔

کچھ لوگوں کی مخالفت:

جب (جنازہ) کو رکھا گیا تا کہ اس پر نماز (جنازہ) پڑھی جائے تو انصار کے کچھ افراد آئے تا کہ نماز (جنازہ) پڑھنے سے روکیں ان میں اسلم بن اوس بن بجرہ ساعدی ابو جہ ہازی اور دیگر حضرات شامل تھے انہوں نے قریح میں دفن کرنے سے بھی روکا۔

تدفین میں مزاحمت:

حضرت ابو جہم بن عوفؓ نے کہا ”انہیں دفن کر دو کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتوں نے ان پر نماز (جنازہ) پڑھی ہے“ وہ یہ نہیں بھلا! انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے نہیں دیا جائے گا اس لیے انہیں حش کو کب میں دفن کیا گیا۔

جب بنو امیہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس احاطے کو بھیجے کے قبرستان میں شامل کر دیا چنانچہ آج کل یہ احاطہ بنو امیہ کا قبرستان ہے۔

بے حرمتی کا ارادہ:

عبداللہ بن موسیٰ مخزومی کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوئے تو (دشمنوں نے) ان کا سر کاٹ لینے کا ارادہ کیا اس پر حضرت نائلہ اور حضرت ام المہین لاش پر گر پڑیں اور انہیں اس کام سے باز رکھا۔ وہ چیخنے چلانے لگیں انہوں نے اپنا منہ پیٹ لیا تھا اور کپڑے پھیلے تھے اس پر ابن عدیس نے کہا ”نہیں (اسی حالت میں چھوڑ) چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ کی لاش کو غسل دیے بغیر بھیجے گئے انہوں نے چاہا کہ جنازوں کے مقام پر ان پر نماز (جنازہ پڑھی) جائے۔ مگر انصار نے انہیں روک دیا۔ جب حضرت عثمان غنیؓ کا جنازہ دروازہ پر رکھا تو عمیر بن صہابیؓ ان کی لاش پر کود کر کہنے لگا:

”تم نے میرے باپ صہابیؓ کو قید کر دیا اور وہ قید خانے میں مر گیا تھا اس طرح ان کی ایک پہلی ٹوٹ گئی تھی۔“

تدفین میں عجلت:

مالک بن ابی عامر فرماتے ہیں ”جب حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوئے تو میں بھی ان کا جنازہ اٹھانے والوں میں سے تھا۔ ہم ان کے جنازے کو اس قدر جلد لے جا رہے تھے کہ ایک دروازے سے ان کا سر نکل آیا اس وقت ہم پر بہت خوف و دہشت طاری تھی۔ جا آئیں ہم نے انہیں حش کو کب میں دفن کر دیا۔“

حضرت نائلہ کا پیغام:

سیف کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوئے تو حضرت نائلہ نے عبدالرحمن بن عدیس کے پاس یہ پیغام بھیجا تم میرے سب سے قریبی رشتہ دار ہو اس لیے میں یہ حق رکھتی ہوں کہ تم میرا کام انجام دو وہ یہ ہے کہ تم ان مردوں کو مجھ سے دور کر دو۔ اس پر وہ انہیں دھمکانے اور سب و شتم کرنے لگا۔

رات کو تدفین:

جب آدھی رات ہوئی تو مردان حضرت عثمان غنیؓ کے گھر آئے وہاں زید بن ثابتؓ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ حضرت علیؓ حضرت حسنؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ اور دیگر صحابہؓ فرما دیے کہ انہیں بھی پہنچے جنازے کے مقام پر عورتیں اور بچے بھی پہنچے پھر وہ حضرت عثمان غنیؓ کے جنازہ کو لائے اور مردان نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر وہاں سے وہ بھیجے کے قبرستان لے گئے اور وہاں (حش کو کب) کے مقام کے قریب انہیں دفن کر دیا۔

غلاموں کی تدفین:

جب صبح ہوئی تو حضرت عثمان غنیؓ کے ان غلاموں کے جنازوں کو بھی وہاں لایا گیا جو ان کے ساتھ شہید ہوئے تھے تو اس

وقت لوگوں نے انہی وہاں دفن کرنے سے روکا تو انہیں حش کو کوب میں دفن کر دیا گیا۔

مزار عثمانؓ جو تختہ کے قریب تدفین:

جب شام ہوئی تو ان میں سے دو غلاموں کو نکال کر حضرت عثمانؓ کے مزار کے پہلو میں دفن کیا گیا ان میں ہر ایک ساتھ پانچ مرد اور ایک عورت فاطمہ ام ابراہیم بن عدی تھیں پھر یہ لوگ لوٹ کر کنانہ بن بشر کے پاس آئے اور کہنے لگے۔
دو لاشوں کا حشر:

آپ ہمارے سب سے قریبی رشتہ دار ہیں اس لیے آپ اجازت دیں کہ ان دونوں لاشوں کو جو گھر میں پڑی ہیں نکالا جائے۔ اس نے ان (دشمنوں) سے اس بارے میں گفتگو کی مگر وہ نہیں مانے۔ آخر کار اس نے کہا ”میں اہل مصر میں سے آل عثمان کا پڑوسی ہوں تم ان دونوں لاشوں کو نکلو کر پھینک دو۔ چنانچہ ان دونوں لاشوں کو تانگوں سے تھمیت کر سڑک پر پھینک دیا گیا اور انہیں کتوں نے کھالیا۔

شہید غلاموں کے نام:

ان دونوں غلاموں کے نام جو دار عثمانؓ کے محاصرہ کے وقت شہید ہوئے تھے تنجج اور صبیح تھے چنانچہ ان کی فضیلت اور کارناموں کی وجہ سے بالعموم غلاموں کے نام انہیں دونوں غلاموں کے نام پر رکھے جانے لگے۔ تیسرے غلام کا نام (جو شہید ہوا) لوگوں کو یاد نہیں رہا۔

عسل کے بغیر تدفین:

حضرت عثمانؓ کو غسل نہیں دیا گیا تھا انہیں انہی کپڑوں میں اور خون میں کھلتا یا گیا اسی طرح ان دونوں غلاموں کو بھی غسل نہیں دیا گیا۔

حضرت قحعی کی روایت:

حضرت قحعی کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ جو تختہ رات کے وقت مدفون ہوئے اور مروان بن الحکم نے ان پر نماز (جنازہ) پڑھائی۔ ان کے پیچھے ان کی صاحبزادی اور حضرت نائلہ بنت فراقہ روتی ہوئی تھیں۔



تاریخ شہادت

حضرت عثمان غنیؓ کی تاریخ شہادت میں (اختلاف ہے البتہ تمام راویوں کا) اس پر اتفاق ہے کہ ان کی شہادت ۷ ذوالحجہ میں ہوئی ایک روایت یہ ہے کہ آپ کی شہادت ۱۸/ ذوالحجہ ۳۶ھ میں ہوئی مگر جمہور اور راویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ ۱۸/ ذوالحجہ ۳۵ھ میں شہید ہوئے۔

۳۶ھ کی روایت:

محمد اُضحیٰ اور ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ بروز جمعہ ۱۸/ ذوالحجہ ۳۶ھ میں عصر کے بعد شہید ہوئے ان کی مدت خلافت بارہ سال سے بارہ دن کم تھی۔ اور ان کی عمر شریف بیاسی سال تھی۔ مصعب بن عبد اللہ نے بھی اپنی روایت میں یہی تاریخ اور یہی وقت بتایا ہے۔

۳۵ھ کی روایت:

دوسرے راویوں کی روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ ۱۸/ ذوالحجہ ۳۵ھ میں شہید ہوئے۔ حضرت عامر شعبی کی روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ اپنے گھر میں بائیس دن تک محصور رہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے پچیسویں سال ۱۸/ ذوالحجہ کی صبح کو شہید ہوئے۔

دیگر روایات:

ابو معشر کی روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ جمعہ کے دن بتاریخ ۱۷/ ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے ان کی مدت خلافت بارہ سال سے بارہ دن کم تھی۔

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ جمعہ کے دن بتاریخ ۱۸/ ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے حضرت عمر غنیؓ کی شہادت کے بعد وہ گیارہ سال گیارہ مہینے اور بائیس دن خلیفہ رہے۔

ابن عقیل نے بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت ۳۵ھ میں ہوئی۔

شہادت کا وقت:

سیف کی مشہور سلسلہ روایت کے مطابق حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت بروز جمعہ بتاریخ ۱۸/ ذوالحجہ دن کے آخری وقت ہوئی۔ دوسرے راویوں کا بیان ہے کہ ان کی شہادت چاشت کے وقت ہوئی۔

جمعہ کی صبح:

ہشام بن العلیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت جمعہ کی صبح کو بتاریخ ۱۸/ ذوالحجہ ۳۵ھ کو ہوئی ان کی مدت خلافت بارہ سال سے آٹھ دن کم تھی۔

جمعہ کی صبح:

ہشام بن النکعی کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت جمعہ کی صبح کو تاریخ ۱۸ / ذوالحجہ ۳۵ھ کو ہوئی ان کی مدت خلافت بارہ سال سے آٹھ دن کم تھی۔

مخزمہ بن سلیمان والہی کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت مذکورہ بالا دن اور تاریخ میں چاشت کے وقت صبح ہوئی۔

ایام تشریق کی روایت:

بعض راویوں کا بیان یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ایام تشریق (قربانی اور تکبیریں پڑھنے کے دنوں) میں ہوئی چنانچہ حضرت زہری کا قول ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ شہادت ایام تشریق میں ہوئی۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ بروز جمعہ تاریخ ۱۸ / ذوالحجہ شہید ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر شریف

ہمارے پیشرو راویوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر میں بھی اختلاف کیا ہے بعض کا قول یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر بیاسی سال تھی چنانچہ محمد بن عمر کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر شہادت کے وقت بیاسی سال تھی مخزمہ بن سلیمان والہی نے بھی ان کی عمر بیاسی سال بتائی ہے صالح بن کیسان کا بیان ہے کہ ان کی عمر بیاسی سال سے چند مہینے زیادہ تھی۔

عمر میں اختلاف:

کچھ راویوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کی عمر نوے یا اٹھاسی تھی۔ یہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے ہشام بن محمد نے آپ کی عمر شہادت کے وقت پچھتر سال بتائی ہے سیف بن عمر نے کئی راویوں کی طرف اس قول کو منسوب کیا ہے کہ شہادت کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ قتادہ کی ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کی عمر چھیاسی سال تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک

حسن بن ابی الحسن بیان کرتے ہیں جب میں مسجد میں داخل ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی چادر پر سہارا لیے ہوئے بیٹھے تھے جب میں نے غور سے دیکھا تو آپ خوب صورت تھے آپ کے چہرے پر چپک کے معمولی نشان تھے اور ان کے بال ان کے بازوؤں تک پھیلے ہوئے تھے۔

مشہور روایت:

ابن سعد نے محمد بن عمر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ کہ وہ (محمد بن عمر) کہتے ہیں میں نے حنین مشہور آدمیوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حلیہ مبارک کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے ان کے بیانات میں اختلاف نہیں پایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قد و

قامت کے لحاظ سے نہ بہت لمبے تھے اور نہ پست قد تھے وہ خوبصورت تھے ان کی جلد نرم و ملائم تھی ان کی داڑھی بہت گھنی تھی وہ گندم گون تھے دونوں کندھوں کے درمیان کا حصہ بہت بڑا تھا اور ان کے سر کے بال بہت گھنے تھے۔

امام زہری کی روایت:

زہری فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ درمیانہ قد و قامت کے تھے ان کے بال خوبصورت تھے چہرہ بھی حسین و جمیل تھا۔

ہجرت و اسلام:

ابن سعد کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس سے بہت پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلی دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور دوسری دفعہ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دونوں ہجرتوں کے موقع پر ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ بنت رسول اللہ ﷺ ساتھ تھیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت و نسب

ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دور جاہلیت میں کنیت ابو عمرو تھی جب اسلامی دور آیا تو ان کی زوجہ محترمہ رقیہ رضی اللہ عنہ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے ایک صاحبزادے کو لد ہوئے جن کا نام عبداللہ تھا لہذا مسلمان آپ کو ابو عبداللہ کی کنیت سے پکارنے لگے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سچے سال کے ہوئے تو ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ مار دی جس کی وجہ سے وہ بیمار ہو گئے اور ماہ جمادی الاول ۳ھ میں وفات ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز (جنازہ) پڑھائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قبر میں اتارا بشام بن محمد کا قول ہے کہ ان کی کنیت صرف ابو عمرو تھی۔

نسب نامہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا (والدین سے) نسب نامہ یہ ہے:

عثمان بن عفان بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔

ان کی والدہ کا نسب و نام یہ ہے:

اروی بنت کریم بن ربیع بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔

ان کی نانی ام حکیم بنت المطلب تھیں۔



اہل و عیال

ان کی ازواج میں سے رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثومؓ تھیں۔ حضرت رقیہؓ نے
سے عبداللہ بن جحش پیدا ہوئے۔

حضرت فاختہؓ بنی سہمی:

ایک زوجہ محترمہ فاختہ بنت غزوہ ان تھیں جو قبیلہ مازنی کی تھیں ان سے ایک صاحبزادے تولد ہوئے جن کا نام بھی عبداللہ تھا وہ
عبداللہ الاصغر کہلاتے تھے وہ فوت ہو گئے ایک زوجہ محترمہ ام عمرو بنت جندب قبیلہ ازد سے تھیں ان سے یہ اولاد پیدا ہوئی۔ عمرو خالد
ابان عمرو اور مریم۔

حضرت فاطمہؓ بنی سہمی:

فاطمہ بنت ولید قبیلہ مخزوم کی تھیں۔ ان سے ولید اور سعید تولد ہوئے۔

حضرت ام المہیننؓ بنی سہمی:

ام المہینن بنت عموہ قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان سے عبدالملک بن عثمانؓ تولد ہوئے جو فوت ہو گئے تھے۔

حضرت امہؓ بنی سہمی:

امہ بنت شیبہ کے بطن سے عائشہؓ ام ابانؓ ام عمرو اور دوسری صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

حضرت نائلہؓ بنی سہمی:

نائکہ بنت فرائصہ قبیلہ کلب سے متعلق تھیں۔ ان کے بطن سے مریم بنت عثمانؓ تولد ہوئیں۔

دیگر اولاد:

ہشام بن الکھمی کی روایت ہے کہ ام المہینن بنت عموہ کے بطن سے عبدالملک اور قتیبہ تولد ہوئے اور نائلہ کے بطن سے قتیبہ
ہوئے۔

واقدی کا بیان ہے کہ حضرت نائلہؓ بنی سہمی سے حضرت عثمانؓ بنی سہمی کی ایک صاحبزادی تولد ہوئیں جن کا نام ام المہینن بنت عثمانؓ
تھا ان کا نکاح عبداللہ بن یزید بن ابی سفیان سے ہوا۔

آخری ازواج:

جب حضرت عثمانؓ بنی سہمی شہید ہوئے تو اس وقت ان کے پاس مندرجہ ذیل ازواج موجود تھیں: ① امہ بنت شیبہ ② نائلہ
③ ام المہینن بنت عموہ ④ فاختہ بنت غزوہ۔ علی بن محمد کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ بنی سہمی نے محصور ہونے کے وقت ام المہینن کو
طلاق دے دی تھی۔ مذکورہ بالا اہل و عیال کی یہ کل تعداد ہے جو عہد جاہلیت اور اسلام میں تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمال و حکام

عبدالرحمن بن زناور روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوئے تو اس سال مندرجہ ذیل حکام و عمل مختلف علاقوں پر تھے:

یکم معظمہ کے حاکم عبداللہ بن الحضرمیؓ تھے۔ طائف کے حاکم قاسم ابن ربیعہ ثقفیؓ تھے صنعا (یمن) کے حاکم جلی بن مہیہؓ تھے۔ جند کے حاکم عبداللہ بن ربیعہؓ تھے۔

علاقہ عراق کے حکام:

بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامرؓ تھے جب وہ وہاں سے نکل آئے تو اس وقت تک حضرت عثمان غنیؓ نے کسی کو مقرر نہیں کیا تھا کوفہ کے حاکم سعید بن العاصؓ تھے انہیں بھی وہاں سے نکالا گیا تھا اس کے بعد وہ وہاں جا نہیں سکے۔

حاکم مصر:

مصر کے حاکم عبداللہ بن سعد بن سرحؓ تھے جب وہ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس آئے تو محمد بن ابی حذیفہ نے مصر کی حکومت پر قبضہ کر لیا عبداللہ بن سعدؓ نے سائب بن ہشام عامریؓ کو مصر میں اپنا جانشین بنایا تھا مگر محمد بن حذیفہ نے انہیں نکال دیا تھا۔

علاقہ شام کے حکام:

شام کے حاکم حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ بنے تھے۔

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوئے تو شام کے (پورے علاقے کے حاکم امیر معاویہؓ تھے) اور حضرت معاویہؓ کی طرف سے حمص کے حاکم عبدالرحمن بن خالد بن ولیدؓ قسریں کے حاکم حبیب بن مسلمہؓ تھے۔ اردن کے حاکم ابوالاعور بن سفیانؓ تھے۔ فلسطین کے حاکم عاتقہ بن حکیم کنانیؓ تھے۔ بحری علاقوں کے حاکم عبداللہ بن قیس فزاریؓ تھے۔ اور شام کے قاضی حضرت ابوالدرداءؓ تھے۔

عراق و ایران کے حکام:

سیف عطیہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کوفہ میں نماز پڑھتے تھے اور سواہ عراق کا خراج وصول کرنے کے لیے جابر سزنیؓ اور ساک انصاریؓ مقرر تھے۔ جنگ کے سپہ سالار قحطاع بن عمروؓ تھے۔ قریبہاء کے حاکم جریر بن عبداللہؓ تھے۔ آذربائیجان پر اعدت بن قیس (حاکم مقرر) تھے۔ حلوان پر حصیہ بن النہاس (حاکم) تھے۔ ہادہ پر حاکم مالک بن حبیب (حاکم مقرر) تھے اصفہان کے حاکم سائب بن اقرع اور ماسہدان کے حاکم حبش تھے۔ ہمدان کے حاکم نسیر تھے۔ اور رے کے سعید بن قیسؓ حاکم تھے۔

بیت المال کے منتظم عقبہ بن عمروؓ تھے اس زمانے میں حضرت عثمان غنیؓ کے قاضی زید بن ثابتؓ تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشہور خطبات

حضرت عقبہ بن ہشام کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت کی بیعت لینے کے بعد یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

پہلا خطبہ:

اما بعد! مجھ پر (خلافت کا) بار ڈال دیا گیا ہے اور میں نے اسے قبول کیا ہے مگر آگاہ ہو جاؤ کہ میں (اپنے پیش روؤں کی) اتباع کروں گا اور کوئی نئی بات (بدعت) نہیں نکالوں گا۔

اللہ بزرگ و برتر کی کتاب اور سنت نبی ﷺ کی اتباع کے بعد میں تین باتوں پر کار بند رہوں گا میں تمہارے متفقہ فیصلہ اور مشورہ کی تعمیل کروں گا اور متفقہ طریقہ جو تم نے مقرر کیا اس میں اہل قبر کی سنت اور طریقے پر چلوں گا میں ضروری حقوق ادا کرنے کے علاوہ اور باتوں میں تم سے کوئی تعرض نہیں کروں گا۔

دنیا کی کوشش:

آگاہ ہو جاؤ کہ دنیا بہت سربز نظر آتی ہے لوگوں کو بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور بہت سے لوگ اس کی طرف مائل ہو گئے ہیں مگر تم دنیا کی طرف مائل مت ہونا اور نہ اس پر بھروسہ کرنا کیونکہ وہ اعتماد کے قابل نہیں ہے اور خوب جان لو کہ دنیا اس کو چھوڑے گی جو اسے ترک کر دے گا۔

آخری خطبہ:

بدر بن عثمان کے چچا بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجمع کے سامنے جو آخری خطبہ دیا وہ یہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ بزرگ و برتر نے تمہیں دنیا اس لیے عطا کی ہے کہ تم اس کے ذریعہ آخرت کو حاصل کرو۔ اس نے تمہیں دنیا اس لیے عطا نہیں کی ہے کہ تم اس کی طرف مائل ہو جاؤ دنیا فانی ہے اور آخرت کا زمانہ ہمیشہ باقی رہے گا اس لیے تم اس فانی دنیا پر ہرگز نہ فخر کرو۔ اور یہ دنیا تمہیں آخرت کی زندگی سے غافل نہ کر دے بلکہ تم دائمی زندگی کو ترجیح دو کیونکہ دنیا ختم ہو جائے گی اور تمہیں اللہ کی طرف لوٹنا ہوگا۔

تقویٰ اور اتحاد کی تلقین:

تم اللہ بزرگ و برتر سے ڈرتے رہو کیونکہ اس کا خوف اس کے عذاب سے ڈھال کا کام دے گا اور اس (سبک پینچے) کا ذریعہ اور وسیلہ ہے تم اللہ کے انتظامات سے ڈرتے رہو اور اپنی جماعت کا ساتھ دو اور مختلف گروہوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ تم اللہ کے اس لطف و کرم کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر اسی خدا نے تمہارے دلوں کو متحد کیا اور اس کی مہربانی کی بدولت تم بھائی بھائی ہو گئے۔

نماز کی امامت

ربیعہ بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ (جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر محصور کیا گیا تو) سعد القرظ مؤذن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا "کون لوگوں کو نماز پڑھائے گا؟"

حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم خالد بن زید رضی اللہ عنہ کو پکارو" (کہ وہ نماز پڑھائیں) چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی۔ اس دن یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نام خالد بن زید رضی اللہ عنہ ہے۔ چند دنوں تک وہ نماز پڑھاتے رہے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی امامت:

عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مؤذن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں نماز (پڑھانے) کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا "میں نماز پڑھانے نہیں جاؤں گا تم اس کے پاس جاؤ جو نماز پڑھائے"۔ مؤذن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے اس دن نماز پڑھائی جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آخری مرتبہ محصور ہوئے تھے اور یہ وہ رات تھی جب کہ ذوالحجہ (بقرعید) کا چاند دکھائی دیا تھا۔ پھر وہی نماز پڑھاتے رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت:

جب عید (بقرعید) کا دن آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز پڑھائی اور وہی نماز پڑھاتے رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہوئے تو حضرت ابویوب انصاری نے چند دنوں تک نماز پڑھائی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ اور عید کی نماز پڑھائی تاکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔



شہادت عثمان رضی اللہ عنہ پر مرثی

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد متعدد شعراء نے نظمیں لکھیں کچھ شعراء نے آپ کی مدح کی اور نو حد تک کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان کی شہادت پر خوش ہوئے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی مدح کرنے والے شعراء میں مشہور حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ کعب بن مالک انصاریؓ اور جمیم بن ابی بن ثعلبؓ ہیں۔

حضرت حسان بن ثابتؓ کے مرثی:

حضرت حسان بن ثابتؓ نے آپ کے مرثیہ اور تعریف میں مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں اور ان میں قاتلوں کی جھوٹ بھی ہے۔ (اشعار کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے):

- ① کیا تم نے سرحدوں پر جہاد کرنا ترک کر دیا ہے؟ کدھمہؓ کے حزار کے قریب آ کر ہم سے جنگ کی۔
- ② تم مسلمانوں کے بہت برے طریقے پر گامزن ہوئے۔ اور وہ بہت برا کام تھا۔ جس کے یہ بدکار لوگ مرتکب ہوئے۔
- ③ (شہادت کی) رات نبی کریمؐ کے صحابہ کرامؓ (اس طرح شہید ہوئے کہ وہ) قربانی کے اونٹ معطوم ہوتے تھے جنہیں مسجد کے دروازے پر ڈنک کیا جا رہا ہو۔
- ④ میں ابو عمروؓ (حضرت عثمان غنیؓ) کا ماتم کرتا ہوں وہ اپنی آزمائش میں پورے اترے اور اب وہ (قبرستان) بقیع الغرقہ میں آرام فرما ہیں۔

دوسرا مرثیہ:

- دوسری نظم میں حضرت حسان بن ثابتؓ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:
- ① اُمّ (آج) ابن اروی (حضرت عثمان غنیؓ) کا گھر تباہ ہو گیا ہے (اس کا) ایک دروازہ گرا ہوا ہے اور دوسرا دروازہ جل کر ویران ہو گیا ہے۔
 - ② تو کبھی ایسا بھی زمانہ تھا کہ اس گھر پر پہنچ کر حاجت مندا پنی حاجت روانی کرتا تھا اور یہاں ذکر الہی اور شرافت کے کاموں کا چرچا تھا۔
 - ③ اے لوگو! اپنے آپ کو لٹائیاں کرو کیونکہ اللہ کے نزدیک جھوٹ اور جھج بڑھائیں ہوتے ہیں۔
 - ④ تم شہنشاہ عالم کا حق ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور ایسے حملہ کا اعتراف کرو جس کے آگے پیچھے (حملہ آوروں کے) گروہ تیار ہوں۔

حضرت کعب بن ثعلبؓ کا مرثیہ:

حضرت کعب بن مالک انصاریؓ جو عثمانؓ (اشعار میں) فرماتے ہیں:

۱۔ ہوش اُڑ گئے ہیں اور آنسو لگا کا تار بہہ رہے ہیں۔

- ۲۔ ایک بہت خوف ناک حادثہ رونما ہو گیا ہے جس نے پہاڑوں کو گرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔
 - ۳۔ خلیفہ کی شہادت بہت غم ناک واقعہ ہے اور اس کی وجہ سے نہایت خطرناک مصیبت نازل ہو گئی ہے۔
 - ۴۔ خلیفہ کی شہادت پر ستارے مانند بڑے گئے ہیں اور روشن آفتاب میں روشنی باقی نہیں رہی ہے۔
 - ۵۔ مجھے کس قدر افسوس ہوا جب لوگ اپنے کندھوں پر ان کا جنازہ لے کر گئے۔
 - ۶۔ جب انہوں نے قبر میں اپنے بھائی کو اتارا تو قبر نے کن کن چیزوں کو پوشیدہ کیا۔
 - ۷۔ (اس قبر میں) بخشش سخاوت اور سیاست پوشیدہ ہے اور وہ نیکی بھی جو سب سے آگے بڑھ کر جاتی تھی۔
 - ۸۔ کہتے ہیں کہ تم تھے جن کی خبر گیری کی جاتی تھی اب وہ تباہ و برباد ہو گئے۔
 - ۹۔ وہ ہمیشہ ان کا خیال رکھتے تھے اور ان کی تکالیف کو دور کرتے تھے۔
 - ۱۰۔ آج وہ (حضرت عثمان غنیؓ) بقیع میں آرام فرما ہیں اور وہ (مسلمان) منتشر ہو گئے ہیں۔
 - ۱۱۔ انھوں نے اپنے امام (خلیفہ) کو شہید کیا ہے جو بہت نیک اور پاک دامن تھا اس لیے ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔
 - ۱۲۔ وہ ظلم و بردباری کے ساتھ بار خلافت اٹھا رہے تھے۔ ان کی نیکی اور شرافت شہرہ آفاق تھی۔
 - ۱۳۔ اے عثمان! انھوں نے تمہیں بے قصور شہید کیا ہے۔ انھوں نے تجھے گھر کی چھت کے نیچے جا کر شہید کیا ہے۔
- حضرت حسان بن ثابتؓ کا تیسرا مرثیہ:

حضرت حسان بن ثابتؓ نے ایک تیسری نظم میں (شہادت عثمانؓ کے موقع پر) یوں ارشاد فرمایا ہے:

اہل شام کی حمایت:

- ۱ جو شخص خالص اور بے میل موت سے خوش ہوتا ہو۔ اسے چاہیے کہ وہ حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کے معرکے کو دیکھے۔
- ۲ (اے لوگو!) صبر کرو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ کیونکہ مصیبت میں صبر کرنا مفید ثابت ہوتا ہے۔
- ۳ ہم اہل شام اور اس کے امیر کے اقدام سے خوش ہیں اور ہمیں اپنے بھائیوں کے بدلے بھائی مل گئے ہیں۔
- ۴ میرا انہی لوگوں سے تعلق قائم ہے خواہ وہ حاضر ہوں یا غائب ہوں اور جب تک میں زندہ ہوں اور میرا نام حسان ہے۔ (میں انہی سے تعلق رکھتا ہوں)
- ۵ تم بہت جلدان (دشمنوں) کے علاقوں میں غزوہ نکیر سنو گے اور (لوگ) عثمانؓ کے انتقام کے نعرے بلند کریں گے۔

حاباب بن یزید کا مرثیہ:

فرزدق شاعر کے چچا حباب بن یزید عاصمی کے یہ اشعار ہیں:

- ۱ تمہارے باپ کی قسم! تم مت گھبراؤ کیونکہ اب خیر و برکت بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔
- ۲ مسلمان اپنے دین میں کمزور ہو گئے ہیں۔ اور (حضرت) عثمان بن عفان (کی شہادت) نے طویل شر و فساد پھوڑا ہے۔
- ۳ اے ملامت کرنے والو! ہر انسان کو فنا ہونا ہے۔ اس لیے تم اللہ کے راستے پر خوش اسلوبی سے چلے رہو۔



تاریخ الامم والملوک

تاریخ طبری

جلد سوم

تصنیف: علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۲۰ھ

خلافت راشدہ حصہ دوم (۳۲۰ تا ۴۰۰ھ)

ترجمہ: حبیب الرحمن صدیقی فاضل دیوبند

اس حصہ میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد مدینہ میں جو واقعات پیش آئے حضرت علیؓ کی بیعت، حضرت عائشہؓ اور حضرت زبیرؓ وغیرہ کا اختلاف جنگ جمل، جنگ صفین، واقعہ حکیم، فرقہ خارجیہ سے حضرت علیؓ کی جنگ اور شہادت کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

نفس اکو بازار کراچی طبعی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دورِ خلافت

از

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

تاریخ طبری کے جس حصہ کا یہ ترجمہ ہے وہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ خلافت پر مشتمل ہے تاریخ اسلام کا یہ اگرچہ ابتدائی دور ہے اور خلافت راشدہ کا دور کہلاتا ہے۔ لیکن حوادث و واقعات کی وجہ سے بہت ہی اہم حصہ ہے۔ اب تک وفات رسول اللہ ﷺ (رتب الاوّل ۱۱ھ) سے لے کر ۳۵ھ تک یہ ہوتا رہا تھا کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کے بعد عامۃ المسلمین کی آزادانہ رائے سے خلیفہ منتخب ہوتے رہے۔ اگرچہ ان بزرگوں کے انتخاب میں کوئی پرچارے وہی نہیں استعمال کیا گیا تھا اور نہ خفیہ رائے وہی کا موجودہ جمہوری طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ کیونکہ لوگ عام طور پر دیانت دار اور جرأت مند تھے کسی کے خوف سے اپنی رائے کو چھپانے اور منافقت اور "یقین کے خلاف عمل اور عس کے خلاف یقین" سے آشنا نہ تھے ایک بڑھتی اور ابھرتی قوم کی طرح سادگی کے ساتھ اپنا سر دار و سربراہ منتخب کرتے رہے تھے اگر کسی کو اختلاف ہوتا تو برملا کہہ دیتا اس کے بعد جو فیصلہ اکثریت کا ہو جاتا اسے بدل و جان قبول کر لیتے۔ اس طرح مسلمانوں کا قافلہ آگے بڑھ رہا تھا۔ اشخاص سے غلطی بھی ہوتی تھی اور شخصی تردی بھی ایک دو مثلین مٹی ہیں مگر مرکز سے کھلی بندوت اور سرکشی کی کوئی منظم شکل نہیں ملتی ہے۔ خلافت اولیٰ کے مقابلہ میں فوجی حرکت اسلام سے مرتد ہو جانے والوں کی سعی تھی اہل ایمان کی باہمی آویزش نہ تھی۔

خلیفہ ثالث سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف ان کے آخر زمانے میں مصر سے ایک طوفان اٹھا اور عراق کے نو عمر بھی مصری نو عمروں کے ساتھ مل گئے۔ یہودی سازش نے مسلمانوں سے انتقام لینے کا ایک وسیع منصوبہ بنایا اور ناوقت و جاں نو عمروں نے اس ناپاک منصوبہ میں شرکت کر کے ایک منظم بغاوت کی شکل دے دی اور نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ راشد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی مقدس سرزمین پر بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ مسلمان کہانے والوں نے خود اپنے ہی خلیفہ کو شہید کر کے اندرونی فساد اور باہمی نزاع کی بنیاد رکھی۔

اس نے جد سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امت کی خدمت سمجھ کر ان سے بیعت لے لی تاکہ لوگوں کو امن و امان میسر آجائے۔ وودیانیت داری اور اخلاص کے ساتھ یہ رائے رکھتے تھے کہ وہ ان لوگوں

کو قابو میں رکھ کر بد نظمی کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خون ناحق ہوا اور عدالت نے کام نہ کیا۔ نہ کوئی گرفتار کیا گیا نہ کسی پر مقدمہ چلایا اور نہ کوئی عدم ثبوت میں رہا کیا گیا۔ ایسا اس لیے ہوا کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اختلافات کی آغوشوں نے اس کا موقع نہ دیا۔ ان کی ساری قوت مخالف طوفانوں کو روکنے میں گزری۔

عدالت کی بلا دستی اگر ختم ہو جائے تو کسی قوم یا ملک کا کیا حال ہو گا خود سوچ لیجیے۔ اس لیے مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ ان اختلافات کے باعث سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو قبول نہ کر سکا اور خون عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کرتا رہا صورت حال اور بگڑتی گئی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس سلسلے میں بے مثال ہے۔ ایک بیوہ عورت جس کی کوئی اولاد نہیں جس کے پاس خزانہ نہیں، فوج نہیں کسی سیاسی جماعت کی سربراہ نہیں۔ وارث تحت و تاج نہیں۔ امیدوار عسکرانی نہیں لیکن اس ہے کسی و بے کسی کے باوجود ”عدالت کی بلا دستی“ کے بنیادی عمرانی اصول کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیتی ہے۔ یقیناً یہ بے مثال کارنامہ ہے۔

بہر حال جو کچھ ہوا نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ حق کے لیے کوشاں تھے۔ لیکن صورت حال اس قدر خراب ہو چکی تھی اور مخالفین اس قدر چمکے ہوئے تھے کہ کسی کی چلنے نہ پائی اور مسلمانوں کے مابین جمل اور صفین کے خونین ہنگامے بھی ہوئے اور تفریق امت کی لعنت بھی آگئی۔

اس تاریخ کا مصنف خود ایک جدید فرقہ کا بانی ہے اور یہ فرقہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدت مند ہے روایات مختلفہ کو ایک جگہ جمع کر کے اس نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور تاریخ اسلام پر یہ اہم ترین کتاب ہے لیکن روایات کو پرکھنے یا اصول تاریخ نویسی کے بموجب حوادث کی علت و اسباب یا اس کے اثرات و نتائج پیش کرنے کا کام وہ نہیں کرتا ہے۔ یہ الفاظ دیگر وہ علامہ ابن جریر طبری ہے علامہ عبد الرحمن ابن خلدون نہیں ہے۔ شاید اس لیے کہ اس وقت تک فلسفہ تاریخ پیدا نہ ہوا تھا۔ یہ اعزاز خداوند تعالیٰ نے پانچ سو سال کے بعد آنے والے فلسفی اور مؤرخ ابن خلدون کے لیے مقسوم کر رکھا تھا۔

نفس اکیڈمی نے اس عظیم الشان ضخیم کتاب ”تاریخ طبری“ کا مکمل ترجمہ شائع کر کے علم و فن کی کیا خدمت انجام دی ہے اس کو اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور یہ شل بالکل سچی ہے کہ۔

قد رخدمت راشناسد آں کہ خدمت راشناشت

ہم امید کرتے ہیں کہ اہل علم اس کتاب سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے اور ہماری خدمت کی داد دیں گے۔

وما توفیقی الا باللہ



فہرست موضوعات

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
					باب ۱
۳۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مکالمہ	۳۵	حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی خلافت علی رضی اللہ عنہ پر رضامندی	۱۷	خلافت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ابی طالب
۳۴	قریش کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی		اہل مدینہ کو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کی دھمکی	//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت
//	معاویہ کے بارے میں مغیرہ رضی اللہ عنہ کی رائے	//	اشتر کی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گفتگو	۱۸	بیت المال کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روش
۳۵	ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے	۳۶	سکسفی جلی	//	کلیلی بدقالی
//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ جنگ		سکیم بن جبلیہ کی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گفتگو	۱۹	حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت
//	ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دور اندیشی اور	//	کے ساتھ گفتگو	//	اشتر کی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دھمکی
//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سادگی	۳۷	بیعت عامہ	۲۰	جبری بیعت
۳۶	شاہ قسطنطین کا مسلمانوں پر حملہ		باب ۲		صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیعت علی رضی اللہ عنہ سے
	باب ۳، ۳۲، ۳۳	۳۸	نفاذ خلافت	//	گرین
۳۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گور	//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ		حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا مکالمہ
//	سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی واپسی	//	مصریوں کا وعدہ	۳۱	حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بیعت علی رضی اللہ عنہ پر
//	قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی دھمکی	۳۹	خلافت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجبوری		مجبور کیا گیا تھا
۳۸	اہل بصرہ کا اختلاف	//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قصاص سے بے بسی	۳۲	حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کا افسانہ
//	عمارہ کو قتل کی دھمکی	//	ساتھیوں کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے انکار	۳۳	قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا مدینہ پر قبضہ
//	عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یمن کو روانگی	۳۱	مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ	//	باغیوں کا سعد رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق
//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ	//	عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مشورہ	//	ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خلافت کی خواہش
۳۹	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام مرسلہ	۳۲	ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حج سے واپسی	//	طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کا خلافت سے انکار
//	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خاموشی	//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مغیرہ رضی اللہ عنہ کی رائے قبول کرنے سے انکار	۳۳	اشتر غلی کی حیل سازی
//	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست	//		//	بنو امیہ کا مدینہ سے فرار
۴۱	طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کی اجازت طلبی				

۱	اہل مدینہ کا طرز عمل	۱۱	مغیرہ اور سعید بن العاصؓ کی	۱	حضرت عائشہؓ کی خدمت میں
۲	حضرت حسنؓ جوڑی کی رائے	۱۲	تیمم کی	۲	قہرست مدنی روایت
۳	زیادہ مشورہ	۱۳	انصر عائشہؓ کی کوئی	۳	ظہیر بن جہش کی شہ
۴	شعربہؓ کی	۱۴	بچہ بنی واپسی	۴	حضرت عمر بن ابی بنی کی جنگ
۵	حضرت علیؓ کا اہل مدینہ سے خطاب	۱۵	نہایت سے مشورہ	۵	سے راجع
۶	اہل عمرؓ کا واقعہ	۱۶	عبدالرحمن بن عتابؓ کی امامت	۶	عثمان بن حنیفؓ کی جنتی تیریاں
۷	اہل عمرؓ کا عہدہ	۱۷	مروان بن ہشام	۷	حضرت طلحہؓ کی تقریر
۸	پت کا پتھر	۱۸	باب ۳	۸	حضرت عائشہؓ کا خطاب
۹	حضرت علیؓ جوڑی کا اہل مدینہ سے	۱۹	حضرت علیؓ جوڑی کا لہرہ کی جانب کوچ	۹	جاریہ بن قدامہؓ جوڑی کی حضرت
۱۰	خطبہ	۲۰	حضرت عبداللہ بن سلامؓ جوڑی کی	۱۰	عائشہؓ سے گفتگو
۱۱	حزیمہ کا انصار سے کوئی تعلق نہ تھا	۲۱	ہشام بن کوئی	۱۱	طلحہ و زبیرؓ سے ایک ٹکے کی
۱۲	بدھن کی فتنہ سے تیمم کی	۲۲	درویش شہاب کا فیصلہ	۱۲	مفتو
۱۳	زید بن خطابؓ کی شرکت	۲۳	حضرت حسنؓ جوڑی کی حضرت علیؓ جوڑی	۱۳	محمد بن طلحہؓ جوڑی کی رائے
۱۴	حضرت عائشہؓ کی شرکت	۲۴	سے تیز گفتگو	۱۴	ابوہریرہؓ کی جنگ
۱۵	حضرت عائشہؓ کی تقریر	۲۵	حضرت عائشہؓ کے لیے اونٹ کی	۱۵	ابوہریرہؓ کا مشورہ
۱۶	افضر کا جھوٹ	۲۶	خریداری	۱۶	تکیم بن جلدہ کی حضرت عائشہؓ سے
۱۷	قصاص عثمانؓ کی تیاریاں	۲۷	خواب کا چشمہ	۱۷	کی شان میں گستاخی
۱۸	ابو امیہؓ کا خلافت علیؓ جوڑی سے	۲۸	قصاص عثمانؓ جوڑی کا مطالبہ	۱۸	شرائک مسلح
۱۹	اختلاف	۲۹	اہل کو فساد میں یکٹائے زمانہ تھے	۱۹	عہدہ نہ
۲۰	بن کمد کا مشورہ	۳۰	اہل عمرؓ کا لشکر عائشہؓ سے	۲۰	کعبہ کی مدینہ آہ
۲۱	حضرت طلحہؓ کی رائے	۳۱	ساتھ جانے سے انکار	۲۱	حضرت اسامہ بن زیدؓ کا جواب
۲۲	جنت میں امیہ کی ادا	۳۲	حروہ بن ازہرؓ کی واپسی	۲۲	حضرت علیؓ جوڑی کا کہہ
۲۳	حضرت طلحہؓ کی واپسی	۳۳	حضرت عائشہؓ کی روایت پر	۲۳	عثمان بن حنیفؓ کی وعدہ خلافتی
۲۴	اہل فضلؓ کی خدمت	۳۴	لوگوں کا رنج و غم	۲۴	انصر عائشہؓ کا حملہ
۲۵	ایقانہ و جوڑی کی پیش کش	۳۵	مطالبہ قصاص کی وجہ	۲۵	عثمان بن حنیفؓ جوڑی کا حشر
۲۶	حضرت اسامہؓ کی پیش کش	۳۶	باب ۵	۲۶	جواب کا واقعہ
۲۷	حضرت عائشہؓ سے لیے اونٹ کی	۳۷	حضرت عائشہؓ کا لہرہ میں	۲۷	ظہیر بن جہشؓ کی تقریر
۲۸	خریداری	۳۸	واقعہ اور عثمان بن حنیفؓ سے جنگ	۲۸	عہدہ کی تقریر

۱۰۰	اہل کوفہ کے رؤسا	۷۶	عثمان بن حنیف جوڑو کی رہائی	۷۶	نصیر بن جبلی کی جنگ
۱۰۱	بصرہ کی جانب قاصد کی روانگی	۹۰	نصیر کے قتل کی خبر	۷۷	قاتلین عثمان جوڑو کا قلعہ
۱۰۲	قتلعہ جوڑو کی حضرت عائشہؓ سے	۷۷	قبیلہ بنو عبد القیس کی آمد	۷۷	نصیر کے شہر
۱۰۳	تہ نقتلو	۷۷	حضرت ابوموسیٰ جوڑو کا قاصدین کو	۷۷	نصیر کی موت وقت کی تقریر
۱۰۴	قتلعہ جوڑو کی زہیر وطلحہؓ سے	۷۸	جواب	۷۸	قاتلین عثمان جوڑو کا قتل
۱۰۵	نقتلو	۷۸	حضرت ابوموسیٰ جوڑو کی تقریر	۷۸	اہل شام کے نام خط وزیر حبشہ کا خط
۱۰۶	صلح کی امید	۷۹	اہام مسروق کی حضرت عمار جوڑو سے	۷۹	اہل کوفہ کے نام حضرت عائشہؓ سے خط
۱۰۷	کلیب کا خواب	۸۰	نقتلو	۸۰	خط
۱۰۸	حضرات زہیر وطلحہؓ کے بارے	۸۱	حضرت حسن جوڑو اور حضرت ابوموسیٰ	۸۱	حکیم کا قتل
۱۰۹	میں لوگوں کی رائے	۸۲	جوڑو کا مکالمہ	۸۲	بیت امان کا بندوبست
۱۱۰	حضرت عائشہؓ سے خط	۸۳	زہیر بن صوحان کی تقریر	۸۳	حکیم کا بیت المال پر حملہ
۱۱۱	کلیب کی محمد بن ابی بکرؓ سے گفتگو	۸۴	حضرت ابوموسیٰ جوڑو کی دوسری تقریر	۸۴	حضرت زہیر جوڑو کا جواب
۱۱۲	خلافت کے بارے میں حضرت علی	۸۵	زہیر بن صوحان کی جوابی تقریر	۸۵	حضرت زہیر جوڑو کا اعلان
۱۱۳	جوڑو کے خیالات	۸۶	قتلعہ بن عمرو جوڑو کی تقریر	۸۶	عقربہ کی صفوں سے گفتگو
۱۱۴	ابتداء جنگ	۸۷	سبحان کی تقریر	۸۷	حضرت عائشہؓ کا زہیر بن
۱۱۵	حضرت علی جوڑو کا اعلان	۸۸	حضرت عمار جوڑو کی تقریر	۸۸	صوحان کے نام خط
۱۱۶	اشتر کی اونٹ کی شکایت	۸۹	حضرت حسن جوڑو کی تقریر	۸۹	باب ۶
۱۱۷	اشتر کی حضرت علی جوڑو سے راز منگی	۹۰	بند بن عمرو کی تقریر	۹۰	حضرت علی جوڑو کا بصرہ کی جانب کوچ
۱۱۸	قاتلین عثمان جوڑو کا لشکر علی جوڑو	۹۱	جبر بن عدی جوڑو کی تقریر	۹۱	حضرت علی جوڑو کا اہل کوفہ کے نام خط
۱۱۹	سے فرار	۹۲	مقتب بن شیم اور اشتر کا واقعہ	۹۲	حضرت ابوموسیٰ اشعری جوڑو کا فیصلہ
۱۲۰	قاتلین عثمان جوڑو کا مشورہ	۹۳	لشکر کو روانگی	۹۳	حضرت علی جوڑو کا بنو سہل سے خطاب
۱۲۱	آخری فیصلہ	۹۴	عبد خیر کا حضرت ابوموسیٰ جوڑو سے	۹۴	محمد بن ابی بکر جوڑو کی کوفہ روانگی
۱۲۲	حضرت زہیر وطلحہؓ سے خط	۹۵	مکالمہ	۹۵	حضرت علی جوڑو کا خطبہ
۱۲۳	کعب بن سور کا اس کی قوم کا جواب	۹۶	اشتر کی حضرت علی جوڑو سے درخواست	۹۶	رفدہ جوڑو کے لڑکے کا فیصلہ
۱۲۴	طلحہ و زہیرؓ کے بارے میں	۹۷	ابوموسیٰ جوڑو کی تقریر	۹۷	حاج بن قریہ جوڑو کا فیصلہ
۱۲۵	حضرت علی جوڑو کے خیالات	۹۸	ابوموسیٰ کی شان میں اشتر کی استغاثاں	۹۸	حضرت علی جوڑو کی بصرہ روانگی
۱۲۶	حضرت علی جوڑو کا خطبہ	۹۹	باب ۷	۹۹	مرد کا بن کا واقعہ
۱۲۷	بنو قیس کی جنگ سے محمدؐ	۱۰۰	صلح کی گفت و شنید	۱۰۰	نہ موقوفی نہ آمد

حضرت عثمان بن عفانؓ کا صحابہ پر بیعت سے	112	محمد بن اھلیہ کی روایت	122	جھنڈے کی واپسی	132
سوال	113	صلح کا فیصلہ	123	جھنڈے کے نیچے قتل عام	133
خلافت علیؓ پر طلحہ و زبیرؓ کی رضامندی	114	باب ۸	124	تاریخ کا عجیب و غریب واقعہ	134
خلافت علیؓ پر حضرت عائشہؓ پر بیعت کی	115	جنگ جمل	125	قبیلہ غسان کی شجاعت	135
رضامندی	116	چالیس چھان بھڑک کی شیطنت	126	بغضہ کی شجاعت	136
احنف بن اھلہ کی پریشانی	117	حضرت عائشہؓ پر بیعت کی میدان میں	127	ان بن ہرثی کی جواں مردی	137
احنف بن اھلہ کی حضرت عائشہؓ پر بیعت	118	آہ	128	حضرت عمارؓ کی شجاعت	138
سے گفتگو	119	حضرت طلحہؓ کی شہادت	129	عمرو بن ابی سلمہ اور سیدہ العقیلیہ کا قتل	139
احنف بن اھلہ کی جنگ سے علیحدگی	120	جنگ جمل کی دوسری روایت	130	حارث بن عہدہ کا جرح	140
شہادت زبیرؓ کا واقعہ	121	حضرت علیؓ پر بیعت اور حضرت زبیرؓ کا بیعت	131	بغضہ کی جاں نثاری	141
ہاشم بن عبد مناف کی وفات	122	کامیابی	132	حضرت عائشہؓ پر بیعت کے لیے جانوں	142
حضرت ابو موسیٰؓ کی معزوری	123	قرآن اٹھانے کا حکم	133	کی قربانیاں	143
حضرت حسنؓ کی تقریر	124	ابتداء جنگ	134	ان بن ہرثی کا قتل	144
حضرت علیؓ کی کرامت	125	عبداللہؓ بن ابی مرثدہؓ کا زخمی	135	اوٹ کا قتل	145
کوئی لشکر	126	بونا	136	اشتر اور ابن ابی مرثدہؓ کا مقابلہ	146
حضرت علیؓ کی بیعت کی بصرہ آمد	127	حضرت عائشہؓ پر بیعت کی واپسی	137	اشتر اور عتاب بن اسیدؓ کا مقابلہ	147
شقیق بن ثور کی آمد	128	قائل زبیرؓ کے لیے جہنم کی	138	ان بن زبیر کی شجاعت	148
حضرت علیؓ کی طلحہ و زبیرؓ پر بیعت	129	بشارت	139	عمرو بن الاشرف کا قتل	149
سے گفتگو	130	حضرت زبیرؓ کی شہادت میں	140	عبداللہ بن مسعود کا قتل	150
حضرت زبیرؓ کی جنگ سے	131	احنف کا ہاتھ تھا	141	عتاب بن اسیدؓ کی شجاعت	151
غیر کی	132	قرآن اٹھانے کا حکم	142	علم برداروں کا قتل عام	152
حضرت عمرؓ بن حصینؓ اور بنو	133	قبیلہ زبیدی کا وفاداری	143	اوٹ کا قتل	153
عدی کا فیصلہ	134	حضرت عمارؓ کا حضرت زبیرؓ	144	کعب بن سور کی لاش کے ساتھ بے	154
کعب بن سور کی کوشش	135	بھڑک پر حملہ	145	حرقی	155
بنو حنظلہ کا فیصلہ	136	لشکر زبیرؓ کی شکست	146	اوٹ کی خاطر قتل عام	156
بغضہ کا فیصلہ	137	سہائیں کا قرآن قبول کرنے سے انکار	147	عمیر بن ہلب کا واقعہ	157
سرداران لشکر	138	سہائیں کا حضرت عائشہؓ پر حملہ	148	ہانی بن خطاب کے اشعار	158
صلح کی توقعات	139	کوفیوں کا حضرت عائشہؓ پر بیعت	149	ابو بکرؓ کا مہاجر	159

۱۶۴	تقرر	۱۶۴	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں	۱۶۴	عبدی بن حاتم جوڑو کا حشر
۱۶۵	مدینہ میں جنگ کی اطلاع	۱۶۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حاضری	۱۶۵	ابن اثیر رضی اللہ عنہ کا اشتر سے مقابلہ
۱۶۶	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روانگی کی تیاری	۱۶۶	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عبداللہ بن	۱۶۶	محمد بن طلحہ جوڑو کا قتل
۱۶۷	مقتولین کی کثرت	۱۶۷	خلف کے گھر میں قیام	۱۶۷	قتلعاء جوڑو کا قتل
۱۶۸	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عمار جوڑو کی گفتگو	۱۶۸	نماز کی حالت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ	۱۶۸	قتلعاء جوڑو کی تدفین
۱۶۹	باب ۹	۱۶۹	کی شہادت	۱۶۹	حضرت علی جوڑو کی پشیمانی
۱۷۰	امارت مصر محمد بن ابی حذیفہ کا قتل	۱۷۰	حکومت خوردو لوگوں کا حشر	۱۷۰	حضرت طلحہ جوڑو کی تدفین
۱۷۱	محمد بن ابی حذیفہ کی احسان فراموشی	۱۷۱	ابن عامر کا واقعہ	۱۷۱	ازید بن صوحان کا قتل
۱۷۲	مصر کی امارت پر قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا تقرر	۱۷۲	مروان کی جائے پناہ	۱۷۲	کعب بن سور کے بارے میں حضرت
۱۷۳	مصریوں کے نام حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط	۱۷۳	عبداللہ بن اثیر رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی	۱۷۳	علی جوڑو کی رائے
۱۷۴	قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا خطبہ	۱۷۴	بکر جوڑو	۱۷۴	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگ کی طلب
۱۷۵	اہل غربتا	۱۷۵	حضرت عائشہ اور علی رضی اللہ عنہما کا افسوس	۱۷۵	گاریہ قبیل
۱۷۶	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قیس رضی اللہ عنہ کے نام خط	۱۷۶	جنگ جمل کے مقتولین جنتی ہیں	۱۷۶	کعب بن سور کا قتل
۱۷۷	قیس رضی اللہ عنہ کا جواب	۱۷۷	گناہوں کی مغفرت	۱۷۷	مسلم بن عبداللہ جوڑو کا قتل
۱۷۸	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زبان	۱۷۸	مقتولین کی تدفین	۱۷۸	ابن ہشام کی جواں مردی
۱۷۹	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تدفین اور قیس رضی اللہ عنہ کی معزولی	۱۷۹	مقتولین کی تعداد	۱۷۹	عبداللہ بن اثیر رضی اللہ عنہ کی غلطی
۱۸۰	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جواب	۱۸۰	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں	۱۸۰	ابن ہشام کے اشعار
۱۸۱	قیس رضی اللہ عنہ کا جواب	۱۸۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حاضری	۱۸۱	ابن ہشام کا قتل
۱۸۲	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک نئی تدفیر	۱۸۲	توہین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی سزا	۱۸۲	عمیر بن ابی الحارث کا جواب
۱۸۳	قیس رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خط	۱۸۳	اہل بصرہ کی بیعت	۱۸۳	حارث بن قیس کے اشعار
۱۸۴	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جواب	۱۸۴	تقسیم مال	۱۸۴	شدت جنگ
۱۸۵	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک نئی تدفیر	۱۸۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اصول	۱۸۵	جنگ جمل کا چرچا
۱۸۶	قیس رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خط	۱۸۶	اشتر کا مذاق	۱۸۶	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر
۱۸۷	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک نئی تدفیر	۱۸۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی تدکوروں کی	۱۸۷	تیروں کی پوجھاڑ
۱۸۸	قیس رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خط	۱۸۸	اہل کوفہ کے نام فتح کا مراسلہ	۱۸۸	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا جنگ کے بعد
۱۸۹	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک نئی تدفیر	۱۸۹	زیاد اور عبدالرحمن بن ابی بکرہ کی عدم شرکت	۱۸۹	بصرہ میں قیام
۱۹۰	قیس رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خط	۱۹۰	ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بصرہ کی امارت پر	۱۹۰	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ اور عمار کی گفتگو
۱۹۱	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک نئی تدفیر	۱۹۱	ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بصرہ کی امارت پر	۱۹۱	امین بن ضعیفہ کی بدتمیزی

۱۵۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیامی جہاد کا حکم	۱۸۶	دریائے فرات پر پہنچنے کا حکم	۱۵۹	تنگو
۱۵۴	قیامی جہاد کا جواب	۱۸۷	اہل عانت کا پہنچانے سے انکار	۱۶۰	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیاد بن حصہ سے ملاقات
۱۵۵	محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی امارت مصر	۱۸۸	اشتر کی سپہ سالاری	۱۶۱	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وفد
۱۵۶	قیامی جہاد کا مکالمہ	۱۸۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط	۱۶۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب
۱۵۷	مردان کی بے وقوفی	۱۹۰	جہلی جنگ	۱۶۳	عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اور عائذ بن قیس کا
۱۵۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عہد نامہ	۱۹۱	اشتر کی دعوت مقابلہ	۱۶۴	خیم برداری پر مجھڑا
۱۵۹	محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ	۱۹۲	اشتر کی شیطنت	۱۶۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ
۱۶۰	محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی اہل خربتہ کو دھمکی	۱۹۳	پانی پر جنگ	۱۶۶	باب ۱۲
۱۶۱	مردان سے صلح	۱۹۴	محمد بن حنف کی شہادت	۱۶۷	ہر دو جانب سے جنگی تیاریاں اور
۱۶۲	خلیفہ بن طریف کی خراسان روانگی	۱۹۵	عبداللہ بن عوف کا بیان	۱۶۸	مورچہ بندی
۱۶۳	باب ۱۰	۱۹۶	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب قاصد کی روانگی	۱۶۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوجیوں کو چاربات
۱۶۴	جنگ صفین کی تیاریاں	۱۹۷	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ	۱۷۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا میدان صفین میں خطبہ
۱۶۵	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت	۱۹۸	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ	۱۷۱	انفکری تقسیم
۱۶۶	ایک بادی کی خلافت کے بارے میں ہشیش گوی	۱۹۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیغام	۱۷۲	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگی تیاریاں
۱۶۷	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب میلان	۲۰۰	جنگ صفین	۱۷۳	اہل عانت جنگ
۱۶۸	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیٹوں سے مشورہ	۲۰۱	اشتر کی شہادت	۱۷۴	۱۰۰ ہجری کا مقابلہ
۱۶۹	عمرو بن العاص کی شام کو روانگی	۲۰۲	باب ۱۱	۱۷۵	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور
۱۷۰	جریر بن عبداللہ کی پیغام بری	۲۰۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ بندی	۱۷۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ
۱۷۱	قیامی جہاد کا حکم	۲۰۴	جہلی جنگ	۱۷۷	محمد بن حنف رضی اللہ عنہ کو مقابلہ سے منع
۱۷۲	اشتر کی کینہ برداری	۲۰۵	جہلی جنگ	۱۷۸	۱۰۰ ہجری کا مقابلہ
۱۷۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفین روانگی	۲۰۶	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جواب	۱۷۹	۱۰۰ ہجری کا مقابلہ
۱۷۴	ولید کے اشعار	۲۰۷	ہشیش اور زید کی شہادت	۱۸۰	۱۰۰ ہجری کا مقابلہ
۱۷۵	انفکری جہاد کی روانگی	۲۰۸	یزید بن قیس کا خطاب	۱۸۱	۱۰۰ ہجری کا مقابلہ
		۲۰۹	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شہادت	۱۸۲	۱۰۰ ہجری کا مقابلہ
		۲۱۰	قاصد بن ابی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت	۱۸۳	۱۰۰ ہجری کا مقابلہ

۲۳۲	حضرت عمار غزوہ کا خطبہ	۲۲۲	عبداللہ بن ابی طالب کا واقعہ	۲۰۹	شیخ فخر بن موت پر بیعت
	حضرت عمار غزوہ اور حضرت عبید اللہ	۲۲۳	عبدالرحمن بن عمار اکنیدی کی شہادت	//	عبداللہ بن عدیل غزوہ کی تقریر
	بن عمر بن ابی طالب	//	قیس ابن عبدان کا زنی ہونا	۲۱۰	حضرت علی غزوہ کا خطبہ
	عمار غزوہ کا عمرو بن اعوس غزوہ کے	//	قیس ابن عبدان کا خطبہ	۲۱۱	یزید بن قیس ابن ابی کا خطبہ
۲۳۳	بارے میں ارشاد	۲۲۴	امامین کی ملاقات	۲۱۲	شعبہ علی غزوہ کی پسپائی
//	حضرت علی غزوہ کی شہادت	//	بہدان و سٹے کا مقابلہ	//	کیس بن موت علی غزوہ کا قتل
//	حضرت عمار غزوہ کا خطبہ	//	ابن اعوس کے اشعار	۲۱۳	حضرت حسن غزوہ کا جنگ سے گریز
//	حضرت عمار غزوہ کی شہادت	۲۲۵	نختر بن عبیدہ کی تقریر	//	اشتر علی کا بھگڑوں کو لگانا
	حضرت عبداللہ بن عمرو بن اعوس	۲۲۶	قبیلہ نضج کی جاں نثاری	۲۱۴	عمیرہ داروں کا قتل عام
۲۳۴	نیزہ کا اپنے والد سے مکالمہ	//	امامین قیس ابن کا خواب	//	میں کی واپسی
//	حدیث کی خلاصہ اعلیٰ		ربیعہ سے امداد طلبی	۲۱۵	اشتر کی شہادت
//	امیر معاویہ غزوہ کو مت بلدی دعوت		ربیعہ کی ثابت قدمی	//	اشتر کا خطبہ
۲۳۵	شامیوں کی شان و شوکت	۲۲۷	ربیعہ کا عہدہ داری پر اختلاف	۲۱۶	عبداللہ بن عدیل غزوہ کی شہادت
//	علیہ السلام میں با شامیوں کی تفریق	//	میرہ و پرتلہ	//	عدیل غزوہ کے حق میں معاویہ
	حضرت عثمان و علی غزوہ پر فریقین کی	//	عبداللہ بن عمر بن ابی طالب کا خطبہ	//	غزوہ کی رائے
//	الزام برائے شامیوں		میرہ کی پسپائی	۲۱۷	امیر معاویہ غزوہ کی پسپائی
۲۳۷	با شامیوں کی جنگ	۲۲۸	نہد بن امیر کا خطبہ	۲۱۸	حضرت علی غزوہ کی تقریر
//	تونی بن خزیمہ کے اشعار		یزید کا نہد مت سے اخراج	//	ابو شداد کی پامردی
//	حضرت علی غزوہ کا خطبہ	۲۲۹	حضرت عبداللہ بن عمر بن ابی طالب کی شہادت	۲۱۹	رواسائے جلیلہ کا قتل عام
۲۳۸	غسانوں کی جنگ	//	حضرت عمر غزوہ کی تہوار		حضرت عثمان غزوہ کو پوشیدہ طور پر
//	عبداللہ بن عبید امر اوی کی وصیت	//	ربیعہ کی جواں مردی	//	وہ کی گائی تھی
۲۳۹	لیانہ البربر		باب ۱۳	//	ازدہوں کا اختلاف
//	اشتر کی شہادت	۲۳۱	حضرت عثمان بن مسریمہ کی شہادت	۲۲۰	مختف بن سلیمہ کا فیصلہ
۲۴۰	شامی طہر و دار کا قتل	//	حضرت عمار کی دعا	//	جندب اور اس کے خاندان کی جان نثاری
//	دوران کا اشتر کے مقابلے سے گریز		جنگ نہ بارے میں حضرت عمار		عقیقہ بن حدید امری اور اس کے
//	شامیوں کا قرآن افسانہ	//	غزوہ کی رائے	۲۲۱	بھائیوں کا قتل
	باب ۱۴		عمار غزوہ کے بارے میں نبی کریم	//	شمر بن ذی الجوشن کی جنگ
	واقعہ تیسرا قتل عثمان غزوہ کا اقرار	//	عمر کا ارشاد	۲۲۲	مالک بن النعمان کا فرار

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حامیان علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے قتل کی وجہ	۲۳۲	حکمین کا اجتماع	۲۵۱	منافرو	//
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ	//	غیر وہن شعبہ رضی اللہ عنہ کی جیتین گوئی	//	یزید بن قیس کی اسبہان پر ماموری	۲۶۱
حامیان علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے قتل	۲۳۳	خلیفہ کے انتخاب پر بحث	۲۵۲	منافرو	//
عثمان رضی اللہ عنہ کا اقرار	//	ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خاموشی	//	خارجیوں کی شرائط	۲۶۲
شیعوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت	۲۳۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے ساتھیوں سے بیزاری	۲۵۳	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ندامت	//
احد بن قیس کی پیام بری	۲۳۵	اشتر کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے	//	دومۃ الجملہ میں حکمین کا اجتماع	//
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے بسی	//	مکتولین کی تدفین	۲۵۴	صحابہ رضی اللہ عنہم کی آمد	۲۶۳
اشتر کی مخالفت	//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سفین سے واپسی	//	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا	//
ابومویٰ اشعری رضی اللہ عنہ بحیثیت حکم	//	صالح بن سلیم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو	۲۳۶	حکمین کے سوالات و جوابات	//
عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں	۲۳۷	جنگ بندی کے بارے میں لوگوں کی رائے	//	خلافت کے لیے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا نام	۲۶۵
احنف کی رائے	//	عبداللہ بن ولید کی رائے	۲۵۵	ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے بیزاری	//
امیر المومنین کے خطاب پر بحث	۲۳۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب	۲۵۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو نصیحت	//
واقعہ حکیم کی صلح حدیبیہ سے مشابہت	//	خباہ کی قبر پر حاضری	//	ابومویٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا فیصلہ	۲۶۶
خلافت کا خاتمہ	۲۳۹	نوح اور ماتم برقی کی ممانعت	۲۵۷	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں	//
فریقین کی حکیم پر رضامندی	//	عبدالرحمن بن یزید کی رائے	//	ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے	۲۶۷
گواہوں کے دستخط	۲۴۰	ہیجان علی رضی اللہ عنہ کی ایک دوسرے سے عداوت	۲۵۸	ابومویٰ رضی اللہ عنہ کا اعلان	//
اشتر کی معاہدہ سے مخالفت	//	سے عداوت	//	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی دھوکہ دہی	//
بنی قیس کا معاہدہ سے اختلاف	۲۴۱	جعدہ بن سبیرہ کی فرسان کو روانگی	//	ابومویٰ رضی اللہ عنہ کا اعتراف	۲۶۸
قبیلہ اود سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی رش	//	باب ۱۵	//	فریقین کی ایک دوسرے پر لعنت	//
واری	۲۴۲	ہیجان علی رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی	۲۶۰	باب ۱۶	//
قیدیوں کی رہائی	//	بیعت ثانیہ	//	حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عمار بن	۲۶۹
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر	//	خارجیوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گناہ	//		
فیصلے کی تاریخ	//				
علی رضی اللہ عنہ کی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ سے					
مشابہت					
شیعوں کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے					

۲۷۰	لا تُحْكَمْ إِلَّا لِلَّهِ كِي تَخْلَافُوا خارجیوں کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ کی دھمکی	۲۷۰	کوئی لشکر کی تعداد	۲۷۷	زبیروں کے لیے امان اور ان کی مرہم
۲۷۱	خارجیوں کی بیعت گیزی	۲۷۱	سعد بن مسعود کو لشکر بھیجے کا حکم	۲۷۸	بچی
۲۷۲	حکیم ابن ابی بکر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب	۲۷۲	ہیوان علی رضی اللہ عنہ کا خارجوں سے جنگ کا مشورہ	۲۷۹	مقتولین کی تدفین اور مال غنیمت کی تقسیم
۲۷۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفر سے توبہ	۲۷۳	ہیوان علی رضی اللہ عنہ کا عہد جنگ	۲۸۰	عیز ابن افسس کی قید
۲۷۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خارجوں کے لیے اعلان	۲۷۴	عبداللہ بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت	۲۸۱	ہیوان علی رضی اللہ عنہ کا فریب
۲۷۵	عبداللہ بن وہب خارجی کی تقریر	۲۷۵	سوال و جواب	۲۸۲	ترغیب جنگ
۲۷۶	حقوق بن زہیر کی تقریر	۲۷۶	ذہبی و صومگ	۲۸۳	ہیوان علی رضی اللہ عنہ کا جنگ سے فرار
۲۷۷	عبداللہ بن وہب خارجی کی بیعت	۲۷۷	خزیر کو قتل کرنا فساد میں داخل ہے	۲۸۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ
۲۷۸	خارجیوں کا مذہبی و صومگ	۲۷۸	خارجیوں کے مقابلہ کی تیاریاں	۲۸۵	خارجیوں کی قاصد کے ساتھ ہدسلو کی
۲۷۹	حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ	۲۷۹	نبوی کی مخالفت	۲۸۶	خوارج کے بارے میں حضور کی
۲۸۰	سعد بن مسعود کی خارجوں سے جنگ	۲۸۰	خون مسلم کی اباحت	۲۸۷	چشین گوی
۲۸۱	خارجیوں کا نہروان میں اجتماع	۲۸۱	قیس ابن سعد رضی اللہ عنہ کی خارجوں سے گفتگو	۲۸۸	جنگ نہروان کی تاریخ
۲۸۲	ربیعہ بن ابی شادہ کا انجام	۲۸۲	حضرت ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا خطاب	۲۸۹	اہل خراسان سے مصالحت
۲۸۳	بصرے کے خارجوں کا فرار	۲۸۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خطاب	۲۹۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل
۲۸۴	شامیوں سے مقابلے کی تیاریاں	۲۸۴	دعوت ثانیہ	۲۹۱	باب ۱۸
۲۸۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خط	۲۸۵	باب ۱۷	۲۹۲	مصر کی چٹان اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا قتل
۲۸۶	خارجیوں کا جواب	۲۸۶	جنگ نہروان	۲۹۳	محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی غلطی
۲۸۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ جنگ	۲۸۷	فوجی دستوں کی تقسیم	۲۹۴	قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا مدینہ سے
۲۸۸	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نام خط	۲۸۸	ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی غلطی	۲۹۵	خارج
۲۸۹	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تقریر	۲۸۹	ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی غلطی	۲۹۶	اشتر کی ملٹی
۲۹۰	اہل بصرہ کا جنگ سے گریز	۲۹۰	زید بن حصین طائی کا قتل	۲۹۷	اشتر کی مصر کو روانگی
۲۹۱	ترغیب جنگ	۲۹۱	عبداللہ بن وہب ابن ابی بکر کا قتل	۲۹۸	اشتر کی ہلاکت
		۲۹۲	شرح بن ابی بکر کا قتل	۲۹۹	مصریوں کے نام حضرت علی رضی اللہ عنہ کا
		۲۹۳	ذوالحجہ کی تلاش	۳۰۰	محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے نام مراسلہ
		۲۹۴		۳۰۱	محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا جواب

۳۱۳	خط	۳۰۷	کے نام خط	فتح مصر کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خوشیں	۳۹۸	محمد بن ابی حذیفہ کا قتل	۳۰۷	جاریہ کا ابن الحسری کو زندہ آگ میں	۳۱۳
۳۱۴	جلا	۳۰۸	بشام بن محمد کی روایت	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خطبہ	۳۹۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ جنگ	۳۰۸	عمرو بن حفصہ کے فریاد اشعار	۳۱۵
۳۱۵	۲۰ باب	۳۰۹	شیعان علی رضی اللہ عنہ کی بزدلی	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مسلمہ رضی اللہ عنہ اور	۳۰۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے شیعوں سے	۳۰۹	ازدک مدح میں جریر کے اشعار	۳۱۶
۳۱۶	۳۰ باب	۳۱۰	بیزاری	مسلمہ رضی اللہ عنہ کا جواب	۳۰۱	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مصر کو روانگی	۳۱۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف مکی شورش	۳۱۷
۳۱۷	۳۱ باب	۳۱۱	مالک بن کعب کی تقریر اور لشکر کی روانگی	محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے نام عمرو بن	۳۰۲	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط	۳۱۱	خریت بن راشد کا قتل	۳۱۸
۳۱۸	۳۲ باب	۳۱۲	محمد کے قتل پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رنج و غم	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط	۳۰۳	ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ	۳۱۲	مصلحت کی خوش	۳۱۹
۳۱۹	۳۳ باب	۳۱۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے چارگی	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب	۳۰۴	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب	۳۱۳	خریت کا جواب	۳۲۰
۳۲۰	۳۴ باب	۳۱۴	ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نام تعزیت کا خط	ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۳۰۵	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تقریر	۳۱۴	خریت کا جواب	۳۲۱
۳۲۱	۳۵ باب	۳۱۵	ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جواب	محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا عمرو بن العاص	۳۰۶	فریقین کی جنگ	۳۱۵	خریت کی تمنا	۳۲۲
۳۲۲	۳۶ باب	۳۱۶	محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی امارت پر	رضی اللہ عنہ کے نام خط	۳۰۷	محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی تقریر	۳۱۶	زیراد کی جنگی تدبیر	۳۲۳
۳۲۳	۳۷ باب	۳۱۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امارت	بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف سازش	۳۰۸	فریقین کی جنگ	۳۱۷	زیراد کی خیریت سے گفتگو	۳۲۴
۳۲۴	۳۸ باب	۳۱۸	بصرہ میں ابن الحسری کی آمد	محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا فرار	۳۰۹	محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی گرفتاری	۳۱۸	زیراد کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خط	۳۲۵
۳۲۵	۳۹ باب	۳۱۹	زیراد کا بصرہ کے گھر چلا لینا	عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی سفارش	۳۱۰	محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا قتل عثمان رضی اللہ عنہ	۳۱۹	امدادی فوج کی روانگی	۳۲۶
۳۲۶	۴۰ باب	۳۲۰	قبیلہ ازد سے امداد طلبی	کا حشر	۳۱۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہہ کا خسوس	۳۲۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زیاد کے نام خط	۳۲۷
۳۲۷	۴۱ باب	۳۲۱	زیراد کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے امداد طلبی	واقعی کی روایت	۳۱۲	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا معاویہ رضی اللہ عنہ	۳۲۱	بنو ناجیہ کا خراج سے انکار	۳۲۸
۳۲۸	۴۲ باب	۳۲۲	ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قتل	زیراد کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام دوسرا	۳۱۳		۳۲۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف عام انتشار	۳۲۹

۳۳۳	حملہ	۳۳۳	حکم ابن عباسؓ کی امارت میں	۳۳۳	معقل ابن قیس کی روانگی
۳۳۴	بسر بن ابی ارحہؓ کی جزائی	۳۳۴	جج	۳۳۴	بن عباسؓ کے معقل کے نام خط
۳۳۵	چاند رواجی	۳۳۵	باب ۲۱	۳۳۵	جنگ کی تیاریاں
۳۳۶	یمن پر بسر بن عبد اللہؓ کا حملہ اور عیدان	۳۳۶	حضرت علیؓ کے مقبوضات پر	۳۳۶	معقل کا خطبہ
۳۳۷	علیؓ کی شہادت	۳۳۷	شامی لشکروں کے حملے	۳۳۷	فریقین کی جنگ
۳۳۸	جاریہ کا نجران کو آگ لگانا اور عثمان بن	۳۳۸	۳۳۹ء کے واقعات	۳۳۸	فتح کی خوشخبری
۳۳۹	کا قتل عام	۳۳۹	عثمان بن بشرؓ کا یمن اتر پر	۳۳۹	حضرت علیؓ کی شہادت کا جواب
۳۴۰	اہل مکہ سے زبردستی بیعت	۳۴۰	حملہ	۳۴۰	سرکشوں کا اجتماع
۳۴۱	اسلامی حکومت کے درجوں میں تقسیم	۳۴۱	حضرت علیؓ کی شہادت کے نزدیک عیدان	۳۴۱	اسلام کے بارے میں یہودیوں کی
۳۴۲	فریقین کا باہمی معاہدہ	۳۴۲	علیؓ کی حیثیت	۳۴۲	رائے
۳۴۳	باب ۲۲	۳۴۳	فتح انبار و مدائن	۳۴۳	سرکشوں کا باہمی اختلاف
۳۴۴	حضرت علیؓ کی شہادت اور عبداللہ بن عباسؓ	۳۴۴	عبداللہؓ کی شہادت پر حملہ	۳۴۴	مرتدین کا قتل
۳۴۵	بیسٹا کے اختلافات	۳۴۵	میتب کا فزاری سے مقابلہ	۳۴۵	حضرت علیؓ کی شہادت کا معقل کے نام خط
۳۴۶	ابن عباسؓ کی شہادت	۳۴۶	میتب کا شامیوں کو آگ میں زخم	۳۴۶	خریت کے لشکروں کی اس سے
۳۴۷	رواجی	۳۴۷	جلانا	۳۴۷	علیؓ کی
۳۴۸	بصرہ چھوڑنے کی وجوہات	۳۴۸	میتب کی فزاری	۳۴۸	معقل کی تقریر
۳۴۹	ابوالاسود دہلی کی ابن عباسؓ سے	۳۴۹	ٹھلہ اور واقعہ پر حملہ	۳۴۹	جنگ کی ابتدا اور اس کا انجام
۳۵۰	الزام تراشی	۳۵۰	خجاک کا فرار	۳۵۰	خریت کا قتل
۳۵۱	حضرت علیؓ کی شہادت کا ابوالاسود کو جواب	۳۵۱	امیر معاویہؓ کی شہادت کا سائل و جملہ پر	۳۵۱	راجس کا قتل
۳۵۲	ابن عباسؓ کی شہادت کا جواب	۳۵۲	حملہ	۳۵۲	فتح کی خوشخبری
۳۵۳	حضرت علیؓ کی شہادت کا دوسرا امر اسلام	۳۵۳	امارت جج پر فریقین کا اختلاف	۳۵۳	مصلحت کے مظالم اور فزاری
۳۵۴	ابن عباسؓ کی شہادت کا استعفاء	۳۵۴	باب ۲۳	۳۵۴	مصلحت کا مال کی ادائیگی سے گریز
۳۵۵	ابن عباسؓ کی شہادت کا رد عمل	۳۵۵	زیادہ کی فارس و کرمان کی جانب روانگی	۳۵۵	مصلحت کا فرار
۳۵۶	باب ۲۴	۳۵۶	زیادہ کی فارس و کرمان پر تسلط	۳۵۶	حکومت کی روش
۳۵۷	حضرت علیؓ کی شہادت	۳۵۷	زیادہ کی فتوت	۳۵۷	نہیم کا جواب
۳۵۸	تاریخ شہادت کا اختلاف	۳۵۸	زیادہ کی سیاست	۳۵۸	قاصد کا زور فدیہ
۳۵۹	قتل کے اسباب	۳۵۹	باب ۲۴	۳۵۹	خریت کے بارے میں حضرت
۳۶۰	مہر میں حضرت علیؓ کی شہادت کا سر	۳۶۰	امیر معاویہؓ کی شہادت کا حجاز و یمن پر	۳۶۰	علیؓ کی شہادت کے رائے

۳۵۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر	۳۵۱	قاتل کا انہام اور وصیت کی خلاف	انتقامی کارروائی
۳۶۰	امت خلافت	۳۵۳	ورزی	ابن ملجم کے خیالات
//	طیہ ہادک	//	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ	محمد بن حنفیہ کا بیان
۳۶۱	نسب و خاندان	۳۵۳	خارجہ بن عذافہ کا قتل	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خرید و فروخت
//	ازواج و اولاد	//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نصاب
۳۶۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اعمال	۳۵۸	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انیسویں	وصیت
	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوصاف	//	ابن ابی میاس کا مرثیہ	شہادت اور ان کی گفتگو و تدفین
//	حمیدہ	۳۵۹	ابن ابی میاس کا دوسرا مرثیہ	قاتل کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ
۳۶۳	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ	//	ابوالاسود دہلی کا مرثیہ	کی وصیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

باب ۱

خلافت امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۳۳ میں مدینہ منورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی۔

قدما مؤرخین کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت علیؓ کی بیعت کس وقت کی گئی اور کن کن لوگوں نے بیعت کی۔ بعض مؤرخین کی رائے تو یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جمع ہو کر حضرت علیؓ سے بیعت کی درخواست کی۔ لیکن انہوں نے انکار فرمایا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حد سے زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے بار خلافت اٹھانا قبول فرمایا۔

حضرت علیؓ کی بیعت:

جعفر بن عبداللہ الحمیری نے عمرو بن حماد علی بن حسین، حسین بن ابیہ، عبدالملک بن ابی سلیمان الضراری اور سالم بن ابی الجعد کے واسطے سے محمد بن الحنفیہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ جس روز حضرت عثمانؓ شہید کیے گئے میں اس روز اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھا۔ جب انہیں شہادت عثمانؓ کی خبر ملی تو وہ فوراً اپنے گھر سے نکلے اور حضرت عثمانؓ کے گھر پہنچے وہاں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضرت عثمانؓ تو شہید کر دیئے گئے ہیں اور لوگوں کے لیے ایک نہ ایک امام کی موجودگی ضروری ہے جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ اور آج ہم روئے زمین پر آپ سے زیادہ کسی کو اس کا حقدار نہیں پاتے۔ نہ تو آج کوئی ایسا شخص موجود ہے جو اسلام میں آپ پر سبقت رکھتا ہو اور نہ کوئی ایسا فرد موجود ہے جسے آپ سے زیادہ نبی کریم ﷺ کا قرب اور آپ سے زیادہ اسے رشتہ داری حاصل ہو۔ اس لیے یہ بار آپ اپنے کاندھوں پر اٹھائیے اور لوگوں کو اس بے چینی اور پریشانی سے نجات دیجیے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: بہتر یہ ہے کہ تم کسی اور کو اپنا امیر بنا لو اور مجھے اس کا وزیر بنے دو اور بہتر یہی ہے کہ کوئی دوسرا امیر ہو اور میں اس کا وزیر ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: خدا کی قسم ہم آپ کے علاوہ کسی کی بیعت کے لیے تیار نہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: جب تم مجھے مجبور کر رہے ہو تو بہتر یہ ہے کہ بیعت مسجد میں ہوئی چاہیے تاکہ لوگوں پر نہری بیعت محلی نہ رہے اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر یہ خلافت مجھے حاصل بھی نہیں ہو سکتی۔

سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت علیؓ کا مسجد میں جانا بہتر

معلوم نہیں ہوا۔ کیونکہ مجھے یہ خوف تھا کہ لوگ ان کے خلاف شور نہ مچائیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میری بات قبول نہیں فرمائی اور مسجد تشریف لے گئے۔ وہاں تمام مہاجرین و انصار نے جمع ہو کر آپ کی بیعت کی۔ اور ان کے بعد دیگر لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

بیعت المال کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روش:

جعفر بن محمد بن احمدی نے عمرو بن حماد علی بن حسین حسین بن ابیہ اور ابو یونس کے واسطے سے ابو بکر العابدی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو میں مدینہ میں موجود تھا۔ مہاجرین و انصار جمع ہو کر جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا اے ابوالحسن اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مجھے خلافت کی کوئی حاجت نہیں۔ تم جسے بھی خلیفہ بنانا چاہو میں اس سے خوش ہوں اور اس معاملہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

مہاجرین و انصار نے جواب دیا: ہم آپ کے علاوہ کسی کو خلیفہ بنانے کے لیے تیار نہیں۔

الغرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مہاجرین و انصار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتے رہے اور انہیں خلافت قبول کرنے پر مجبور کرتے رہے حتیٰ کہ ان مہاجرین و انصار نے ایک بار یہاں تک کہا کہ خلافت کے بغیر معاملات طے نہیں پاسکتے۔ اور آپ کی نال مول سے معاملہ طویل سے طویل تر ہوتا چارہا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا چونکہ تم مجھے بار بار آ کر مجبور کر رہے ہو تو میں بھی تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اگر تم میری بات قبول کرو گے تو میں خلافت قبول کروں گا ورنہ مجھے خلافت کی کوئی حاجت نہیں۔

مہاجرین و انصار نے وعدہ کیا کہ آپ جو کچھ بھی حکم دیں ہم ان شاء اللہ اسے ضرور قبول کریں گے۔ یہ وعدہ لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”میں نے تمہاری اس خلافت کا بار مجبور ہو کر قبول کیا ہے کیونکہ تم لوگوں نے مجھ کو اس پر ابھائی مجبور کیا۔ اور میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ میں تمہاری یہ درخواست قبول کر لوں۔

اب میری شرط صرف اتنی ہے کہ تمہارے خزانوں کی چابیاں اگرچہ میرے قبضہ میں ہوں گی لیکن میں تمہاری رضامندی کے بغیر اس میں سے ایک درہم بھی نہ لوں گا۔“

صحیحہ کرام بیٹہ نے یہ بات قبول فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا جواب سن کر فرمایا: اے اللہ تو ان پر گوارہ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بیعت لی۔

ابو بکر کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے قریب کھڑا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ سن رہا تھا۔

پہلی بدقالی:

عمرو بن شعبہ نے علی بن محمد کے ذریعہ ابو بکر الہذلی سے ابوالطح کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے

گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بازار شریف لے گئے اور یہ واقعہ اٹھارہ ذی الحجہ بروز ہفتہ پیش آیا۔ لوگ ان کے پیچھے لگ گئے اور انہیں دیکھنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نو عمر و بن منذول کے باغ میں داخل ہو کر ابو عمرؓ کے بن عمرو بن حصین سے فرمایا کہ دروازہ بند کر دو۔ لوگ باغ کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا مجبوراً دروازہ کھول دیا گیا اور لوگ اندر داخل ہو گئے۔ ان لوگوں میں طلحہ اور زبیرؓ بھی تھے۔ ان دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا ہے علیؓ اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ آگے بڑھا دیا اور طلحہ و زبیرؓ نے آپ کی بیعت کی۔

جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی بیعت کی تو حبیب بن ذویب آپ کو دیکھ رہا تھا اور چونکہ سب سے پہلے بیعت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کی تھی اس لیے حبیب بولا جس بیعت کی ابتداء کئے ہاتھ سے ہوئی ہو وہ ہرگز مکمل نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد تشریف لائے اور منبر پر چڑھے اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک تہہ باندھے اور چوہہ پہنے تھے۔ سر پر خراگہ مہ تھا اور پاؤں میں چیل تھے ہاتھ میں ایک کمان تھی جس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔

لوگ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو پکار کر لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم بھی بیعت کرو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب سب لوگ بیعت کر لیں گے تو میں بھی بیعت کر لوں گا۔ لیکن میری ذات سے آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے گی۔

اس کے بعد لوگ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو پکار کر لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت کے لیے کہا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دیا تھا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اپنا کوئی خاص پیش کر دو۔ ابن عمرؓ نے فرمایا میرے پاس کوئی خاص نہیں ہے۔ اشترؓ بھی نے کھڑے ہو کر عرض کیا مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اتار دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں انہیں چھوڑ دو میں نے ان کے بچپن سے لے کر ان کے بڑے ہونے تک ان میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت:

محمد بن سنان القنار نے اسحاق بن ادریس، معین، حمید کے ذریعہ حسن بصری کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے مدینہ کے جنگلات میں سے ایک جنگل میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے دیکھا۔

اشترؓ کی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دھمکی:

احمد بن زبیرؓ نے "زبیر" وہب، جریر، یونس بن یزید، ابی علی کے ذریعہ زہری کا یہ قول بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت سے پس و پیش کیا۔ مالک اشترؓ بھی تھوڑے کھینچ کر کھڑا ہو گیا اور بولا خدا کی قسم! اے طلحہ رضی اللہ عنہ! تو بیعت کر لے ورنہ میں یہ کھوار تیری پیشانی میں بھونک دوں گا۔ اس پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس سے بھاگ کر کہاں جا سکتا ہوں اور اس کے بعد انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور انہیں دیکھ کر اور لوگوں نے بھی بیعت کی۔ حضرت طلحہ و زبیرؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوفہ و بصرہ کی امارت کی خواہش ظاہر کی اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میرے ساتھ رہو تمہیں وہاں ضرور حاکم بنا کر بھیج دوں گا۔

زہری کہتے ہیں ہمیں یہ بھی خبر معلوم ہوئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میری بیعت

کر لو اور اگر تم خود غیبت نہ چاہو تو میں تمہاری بیعت کے لیے تیار ہوں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ اس کے بعد طلحہ اور زبیر بن عوف فرمایا کرتے تھے ہمیں اپنی جانوں کا خوف تھا اس لیے ہم نے علی بن ابی طالب کی بیعت کر لی اور ہم یہ جانتے تھے کہ علی بن ابی طالب ہماری بیعت کرنے والے نہیں یہ دونوں حضرت عثمان بن عفان کی شہادت کے چار ماہ بعد مکہ چلے گئے۔

جبری بیعت:

عمر و بن شعبہ نے ابوالحسن 'ابوحنف' عبدالملک بن ابی سلیمان اور سالم بن ابی الجعد کے ذریعہ محمد بن ابیہ سے بیان کیا ہے۔ محمد بن ابیہ کہتے ہیں جب حضرت عثمان بن عفان شہید کیے گئے میں اس وقت اپنے والد کے ساتھ تھا جب میرے والد اپنے گھر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ شخص تو قتل کر دیا گیا ہے اور کسی نہ کسی کا خلیفہ ہونا ضروری ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا کیا اس کام کے لیے شوریٰ منعقد کی جائے۔ صحابہ مجاہدین نے جواباً عرض کیا ہم آپ سے راضی ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا تو پھر بیعت مہدی میں ہونی چاہیے تاکہ لوگوں کی رضا بھی حاصل ہو جائے۔

حضرت علی بن ابی طالب مسجد تشریف لے گئے۔ بیعت کرنے والوں نے آپ کی بیعت کی۔ انصار نے بھی آپ کی بیعت کی لیکن انصار کے چند افراد نے آپ کی بیعت سے گریز کیا۔ حضرت طلحہ بن عفان نے فرمایا ہمارے لیے اس بیعت کی اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں جیسے ایک کتاب مجبوراً زمین پر ناک رگڑ رہا ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیعت علی بن ابی طالب سے گریز:

عمر و بن شعبہ نے ابوالحسن اور بنو ہاشم کے ایک شیخ کے واسطے سے عبداللہ بن حسن سے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان بن عفان قتل کر دیے گئے تو تمام انصار نے علی بن ابی طالب کی بیعت کی صرف معدودے چند افراد نے اس سے گریز کیا جن میں حسان بن ثابت، کعب بن مالک، مسلمہ بن قطلہ، ابوسعید الخدری، محمد بن مسلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، رافع بن خدیج، فضالہ بن عبید اور کعب بن عجرہ وغیرہ تھے یہ سب کے سب عثمانی تھے کسی نے عبداللہ بن الحسن سے سوال کیا۔ ان لوگوں نے علی بن ابی طالب کی بیعت سے کیوں انکار کیا تھا اور یہ لوگ عثمانی کس طرح ہوئے۔ عبداللہ بن الحسن نے جواب دیا واقعہ یہ تھا کہ حسان بن عفان تو ایک شاعر تھا جسے یہ بھی خبر نہ تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

جہاں تک زید بن ثابت بن عفان کا تعلق ہے تو اسے عثمان بن عفان نے قبضہ و فیصلہ کا ذمہ دار بنایا تھا۔ اور بیت المال بھی اسی کے سپرد کیا تھا۔ جب عثمان بن عفان کو محصور کیا گیا تو اس نے دوبارہ یہ اعلان کیا تھا کہ اے معشر انصار تم اللہ کے مددگار بن جاؤ جس پر ابویوب انصاری بن عفان نے اسے یہ جواب دیا تھا کہ تو تو عثمان بن عفان کی اس لیے مدد کر رہا ہے کہ تیرے بازو مضبوط ہو جائیں۔

رے کعب بن مالک بن عفان تو انہیں عثمان بن عفان نے قبیلہ مزینہ کے صدقات کا عامل بنایا تھا انہوں نے مزینہ سے جو صدقات وصول کیے تھے وہ عثمان بن عفان نے ان کے لیے چھوڑ دیے تھے۔

عبداللہ بن الحسن کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے جس نے خود زہری سے سنا تھا زہری کا یہ قول بیان کیا ہے کہ مدینہ سے ایک جماعت شام بھاگ کر چلی گئی اور اس نے علی بن ابی طالب کی بیعت نہیں کی اور قدامتہ بن مظعون، عبداللہ بن سلام اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت نہیں کی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے علی بن ابی طالب کی بیعت کی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ

زبیر رضی اللہ عنہ نے قطعاً بیعت ہی نہیں کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مکالمہ:

عبداللہ بن احمد الرومی نے احمد 'سليمان' عبداللہ 'جریر بن حازم' ہشام بن ابی ہشام مولیٰ عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعہ کوفہ کے ایک شیخ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ اس نے ایک اور شیخ سے سنا تھا وہ کہتا تھا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خیبر میں تھے۔ جب وہ خیبر سے واپس آئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جانے لگے تو میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا تاکہ ان دونوں کی گفتگوں سکوں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد ان سے مخاطب ہو کر

فرمایا:

”اے علی! میرے تم پر بہت سے حقوق ہیں جن میں سب سے اوّل حق اسلام کا حق ہے اور دوسرا بھائی کی ہندی کا حق ہے اور تیسرا یہ بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں جب بھائی چارہ کرایا تو میرا تجھ سے بھائی چارہ کرایا تھا۔ تیسرا تجھ پر رشتہ داری کا حق ہے اور ایک سسرالی حق بھی ہے میں نے عہد و پیمان کا کوئی بوجھ آج تک تجھ پر نہیں ڈالا ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں بھی ہم ہمیشہ اس لیے بنو عبد مناف کا ساتھ دیتے رہے کہ کہیں بنو عبد مناف سے بنو تم حکومت نہ چھین لیں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: اے عثمان! تم نے جو حقوق مجھ پر گنائے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں اور تم نے جو یہ کہا ہے کہ اگر ہم بنو عبد مناف کی مدد نہ کرتے تو بنو تم ان سے حکومت چھین لیتے تو تم نے یہ بھی حق کہا ہے مگر یہ تمہارے پاس خبر پہنچ جائے گی۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے مسجد تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت اسامہ بن زیدؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے قریب بلایا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر کی جانب چلے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ہم حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ وہاں لوگ جمع تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے رو برو کھڑے ہو گئے اور فرمایا تم آخر یہ کیا کر رہے ہو اور تمہارا ارادہ کیا ہے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے عقلمندوں نے اس کام پر مجبور کر دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور واپس لوٹ آئے اور بیت المال پہنچے تو اس کا دروازہ بند تھا۔ فرمایا اس کا دروازہ کھولو۔ لیکن بیت المال کی چابیاں دستیاب نہ ہو سکیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دروازہ توڑنے کا حکم دیا اور خزانہ کا دروازہ توڑ دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام خزانہ باہر نکلوا دیا اور اسے لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس جو لوگ موجود تھے جب انہیں یہ اطلاع ملی کہ علی رضی اللہ عنہ لوگوں میں خزانہ تقسیم کر رہے ہیں وہ وہاں سے بھاگنے لگے اور ایک ایک ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ حتیٰ کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص بھی باقی نہیں رہا اور ان کے سب حامی تتر بتر ہو گئے۔

یہ خبر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ اس کام سے بہت خوش ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ گھر سے نکل کر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی جانب چلے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو گیا تاکہ یہ معلوم کروں کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے چاہے کیا گفتگو کرتے ہیں اور اس گفتگو کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

صاحب جوڑنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچ کر اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جب اجازت مل گئی تو وہ اندر پہنچے اور کہنے لگے اے امیر المومنین! میں اپنی غلطیوں کی اللہ سے مغفرت طلب کرتا اور اس سے توبہ کرتا ہوں واقعہ یہ ہے کہ میں نے ایک کام کا ارادہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے پورا نہیں ہونے دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ! تم تائب ہو کر نہیں آئے ہو بلکہ مجبور اور بے بس ہو کر آئے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بیعت علی رضی اللہ عنہ پر مجبور کیا گیا تھا:

حادث ابن سعد محمد بن عمر ابو بکر بن اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسلمی کے ذریعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے میں نے اس حال میں بیعت کی ہے کہ تلواریں میرے سر پر چمک رہی تھیں۔ سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ تلوار ان کے سر پر موجود تھی یا نہیں ہاں! میں یہ جانتا ہوں کہ طلحہ رضی اللہ عنہ نے زبردستی بیعت لی گئی تھی۔ اسماعیل کا بیان ہے کہ مدینہ کے تمام لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی صرف سات اشخاص نے ان سے گریز کیا۔ جن میں سعد بن ابی وقاص، ابن عمر، مصعب بن عمیر، ثابت بن محمد بن سلمہ، سلمہ بن قیس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے انصار میں سے کسی نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار نہیں کیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کا افسانہ:

زید بن بکارتے مصعب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن مصعب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، مصعب بن مویٰ بن عقبہ اور ابو حنیفہ مولیٰ اقریر رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ ابو حنیفہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ علی رضی اللہ عنہ اندر آنا چاہتے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار نیام سے نکال لی اور اسے اپنے بستر کے نیچے رکھ لیا اور اس کے بعد مجھ سے کہا جاؤ انہیں اندر بلا لاؤ۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اندر پہنچ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور سامنے کھڑے رہے اور چہرہ دیکھ کر کھڑے کھڑے واپس چلے گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا بات ہے کہ یہ شخص اندر آ کر ایک دم سے واپس چلا گیا۔ دیکھو کیا تلوار تو نظر نہیں آ رہی ہے۔ میں اس جگہ جا کر کھڑا ہوا جہاں علی رضی اللہ عنہ کھڑے تھے تو مجھے تلوار کی دھار نظر آئی۔ میں نے انہیں بتایا کہ تلوار کی دھار نظر آ رہی ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی وجہ سے یہ شخص جلدی چلا گیا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر پہنچے تو لوگوں نے ان سے زبیر رضی اللہ عنہ کا ارادہ دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے اپنی بہن کے لڑکے کو بہت تھک اور صدمہ پایا ہے اس لیے لوگوں نے زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنے دل میں بہتر خیال پیدا کر لیا۔ اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ انہوں نے میری بیعت کر لی تھی۔

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا مدینہ پر قبضہ:

سری نے شعیب، سیف بن عمرو، محمد بن عبداللہ بن سواد بن نویر، طلحہ بن الاعلم، ابو حارثہ اور ابو عثمان کے حوالے سے یہ واقعہ مجھے تحریر کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ پر پانچ دن تک عافقی بن حرب کا قبضہ رہا۔ اور وہاں کوئی امیر نہ تھا۔ قاتلین اس تلاش میں مصروف تھے کہ کوئی ایسا شخص مل جائے جو اس خلافت کو سنبھال لے۔ مصری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کے چکر لگا رہے تھے اور وہ ان سے چون بچانے کے لیے مدینہ کے باغوں میں جا کر چھپ جاتے تھے۔ کوئی زیر جوش کی تلاش میں تھے وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چھپ گئے اور اس خلافت سے بیزاری ظاہر کی جو قاتلین کے ذریعہ حاصل ہو۔

اہل بصرہ وطلحہ رضی اللہ عنہ کی تلاش میں مصروف تھے۔ جب یہ طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے بھی خلافت سے دست برداری ظاہر کی۔ بصری برابر اصرار کرتے رہے لیکن وہ اس پر آمادہ نہیں ہوئے۔ یہ سب کے سب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر متفق تھے لیکن اس میں یہ باہم مختلف تھے کہ کسے خلیفہ بنایا جائے ہر فریق اپنی اپنی خواہش کا امیر چاہتا تھا۔

باغیوں کا سعد رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق:

جب باغیوں نے یہ دیکھا کہ طلحہ زبیر اور علی رضی اللہ عنہ میں سے کوئی ان کی بات قبول نہیں کرتا تو ان شریروں نے باہم اس پر اتفاق کیا کہ اب ان تینوں کو ہرگز بھی خلیفہ نہ بنانا چاہیے اور ہر اس شخص کو خلافت سے رد کر دینی چاہیے جو سب سے اول ہماری بات تسلیم کرے۔ ان سب نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آ دی بھیجا اور کہلوا یا آپ اصحاب شوریٰ میں داخل ہیں اور ہم سب کا آپ کی خلافت پر اتفاق ہے۔ آپ تشریف لائے تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہلوا یا جہاں تک میرا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو ہم دونوں تو پہلے ہی سے خلافت سے منحرف ہیں ہمیں خلافت کی کسی حال میں بھی ضرورت نہیں۔ آخر میں سعد رضی اللہ عنہ نے تمثیل پر شعر تحریر کیا۔

لَا تَخْلُطُنْ خَيْرُنَا بِطَبِئَةٍ

وَأَخْلَعُ بَيْنَهُمَا وَابْنُ عَوْنَانَا

”تو پاک چیزوں کے ساتھ غمیش چیزوں کو ہرگز نہ ملا۔ بلکہ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ اپنے کپڑے اتار کر نچا بھرتا کہ تیرا باطن ظاہر ہو جائے۔“

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے خلافت کی خواہش:

اس کے بعد سب باقی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں آپ اس خلافت کو کیوں نہیں سنبھالتے۔ انھوں نے فرمایا اس خلافت میں اب انتقامی مادہ پیدا ہو چکا ہے اور میں اپنے آپ کو اس لیے پیش نہیں کر سکتا۔ اس انتقامی کارروائی کے لیے تم میرے علاوہ اور کسی کو تلاش کرو۔

الغرض یہ قاتلین ہر طرف سے ناپوس ہو گئے۔ یہ حیران تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے اور فیصلہ انہی کے ہاتھ میں تھا۔

طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کا خلافت سے انکار:

سری نے شعیب، سیف، سہل بن یوسف اور قاسم بن محمد کے حوالے سے مجھے یہ تحریر کیا ہے کہ یہ قاتلین جب طلحہ رضی اللہ عنہ کے

پاس جاتے اور ان سے خلافت قبول کرنے کے لیے کہتے تو وہ انکار کرتے اور یہ شعر پڑھتے۔

وَمِنْ غَسْبِ الْأَنَامِ وَالذُّهْرِ إِنْسِي
بَقِيْتُ وَجِيذًا لَا أَمْرًا وَلَا أَمْسِي

ترجمہ: ”زہد کی بھی جب حالت ہے کہ میں آج یکہ و تنہا باقی رہ گیا ہوں اب مجھے نہ کوئی شے کڑوی معلوم ہوتی ہے اور نہ مٹھی۔“
یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہہ کر کہ آپ ہی نے تو ہم سے وعدہ کیا تھا واپس چلے آتے وہاں سے اٹھ کر زیر جہنم کے پاس جاتے اور انہیں خلافت قبول کرنے پر ابھارتے۔ وہ انکار کرتے اور تمثیلاً یہ شعر پڑھتے۔

مَنْسَى أَنْتُ عَنْ ذَا بِقَيْحَانِ رَاجِلِي
وَبَاعَتْهَا يَحْضُونَا عَلَيْكَ الْكَنَابِ

ترجمہ: ”قیحان کے گھر اور میدانوں سے اب تیرا کیا واسطہ کیونکہ تو وہاں سے اس حال میں کوچ کر رہا ہے کہ لشکر تجھ پر چڑھے آ رہے ہیں۔“

یہ لوگ زیر جہنم کے پاس سے بھی یہ کہہ کر اٹھتے کہ آپ ہی نے تو ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد یہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے اور ان سے درخواست کرتے۔ لیکن وہ بھی انکار کرتے اور ان کے سامنے یہ شعر پڑھتے۔

لَسُوْا اَنْ قَوْمِيْ طَلَاوْ غَشِيْ سُرَاتُهُمْ
اَمْرُهُمْ اَمْرًا يُدْبِخُ الْاَعْدَايَا

ترجمہ: ”اگر میری قوم کے بڑے میری بات مانتے تو میں انہیں ایسی بات کا حکم دیتا جس سے دشمن بھی دوست بن جاتے۔“
یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر وہاں سے چلے آتے اور یہ کہتے ہوئے آتے کہ آپ ہی نے تو ہم سے وعدہ کیا تھا۔
اشترغنی کی حیلہ سازی:

عمر بن شعبہ نے ابو الحسن المدائنی سلمہ بن محارب داؤد بن ابی ہند کے ذریعہ قسمی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو تینوں جمع ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ دینے کے ہزار میں تھے۔ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا۔ آپ اپنا ہاتھ پھیلائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جلدی نہ کرو کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت سمجھ دار اور مسلمانوں کے لیے نہایت ہارکت انسان تھے انہوں نے مجلس شوریٰ کی وصیت فرمادی تھی۔ تم لوگوں کو کچھ تو مہلت دو کہ وہ جمع ہو کر آپس میں مشورہ کر سکیں۔ یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلے گئے۔

لیکن پھر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد لوگ اسی طرح اپنے شہروں کو واپس چلے گئے اور کوئی خلیفہ متعین نہ ہو سکا تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور امت میں فساد پھیل جائے گا۔ اس لیے یہ پھر دو بار علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور وہاں جانے کے بعد اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا خدا کی قسم اگر آپ نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا تو آپ بہت ہی کوتاہ نظر ثابت ہوں گے اس کے بعد اہل کوفہ اور عام لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

ضممی کہتے ہیں لوگ اسی باعث کہا کرتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سب سے اول اشترغنی نے کی ہے۔

بنو امیہ کا مدینہ سے فرار:

مجھے سہری نے شعیب سیف ابو حارثہ اور ابو عثمان کے حوالے سے تحریر اس بات کی اطلاع دی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

جویشہ کی شہادت کو پانچ روز گزر گئے اور جمعرات کا دن ہوا۔ یعنی ۲۳/ ذی الحجہ تو اہل مدینہ کی جامع ہوئے سعد جویشہ اور زبیر جویشہ اس اجتماع میں موجود نہ تھے۔ یہ دونوں مدینہ سے باہر تھے۔ طلحہ جویشہ بھی اس اجتماع میں شریک نہیں ہوئے۔ وہ اپنے باغ میں بیٹھے رہے بنو امیہ میں جو لوگ بھاگنے کی قدرت رکھتے تھے وہ مدینہ سے بھاگ گئے تھے اور ولید بن عقبہ جویشہ اور سعید بن العاص جویشہ بھاگ کر مکہ چلے گئے تھے۔ یہ دونوں سب سے پہلے بھاگے تھے ان لوگوں کے بعد مروان فرار ہوا۔ پھر یکے بعد دیگرے لوگ مدینہ چھوڑ کر فرار ہوتے رہے۔ جب اہل مدینہ جمع ہو گئے تو اہل مصر نے ان سے کہا تم لوگ اصحاب شورنی ہو اور تم ہی لوگ خلیفہ کا انتخاب کر سکتے ہو۔ تم جسے مناسب سمجھو اسے منتخب کر لو ہم تمہارے تابع ہیں۔ تمام اہل مدینہ نے جواب دیا ہم سب علی جویشہ پر راضی ہیں۔

حضرت طلحہ جویشہ کی خلافت علی رضی اللہ عنہ پر رضامندی:

علی بن مسلم نے حبان بن ہلال، جعفر بن سلیمان کے حوالے سے عوف کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے محمد بن سیرین کو یہ کہتے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ جویشہ کے پاس گئے اور فرمایا اے طلحہ جویشہ اپنا ہاتھ پھیلاؤ میں تمہاری بیعت کرتا ہوں حضرت طلحہ جویشہ نے فرمایا۔ اس کے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں اور آپ ہی امیر المؤمنین ہیں آپ اپنا ہاتھ پھیلا دیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پھیلا دیا اور حضرت طلحہ جویشہ نے ان کی بیعت کی۔

اہل مدینہ کو قاتلین عثمان کی دھمکی:

سری نے شعیب، سیف، محمد اور طلحہ کے حوالے سے مجھے تحریر مطلع کیا ہے کہ محمد اور طلحہ کہتے ہیں کہ ان قاتلین عثمان جویشہ نے اہل مدینہ سے کہا۔ اے اہل مدینہ تم لوگوں کے لیے دو دن کی مہلت ہے یا تو تم ان دو روز میں خلیفہ کا انتخاب کر لو ورنہ خدا کی قسم ہم اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ زہر پیئیں اور دیگر بہت سے لوگوں کو قتل کر دیں گے۔ اس اعلان کے بعد اہل مدینہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور ان سے عرض کیا۔ ہم آپ کی بیعت کے لیے تیار ہیں کیونکہ آپ نے اسلام کی خاطر مصائب برداشت کیے ہیں اور آپ ذوی القربیٰ میں داخل ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ تم میرے علاوہ کسی اور کو خلیفہ بناؤ۔ کیونکہ ہمیں روز بروز ایسے نئے واقعات پیش آرہے ہیں جن میں نہ قول ثابت قدم رہ سکتے ہیں اور نہ عقلیں قائم رہ سکتی ہیں۔

اہل مدینہ نے عرض کیا ہم آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں۔ کیا آپ حالات نہیں دیکھ رہے ہیں کیا آپ اسلام کی اس تباہی پر غور نہیں کرتے؟ کیا آپ ان فتنوں کو نہیں دیکھتے؟ کیا آپ کو اللہ کا کچھ بھی خوف نہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں جن فتنوں کو دیکھ رہا ہوں خود بھی انہیں قبول کر لوں اور جان بوجھ کر میں بھی تمہارے ساتھ ان فتنوں میں جھلا جاؤں۔ اگر تم مجھے تنہا چھوڑ دو گے تو میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ تم جسے بھی امیر بناؤ گے میں اس کا سب سے زیادہ تاجدار رہوں گا اور تم سب سے زیادہ اس کا حکم سنوں گا۔

یہ سن کر اہل مدینہ اٹھ کر چلے گئے اور اگلے روز فیصلہ کی تاریخ معین کی اور باہم مشورہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر اس فیصلہ میں طلحہ زہر پیئیں بھی شریک ہو جائیں تو معاملہ درست ہو جائے گا۔ یہ فیصلہ کر کے حضرت زہر جویشہ کے پاس کچھ بصری بیسے اور حکیم بن جلدہ العبدی کو قاصد بنایا اور ان سے کہا کہ زہر جویشہ سے جا کر کہو کہ وہ اختلاف سے پرہیز کریں۔ یہ لوگ جب حضرت زہر جویشہ

کے پاس پہنچے تو انہیں کموار سے ڈرانے لگے۔

اسی طرح طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ کوئی پیچھے گئے اور ان سے یہ کہلوا دیا گیا کہ تم اختلاف سے ڈرو اس وفد کا قائد اشتر رضی اللہ عنہ تھا۔ ان لوگوں نے طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر انہیں بھی کمواروں سے ڈرایا۔

اہل کوفہ اور اہل بصرہ اپنے اس ساتھی کو برا بھلا کہہ رہے تھے جسے وہ امیر بنانا چاہتے تھے۔ یعنی طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہ اور مصری خوش تھے کہ اہل مدینہ بھی علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے میں ان کے حامی ہو گئے ہیں۔

اہل کوفہ اور اہل بصرہ اس بات سے ڈر رہے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے بعد وہ اہل مصر کے مطیع بننے پر مجبور ہوں گے اور مصریوں کی موجودگی میں ان کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک کوزا کرکٹ کی ہوتی ہے اسی باعث انہیں روہہ کر طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہ پر غصہ آتا تھا لیکن دانت چیس کر رہ جاتے تھے۔

جب جمہور دن آ یا تو سب لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور منبر پر چڑھے اور فرمایا۔ اے لوگو! اس کام کا وہی مقدار ہے جسے تم منتخب کرو۔ کل گزشتہ ہم نے اور تم نے ایک فیصلہ کیا تھا۔ اب اگر تم چاہو تو میں اس کام کی ذمہ داری سنبھال لوں ورنہ میری کسی پرکونی زبردستی نہیں۔ لوگوں نے جواب دیا ہم نے جوکل آپ سے فیصلہ کیا تھا ہم اس پر قائم ہیں۔ لوگ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو لے آئے اور ان سے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرو۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں مجبوراً بیعت کرتا ہوں۔ انہوں نے بیعت کی اور یہی سب سے قبل بیعت کرنے والے ہیں۔

طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک ہاتھ لٹکا تھا۔ جب یہ بیعت کر رہے تھے تو ایک شخص انہیں دور سے گھور رہا تھا جب یہ بیعت کر چکے تو اس نے اٹانٹہ پڑھی اور کہا اے امیر المؤمنین! سب سے پہلے بیعت ایک لٹے ہاتھ نے کی ہے۔ اب تو یہ بیعت کبھی بھی پوری نہ ہوگی۔ اس کے بعد زبیر رضی اللہ عنہ کو لایا گیا انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں مجبوراً بیعت کر رہا ہوں اور اس کے بعد انہوں نے بیعت کی لیکن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں اختلاف ہے۔

پھر ان لوگوں کو لایا گیا جو اس اختلاف سے کنارہ کش تھے انہوں نے آ کر بیعت کی اور کہا اے علی! ہم آپ کی اس بات پر بیعت کرتے ہیں کہ آپ احکام خداوندی کا نفاذ فرمائیں گے خواہ آپ کا کوئی قرہبی رشتہ دار ہو یا دور کا رشتہ دار ہو۔ عزت دار ہو یا کمزور۔ اس کے بعد عام لوگوں نے بیعت کی۔

اشتر کی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گستاخی:

سری نے شعیب، سیف، ابو زبیر، الاموی، عبدالرحمن بن جندب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے میرے پاس یہ واقعہ لکھ کر روانہ کیا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو اشتر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انھیں پکڑ کر لایا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا تم انکم مجھے یہ تو دیکھنے دو کہ لوگ کیا کر رہے ہیں لیکن اشتر نے انہیں کوئی مہلت نہ دی اور انہیں گلے سے پکڑ کر گھٹین ہوا لے آیا اور لا کر انہیں منبر پر چڑھا دیا۔ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

حکیم بن جبلی کی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گستاخی:

سری نے شعیب، سیف، محمد بن قیس، حارث الوائلی کی سند سے میرے پاس یہ واقعہ لکھ کر بھیجا ہے کہ حکیم بن جبلی حضرت

زہیر جنت کو لے کر آیا اور انہیں بیعت پر مجبور کیا۔ حضرت زہیر جنت اسی لیے کہا کرتے تھے کہ میرے پاس بنو عبدالمطلب کے چہرہ میں سے ایک چہرہ آیا تھا اس لیے میں نے مجبوراً بیعت کر لی۔

بیعت عامہ:

سری نے شعیب سیف کے حوالے سے میرے پاس یہ تحریر لکھ کر روانہ کی ہے کہ محمد بن عمر الوالدہ می اور طلحہ بہا کرتے تھے کہ پھر سب لوگوں نے علی جنت کی بیعت کر لی۔

امام صری فرماتے ہیں جو لوگ چاکر بیعت کے لیے لائے گئے تھے اور جن لوگوں نے بیعت کے لیے شرطیں لگائی تھیں جب ان سب نے بیعت کر لی تو یہ پورے اہل مدینہ کی بیعت سمجھی گئی خواہ انہوں نے کسی صورت میں بھی بیعت کی ہو۔ اس بیعت کے بعد لوگ اپنے اپنے مقامات کی طرف چلے گئے اور اختلاف کی تمام وجوہات ختم ہو گئیں۔



باب ۲

نفاذِ خلافت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت جمعہ کے دن کی گئی اس وقت ماہ ذی الحجہ کے ختم میں پانچ روز باقی تھے اور لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سے دن گن رہے تھے۔ خلافت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔

سری نے شعیب، سیف اور سلیمان بن ابی العسیرہ کے حوالے سے میرے پاس یہ تحریر روانہ کی کہ علی بن حسین بیٹے کاہرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بعد جو سب سے پہلا خطبہ دیا اس میں خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

”اللہ عزوجل نے ایسی کتاب نازل فرمائی جو لوگوں کو ہدایت کرنے والی ہے اس کتاب میں ہر قسم کے خیر و شر کو بیان فرمایا: اب تمہیں چاہیے کہ تم خیر کو قبول کرو اور شر کو چھوڑ دو۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے فرائض ادا کرو۔ وہ تمہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے بہت سے امور حرام فرمائے ہیں جو قطعاً چھپے ڈھکے نہیں اور تمام حرام کاموں سے زیادہ مسلمانوں کا خون حرام فرمایا ہے۔ اس نے مسلمانوں کے ساتھ اخلاص اور باہم رحمہ رہنے کا حکم فرمایا ہے۔

مسلم وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر لوگ محفوظ رہیں۔ سوائے اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی ایذا دہی کا حکم دیا ہے۔

تم موت آنے سے قبل عام اور خاص احکام سب پر عمل کرلو۔ کیونکہ لوگ تو تمہارے سامنے موجود ہیں اور موت تمہیں گھیرتی چلی آ رہی ہے۔ تم گناہوں سے ہلکے ہو کر موت سے ملو۔ لوگ تو ایک دوسرے کا انتظار ہی کرتے رہتے ہیں۔ تم لوگ اللہ کے بندوں اور اس کے شیروں کی بربادی کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ تم سے اس کا ضرور سوال کیا جائے گا حتیٰ کہ چوپایوں اور گھاس پھوس کے بارے میں بھی تم سے سوال ہوگا۔

اللہ عزوجل کی اطاعت کرو۔ اس کی نافرمانی نہ کرو اور جو بھی تمہیں خیر نظر آئے اسے قبول کرو اور جو برائی دیکھو اسے چھوڑ دو اور اس وقت کو یاد کرو جب تم لوگ تموزی تعداد میں تھے اور زمین میں کمزور تھے۔“

مصریوں کا وعدہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو ابھی آپ منبر پر ہی بیٹھے ہوئے تھے تو مصریوں نے عرض کیا۔

خُذْهَا وَاحْذَرْنَا اَبَا حَسَنٍ اِنَّا نَمُرُّ بِالْأَمْرِ اَمْرًا زَالِمًا

ترجمہ: ”اے ابوجحن! آپ ہمارے عہد یاد رکھیے کہ ہم اس کام کو انتہا تک پہنچا دیں گے۔“
شعر اصل میں یہ ہے ع

لُحْدَهَا إِلَيْكَ وَ اخْذُوا أَبَا حَسَنٍ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

إِنِّي عَجِزْتُ عَجْزَةً مَا اغْتَدِرُ سَوْفَ أَكْبِسُ بَعْدَهَا وَ اسْتَجِيرُ

ترجمہ: ”میں اتنا مجبور ہو گیا ہوں کہ عذر بھی نہیں کر سکتا۔ شاید اس کے بعد میں اس کام کو کچھ جاؤں اور اسے گم گزروں۔“

خلافت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجبوری:

سری نے شعیب سیف کے حوالے سے مجھے یہ لکھ کر روانہ کیا کہ محمد الواقدی اور طلحہ کا بیان ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کے بعد اپنے گھر تشریف لے جانے لگے تو سہائے فرقہ نے یہ شعر پڑھے۔

لُحْدَهَا إِلَيْكَ وَ اخْذُوا أَبَا حَسَنٍ إِنَّا نُمِرُّ الْأَصْرَ إِصْرًا الرِّسْنُ

ترجمہ: ”اے ابوجحن! آپ ہماری جانب سے یہ یاد رکھیے کہ ہم وہ لوگ ہیں جو کام کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں۔“

صَوْلْتُ أَقْوَمَ كَأَسَدَادِ الشُّفْنِ بِمُنْهَرٍ فَيَاثُ كَعَدْرَانِ الشُّنْ

ترجمہ: قوموں کی شان و شوکت کشتیوں کی میٹھوں کی طرح ہوتی ہے جو اینٹوں کی چٹائی کی طرح اوپر پھری ہوتی ہیں۔

وَنَطْعُنُ الْمُلْكَ بِلِسَانِ الشُّطْنِ خَشَى مُرُّنًا عَلَى غَيْرِ عَنَنٍ

ترجمہ: ہم ملکوں کو نیزوں سے ہار مار کر روٹی کی طرح اڑا دیتے ہیں اور اسے اس راستہ پر پہنچا دیتے ہیں جس کی اسے توقع بھی نہیں ہوتی۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں لشکر گاہ چھوڑنے اپنی تعداد پر تاز کرنے پر سرزنش فرمائی اور انہیں لشکر گاہوں کو واپس جانے کا حکم دیا۔ وہ زبان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم کا انکار نہ کر سکے لیکن ان کی خاموشی دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنِّي عَجِزْتُ عَجْزَةً مَا اغْتَدِرُ سَوْفَ أَكْبِسُ بَعْدَهَا وَ اسْتَجِيرُ

ترجمہ: ”میں اتنا عاجز ہوں کہ کوئی عذر بھی نہیں کر سکتا۔ شاید اس کے بعد مجھے عقل آ جائے اور میں یہ کام گم گزروں۔“

أَرْفَعُ مِنْ ذُلِّي سَيْفًا كُنْتُ أَجْرُ وَأَحْمَعُ الْأَمْرَ الْبَيْتُ الشُّجَيْرُ

ترجمہ: میں کام کرنے کا تہیہ کر رہا ہوں اور اس پر کسی اجر کا طالب بھی نہیں۔ میں منتشر اور متفرق کام کو جمع کر رہا ہوں۔

إِنْ لَمْ يُسَاعِدْنِي الْعَصَاوُ الْمُنْتَصِرُ أَوْ يُنْصَرُ كُنْتُ نَسِيَّ وَ السَّلَاحُ يَنْبَدِرُ

ترجمہ: ”اگر میری مدد میں جلدی کرنے والا مجھے اپنی طرف متوجہ نہ کر لیتا۔ یا مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتا تو ہتھیار رہنا بیت حیزی سے چلتے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قصاص سے بے بسی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو جانے کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اے علی رضی اللہ عنہ! ہم نے آپ کی بیعت کے وقت یہ شرط کی تھی کہ آپ حدود اللہ کو قائم فرمائیں گے اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ باغیوں کی یہ تمام جماعت قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک ہے اور اس طرح انہوں نے مسلمانوں کے خون کو حلال کیا ہے اس لیے آپ پر ان سب لوگوں سے قصاص لینا فرض ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھائیو! میں تمہاری طرح ان امور سے ناواقف نہیں۔ لیکن ہم اس قوم کا کیا کر سکتے ہیں جو ہماری مالک بنی ہوئی ہے اور ہم ان کے مالک نہیں اور پھر اس قتل میں تم لوگوں کے غلام بھی شریک ہیں اور ان کے ساتھ کچھ دیہاتی بھی مل گئے ہیں اور دو تمہارے دوست ہیں اور جس بات پر چاہتے ہیں تمہیں مجبور کر دیتے ہیں تو کیا ان حالات میں تم قصاص لینے پر کچھ قدرت رکھتے ہو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں!

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! تم جو کچھ دیکھ رہے ہو میں بھی ان حالات کو دیکھ رہا ہوں اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حالات بعینہ زائد جاہلیت کے حالات ہیں اور اس قوم میں ابھی جاہلیت کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان کی کوئی ایک معینہ راہ اور طریقہ نکس کہ جو اس طریقہ پر چل کر ہمیشہ زمین میں خوش رہے۔

لوگ خلافت کے معاملے میں کئی قسم کے ہیں ایک طبقہ کی وہی رائے ہے جو تمہاری رائے ہے اور دوسرے طبقہ کی رائے تمہاری رائے کے خلاف ہے اور ایک فرقہ نہ اس رائے کا حامی ہے اور نہ اس رائے کا۔

تاہم کچھ لوگ ایک رائے پر جمع نہ ہو جائیں اور دل درست نہ ہو جائیں اس وقت تک قصاص ممکن نہیں۔ اب تم میرے پاس سے جاؤ اور یہ دیکھو کہ تمہارے لیے کیا نئے حالات پیش آتے ہیں اور ان حالات کا مطالعہ کر کے میرے پاس واپس آؤ۔

یہ بات قریش پر بہت گراں گزری اور انھوں نے مدینہ سے بھاگنا شروع کر دیا اور سب سے پہلے بنو امیہ مدینہ چھوڑ کر بھاگے اور لوگ متفرق ہو گئے۔

حتیٰ کہ بعض لوگ یہاں تک کہنے لگے کہ اگر ان حالات میں اسی طرح اضافہ ہوتا رہا اور اس آفت کی یہی حالت رہی تو ہم ان شریروں کی مدد کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے اس قصاص کو ترک کرنا پڑے گا۔

ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ ہمارے ذمہ جو کام لازم ہے ہمیں خود اس کا فیصلہ کر لینا چاہیے اور اس میں ہرگز بھی تاخیر نہ کرنی چاہیے۔ علی رضی اللہ عنہ تو اپنی رائے فہم کر چکے ہیں اس طرح ان کا کام بھی ہمارے کندھوں پر آ پڑا ہے اور ہمیں جو حالات نظر آ رہے ہیں اس سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ، غیروں اور اپنوں سے بھی زیادہ قریش پر سختی کریں گے۔ اس بات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک عام خطبہ دیا اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد قریش کی فضیلت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میں خود قریش کا محتاج ہوں اور مجھے ہر وقت ان کی فکر لگی ہوئی ہے اور ان کے بغیر میری زندگی بھی بیکار ہے اور اس خلافت کے علاوہ میری ان پر کوئی زبردستی نہیں مجھے اس کا اجر اللہ عز و جل ہی عطا فرمائے گا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا۔ جو غلام اپنے مالک کے پاس واپس نہ جائے گا ہم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ یہ اعلان سبائے فرقہ اور اعراب پر بہت گراں گزرا اور وہ آجس میں کہنے لگے کہ کل کو ہمارے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آئے گا اور

ہم پھر احتجاج بھی نہ کر سکیں گے اسی لیے اس کا ابھی سے تذکرہ کر لینا چاہیے۔
سپاہیوں کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے انکار:

میرے پاس سری نے شعیب اور سیف کے حوالہ سے یہ لکھ کر روانہ کیا کہ محمد اور طلحہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کے تیسرے روز لوگوں کو خطبہ دینے کے لیے باہر تشریف لائے اور فرمایا:

”اے لوگو! اعراب کو اپنے پاس سے نکال دو اور فرمایا اے اعراب تم اپنے چشموں پر دھاپس چلے جاؤ۔“

اعراب نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس حکم کی اطاعت کی لیکن سپاہیہ فرقہ نے انکار کر دیا۔

اس خطبہ کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا۔ اب تم لوگ اپنے قاتل کو چکر کر قتل کر دو صحابہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ قاتل تو اس سے بھی زیادہ چھائے ہوئے ہیں کہ اعراب کے چلے جانے سے بھی ان کی قوت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! آج کے بعد وہ اس سے بھی زیادہ چھلچھائیں گے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ

شعر پڑھا:

لَسَوْا قَوْمٌ مِّمَّنْ طَاوَعْتَنِي سِرَائِنُهُمْ
أَمَرْتُهُمْ أَمْرًا يُبْذِلُ الْأَعْدَاءَ

ترجمہ: ”اگر میری قوم کے سردار میری اطاعت کرتے تو میں انہیں ایسی بات کا حکم دیتا جس سے دشمن بھی دوست بن جاتے۔“

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے بصرہ جانے کی اجازت دے دیجیے اور میری جانب سے کسی قسم کا خطرہ دل میں نہ لائیے میں وہاں لشکر میں شامل رہوں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس پر غور کروں گا۔

اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کی درخواست کی اور عرض کیا کہ آپ میری جانب سے کوئی بدگمانی نہ کیجیے۔ میں وہاں لشکر میں مقیم رہوں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست پر بھی یہی فرمایا کہ میں اس پر غور کروں گا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو جب اس مجلس کا حال معلوم ہوا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ مجھ پر آپ کے دو حق ہیں ایک اطاعت کا حق اور دوسرے نصیحت کا حق۔ آج کے روز بہترین رائے وہ ہے جس سے آپ کل آئندہ پیش آنے والے امور سے اپنی حفاظت فرمائیں اور آج کے ضائع ہو جانے سے آپ ان چیزوں کو بھی ضائع کر دیں گے جو کل حاصل ہو سکتی ہیں بہتر یہ ہے کہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابن عامر رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدوں پر قائم رکھیں اسی طرح بقیہ گورنروں کو بھی ان کے عہدوں پر برقرار رکھیں۔ جب یہ لوگ آپ کی اطاعت کر لیں اور لشکری آپ کی بیعت کر لیں تو اس وقت مناسب سمجھیں تو ان گورنروں کو تہدیل کر دیں۔ یا انہیں ان کے عہدوں پر رہنے دیں اس وقت آپ کو ان پر ہر قسم کا اختیار ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس رائے پر غور کروں گا۔

اس کے بعد مغیرہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلے آئے اور اگلے روز پھر ان کے پاس گئے اور کہنے لگے میں نے کل آپ کو ایک مشورہ دیا تھا لیکن بہترین رائے یہ ہے کہ آپ فوراً انہیں ان کے عہدوں سے برطرف کر دیں۔ تاکہ ہر ایک نئے نئے لوگوں کو

عثمان رضی اللہ عنہ کے دیگر عاملوں کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھئے۔ اس طرح لوگ آپ کی بیعت کر لیں گے اور تمام مقامات پر سکون و اطمینان پیدا ہونے لگا اور لوگ اپنی اپنی جگہ جا کر اطمینان سے ٹھہر جائیں گے۔ میں نے اس بات سے انکار کیا اور اسے یہ جواب دیا کہ اگر خدا کی قسم! مجھے دن کی ایک ساعت بھی ایسی حاصل ہو جائے جس میں میں اپنی رائے پر عمل کر سکوں تو میں انہیں اور ان جیسے لوگوں کو ایک لمحہ کے لیے بھی والی رکھنے کے لیے تیار نہیں۔ میری یہ بات سن کر مغیرہ رضی اللہ عنہ چلے گئے اور مجھے ان کے چہرے سے یہ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ مجھے غلطی پر سمجھ رہے ہیں۔

اس وقت یہ میرے پاس دوبارہ آئے اور کہنے لگے۔ اس سے قبل میں نے آپ کو ایک مشورہ دیا تھا جسے آپ نے قبول نہیں کیا تھا لیکن غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ کی رائے صائب ہے آپ ان سب کو ان کے عہدوں سے برطرف کر دیں اور جس پر آپ مطمئن ہوں اسے عامل بنائیے۔ حبشی ان کی شان و شوکت پہلے قسمی اب اتنی نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مکالمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا پہلی مرتبہ تو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ خیر خواہی کی تھی اور دوسری مرتبہ آپ کو دھوکہ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم مجھے نصیحت نہ کرو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ: آپ جانتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی دنیا دار ہیں اگر آپ انہیں ان کے عہدوں پر قائم رکھیں گے تو انہیں اس کی کوئی پروا نہ ہوگی کہ خلیفہ وقت کون ہے اور اگر آپ انہیں معزول کر دیں گے تو وہ یہ کہیں گے کہ خلافت بغیر مشورے کے قائم ہوئی ہے اور اسی خلیفہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے اس طرح آپ کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے اور اہل عراق آپ کے باغی بن جائیں گے۔ دوسری جانب میں طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی مطمئن نہیں ہوں کہ کہیں وہ آپ پر حملہ نہ کر بیٹھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم نے جو یہ کہا ہے کہ میں ان عہدیداروں کو ان کے عہدوں پر قائم رکھوں تو خدا کی قسم اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ دنیا کی اصلاح کے لیے یہی بہترین تدبیر ہے لیکن جہاں تک حق کا اور ان امور کا تعلق ہے جس کے عثمانی عہدیدار مرتکب ہو رہے ہیں اور جن کا مجھے علم ہے تو یہ امور مجھے اس پر مجبور کرتے ہیں کہ میں ان میں سے کسی کو بھی کوئی عہدہ نہ دوں اگر برطرفی کے باوجود یہ میری خلافت قبول کر لیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے اور اگر یہ اس سے انحراف کریں تو میں گوارا ممان سے نکال لوں گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ: تو میری ایک اور رائے تسلیم کیجیے کہ آپ بیعت اپنی زمین پر چلے جائیں اور اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائیں۔ کیونکہ عرب پریشان اور مضطرب ہونے کے بعد آپ ہی کے پاس آئیں گے اور آپ کے علاوہ انہیں کوئی ایسا دوسرا شخص نظر نہ آئے گا جو کہ خلافت کا بار سنبھال سکے اور اگر آپ نے آج ان کا ساتھ دے کر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ پر لشکر کشی کی تو خدا کی قسم کل تمام لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کی ذمہ داری آپ کے سر ڈال دیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔ تم شام جاؤ میں تمہیں وہاں کا عامل بناتا ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ: وہاں معاویہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں جو بنو امیہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ جب میں وہاں پہنچوں گا تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص میں میری گردن اتار لیں گے اور اگر وہ ایسا نہ بھی کریں گے تو کم از کم مجھے قید ضرور کر دیں گے اور میرے خلاف کوئی نہ کوئی حکم صادر کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: میری اور تمہاری جو قرابت ہے تم نے اسے کیوں نظر انداز کر دیا۔ تم پر جو شخص بھی حملہ آور ہو گا وہ دراصل مجھ پر حملہ آور ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ: آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط تحریر کیجیے۔ اس کے ساتھ ان سے کچھ وعدے کیجیے اور ان پر احسانات کیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم! میں یہ کام ہرگز نہیں کر سکتا۔

مجھ سے ہشام ابن سعد نے ابو ہلال کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے پانچ روز بعد مکہ سے مدینہ واپس آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ موجود تھے میں کچھ دیر ان کے دروازے پر ٹھہرا رہا۔ جس وقت مغیرہ رضی اللہ عنہ باہر آئے تو انہوں نے سلام کیا اور مجھ سے سوال کیا کہ تم کب واپس آئے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ ابھی آ رہا ہوں۔

اس کے بعد میں اندر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انہیں سلام کیا۔

قریش کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم زیر اور ظلم نہیں سے لے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ میری اور ان کی ملاقات نواصف میں ہوئی تھی انہوں نے سوال کیا ان کے ساتھ کون کون لوگ تھے۔ میں نے جواب دیا کہ ابوسعید بن الخاریج بن ہشام اور قریش کی ایک جماعت تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ لوگ یہاں سے بھاگنے سے ہرگز باز نہ آئیں گے اور کچھ روز بعد یہ دعویٰ کریں گے کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص چاہتے ہیں اور خدا کی قسم! ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ یہی لوگ قاتل عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مغیرہ رضی اللہ عنہ کی رائے:

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دریافت کیا اے امیر المومنین یہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کس لیے آئے تھے اور آپ سے خلوت میں ان کی کیا گفتگو ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے دو روز بعد میرے پاس آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ میں آپ سے خلوت میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ان کے لیے حکم کیا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ ہر شخص کے لیے صیحت کی اجازت دی گئی ہے اور اب آپ ہی بدوں میں باقی رہ گئے ہیں میں آپ کو صیحت کرنا اور ایک بہترین رائے دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ اس سال کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تمام عہدہ برداروں کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھیے جب یہ لوگ آپ کی بیعت کریں اور آپ کی بیعت مکمل ہو جائے تو آپ مجھے چاہیں معزول فرمائیں اور مجھے چاہیں برقرار رکھیں۔

میں نے انہیں یہ جواب دیا تھا کہ میں دین میں ممانعت نہیں کر سکتا اور گری ہوئی طبیعت کے انسانوں کو اپنی خلافت میں کوئی

عہدہ نہیں دے سکتا۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ: اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو آپ جسے چاہیں معزول فرمائیں۔ لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ قائم رکھیں کیونکہ وہ ایک صاحب جرأت انسان ہیں اور اہل شام ان کی بات مانتے ہیں اور ان کے قائم رکھنے پر آپ کے پاس ایک دلیل بھی ہے وہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پورے شام کا والی بنایا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: میں تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدے پر دو دن بھی قائم نہیں رکھ سکتا۔
اس گفتگو کے بعد مغیرہ رضی اللہ عنہ میرے پاس سے چلے گئے۔ آج پھر واپس آئے اور کہنے لگے میں نے آپ کو ایک مشورہ دیا تھا جو آپ نے قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن غور و فکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ ہی کی رائے صحیح تھی اور آپ کو اپنی خلافت میں ہرگز بھی کسی کو دھوکہ نہیں دینا چاہیے اور نہ کسی بات کو چھپانا چاہیے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے:

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا پہلی بار جو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا تھا وہ آپ کی خیر خواہی کے لیے تھا اور دوسری بار آپ کو دھوکے میں مبتلا کیا میری رائے بھی یہی ہے کہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدے پر قائم رکھیں جب وہ آپ کی بیعت کر لیں گے تو انہیں ان کے عہدے سے برطرف کرنے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ جنگ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو تلواریں کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمثیل یہ شعر پڑھا۔

مَأْمُونٌ إِنْ مَثُفَا عَيْزٍ عَاجِزٌ
بِعَارٍ إِذَا مَا عَالَتْ النَّفْسُ غَوْلَهَا

ترجمہ: ”اس حالت میں اگر میری موت ہوگی تو وہ ایک عاجز عاجز کی موت ہوگی جسے چاروں طرف سے غول بیا بانی نے گھیر لیا ہو۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساواگی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ ایک بہادر شخص ضرور ہیں لیکن تدابیر جنگ سے قطعاً واقف ہیں۔ کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ:
الْخُرُوبُ خُدْعَةٌ.

”جنگ بھی ایک قسم کا دھوکہ ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیوں نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم! اے امیر المومنین میرے مشورے اور رائے پر چلیں تو میں ان مخالفوں کے اتنا آگے بڑھ جانے کے باوجود ان کی تدابیر کو اس طرح الٹ دوں گا کہ یہ ہر کام میں پیچھے ہی دیکھتے نظر آئیں گے اور یہ سوچیں گے کہ اس انجام بد سے کیسے بچنا چاہیے اور آگے کی کوئی بات انہیں نظر نہ آئے گی اور اس تدبیر میں آپ کا نہ نقصان ہو گا اور نہ آپ پر کوئی گناہ لازم آئے گا۔

حضرت علیؓ: تم جن باتوں کا مجھے مشورہ دے رہے ہو اس میں تم نہ معاویہؓ کا کچھ کر سکتے ہو اور نہ کسی اور کا کچھ بگاڑ سکتے ہو۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ اگر میں تمہارا مشورہ تسلیم نہ کروں تو تم ہر حال میں میری اطاعت کرو۔

ابن عباسؓ: ان شاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا اور میرے نزدیک اطاعت سے زیادہ آسانی کسی چیز میں نہیں ہے۔

شاہ قسطنطنین کا مسلمانوں پر حملہ:

محمد بن عمر الواقدی نے ہشام بن الغاز کے واسطے سے عبادۃ بن نسی کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ اسی سال یعنی ۳۵ھ میں قسطنطنین بن ہرقل نے ایک ہزار کشتیوں میں لشکر ہجر کر مسلمانوں پر حملے کے ارادے سے کوچ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک سخت آندھی مسلط فرمادی جس نے ان سب کو غرق کر دیا۔ لیکن قسطنطنین زندہ بچ گیا۔ اور پہ ہزار وقت صقلیہ پہنچا۔ رومیوں نے اس کے لیے ایک حمام تیار کرایا۔ جب قسطنطنین اس حمام میں گیا تو اسے یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ تو نے ہمارے بہت سے آدمیوں کو تباہ کیا ہے۔



باب ۳

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گورنر

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے محمد اور طلحہ کا بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا۔ کہ جب ۳۶ھ شروع ہوا تو حضرت علیؓ نے مختلف شہروں پر گورنر متعین کر کے روانہ فرمائے عثمان بن حنیفؓ، کو بصرہ، عمارۃ بن شہابؓ، کو کوفہ روانہ کیا۔ یہ عمارۃ جوؓ، مہاجرین صحابہ میں داخل تھے یمن عبید اللہ بن عباسؓ، حبشہ کو مصر قیس بن سعدؓ، بیتانہ کو اور شام کل بن حنیفؓ، جوؓ کو روانہ کیا۔

سہل بن حنیفؓ کی واپسی:

سہل جوؓ مدینہ سے کوچ کر کے شام کی طرف چلے۔ جب جبکہ پہنچے تو وہاں انہیں کچھ گھوڑے سوار ملے۔ ان سواروں نے دریافت کیا تم کون ہو؟ سہل جوؓ نے جواب دیا میں امیر ہو کر آیا ہوں۔ سواروں نے دریافت کیا آپ کو کس علاقہ پر مامور کیا گیا ہے۔ سہل جوؓ نے جواب دیا شام پر۔ انھوں نے جواب دیا کہ اگر تمہیں عثمان جوؓ نے بھیجا ہے تو سر آٹھوں پر اور اگر کسی اور نے بھیجا ہے تو واپس جاؤ۔ سہل جوؓ نے کہا کیا تمہیں وہ حالات معلوم نہیں جو پیش آ چکے ہیں۔ ان سواروں نے جواب دیا ہاں ہمیں سب کچھ معلوم ہے اس گفتگو کے بعد سہل جوؓ، حضرت علیؓ کو پاس واپس چلے آئے۔

قیس بن سعد بن حبشہؓ کی واپسی:

قیس بن سعد بن حبشہؓ مدینہ سے چل کر اہلہ پہنچے تو انہیں راہ میں کچھ سوار ملے انہوں نے دریافت کیا تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ قیس جوؓ نے جواب دیا میں حضرت عثمان جوؓ کا قاصد ہوں۔ انھوں نے دریافت کیا تمہارا نام کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ میرا نام قیس بن سعد بن حبشہؓ ہے۔ ان سواروں نے جواب دیا اچھا تم آگے جا سکتے ہو۔ یہ آگے بڑھ کر مصر میں داخل ہو گئے۔

مصر میں ان کے داخلے سے لوگ کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

ایک فرقہ تو قیس بن سعد بن حبشہؓ کے ساتھ چل گیا۔ اور بیعت میں داخل ہو گیا۔

دوسری جماعت نے خربتہ پہنچ کر پناہ لی اور اس نے ہرقم کے اختلافات سے علیحدگی اختیار کر لی اور یہ کہلا بھیجی کہ اگر حضرت عثمان جوؓ کے قاتل قتل کر دیے گئے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ورنہ ہم تمہارے مخالف ہیں۔ اور یا تو ہم اپنا قصاص لے کر رہیں گے یا ختم ہو جائیں گے۔

تیسرا گروہ یہ کہتا تھا کہ ہم علی جوؓ کے ساتھ شامل ہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ہمارے بھائیوں سے قصاص نہ لیا جائے۔ یہ لوگ بھی حضرت علی جوؓ کی جماعت میں شامل تھے۔

قیس بن سعد بن حبشہؓ نے یہ تمام حالات حضرت علی جوؓ کو لکھ کر روانہ کر دیے۔

”اے قوم! جس بات سے میں تمہیں ڈراتا تھا آج وہ پیش آ چکی ہے اور حالات ایسے پیش آ گئے ہیں کہ ان کو ختم کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ یہ آگ کی طرح ایک فتنہ ہے کہ جب آگ ایک بار لگ جاتی ہے تو وہ بڑھتی اور بھڑکتی چلی جاتی ہے۔“

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا۔ تو آپ ہمیں مدینہ سے باہر جانے کی اجازت دیجیے تاکہ ہم اس کی کوئی تدبیر کریں ورنہ آپ ہمیں چھوڑ دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ سے جہاں تک ہو سکے گا میں ان حالات کو سنبھالنے کی کوشش کروں گا۔ اور جب کوئی بھی تدبیر باقی نہ رہے گی تو آخری دواداغ لگنا ہی ہوتی ہے کہ انسان تکلیف سے نجات پانے کے لیے اپنے جسم کو جلوانا بھی گوارا کر لیتا ہے۔
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام مراسلہ:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لیے خط لکھے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی اطاعت اور بیعت کے بارے میں تحریر کیا کہ وہ سب آپ کے مطیع ہیں ان میں سے کچھ لوگوں نے تو زبردستی بیعت کی ہے اور کچھ آپ کی بیعت پر راضی ہیں۔

جب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف نہیں لے گئے اس وقت تک کوفہ کی یہی حالت رہی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس معبد الاسلمی کو قاصد بنا کر بھیجا تھا۔
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خاموشی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہمرۃ الجحش رضی اللہ عنہا کو قاصد بنا کر روانہ کیا۔ یہ ان کے پاس پہنچے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط دیا۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط کا کوئی جواب نہیں دیا اور کئی روز بعد قاصد کو روانہ کر دیا۔ قاصد جب جواب لکھنے کے لیے کہتا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جواب نہ دیتے بلکہ یہ اشعار پڑھنے لگتے۔

أَدِمَّ إِذَا مَنَّا جِسْمُنَا أَوْ خُذْنَا بِبَيْدِي
حَزُنًا ضَرُّوْا سَاتَشِبُ الْحَزْلُ وَالضَّرُّ مَا
بَرَّحَ بَعْدَهُ: ”قاعد کی طرح جھر رہو یا پھر مجھے ایک ہولناک جنگ کی دعوت دو جو جوان اور بچے کو بوڑھا بنادے۔“

فِي جَارِ حُجْمٍ وَ إِنْ بَحِثْتُمْ إِذْ كُنَّا مَقْتُلُهُ
نُفَعَاءَ شَيْبَتِ الْأَصْدَاغِ وَاللَّمَا
بَرَّحَ بَعْدَهُ: تمہارے پڑوسیوں اور لڑکوں کی ایسی خونریزی ہوگی کہ کنپٹی اور سر کے بال بھی سفید ہو جائیں گے۔

أَعْيَسَ الْمَسُوْدُ بَهَا وَالسَّيْدُوْنَ فَلَمْ
يُؤْخَذْ لَهَا غَيْرُ نَاسُوْلِي وَلَا خُكْمَا
بَرَّحَ بَعْدَهُ: آقا اور غلام دونوں عاجز ہو جائیں گے اور ہمارے علاوہ کوئی والی اور حاکم نہ ہوگا۔“

الغرض جب بھی ہمرۃ الجحش رضی اللہ عنہا خط پڑھ کر سناتے یا جواب کا قاضا کرتے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہی اشعار پڑھتے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کو تیسرا مہینہ شروع ہوا۔ یعنی مفر کا مہینہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنو ہشام کے ایک شخص کو بلوایا اور بنو رواحہ کے ایک آدمی کو بھی طلب کیا جس کا نام قبیصہ تھا اور اسے ایک دفتر سپرد کیا۔ جس کا عنوان یہ تھا ”معاویہ رضی اللہ عنہ کی

جانب سے علی جوہر کو جواب 'اس پر مہر لگی ہوئی تھی۔ قبیضہ کو یہ دفتر سپرد کر کے امیر معاویہ جوہر نے حکم دیا کہ جب تم مدینہ پہنچو تو نیچے کا کاغذ کھول لینا۔ پھر اسے کچھ باتیں سکھائیں کہ مدینہ پہنچ کر لوگوں سے ایسا اور ایسا کہنا۔

حضرت علی جوہر کا قاصد بھی واپس ہوا اور امیر معاویہ جوہر کے قاصد بھی مدینہ چلے۔ جب امیر معاویہ جوہر کے قاصد مدینہ پہنچے تو وحی نے اسی طرح کاغذات کھول لیے جس طرح امیر معاویہ جوہر نے حکم دیا تھا۔ لوگوں نے ان کاغذات کو دیکھنا شروع کیا اور اسے دیکھ کر اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے اور یہ سب کو معلوم ہو گیا کہ امیر معاویہ جوہر اس خلافت پر معترض ہیں۔ قاصد اسی طرح آگے بڑھتا ہوا حضرت علی جوہر کے پاس پہنچا اور وہ کاغذات کا پلندہ اٹھیں دیا انہوں نے مہر توڑی تو اس میں کچھ بھی تحریر نہ تھا۔ حضرت علی جوہر نے دریافت کیا۔ تم اپنے پیچھے کیا حالات چھوڑ آئے ہو۔

قاصد: کیا آپ مجھے امان دیتے ہیں۔

حضرت علی جوہر: ہاں! قاصد کو امان حاصل ہوتی ہے۔ انہیں قتل نہیں کیا جاتا۔

قاصد: میں اپنے پیچھے ایسی قوم چھوڑ کر آیا ہوں جو قصاص کے علاوہ کسی دوسری بات پر راضی نہیں۔

حضرت علی جوہر: آخر وہ کس قصاص چاہتے ہیں۔

قاصد: آپ سے۔ میں ستر ہزار بوڑھوں کو عثمان جوہر کے قبضے کے نیچے روتا چھوڑ کر آیا ہوں۔ جو انہوں نے دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر بچے مار دیا ہے۔

حضرت علی جوہر: تم مجھ سے عثمان جوہر کے خون کا بدلہ طلب کر رہے ہو۔ اے اللہ میں عثمان جوہر کے خون سے آپ کے سامنے اپنی برأت ظاہر کرتا ہوں۔ اب خدا کی قسم! قاتلین عثمان جوہر بیچ جائیں گے لیکن یہ دوسری بات ہے کہ کسی کی قضا آگئی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو وہ اسے ضرور پہنچ کر رہتی ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔

قاصد: کیا میرے لیے امان ہے۔

حضرت علی جوہر: ہاں تمہیں امان ہے۔

جب یہ عیسیٰ باہر نکلا تو سہائی چلائے کہ یہ کتا ہے اور کتوں کا قاصد ہے۔ عیسیٰ بھی چلانے لگا اے آل مصر مجھے بچاؤ۔ اے قیس کی اولاد جو گھوڑوں اور اونٹوں کے مالک ہیں مجھے آکر بچاؤ۔ میں اللہ جل اسد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ عقیق رب ہزار جوان تم پر حمد آور ہونے والے ہیں۔ تم خود سوچ لو کہ تم میں کتنے شہسوار ہیں اور کتنے اونٹ سوار ہیں اور تم اس لشکر کے مقابلہ کے لیے کتنی تیاری کر چکے ہو۔

مضمر نے اسے روکا اور کہا خاموش رہ۔

یہ بولا ہرگز نہیں خدا کی قسم! یہ جماعت ہرگز بھی فلاح نہیں پاسکتی کیونکہ ان لوگوں پر وہ عذاب نازل ہو چکا ہے جس کا حضور کی زبانی ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

مضمری پھر چلائے۔ خاموش رہ۔

عسی بولا: جس مذہب سے انہیں ڈرایا گیا تھا آج وہ ان کے لیے حلال ہو چکا ہے۔ خدا کی قسم! ان کے اعمال ختم ہو چکے ہیں اور ان کی بواہ کھڑکی ہے۔ خدا کی قسم! ابھی شام نہ ہونے پاسے گی کہ یہ سب ذلیل و رسوا ہو جائیں گے۔
طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کی اجازت طلبی:

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے میرے پاس یہ لکھ کر روانہ کیا کہ محمد بن عمر الواقدی اور طلحہ کا بیان ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عمرے کی اجازت طلب کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی اور یہ دونوں مکہ پہنچ گئے۔

اہل مدینہ کا طرز عمل:

اہل مدینہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا طریقہ کار اختیار کرتے ہیں اور علی الخصوص اس وقت جب کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی بیعت نہ کریں تا کہ ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ علی رضی اللہ عنہ اہل قبیلہ کے ساتھ قتل و قمار کبھی نہیں کرتے اور ہم یہ فیصلہ کر سکیں کہ مسلمانوں کے ساتھ قتال کیا جائے یا نہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی رائے:

اہل مدینہ کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے اور انہیں یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنی جگہ خاموش بیٹھ جائیے اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔

زیاد کا مشورہ:

اہل مدینہ نے زیاد بن حنظلہ التیمی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا یہ زیاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں میں داخل تھے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ کچھ دیر وہاں جا کر بیٹھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بخود ان سے فرمایا: اے زیاد تیاری کرلو۔

زیاد: کس شے کی تیاری۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: شام کے جہاد کی۔

زیاد: نرمی اور احسان زیادہ بہتر شے ہے۔

اس کے بعد زیاد نے یہ شعر پڑھا۔

وَمَنْ لَا يُصَابِعُ فَيْ أُمُورٍ غَيْبُورَةٍ
 يُضَرِّسُ بِأَنْبَابٍ وَبُعُوكَا بِمَنْسَمٍ
 ترجمہ: ”اور جو شخص بہت سے کام نہ کر سکے اسے یا تو چکلیوں سے چبایا جاتا ہے یا کھروں سے روند دیا جاتا ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا۔ گویا کہ وہ خاموش بیٹھے پر تیار نہیں۔

مَنْ سَمِعَ الْقَلْبَ الذَّكِيَّ وَضَارِماً
 وَأَنْفَاجاً حَيْثُ تَحْتَضِنُكَ الْمَظَالِمُ
 ترجمہ: ”جب تو سمجھداروں، تلوار اور مددگار جمع کر لے گا تو تجھ سے ظالم بھی دور بھاگیں گے۔“

یہ جواب سن کر زیاد باہر آئے۔ لوگ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ لوگوں نے سوال کیا: کیا فیصلہ ہے۔ زیاد نے جواب دیا۔ تلوار

ہے تم خوراس سے سمجھ لو کہ علی رضی اللہ عنہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔
الفتح کی تیاری:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن حنفیہ کو بلایا اور لشکر کا جھنڈا ان کے سپرد کیا۔ مینہ پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، میسرہ پر عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ، یاعمر بن سفیان بن الاسد رضی اللہ عنہ، معین کے گئے ابولہلی بن عمر بن الجراح رضی اللہ عنہ، کوجو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھے ہر اول دستے پر معور فرمایا اور مدینہ پر حکم بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا چائشین معین کیا اور جن لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا ان میں سے کسی کو کوئی عہدہ نہیں دیا گیا اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو فتح پر کیا کہ وہ شام کی طرف لشکر روانہ کریں۔ اس کے بعد سب لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اہل مدینہ سے خطاب:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کے سامنے خطبہ دیا اور انھیں ان لوگوں مقابلہ پر جنگ کے لیے ابھارا جنھوں نے خلافت سے اختلاف کر کے امت میں تفریق پیدا کی تھی اور فرمایا:

”اللہ عزوجل نے اپنا ایک ایسا پیغمبر مبعوث فرمایا جس نے لوگوں کو دین کی راہ دکھائی اسے کتاب ناطق عطا کی اور ایسا حکم عطا کیا جو ہر بات کو واضح کرنے والا اور ہمیشہ قائم رہنے والا تھا۔ اب اس کے ذریعہ وہی شخص ہلاک و برباد ہو سکتا ہے جس کی قسمت میں ہلاکت لکھی ہوئی ہو اور ہلاک کرنے والے امور بدعات اور شبہات ہیں۔ ان ہلاکت آفریں چیزوں سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اللہ ہی کی حکومت میں تمہارے دین کی حفاظت ہے تو تم کسی دوسری جانب رخ کیے بغیر صرف اس کی اطاعت کرو اور اس اطاعت کو اپنے لیے برائہ سمجھو۔ خدا کی قسم ایسا تو تم اس پر عمل کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے اسلام کی حکومت چھین لے گا۔ اور پھر یہ حکومت اور شان و شوکت ہرگز بھی تمہیں اس وقت تک حاصل نہ ہو سکے گی جب تک تم دین کی طرف واپس نہ لوٹ آؤ گے۔

تم لوگ اس قوم کے مقابلے پر چلو جو تمہاری جماعت میں تفریق پیدا کر رہی ہے شاید اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ان کی اصلاح فرمادے اور چاروں طرف جو فسادات پھیلے ہوئے ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ اور تم اس چیز کا فیصلہ کر لو جو تم پر لازم ہے۔“

ابھی لشکر کوچ کرنے نہ پایا تھا کہ مکہ سے بھی اس قسم کی خبر آئی کہ تمام لوگ اختلاف پر آمادہ ہیں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ خطبہ دیا اور فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ظالم کے لیے غزوہ مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے اور ان لوگوں کے لیے جو دین کو لازم پکڑے رہیں اور اس پر استقامت اختیار کریں کامیابی اور نجات کا وعدہ کیا ہے۔ جو شخص حق پر نہیں چل سکا وہ باطل کو ضرور اختیار کر کے رہے گا۔

خبردار نہ ہو غلطی سے اور ام المؤمنین میری امارت کی مخالفت پر آمادہ ہیں اور لوگوں کو اصلاح کی دعوت دے رہے ہیں۔ میں ان حالات پر صبر کروں گا کیونکہ مجھے تمہاری جماعت جانب سے کوئی خوف نہیں ہے۔ اگر وہ جنگ سے گریز کریں

گئے تو میں بھی جنگ سے گریز کروں گا اور ان کی باتیں سن کر صبر کروں گا۔“

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس خبر پہنچی کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہ بصرہ کی جانب بڑھ رہے ہیں تاکہ لوگوں کے حالات دیکھ کر ان کی اصلاح کر سکیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ان کی جانب بڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا۔ انھوں نے وہ کام کیا ہے جس سے اسلام کا نظام ختم ہو چکا ہے اور ان حالات میں ہم ان کے ساتھ کوئی نرمی اختیار نہیں کر سکتے اور لوگوں پر کوئی زبردستی نہیں۔ یہ اعلان جنگ اہل مدینہ پر بہت شاق گزرا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مکمل فوجی کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا۔ وہ انہیں اپنے ساتھ لے کر آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میرے ساتھ جنگ پر چلو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: میں تو اہل مدینہ کے ساتھ ہوں۔ کیونکہ انہیں میں کا ایک فرد ہوں انھوں نے آپ کی بیعت کی۔ میں نے بھی آپ کی بیعت کی۔ میں ان کا ساتھ کسی حالت میں نہیں چھوڑوں گا۔ اگر وہ آپ کے ساتھ جنگ پر جاتے ہیں تو میں بھی جنگ پر ساتھ جاؤں گا اور اگر وہ جنگ میں شریک نہیں ہوں گے تو میں بھی شریک نہیں ہوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم اس بات کا کوئی ضامن پیش کرو کہ تم کہیں باہر نہیں جاؤ گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: میں کوئی ضامن پیش نہیں کر سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: میں بچپن سے بڑے ہونے تک دیکھتا چلا آیا ہوں تم ہمیشہ ہی بد اخلاق رہے ہو۔ میں تمہاری اس بد اخلاقی کے باعث پہلے سے جانتا تھا کہ تم ضرور اٹکار کر دو گے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو ان کا میں ذمہ دار ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ واپس لوٹے۔ اہل مدینہ کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم! ہم کچھ نہیں جانتے کہ ہمیں اس معاملے میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ مسلمانوں سے یہ جنگ ہم پر مشتبہ ہے اور ہم اس وقت تک ہرگز جنگ میں شامل نہیں ہوں گے جب تک روز روشن کی طرح اس کی حقیقت ہم پر ظاہر نہیں ہو جاتی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمرہ:

جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راتوں ہی رات مدینہ سے چلے گئے اور ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کو یہ بتا گئے کہ اہل مدینہ کی کیا رائے ہے اور وہ خود عمرہ کے ارادہ سے جا رہے ہیں اور بیعت علی رضی اللہ عنہ پر قائم ہیں۔ لیکن جنگ میں حصہ نہیں لیں گے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نہایت سچے آدمی تھے۔ ان کی روانگی کا حال ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہی کو معلوم تھا۔

بات کا پتلا کر:

جب صبح ہوئی تو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور بولے رات تو اتنا خطرناک حادثہ پیش آیا ہے جس کے مقابلے میں ظہر و زہر ام المؤمنین اور معاویہ رضی اللہ عنہما کا حادثہ بھی بچ ہے اور آپ کے لیے اتنا اہم خطرہ پیدا ہو گیا ہے جتنا ان سب سے نہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: وہ کیا حادثہ پیش آیا؟

لوگ: ابن عمر بن ابی سہل ہاگ کر شام چلے گئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فوراً بازار پر پہنچے اور لوگوں کو سواروں پر ابن عمر رضی اللہ عنہ کی تلاش کے لیے ہر طرف دوڑایا اور تمام مدینہ و انوں میں ایک زبردست پیمانہ پیدا ہو گیا۔

ان حالات کی اطلاع ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو پہنچی انھوں نے فوراً اپنا خیر منگوا لیا اور اس پر سوار ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت بازار میں کھڑے لوگوں کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں چاروں طرف دوڑا رہے تھے۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے جا کر کہا اے میرے باپ! یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ اس شخص کے پیچھے لوگوں کو نہ دوڑائیے اور جو خیر آپ تک پہنچائی گئی ہے وہ بالکل غلط ہے واقعہ کچھ اور ہی ہے اور میں اس کی ذمہ داری لیتی ہوں۔

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دل مطمئن ہوا اور جان میں جان آئی اور لوگوں سے فرمایا اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ۔ خدا کی قسم! نہ تو میری بیٹی جھوٹ بولتی ہے۔ اور نہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ میرے نزدیک نہایت سچے اور معتبر آدمی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اہل مدینہ سے خطاب:

سری نے شعیب دسیف کے حوالے سے میرے پاس یہ تحریر کر کے روانہ کیا کہ محمد الواعدی اور طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل مدینہ کی اطاعت سے خوش نہ تھے اس لیے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے پر ان کی امداد کے لیے تیار نہ تھے اس لیے انھوں نے تمام اہل مدینہ کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر کی اور فرمایا:

"اس کام کی اصلاح اسی طرح ممکن ہے جس طرح ابتداء میں دین کی اصلاح کی گئی تھی۔ تم ہر شے کا انجام دیکھ چکے ہو اور تم میں سے جس کے خلاف اللہ تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہو چکا تھا وہ پورا ہو چکا اب تم اللہ کی مدد کرو تا کہ اندہ تمہاری مدد کرے اور تمہارے کاموں کی اصلاح فرمائے۔"

اس تقریر پر انصار کے سرداروں میں سے صرف دو شخصوں نے آپ کی بات قبول کی ایک ابوالشیم بن تہیان ہمدانی رضی اللہ عنہ اور دوسرے خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ یہ خزیمہ رضی اللہ عنہ وہ نہیں ہیں جو ذوالشہادتین کے لقب سے مشہور تھے وہ خزیمہ رضی اللہ عنہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وفات پا گئے تھے۔

خزیمہ رضی اللہ عنہ کا انصار سے کوئی تعلق نہ تھا:

سری نے شعیب دسیف محمد اور عبید اللہ کے حوالے سے میرے پاس حکم کا یہ قول لکھ کر روانہ کیا کہ کسی نے حکم سے دریافت کیا۔ کیا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ جو ذوالشہادتین کے نام سے مشہور تھے جنگ جمل میں شریک تھے۔ حکم نے جواب دیا نہیں بلکہ خزیمہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انصار میں سے نہ تھے اور خزیمہ رضی اللہ عنہ ذوالشہادتین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انتقال کر گئے تھے۔

برہن بن قیس سے علی رضی اللہ عنہ کی فتنہ:

سری نے شعیب دسیف اور جہاد کے حوالے سے مجھے تحریر کیا کہ امام شعیبی فرمایا کرتے تھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے

علاؤ کوئی معبود نہیں کہ اس فتنہ میں صرف چھ بدری جتلا ہوئے۔ ان کے ساتھ ساتواں بدری نہ تھا۔ یا امام شعی نے یہ فرمایا کہ صرف سات بدری اس فتنہ میں جتلا ہوئے اور آٹھواں ان کے ساتھ شریک نہ تھا۔

سری نے شعیب، سیف اور عمرو بن محمد کے حوالے سے امام شعی کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا۔ کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے علاؤ کوئی معبود نہیں اس تمام اختلاف میں صرف چھ بدری شامل ہوئے اور ساتواں ان کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ سیف راوی کہتا ہے کہ میں نے خالد اور عمرو بن محمد سے کہا کہ شعی کے بیان میں تم دونوں کا اختلاف ہے۔ انھوں نے جواب دیا کوئی اختلاف نہیں بلکہ امام شعی کو حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں شک پیدا ہو گیا تھا کہ جب جنگ صفین کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بھیجا تھا۔ آیا وہ گئے یا نہیں۔ اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ ابوالیوب رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گئے ضرور تھے جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہروان کی جنگ میں مشغول تھے۔ اب آیا وہ کسی جنگ میں شریک ہوئے یا نہیں یہ معلوم نہیں۔

زیاد بن حظلہ کی شرکت:

سری نے شعیب، سیف، عبداللہ بن سعید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ایک نامعلوم آدمی کے حوالے سے میرے پاس حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا یہ بیان لکھ کر روانہ کیا کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے چار شخص بھلائی کی تلاش پر جمع ہوئے اور ان میں علی رضی اللہ عنہ شریک ہوئے تو ان چاروں نے دوسروں کے مقابلے پر کامیابی حاصل کی۔

جب زیاد بن حظلہ نے یہ دیکھا کہ اہل مدینہ نے جنگ کے معاملے میں علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور بولے کہ میں آپ کے ساتھ جاؤں گا اور آپ کے سامنے جنگ کروں گا۔

اتفاق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ کے بازار سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے نذیب بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے سنا۔ دم اور مکملہ کے قریب ہم پر ظلمتیں چھا چکی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ خوب جانتی ہیں کہ یہ مقامات قصاص کا بدلہ نہیں بن سکتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد اور طلحہ کا یہ بیان مجھے لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انصارہ ذی الحجہ کو شہید ہوئے اس وقت مکہ کے عامل عبداللہ بن عامر انحضری رضی اللہ عنہ تھے اور امیر حج حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مھسور ہونے کی حالت میں امیر حج بنا کر بھیجا تھا۔ لوگوں نے مدینہ جلد واپس ہونے کے خیال سے رمی تین دن کے بجائے دو دن میں ادا کر لی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر مدینہ واپس ہوئے۔ لیکن جب مدینہ پہنچے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے اور اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی گئی تھی اور بنو امیہ بھاگ کر مکہ پہنچ گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ذی الحجہ ہونے سے پانچ روز قبل ہوئی اور یہ جمعہ کا دن تھا۔ بھاگنے والے بھاگ بھاگ کر مکہ جا رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ ہی میں مقیم تھیں ان کا ارادہ یہ تھا کہ ماہِ محرم میں عمرہ کر کے واپس ہوں۔ جب یہ بھاگنے والے مکہ پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے ان سے حالات دریافت کیے انھوں نے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں نے ابھی کسی کو امیر متعین نہیں کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ لوگ دھوکے باز ہیں جو اصلاح کے نام سے کڑے ہوئے اور اپنے دل کا غیظ و غضب نکالا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا عمرہ پورا کرنے تک وہیں مقیم رہیں۔ جب وہ عمرہ پورا کر کے واپس ہوئے لگیں اور سرف پہنچیں تو انہیں ان کی

نہال بنو لیت کا ایک شخص ملا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتی رہتیں اور ان لوگوں پر بہت مہربان تھیں۔ اس شخص کا نام عبید بن ابی سلطہ تھا۔ لیکن یہ اپنی ماں کی جانب منسوب کیا جاتا تھا جس کا نام ام کلثوم تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور فرمایا کہ اس وقت تم بہت اچھے آئے۔ اور فرمایا ہمیں نہایت افسوس ہے۔

عبید: کیا آپ جانتی ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ شہید کر دیئے گئے اور مدینہ آٹھ روز تک بغیر امیر کے رہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: پھر ان لوگوں نے کیا کیا؟

عبید: تمام اہل مدینہ نے علیؓ کی بیعت کر لی اور اس وقت مدینہ پر باغیوں کی جماعت غالب ہے۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہہ واپس لوٹیں۔ راہ میں آپ نے کوئی گفتگو نہیں کی۔ مکہ پہنچ کر مسجد حرام کے دروازہ پر اتریں۔

حکیم میں جانے کا قصد کیا۔ لوگوں نے وہاں پر دو کا انتظام کیا۔ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور باہر لوگوں کے ہتھ لگ گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تقریر:

جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اے لوگو! مختلف شہروں اور چشموں کے فتنہ پردازوں اور اہل مدینہ کے غلاموں نے مل کر اس شہید امیر پر یہ الزام لگایا تھا کہ یہ امیر فتنہ پرداز کی کر رہا ہے اور اس نے ایسے کم عمروں کو عامل بنایا ہے جن کے ابھی دانت بھی نہیں نکلے۔ حالانکہ ان کے دانت اس سے قبل بھی بار بار استعمال کیے جا چکے تھے اور بہت سے مخالفت کے موقعوں پر ان دانتوں نے ان لوگوں کی حفاظت کی تھی۔ یہ ایسے امور ہیں جو پہلے گزر چکے اور ان امور کی ان دانتوں کے علاوہ کوئی اصلاح نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن یہ فتنہ پرداز ان کے پیچھے لگ گئے اور ان سے ان کے عہدے چھین لینے کا ارادہ کیا اور ظاہر کیا گیا کہ ہماری غرض صرف اصلاح ہے۔ اور جب انہیں اس فتنہ پرداز کی کوئی عذر نہ مل سکا اور نہ وہ کسی کا عیب و نقص ثابت کر سکے تو سرکشی اور بغاوت پر اتر آئے اس طرح ان کے افعال و اقوال کا تضاد و زور و شون کی طرح ثابت ہو گیا۔

انہوں نے وہ خون بہایا جس کا بہانا حرام تھا۔ اور ایک محترم شہر کو خونریزی کے لیے حلال کر لیا اور وہ مال جس کا لینا حرام تھا اسے لوٹ لیا۔ اور وہ مادی الجبر جس میں کفار تک سے جنگ حرام تھی اور جسے اللہ نے معزز بنایا تھا اسے انہوں نے خون عثمانؓ کے لیے حلال کر دیا اور اس ماہ کی حرمت تک کا پاس نہ کیا۔

خدا کی قسم اگر ان قاتلین عثمانؓ جیسے انسانوں سے زمین کے تمام طبق بھی مجر دیئے جائیں تو ان سب سے عثمانؓ بڑھ کر ایک انگی بہتر ہے۔

میں تم لوگوں کے اس اجتماع سے ان باغیوں کے خلاف مدد چاہتی ہوں۔ تاکہ انہیں سزا دی جاسکے۔ خدا کی قسم اگر فی الواقع ایسا ہی تھا کہ عثمانؓ بڑھ کر کسی گناہ میں مبتلا تھے۔ اور اس گناہ کی وجہ سے انہوں نے ان کے خلاف بغاوت کی تھی تو عثمانؓ بڑھ کر تو اس گناہ سے شہادت کی بدولت ایسے پاک و صاف ہو گئے ہیں جیسے سونا یا کپڑا میل سے صاف ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں نے عثمانؓ بڑھ کر کوئی گناہوں سے پاک کرنے کے لیے خون میں اس طرح غوطے دیئے ہیں جس طرح

کپڑے کو صاف کرنے کے لیے پانی میں غوطے دیے جاتے ہیں۔“

اس تقریر پر عہدائے بن عامر انصاری جوڑنے کھڑے ہو کر کہا۔ میں سب سے پہلے حضرت عثمان جوڑنے کا قصاص طلب کرنے اور آپ کی آواز پر لبیک کہنے کے لیے تیار ہوں۔

انصاری کا جھوٹ:

عمرو بن شعبہ نے ابو الحسن المدائنی اور حمم مولیٰ دبرۃ النکبی کے ذریعہ عبید بن عمر القرشی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ جوڑنے جب حج کے ارادے سے مدینہ سے چلی تھیں تو حضرت عثمان جوڑنے اس وقت محصور تھے۔ مکہ میں ان کے پاس ایک شخص انصاری نامی پہنچا۔ حضرت عائشہ جوڑنے نے اس سے دریافت کیا۔ لوگوں نے کیا کیا؟

انصاری: عثمان جوڑنے سب مصریوں کو قتل کر دیا۔

حضرت عائشہ جوڑنے: انا لله وانا اليه راجعون۔ کیا اس قوم کو قتل کیا جاسکتا ہے جو حق طلب کرنے کے لیے آئی ہو۔ اور ظلم کی نگر ہو۔ خدا کی قسم ہم عثمان جوڑنے کے اس فعل پر ہرگز خوش نہیں ہیں۔

اس کے بعد مدینہ سے ایک اور شخص مکہ پہنچا۔ حضرت عائشہ جوڑنے نے اس سے سوال کیا۔ لوگوں نے کیا کیا؟
 شخص مذکور: مصریوں نے حضرت عثمان جوڑنے کو قتل کر دیا ہے۔

حضرت عائشہ جوڑنے: انصاری بہت ہی تجو ہے جس نے مقتول کو قاتل اور قاتل کو مقتول بنا دیا ہے۔
 اسی وقت سے یہ ضرب المثل مشہور ہو گئی ہے کہ ”یہ شخص تو انصاری سے بھی زیادہ جھوٹا ہے۔“

قصاص عثمان جوڑنے کی تیاریاں:

سری نے شعیب سیف اور عمرو بن محمد کے حوالے سے میرے پاس امام شافعی کا یہ بیان تحریر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان جوڑنے کی شہادت کے بعد حضرت عائشہ جوڑنے مکہ سے مدینہ چلیں تو راہ میں ان کی انصاری کا ایک شخص ملا۔ انہوں نے اس سے دریافت کیا۔ تم اپنے پیچھے کیا حالات چھوڑ آئے ہو؟

شخص مذکور: حضرت عثمان جوڑنے شہید کر دیے، مجھے اور لوگوں نے علی جوڑنے کی بیعت کر لی ہے اور چاروں طرف ایک ہنگامہ برپا ہے۔

حضرت عائشہ جوڑنے: مجھے تو یہ بیعت مکمل ہوتی نظر نہیں آتی مجھے مکہ واپس لے چلو۔

الغرض حضرت عائشہ جوڑنے مکہ واپس آئیں۔ جب مکہ پہنچیں تو عبداللہ بن عامر انصاری جوڑنے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ عہدائے بن جوڑنے حضرت عثمان جوڑنے کی جانب سے مکہ کے گورنر تھے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ ام المؤمنین جوڑنے کس لیے واپس تشریف لے آئیں؟

حضرت عائشہ جوڑنے نے فرمایا میں اس لیے واپس آئی ہوں کہ حضرت عثمان جوڑنے مظلوم شہید کر دیئے گئے ہیں اور اب یہ فتنہ ختم ہونے والا نہیں اور اس شور و شر کو ختم کرنے کے لیے ایک اور کام کی ضرورت ہے۔ تم حضرت عثمان جوڑنے کے خون کا مطالبہ کر کے اسلام کو عزت بخشو۔

اس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز پر سب سے پہلے لیک کہنے والے عبداللہ بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔
بنو امیہ کا خلافت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف:

اسی طرح بنو امیہ نے حجاز میں خلافت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا اور مخالفت میں سرائفانے شروع کیے۔ ان کے ساتھ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ اور تمام بنو امیہ تھے۔ عبداللہ بن عامر اموی رضی اللہ عنہ بھی بصرہ سے آ کر ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ اسی طرح یمن سے یحییٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ آ کر مل گئے تھے بعد میں طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بھی مدینہ سے آ کر اس جماعت کے ساتھ شامل ہو گئے اور کافی غور و فکر کے بعد سب نے اس پر اتفاق کیا کہ انہیں بصرہ جانا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے خطاب کر کے فرمایا:

”اے لوگو! یہ بہت زبردست حادثہ پیش آیا ہے اور انتہائی برا کام ہوا ہے تم اپنے بھائیوں کے پاس بصرہ چلو۔ تاکہ وہ بھی اس انکار میں شامل ہو جائیں اور تمہارے لیے اہل شام اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں بہت کافی ہیں۔ شاید اللہ عزوجل تمہیں عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کی توفیق عطا فرمائے اور عثمان رضی اللہ عنہ کو نیک اجر دے۔“

اہل مکہ کا مشورہ:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے میرے پاس محمد اور طلحہ کا یہ بیان قلم بند کر کے روانہ کیا کہ سب سے اوّل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات قبول کرنے والے عبداللہ بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ اور بنو امیہ تھے۔ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے تھے اس کے بعد عبداللہ بن عامر اموی رضی اللہ عنہ پچھنے پچھنے یحییٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ دونوں مکہ جا کر ملے اور یحییٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چھ سوانٹ اور چھ لاکھ درہم تھے۔ ان لوگوں نے ان میں ڈیرہ ڈالا۔ انہی کے ساتھ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں سے دریافت کیا تم دونوں کیا حالات چھوڑ کر آئے ہو۔

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا ہم لوگوں کو قہر گروں اور اعراب کے خوف سے بھاگتا ہوا چھوڑ کر آئے ہیں اور تمام اہل مدینہ حیران ہیں اور پریشانی کے باعث نہ تو وہ حق کو پہچان سکتے ہیں اور نہ باطل کا انکار کر سکتے ہیں اور نہ اپنی حفاظت پر قادر ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا لوگوں کو تیاری کا حکم دو اور پھر ان قہر گروں کے مقابلہ پر ٹوٹ پڑو۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا۔

لَوْ اَنَّ قَوْمِي طَاوَعَتْ غَنِي سِرَانَهُمْ لَا نَفَذْتُهُمْ مِنْ الْجَبَالِ اَوْ الْحَبَلِ

ترجمہ: ”اگر میری قوم کے سردار میری اطاعت کرتے تو میں انہیں رسیوں اور قیدوں سے بچالیتی۔“

جماعت کی رائے یہ تھی کہ شام چلنا چاہیے۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہاری امداد شام ہی کر سکتا ہے و تو علی رضی اللہ عنہ کے جگر میں گھس جائے گا۔

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بولے کہ بصرہ چلنا چاہیے۔ اس لیے کہ بصرہ میں میری جائیداد ہے اور لوگ طلحہ رضی اللہ عنہ کی جانب مائل ہیں۔ لیکن جماعت نے ان کے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور زبیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔

تم نہ صلح کرنا جانتے ہو اور نہ لڑنا جانتے ہو۔ کیا تم بصرہ میں اسی طرح طویل مدت تک مقیم رہے ہو جیہا کہ شام میں

معاویہ رضی اللہ عنہ مقرر رہے ہیں۔ تمہاری رائے ہمیں قبول نہیں بلکہ ہم کو فہم جائیں گے اور اس طرح ان باغیوں کے راستے روک دیں گے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس اس کا کوئی معقول جواب نہ تھا لیکن بعد میں سب نے بعصر چلے پرا اتفاق کر لیا اور اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا:

اے ام المؤمنین! میں نے آپ مدینہ کا ارادہ ترک فرما دیا کیونکہ جو لوگ ہمارے ساتھ ہیں وہ ان فتنہ پردازوں کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اور آپ ہمیں بعصر لے کر چلے کیونکہ وہ ایک ایسا شہر ہے جس پر جلد قابو پایا جاسکتا ہے۔ اگرچہ وہ ہمارے سامنے بیعت علی رضی اللہ عنہ کی جہت پیش کریں گے لیکن ہم انہیں علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح توڑ لیں گے جس طرح اہل مکہ ٹوٹ گئے ہیں پھر آپ وہاں بیٹھ کر اپنے ارادوں کے مطابق اس کام کی اصلاح فرمائیں گے اور اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو ہم اپنی کوشش سے اس خطرہ کی مدافعت کریں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرمادے۔

جب ان لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ بات پیش کی۔ اور فی الواقع یہ جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدد سے قائم تھی انہوں نے اس بات کو قبول کیا۔

دیگر اذواق مطہرات ٹھکانہ بھی مدینہ کے ارادہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھیں جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بعصر تشریف لے جا رہی ہیں تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ چھوڑ دیا۔

حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کی رائے:

لوگ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچے اور ان سے ان کا ارادہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا میری رائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے تابع ہے جہاں وہ لے جائیں گی میں چلوں گی۔

یعنی بن امیہ رضی اللہ عنہ کی امداد:

جب تمام مشورے طے پا چکے اور کوچ کے علاوہ کسی قسم کا مشورہ باقی نہ رہا تو جماعت نے یہ سوال اٹھایا کہ کوچ کس طرح کیا جاسکتا ہے اس لیے کہ ہمارے پاس مال موجود نہیں ہے جس سے ہم لوگوں کو تیار کر سکیں۔

یعنی بن امیہ رضی اللہ عنہ بولے میرے پاس چھ لاکھ درہم اور چھ سواونٹ ہیں آپ لوگ ان اونٹوں پر سوار ہو جائیے۔

ابن عامر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا کہ میرے پاس اتنا مال موجود ہے تم لوگ تیار کرو۔

اس کے بعد منادی نے اعلان کیا کہ ام المؤمنین اور طلحہ زبیر رضی اللہ عنہم بعصر جا رہے ہیں۔ تو جو شخص اسلام کی عزت کا طلب گار ہے اور یہ چاہتا ہے کہ ان قاتلین سے قتال کر کے عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لیا جائے تو وہ ساتھ چلے اور جس کے پاس سواری یا سامان جنگ یا کھانے کا خرچہ موجود نہ ہو تو یہ سب چیزیں موجود ہیں وہ ہم سے لے لے۔ اس طرح چھ سواونٹوں پر چھ سو آدمی سوار ہو گئے یہ ان لوگوں کے علاوہ تھے جن کے پاس گھوڑے موجود تھے ان کی کل تعداد ایک ہزار تھی۔ جب ان لوگوں نے تیاری کر لی تو کوچ کا اعلان ہو گیا۔

حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کی واپسی:

یہ لوگ کوچ کر رہے تھے اور حضرت حصہ رضی اللہ عنہ بھی کوچ کرنے کے ارادے سے ساتھ تھیں۔ اتنے میں حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہ کہ پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ جانے سے روکا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہا بھیجا کہ میں تو چلنے کے لیے تیار تھی لیکن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے روک لیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ تعالیٰ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مغفرت کرے۔

ام الفضل رضی اللہ عنہا کا خط :

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اور جنہوں نے حضرت ام حسین رضی اللہ عنہا کو دودھ پلایا تھا۔ انہوں نے بنو حنیئہ کے ایک شخص کو جس کا نام ظفر تھا ایک خط دیا کہ اسے علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دو۔ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے اسے کام کی اجرت دی۔ اس نے حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہ کا خط حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیا۔

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی پیشکش :

عمر بن شعبہ نے علی رضی اللہ عنہ کو اے عبداللہ کے حوالے سے عبدالرحمن بن ابی عروہ کا یہ بیان ذکر کیا کہ حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ نے یہ تم کو خود اپنے ہاتھوں سے میرے حائل فرمائی تھی اور اب یہ لڑتے لڑتے حد سے زیادہ کند ہو چکی ہے اب میں اسے اس ظالم قوم پر چلانا چاہتا ہوں جس نے امت کو دھوکہ دینے کی بھی پروا نہیں کی اگر آپ پسند کریں تو مجھے آگے روانہ فرمادیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی پیشکش :

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے امیر المومنین! اگر عروہ علی کی نافرمانی نہ ہوتی اور مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ آپ یہ تسلیم نہیں کریں گے تو میں بھی آپ کے ساتھ جاتی۔ میرا یہ بیٹا عمر رضی اللہ عنہ موجود ہے خدا کی قسم یہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے یہ آپ کے ساتھ تمام جنگوں میں حاضر رہے گا۔

یہ عمر رضی اللہ عنہ آخر دم تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بحرین کا عامل بھی بنایا تھا لیکن بعد میں معزول کر کے نعمان بن عجمان انزلی کو بحرین کا عامل تعین فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے اونٹ کی خریداری :

عمر بن شعبہ نے ابواسحاق اور مسلمہ کے حوالہ سے عوف کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے جنگی تیاریوں کے لیے زبیر رضی اللہ عنہ کو چار لاکھ کی امداد دی اور ستر قریشیوں کے لیے سواری مہیا کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک اونٹ پر سوار کرایا جس کا نام عسکر تھا۔ جو یعلیٰ رضی اللہ عنہ نے اسی دینار میں خریدا تھا۔ اس تیاری کے بعد یہ لشکر چلا حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے چلنے ہوئے بیت اللہ پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا کسی طالب خیر اور شر سے بچنے والے کے لیے تجھ سے زیادہ بابرکت شے میں نے نہیں دیکھی۔

مغیرہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہما کی علیحدگی :

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ مغیرہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہما بھی ایک منزل تک مکہ سے اس لشکر کے ساتھ آئے بعد میں دونوں نے باہم مشورہ کیا اور سعید نے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ تمہاری کیا

راے ہے۔

مغیرہ جو ٹھٹھہ نے کہا:

میری رائے یہ ہے کہ علیؑ کی بہتر ہے کیونکہ مجھے ان کی کامیابی کی امید نہیں اگر اللہ نے انہیں کامیاب کر دیا تو ہم بھی ان کے ساتھ آ کر شامل ہو جائیں گے اور کہہ دیں گے کہ ہم ساتھ میں شامل تھے اور آپ کی جانب ہاں تھے الغرض یہ دونوں لشکر زبیر جو ٹھٹھہ سے علیؑ کے ہو گئے۔ سعید جو ٹھٹھہ مکہ چلے گئے اور وہیں مقیم ہو گئے جب یہ دونوں واپس جانے لگے تو ان کے ساتھ عبداللہ بن خالد بن اسید جو ٹھٹھہ بھی واپس چلے گئے۔

لشکر عائشہ جو ٹھٹھہ کا کوچ:

احمد بن زبیر نے اپنے والد وہب بن جریر جریر اور یونس بن یزید کے حوالے سے مجھ سے امام زہری کا یہ قول بیان کیا کہ حضور زبیر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے چار ماہ بعد مکہ پہنچے۔ مکہ میں عبداللہ بن عامر جو ٹھٹھہ خوب دینار سمیٹ رہا تھا۔ یمن سے یعلیٰ جو ٹھٹھہ بھی سب پناہ دولت لے کر آیا تھا جو چار سو اونٹوں سے زیادہ پر لدی ہوئی تھی یہ سب کے سب حضرت عائشہ جو ٹھٹھہ کے گھر جمع ہوئے اور وہاں مشورہ شروع ہوا۔

کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ ہمیں علی جو ٹھٹھہ سے جنگ کے لیے مدینہ جانا چاہیے۔

دوسری جماعت کی رائے یہ تھی کہ ہمارے پاس ابھی اتنی طاقت نہیں کہ ہم اہل مدینہ کا مقابلہ کر سکیں اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم کوفہ یا بصرہ جائیں کیونکہ کوفہ میں طلحہ جو ٹھٹھہ کے حامی اور ان کے چاہنے والے موجود ہیں۔ اسی طرح بصرہ میں زبیر جو ٹھٹھہ کے طرف دار اور ان کے احسان مند موجود ہیں۔

الغرض اس پر اتفاق ہو گیا کہ کوفہ یا بصرہ چلنا چاہیے۔ اس لشکر کی تیاری کے لیے عبداللہ بن عامر جو ٹھٹھہ نے بہت سامان اور بہت سے اونٹ دیئے یہ لشکرسات سو کی تعداد میں تھا جس میں اہل مدینہ اور اہل مکہ شامل تھے راوی میں اور لوگ بھی آ کر شامل ہوتے رہے حتیٰ کہ اس لشکر کی تعداد تین ہزار ہو گئی۔

علی جو ٹھٹھہ کو بھی اس لشکر کی روانگی کی خبر مل گئی انہوں نے مدینہ پر سہل بن حنیف انصاری جو ٹھٹھہ کو امیر متعین کیا اور لشکر لے کر کوچ کیا اور پہلی منزل ذی قار میں کی۔ حضرت علی جو ٹھٹھہ اور حضرت عائشہ جو ٹھٹھہ کے درمیان آٹھ روز کا سفر تھا۔ حضرت علی جو ٹھٹھہ کے لشکر میں اہل مدینہ کی بھی ایک جماعت تھی۔

بچوں کی واپسی:

احمد بن منصور نے یحییٰ بن معین ہشام بن یوسف عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر اور ہونی بن عقبہ جو ٹھٹھہ کے حوالے سے عاتکہ بن وقاص اللہی کا یہ قول مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت طلحہؓ حضرت زبیر اور حضرت عائشہ جو ٹھٹھہ نے کوچ کیا تو ذات عرق میں لوگ ان کے سامنے پیش کیے گئے ان لوگوں نے عروہ بن الزبیر اور ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام جو ٹھٹھہ کو ان کی کم عمری کے باعث واپس کر دیا۔

خلافت کے لیے مشورہ:

عمر بن شعبہ نے ابولحسن اور ابو عمرو کے ذریعے حضرت بنی المصیرۃ بن الاغض کا یہ قول مجھ سے بیان کیا کہ سعید بن العاص جو بنی عرق میں مروان اور اس کے ساتھیوں سے ملا اور سوال کیا تم لوگ کہاں جا رہے ہو حالانکہ قصاص تو تمہارے پیچھے ہے۔ پہلے واپس ہو کر انہیں قتل کر دو اور پھر اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ اور اپنی جانوں کو بے کار ضائع نہ کرو۔

یہ لوگ بولے کہ نہیں ہم آگے ہی جا سکیں گے شاید ہم اس طرح تمام قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس کے بعد سعید بن العاص طحہ و ذہیر رضی اللہ عنہ کے پاس خلوت میں گیا اور ان سے سوال کیا کہ اگر آپ لوگ کامیاب ہو جاتے ہیں تو کامیابی کے بعد کسے خلیفہ بنائیں گے۔

ذہیر و طحہ رضی اللہ عنہما نے جواب دیا ہم دونوں میں سے لوگ جسے پسند کریں گے۔

سعید رضی اللہ عنہ: بہتر یہ ہے کہ تم عثمان رضی اللہ عنہ کے کسی لڑکے کو خلیفہ بناؤ۔ کیونکہ تم انہی کے خون کا قصاص طلب کر رہے ہو۔

ذہیر و طحہ رضی اللہ عنہما: یہ کیوں کر ممکن ہے کہ بزرگ مہاجرین کو چھوڑ کر ان کے لڑکے کو خلیفہ بنایا جائے۔

سعید رضی اللہ عنہ: کیا آپ مجھے نہیں دیکھتے کہ میں اس کوشش میں لگا ہوا ہوں کہ اس خلافت کو بنی عبد مناف سے نکال لوں۔

اس کے بعد سعید رضی اللہ عنہ چلا گیا اور اس کے ساتھ عبداللہ بن خالد بن اسید رضی اللہ عنہ بھی چلے گئے۔

جب مصفرہ رضی اللہ عنہا کو سعید رضی اللہ عنہ کی رائے معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ بہتر یہ رائے سعید رضی اللہ عنہ کی ہی کی رائے ہے۔ اب یہ خلافت بنو ہاشم کو سپرد کر دینی چاہیے اس لیے لوٹ چلنا بہتر ہے اور مصفرہ رضی اللہ عنہا یہ کہہ کر واپس لوٹ گئے۔

یہ لشکر آگے بڑھتا رہا اس لشکر میں ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ اور ولید بن عثمان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ راہ میں ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا کہ خلافت کے لیے کسے نامزد کیا جائے۔

حضرت ذہیر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اور طحہ رضی اللہ عنہ علقمہ بن وقاص اللیثی رضی اللہ عنہ کو علیحدہ لے جا کر گفتگو کرنے لگے اور طحہ علقمہ رضی اللہ عنہ کو اپنی اولاد پر ترجیح دیتے تھے ان میں سے ایک نے اپنے بیٹے سے کہا تو شام جا اور دوسرے نے اپنے بیٹے کو عراق جانے کا حکم دیا اور کہا تم اس کام کے لیے دورہ کر کے دونوں بصرہ واپس آ جاؤ۔

عبدالرحمن بن عتاب رضی اللہ عنہ کی امامت:

سری نے شعب بن سیف اور محمد بن قیس کے حوالے سے اعزاز المازنی کا یہ بیان مجھے تحریر کر کے روانہ کیا کہ جب بنو امیہ رضی اللہ عنہم بنیہ رضی اللہ عنہما طحہ و ذہیر رضی اللہ عنہما مکہ پہنچ گئے۔ تو ان سب نے مل کر باہم مشورہ کیا اور سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص طلب کیا جائے اور سب اس سے جنگ کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لیا جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں مدینہ چلنے کا حکم دیا لیکن ان سب لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ بصرہ چلنا چاہیے۔ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی بصرہ چلنے پر تیار کر لیا۔

حضرت طحہ اور حضرت ذہیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا اب ہم مدینہ کیسے جاسکتے ہیں کیونکہ اب وہ ہمارے قبضہ سے نکل چکا ہے اور علی رضی اللہ عنہ اس پر قابض ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں اپنی بیعت پر مجبور کیا۔ انھوں نے ہر الزام ہمارے سر تھوپا اور

ہمیں سرے سے نظر انداز کر دیا۔ اے ام المومنین (جنتی) اب آگے بڑھیے اور جیسا کہ آپ نے مکہ میں حکم دیا تھا اس پر عمل کیجیے۔ اور ان چھ سو آدمیوں میں کوئی تیز گریا دیہاتی اور باش یا کوئی غلام نہیں ہے۔ وہ سب منتشر ہو چکے ہیں۔ اور ازل وطلہ میں وہ کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی روانہ کیا کہ وہ بھی ساتھ چلیں۔ انہوں نے بھی ساتھ چلنے کا ارادہ کر لیا لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں مجبور کر کے روک لیا۔ اس لیے وہ ساتھ نہ جا سکیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے بصرہ کی جانب کوچ کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس لشکر کی امامت عبدالرحمن بن عتاب بن اسید جوثی کے سپرد کی۔ راہ میں وہی نماز پڑھاتے رہے اور بصرہ پہنچ کر بھی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اپنی عبادت تک امام رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مروان اور تمام بنو امیہ بھی شامل تھے۔ صرف وہ بنو امیہ پیچھے رہ گئے تھے جنہیں مونک کا ڈسلا حق ہو گیا تھا۔ یہ لشکر اوٹاس کی جانب چلا۔ اس لشکر میں چھ سو اونٹ سوار تھے اور جن کے پاس گھوڑے تھے وہ اس کے علاوہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رات کے وقت اوٹاس کا راستہ چھوڑ دیا۔ یہ تمام لشکر نہایت تیزی سے بڑھ رہا تھا اور سب ہتھیار بند تھے۔ نہ اس لشکر میں شور و شغف تھا اور نہ کسی قسم کی چیخ و پکار۔ حتیٰ کہ یہ لشکر بڑھتا بڑھتا بصرہ پہنچ گیا۔ بصرہ پہنچ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مثیلہ یہ شعر پڑھے۔

ذَعِيَ بِلَادِ حُمُوعِ الظُّلُمِ اِذْ صَلِحَتْ فِيْهَا الْجِمَاهُ وَ سَبَرَى سَبْرَ مَنْطُورٍ

ترجمہ: ”جب صلح ہو جائے تو تو اس شہر کو چھوڑ دے جس میں ظالموں کی جماعتیں بھری ہوئی ہوں۔ اگرچہ ان شہروں میں چشمے موجود ہیں اور تو نرم چال چل۔“

نَخْبِرِي النُّبْتَ فَاَذْعِيْ لِمَ ظَاهِرَةً وَ تَسْطَنَ وَاِذْ مَنَّ الضَّمَارُ مَنْطُورٍ

ترجمہ: ”تو تمہیں پسند کر کے اس کے بالائی حصہ اور وادی کے درمیان اپنے جانور چراگ کیونکہ وہاں ابھی ابھی بارش ہوئی ہے۔“

مروان کی پالیسی:

عمر بن شعبہ نے ابولحسن، عمر بن راشد الہمامی اور ابو کثیر الجعفی کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ جب چلے تو یہ چھ سو آدمی تھے۔ جن میں عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عثمان الجعفی بھی شامل تھے۔ جب یہ لوگ ہیرمیون سے گزرے تو وہاں انہیں ایک اونٹ ڈنغ شدہ نظر آیا جس کے گلے سے خون بہہ رہا تھا۔ ان لوگوں نے اس اونٹ سے بد فالی لی۔

مروان نے مکہ سے نکلنے کے بعد وہاں ہی کی اجازت لی۔ لیکن کچھ دیر بعد پھر واپس آیا اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑے ہو کر ان سے دریافت کیا۔ تم دونوں میں سے امارت کس کے سپرد کی جائے گی؟ اور نماز پڑھانے کی کسے اجازت دی گئی ہے؟

حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے فرمایا ابو عبداللہؓ یعنی زبیرؓ کو پڑھائی چاہیے۔ اور محمد بن طلحہؓ بوسے لے کر نہیں نماز ابومرہؓ یعنی طلحہؓ کو پڑھائی چاہیے۔

حضرت عائشہؓ بوسہ کو جب ان باتوں کا علم ہوا تو انہوں نے مروان سے کہلا کر بھیجا۔ کیا تو ہم میں اختلاف پیدا کرنے چاہتا ہے۔ نہ زبیرؓ ایسا نہ چاہے گا۔ الغرض بصرہ پہنچنے تک حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ بوسہ لشکر کو نماز پڑھاتے رہے۔

معاذ بن حبیہؓ ایک شخص نے کہا خدا کی قسم! اگر ہم کامیاب بھی ہو گئے تب بھی ہم آزمائش میں مبتلا ہو جائیں گے۔ تو وقت یہ کہ زبیرؓ طلحہؓ بوسہ کے لیے اور طلحہؓ زبیرؓ بوسہ کے لیے خلافت نہ چھوڑ دیں۔



باب ۴

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بصرہ کی جانب کوچ

سری نے شعیب، سیف، سہل بن یوسف اور قاسم ابن محمد کے حوالے سے یہ واقعہ میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات کی خبر پہنچی تو مدینہ پر تمام بنی العباس رضی اللہ عنہما کو امیر بنایا۔ اور حکم بن العباس رضی اللہ عنہ کو مکہ روانہ کیا اور مدینہ سے اس ارادہ سے چلے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ و غیرہ کے لشکر کوراہ میں گھیر لیں۔ لیکن ربدہ رضی اللہ عنہ کی اطلاع پر معلوم ہوا کہ اس لشکر نے راستہ بدل دیا ہے۔ یہ خبر عمار بن حزن کے غلام عطاء بن رباع سے لے کر آئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلام کی پیشین گوئی رضی اللہ عنہ:

سری نے شعیب، سیف کے حوالے سے محمد اور طلحہ کا یہ بیان لکھ کر میرے پاس روانہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ ہی میں زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کے جمع ہونے اور ان کے بصرہ کی جانب کوچ کرنے کی خبر مل گئی تھی اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بھی معلوم ہو چکا تھا۔ وہ اس لشکر کو لے کر جو شام کے لیے تیار کیا گیا تھا ام المومنین کے مقابلے پر چلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ اور بصرہ کے بھی سات سوا شخص تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ اس لشکر کوراہی میں روک لیں گے اور بغاوت سے روکیں گے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر لے کر چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور عرض کیا اے امیر المومنین آپ مدینہ سے ہرگز باہر نہ جائیے خدا کی قسم! اگر آپ مدینہ چھوڑ کر چلے گئے تو آپ بھی مدینہ واپس نہ آ سکیں گے اور نہ کبھی آئندہ مدینہ دار السلطنت بن سکے گا۔

یہ سن کر سہل بن سلام رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا اے کچھ نہ کہو کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے بہت بھتر آدمی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ سے چل کر ربدہ پہنچے۔ وہیں انہیں یہ اطلاع ملی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و غیرہ کا لشکر آگے بڑھ گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری اطلاع آنے تک ربدہ میں قیام کیا۔

طارق بن شہاب کا فیصلہ:

سری نے شعیب، سیف، خالد بن مہران، الحنفی، مروان بن عبدالرحمن النخعی کے حوالے سے طارق بن شہاب کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر بھیجا ہے کہ ہم لوگ کوفہ سے عمرہ کے خیال سے چلے گئے اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے ہم کوفہ سے چل کر ربدہ پہنچے۔ عین صبح کا وقت تھا لوگ ایک دوسرے کو چلا کر بلارہے تھے۔

میں نے پوچھا یہ کون شخص ہیں؟

لشکری: یہ امیر المومنین ہیں۔

طارق: آخرا امیر المومنین کا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

نقضی: طلحہ وزہر جیستے بغاوت کی ہے۔ امیر المومنین ان دونوں کے پاس اس ارادہ سے جا رہے ہیں تاکہ انہیں واپس لوٹلائیں۔

لیکن رندہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ طلحہ وزہر جیستے راستہ تبدیل کر لیا ہے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کا پیچھا کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

میں نے اپنے دل میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور یہ سوچنے لگا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر طلحہ وزہر و ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جنگ کروں۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ میں لوگوں کے ساتھ مل کر علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر کھڑا ہوں۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے اپنے خیمے سے سر نکالا تو نماز کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھائی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تیز گفتگو:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب نماز کا سلام پھیرا تو ان کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ میں نے تمہیں ایک کام کا حکم دیا تھا لیکن تم نے میری نافرمانی کی۔ تم کل اسی طرح بے بس بنا کر قتل کر دیے جاؤ گے اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو ہمیشہ ہی لوٹداریوں کی طرح روتا رہتا ہے۔ آخر وہ کیا بات تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا اور میں نے اس کی نافرمانی کی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: میں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہوئے تھے آپ کو حکم دیا تھا کہ آپ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ آپ کی موجودگی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہونا آپ کے لیے بہتر نہیں جب عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے تو میں نے دوسرا مشورہ آپ کو یہ دیا کہ آپ ہرگز اس وقت تک خلافت قبول نہ کیجیے جب تک تمام شہروں سے آپ کی خلافت کے لیے وفد نہ آجائیں اور وہ سب متفقہ طور پر آپ کو خلیفہ منتخب نہ کر لیں پھر جب زہر و طلحہ جیستے نے آپ کی مخالفت کی تو میں نے آپ کو حکم دیا تھا کہ اب آپ اپنے گھر میں بیٹھ جائیں اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں کہ وہ خود باہم فیصلہ کر لیں۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ بہتر یہ ہے کہ فساد کی بنیاد آپ کے ہاتھوں نہ ہو اس کی بنیاد کوئی اور ہی رکھے تو اچھا ہے۔ لیکن آپ نے ان تمام امور میں میری مخالفت کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اے میرے بیٹے! تم نے مجھے جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے یہ مشورہ دیا تھا کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے قبل ہی مدینہ سے چلا جاؤں تو خدا کی قسم! اگر ہم مدینہ چھوڑ کر جانا چاہتے تو ہمیں بھی اسی طرح گھیر لیا جاتا جیسے عثمان رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا گیا تھا۔

تم نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ اس وقت تک میں خلافت قبول نہ کروں جب تک تمام شہروں کے لوگ میری بیعت پر راضی نہ ہوں۔ تو دراصل بیعت اہل مدینہ کی بیعت ہے۔ دوسروں کی بیعت انہی کے تابع ہے اور میں نے بھی پسند نہ کرتا تھا کہ یہ خلافت ہم لوگوں کے ہاتھ سے نکل جائے۔ تم نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ زہر و طلحہ جیستے اور دیگر لوگوں کو خود صلح کر لینے دو

تو یہ اہل اسلام کے لیے بہت بڑی کمزوری کا سبب ہوتا۔ خدا کی قسم مجھ پر شروع ہی سے قہر توڑے جاتے رہے۔ اور جب خلافت ملی تو وہ بھی ناقص۔ میرے نزدیک ان مخالفوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ تم نے جو یہ کہا تھا کہ میں گھر میں بیٹھ جاؤں تو یہ کیسے ممکن ہے جب کہ لوگ میرے ساتھ ہوں اور میں اس گورہ کی طرح کیسے چھپ کر بیٹھ جاؤں جسے ہر طرف سے گھیر لیا گیا ہو اور اس گورہ کو پکڑنے والے یہ بکھنے پر مجبور ہو گئے ہوں کہ یہاں گورہ موجود ہی نہیں اور جب شکاری واپس چلے جائیں تو وہ باہر نکل آئے۔ اور جب یہ خلافت مجھے مل گئی تو میں اگر اس کی فکر نہ کروں گا تو اور کون اس کی فکر کرے گا۔ اے میرے بیٹے! اب تم ان مشوروں سے باز آ جاؤ۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے اونٹ کی خریداری:

اسامیل بن مویٰ القراری نے علی بن عباس الازدی ابو الخطاب الجہری صفوان بن قیسہ الاحسی کے حوالہ سے عرفی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں اونٹ پر سوار جا رہا تھا کہ میرے سامنے ایک سوار آیا اور مجھ سے سوال کیا کہ اے اونٹ والے کیا تو اپنا اونٹ بیچتا ہے؟

عرفی: ہاں!

سوار: اس کی کیا قیمت ہے؟

عرفی: ایک ہزار درہم۔

سوار: کیا تو پاگل ہے۔ کہیں اونٹ بھی ایک ہزار میں بکتا ہے۔

عرفی: ہاں میرا یہ اونٹ اونٹ ہے۔

سوار: اس میں ایسی کیا خوبی ہے؟

عرفی: میں نے اس پر سوار ہو کر جب بھی کسی کا پیچھا کیا تو میں نے اسے پکڑ لیا لیکن مجھے کبھی کوئی نہیں پکڑ سکا۔ اور جب بھی میں اس پر سوار ہو کر بھاگا تو پیچھا کرنے والا مجھے نہ پاسکا۔

سوار: تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم یہ اونٹ کس کے لیے خریدنا چاہتے ہیں۔ اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے تو تم کبھی اتنی قیمت طلب نہ کرو۔

عرفی: آخر آپ کس کے لیے یہ اونٹ خریدنا چاہتے ہیں؟

سوار: تیری ماں کے لیے۔

عرفی: میں اپنی ماں کو تو اپنے گھر بیٹھے چھوڑ آیا ہوں۔ اس کا سفر کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

سوار: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے۔

عرفی: تو آپ یہ اونٹ لے جائیے اور اب اس کی کوئی قیمت نہیں۔

سوار: میں بلا قیمت نہیں لیتا۔ تم میرے ساتھ قیام گاہ تک چلو میں تمہیں ایک مہر یہ اونٹ بھی دوں گا اور کچھ درہم بھی دوں گا۔

عرفی کا بیان ہے کہ میں اس سوار کے ساتھ گیا ان لوگوں نے مجھے ایک مہری اونٹنی دی اور چار سو یا چھ سو درہم دیے۔

اس کے بعد اس سوار نے مجھ سے سوال کیا اے عرفی بھائی کیا تم راستہ سے واقف ہو؟

عرفی: ہاں! میں ان لوگوں میں سے ہوں جو دوسروں کو تلاش کر لیتے ہیں۔

سوار: تو تم ہمارے ساتھ چلو۔

عرفی کا بیان ہے کہ میں ان کے ساتھ ہو لیا۔ راہ میں جس وادی اور چشمہ سے ہمارا گزر ہوتا تو یہ لوگ مجھ سے اس مقام کا نام

دریافت کرتے۔

حواب کا چشمہ:

چلتے چلتے ہم حوآب کے چشمے پر پہنچے تو وہاں کے کتے ہمیں دیکھ کر بھونکنے لگے لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا یہ کون سا چشمہ

ہے۔

عرفی: یہ چشمہ حوآب کے نام سے مشہور ہے۔

عرفی کہتا ہے کہ میرا یہ جواب سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زور سے چیخیں اُڑا اپنے اونٹ کے بازو پر چا بک مار کر اسے ہٹا دیا۔

پھر فرمایا: خدا کی قسم حوآب کے کتوں والی میں ہی ہوں۔ اے لوگو! مجھے واپس لے چلو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سن کر ہار

فرمائی اور اپنا اونٹ ہٹا دیا لوگوں نے بھی اپنے اونٹ تیز کیے اور وہ واپس لوٹیں حتیٰ کہ جب انگاروں روز ہوا اور وہ وقت آیا جس وقت

ان لوگوں کی واپسی شروع ہوئی تھی تو عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور چیخ کر بولے۔

بچاؤ بچاؤ خدا کی قسم یہ علی رضی اللہ عنہ کا لشکر تہارے سروں پر پہنچ گیا ہے۔ عرفی کہتا ہے کہ ان لوگوں نے وہاں سے کوچ کیا اور مجھے برا بھلا

کہنے لگے۔ میں ان کے پاس سے واپس چلا آیا۔ تھوڑی دور چلا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکر مل گیا۔ ان کے ساتھ تین سو

کے قریب آدمی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے آواز دی کہ اے سوار ادھر آؤ۔ میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے سوال فرمایا۔ یہ

لشکر کہاں ہے؟

عرفی: فلاں فلاں مقام پر مقیم ہے۔ اور یہ اس کی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) اونٹنی ہے۔ میں نے ان لوگوں کے ہاتھ اپنا اونٹ

فروخت کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیا تم نے بھی ان کے ساتھ سفر کیا ہے؟

عرفی: ہاں میں نے ان کے ساتھ سفر کیا ہے۔ لیکن جب ہم حوآب کے چشمہ پر پہنچے تو اس عورت پر وہاں کے کتے بھونکنے

لگے جس پر اس عورت نے ایسی ایسی بات کہی تھی۔ لیکن جب میں نے ان لوگوں میں باہم اختلاف دیکھا تو میں

واپس آ گیا۔ اور وہ لوگ کوچ کر گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیا تم ذی قار کا راستہ جانتے ہو؟

عرفی: ہاں!

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو تم ہمارے ساتھ چلو۔

عرفی کا بیان ہے کہ میں ان کے ساتھ چلا۔ حتیٰ کہ ہم ذی قار پہنچ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو آدمی بلوائے اور ان دونوں کو

ایک دوسرے سے ملا کر بٹھا دیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص طلب کیا گیا اور اسے ان دونوں پر بٹھا دیا گیا پھر حضرت علیؓ جو اس اوپر والے شخص پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور ایک جانب اپنے پاؤں لٹکا لیے اور اللہ کی حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد فرمایا۔ تم لوگوں نے دیکھ لیا کہ اس قوم اور اس عورت نے کیا کیا۔

حضرت علیؓ جو کھڑے کایا اشارہ نہ کر حضرت حسنؓ جو کھڑے ہوئے اور رونے لگے۔

حضرت علیؓ جو کھڑے: یہ تم لڑکیوں کی طرح کیوں رو رہے ہو؟

حضرت حسنؓ جو کھڑے: ہاں! میں نے آپ کو ایک بات کا مشورہ (اصل ترجمہ حکم) دیا تھا۔ لیکن آپ نے میری مخالفت (اصل ترجمہ نفرت) فرمائی، کی تو تم بھی نہایت مصیبت کے ساتھ قتل کیے جاؤ گے اور تمہارا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا (اصل ترجمہ "تو" اور "تیرا" ہے)

حضرت علیؓ جو کھڑے: تو نے مجھے جو حکم دیا تھا وہ لوگوں سے بیان کر دے۔

حضرت حسنؓ جو کھڑے: جب لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا تو میں نے آپ کو حکم دیا تھا کہ آپ بیعت کے لیے اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ پھیلائیے جب تک عرب کے تمام علاقوں کے لوگ آپ کو خلافت پر مجبور نہ کریں اور وہ آپ کے علاوہ کسی کو خلیفہ نہ بنائیں گے لیکن تم نے میرا یہ حکم نہ مانا۔

جس وقت اس عورت نے اور ان لوگوں نے سر اٹھایا میں نے تم سے کہا تھا کہ تم مدینہ سے نہ جاؤ اور اپنے ان شیعوں کے پاس جو آپ کی بات قبول کرتے ہیں اپنے پیغام بڑھچک دو۔

حضرت علیؓ جو کھڑے: اس نے سچ کہا ہے۔ لیکن خدا کی قسم! میں بھوکے طرح کمزور بننا نہیں چاہتا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو میں اپنے سے زیادہ کسی کو خلافت کا حق دار نہ سمجھتا تھا۔ لیکن لوگوں نے ابوبکرؓ جو کھڑے کی بیعت کرنی تو جیسے لوگوں نے بیعت کی تھی تو میں نے بھی ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔ پھر ابوبکرؓ ہلاک ہو گئے اس وقت بھی میں اپنے سے زیادہ کسی کو حقدار نہ سمجھتا تھا۔ لیکن لوگوں نے عمرؓ کی بیعت کر لی۔ پھر عمرؓ بھی ہلاک ہو گئے اور انہوں نے چھ آدمیوں میں سے ایک ممبر مجھے منتخب کیا لیکن اس وقت بھی لوگوں نے عثمانؓ کی بیعت کر لی جس کی وجہ سے میں نے بھی بیعت کر لی۔ پھر لوگوں نے عثمانؓ کے ساتھ بغاوت کی اور اسے قتل کر دیا اور میرے پاس خوشی سے بیعت کے لیے آئے میں نے کسی پر زبردستی نہیں کی تو اب جو شخص بھی میری اور ان لوگوں کی مخالفت کرے گا۔ جو میرے قبیح ہیں تو میں اس سے جنگ کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

قصاص عثمانؓ جو کھڑے: کامطالیہ:

علی بن احمد بن الحسن النخعی نے حسین بن نصر العطار ابو نصر بن حزام العطار سیف بن عمر محمد بن نویر و عطلہ بن اعلم لکھی "عمر بن سعد اسد بن عبد اللہ اور دیگر چند علماء کے حوالے سے مجھے یہ تحریر کر کے روانہ کیا کہ جب حضرت عائشہؓ بیعت مکہ سے واپس لوٹیں اور سرف پر پہنچی تو وہاں ان کی ملاقات عبد بن ام کلاب سے ہوئی۔ اس کے باپ کا نام ابوسلمہ تھا۔ لیکن یہ ماں کی جانب منسوب کیا جاتا

تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ تم اس وقت خوب آئے۔

عہد بن ابی سلمہ نے عرض کیا۔ لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے اور آٹھ روز تک کوئی خلیفہ نہیں تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: پھر لوگوں نے کیا کیا؟

عہد: اہل مدینہ نے باہم جمع ہو کر مشورہ کیا اور آخر کار ایک بھلائی انہوں نے حاصل کر لی کہ ان سب نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر اتفاق کر لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کاش! کہ یہ زمین و آسمان اس سے قبل باہم مل جاتے اور میرے اس ساتھی کی خلافت قائم نہ ہوتی۔ مجھے واپس لے چلو۔ مجھے واپس لے چلو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سرف سے مکہ واپس لوٹیں اور یہ فرماتی جا رہی تھیں۔ خدا کی قسم عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم قتل کیے گئے ہیں۔ اور میں ان کے خون کا مطالبہ ضرور کروں گی۔

عہد: اے ام المؤمنین! آخر اس انحراف کی کیا وجہ ہے۔ اور خدا کی قسم سب سے اول آپ ہی نے علی رضی اللہ عنہ سے انحراف کیا ہے۔ اور آپ تو پہلے کہا کرتی تھیں اس نعل (عثمان رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دو یہ کافر ہو چکا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ان قاتلین نے اولا عثمان رضی اللہ عنہ سے تو یہ کرائی پھر انہیں قتل کر دیا۔ میں نے پہلے قتل کے لیے کہا تھا اب یہ کہہ رہی ہوں اور میرا آخری قول پہلے قول سے بہتر ہے۔

یہ سن کر عہد بن ابی سلمہ نے یہ اشعار پڑھے۔

بَيْنُكَ الْبُذَاءُ وَ بَيْنُكَ الْغُيُورُ وَ بَيْنُكَ الرِّبَاحُ وَ بَيْنُكَ السَّطَرُ
بَيْنُكَ هِيَ الْخُرُوفُ وَ بَيْنُكَ الْغُيُورُ وَ بَيْنُكَ الرِّبَاحُ وَ بَيْنُكَ السَّطَرُ
”آپ ہی کی طرف سے اس فساد کی ابتدا ہے اور آپ ہی کی جانب سے یہ تمام تغیرات واقع ہوئے ہیں۔ آپ ہی کی جانب سے یہ عذاب کی آندھیاں چلی ہیں اور آپ ہی کی جانب سے رحمت کی بارش ہوتی ہے۔“

وَ اَنْتَ اَمْسَرْتُ بِقَتْلِ الْاِمَامِ وَ قُلْتُ لَنَا اِنَّهُ قَدْ عَفِرُ
وَ اَنْتَ اَمْسَرْتُ بِقَتْلِ الْاِمَامِ وَ قُلْتُ لَنَا اِنَّهُ قَدْ عَفِرُ
”آپ ہی نے لوگوں کو امام کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور آپ ہی نے ہم سے کہا تھا کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔“

فَقَوْلُنَا اَطَعْنَاكَ فِى قَتْلِهِ وَ قَاتِلُهُ عَشْرًا مِّنْ اَمْرٍ
فَقَوْلُنَا اَطَعْنَاكَ فِى قَتْلِهِ وَ قَاتِلُهُ عَشْرًا مِّنْ اَمْرٍ
”ہم نے ان کے قتل میں آپ کی اطاعت کی۔ اب ان کا قاتل ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور وہ وہ شخص ہے جس نے قتل کا حکم دیا۔“

وَلَمْ يَسْقُطِ السَّقْفُ مِنْ قَوْلِنَا وَ لَمْ يَنْكَسِفِ شَمْسُنَا وَ الْقَمَرُ
وَلَمْ يَسْقُطِ السَّقْفُ مِنْ قَوْلِنَا وَ لَمْ يَنْكَسِفِ شَمْسُنَا وَ الْقَمَرُ
”نہ تو اس واقعہ سے ہم پر چھت گری اور نہ سورج اور چاند کو گھٹن لگا۔“

وَ قَدْ بَاتَعَ النَّاسُ ذَانِدًا رَّاءِ يُزْمَلُ الْقَبَاؤُ يُقِيمُ الصَّعْرُ
وَ قَدْ بَاتَعَ النَّاسُ ذَانِدًا رَّاءِ يُزْمَلُ الْقَبَاؤُ يُقِيمُ الصَّعْرُ
”اب لوگوں نے ایسے باہت کی بیعت کی ہے جو آفتوں کو پیچھے ہٹا دیتا اور سخت چٹانوں پر کھڑا ہو جاتا ہے۔“

مَنْ لَيْسَ بِالْحَرْبِ اَلَا وَ اَنَهَا وَ مَا مِنْ وَ فِى مِثْلِ مَنْ قَدْ غَدَرَ

ترجمہ: جو جنگی لباس پہنے ہر وقت تیار رہے اور غدر کرنے والوں میں کوئی اس کا جانی نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لوٹنے اور مسجد کے دروازے پر پہنچ کر سواری سے اتریں اور خطیم بنے کا ارادہ کیا۔ وہاں ان کے لیے پردہ کر دیا گیا اور ان کے پاس کھجور کے آگے جمع ہو گئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے فرمایا عثمان بن عفان مظلوم قتل کر دیئے گئے اور خدا کی قسم میں ان کے خون کا مطالبہ ضرور کروں گی۔

اہل کوفہ سازش میں یکتا نہ زمانہ تھے:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس فکر میں تھے کہ انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کا لشکر کس جانب بڑھ رہا ہے اور وہ دل سے یہ چاہتے تھے کہ یہ لوگ بصرہ کی طرف ہجرت تو بہتر ہے جب انھیں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو گئی کہ یہ لشکر بصرہ کی جانب بڑھ رہا ہے تو وہ اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ کوفہ میں عرب کے آدمی آباد ہیں اور ان کے گھر ہیں۔

اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شے سے آپ خوش ہیں وہ مجھے بری محسوس ہوتی ہے کیونکہ کوفہ ایک چھاؤنی ہے جس میں عرب کے مشہور مشہور آدمی رہتے ہیں اور ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ لیکن یہ لوگ ہمیشہ ان بیخودوں کے حصول کی کوشش میں لگے رہتے ہیں جن کے حصول پر یہ لوگ قدرت نہیں رکھتے اور جب یہ اپنے مقصد میں ناکام ہو جاتے ہیں تو اس شخص کے خلاف سازشیں کرتے ہیں جس نے کوئی عہدہ حاصل کر لیا ہو اور اسے ذلیل و خوار کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ لوگ ایک دوسرے کی جڑیں کاٹتے اور ایک دوسرے کے خلاف فتنا گھینزی کرتے رہتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واقعہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہہ رہے ہو لیکن ہر حکومت اپنے فرماں برداروں کے ساتھ سلوک کرتی ہے اور ان لوگوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتی ہے جو شروع میں اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ اگر وہ سیدھے رہیں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ احسانات کریں گے اور ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ ہمارے احسانات پر قناعت کریں اور اگر وہ ایسا نہ کریں گے اور ہمیں تکلیف پہنچائیں گے تو برائی اسی کے ساتھ کی جاتی ہے جو برائی کا مستحق ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا انسان یہ کام اسی وقت کر سکتا ہے جب قناعت کر کے بیٹھ جائے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جانے سے انکار:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب طلحہ رضی اللہ عنہ وزیر جلیل الامور المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اہل مکہ کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ بصرہ چلنا چاہیے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قاتلوں سے انتقام لینا چاہیے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور انھیں ساتھ چلنے کی دعوت دی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں تو اس معاملے میں اہل مدینہ کے ساتھ ہوں اگر وہ سب جنگ میں شامل ہوں گے تو میں بھی شامل ہوں گا اور اگر وہ تمام جنگ میں شامل ہونے کے لیے تیار نہیں ہوں گے تو میں بھی جنگ میں حصہ نہ لوں گا۔

عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی واپسی:

سری نے شعیب و سیف اور سعید بن عبداللہ کے حوالے سے ابن ابی ملکیہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب

زبیر رضی اللہ عنہ نے کوچ کا ارادہ کیا تو اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا ان میں سے بعض کو رخصت کیا اور بعض کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ لیکن ان تمام لڑکوں کو ساتھ چلنے کا حکم دیا جو اسامہ سے پیدا ہوئے تھے۔ جب زبیر رضی اللہ عنہ نے دوسرے لڑکوں سے یہ کہا کہ اے فلاں تم واپس جاؤ اور اسے عمرو تم واپس جاؤ تو عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائیوں میں سے عمرو اور منذر سے کہا تم بھی واپس چلو۔

اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں اپنے ان دونوں بیٹوں کو ساتھ لے جانا اور ان سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ ان سب کو جنگ میں لے جانا چاہتے ہیں تو آپ خود نہ جائیے اور اگر آپ کسی اور بیٹے کو پیچھے چھوڑ رہے ہیں تو انہیں بھی چھوڑ دیجئے اس لیے کہ اگر آپ سب کو لے جائیں گے تو اسامہ رضی اللہ عنہ ایک قسم کی بے اولاد بن جائے گی اور اس کا کوئی سہارا باقی نہیں رہے گا۔

یہ سن کر زبیر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عمرو اور منذر رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔

ان لوگوں نے جب کوچ کیا اور اواس کے پہاڑوں پر پہنچے تو یہ لوگ دفعتی طرف مڑ گئے اور بصرہ کا مشہور راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیا۔ اور اسی راہ سے چل کر بصرہ پہنچ گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روانگی پر لوگوں کا رنج و غم:

سری نے شعیب، سیف اور ابن الشہید کے حوالے سے میرے پاس ابن ابی ملیکہ کا یہ بیان لکھ کر روانہ کیا کہ جب لشکر کی روانگی کا وقت آیا تو پہلے زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے کوچ کیا اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کوچ فرمایا۔ ان کے ساتھ دیگر اوجاع مطہرات جو کچھ بھی تھیں جو ان کے ساتھ ذات عرق تک گئی تھیں۔

اس روز سے زیادہ لوگ اسلام پر بھیجی نہیں روئے۔ ان کا رونا اس باعث تھا کہ اسلام کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا حتیٰ کہ اس دن کا نام یوم الخیب ”آفسوس کا دن“ مشہور ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبدالرحمن بن عتاب رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ یہ لوگوں میں بہت منصف شمار ہوتے تھے۔

مطالبہ قصاص کی وجہ:

سری نے شعیب، سیف اور محمد بن عبداللہ کے حوالے سے یزید بن معن کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب یہ لشکر اواس سے دفعتی جانب مڑ گیا تو راہ میں ان کی ملاقات طلحہ بن عوف السہلی سے ہوئی جو اپنی ماں کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور دریافت کیا۔ اے ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ کیا معاملہ ہے؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی گئی اور انھیں بلا جرم قتل کر دیا گیا۔

طلحہ: انھیں کس نے قتل کر دیا؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: مختلف شہروں کے اہل باغیوں اور مختلف قبائل کے جھگڑالو لوگوں نے اور ان میں زیادہ تر اعراب اور غلام شامل تھے۔

طلحہ: اب آپ کیا چاہتے ہیں؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: ہم ان لوگوں کے خلاف جنگ کریں گے تاکہ اس خون کا بدلہ لیا جائے اور یہ خون رائیگاں نہ جائے کیونکہ اس کے رائیگاں جانے میں اللہ کے حکم کی ہمیشہ اسی طرح توہین ہوتی رہے گی اگر لوگوں نے اس قسم کے طریقہ کار کو ابھی سے نہ روکا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر امام کو جب چاہیں گے اس قسم کے بد قماش لوگ قتل کر دیا کریں گے۔

واقعہ یہ بہت خف معاملہ ہے اور کیا تم نہیں جانتے کہ یہ ظاہر میں آسان بھی ہے اس کے بعد یہ دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور لشکر آگے بڑھ گیا۔



باب ۵

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بصرہ میں داخلہ

دور

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے جنگ

سری نے شعیب سیف کے حوالے سے حمد و ثناء کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ یہ لشکر سیدھی راہ چھوڑ کر آگے بڑھتا رہا حتیٰ کہ بصرہ کے میدانوں میں پہنچ گیا یہاں پہنچ کر ان کی ملاقات عیسیٰ بن عبد اللہ اسمعی سے ہوئی۔ اس نے عرض کیا اے ام المؤمنین! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ آگے تشریف نہ لے جائیں بلکہ ان لوگوں میں سے کسی کو آگے روانہ فرما دیں جو وہاں کے لوگوں کو سمجھا بھجاسکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: تم نیک آدمی معلوم ہوتے ہو لہذا تم ہی کوئی مشورہ دو۔

عیسیٰ: آپ ابن عامر رضی اللہ عنہ کو آگے بھیج دیجیے کیونکہ بصرہ میں اس کی زمینیں اور مکانات وغیرہ ہیں وہ آپ کے پہنچنے سے قبل ان لوگوں سے ملاقات کریں اور آپ جو بات کہنا چاہتی ہوں وہ اہل بصرہ تک پہنچا نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابن عامر رضی اللہ عنہ کو آگے روانہ فرمایا۔ جب وہ بصرہ پہنچے تو لوگ ان کے پاس آ کر جمع ہونے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بصرہ کے مشہور راہور پاثر آدمیوں کے نام غلطو کا بھی روانہ کیے تھے۔ جن میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ اور صرہ بن شیمان وغیرہ داخل تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بڑھ کر ظہر میں ٹھہر گئیں اور جواب کا انتظار کرتی رہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں قاصد کی روانگی:

جب اہل بصرہ کو ان حالات کا علم ہوا تو عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور ابوالسود دیکھ کر قاصد بنا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا تعلق عوام سے تھا اور ابوالسود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخصوص آدمیوں میں سے تھے عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا۔ تم اس عورت کے پاس جاؤ اور اسے اپنے خیالات سے آگاہ کرو اور اس کے خیالات معلوم کرو۔ یہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس ظہر پہنچے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اجازت طلب کی اجازت ملنے کے بعد یہ اندر گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ ہمیں ہمارے امیر نے آپ کے پاس اس لیے روانہ کیا ہے تاکہ ہم یہ معلوم کریں کہ آپ کی یہاں تشریف آوری کی کیا وجہ ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ مجھے جیسی عورت کسی مخفی کام کے لیے سفر نہیں کر سکتی اور نہ اولاد سے کوئی بات چھپائی جاسکتی ہے۔ بات یہ ہے کہ مختلف علاقوں کے مشورہ چالنے والوں اور قبائل کے جھگڑا لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے حرم میں قتل و قتل کیا اور

اس میں فتنے اٹھائے اور بدعتیں ایجاد کیں اور فتنہ گروں کو حرم رسول میں پناہ دی اس طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت کے مستحق ہیں اور بلا جرم مسلمانوں کے امام کو قتل کیا۔ اس طرح انھوں نے ایک حرام خون کو حلال سمجھ کر بہایا اور وہ مال لوٹ لیا جس کا لینا حرام تھا اور بلہ حرام اور ماہ حرام کی حرمت کا بھی پاس نہ کیا۔ لوگوں کی آبروریزی کی اور انھیں جسمانی تکالیف پہنچا کیں اور ان لوگوں کے شہر اور مکانات میں آ کر ظہر گئے جنہیں ان کا ظہر ناگوار نہ تھا۔ ان لوگوں نے سوائے نقصان اور مسرت کے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ نہ ان کے دلوں میں خدا کا خوف تھا۔ جن لوگوں کے پاس یہ جا کر ظہر لے ان میں اتنی قدرت نہ تھی کہ وہ انہیں روک سکتے کیونکہ انہیں خود اپنی جانوں کا خوف تھا۔

میں نے اس لیے سفر کیا ہے تاکہ تمام مسلمانوں کو یہ بتا دوں کہ یہ جماعت کس قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے اور عوام ان کے باعث کس مصیبت میں مبتلا ہیں اور اب ان کا اصلاح پانا ممکن نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَيْفٍ كُتِبَ مِنْ نُّجُوْنِهِمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِضَلْفَةِ اَوْ مَغْرُوْبٍ اِصْلَاحِ بَيْنِ النَّاسِ﴾

”ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں سوائے اس کے کہ یہ سرگوشی صدقہ کا حکم دے یا لوگوں کی اصلاح کرے۔“

ہم اس اصلاح کی خاطر میدان میں نکلے ہیں جس کا اللہ عز و جل اور رسول اللہ ﷺ نے ہر چھوٹے بڑے اور مرد اور عورت کو حکم فرمایا ہے۔ ہم اس لیے آئے ہیں تاکہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور اس کی حفاظت کریں اور برائی سے لوگوں کو روکیں اور دنیا سے برائی کو مٹائیں۔

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کی شرط:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے میرے پاس محمد و طلحہ کا یہ بیان لکھ کر روانہ کیا۔ کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کر کے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے ان کی آمد کی وجہ دریافت کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ: ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ لے کر آئے ہیں۔

قاصدین: کیا آپ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کر چکے؟

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ: ہاں! لیکن اس صورت میں کہ تلوار میری گردن پر رکھی ہوئی تھی۔ اور علی رضی اللہ عنہ سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں اور نہ میں علی رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑنا چاہتا ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ہمارے اور قاتلوں کے درمیان حائل نہ ہوں۔

اس کے بعد یہ دونوں قاصد لوٹ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے رخصت طلب کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو رخصت کیا اور ابوالاسود سے مخاطب ہو کر فرمایا اے ابوالاسود تو اپنے آپ کو اس بات سے بچانا کہ کہیں تیری خواہشات تجھے دوزخ میں نہ ڈھکیل دیں۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ الَّذِي لَا يَنْجِي مَنْكُمْ شَيْءٌ قَوْلٍ عَلَىٰ أَنْ لَا تَعْبُدُوا اِلَّا اِغْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

”اللہ کے لیے انصاف کے ساتھ گواہ بن جاؤ۔ اور کسی قوم کی عداوت تمہیں کسی نا انصافی کے جرم میں جتنا نہ کر دے انصاف کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سخت کٹافرمانے والا ہے۔“

ان دونوں قاصدوں نے کوچ کیا۔ اور منادی نے ان کی داعی کا اعلان کیا جب یہ دونوں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ابوالاسود نے بولے میں عمران رضی اللہ عنہ سے پہل کی اور عثمان رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

يَا اَبْنَ حَنِيفٍ قَدْ اَتَيْتَ قَسَا نَفْسُ وَ طَاعِمِنِ الْقَوْمِ وَ حَالِدٍ وَ اَصْبَرَ
 ترجمہ: ”اے حنیف کے بیٹے جب تو یہاں آ گیا ہے تو اب میدان میں نکل اور لوگوں کو نیزوں کی انیوں پر رکھ لے۔ ان سے جنگ کرو اور ثابت قدم رہو۔“

وَ اَبْرَزْ لَهُمْ مُسْتَلِيمًا وَ شَجِرًا
 ”اور اپنی آستینیں چڑھا کر اچھی طرح حرا پکھا دے۔“

یہ سن کر عثمان بن حنیف نے اِنَّا لِنُفُوْا وَاِنَّا لَیَبُوْا رَا جِعُوْنَ پڑھی۔ اور فرمایا قسم ہے کعبہ کے پروردگار کی اب اسلام کی بجلی چل چکی ہے اب دیکھنے کی بجلی کا کون سا پاٹ مگرتا ہے۔
 حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا جنگ سے گریز:

حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم اب تمہیں یہ جنگ ایک زبردست عذاب میں جتنا کر دے گی۔ جس کا نتیجہ یہ لگے گا کہ اگر کوئی تم میں سے بچ بھی گیا تب بھی بہت سے کام اس جنگ کے مساوی نہ ہو سکیں گے۔
 عثمان رضی اللہ عنہ: تو پھر آپ ہی کوئی مشورہ دیجیے۔

عمران رضی اللہ عنہ: میں تو گھر جا کر بیٹھ رہا ہوں۔ تم بھی اپنے گھر جا کر بیٹھ جاؤ۔

عثمان رضی اللہ عنہ: جب تک امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ یہاں نہ پہنچ جائیں میں انہیں ہرگز شہر میں داخل نہ ہونے دوں گا۔

عمران رضی اللہ عنہ: اصل فیصلہ اللہ ہی کا ہے اور وہ جو ارادہ کرتا ہے وہی ہو کر رہتا ہے۔

اس کے بعد حضرت عمران رضی اللہ عنہ اپنے گھر جا کر بیٹھ گئے اور عثمان رضی اللہ عنہ مقابلہ کی تیاری میں معروف ہو گئے بشام بن عامر عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں مشورہ دیا۔ اے عثمان رضی اللہ عنہ! اب یہ جھگڑا اسی طرح چلتا رہے گا جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم خود بھی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے یہ ایک ایسا زخم ہے جو کبھی بھر نہیں سکتا اور ایسا اختلاف ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ لہذا تم علی رضی اللہ عنہ کا حکم آنے تک خاموشی اختیار کرو۔ اور ان لوگوں سے جھگڑا مول نہ لو۔ لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے بشام کی یہ رائے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔
 عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی جنگی تیاریاں:

عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کر لیا کہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ لوگ ہتھیار پہن کر جامع مسجد میں جمع ہو گئے عثمان رضی اللہ عنہ نے دعو کے سے کام لینا چاہا۔ لوگ اس بات کے منتظر تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا کیا ارادہ ہے۔ اس لیے انہیں تو تیاری کا حکم دیا۔ اور ایک شخص کو جو بنو قیس سے تعلق رکھتا تھا۔ اپنے پاس بلایا۔ یہ شخص کوفہ کا رہنے والا تھا اور انتہائی دھوکہ باز تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے کچھ سمجھایا بھجایا۔ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے اشارے پر تفریر کرنے کھڑا ہوا۔ اور بولا:

”اے لوگو! میں قیس بن الحدیدؓ کی ہمتی ہوں۔ یہ جماعت جو تمہارے پاس آئی ہے اگر اس غرض سے آئی ہے کہ انہیں اپنی جانوں کا خوف تھا اور وہ تمہاری پناہ لینا چاہتے تھے تو یہ خود ایسے مقام سے آئی ہے جہاں پر نہ بھی۔ مون ہیں۔ اور اگر یہ جماعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لینے آئی ہے تو ہم لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا۔ تم لوگ اس معاملے میں میری اطاعت کرو۔ اور ان لوگوں کو جہاں سے یہ آئے ہیں وہیں واپس لوٹا دو۔“

یہ تقریر بن کراسود بن سریع السعدیؓ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ کیا ان لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے؟ حالانکہ تمہارا یہ کہنا قطعاً غلط ہے۔ وہ تمہارے پاس گھبرائے ہوئے اس لیے آئے ہیں تاکہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ہم سے امداد طلب کریں۔ اور اسی طرح وہ اور لوگوں سے بھی امداد کے طالب ہیں۔ اگر واقعہ ان لوگوں کو جیسا کہ تمہارا گمان ہے ان کے شہروں سے نکال دیا گیا ہے۔ تو اب ان کے لیے وہ کون سی رکاوٹ ہے جس کے باعث وہ دوسروں کو ان کے شہروں سے نہ نکالیں گے۔

اس پر لوگوں میں ایک شور مچ گیا اور عثمان رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ بصرہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو کھل کر عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے لشکر کی امداد کریں گے۔ اس سے عثمان رضی اللہ عنہ کا دل ٹوٹ گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھی آگے بڑھ کر مرہ بنہینے اور بالائی جانب سے مرہ میں داخل ہو گئے اور وہاں ڈیرے ڈال دیے۔ عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنے ساتھیوں کے لے کر ان کے مقابلے میں جا کھڑے ہوئے اور اہل بصرہ میں سے جو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شریک ہونا چاہتے تھے وہ ان کے لشکر میں چلے گئے۔ اس طرح دونوں فریق مرہ میں صف آراء ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کو جوش دلانے لگے حتیٰ کہ دونوں فریق غصہ سے بے قابو ہو گئے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ مرہ کے دائیں جانب کھڑے ہوئے تھے اور ان کے پیلو میں زہیر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ مرہ کے بائیں جانب کھڑے تھے اور تقریر کے لیے آگے بڑھے۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو خاموش کیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کی فضیلت کا ذکر کیا اور بتایا کہ مدینہ رسول کی کس طرح بے حرمتی ہوئی ہے اور کس طرح وہ خون بہایا گیا ہے جس کا بہا حرام تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ تمام مظالم بیان کیے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کیے گئے تھے۔ پھر لوگوں کو ان کے خون کا بدلہ طلب کرنے کی دعوت دی اور فرمایا:

”اے قاصم! میں اللہ عزوجل کے دین اور اس کے حکم کی عزت ہے۔ کیونکہ مظلوم خلیفہ کے خون کا قصاص طلب کرنا اللہ کے احکام میں سے ایک حکم ہے اگر تم قصاص طلب کرو گے تو صحیح راہ پر چلو گے اور تمہاری خلافت تمہارے ہاتھ میں آ جائے گی اور اگر تم اس قصاص کو چھوڑ دو گے تو تو کوئی حکومت قائم رہ سکتی ہے اور نہ کوئی نظام چل سکتا ہے۔“

اسی حکم کی تقریر حضرت زہیر رضی اللہ عنہ نے بھی کی ان کا نظریہ پر دہائی جانب کے لوگ بولے کہ آپ دونوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے اور آپ نے ہمیں حق بات کا حکم دیا ہے بائیں جانب کے لوگ بولے انہوں نے نہایت غلط بات کہی ہے۔ اور غداری کی ہے اور لوگوں کو بدائی کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں نے پہلے تو علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور آج یہ کہہ رہے ہیں اس پر ایک

شور مچ گیا اور لوگوں میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خطاب:

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تقریر شروع فرمائی: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز نہایت بلند تھی جیسی ایک صاحبِ جلال عورت کی ہونی چاہیے انھوں نے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا:

”لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اتہامات لگاتے تھے اور ان کے عاقلوں کو مجرم گردانتے تھے۔ یہ لوگ ہمارے پاس مدینہ آتے اور اعمال کے حالات بیان کر کے ہم سے مشورہ طلب کرتے۔ ان کی ظاہری گفتگو سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ اصلاح کے طلب گار ہیں اور نیک لوگ ہیں۔

لیکن جب ہم حالات کی چھان بین کرتے تو ہمیں عثمان نہایت متقی اور ان الزامات سے بری نظر آتے۔ اور یہ وہ لوگ جو ان کی شکایت کرتے تھے وہ جتنی کے جیس میں قارہ کو کذاب نظر آتے۔ ان کا ظاہر کچھ ہوتا اور باطن کچھ اور۔

ان لوگوں نے جب اس طرح دھوکہ اور فریب سے قوت مہیا کر لی تو مدینہ پہنچ کر عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں محصور کر لیا اور انہیں شہید کر کے ایک حرام خون کو حلال کیا۔ اس مال کو لوٹا جس کا لینا حرام تھا اور بلا جرم اور بلا وجہ مدینہ الرسول کی بے حرمتی کی۔ وہ جس شے کے طلب گار ہیں۔ وہ تمہارے لیے مناسب نہیں۔ تمہیں چاہیے کہ تم عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لو اور اللہ عزوجل کے حکم کو قائم کرو۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿لَمْ يَأْتِ الْيَهُودَ أَنْفُسًا أَنْفُسًا مَنْ الْكِتَابِ يُدْعُونَ إِلَى الْكِتَابِ وَاللَّهُ لِيُخْلِعَكُمْ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَنْتَوَى فَرِيقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ﴾

”کیا آپ ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہیں کتاب دی گئی تھی کہ جب بھی انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ کتاب اللہ کے مطابق ان کا فیصلہ کیا جائے تو ان میں سے ایک جماعت منہ پھیر کر اور اعراض کر کے چل دیتی ہے۔“

اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ان میں سے ایک جماعت بولی۔ خدا کی قسم! آپ نے سچ فرمایا اور نیک کام کا حکم دیا ہے اور دوسری جماعت بولی تم لوگ جھوٹ بولتے ہو۔ ہم تم لوگوں کی بات قطعاً نہیں سمجھتے۔ اس پر ایک شور مچ گیا اور لوگ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر مسند سے ہٹ گئیں اور اس میدان میں جا کر ٹھہریں جہاں چارو اساف کرنے والے رہتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں زبردست اختلاف پیدا ہو گیا اور آپس میں وحید کا مشق ہونے لگی۔ بعض لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مل گئے اور بعض اس گلی کے کھڑ پر عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جتے رہے جو مسجد کو جاتی تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر اس گلی کے کھڑ پر آ گئے جو محلہ دباغین سے مسجد کو جاتی تھی۔ اور لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا کے مد مقابل کھڑے ہو گئے اور راستہ روک لیا۔

جاریہ بن قدامہ رضی اللہ عنہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو:

نصر بن مزاحم نے سیف اور ہبل بن یوسف کے حوالے سے قاسم بن محمد کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت جاریہ بن قدامہ

اسعدی جو بنو جندبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور عرض کیا۔

اے ام المومنین! خدا کی قسم عثمان بن عفان جو بنو جندبہ کا قتل ہو جانا ہمارے لیے آسان تھا اور آپ کا پاس معون اونٹ پر سوار ہو کر اور بھیا رسنجال کر لکھنا اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے پردے میں رہنے اور اپنے احرام کو باقی رکھنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن آپ نے اس پردے کو توڑا اور اپنے احرام کو ختم کیا۔ یاد رکھیے کہ جو شخص آپ سے قتال کو جائز سمجھتا ہے وہ لازماً آپ کے قتل کو بھی جائز سمجھتا ہوگا۔ مگر آپ خوشی سے یہاں آئی ہیں تو فوراً واپس لوٹ جائیے اور اگر آپ مجبوراً یہاں آئی ہیں تو لوگوں سے امداد طلب کیجیے تاکہ وہ آپ کو باعزت طور پر یہاں سے نکال دیں۔

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے ایک لڑکے کی گفتگو:

نوسعد کا ایک نوجوان لڑکا طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اے زبیر جو بنو جندبہ آپ رسول اللہ ﷺ کے حواری ہیں اور طلحہ جو بنو جندبہ نے اپنے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو بچایا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ دونوں کی ماں آپ کے ساتھ ہیں۔ تو کیا تم دونوں اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لائے ہو؟

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: نہیں!

وہ سعدی نوجوان بولا۔ تو میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ یہ کہہ کر وہ فکرمے چلے ہوا گیا۔ اس سعدی نوجوان نے اس واقعہ پر یہ اشعار کہے۔

صُنُّنْمْ خَلَايِلَكُمْ وَفَدْتُمْ أَنْفُسَكُمْ
هَذَا الْمَعْرُوفُ قِلَّةُ الْإِنْصَابِ

جنتیجہ: ”تم نے اپنی بیویوں کو بچالیا اور اپنی ماں کو میدان میں گھسیٹ لائے۔ حیرتِ عمر کی قسم یہ تو نہایت بے انصافی کی بات ہے۔“

أَمَرْتُ بِحَرْمِ ذُبُولِهَا فَوَيْ بُيُوتِهَا
فَهَوَتْ تَشَقُّ الْبَيْتِ بِالْإِنْصَابِ

جنتیجہ: بیویوں کو تو حکم دے دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں بھریں اور باہر نہ جائیں۔

عَرَضْتُ أَنْسَابِي دُونَهَا أَنْسَابُهَا
بِالنُّبْلِ وَالْخَطِيئِ وَالْإِنْصَابِ

جنتیجہ: اور ماں کو اپنی اغراض کا آلہ کار بنالیا۔ تاکہ ان کے بیٹے انہیں بچانے کے لیے نیزوں اور تیروں اور تلواروں سے لڑیں۔

هَذَا الْمُنْخَبَرُ عَنْهُمْ وَالْكَافِي
خَفَّتْ بِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ سُبُورَهَا

جنتیجہ: اس طرح زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کے پردوں کی بھی پردہ داری ہوئی۔ یہ وہ خبر ہے جو لوگوں کی جانب سے بیان کی جا رہی ہے۔

محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی رائے:

جہینہ کا ایک لڑکا محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ یہ محمد نہایت عبادت گزار شخص تھے۔ ان سے سوال کیا کہ عثمان جو بنو جندبہ کے قاتل

کون لوگ ہیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ عثمان جو بنو جندبہ کے قتل کی ذمہ داری تین شخصوں پر ہے۔ تہائی ذمہ داری تو اس بودیج والی یعنی

عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہے۔ اور تہائی ذمہ داری اس شخص پر ہے جو سرخ اونٹ پر سوار ہے یعنی میرے باپ طلحہ رضی اللہ عنہ پر اور تہائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر ہے۔

یہ سن کر وہ لڑکا بولا۔ میں تو خود کو گمراہی پر سمجھتا ہوں۔ اور یہ کہہ کر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گیا۔ اور محمد کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

سَأَلْتُ ابْنَ طَلْحَةَ عَنْ هَالِكٍ يَسْخُوفُ الْفَيْدِيَّةَ لَمْ يُفَسِّرْ
”میں نے طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے دریافت کیا کہ مدینہ میں جس شخص کو لوگوں نے قتل کیا ہے اور جو دفن بھی نہیں کیا جا سکا اس کی ہلاکت کی ذمہ داری کس پر ہے۔

فَقَالَ ثَلَاثَةٌ زَهَّطُ هُمْ أَمَّاؤُا ابْنِ عَفَّانَ وَ اسْتَعْبِرْ
اس نے جواب دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی ذمہ داری تین شخصوں پر ہے۔

فُلْتُكُ عَلَى بِلْتِكَ فَبِيْ جَدِّهَا وَ ثُلُكُ عَلَى رَاجِبِ الْأَخْصَرِ
تہائی تو اس عورت پر ہے جو ہودج میں سوار ہے اور تہائی سرخ اونٹ کے سوار پر۔

وَ ثُلُكُ عَلَى ابْنِ أَبِي طَالِبٍ وَ نَحْنُ بَذِيَّةُ قَرْقَرٍ
اور تہائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم لوگ وہودی آدمی ہیں۔ ان باتوں کو ہم نہیں سمجھتے۔

فَقُلْتُ صَدَقْتَ عَلَى الْأَوْيُنِ وَأَخْطَأْتُ فَبِي الثَّالِثِ الْأَخْصَرِ
میں نے اسے جواب دیا کہ پہلے وہ شخصوں کے بارے میں تم نے سچ بات کہی ہے۔ لیکن تیسرے روشن شخص کے بارے میں تم نے غلطی کی ہے۔

ابتداءً جنگ:

محمد اور طلحہ کا بیان ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور ابوالاسود دہلی جب عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلے گئے تو حکیم بن جلد گھوڑے پر سوار آگے بڑھا۔ اور اس نے جنگ شروع کر دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھیوں نے بھی اپنے نیزے سے تان لیے۔ لیکن وہ یہ سوچ کر اپنی جگہ ٹھہرے رہے کہ شاید دشمن جنگ سے رک جائے۔ لیکن حکیم نے جنگ بند نہیں کی اور آگے بڑھتا رہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھی ان سب کے لیے کافی تھے لیکن ابھی تک وہ صرف اپنی مدافعت کر رہے تھے۔ اور حکیم چاروں طرف اپنا گھوڑا بڑھا رہا تھا اور ان پر بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ قریش ہیں انہیں آج بزدل بنا کر لوٹا دو۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے بقیہ ساتھیوں نے بھی گھلی کے ٹکڑے پر جنگ شروع کر دی تھی۔ ان گھروں میں جو شریف لوگ آباد تھے خواہ ان کا تعلق کسی فریق سے کیوں نہ ہو وہ جنگ سے بچنا چاہتے تھے۔ کچھ دیر بعد عثمان رضی اللہ عنہ کے بقیہ ساتھیوں نے بھی لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا پر پتھر پھینکنا شروع کر دیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ دائنی طرف بڑھ جائیں۔ ان کا مقصد جنگ سے بچنا تھا یہ لوگ دائنی طرف بڑھ کر عقبہ بنو نضیر پہنچ گئے۔ وہاں کچھ دیر ٹھہرے۔ لیکن دشمن کا لشکر وہاں بھی ان پر ٹوٹ پڑا۔ کچھ دیر بعد رات شروع ہو گئی

جس کی وجہ سے عثمان رضی اللہ عنہ محل میں چلے گئے اور ان کے ساتھی اپنے اپنے قبیلوں میں چلے گئے۔

ابوالجراحہ کا مشورہ:

بنو عثمان بن مالک بن عمرو بن قحیم میں سے ایک شخص ابوالجراحہ نامی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ اس نے انہیں مخالفین کے گھروں کے پتے بتائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ نے اس سے مشورہ طلب کیا اور اس کی رائے پر چلنے کا ارادہ کیا۔ وہ انہیں بنو مازن کے مقبرے سے لے کر آگے بڑھا۔ اور جہانہ کی جانب بصرہ کی بلندی پر پہنچ گیا۔ پھر زابوق سے ہوتا ہوا مقبرہ بنی حصن پر آیا۔ اس کا ایک حصہ بیت المال سے ملا ہوا تھا۔ مخالف سب خواب غفلت میں مدہوش تھے اور یہ آگے بڑھ رہے تھے جب صبح ہوئی تو یہ لوگ بیت المال کے صحن میں ڈیرہ زن تھے۔

حکیم بن جبلیہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی:

صبح ہوئی تو عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو پکارنا شروع کیا 'اور حکیم بن جبلیہ بھی بڑبڑانے لگا اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ بنو عبدالمعس کے ایک شخص نے اس حکیم سے کہا۔ وہ کون شخص ہے جو گالیاں دے رہا تھا اور جسے تو گالیاں سکھا رہا تھا۔ میں نے یہ سب باتیں اپنے کانوں سے سنی ہیں۔

حکیم: وہ شخص عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں دے رہا تھا۔

شخص مذکور: اے غیث کے بیٹے تو ام المومنین کی شان میں اس قسم کی گستاخی کرتا ہے۔

یہ سن کر حکیم نے اس شخص کے سینے پر نیزہ مارا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس حکیم کے پاس سے ایک عورت گزری اور یہ بدستور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں دے رہا تھا۔ اس عورت نے کسی سے سوال کیا کہ یہ کسے گالیاں دے رہا ہے؟ اس نے جواب دیا عائشہ رضی اللہ عنہا کو۔ یہ سن کر اس عورت نے حکیم سے کہا۔ اے غیث عورت کے بیٹے تو ام المومنین کی شان میں یہ گستاخی کرتا ہے۔ حکیم نے یہ سن کر اس عورت کے بھی نیزہ مارا اور اسے بھی قتل کر دیا۔

پھر حکیم آگے بڑھا۔ اور اس کے اور ساتھی بھی جمع ہو گئے اور بیت المال کے سامنے جنگ شروع ہو گئی اور سورج نکلنے کے وقت سے شروع ہو کر زوال تک نہایت شدت سے جاری رہی۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے کافی ساتھی مارے گئے اور دونوں فریق کے کافی لوگ زخمی ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے منادی جنگ بندی کا اعلان کر رہے تھے لیکن کسی نے ان کا اعلان نہیں سنا اور انہوں نے مخالفین کو اچھی طرح ڈھیر کر کے رکھ دیا۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی قوت ٹوٹ گئی تو انہوں نے صلح کے لیے پکارنا شروع کیا جو ان لوگوں نے قبول کیا۔

شرائط صلح:

آپس میں جنگ بندی ہو گئی اور باہم یہ عہد نامہ لکھا گیا کہ یہ ایک قاصد روانہ کیا جائے اور جب تک قاصد واپس نہ آ جائے جنگ بند رہے گی قاصد یہ پہنچ کر یہ معلوم کرے کہ آیا زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما نے خوشی سے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی یا ان سے زبردستی بیعت لی گئی۔ اگر طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے زبردستی بیعت لی گئی ہے تو عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ان دونوں کے لیے بصرہ خالی کر دیں گے اور اگر ان دونوں نے خوشی سے بیعت کی تھی تو یہ دونوں بصرہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

عہد نامہ:

عہد نامہ کی عبارت یہ تھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یہ وہ تحریر ہے جس پر طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے تمام مسلمان ساتھیوں نے اور عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام ساتھیوں نے صلح کی ہے جس مدت تک کے لیے یہ صلح ہوئی ہے اس وقت تک عثمان رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں جو حصہ ہے اس پر عثمان رضی اللہ عنہ قابض رہیں گے اور جس حصہ پر طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما قابض ہیں اس پر وہی قابض رہیں گے۔ جب تک دونوں فریق کے قاصد کعب بن سور مدینہ سے واپس آ جائیں اور دونوں فریق میں سے کسی شخص کو مسجد اہل بیت کی طرف سے کسی غلطی کی توقع نہ ہو کہ وہ قبضہ نہیں پہنچا یا جائے گا تا وقتیکہ کعب بن سور واپس نہ آ جائیں اگر وہ یہ خبر لاتے ہیں کہ لوگوں نے طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کو بیعت پر مجبور کیا تھا۔ تو بصرہ کی حکومت ان دونوں کی ہوگی اور عثمان رضی اللہ عنہ کو اختیار ہوگا خواہ وہ شہر چھوڑ کر اپنی جماعت کے پاس چلے جائیں یا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو جائیں اور اگر کعب یہ جواب لاتے ہیں کہ طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما غرضی سے بیعت کی تھی تو بصرہ کی حکومت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں رہے گی اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کو اختیار ہوگا کہ خواہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت پر قائم رہیں یا بصرہ چھوڑ کر اپنی جماعت کے پاس چلے جائیں اور بصرہ کے تمام مسلمان اس شخص کے ساتھ ہوں گے جو کامیاب ہوگا۔“

کعب کی مدینہ آمد:

کعب بصرہ سے چل کر مدینہ پہنچے۔ لوگ ان کی آمد کی وجہ سے جمع ہو گئے۔ یہ مدینہ جمعہ کے روز پہنچے تھے کعب نے کھڑے ہو کر سوال کیا۔ اے اہل مدینہ میں اہل بصرہ کی جانب سے تمہارے پاس قاصد بن کر آیا ہوں اور یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا اس جماعت نے طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کو علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر مجبور کیا تھا یا انہوں نے رضاء و رغبت سے بیعت کی تھی۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا جواب:

تمام قوم میں سے کسی نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ دونوں سے زبردستی بیعت کی گئی ہے۔ یہ سن کر تمام نے انہیں مارنے کا حکم دیا اور کبیل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی انہیں مارنے کے لئے چھپے حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابوالدرداء بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ کے ساتھ انہیں بچانے کے لئے آگے بڑھے اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی جان کا خطرہ ہے تو انہوں نے فرمایا خدا کی قسم ان دونوں سے زبردستی بیعت کی گئی ہے۔ یہ سن کر لوگ اسامہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس چلے گئے۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں اپنے گھر لے گئے اور ان سے فرمایا اے اسامہ رضی اللہ عنہ کیا تم نہیں جانتے کہ ام عامر ایک اہل حق عورت ہے کیا تم ہماری طرح خاموش نہ رہ سکتے تھے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نہیں ہو سکتا تھا۔ میں ان سب کو دیکھ رہا تھا جہاں یہ خلافت ہمیں پہنچا رہی ہے اور تم بھی دیکھ رہے ہو کہ ہم ایک زبردست مصیبت میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

کعب بن عینہ سے واپس لوٹے اور اس دوران میں طلحہ و زبیرؓ نے کھل تیار کیاں کر چکے تھے اور انھیں جن جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ سب تیار کر چکے تھے۔ جب کعب بصرہ پہنچے تو محمد بن علیؓ اس وقت عثمان بن حنیفؓ کے قریب کھڑے تھے۔ یہ محمد و اہل بیتؓ پر جتنے تھے بصرہ کے جانوں اور کاشکاروں کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ ہمارے خلاف کوئی خیر نہ لائے ہوں۔ انہوں نے راہ ہی میں اسے سمجھا بھگا کہ پہلے عثمان بن حنیفؓ کے پاس لے گئے اور انہیں طلحہ و زبیرؓ کے پاس تک نہ جانے دیا۔

حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کا خط:

حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کو جب ان حالات کا علم ہوا اور اہل مدینہ کا طرز عمل معلوم ہوا تو انہوں نے فوراً عثمان بن حنیفؓ کو ایک خط تحریر کیا۔ اس میں لکھا کہ خدا کی قسم! ان دونوں کو کسی فرقہ بندی پر مجبور نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ جماعت کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لیے مجبور کیا گیا تھا اور ایک نیک کام کی خاطر زبردستی کی گئی تھی اگر یہ دونوں بیعت توڑنا چاہتے ہیں تو ہمارے پاس ان کا کوئی علاج نہیں اور اگر وہ کسی اور شے کے طلب گار ہیں تو ہم اس پر غور و فکر کریں گے۔

حضرت عثمان بن حنیفؓ رضی اللہ عنہ کی وعدہ خلافتی:

ادھر یہ حضرت عثمان بن حنیفؓ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ ادھر مدینہ سے کعب پہنچے۔ حامیان عاصیؓ نے عثمان بن حنیفؓ کے پاس کہلا کر بھیجا کہ تم حسب وعدہ بصرہ خالی کر دو۔ انھوں نے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے خط کو پیش کر کے کہا کہ یہ تو معاملہ ہی ہدایہ کا ہے جس کا فیصلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

لشکر عاصیؓ کا حملہ:

حضرت طلحہ و زبیرؓ نے عثمان بن حنیفؓ سے ایک رات اپنے تمام آدمیوں کو جمع کیا اس رات سخت سردی پڑ رہی تھی اور زبردست آندھی چل رہی تھی۔ جس کی وجہ سے تاریکی بھی بے پناہ چھا گئی تھی اور ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہ دیتا تھا۔ یہ دونوں لشکر لیے ہوئے عشاء کی نماز کے وقت مسجد پہنچے۔ یہ لوگ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔ عثمان بن حنیفؓ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے لیکن زبیرؓ و طلحہؓ نے عبدالرحمن بن عتابؓ رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھا دیا اس پر جانوں اور کاشکاروں نے ہتھیار اٹھالے اور لشکر عاصیؓ کا مقابلہ شروع کر دیا۔ انھوں نے بھی جنگ چھیڑ دی اور کافی دیر تک مسجد میں جنگ ہوتی رہی۔ عاصیؓ نے عثمان بن حنیفؓ کے بہت سے حامیوں کو گرفتار کر لیا اور چالیس آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور طلحہ و زبیرؓ نے عثمان بن حنیفؓ کے کچھ لوگوں کو عثمان بن حنیفؓ کے پاس بھیجا کہ انہیں ہمارے پاس بلا کر لاؤ جب عثمان بن حنیفؓ ان کے پاس پہنچے تو لوگوں نے انہیں خوب لاتوں سے روندنا اور ان کے چہرے کے تمام بال اکھاڑ ڈالے۔ یہ طرز عمل زبیرؓ و طلحہؓ نے عثمان بن حنیفؓ کو نہایت ناگوار گزارا اور عثمان بن حنیفؓ کو حضرت عاصیؓ کے پاس روانہ کیا اور ان کی رائے معلوم کرائی۔

حضرت عاصیؓ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو یہ جہاں چاہیں جائیں۔ ان کا راستہ قطعاً نہ روکو لشکر عاصیؓ نے قصر کے دربانوں کو بھیج نکال دیا۔ یہ عثمان بن حنیفؓ کی حفاظت کے لیے پہرہ دیا کرتے تھے چالیس آدمیوں کی دن میں ڈیوٹی تھی اور چالیس کی رات کو۔

حضرت عبدالرحمن بن عتابؓ رضی اللہ عنہ نے مشاء اور صبح کی نماز پڑھائی حضرت عاصیؓ نے عثمان بن حنیفؓ اور طلحہ و زبیرؓ کے درمیان ایک

قاصد پیغام بری کی خدمت انجام دے رہا تھا۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان دونوں کا پیغام پہنچاتا اور پھر جواب لے کر جاتا۔

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا حشر :

عمر بن شعبہ نے ابو الحسن ابوجحیف یوسف بن یزید کے ذریعے کبیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب لوگوں نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا تو انہوں نے ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس روانہ کیا کہ ان کا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکم کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انہیں قتل کر دو۔ لیکن کسی عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا اے ام المؤمنین میں آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہوں کہ آپ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سوچ لیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ابان کو واپس بلاؤ۔ جب ابان واپس آئے تو ان سے فرمایا انہیں قتل نہ کرو بلکہ قید کر دو اس پر ابان نے عرض کیا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ نے اس کام کے لیے مجھے واپس بلایا ہے تو میں نہ آتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ حکم سن کر صحابہ میں مسعود نے لوگوں سے کہا کہ اسے مار دو اور اس کی داڑھی کے بال نوچ لو۔ لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو چالیس کوڑے مارے اور ان کی داڑھی کے بال نوچ لیے اور موصوٹھیں اور پٹکیں اکھاڑ ڈالیں اور قید کر دیا۔

حواب کا واقعہ :

احمد بن زبیر نے وہب بن جریر یونس بن یزید کے حوالے سے امام زہری کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کو یہ علم ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ کی تاریخ بقیہ چلے ہیں تو وہ بصرہ واپس لوٹ گئے راہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں تو دریافت کیا کہ یہ کون سا چشمہ ہے لوگوں نے جواب دیا یہ حواب کا چشمہ ہے۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان اللہ پر دہمی اور فرمایا۔ یہ تو وہی معاملہ ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ آپ کے پاس کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا شاید تم میں سے ایک عورت ایسی ہو جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واپس لوٹنے کا ارادہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن اثیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور عرض کیا جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ حواب کا چشمہ ہے وہ جھوٹ بولتا ہے۔ الغرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بڑھ کر بصرہ پہنچ گئیں۔ وہاں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ امیر تھے۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال کیا۔ تم نے اپنے امیر کی بیعت کیوں توڑی؟

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما ہم اسے اپنے سے زیادہ خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے۔ اور جو کچھ اس نے کیا ہے وہ تو سامنے ہی ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ : تو اس شخص نے مجھے یہاں امیر بنایا ہے۔ میں انہیں جو کچھ تم کہہ رہے ہو لکھ کر بھیج دیتا ہوں اور جب تک ان کا جواب نہ آئے نماز میں پڑھاؤں گا۔

الغرض اس بات پر منتج ہو گئی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھ کر روانہ کیا۔ ابھی دور دراز بھی نہ گزرے تھے کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے لشکر نے عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور مدینہ الرزق کے قریب ذابوقہ مقام پر ان سے جنگ کی اور عثمان رضی اللہ عنہ پر غالب آئے اور انہیں پکڑ لیا۔ پہلے تو ان کے قتل کا ارادہ کیا لیکن پھر یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں اہل مدینہ ان کے قتل پر غضب ناک نہ ہو جائیں۔ اس

لے انہیں قتل تو نہیں کیا لیکن انہیں مارا اور ان کے بال نوچ ڈالے۔

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کی تقریر:

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما تقریر کرتے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

”تو بدل سے ہوتی ہے۔ ہم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی غلطیوں پر آگاہ کریں اور ہمارا ان کے قتل کو کوئی ارادہ نہ تھا۔ لیکن بدحاصل جاگھوں پر غالب آ گئے اور انہیں قتل کر دیا۔“

لوگوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا۔ آپ کے خطوط جو ہمارے پاس آئے تھے ان سے تو کچھ اور ظاہر ہوتا تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرا تو تمہارے پاس کوئی خط نہیں آیا پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے

عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کے مصائب کا ذکر کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برائیاں بیان کیں۔

اس پر بنو عبد القیس کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ خاموش رہیے اور پہلے مجھے تقریر کرنے

دیجیے۔

حضرت عبداللہ بن ابی مرثدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا تقریر سے کیا واسطہ؟

عبدی کی تقریر:

لیکن وہ عبدی کھڑا ہوا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

”اے مہاجرین تم ہم سے پہلے وہ اشخاص ہو جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کو قبول کیا۔ اور اس لحاظ سے تمہیں

ایک بہت بڑی فضیلت حاصل ہے۔ پھر جس طرح تم نے اسلام قبول کیا تھا اسی طرح اور لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا۔

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے اپنے میں سے ایک شخص کی بیعت کر لی اور تم نے ہم سے اس سلسلے میں

کوئی مشورہ طلب نہیں کیا۔ ہم اس پر راضی ہو گئے اور اس معاملے میں تمہاری اتباع کی۔ اللہ عز وجل نے مسلمانوں کے

لیے ان کی امارت میں برکت عطا فرمائی پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے اور تمہیں میں سے ایک شخص کو تم پر خلیفہ بنا دیا۔ ان

کی خلافت کے سلسلے میں بھی ہم سے کوئی مشورہ طلب نہیں کیا گیا۔ ہم ان کی خلافت پر راضی رہے اور ان کی اطاعت

کرتے رہے جب ان کی بھی وفات ہو گئی تو خلافت کا معاملہ چھ آدمیوں کے سپرد کر دیا گیا۔ تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا

اور ہمارے مشورہ کے بغیر ان کی بیعت کر لی۔ پھر تم لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کسی بات پر اختلاف کیا اور اسے ہمارے

مشورہ کے بغیر قتل کر ڈالا۔ پھر تم نے ہمارے مشورے کے بغیر علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ پھر تم نے اس سے اختلاف کیا۔

اب تم یہ چاہتے ہو کہ ہم علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کریں۔ تم ہمیں یہ بتاؤ کہ کیا علی رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت پر قبضہ کر لیا ہے یا حق کو

چھوڑ دیا ہے یا وہ اعمال اختیار کر لیے ہیں جنہیں تم برا سمجھتے ہو۔ اگر نی اواقعہ ایسا ہے تو ہم تمہارے ساتھ ہو کر اس سے

لڑیں گے اور اگر ایسا نہیں تو ہم اس سے جنگ کے لیے تیار نہیں۔“

ان لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ کر لیا لیکن اہل قبیلہ انہیں بچانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا نے اگلے

روز عثمان رضی اللہ عنہ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور ان کے ستر آدمی قتل کر دیے۔

حکیم بن جبلة کی جنگ:

آمد بر سر مطلب محمد اور طلحہ کا بیان ہے کہ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیت المال اور دربانوں پر قابو پایا اور لوگ ان کے ساتھ ہو گئے اور جو لوگ ان کے مخالف تھے وہ روپوش ہو گئے۔ صبح کو انہیں یہ خبر معلوم ہوئی کہ حکیم ایک بیعت کے ساتھ موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کے پاس کہلا کر بھیجا کہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا راستہ نہ روکا جائے۔ زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما نے اس پر عمل کیا اور عثمان رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکل کر اپنے آدمیوں کی تلاش میں چلے گئے۔

صبح کے وقت حکیم بن جبلة اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا۔ اس کے ساتھ کچھ بنو عبد القیس اور کچھ ربیعہ کے لوگ تھے۔ یہ لوگ دار الرزق کی جانب بڑے ہوئے اور حکیم بن جبلة کہہ رہا تھا کہ اگر میں عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد نہ کروں تو اس کا بھائی نہیں اس کے بعد یہ حکیم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں دینے لگا۔

ایک عورت نے جو اس کی ہم قوم تھی جب یہ گالیاں سنیں تو اس سے بولی اے غیث عورت کے بیٹے تو اسی لائق ہے کہ گالیاں دیتا پھرے۔ حکیم نے اس کے نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ اس پر بنو عبد القیس بھرے صرف اس کے ساتھ چند لوگ رہ گئے۔ بنو عبد القیس نے اس سے کہا تو نے کل بھی یہی حرکت کی تھی اور آج بھی یہی حرکت کی ہے۔ خدا کی قسم اب ہم تیرا ساتھ نہ دیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ تجھے قید میں جٹا کرے۔ یہ لوگ اس کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اس کے ساتھ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بقیہ ساتھی بھی شامل تھے اور تمام قبائل کے وہ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے جنہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر کے انہیں شہید کیا تھا کیونکہ وہ یہ سمجھ چکے تھے کہ اب ان کے لیے بصرہ میں کوئی جائے پناہ موجود نہیں۔ اس لیے وہ سب اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ یہ لوگ آگے بڑھ کر دار الرزق کے قریب زابوہ پہنچے۔

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا جھگڑا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا تم صرف ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کریں اور یہ اعلان کر دو جو شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے تعلق نہ رکھتا ہو وہ ہمارے مقابلے سے ہٹ جائے کیونکہ ہماری جنگ صرف قاتلین عثمان سے ہے اور ہم کسی سے بھی جنگ کی پہل نہ کریں گے۔

حکیم نے جنگ شروع کر دی اور متادی کے اعلان کی کوئی پروا نہیں کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے بصرہ کے تمام قاتلین کو ہمارے سامنے جمع کر دیا ہے۔ اے اللہ! ان میں سے کسی کو زندہ باقی نہ چھوڑے۔ اور ان سے آج قصاص لے لیجئے اور انہیں قتل فرما دیجئے۔

حکیم کے ساتھیوں نے ان لوگوں سے جنگ شروع کر دی اور بہت سخت جنگ ہوئی حکیم کے لشکر میں چار سردار تھے۔ حکیم طلحہ رضی اللہ عنہ کے مد مقابل تھا۔ ذریع زبیر رضی اللہ عنہ کے مد مقابل ابن الحارث بن عبد الرحمن بن عتاب رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اور حرقوم بن زبیر عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں۔ طلحہ رضی اللہ عنہ حکیم کے مقابلہ پر نکلے اس کے ساتھ تین سو آدمی تھے۔

حکیم کے اشعار:

حکیم نے تلوار سے وار شروع کیا وہ اس وقت یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

ضَرَبَ غُلَامٌ غَابِسَ

أَضْرَبَهُمُ بِالْيَابِسِ

ترجمہ: ”میں انہیں غابی غلام کی مار کی طرح خشک چیز سے مارتا ہوں۔“

فِي الْغُرَفَاتِ نَافِسِ

مِنْ الْحَيَاةِ آفِسِ

ترجمہ: ”میں زندگی سے مایوس ہو کر کھڑکیوں میں جھانک رہا ہوں۔“

ایک شخص نے حکیم کے پاؤں پر ٹکڑا ماری اور اسے کاٹ ڈالا حکیم نے کہا: ہوا پھر اس کے کھینچ مارا جس سے وہ گر گیا۔ لیکن اس نے پھر اٹھ کر اسے قتل کر ڈالا اور اس کی لاش پر ٹیک لگا کر یہ شعر پڑھے۔

إِنْ مَعِيَ ذِرَاعِي

يَأْفِجِدُ لَنْ قَرَاعِي

أَحْبَبِي بِهَا شَرَاعِي

ترجمہ: ”اے ران تو ہرگز نہ ڈر۔ میرے پاس ابھی میرا ہاتھ موجود ہے جس سے میں اپنی گردن کی حفاظت کر رہا ہوں۔“

حکیم اڑتے وقت یہ اشعار بھی پڑھ رہا تھا۔

لَيْسَ عَلَيَّ أَنْ أَمُوتَ غَارٌ وَ الْعَارُ فِي النَّاسِ هُوَ الْمَضَرُّ

وَلَسْتُ لَأَنْفَضُحَهُ الدَّغَارُ

ترجمہ: ”مرنے میں میرے لیے کوئی عار نہیں۔ عار تو لوگوں کے نزدیک بھاگنے میں ہے۔ اور بڑائی اس میں ہے کہ اسے اس کی قوم رسوا نہ کرے۔“

جنگ کے بعد ایک شخص حکیم کے پاس سے گزرا۔ اس میں ابھی کچھ جان باقی تھی اور یہ ایک اور لاش پر سر ڈالے پڑا تھا۔ آنے والے نے سوال کیا۔ اے حکیم کیا حال ہے؟ حکیم نے جواب دیا میں نے تیرے قاتل کو قتل کر دیا ہے۔ آنے والے نے کہا۔ اچھا میرا سہارا لے کر چلو۔ وہ اسے اٹھا کر لایا۔ حکیم کے ساتھ سزا دی اور مارے گئے تھے۔

حکیم کی مرتے وقت کی تقریر:

حکیم نے اس روز ناگ کٹ جانے کے بعد ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر تقریر کی اس وقت اس کی زبان میں کسی قسم کی گنت نہ تھی اور اس کے چاروں طرف تلواریں چل رہی تھیں۔ اس نے کہا:

”بات یہ ہے کہ ہم نے ان دونوں یعنی زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کو پیچھے وکیل دیا تھا۔ انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور اس کی

اطاعت کا دم بھرا۔ پھر یہ دونوں اس کے مخالف ہو گئے اور قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لے کر اس سے جنگ چھیڑ دی۔ اس

طرح انہوں نے ہماری جماعت میں تفریق پیدا کی حالانکہ ہم بہت سے گھروں کے مالک تھے اور ہمارے بہت سے

مددگار تھے۔ اے اللہ! تو گواہ ہے کہ ان دونوں کی غرض عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص نہیں۔“

ایک منادی نے اسے جواب دیا:

”اے نبیؐ! تجھ پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تو تو گھبرا گیا۔ حالانکہ تو نے اور تیرے ساتھیوں نے امام مظلوم کے خلاف

تمام الزامات لگائے تھے اور اس طرح تم نے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کی اور تم نے لوگوں کا خون بہا کر

خوب دنیا حاصل کر لی اب تم اللہ کے عذاب کا حرا پکھو اور تم ان جنہیوں کے پاس پہنچ جاؤ۔ جہاں جانے کے تم مستحق ہو۔“

اس روز ذریعہ اور اس کے ساتھی بھی قتل کیے گئے اور حقوق بن زبیر اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھاگ گیا۔ ان لوگوں نے اپنی قوم میں جا کر پناہ لی۔
قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل:

حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں اعلان کرایا کہ جن جن قبائل کے پاس وہ لوگ موجود ہیں جو عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے مدینہ پہنچا کر گئے تھے انہیں ہمارے پاس لے آؤ۔ لوگ ان قاتلین کو کتوں کی طرح ٹھیس ٹھیس کر لائے اور ان سب کو قتل کر دیا اور حقوق بن زبیر کے علاوہ اہل بصرہ میں سے کوئی ایسا شخص نہیں بچا جس نے قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں حصہ لیا تھا۔
حقوق بن زبیر بنوسعہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا اس لیے بنوسعہ نے اسے پناہ لیا۔ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے بنوسعہ کو اس بات پر سخت برا بھلا کہا اور ان کے لیے ایک مدت معین کر دی کہ اس دوران میں حقوق کو حاضر کر دو۔ بنوسعہ کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔ اس لیے کہ وہ سب عثمانی تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے یہ کہلا کر بھیج دیا کہ ہم اس جنگ سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور جب بنوسعہ مخالف ہو گئے تو ان کی دیکھا دیکھی بنوعبدالقیس بھی اپنے مقتولین کی وجہ سے بھڑک اٹھے اور جس شخص پر بھی کوئی الزام تھا وہ بھاگ بھاگ کر علی رضی اللہ عنہ کے پاس جانے لگا اور ان کی اطاعت کا دم بھرنے لگا۔

حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو عطیات اور تحائف تقسیم کرنے کا حکم دیا اور جن لوگوں نے ان کی اطاعت کی تھی اور ان کی خاطر جانیں قربان کی تھیں ان کے مدارج بڑھائے۔

اس کے بعد بنوعبدالقیس اور اکثر بنو بکر بن وائل مخالف میں کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے بیت المال پر حملہ کیا۔ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے لشکر نے بھی ان کا مقابلہ کیا اور ان کے بہت سے آدمی شہید کر دیے بقیہ لوگ بصرہ سے بھاگ کر علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے کے لیے ان کے راستہ میں جمع ہو گئے۔ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بصرہ میں مقیم رہے اور اب بصرہ کے لوگوں میں حقوق بن زبیر کے علاوہ کسی سے قصاص لینا باقی نہ رہا۔

اہل شام کے نام طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کا خط:

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ تمام واقعات اہل شام کو لکھ کر روانہ کیے اور تحریر کیا کہ:

”ہم قاتلین سے جنگ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے نکلے ہیں تاکہ ہر شریف و ذلیل اور قلیل و کثیر سب پر اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ کیا جاسکے اور تاکہ اللہ عز و جل ہمیں اصل احکام پر لوٹا دے۔ اس بات پر بصرہ کے نیک اور شریف لوگوں نے ہماری بیعت کی اور شر پر اور جھگڑا و قسم کے لوگوں نے ہماری مخالفت کی اور ہمارے مقابلے پر ہتھیار اٹھائے۔ ان لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ ہم ام المؤمنین کی اطاعت کے لیے تیار ہیں انہیں چاہیے کہ وہ حق کا حکم دیں اور لوگوں کو حق پر چلنے کے لیے آمادہ کریں تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دوبارہ سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ان لوگوں کے سامنے ہر قسم کے دلائل پیش کیے گئے اور جب کوئی جھٹ باقی نہ رہی تو امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل ایک

جگہ جمع ہو گئے اور اپنی پرانی روش اختیار کرتے ہوئے ہمارے مد مقابل ہوئے ان میں سے حرقوص بن زبیر کے علاوہ کوئی شخص نہیں بچا۔ اور ان شاء اللہ ایک دن ایک روز اللہ تعالیٰ اسے بھی قید فرمائیں گے۔ یہ لوگ اسی طرح جہنم رسید ہو گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف بیان فرمایا ہے۔

ہم جنہیں اللہ کی قسم دیتے ہیں کہ جس طرح ہم نے ان قاتلین سے جنگ شروع کی ہے تم بھی ان سے اسی طرح جنگ کرو۔ ایک دن ہم بھی اللہ عزوجل کے سامنے جائیں گے اور تم بھی اس کے سامنے جاؤ گے۔ ہم نے خدا تعالیٰ کے سامنے غدر پیش کرنے کے لیے جو ہم پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ ہم نے پوری کر دی ہے۔“

یہ خط سیار النعلنی کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔

اور اسی قسم کا ایک اور خط اہل کوفہ کے نام روانہ کیا گیا۔ بنو عمرو بن اسد میں سے ایک شخص مظفر بن معروض کو قاصد بنا کر بھیجا گیا۔ ایک خط اہل یمامہ کے نام لکھا گیا حارث اسد وی کے ہاتھ اسے روانہ کیا گیا اس وقت یمامہ کے عامل ہبیرہ بن عمرو الطہری تھے۔ اسی طرح ایک خط اہل مدینہ کے نام لکھ کر ابن قدامہ التثیری کے ہاتھوں روانہ کیا گیا۔

اہل کوفہ کے نام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خط :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اہل کوفہ کے نام ایک خط تحریر فرمایا اور انھی کے قاصدوں کے ہاتھوں اسے روانہ کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس میں تحریر فرمایا:

”میں جنہیں اللہ عزوجل اور اسلام کا واسطہ دیتی ہوں کہ اللہ کی کتاب کو اور اس میں جو احکام ہیں انہیں دنیا میں قائم کرو۔ اللہ سے ڈرو اور اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لو اور اس کتاب پر چلو۔ ہم بصرہ پہنچے اور لوگوں کو اس کی دعوت دی کہ وہ دنیا میں اللہ کی کتاب اور اس کے احکام کو نافذ کریں گے۔ نیک لوگوں نے ہماری اس بات کو قبول کر لیا۔ اور جن میں خیر کا مادہ ہی نہ تھا انہوں نے ہمارے مقابلہ پر ہتھیار اٹھائے اور یہ دعویٰ کیا کہ تمہیں بھی عثمان جراحہ کے پاس پہنچا دیں گے تاکہ یہ تمام حدود ختم ہو جائیں ان لوگوں نے سخت عناد سے کام لیا اور ہمیں کافر قرار دیا۔ ہم نے ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ اَلَمْ نَزَّلِ الْاٰیٰتِیْنَ اَلَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُذْعَوْنَ اِلٰی کِتٰبِ اللّٰهِ لِیُنصَحَہُمْ بَیْنَهُمْ ثُمَّ یُتَوَلٰی فَرِیْقٌ مِّنْہُمْ وَہُمْ شُعُرٌ حُزُوْنَ ۝﴾

”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب دی گئی تھی کہ جب انہیں کتاب اللہ کی دعوت دی جاتی ہے تاکہ اس کے مطابق ان میں فیصلہ کیا جائے تو ایک جماعت اس سے سرکشی اور اعراض کرتی ہے۔“

ان میں سے بعض نے میری بات کو قبول کیا اور ان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہم نے اولاً انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان لوگوں کے علاوہ کوئی ان کے ساتھ نہ رہا جو میرے ساتھیوں سے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ عثمان بن حنیف جہنمی نے ان لوگوں کو مجھ سے جنگ کرنے پر ابھارا۔ اللہ عزوجل نے نیک لوگوں کے ذریعہ میری امداد فرمائی اور ان کے مکر کو انہی کی طرف پلٹ دیا ہم چھبیس روز تک انہیں کتاب اور اس کے احکام قائم کرنے کی دعوت دیتے رہے اور

ان کے سامنے یہ بات پیش کرتے رہے کہ جس شخص کا خون بہانا حلال ہو اس کا خون بہانا چاہیے ان لوگوں نے اس بات سے انکار کیا اور اس میں تجتہیں نکالنی شروع کیں پھر ہم سے ایک شرط پر مصالحت کی لیکن اس صلح کے بعد انہیں کچھ خوف محسوس ہوا اس لیے انہوں نے غداری کی اور عہد توڑ دیا اور جمع ہو کر مقابلہ پر آ گئے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے عثمان جو حوث کے تمام قاتلین کو یکجا فرما دیا اور ان سے انتقام لیا ان میں سے سوائے ایک شخص کے کوئی نہ بچ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے عمر بن مرہ، مرہ بن قیس، بنو سائب اور بنو نواز کی ایک جماعت کے ساتھ ہماری امداد فرمائی۔ یہ لوگ قاتلین عثمان جو حوث کے مقابلہ میں ہماری امداد پر تیار ہوئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بصرہ سے عثمان جو حوث کا قصاص لے لیا۔ اے اہل کوفہ تم خائنین کی جانب سے نہ جھگڑو اور نہ قاتلین کی مدد کرو اور نہ ان لوگوں سے کوئی تعلق رکھو جن پر اللہ تعالیٰ کی حد قائم ہے ورنہ تم بھی ظالم بن جاؤ گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ام بنیام کو فہ کے بہت سے آدمیوں کے نام خطوط تحریر فرمائے ان میں تحریر فرمائی:

”لوگوں کو ان قاتلین کو پناہ دینے سے روکو اور ان کی مدد نہ کرو اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔ کیونکہ ہماری جماعت ان حرکات سے ہرگز راضی نہیں جو حضرت عثمان بن عفان جو حوث کے خلاف کی گئیں۔ ان لوگوں نے امت میں تفریق پیدا کی اور کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی انہیں ہم نے جو حکم دیا تھا اس کے خلاف کیا ہم نے انہیں کتاب اللہ پر عمل کرنے اور اس کی حد و شرعی قائم کرنے کا حکم دیا تھا لیکن انہوں نے عثمان جو حوث کا کفر سمجھا اور میں بھی کتاب اللہ کا منکر قرار دیا۔

صالحین نے ان کے اس طرز عمل کو برا سمجھا اور ان کے قول کو ایک اہم بات قرار دیا اور ان سے کہا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ امیر المومنین کے قتل کرنے کے بعد تم نبی کریم ﷺ کی زوجہ کے مقابلہ میں آؤ اور اگر وہ تمہیں حق پر چنے کا حکم دیں تو کیا تم انہیں بھی قتل کر دو گے اور کیا تم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ، پیغمبر اور مسلمانوں کے اماموں کے خون سے ہاتھ دھو گے۔ ان لوگوں نے اس برائی کا بھی ارادہ کر لیا اور ان کے ساتھ عثمان بن حنیف جو حوث بھی شامل ہو گئے اور جاہل اور اوباش جاٹ اور کاشکار بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ان میں سے ایک جماعت میدان میں ہمارے مد مقابل رہی۔ چھبیس روز تک یہی حالات رہے۔ ہم انہیں حق کی اور اس بات کی دعوت دیتے رہے کہ وہ ہمارے اور حق کے درمیان حائل نہ ہوں لیکن انہوں نے غداری کی اور خیانت سے کام لیا۔ ایسے لوگوں کی ہم نے بھی کوئی پرواہ نہیں کی۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ طلحہ و ذہیر بیٹے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اس لیے مدینہ ایک قاصد روانہ کیا گیا وہ وہاں سے جو خبر لے کر آیا وہ ان کے خلاف تھی۔ تب بھی انہوں نے حق کو نہ پہچانا اور نہ اسے قبول کیا۔

ان لوگوں نے صبح اندھیرے مجھے اور میرے ساتھیوں کو قتل کرنے کے لیے میرے مکان پر حملہ کیا اور یہ لوگ بڑھ کر میرے دروازے کی چوکت تک پہنچ گئے ان لوگوں کے ساتھ ایک راہبر بھی تھا جو ہمارے پوشیدہ مقامات کی انہیں اطلاع دے رہا تھا۔ جب یہ لوگ میرے دروازے پر پہنچے تو وہاں ایک جماعت موجود تھی۔ جن میں عمر بن مرہ، یزید بن عبد اللہ بن مرہ، مرہ بن قیس اور بنو قیس کی ایک جماعت شامل تھی مخالفین نے ان سے جنگ شروع کر دی۔

مسلمانوں نے اسے گھیر کر قتل کر دیا اور اس طرح اللہ عزوجل نے اہل بصرہ کو ایک بات پر متحد فرمادیا۔ یعنی جو زیر اور غلطہ بیسید کا مطالبہ تھا۔ جب ہم قاتلین کو قتل کر چکے تو ہم نے عام معافی کا اعلان کر دیا یہ واقعہ ۳۶ھ میں ربیع الآخر کے ختم ہونے سے پانچ روز قبل پیش آیا۔

حکیم کا قاتل:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن کے ذریعہ عامر بن حفص کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ مجھ سے بعض بوڑھے لوگوں نے بیان کیا تھا کہ حکیم بن جبلی کی گردن بنو حدان کے ایک شخص نے اتاری تھی۔ اس شخص کا نام حکیم تھا حکیم کا مرنے کے بعد سر جھک گیا تھا اور اس کا چہرہ گردن کی طرف مڑ گیا تھا۔

ابن شعی کا یہ بیان ہے کہ جس حدانی نے حکیم کو قتل کیا تھا اس کا نام یزید بن الاحم الحدانی تھا۔ بعد میں حکیم کی لاش یزید بن الاحم اور کعب بن الاحم کی لاشوں کے درمیان پڑی ہوئی ملی۔

بیت المال کا بندوبست:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن اور ابوبکر البہذلی کے ذریعہ ابوالفتح کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حکیم بن جبلی قتل کر دیا گیا تو لوگوں نے عثمان بن حنیف جوہر کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا انہوں نے فرمایا ویسے تو ہمیں اختیار ہے لیکن ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میرا بھائی ہبل مدینہ کا گورنر ہے اگر تم مجھے قتل کر دو گے تو وہ ضرور اس کا بدلہ لے گا لوگوں نے عثمان جوہر کو چھوڑ دیا۔

اس کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا کہ کون نماز پڑھائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ عبداللہ بن زہیر بیٹا نماز پڑھائیں۔ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔

حضرت زہیر جوہر نے لوگوں کو ان کی تنخواہیں اور خزانہ تقسیم کرنے کا ارادہ کیا حضرت عبداللہ بن الزہیر جوہر نے فرمایا اگر آپ خزانہ تقسیم کر دیں گے تو یہ سب لوگ چلے جائیں گے بعد میں لوگوں نے باہمی فیصلے سے بیت المال کا بندوبست عبدالرحمن بن ابی بکر جوہر کے سپرد کیا۔

حکیم کا بیت المال پر حملہ:

عمرو بن ابوالحسن علی ابوبکر البہذلی کے ذریعہ جبارود بن ابی بھرہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب وہ رات آئی جس میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بکڑے گئے اور مدینہ الرزق کے مکان میں غلبہ جمع تھا جہاں سے لوگ کھانے کے لیے غلہ حاصل کرتے عبداللہ بن زہیر جوہر نے اپنے ساتھیوں کو غلہ تقسیم کرنے کا ارادہ کیا اور حکیم بن جبلی کو عثمان جوہر کی شکست اور گرفتاری کا علم ہوا۔ وہ عثمان جوہر کا حال سن کر بولا خدا کی قسم! اگر میں اس کی مدد نہ کروں تو پھر میرے دل میں کچھ بھی خوف خداوندی نہیں۔

وہ بنو عبدالقیس اور بکر بن وائل کی ایک جماعت لے کر چلا ان میں عبدالقیس کی کثرت تھی۔ یہ جماعت اس کے ساتھ مدینہ الرزق پر ابن الزہیر جوہر کے پاس پہنچی۔ حضرت عبداللہ بن الزہیر جوہر نے سوال کیا۔ اسے حکیم کیا بات ہے؟

حکیم: ہم اس لیے آئے ہیں کہ ہم بھی یہاں سے غلہ حاصل کریں اور دوسری بات یہ ہے کہ تم عثمان بن حنیف جوہر کو چھوڑو!

دو اور انہیں دارالامارت میں رہنے کی اجازت دے دو۔ جب تک علی رضی اللہ عنہ نہ آئیں اس وقت تک کے لیے ہمارا اور تمہارا یہی فیصلہ تھا خدا کی قسم! اگر میرے ساتھ کچھ بھی بددگار ہوتے تو میں ان لوگوں کے بدلے میں تمہیں اچھی طرح مزہ چکھاتا اور اس وقت تک جین سے نہ بیٹھتا جب تک ان متوہلین کے بدلے میں تم لوگوں کو قتل نہ کر دیتا۔ اور ہمارے جن بھائیوں کو تم نے قتل کیا ہے ان کے قصاص میں تمہارے خون ہمارے لیے حلال ہو چکے ہیں۔ کیا تم لوگوں کو اللہ عزوجل کا خوف نہیں کہ تم لوگوں نے خون بہانا حلال سمجھ لیا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ: ہاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلے میں تمہارا خون حلال ہے۔

حکیم: جن لوگوں کو تم نے قتل کیا ہے کیا انہی لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ کیا تم اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ: ہم تمہیں اس کھانے سے ایک ذرہ بھی نہ دیں گے اور نہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اس وقت تک چھوڑیں گے جب تک وہ علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔

حکیم: اے اللہ! آپ ہی فیصلہ کرنے والے اور عادل ہیں آپ گواہ ہو جائیے۔ اس کے بعد حکیم نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ ان لوگوں سے جنگ جائز ہے۔ اور جسے اس بات میں شک ہو وہ واپس لوٹ جائے۔

اس کے بعد حکیم نے ان لوگوں پر حملہ کیا اور نہایت ہی سخت جنگ ہوئی۔ ایک شخص نے تلووار مار کر حکیم کی ٹانگ کاٹ ڈالی۔ حکیم نے وہ کئی ٹانگ ہونے لگا اس کے کھینچ ماری جو اس کی گردن پر پڑی جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ نیچے گر پڑا حکیم نے جبکہ کراسے قتل کر دیا اور اس کی لاش پر ٹکیہ لگا کر بیٹھ گیا کچھ دیر بعد وہاں سے ایک شخص کا گزر رہا وہ اس نے دریافت کیا اے حکیم تجھے کس نے قتل کیا ہے۔

حکیم: میرے اس ٹکیے نے۔

اس روز بنو عبدالقیس کے سردار آدی مارے گئے۔ ہڈی کا بیان ہے کہ جب حکیم کا پاؤں کٹا تو اس نے یہ اشعار پڑھے۔

أَفْسُوْلُنَا سَمًا جَدُّ بَنِي زَمَاعِيْ
يَلْسَرُ جَلِيْلًا نَسَارَ جَلِيْلِيْ لَنْ تَرَا عِيْ

إِنْ مَعِيْ مِنْ نَجْدَةٍ فِزَاعِيْ

ترجمہ: ”جب میری رگ کٹ گئی تو میں نے اپنے پاؤں سے کہا: اے میرے پاؤں تو ہرگز نہ ڈر۔ ابھی میرے پاس ایک مضبوط بازو موجود ہے۔“

عازر و مسلمہ کا بیان ہے کہ اس روز حکیم کے ساتھ اس کا بیٹا اشرف اور اس کا بھائی رطل بن جلد بھی مارا گیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا جواب:

عمر بن شعبہ نے ابو الحسن رضی اللہ عنہ کو عبداللہ کے حوالے سے عوف الاعرابی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ایک شخص زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا یہ دونوں بصرہ کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے عرض کیا میں آپ دونوں کو آپ کے اس سفر پر قسم دیتا ہوں کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ سے اس بارے میں کوئی عہد کیا تھا طلحہ رضی اللہ عنہ جواب دیے بغیر وہاں سے کھڑے ہو گئے اس نے زبیر رضی اللہ عنہ کو قسم

دے کر سوال کیا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا حضورؐ نے تو ہم سے کوئی عہد نہ کیا تھا لیکن جب ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارے پاس بہت درم جمع ہیں تو ہم یہ سن کر تمہارے پاس چلے آئے تاکہ ہم بھی تمہارے شریک بن جائیں۔

حضرت زبیرؓ کا اعلان:

عمرؓ نے ابوہریرہؓ، سلیمان بن ارقمؓ اور قتادہؓ کے حوالے سے ابوہریرہؓ مولیٰ اثریہؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب اہل بصرہ نے زبیرؓ اور طلحہؓ حبشہ کی بیعت کر لی تو زبیرؓ نے لوگوں سے کہا۔ کیا ایک ہزار سوار ایسے ہیں جو میرے ساتھ چلیں تاکہ میں رات تک یا صبح تک علیؓ کو پہنچ جاؤں اور اسے قتل کر دوں تاکہ یہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کا خاتمہ ہو جائے لیکن کسی نے اس کا جواب نہیں دیا۔

اس پر حضرت زبیرؓ نے جواب دیا کہ واقعہ یہ وہی فتنہ ہے جس کا ہم آپؐ میں ذکر کیا کرتے تھے۔

خادمہ: آپؐ اسے فتنہ بھی کہہ رہے ہیں اور خود جنگ بھی کر رہے ہیں؟

زبیرؓ: اے ہم خود کچھ رہے ہیں کیونکہ میرے پاؤں کے نیچے اس کام کے علاوہ کوئی اور کام نہیں جسے میں اچھی طرح نہ سمجھتا ہوں لیکن اس کام کے بارے میں یہ فیصلہ بھی نہیں کر سکتا کہ مجھے آگے بڑھنا چاہیے یا پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔

عالمہ کی طلحہؓ سے گفتگو:

احمد بن منصورؓ نے یحییٰ بن معینؓ، ہشام بن یوسفؓ، قاضی صنعاءؓ، عبداللہ بن مصعبؓ، بن ثابتؓ، بن عبداللہ بن الزبیرؓ اور موسیٰ بن عقبہؓ کے واسطے سے علقمہؓ بن وقاصؓ اللہیؓ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب طلحہؓ وزیر حبشہؓ اور حضرت عاکثرؓ بن حبشہؓ نے کوچ کیا تو میں نے طلحہؓ کو غلوت میں دیکھا کہ اپنی غلطی کے باعث اپنی داڑھی پر ہاتھ مار رہے تھے میں نے عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپؓ کو غلوت بہت محبوب ہو چکی ہے اور آپؓ اپنی غلطی کے باعث اپنی داڑھی پر اکثر ہاتھ مارتے ہیں۔ اگر آپؓ اس جنگ وغیرہ کو برا سمجھ رہے ہیں تو اسے چھوڑ کر خاموش بیٹھ جائیے۔

طلحہؓ: ایک وہ زمانہ تھا جب ہم سب ایک دست واحد کی طرح تھے اور درست کرنے والا ہمیں درست کر دیتا تھا اس وقت

اگر ہم یہ چاہتے تھے کہ لوہے کے دو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹادیں تو ہم اس پر قدرت رکھتے تھے۔ اب میری ذات

سے عثمانؓ کو تکلیف پہنچی ہے تو اس کی تو یہ یہی ہے کہ ان کے خون کے مطالبہ میں لوگ میرا خون بہادیں۔

علقمہ: تو آپؓ اپنے صاحبزادے محمدؓ کو کیوں نہیں واپس کر دیتے کیونکہ آپؓ صاحب عیال ہیں اگر خدا نہ خواست آپؓ شہید کر

دیئے گئے تو وہ آپؓ کی جگہ سنبھال لیں گے۔

طلحہؓ: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص بھی اس کام سے پیچھے رہے۔ لہذا تم منع کر دو۔

علقمہ کہتے ہیں کہ:

میں محمدؓ بن طلحہؓ بن حبشہؓ کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپؓ گھر چلے جائیں کیونکہ اگر آپؓ کے والد کے ساتھ کوئی

حادثہ پیش آ گیا تو آپؓ ان کی اولاد اور گھر والوں کو سنبھال نہیں سکیں گے۔

محمدؓ: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ بعد میں لوگوں سے اپنے باپ کا حال دریافت کرتا پھروں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زید بن صوحان کے نام خط :

عمر بن شعبہ نے ابوالحسن اور ابو جحف کے ذریعہ خالد بن سعید کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پیچھے تو انہوں نے زید بن صوحان کو ایک خط تحریر فرمایا :

”یہ خط عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ ام المؤمنین محبوبہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اس کے مخلص بنے زید بن صوحان کے نام ہے۔ اے زید جب تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو تم میرے پاس چلے آؤ اور اس کام میں میری مدد کرو اگر تم میری مدد نہ کرو گے تو لوگ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ذلیل ہو جائیں گے۔“

زید بن صوحان نے اس کا یہ جواب تحریر کیا :

”یہ خط زید بن صوحان کی جانب سے عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ ام المؤمنین محبوبہ رسول اللہ ﷺ کے نام ہے۔ آپ اس کام کو چھوڑ کر اپنے گھر لوٹ جائیے ورنہ میں آپ سے سب سے پہلے مقابلہ کروں گا۔“

زید بن صوحان فرماتے تھے اللہ تعالیٰ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے کہ اللہ نے انہیں گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا تھا اور ہمیں جنگ کرنے کا۔ لیکن انہوں نے اس حکم کو توڑ دیا جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور جو حکم ان کے لیے تھا وہ ہمیں دینا شروع کر دیا اور جو حکم ہمارے لیے تھا اس پر ام المؤمنین نے عمل کرنا شروع کیا۔ اور ہم نے اسے چھوڑ دیا۔



باب ۶

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بصرہ کی جانب کوچ

سری نے شیبہ بن عبیدہ بن معتب کے حوالے سے مزید انغم کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں زیرِ وظیفہ اور عانتِ حبشہ کے بارے میں خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے عراق کی جانب کوچ کر دیا ہے تو انہوں نے نہایت حیرتی سے کوچ کیا ان کا مقصد یہ تھا کہ راہِ ہی میں انہیں روک لیں اور سکھ واپس کر دیں۔ لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ریزہ پہنچے تو انہیں یہ اطلاع ملی کہ اس جماعت نے اپنا راستہ بدل دیا ہے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند روز ریزہ میں قیام کیا لیکن جب انہیں یہ خبر ملی کہ یہ لوگ بصرہ کی جانب بڑھ رہے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا اہل کوفہ مجھے بہت محبوب ہیں کیونکہ وہاں عرب کے سردار اور بڑے لوگ رہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے نام ایک خط بھی تحریر کیا کہ میں تمام شہروں کے مقابلہ میں تم لوگوں کو ترجیح دیتا۔ اور سب سے زیادہ تمہیں پسند کرتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اہل کوفہ کے نام خط:

عمر نے ابوالحسن، بشیر بن عاصم اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے حوالے سے عبدالرحمن کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے نام یہ خط تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”میں تم لوگوں کو سب سے بہتر سمجھتا اور تمہارے درمیان رہنا پسند کرتا ہوں“ کیونکہ مجھے تمہاری دوستی کا اچھی طرح علم ہے اور مجھے اس کا بھی علم ہے کہ تم اللہ عز و جل اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت رکھتے ہو۔ جو شخص میرے پاس آئے گا اور میری مدد کرے گا اس نے حق کو قبول کیا اور اس فریضہ کو ادا کیا جو اس کے ذمہ تھا۔“

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

عمر نے ابوالحسن، جناب بن موسیٰ، طلحہ بن الاعلم، بشیر بن عاصم اور ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن عون کو کوفہ روانہ کیا۔ جب یہ دونوں وہاں پہنچے تو لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور ان سے جنگ میں شرکت کے لیے مشورہ طلب کیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: اگر تم آخرت چاہتے ہو تو اپنی جگہ بیٹھے رہو اور اگر دنیا کے طلب گار ہو تو بے شک اس جنگ میں شریک ہو جاؤ۔

جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن عون کو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا مشورہ معلوم ہوا تو ان دونوں نے انہیں برا بھلا کہا۔ اس پر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت میری گردن میں بھی پڑی ہوئی ہے اور تمہارے اس ساتھی کی گردن میں بھی پڑی ہوئی ہے جس نے تمہیں یہاں روانہ کیا ہے ہم اگر جنگ بھی کریں گے تو اس وقت جنگ کریں گے جب تمام قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر

دیے جائیں گے اور ان میں سے ایک شخص بھی زندہ رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے ۳۶ھ میں ماہ ربیع الآخر کے آخر میں کوچ فرمایا: جب انہوں نے کوچ کیا تو علی بن عدی کی بہن نے جو بنو عبد العزی بن عبد شمس سے تھی یہ اشعار کہے۔

لَا هُمْ قَسَاعِقِرٌ يُّغْلِبُ جَمَلَهُ
وَلَا تُبَارِكُ فِى سَعْيِهِ جَمَلُهُ
أَلَا غَلِبَهُ بُنُ عَبْدِئِى لَيْسَ لَهُ

ترجمہ: ”کوئی ایسا شخص نہیں جو علی رضی اللہ عنہ کے اونٹ کی کوچیں کاٹ ڈالے اور خدا کرے اس اونٹ پر کبھی برکت نازل نہ ہو جس پر علی رضی اللہ عنہ سوار ہے۔ کیا علی بن عدی اس کام کو انجام نہیں دے سکتا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بنو طے سے خطاب:

عمر بن ابوجحیف اور نیر بن عدلہ کے ذریعہ علی رضی اللہ عنہ سے یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ربذہ میں قیام کیا تو بنو طے کی ایک جماعت ان کے پاس آئی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ یہ طے کے وہ لوگ ہیں جو آپ کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کرنا چاہتے ہیں اور آپ کی خلافت قبول کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اللہ تعالیٰ تم سب کو جزائے خیر دے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا بیٹھنے والوں کے مقابلہ میں بہت بڑا اور چہرہ رکھا ہے۔ پھر یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے غیے میں پہنچے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال فرمایا: تم کس شے کی گواہی دیتے ہو۔

اہل طے: ہم ہر اس شے کی گواہی دیتے ہیں جو آپ پسند کریں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ: اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم لوگ مطہج ہو کر آئے تم لوگوں نے مرتدین سے بھی جنگ کی تھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے جو چیز چلی گئی تھی تم نے اسے پورا کر دکھایا۔

سعید بن عبید اللطائی: اے امیر المؤمنین! بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنے مافی الضمیر کو زبان سے بہت اچھی طرح ادا کر دیتے ہیں اور خدا کی قسم میں بھی اپنے مافی الضمیر کو اپنی زبان سے اچھی طرح ادا کر سکتا ہوں میں اعلانیا اور پوشیدہ طور پر ہر وقت آپ کا خیر خواہ رہوں گا اور ہر مقام پر آپ کے دشمن سے جنگ کروں گا اور آپ کا اپنے اوپر حق سمجھوں گا جو دنیا میں کسی اور کا نہ سمجھوں گا۔ یہ صرف آپ کی فضیلت اور قرابت رسول کے باعث ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اللہ تجھ پر رحمت نازل فرمائے تو نے اپنے دلی خیالات کو زبان سے بہت اچھی طرح ظاہر کیا۔ یہ سعید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جنگ صفین میں لڑتا ہوا مارا گیا۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی:

سری نے شعیب و سیف کے ذریعہ محمد اور طلحہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ربذہ پہنچ کر قیام کیا۔ تو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کو کوفہ روانہ کیا اور انہیں تحریر فرمایا:

”میں تم لوگوں کو تمام شہر والوں سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔ اور جو حالات پیش آئے ہیں ان میں تمہاری امداد کا طالب

ہوں۔ تم لوگ اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ اور ہمارا ساتھ دو اور ہمارے ساتھ مل کر لوگوں سے جنگ کرو۔ کیونکہ ہم اصلاح کے طالب ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تمام امت بھائی بھائی بن جائے۔ جس نے اس بات کو پسند کیا اور اسے اپنی جان پر ترجیح دی اس نے حق کو محبوب رکھا اور اس پر جان دی اور جس نے اس بات کو برا سمجھا اس نے حق سے دشمنی کی اور اسے شتم کیا۔“

یہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط لے کر کوفہ روانہ ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ر ہذہ میں ٹھہر کر جنگی تیاریاں فرماتے رہے اور مدینہ سے سواریاں اور تھیلے منگوائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

جب یہ سامان پہنچ گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک خطبہ دیا اور فرمایا:

”اللہ عزوجل نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت عطا فرمائی: اس کے ذریعہ ہمارا درجہ بلند فرمایا اور ہم سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔ حالانکہ ہم ذلیل تھے۔ ہماری تعداد بھی کم تھی اور ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ جب تک اللہ نے ہم کو اس طریقہ کار پر عمل کرتے رہے کہ اسلام ان کا دین تھا۔ حق ان میں عام تھا اور کتاب اللہ کو اپنا امام سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک جماعت نے مجھے شیطان نے ورغلا دیا تھا اس شخص کو قتل کر دیا اور اس طرح شیطان نے امت میں پھوٹ ڈال دی۔ خبردار جس طرح پہلی امتوں میں تفریق پیدا ہوئی اسی طرح اس امت میں تفریق پیدا ہو کر رہے گی۔ ہم اس پیدا ہونے والی برائی سے پناہ مانگتے ہیں۔“

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ فرمایا کہ یہ تفریق ضرور پیدا ہو کر رہے گی اور یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور سب سے بدترین فرقہ وہ ہوگا جو مجھے چھوڑ دے گا اور اس چیز پر عمل نہ کرے گا جس پر میں عمل کرتا ہوں۔ اب تم نے سب چیزوں کو دیکھ لیا اور پالیا ہے۔ لہذا اپنے دین کو لازم پکڑو اور اپنے نبی ﷺ کے طریقہ کار پر چلو اور آپ کی سنت کی اتباع کرو اور تمہیں جو مشکل درپیش آئے اس کا فیصلہ قرآن کے مطابق کرو۔ اگر قرآن اس کا حکم دیتا ہے تو اسے لازم سمجھو اور اگر قرآن اس کا انکار کرتا ہے تو اسے رد کر دو۔ تم لوگ اللہ عزوجل کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے محمد ﷺ کے نبی ہونے اور قرآن کے حکم اور امام ہونے پر راضی ہو۔“

رفاعہ کے لڑکے کا فیصلہ:

سری نے شعیب اور سیف کے ذریعہ محمد و علی کا یہ بیان میرے پاس تحریر کر کے روانہ کیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ر ہذہ سے لے کر ہمدان کی طرف کوچ کا ارادہ کیا تو رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! آپ کہاں جانا چاہتے ہیں اور ہمیں کس لیے جا رہے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہم اصلاح کی غرض سے جا رہے ہیں بشرطیکہ یہ لوگ ہماری بات قبول کر لیں۔

ابن رفاعہ: اگر انہوں نے ہماری بات قبول نہ کی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو ہم ان کا عذر قبول نہیں کریں گے اور ان کے سامنے حق پیش کریں گے اور اس پر مصر کریں گے۔

ابن رفاعہ: اگر انہوں نے جب بھی ہمیں نہ چھوڑا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو ہم اپنی مدافعت کریں گے۔

ابن رفاعہ: تو پھر کوئی حرج نہیں۔

حجاج بن یوسف بن عمر بن قیس:

حجاج بن یوسف بن نصر بن انصاری رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا میں آپ کو اپنے عمل سے بھی اسی طرح راضی کروں گا جس طرح میں نے اپنی گفتگو سے آپ کو راضی کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

دَرَا كُنْهَادَ رَا كُنْهَادَ قَبْلَ الْغَوْبِ وَأَنْفِيسُ بِنَا وَاسْمِ بِنَا نَحْوَا مِصْوَبِ
لَا وَاللَّيْ نَفْسِي إِنْ جِئْتُ الْمَوْتَ

ترجمہ: ”مرنے سے قبل یہ چیز حاصل کر لے اور ہمارے ساتھ میدان میں نکل اور آواز پر کان لگائے رکھ۔ میری جان کچھ بھی کام نہ آئے گی اگر میں اسے موت کے لیے بہت نہ کروں۔“

خدا کی قسم! ہم اللہ عز و جل کے دین کی اسی طرح مدد کریں گے جیسے اس نے ہمارا نام انصار رکھا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بصیرت کی جانب روانگی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ج فرمایا۔ مقدمۃ الخش پر ابو بکر بن عمر الجراح کو زمین کیا جہنم محمد بن اھنفیہ کو دیا گیا۔ مہندہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ میسرہ پر عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ یا عمر بن سفیان بن عبدالاسد کو مامور کیا گیا۔ اور اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سات سو ساتھ سواروں کے ساتھ کوچ فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آگے آگے رجز پڑھنے والا یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

بَسُرُوا أَبَائِيْلَ وَحُشُوا الشُّبْرَا إِذْ عَزَمَ الشُّبْرُ وَقُولُوا خَيْرَا

ترجمہ: ”ابائیل کو چلاؤ اور تیز چلو جب چلنے کا پختہ ارادہ کر ہی لیا ہے تو تیزی سے چلو۔“

حُشِي يُلَاقُوا وَتُلَاقُوا خَيْرَا نَغْزُو بِهَا طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَا

ترجمہ: تاکہ وہ بھی اور تم بھی دونوں خیر حاصل کرو۔ ہم طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے جا رہے ہیں۔“

یہ رجز پڑھنے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ایک سرخ اونٹنی پر سوار تھے جس کے پیچھے ایک کیت گھوڑا بندھا ہوا تھا۔

مرہ کا بن کا واقعہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لشکر فید مقام پر پہنچا تو وہاں یونس بن شلبہ بن عامر کے ایک غلام سے ملاقات ہوئی جس کا نام مرہ تھا۔ اس نے لوگوں سے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟

لوگوں نے جواب دیا یہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں:

مرہ: یہ ایک نیا ہو جانے والا ایسا دسترخوان ہیں جس پر بہت سے لوگوں کا خون بہتا ہوگا۔

سات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سن لی اور اسے بلا کر اس کا نام دریافت کیا۔

مرہ: میرا نام مرہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اللہ تیری زندگی تلخ کرے۔ کیا تو پوری قوم کا کاہن ہے؟

مرہ: میں کاہن نہیں بلکہ قال دیکھنے والا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: جب فید میں قیام کیا تو ان کے پاس بنو اسد اور بنی طے کے آدمی آئے اور انہوں نے اپنی خدمت پیش کیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم اپنی جگہ پر مہاجرین میں جھے رہو۔ تمہاری طرف سے یہی کافی ہے۔

عامر کوئی کی آمد:

ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ فید ہی میں مقیم تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا۔ آپ نے اس سے اس کا نام دریافت کیا:

عمر: میرا نام عامر بن مضر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیا بنو لیث خاندان سے ہو؟

عامر: نہیں بلکہ بنو شیبان سے ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کوفہ کے حالات بیان کرو۔ اس نے کوفہ کے تمام حالات بیان کیے۔ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے کیا خیالات ہیں؟

عامر: اگر آپ صلح کے خواہاں ہیں تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اس میدان کے مرد ہیں۔ اور اگر آپ جنگ کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس کے حامی نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم! میرا ارادہ صرف اصلاح کا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ یہ لوگ ہمارے پاس پھر واپس لوٹ آئیں۔

عامر: میں نے تو جو حالات تھے وہ بیان کر دیئے ہیں۔ اس کے بعد عامر خاموش ہو گیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے۔

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی واپسی:

عمر نے ابوالحسن ابومحمد اور عبداللہ بن عمر کے حوالے سے محمد بن الحنفیہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب ربذہ میں قیام پذیر تھے تو ان کے پاس عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ پہنچے ان کے سر داڑھی اور چٹکوں کے بال اکھاڑ دیئے گئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین! آپ نے مجھے داڑھی والا بھیجا تھا لیکن اب میں آپ کے پاس بغیر داڑھی کے واپس آیا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو نے اجر و ثواب حاصل کیا۔ بات یہ ہے کہ مجھ سے قبل دو شخص لوگوں کے والی ہوئے (یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) ان دونوں نے کتاب اللہ پر عمل کیا۔ پھر تیسرا شخص (عثمان رضی اللہ عنہ) لوگوں کا والی بنا۔ لوگوں نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا اور جو ان کے ساتھ سلوک کیا وہ سامنے ہے پھر لوگوں نے میری بیعت کی اور طلحہ و زہر بیعت سے بھی بیعت کی۔ لیکن ان دونوں نے بعد میں بیعت تو زدی اور لوگوں کو مجھ پر چڑھا لیا۔

مجھے تعجب تو اس بات پر ہے کہ یہ دونوں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے کیسے مطیع و فرماں بردار تھے لیکن میرے اتنے مخالف ہیں۔ خدا کی

قسم ایہ دونوں یہ بات خوب جانتے ہیں کہ میں گزشتہ لوگوں سے کم نہیں ہوں۔ اے اللہ انہوں نے میرے لیے جو مشکل پیدا فرمائی ہے اسے حل فرما اور انہوں نے اپنی ذات کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اس میں انہیں ذیل نہ کر۔ اور ان کے عمل کی برائی انہیں دکھا دیجیے۔

حکیم کے قتل کی خبر:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ثعلبیہ میں قیام کیا تو ان کے پاس ایک شخص آیا جو عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اور ان کے دربانوں کا حال دیکھ کر آیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے تمام حالات بیان کیے اور دعا فرمائی۔ اے اللہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کو جو مسلمانوں کے قتل میں مبتلا ہو چکے ہیں مجھے ان کے قتل سے عافیت میں رکھ اور ہمیں ان سب سے بچائے رکھ۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اساد پینچے تو انہیں حکیم بن جلد اور دیگر قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر ملی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور فرمایا۔ اب کیا وجہ ہے جو مجھے طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے نجات نہیں ملتی۔ جب کہ ان دونوں نے اپنا قصاص لے لیا ہے۔ یا خدا ان دونوں کا مجھ سے نجات دے دے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِی الْأَرْضِ وَلَا فِی النَّفْسِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا فِیْ كِتَابٍ مُّنْ قَبْلِ أَنْ نُمِزَّاهَا﴾
 ”زمین میں جو بھی مصیبت آتی ہے یا تمہاری جانوں پر جو مصیبت نازل ہوتی ہے اسے ہم پہلے ہی لوح محفوظ میں تحریر کر چکے ہیں۔“

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا۔

دَعَا حَكِيمٌ دَعْوَةَ الزَّمْعِ خَلَّ بِهَا مَنُزِلَةُ السَّرْعِ
 ترجمہ: ”جب حکیم نے جنگ کی دعوت دی تو اس جنگ سے جھگڑے کی وجہ ہی ختم ہو گئی۔“
 قبیلہ ربیعہ اور بنو عبد القیس کی آمد:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ذی قار پینچے تو وہاں ان سے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ آ کر ملے۔ ان کے چہرے پر کوئی بال باقی نہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب انہیں دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ جب یہ ہمارے پاس سے گئے تھے تو بوڑھے تھے اور جب لوٹ کر آئے تو جوان ہو کر آئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ذی قار میں ٹھہرے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے یہیں انہیں یہ خبر ملی کہ ربیعہ اور بنو عبد القیس طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے ٹوٹ گئے ہیں اور راہ میں ٹھہرے ہوئے لشکر علی رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قبیلہ ربیعہ میں عبد القیس سب سے بہتر ہیں ویسے تو تمام ربیعہ ہی میں بھلائی ہے اور پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

بَالِهَتْ نَفْسِي عَلَى رَبِيعَةٍ رَّيْبُهُ الشَّامِعَةُ الْمُطِيعَةُ
 ترجمہ: ”کاش میری جان اس ربیعہ قبیلہ پر فدا ہو جائے جو بات سنتا اور اطاعت کرتا ہے۔“

فَدَسْتَنِي فِيهِمُ الْوَقِيعَةُ ذَعَا عَلِي دَعْوَةً سَبِيعَةً
خَلَّوْ بِهَا الْمَنْزِلَةَ الرَّبِيعَةَ

ترجمہ: ان لوگوں میں مجھ سے قبل ہی واقعہ گزر چکا ہے اور علی رضی اللہ عنہ نے انہیں ایسی چیز کی دعوت دی ہے جو قابل قبول ہے۔ انہوں نے اس دعوت کے ذریعہ بہت بڑا درجہ حاصل کر لیا ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو ربو بکر بن وائل پیش کیے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے بھی وہی الفاظ کہے جو بنو شے اور اسد کے لیے فرمائے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا قاصدین کو جواب:

جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کو فہم پہنچے تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط دیا۔ اور لوگوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے امداد طلب کی۔ لیکن ان دونوں کی بات کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب شام ہوئی تو سمجھدار لوگ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور ان سے دریافت کیا کہ اس جنگ میں شرکت کے لیے آپ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کل گذشتہ جو راتے تھی وہ آج نہیں ہے۔ وہ شخص (علی رضی اللہ عنہ) جسے تم اس کے معاملات میں کمزور سمجھ رہے ہو اسی نے تمہیں ان حالات میں مبتلا کیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ اور ابھی تو بہت کچھ حالات اور پیش آنے والے ہیں۔ راستے صرف دو ہیں ایک آخرت کا راستہ اور ایک دنیا کا راستہ تم جس راستہ کو چاہو اختیار کرو۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا یہ اثر ہوا کہ کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جنگ میں شرکت کے لیے تیار نہیں ہوا۔ یہ بات محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کو بہت بری معلوم ہوئی ان دونوں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو بہت برا بھلا کہا۔

ان کی باتیں سن کر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت میری گردن میں بھی پڑی ہوئی ہے اور تمہارے اس امیر کی گردن میں بھی پڑی ہوئی ہے اگر جنگ میں ہماری شرکت ضروری بھی ہوئی تو ہم اس وقت تک ہرگز جنگ نہ کریں گے جب تک علی رضی اللہ عنہ، قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے فارغ نہ ہو جائیں گے۔ خواہ یہ قاتلین کسی کو نہ پر کیوں نہ ہوں۔

یہ سن کر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کو فہم سے واپس ہوئے اور فی قار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اشتر کے ساتھ کوفہ کی طرف چل چکے تھے اور جلد کوفہ پہنچنا چاہتے تھے یہ حالات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر سے فرمایا۔ اے اشتر تم ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو جواب دینے کے صحیح معنی میں اہل ہو۔ اور تم ان ہی پر اعتراضات کر سکتے ہو اس لیے تم اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کوفہ جاؤ اور ان خراب حالات کی اصلاح کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور اشتر کوفہ پہنچے اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے کوفہ کے آدمیوں کی مدد طلب کی۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں سے فرمایا۔ میں اس روز بھی تمہارا امیر تھا جب لوگ بھوک میں مبتلا تھے اور آج بھی

تمہارا امیر ہوں۔ اس کے بعد ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر کی اور فرمایا:

”اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کے وہ صحابہ بزرگ جو مختلف مقامات میں آپ کے ساتھ رہے اللہ عزوجل کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ان لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں جو لوگ آپ کی صحبت میں نہیں رہے۔ تمہارا اہم پر ایک حق ہے جسے میں ادا کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اللہ عزوجل کی قدرت کو معمولی نہ سمجھو اور نہ اللہ عزوجل کے احکامات کا مقابلہ کرو۔

دوسری رائے یہ ہے کہ تمہارے پاس مدینہ سے جو بھی شخص آئے اسے تم مدینہ واپس کر دو تا وقتیکہ تمام اہل مدینہ ایک امر پر متفق نہ ہو جائیں۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ اس بات کو جانتے ہیں کہ تم میں سے کون شخص امامت و خلافت کے لائق ہے۔ اس جنگ میں شامل ہو کر خود کو تکلیف میں مبتلا نہ کرو کیونکہ یہ ایک خاموش فتنہ ہے۔ جس میں سونے والا جاگنے والے سے بہتر ہے۔ اور کھڑا ہونے والا سوار ہونے والے سے بہتر ہے۔ تم لوگ عرب کے کیڑوں کی طرح بن جاؤ۔ کھواروں کو میان میں کرلو۔ فیروں کو توڑ دو۔ اور کمانیں توڑ کر پھینک دو۔ مظلوم اور پریشان کی مدد کرو اور اس وقت تک خاموش بیٹھ رہو۔ جب تک اس خلافت کے معاملے پر اتفاق نہ ہو جائے اور یہ فتنہ دور نہ ہو جائے۔“

امام مسروق کی حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے گفتگو:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور اشتر ناکام ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں حالات سے آگاہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور انہیں کو فہم دیا کہ ان کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم کو فہم جا کر وہاں کے خراب حالات کو درست کرو یہ دونوں کو فہم پہنچے اور مسجد میں گئے۔ سب سے پہلے ان کے پاس امام مسروق بن الاعدع آئے اور انہوں نے ان دونوں کو سلام کیا۔ پھر عمار رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہو کر سوال کیا۔

اے ابوالیقظان رضی اللہ عنہ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کس وجہ سے قتل کیا ہے؟

عمار رضی اللہ عنہ: اپنی اغراض ختم ہونے اور اپنی خوشیاں مٹ جانے کی وجہ سے۔

مسروق: خدا کی قسم جس قسم کی تم نے ہرا کی ہے اسی قسم کا برابر لہ تمہیں بھی ملے گا۔ کاش تم صبر کرتے کیونکہ صابرین کے لیے بہترین اجر ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا مکالمہ:

جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کی آمد کا علم ہوا تو وہ مسجد تشریف لائے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر سینے سے چمٹایا

اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا:

اے ابوالیقظان رضی اللہ عنہ کیا اور لوگوں کی طرح تو نے بھی امیر المومنین کی دشمنی اختیار کر لی تھی۔ اور اس طرح تو نے اپنے آپ کو قاجروں میں شامل کر لیا۔

عمار رضی اللہ عنہ: میں ایسا کیوں نہ کرتا اور مجھے یہ بات کیوں بری معلوم ہوتی۔

ابھی عمار رضی اللہ عنہ بات بھی پوری نہ کر پائے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے درمیان میں بات کاٹ دی اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے

نئی طلب ہو کر فرمایا: اے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ! آپ نے لوگوں کو ہماری مدد سے کیوں روک دیا ہے؟ خدا کی قسم! ہمارا ارادہ لوگوں کی اصلاح کرنا ہے اور امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ جیسی ہستی کے بارے میں کسی برائی کا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ نے یہ بات سچ فرمائی۔ لیکن جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے وہ امن ہوتا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ غریب ایک فتنہ پیدا ہوگا۔ جس میں بیٹھے والے کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا سوار سے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب مسلمانوں کو بھائی بھائی بنایا ہے اور ہمارے اموال اور خون ایک دوسرے پر حرام کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۖ﴾
 ”اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔“

نیز ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۖ﴾
 ”اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تم پر بہت رحیم ہے۔“

اور ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُقْتَلْ مُؤْمِنًا مُمْتَعِدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَ لَعْنَةُ وَ أَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾

”اور جو شخص کسی مومن کو جان کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا غضب اور لعنت اس پر نازل ہوتی رہے گی اور اس کے لیے اللہ نے ذرہ بزرگ عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

اس بات پر عمار رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو گئے۔ انہوں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اور لوگوں کو مخاطب کر کے بولے:

”نبی کریم ﷺ نے یہ حکم اس کے لیے خاص طور پر دیا ہوگا تو جس چیز سے بیحد جانا چاہتا ہے تو اس میں تجھ سے کھڑا ہونے والا بہتر ہے۔“

یہ سن کر بنو قحیم کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عمار رضی اللہ عنہ سے کہا: اے غلام تو کل تک فتنہ مچانے والوں کے ساتھ شامل تھا اور آج ہمارے امیر کے منگ رہا ہے۔

اس پر زید بن صوحان اور ان کی جماعت نے شور مچایا اور لوگ بھی چلانے لگے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خاموش کیا اور پھر آگے بڑھ کر منبر پر جا کر بیٹھے۔ لوگ بھی خاموش ہو گئے تھے۔

زید بن صوحان کی تقریر:

زید بن صوحان گھمے پر سوار ہو کر مسجد کے دروازے تک پہنچے ان کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دو خط تھے۔ ایک خاص ان کے نام تھا اور ایک تمام اہل کوفہ کے نام۔ یہ عام خط انہوں نے لوگوں سے منگوا کر اس مخصوص خط کے ساتھ شامل کر دیا تھا وہ

دو لوں خط لے کر آئے۔ عام خط میں تحریر تھا۔ اے لوگو! اپنی جگہ قائم رہو۔ اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو اور قتلین عثمان بن عفان کے علاوہ کسی سے جنگ نہ کرو۔

یہ خط سنانے کے بعد زید بن صوحان نے لوگوں سے کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی ایک حکم دیا گیا تھا اور ہمیں بھی ایک حکم دیا گیا تھا۔ ان کے لیے تو حکم دیا گیا تھا کہ وہ گھر میں بیٹھیں اور ہمارے لیے یہ حکم تھا کہ ہم اس وقت تک جنگ کریں جب تک کوئی فتنہ باقی رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اب ہمیں اس بات کا حکم دے رہی ہیں جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور خود اس پر عمل کر رہی ہیں جو ہمارے لیے تھا۔

زید نے ابھی تقریر پوری نہ کی تھی کہ ہبث بن ربیع نے انہیں کھڑے ہو کر ٹوک دیا۔ اے غانی (کیونکہ زید بن عبد العزیس سے تعلق رکھتے تھے اور عمان کے باشندہ تھے۔ یہ بحرین کے رہنے والے نہ تھے)۔

”تو وہی شخص ہے جس نے جنگ جلولاء میں چوری کی تھی اور اس کی سزا میں خدا نے تیرا ہاتھ کاٹ ڈالا تھا اور اب تو ام المومنین کی مخالفت کر رہا ہے۔ اللہ تجھے تباہ کرے۔ ام المومنینؓ نے تو اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان مصالحت سے رہیں۔ اور میں بھی پروردگار کے حکم میں کہتا ہوں۔“

ان تقاریر سے لوگوں میں ایک شور مچ گیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی دوسری تقریر:

اب حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ دوبارہ تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور لوگوں سے فرمایا:

”اے لوگو! تم میری اطاعت کرو اور تم ایک کبڑے کی طرح خاکسار بن جاؤ کہ ظالم تمہارے پاس آ کر پناہ لے سکے اور خوف زدہ تمہارے پاس آ کر مامون ہو جائے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور ہم یہ لوگ اس فتنہ سے واقف ہیں جس کی حضورؐ نے خبر دی ہے۔ وہ فتنہ جب سامنے آئے گا تو لوگوں کو شبہات میں مبتلا کر دے گا اور جب ختم ہوگا تب اس کی حقیقت ظاہر ہوگی۔ یہ فتنہ لوگوں کو اسی طرح کھا جائے گا جیسا کہ پھیلنے والی بیماری شل و جنوب آگے اور پیچھے ہر طرف پھیلتی ہے اس میں کبھی سکون بھی ہو جاتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کون شخص اس میں مبتلا ہوگا اور کسے یہ باقی چھوڑے گی تم لوگ اپنی تلواریں توڑ دو۔ نیزوں کو بیکا کر دو۔ تیروں کو توڑ دو اور کمانیں جلا ڈالو اپنے گھروں میں بیٹھ جاؤ اگر قریش جنگ ہی کے طالب ہیں اور مدینہ کو چھوڑنا چاہتے ہیں تو تم ان کا ساتھ چھوڑ دو۔ تنہی کے وقت اہل علم کو چھوڑ دینے سے فتنہ کی پھینک اور بڑھ جاتی ہے اور اس کی شائیں پھوٹ آتی ہیں۔ اگر تم میری بات مانو گے تو اپنی جانوں کو آرام دو گے۔ اگر تم انکار کرو گے تو یہ فتنہ تمہیں گھیر لے گا اور کھال اتار کر پیچک دے گا تم لوگ میری نصیحت کو قبول کرو۔ میری بات نہ منکر آؤ اور میری اطاعت کرو تا کہ تمہارا دین اور دنیا دونوں محفوظ رہیں اور اس فتنہ کی بدبختی میں وہی شخص مبتلا ہو جس نے اس فتنہ کو ختم دیا ہے۔“

زید بن صوحان کی جوابی تقریر:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی تقریر کے بعد زید بن صوحان کھڑا ہوا۔ اس کا کتا ہوا ہاتھ لٹک رہا تھا۔ اس نے کہا:

”اے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ! اگر تو فرات کو اس کے راستے سے لوٹنا چاہتا ہے تو لوٹا دے۔ اور اگر تو اس پر قدرت رکھتا ہے تو ایسا کر دکھا لیکن مجھے اس پر مجبور نہ کر۔ اس کے بعد یہ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَقُولُوا إِنَّمَا هُمْ فَتَنَةٌ مِنَ اللَّهِ فَإِنَّمَا يُلْقِئُ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيُلْقِئُ الْمُنَافِقِينَ﴾

”کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم انہیں صرف یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لے آئے آزماتے بغیر چھوڑ دیے جائے گا اور ہم نے پہلی قوموں کو بھی آزمایا تھا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔“

اے لوگو! تم امیر المومنین اور سید المرسلین علیہ السلام کی امداد کے لیے چلو اور سب کے سب فوراً کوچ کرو تا کہ تم حق کو حاصل کر سکو۔“

قطعاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کی تقریر:

اس کے بعد قطعاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا:

”میں تمہارا ناصح ہوں اور تمہارے لیے یہ بات بطور شفقت کہہ رہا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ ہدایت پا جاؤ۔ میں تم سے جو بات کہوں گا وہ حق ہوگی۔ امیر نے جو بات کہی ہے وہ بھی حق ہے۔ بشرطیکہ اس کا کوئی ذریعہ موجود ہو اور نہ یہ نے جو کچھ کہا ہے اس میں اتنی بات کا اور اضافہ کر لو کہ تم اس کام میں کسی سے نصیحت طلب نہ کرو۔ کیونکہ کوئی شخص فتنہ میں مبتلا ہونے اور اس کی طرف چلنے کے بعد اس سے بچ نہیں سکتا۔

لیکن بات یہ ہے کہ امارت و خلافت کے بغیر نہ تو لوگوں کا انتقام ہو سکتا ہے نہ ظالم سے انتقام لیا جاسکتا ہے اور نہ مظلوم کی بات سنی جاسکتی ہے۔ یہ علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں جنہیں خلیفہ منتخب کر لیا گیا ہے۔ انہوں نے لوگوں کو دعوت دینے میں انصاف سے کام لیا ہے وہ لوگوں کو اصلاح کی دعوت دیتے ہیں اس لیے تم فوراً کوچ کرو اور اس کام میں ان کے تابعدار بن جاؤ۔“

سبحان کی تقریر:

اس کے بعد سبحان کھڑے ہوئے۔ انھوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

”اے لوگو! اس کام کے لیے اور لوگوں کے لیے ایک نہ ایک والی ہونا ضروری ہے تا کہ ظالم کی مداخلت اور مظلوم کی مدد کی جائے اور لوگوں کو متحد کیا جاسکے اسی بات کی جانب یہ امیر تمہیں دعوت دے رہا ہے تا کہ اس امیر اور ذیہیر و صلحہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو اختلافات ہیں ان پر غور کیا جاسکے۔ علی رضی اللہ عنہ تمام امت کے نزدیک امین اور دین کے فقیہ ہیں جو شخص بھی ان کا ساتھ دینے کے لیے جائے گا ہم اس کے ساتھ جائیں گے۔“

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی تقریر:

جب سبحان اپنی تقریر ختم کر چکا تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ اپنی تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔

انہوں نے فرمایا:

”اے لوگو! یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ جو تمہیں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ اور علیؓ کو زبیر بن عوف کے مقابلے پر لے جا چاہتے ہیں۔ میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ جو بیوہ دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں اور آخرت میں بھی آپ کی زوجہ ہوں گی۔ لیکن تم حق کو دیکھو اور علیؓ کے ساتھ مل کر جنگ کرو۔“

ایک شخص نے دورانِ تقریر کھڑے ہو کر کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ جس کے لیے تم جنت کی شہادت دے رہے ہو اس کے مقابلے میں اس شخص کی مدد کر رہے ہو جس کے لیے تم جنت کی گواہی نہیں دیتے۔

یہ سن کر حضرت حسنؓ نے حضرت عمارؓ سے فرمایا: اے عمار جو اللہ تم اپنی تقریر سے ہمیں معاف رکھو۔ کیونکہ اصداغ کے لیے پہلے اہلیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت حسنؓ کی تقریر:

اس کے بعد خود حضرت حسنؓ نے تقریر فرمائی انہوں نے فرمایا:

”اے لوگو! اپنے امیر کی دعوت کو قبول کرو اور اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے چلو۔ کیونکہ علیؓ جو اللہ اس کے اہل ہیں کہ ان کی مدد کی جائے۔ خدا کی قسم! غلغلہ لوگ انہی کے ساتھ شامل ہوں گے اور اسی میں دنیا و آخرت کی بہتری ہے۔ تم لوگ ہماری دعوت کو قبول کرو اور جس آزمائش میں ہم اور تم مبتلا ہو گئے ہیں اس میں ہماری مدد کرو۔“

لوگوں نے حضرت حسنؓ کی تقریر کو غور سے سنا اور ان کی دعوت کو قبول کیا اور ان کے ساتھ چلنے پر راضی ہو گئے۔ بنو عطف کی ایک جماعت حضرت عدیؓ کے پاس پہنچی اور ان سے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے اور ہمارے لیے کیا حکم ہے۔

حضرت عدیؓ نے جواب دیا: ہم اس پر غور کر رہے ہیں کہ لوگ کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ لیکن جب حضرت عدیؓ کو حضرت حسنؓ کی تقریر کی اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا ہم اس شخص کی بیعت کر چکے ہیں اور اب وہ ہمیں نیک کام کی دعوت دے رہا ہے۔ اور اس عظیم حادثہ میں ہماری مدد کا طلب گار ہے۔ اس لیے ہم ان کی مدد کے لیے جائیں گے اور دیکھیں گے کہ کیا معاملات ہیں۔

ہند بن عمروؓ کی تقریر:

ہند بن عمروؓ نے کھڑے ہو کر کہا:

”اے لوگو! امیر المؤمنینؓ نے ہمیں دعوت دی اور اپنے متعدد پیامبر ہمارے پاس بھیجے۔ حتیٰ کہ اب ان کے صاحبزادے آئے ہیں ان کی بات سنو اور ان کے حکم کو تسلیم کر کے اپنے امیر کی امداد کے لیے چلو۔ اس معاملہ میں انہی کے ساتھ شامل ہو کر غور کرو۔ اور اپنی رائے سے ان کی مدد کرو۔“

حجر بن عدیؓ کی تقریر:

اس کے بعد حجر بن عدیؓ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

”اے لوگو! امیر المؤمنینؓ کے حکم کو قبول کرو۔ اور سواری اور بغیر سواری ان کی مدد کے لیے چلو۔ میں تم سب سے قبل چلنے کے لیے تیار ہوں۔“

مقطع بن ہشیم اور اشتر کا واقعہ:

حجر بن عدی کے بعد اشتر نے کھڑے ہو کر زمانہ جاہلیت اور شدت کا ذکر کیا۔ پھر اسلام کی نرمی کو بیان کیا اور آخر میں حضرت عثمان جوینہ کا ذکر کیا۔ ابھی یہ تقریر ہی کر رہا تھا کہ مقطع بن ہشیم بن ثعلبہ العامری الکراکی نے کھڑے ہو کر اشتر کو ٹوکا اور قصہ سے کہا۔ اللہ تیری صورت بگاڑے اے بچوں والے اور جو کھنے والے کسے خاموش ہو جا اس بات پر لوگ کھڑے ہو گئے اور اشتر کو ہٹا دیا۔ مقطع نے کھڑے ہو کر کہا:

”خدا کی قسم! آئندہ ہم کبھی اپنے کسی امام کا ذکر بھی نہ کر سکیں گے اور ہم پر پردہ ڈال دیا جائے گا۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ علی جوینہ کی خلافت پر راضی نہ ہوں گے تو ہماری موجودگی ہی میں لوگوں کی زبانیں کاٹ دی جائیں گی۔ اس لیے علی جوینہ جو بات تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں اسے قبول کرو۔“

لشکروں کی روانگی:

مقطع کی تقریر پر حضرت حسن جوینہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: اس بوڑھے نے جی بات کہی ہے۔ میں کل کوچ کرنے والا ہوں۔ جو شخص میرے ساتھ چلنا چاہے وہ سواری پر میرے ساتھ چلے اور جو دریا کی راہ چلنا چاہے وہ دریا کی راہ چلا جائے۔ اس پر کچھ لوگوں نے تشکیل سے چلنے کا فیصلہ کیا اور کچھ نے دریائی راہ سے۔ چھ ہزار دوسو افراد تشکیلی کی راہ چلنے کے لیے تیار ہوئے اور دو ہزار آٹھ سو افراد دریائی راہ سے گئے۔

عبد خیر کا حضرت ابومویٰؓ سے مکالمہ:

نصر بن مزاحم العطار نے عمر بن سعید اور اسد بن عبد اللہ کے ذریعے کچھ اہل علم کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ عبد خیرؓ اپنے انی ابومویٰؓ کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا۔ اے ابومویٰؓ! کیا ان دونوں شخصوں یعنی طلحہ و زبیرؓ اور علیؓ کی بیعت نہ کی تھی؟

ابومویٰؓ: ہاں کی تھی۔

عبد خیر: وہ کیا برائیاں پیش آئیں جن کے باعث بیعت توڑنا جائز ہوا؟

ابومویٰؓ: مجھے معلوم نہیں۔

عبد خیر: جب آپ نہیں جانتے تو میں آپ سے اس سلسلے میں کوئی سوال نہ کروں گا۔ جب تک آپ کو اس کا علم نہ ہو جائے۔

لیکن یہ فرمائیے کہ جب آپ اسے فتنہ قرار دیتے ہیں تو آپ یہ تو جانتے ہوں گے کہ اس فتنہ سے کون شخص محفوظ رہے گا۔ اس وقت لوگ چار جماعتوں میں منقسم ہیں۔ علیؓ جوینہ کو فتنہ میں۔ طلحہ اور زبیرؓ بصرہ میں۔ معاویہؓ مدینہ میں۔ شام میں اور چھ جماعت حجاز میں ہے کہ جو اس جنگ میں کسی قسم کا حصہ نہیں لے رہی ہے اور نہ کوئی دشمن اس سے جنگ کر رہا ہے۔

ابومویٰؓ: یہی لوگ سب سے بہتر ہیں۔ بقیہ سب فتنہ میں جتنا ہیں۔

عبد خیر: آپ پر کینہ پرستی چھائی ہوئی ہے۔

اشتر کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست:

اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! آپ نے ان دونوں آدمیوں سے قبل ایک اور شخص کو کوثر روانہ کیا تھا اور یہ دونوں آدمی جو آپ نے بھیجے ہیں واقعتاً اس لائق ہیں کہ آپ کی مرضی کے مطابق لوگوں کو آبادہ کر سکیں۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ کیا حالات پیش آئیں گے۔ لیکن اگر امیر المومنین رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے روانہ کریں تو یہ بہتر ہے کیونکہ اہل مصر میرے بہت مطیع ہیں۔ اگر میں وہاں چلا جاؤں گا تو مجھے تو قہر ہے کہ اہل مصر میں سے کوئی شخص میری مخالفت نہ کرے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اچھا تم بھی چلے جاؤ۔

اشتر وہاں سے روانہ ہو کر کوثر پہنچا۔ لوگ جامع مسجد میں جمع تھے۔ اشتر کا جس قبیلے یا مسجد پر سے گزر ہوتا اور وہاں اسے کچھ لوگ نظر آتے تو وہ انہیں دعوت دیتا اور کھیتا میرے پیچھے قہر چلے آؤ اس طرح وہ لوگوں کی ایک جماعت لے کر قہر پہنچ گیا۔ قہر پیسے بھرا ہوا تھا۔ اشتر یہ جماعت لیے ہوئے اندر داخل ہوا۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

مسجد میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے تقریر کر رہے تھے اور انہیں جنگ میں شمولیت سے منع کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا:

”اے لوگو! یہ اندھا اور بہرا فتنہ ہے جو سب کو روند ڈالے گا۔ اس فتنہ میں سونے والا پیٹنے والے سے پیٹنے والا کھڑے ہونے والے سے کھڑے ہونے والا چلنے والے سے چلنے والا دوڑنے والے سے اور دوڑنے والا سوار سے بہتر ہے۔ یہ پیٹ کے کھڑے کی طرح کھا جائے والا فتنہ ہے جو تمہارے پاس تمہاری امن گاہ سے آیا ہے۔ یہ فتنہ بردبار انسان کو بھی ایسا بنادے گا جیسا کہ کوئی کل کا بچہ ہو۔ اے لوگو! ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ہیں اور اس فتنہ سے خوب واقف ہیں یہ جب آئے گا تو لوگوں کو شبہات میں مبتلا کر دے گا اور جب فتنہ ہوگا تو اس کی حقیقت روشن ہوگی۔“

عمار رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرنا چاہتے تھے حتیٰ کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ہمارے اس کام سے تم علیحدہ ہو جاؤ اور ہمارے منبر سے اتر جاؤ تمہاری ماں مرے۔

عمار رضی اللہ عنہ: کیا تم نے یہ حدیث واقعتاً رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: یہ میرا ہاتھ موجود ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں حق کہہ رہا ہوں۔

عمار رضی اللہ عنہ: نبی کریم ﷺ نے یہ تمہارے لیے مخصوص طور پر فرمایا ہوگا۔

تھ جیسے پیٹنے والے سے اس میں کھڑا ہونے والا بہتر ہے۔ اللہ اس شخص کو ضرور غالب فرمائے گا جو اس فتنہ پر غالب آئے اور اس کا مقابلہ کرے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں اشتر کی گستاخیاں:

نصر بن حزام نے عمر بن سعید اور فہم کے ذریعے ابومریم اشقی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ خدا کی قسم! میں اس روز مسہر میں تھا۔

عمار رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے تکرار کر رہے تھے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اپنی بات دہرا رہے تھے کہ اسنے میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے چھ غلام چلاتے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو آواز دیتے ہوئے آئے۔ کہ اشتر قصر میں داخل ہو گیا ہے اس نے ہمیں مار کر قصر سے نکال دیا۔
ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ منبر سے اتر کر قصر گئے تو اشتر نے چلا کر کہا۔ تیری ماں مرے ہمارے قصر سے نکل جا۔ اللہ تیری جان لے لے۔
خدا کی قسم! تو پرانا منافق ہے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: مجھے یہاں سے جانے کے لیے شام تک مہلت دو۔

اشتر: ہاں شام تک مہلت ہے لیکن رات گزارنے کی اجازت نہیں۔

یہ حالات دیکھ کر لوگ قصر میں گھس پڑے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا سامان لوٹنا شروع کر دیا۔ اشتر نے ان لوگوں کو روکا اور انہیں قصر سے باہر نکال کر کہا۔ میں نے اسے باہر نکال دیا ہے۔ اس بات پر لوگ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ پر دست درازی سے رک گئے۔



باب ۷

صلح کی گفت و شنید

سری نے شعیب و سیف اور عمرو کے حوالے سے امام شعی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب اہل کوفہ ذی قار پہنچے تو حضرت علی مرتضیٰ چند اشخاص کے ساتھ جن میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیٹہ بھی تھے ان سے ملنے کے لیے آئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اے اہل کوفہ تمہیں عجم اور وہاں کے بادشاہوں کی شان و شوکت عطا کی گئی ہے۔ تم نے عجم کی قوتوں کو پاش پاش کیا ہے حتیٰ کہ تم ان کے وارث بنے۔ تم نے لوگوں کو اپنی حفاظت سے بے بہرہ بنا دیا اور دوسرے لوگوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے تاکہ تم ہمارے ساتھ ہمارے بصرہ والے بھائیوں کے پاس چلو۔ اگر وہ اپنی بات سے رجوع کریں تو ہمارا مقصد بھی یہی ہے اور اگر وہ ہماری بات سے انحراف کریں تو اذن اس کا نرمی سے علاج کریں اور ان پر اصل حقیقت ظاہر کر دیں ہم اس وقت تک کوئی دست درازی نہ کریں گے جب تک وہ ہم پر ظلم نہ کریں۔ اور اصلاح کے جتنے بھی طریقے ممکن ہوں گے ہم ان سب کو اختیار کریں گے اور ان شاء اللہ فساد سے احتراز کریں گے اور ہوتا ویسی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی میں طاقت و قوت نہیں۔“

الغرض ذی قار میں سات ہزار دوسو آدمی جمع ہو گئے اور عبداللہ بن عباسؓ اور بصرہ اور ذی قار کے درمیان پڑے ہوئے تھے وہ ان کے علاوہ تھے۔ یہ لوگ حضرت علی مرتضیٰؓ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے وہ بھی کئی ہزار تھے۔ نیز دریا کی راہ سے دو ہزار چار سو آدمی آرہے تھے۔

اہل کوفہ کے رؤسا:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا۔ کہ جب حضرت علی مرتضیٰ نے ذی قار میں قیام فرمایا تو اولاً محمد بن ابی بکرؓ اور محمد بن جعفرؓ کو کوفہ روانہ کیا ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیٹہ اور اشترؓ کو۔ پھر حضرت حسن اور حضرت عمارؓ کو۔ حسن و عمارؓ بیٹہ کو۔ حسن و عمارؓ بیٹہ کے وہاں جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ جو شخص جنگ میں شامل ہونا چاہتے تھے وہ جنگ میں شمولیت کے لیے روانہ ہو گئے اور جو سردار خود حاضر نہ ہو سکے تو ان کے متبعین مدد کے لیے آئے یہ تمام لشکر پانچ ہزار پر مشتمل تھا جن میں سے نصف خشکی کے راستے سے آئے اور نصف دریا کے راستے سے اور جو لوگ جنگ کے لیے نہیں آئے یا اس کے لیے کوشش نہیں کی ان کی تعداد بہت قلیل تھی۔

حضرت علی مرتضیٰؓ کو حج کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ انہیں صرف اس جماعت کی شمولیت کا انتظار تھا اس جماعت کے سردار قتیبہ بن عمروؓ، سعید بن مالکؓ، ہند بن عمروؓ، عیشم بن شہابؓ تھے اور کوچ کرنے والے لشکر کے سردار زید بن صوحانؓ، اشترؓ، مالک بن الحارثؓ، عدی بن حاتمؓ، جوفہؓ، مسیب بن خبہؓ اور یزید بن قیسؓ تھے ان کے ساتھ ان کے پیروکار تھے۔ ان کے علاوہ کچھ اور بھی ایسے لوگ تھے جو عرب میں ان سے کسی طرح کم نہ تھے۔ صرف فرق یہ تھا کہ وہ لوگ امیر نہ تھے۔ مثلاً حجر بن عدیؓ اور ابن مہدیؓ و جالبہکریؓ

اور ان دونوں کے علاوہ اور بھی ایسے لوگ تھے کہ کوفہ میں ان کے برابر کوئی صاحب الرائے نہ تھا ان میں سے اکثر و بیشتر مد کے لیے آئے تھے۔

بصرہ کی جانب قاصد کی روانگی:

جب یہ تمام لشکری قاری پہنچ گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قنقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور انھیں اہل بصرہ کے پاس قاصد بنا کر روانہ کیا۔ یہ قنقاع رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا۔ تم بصرہ جا کر ظلمہ زہیر بن جیسہ سے مواورائیں یا ہمیں محبت اور جماعت کے اتحاد کی دعوت دو اور جماعت میں تفریق بندی سے انھیں ڈراؤ۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال کیا۔

اگر ظلمہ زہیر بن جیسہ تم سے کوئی ایسی بات کریں جس کے بارے میں میں نے تمہیں کوئی حکم نہ دیا ہو تو تم کیا طریقہ اختیار کرو گے؟

قنقاع رضی اللہ عنہ: اولاً تو میں ان سے وہ بات کہوں گا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا ہے لیکن اگر بالفرض انھوں نے کوئی ایسا سوال پیدا کیا جس کا آپ نے مجھے حکم نہ دیا ہو تو پھر میں اپنی رائے سے جواب دوں گا۔ اور حتی الامکان ان کی بات کا صحیح معنی اور پورا پورا جواب دیا جائے گا اور جو مناسب ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: واقعتاً تم اس کام کے اہل ہو۔

قنقاع رضی اللہ عنہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو:

قنقاع رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے چل کر بصرہ پہنچے اور سب سے اول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے انھیں سلام کیا اور عرض کیا۔ اے میری ماں! آپ کے یہاں تشریف لانے اور اتنی تکالیف اٹھانے کی کیا وجہ ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: میں لوگوں کی اصلاح کے لیے یہاں آئی ہوں۔

قنقاع رضی اللہ عنہ: تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زہیر رضی اللہ عنہ کو بھی بلوا لیجئے تاکہ وہ میری بات سن سکیں اور میں ان کے خیالات معلوم کر سکوں۔

قنقاع رضی اللہ عنہ کی زہیر و طلحہ رضی اللہ عنہما سے گفتگو:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آدمی بھیج کر ان دونوں کو طلب فرمایا۔ جب یہ دونوں آ گئے تو قنقاع رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر عرض کیا۔ میں نے ام المؤمنینؓ سے اس شہر میں تشریف آوری کی غرض دریافت کی۔ انہوں نے فرمایا میں لوگوں کی اصلاح کے لیے آئی ہوں۔ کیا آپ دونوں حضرات کو اس سے اتفاق ہے یا اختلاف؟

زہیر و طلحہ رضی اللہ عنہما: ہمیں اس سے اتفاق ہے۔

قنقاع رضی اللہ عنہ: تو پھر اصلاح کی کیا صورت ہے وہ صورت بیان فرمائیے۔ خدا کی قسم! اگر ہم اسے بہتر کام سمجھیں گے تو اسے ضرور قبول کریں گے اور اگر غلط سمجھیں گے تو اس سے احتراز کریں گے۔

زہیر و طلحہ رضی اللہ عنہما: جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین قتل نہ کیے جائیں گے اس وقت تک معاملات درست نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر

اس قصاص کو چھوڑ دیا گیا تو یہ قرآن کا ترک ہو گا اور قصاص لینے میں تکم قرآن کا احیاء ہے۔

قتلعاء جویشہ: تم لوگوں نے حضرت عثمان جویشہ کے قاتلوں میں سے بصرہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ حالانکہ ان کے قتل سے قس معاملات زیادہ بہتر طور پر درست ہو سکتے تھے۔ تم نے چھ سو قاتلین کو قتل کیا صرف ایک شخص قتل سے بچا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان لوگوں کے قتل پر چھ ہزار آدمی غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا۔ اگر تم ان لوگوں سے اور ان لوگوں سے جنہوں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے جنگ کرو گے تو یہ تمام قبائل تم پر ٹوٹ پڑیں گے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جس چیز سے تم لوگ ڈر رہے ہو اور جس کے باعث تم نے یہ اختلاف کیا ہے اس سے بھی زیادہ خطرناک حالات پیش آ جائیں گے۔ اسی قتل کے باعث نصرہ اور ربیعہ کے آدمیوں نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور دو تم سے جنگ کرنے اور تمہیں رسوا کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں اور یہ صرف ان مفتولین کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر آپ لوگ دوسرے شہر والوں کے ساتھ بھی یہی کرتے رہے تو اتنی زبردست تپائی آئے گی کہ پھر آدمی کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا: پھر تمہاری کیا رائے ہے؟

قتلعاء جویشہ: اس کام کے لیے سکون و اطمینان کی ضرورت ہے۔ جب فضا سازگار ہو جائے گی اور اشتعال و ہیجان ختم ہو جائے گا۔ اور ایک دوسرے سے مطمئن ہو جائیں گے تو اس وقت اس معاملے پر غور کیا جائے گا اگر تم لوگ ہماری بیعت کر لو گے اور یہ ایک بہتری کی علامت اور رحمت کا سبب ہوگی اور اس طرح ہم حضرت عثمان جویشہ کا قصاص بھی لے سکیں گے اور امت میں بھی عافیت اور سلامتی پیدا ہو جائے گی اور اگر تم جنگ کے علاوہ کسی اور بات کو قبول نہ کرو گے تو اس سے ایک بہت بڑا اثر پیدا ہو گا۔ اور قصاص بھی تمہارے ساتھ سے جاتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس امت پر آفتیں نازل فرما دے گا۔ تم لوگ عافیت کے طلب گار بنو اور پہلے کی طرح خیر کی کوشش کرو۔ ہمیں بلاؤں میں جتنا نہ کرو۔ اور نہ عقی کے لیے پیچیدگیوں پیدا کرو۔ کیونکہ اس سے تم بھی تباہ ہو جاؤ گے اور ہم بھی تباہ ہو جائیں گے۔ خدا کی قسم! میں تم کو صرف اسی شے کی دعوت دینے کے لیے آیا ہوں۔ مجھے تو حالات درست ہونے کی کوئی توقع نہیں اب تو اللہ عزوجل جب عثمان جویشہ کے قتل کا انتقام لے لیں گے تب ہی حالات درست ہوں گے ورنہ روز بروز مصائب بڑھتے جائیں گے اور ان حالات پر کوئی شخص بھی قابو نہ پاسکے گا۔ یہ حالات کوئی عام حالات کی طرح نہیں ہیں۔ یہ حالات ایسے نہیں ہیں جیسے کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو یا ایک جماعت یا ایک قبیلہ ایک آدمی کو قتل کر دے۔ تم نے جو بات کہی ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ اب تم جاسکتے ہو اگر تمہارے اوپر علی جویشہ کے یہی خیالات ہیں تو ہم اس مصالحت پر آمادہ ہیں۔

صلح کی امید:

قتلعاء جویشہ: بہت خوش خوش حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں ان حالات سے مطلع کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور تمام لوگ صلح کی گفتگو کرنے لگے۔ ان میں سے بعض تو ایسے تھے جو صلح سے بہت خوش تھے اور بعض ایسے تھے جو صلح کو نہایت

پسند کرتے تھے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قاریں آ کر خیرہ تو بصرہ کے لوگ ان کے لشکر میں آنے جانے لگے ابھی قحط تھا جو خیرہ واپس بھی نہ آئے تھے کہ جو قحیم اور بنو بکر کے وفد آئے تاکہ یہ معلوم کریں کہ کوفہ سے جو ان کے بھائی آئے ہیں ان کی کیا رائے ہے۔ اور وہ کس ارادے سے یہاں آئے ہیں۔ تاکہ اہل کوفہ کو یہ بتا دیا جائے کہ ان کی غرض و غایت اصلاح کی ہے اور وہ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کے خواہ گار نہیں۔

یہ وفد اور بصرہ کے قبائل ایک دوسرے کے پاس آنے جانے لگے اور کوئی بھی صلح کے طلب گار بن گئے تو یہ سب لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اپنے خیالات ظاہر کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جریر بن شمس سے طلحہ و ذہیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ اس نے بتایا کہ ان دونوں کا معاملہ نہایت معمولی بھی ہے اور نہایت اہم بھی ہے پھر اس نے تمثیل کے طور پر یہ اشعار پڑھے۔

أَلَا أَسْلِفُ نَسِيبُ نَسِيبٍ نَسِيبٌ زَنْزُولًا فَلَيْسَ إِلَيَّ نَسِيبٌ حُغْبُ نَسِيبٌ
 (بنو بکر کے پاس آپ کوئی قاصد کیوں روانہ نہیں فرماتے۔ کیونکہ بنی کعب تک پہنچنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔)

سَبْرُ جَعِ ظُلْمُكُمْ مِنْكُمْ عَلَيْكُمْ طَوِيلُ السَّاعِدَيْنِ لَهُ فَضْلُ
 (عقرب تمہارا ظلم تم پر لوٹ جائے گا۔ وہ لمبے بازوؤں والا ہے اور اسے کاٹنا آتا ہے۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی تمثیل یہ اشعار پڑھے:

أَلَمْ تَعْلَمْ أَبَا سَمْعَانَ أَنَا نَرُدُّ الشَّيْخَ بِمُلْكِكَ ذَا الصُّدَاعِ
 (اے ابو سمان کیا تو نہیں جانتا کہ تم مجھے بوڑھے کو پاگل بنا کر لوٹا دیتے ہیں۔)

وَبَدَلُ عَقْلِي بِالسَّخَرِ حَتَّى نَقُومَ فَنَسْتَجِيبَ لِبَغْيِهِ دَاعِ
 (اس کی جگہ کرتے کرتے عقل جاتی رہی ہے حتیٰ کہ کسی کے پکارے بغیر یہ بددلو کو دعو پڑتا ہے۔)

فَدَفَعَ عَنْ خُرَاعَةٍ حُمُصَ بَسْكَرٍ وَنَابِكَ نَسَا سَرَاةٍ مِّنْ دِفَاعِ
 (بکر کی جماعت نے خراخراہ کے حملہ کو روک دیا اور نہ اسے سراقتہ سے دفاع کا ممکن تھا۔)

کلیب کا خواب:

مصعب بن سلام انصاری نے محمد بن سوقة اور عاصم کے حوالے سے کلیب الجری کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیات میں ایک خواب دیکھا کہ ایک شخص ہے جسے لوگوں کی حکومت سپرد کر دی گئی ہے اور وہ شخص ہسٹر پر بیمار پڑا ہے اس کے سر ہانے ایک عورت کھڑی ہے لوگ اس امیر پر حملہ کر رہے ہیں اور اسے ڈرا رہے ہیں۔ اگر وہ عورت انہیں روک دیتی تو وہ روک جاتے لیکن اس عورت نے انہیں قطعاً منع نہیں کیا لوگوں نے آگے بڑھ کر اس امیر کو پکڑ لیا اور اسے قتل کر دیا۔

میں اچانک یہ خواب سرفروغ میں لوگوں سے بیان کرتا۔ وہ یہ خواب سن کر بہت تعجب کرتے لیکن اس خواب کی تعبیر کسی کی سمجھ میں نہیں آتی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور ہمیں ان کی شہادت کی خبر ملی اس وقت ہم جہاد سے واپس آ رہے تھے اس وقت ہمارے ساتھی بولے اے کلیب تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے۔

حضرت زبیرؓ جو جوڑہ وطلحہؓ بنی ہشتر کے بارے میں لوگوں کی رائے:

ہم جہاد سے واپس ہو کر بصرہ پہنچے ابھی کچھ روزی گزرے تھے کہ لوگوں میں یہ مشہور ہوا کہ طلحہ و زبیرؓ آ رہے ہیں اور ان کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہؓ ہیں اس سے لوگوں کو خوف پیدا ہوا اور جو ب بھی لوگوں کا خیال تھا کہ ان دونوں نے حضرت عثمانؓ جوڑہ سے ناراض ہو کر لوگوں کو حضرت عثمانؓ کی جگہ کے خلاف اکسایا تھا اور اس سے زبیر وطلحہؓ بیس کی جو رسوائی ہوئی ہے اس کا خیال کرتے ہوئے اور بطور توبہ ان اقصاء لینے نکلے ہیں۔

حضرت عائشہؓ بنی سینہ کا فیصلہ:

ام المومنین فرمایا کرتی تھیں ہم تم لوگوں کی وجہ سے عثمانؓ کی تین باتوں سے ناراض رہے ایک نوجوانوں کو امیر بنانے سے اور فدا اور لوگوں کو گونہ مارنے سے۔ لیکن یہ بات بہت ہی نا انصافی کی ہوگی کہ ہم عثمانؓ جوڑہ کی خاطر تمہاری غلطیوں پر ناراض نہ ہوں۔ تم سے ہماری ناراضگی تین باتوں پر ہے اول عثمانؓ جوڑہ کے قتل پر۔ دوم ماہ ذی الحجہ کی بے رحمی پر سوم مدینہ الرسولؐ کی بے رحمی پر۔

کلیب کی عمر بن ابی بکرؓ سے گفتگو:

لوگوں نے زبیر وطلحہؓ بنی سینہ سے سوال کیا۔ تم نے کیا علیؓ جوڑہ کی بیعت نہ کی تھی؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں بیعت تو ضرور کی تھی لیکن اس طرح کہ ہماری گردنوں پر تلواریں رکھی ہوئی تھیں۔

کلیب کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ جوڑہ بصرہ کے قریب پہنچ چکے تھے مجھ سے اور دو آدمیوں سے میری قوم نے کہا کہ تم علیؓ جوڑہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس جاؤ اور زبیرؓ جوڑہ وطلحہؓ جوڑہ کی بیعت کا حال معلوم کرو کیونکہ ہم لوگ اس اختلاف سے بہت شش و پنج میں پڑ گئے تھے۔

ہم بصرہ سے علیؓ جوڑہ کے لشکر کی طرف چلے جب لشکر گاہ کے قریب پہنچے تو سامنے سے ایک نہایت حسین و جمیل شخص فخر پر سوار آتا نظر آیا اس وقت میں اپنے ساتھی سے گفتگو کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے یہ ابعد اس عورت کے مشابہ ہے جسے میں نے خواب میں والی کے سر ہانے کھڑے دیکھا تھا۔

آنے والے نے یہ تاویز کیا کہ ہم کچھ گفتگو کر رہے ہیں جب وہ ہمارے قریب پہنچا تو ہم سے بویا بھرہ۔ تم مجھے دیکھ کر کیا گفتگو کر رہے تھے۔ ہم نے انکار کیا کہ کوئی گفتگو نہیں کر رہے تھے۔ اس نو وارد نے چلا کر کہا:

”خدا کی قسم! انہیں اس وقت تک نہ چھوڑا جائے گا جب تک تم مجھے بات نہ بتاؤ گے۔“

اس کی اس بات سے ہم پر ہیبت طاری ہو گئی۔ ہم نے اسے واقعہ بتایا وہ شخص یہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ خدا کی قسم! یہ تو نہایت عجیب بات ہے۔

ہم نے لشکر کے ایک آدمی سے دریافت کیا۔ یہ کون شخص تھا؟ اس نے جواب دیا یہ محمد بن ابی بکرؓ ہیں۔ اب یہ بات سمجھ چکے تھے کہ وہ عورت جو اس امیر کے سر ہانے کھڑی تھی وہ عائشہؓ بنی سینہ ہیں اس باعث ہماری ان اختلافات سے نفرت اور بددلی۔

خلافت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خیالات:

ہم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے انھیں سلام کیا اور ان سے طلحہ و زبیر حبشیہ سے بیعت اور ان کے اختتام کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”بات یہ ہے کہ لوگوں نے اس شخص یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی۔ میں ان اختلافات سے بے حد ہمتا۔ ان لوگوں نے انہیں شہید کر دیا۔ پھر مجھے امیر بنایا۔ حالانکہ میں اس امارت پر راضی نہ تھا اور اگر مجھے دین کا خوف نہ ہوتا تو میں ان لوگوں کی بات برز قبول نہ کرتا۔ پھر ان دونوں شخصوں نے بیعت توڑنے کا ارادہ کیا۔ میں نے ان سے اس پر عہد و پیمان لے لیا اور انھیں عمرہ کے لیے اجازت دے دی یہ دونوں اپنی ماں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کے پاس پہنچے اور انھیں راضی کر لیے۔ اور ان کے سامنے وہ چیز پیش کی جو ان دونوں کے لیے حلال نہ تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس خیال سے ان دونوں کو ساتھ دیا تا کہ اسلام کا حقائق ختم نہ ہو جائے اور مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا نہ ہو جائے۔“

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں نے ہم سے کہا خدا کی قسم! ہم ان لوگوں سے اس وقت تک جنگ نہ کریں، نہیں چاہتے جب تک یہ خود جنگ نہ کریں۔ ہم تو میدان میں اصلاح کی خاطر نکلتے ہیں۔

اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چلانے لگے اور ہم سے بولے فوراً بیعت کرو۔ میرے ساتھیوں نے تو بیعت کر لی لیکن میں بیعت سے رُک رہا۔ عرض کیا میری قوم نے مجھے معلومات کے لیے بھیجا ہے میں اپنی جانب سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ: اگر وہ بیعت نہ کریں؟

کھیب: تو میں بھی بیعت نہ کروں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: لیکن اگر تمہاری قوم نے تمہیں قاصد بنا کر بھیجا ہو۔

کھیب: تا وقتیکہ میں ان کے پاس لوٹ کر نہ جاؤں اور ان سے گھاس پانی کا حال بیان نہ کروں تا کہ وہ بھی گھاس اور پانی پر پہنچ جائیں اس وقت تک میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: میری خود کیا رائے ہے؟

کھیب: میں تو زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کا ساتھ نہیں دے سکتا بلکہ اس معاملے میں ان کا مخالف ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو ہاتھ بڑھاؤ۔

کھیب کہتے ہیں خدا کی قسم! میں ان کی بات کا انکار نہ کر سکا اور میں نے ہاتھ پھیلا دیا اور بیعت کر لی۔ اسی لیے کھیب کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عرب کے سمجھ دار لوگوں میں سے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم نے طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی کوئی بات سنی تھی؟

کھیب: زبیر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ان سے زبردستی بیعت لی گئی ہے۔ اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے تمہارا میرے سامنے یہ اشعار پڑھے تھے۔

لَا اَسْبَغُ بِنِسْبِ نَكْمٍ رَسُوْلًا فَلَيْسَ الْبَنِي كَعْبٍ سَبِيْلًا

ترجمہ: ”کوئی قاصد بھیج کر رہی خبر پہنچا دے کہ بنو کعب کے مقابلے میں کامیابی کی کوئی راہ نہیں۔“

سَمَرُ جَعْتُ فَلْتَلْعُكُمْ مِنْكُمْ عَلَيْكُمْ طَوِيلُ الشَّاعِدِينَ لَهْ قُضُوْلُ
 بترجمہ: "عزیم تھا کہ تم پر لوے گا کیونکہ وہ بے بازوؤں والا ہے اسے کاٹنا آتا ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ: نہیں اس طرح نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے۔

اَلَمْ تَعْلَمِ اَبَا سَمْعَانَ اَنَا نَصَمُ الشُّيْخِ مِثْلَكَ ذَا اسْتِفْذَاعِ
 بترجمہ: "اے ابوسمعان تو یہ نہیں جانتا ہم تجھ جیسے ہاگلہ! مان کو کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔"

وَ يَنْذِلُ عَقْلُهُ بِالْحَرْبِ حَتَّى يَقُوْمَ فَيَنْتَجِبُ يَغْفِرُ ذَا
 بترجمہ: "لڑتے لڑتے اس کی عقل اتنی پاتی رہی کہ مدد کے لیے پکارنے والے کے بغیر مدد کے لیے دوڑ پڑتا ہے۔"

ابتداءے جنگ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذی قار سے کوچ کر کے بصرہ کے ایک جانب ڈیرے ڈالے طلحہ و زہیر بیسینے خندق میں کھود رکھی تھیں۔
 ہمارے بصری ساتھی ایک دوسرے سے کہنے لگے ہم نے تو اپنے کوفہ کے بھائیوں کو یہ کہتے سنا تھا کہ ہم صلح کی غرض سے نکلے ہیں اور
 ہمارا ارادہ جنگ کا ہرگز نہیں ہے۔

ہم لوگ آپس میں صلح کی باتیں کر رہے تھے کہ دونوں لشکروں کے بچے ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے پھر ان میں
 تیر اندازی ہوئی ان کی دیکھا دیکھی دونوں لشکروں کے غلام بھی شامل ہو گئے۔ پھر بے وقوف لوگ بھی اس میں کود پڑے اور
 باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ لشکر علی رضی اللہ عنہ نے لشکر زہیر رضی اللہ عنہ کو خندق میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ خندق پر زبردست جنگ ہوتی رہی
 حتیٰ کہ طلحہ و زہیر رضی اللہ عنہ بھی میدان جنگ میں نکل آئے اور اب خندق میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی گھس گئے تھے اور زہیر و طلحہ بیسینے کے
 آدمی باہر آچکے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان:

جب جنگ تیزی سے جاری تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ کوئی شخص بھاگتے ہوئے کا پیچھا نہ کرے نہ زخمی پر حملہ
 کرے اور نہ کسی کے گھر میں داخل ہو۔

جب جنگ ختم ہو گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیعت کا اعلان کر لیا سب نے اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے بیعت کی۔
 بیعت سے فراغت ہو چکی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لشکروں سے خطاب ہو کر فرمایا جس کی کوئی شے جانی رہی ہو اور وہ کسی دوسرے کے
 پاس نظر آئے تو پہچان کر اپنی چیز واپس لے لے۔

اس کے بعد جو تیس کے چند جوانوں کی ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے
 سوال فرمایا: تمہارے امراء کہاں ہیں؟

ان کے خطیب نے جواب دیا اونٹ کے نیچے پہنچ جاؤ۔ یہ کہہ کر وہ خطیب اپنے خطبہ میں مشغول ہو گیا۔
 حضرت علی رضی اللہ عنہ: یہ نہایت ہی برا خطیب ہے۔

جب بیعت کی تکمیل ہو چکی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا عامل بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا

ارادہ تھا کہ جب تک انتظامات درست نہ ہو جائیں اس وقت تک خود بصرہ میں قیام کریں۔

اشتر کی اونٹ کی پیشکش:

کلیب کا بیان ہے کہ مجھے اشتر نے حکم دیا کہ بصرہ میں جو سب سے زیادہ قیمتی اونٹ ہو وہ خرید لو۔ میں نے تلاش کر کے ایک نہایت قیمتی اونٹ خرید لیا۔ اشتر نے مجھے حکم دیا کہ اسے عائشہؓ بیٹہ کے پاس لے جاؤ اور ان سے میرا سلام کہنا اور یہ اونٹ پیش کرنا۔ میں وہ اونٹ لے کر حضرت عائشہؓ جہنم کی خدمت میں گیا انھوں نے اشتر کا نام سن کر اس کے لیے بددعا کی اور اونٹ واپس کر دیا۔ میں نے اشتر سے جا کر تمام واقعہ بیان کیا اس پر اشتر نے کہا کہ عائشہؓ بیٹہ مجھے اس لیے برا کہہ رہی ہیں کہ ان کا بھانجا جنگ میں ضائع ہو گیا۔

اشتر کی حضرت علیؓ جہنم سے ناراضگی:

اشتر کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ جہنم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ کا عامل بنا دیا ہے تو وہ غصہ میں بھٹا کر بولا کیا اسی لیے تم نے اس بوڑھے (عثمان جہنم) کو قتل کیا تھا کہ یمن عبداللہ بن عباسؓ بیٹہ کو دے دیا جائے حجاز تم بن عباسؓ بیٹہ کو بصرہ عبداللہ بن عباسؓ بیٹہ کو اور کوفہ خود علیؓ جہنم لے لیں۔

یہ کہہ کر اشتر نے اپنی سواری منگائی اور اس پر سوار ہو کر لشکر کو چھوڑ کر چلا گیا حضرت علیؓ جہنم کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے کوچ کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے چل کر اشتر کے سر پر پہنچ گئے اور اس کے سامنے یہ ظاہر ہونے لگیں کہ اس لشکر کی انہیں اطلاع مل چکی ہے اور فرمایا اتنی جلدی کیا ہے کہ ہمیں پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ آئے۔ حضرت علیؓ جہنم کو یہ خطہ پیدا ہوا تھا کہ اگر یہ لشکر چھوڑ کر چلا گیا تو لوگوں کے پاس جا کر ایک نیا فتنہ کھڑا کرے گا۔ اور ایک نئی بغاوت کھڑی ہو جائے گی۔

قاتلین عثمان جہنم کا لشکر علیؓ جہنم سے اخراج:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمدؐ وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب بصرہ والوں کے وفد کوفہ والوں کے پاس پہنچے اور حضرت عتقار جہنم ام المومنینؓ بیٹہ اور زبیر وطلحہؓ بیٹہ سے مل کر واپس آ گئے اور حضرت علیؓ جہنم کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ بھی صلح کے خواہاں ہیں تو حضرت علیؓ جہنم نے سب لوگوں کو جمع فرمایا اور ایک خطبہ دیا۔ حضرت علیؓ جہنم نے اللہ کی حمد و ثنا اور حضورؐ پر درود کے بعد زمانہ جاہلیت اور اس کی بدعتی کا ذکر کیا پھر اسلام کی سعادت کا ذکر کیا اور اس کے بعد فرمایا:

”اس امت پر یہ بھی اللہ کا ایک انعام تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ظلیفہ اٹول کے ذریعہ اس امت کے اتحاد کو برقرار رکھا پھر ضیفہ دو ٹکڑے اور سوئم کے زمانے میں بھی اسی طرح رہا۔ پھر یہ حادثہ پیش آیا اور مختلف قوموں نے اپنی دنیا طلبی کی خاطر امت میں پھوٹ ڈال دی اور ان لوگوں کو اس بات کا حسد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کو کیوں فضیلت عطا فرمائی۔ اس لیے یہ لوگ چاہتے تھے کہ زمانے کو پھر دور جاہلیت میں تبدیل کر دیں تاکہ ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت باقی نہ رہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم اور اپنے ارادے کو پورا کر کے رہتا ہے۔

خبردار! میں کل یہاں سے بصرہ کی جانب کوچ کروں گا۔ تم لوگ بھی میرے ساتھ کوچ کرو۔ اور ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص ہرگز نہ جائے جس نے حضرت عثمان جہنم کی شہادت میں کسی قسم کی معاونت کی ہو یا اس میں کسی قسم کا حصہ لیا ہو۔

یہ بے وقوف لوگ مجھ سے جدا ہو جائیں۔"

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

یہ اعلان سن کر وہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں حصہ لیا تھا یا قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی تھے یکجہ جمع ہوئے ان جمع ہونے والوں میں علماء بنی الحبشم، عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، سالم بن عبد اللہ، اعیسیٰ شریح بن اوفیٰ الصبیہ اور اشتر بنی شام تھے۔ اور مصریوں کے ساتھ ابن السوداء اور خالد بن ولید تھے۔ ان لوگوں میں باہم مشورہ ہوا۔ یہ لوگ کہنے لگے خدا کی قسم! یہ تو ایک ظاہری بات ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ کتاب اللہ سے واقف ہیں اس وجہ سے وہ لازماً ایک نہ ایک روز قرآن پر عمل کرتے ہوئے قاتلین سے قصاص کا مطالبہ کریں گے اور جس وقت وہ یہ مطالبہ کریں گے اس وقت کوئی مخالف نہ ہوگا اور ہماری تعداد دوسروں مقابلے میں کم ہو جائے گی اور وہ وقت ہوگا جب کہ علی رضی اللہ عنہ قوم پر جان دیں گے اور قوم ان پر جان دے گی اور جب ہماری تعداد اتنی بڑی کثرت کے مقابلے میں کچھ نہ ہوگی تو خدا کی قسم! انہیں دھکے دے دیے جائیں گے اور انہیں کسی جگہ بھی نجات کی صورت نظر نہیں آئے گی۔

اشتر بنی شامی: طلحہ وزیر حبشہ کے ارادوں سے تو ہم خوب واقف ہیں لیکن علی رضی اللہ عنہ کے ارادوں سے آج تک واقف نہ ہو سکے خدا کی قسم! تمام لوگوں کی ہمارے بارے میں ایک ہی رائے ہے اور اگر زہیر، طلحہ اور علی رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی تو وہ صلح ہمارے خونوں پر ہوگی آؤ کیوں نہ ہم علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کر کے اسے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیں اس سے ایک نیا فتنہ پیدا ہوگا جو ہماری مرضی کے عین مطابق ہوگا اور ہم اس میں سکون سے زندگی گزار لیں گے۔

عبداللہ بن السوداء: تمہاری رائے نہایت غلط ہے۔ اے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ! کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ ذی قار میں کوفہ کا ڈھائی ہزار لشکر موجود ہے اس کے علاوہ ابن حنظلہ کے ساتھ پانچ ہزار کا لشکر ہے یہ سب اس شوق میں مر رہے ہیں کہ تم سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی جائے یہ لشکر تیری پسلیاں بھی تو ذکر رکھ دے گا۔

علماء بنی الحبشم: یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم انہیں چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں اور انہیں آپس میں لڑنے دیں اگر لڑتے لڑتے ان کی تعداد کم ہو جائے گی تب ہم ان کے دشمنوں کی کثرت کے باعث ان پر غالب رہیں گے اور اگر یہ کثرت میں بھی ہوں گے تب بھی یہ تم سے ایک نہ ایک روز صلح کرنے پر مجبور ہوں گے اس لیے تم ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے شہروں کو چلو اور اس وقت تک خاموش بیٹھ رہو جب تک تمہارے شہروں میں کوئی ایسا امیر نہ آجائے جو تمہاری پشت پناہی کر سکے اور انہیں لوگوں سے بچا سکے۔

ابن السوداء: یہ رائے بھی انتہائی بری ہے جنہیں لوگوں سے محبت ظاہر کرنی چاہیے اس لیے اس وقت تم لوگوں کے دشمن ہو اور تم لوگوں کے ساتھ رہ کر بیعت نہیں سکتے اور اگر تیری رائے پر عمل کیا گیا تو ہمارے منتشر ہوجانے کی وجہ سے لوگ ہمیں ہر طرف سے گھیر لیں گے۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم! نہ تو میں کسی بات پر خوش ہوں اور نہ کسی بات پر ناراض۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی وجہ سے لوگ زبردست پریشانی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جو حالات گزر چکے وہ تو گزر چکے لیکن ہم اب لوگوں کی نظروں

میں گر چکے ہیں۔ ہمارے پاس گھوڑے بھی موجود ہیں اور بہترین ہتھیار بھی موجود ہیں اگر تم سب آگے بڑھو گے تو ہم بھی آگے بڑھ جائیں گے اور اگر تم اپنی جگہ رک جاؤ گے تو ہم بھی رک جائیں گے۔

ابن السوداء:

تم نے نہایت اچھی بات کہی ہے۔

سالم بن ثعلبہ:

تم میں سے اگر کوئی شخص دنیاوی زندگی کا طلب گار ہے تو میں اس کا طلب گار نہیں! خدا کی قسم! جب تم کل دشمن سے جنگ کرو گے تو میں اپنے گھر واپس نہ لوں گا اور اگر میری زندگی باقی بھی رہی تو میں تم سے اس حال میں ملاقات کروں گا کہ اونٹوں کو اچھی طرح ذبح کر کے آؤں گا اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو تم لوگوں کے سروں پر اپنی تلواروں کو اچھی طرح استعمال کرے گا تو معاملات انہی کے قبضہ میں ہوں گے جن کی تلوار ہوگی یعنی جس کی لاشیں اس کی بھیجیں۔

ابن السوداء:

یہ ایک کام کی بات ہے۔

شرح:

تم لوگ میدان میں نکلنے سے قبل ایک ایک فیصلہ کر لو اور اس کام کو مؤخر نہ کرو جس کا جلدی کرنا ضروری ہے اور جس کام کی تاخیر بہتر ہے اس میں تکت سے کام مت لو۔ ہم لوگوں کے نزدیک یہ نہایت ہی برے لوگ ہیں۔ اور یہ معلوم نہیں کہ جب کل یہ دونوں لشکر باہم ملاقات کریں گے تو ان کی ملاقات کا انجام کیا ہوگا۔

آخری فیصلہ:

ابن السوداء: اے لوگو! تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم ان لوگوں کے ساتھ ملے بٹلے رہو اور ان کے ساتھ مل کر کام کرو۔ اور جب کل دونوں فریق آپس میں ٹپس تو جنگ چھیڑ دو اور سوچئے تک کا موقع نہ دو۔ اور جب تم علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گے تو انہیں کوئی شخص ایسا نظر نہ آئے گا جس کے ذریعہ جنگ رکوا سکیں اس طرح اللہ علیٰ علیہ وسلم و زبیر رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں کو جو صلح کے خواہاں ہیں اور تمہاری خشاء کے خلاف کام کرنا چاہتے ہیں ایک مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔

اس رائے سے سب نے اتفاق کیا اور اس فیصلہ کے بعد یہ ٹولی منتشر ہو گئی۔ دیگر لوگوں کو ان حالات کی کچھ خبر نہ تھی۔

صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوچ کیا اور وہاں سے کوچ کر کے بنو عہد القیس کے پاس پہنچے اور ان کے بعد اہل کوفہ سے جا کر ملے جو سب سے آگے تھے لوگ ایک دوسرے سے مل جل رہے تھے۔ اہل بصرہ کو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کی اطلاع مل چکی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے قریب قیام فرمایا۔

حضرت زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کا فیصلہ:

جس وقت لشکر علی رضی اللہ عنہ بصرہ کے سامنے پہنچا تو ابوالجرباء نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے زبیر رضی اللہ عنہ! بہترین رائے یہ ہے کہ تم اسی وقت ایک جزا سوار روانہ کرو تا کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی پیچھے سے قبل ہی فیصلہ کر دیا جائے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: اے ابوالجرباء! ہم جنگی تدابیر سے خوب واقف ہیں لیکن ان لوگوں نے صلح کا پیغام دیا ہے اور یہ اختلاف ایسا نیا حادثہ ہے جو اس سے قبل پیش نہ آیا تھا۔ یہ ایک ایسا کام ہے کہ اگر کوئی شخص بلا وجہ اور بلا دلیل قیامت کے روز جب اللہ کے سامنے پیش ہوگا تو اس کا کوئی مدد قبول نہ ہوگا اور جب علی رضی اللہ عنہ ہم سے جنگ کرنا نہیں چاہتے اور وہ صلح کا پیغام بھیج رہے ہیں تو ان

سے جنگ جیمیزنا کیسے درست ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ آج صلح کی تکمیل ہو جائے گی تم لوگوں کو خوشی متانی چاہیے اور صبر کرنا چاہیے۔
اس کے بعد صبرۃ بن شیمان سامنے آیا اور بولا۔ اے طلحہ وزہیرؓ یہ موقعہ غنیمت ہے۔ آپ دونوں ہمیں لے کر چلیے کیونکہ جنگ میں تدبیر ببادری سے زیادہ کارگر ہوتی ہے۔

حضرت زہیرؓ: اے صبرو بھی مسلمان ہیں اور وہ بھی مسلمان ہیں اور آج سے قبل ہمارے سامنے جب کوئی معاملہ پیش آتا تو یا تو اس بارے میں قرآن نازل ہو جاتا یا سنت رسول اللہ ﷺ سے اس کا فیصلہ کیا جاتا۔ یہ ایک نیا معاملہ ہمارے سامنے پیش آیا ہے اور قوم کا یہ خیال ہے کہ آج لڑائی چھیڑنا مناسب نہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا خیال ہے ورنہ ہم بھی مناسب یہی سمجھتے تھے کہ آج مہلت دینا اور تاخیر کرنا مناسب نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی تو وہ چیز ہے جس کی ہم اس برائی سے قبل دعوت دیا کرتے تھے اور یہ قوم کی برائی سے بہتر ہے اگرچہ ظاہر یہ ایسا کام ہے جسے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ شاید یہ صلح مکمل کر ہمارے سامنے آجائے کیونکہ مسلمانوں کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپس میں ایثار سے کام لیں۔

کعب بن سور کو اس کی قوم کا جواب:

کعب بن سور نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا: جب اس لشکر کا اگلا حصہ یہاں پہنچ گیا ہے تو اب تمہیں کس شے کا انتظار ہے۔ ان کی گردنیں اتار دو۔

اس کی قوم نے جواب دیا: اے کعب یہ ایسا معاملہ ہے جس کا تعلق ہمارے بھائیوں سے ہے۔ اور ابھی تک اس کی حالت ہم پر مشتبہ ہے۔ خدا کی قسم! جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مبعوث فرمایا ہے اس وقت سے آپ کے صحابہؓ نے کوئی ایسی راہ اختیار نہیں کی تھی جس کے بارے میں ہم یہ نہ جانتے ہوں کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ لیکن یہ معاملہ ایسا ہے کہ ہم ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ ہمیں آگے بڑھنا چاہیے یا پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔ آج کے دن کیا طریقہ بہتر ہے اور کون سا طریقہ ہمارے بھائیوں کو برا معلوم ہوگا ہو سکتا ہے کہ کل یہ کام ہمارے نزدیک برا ہو اور ہمارے بھائی اسے بہتر سمجھیں۔ ہم ان کے سامنے ایک جہت پیش کرنا چاہتے ہیں ممکن ہے کہ وہ اسے جہت نہ سمجھیں اور ہمارے دوسرے ہم خیال لوگوں کے مقابلے پر جہت میں پیش کریں۔ ہم تو صلح کے خواست گار ہیں بشرطیکہ یہ لوگ بھی اسے قبول کر لیں اور اسے پورا کر دکھائیں۔ ورنہ آٹری علاقہ تو داغ لگانا ہی ہے۔

طلحہ وزہیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خیالات:

اہل کوثر کے کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اس قوم سے جنگ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ ان سوال کرنے والوں میں عمرو بن بنانؓ ائمہؓ کی بھی داخل تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: لوگوں کی اصلاح کرنا اور دکھتی آگ کو بجھانا بہتر ہے شاید اللہ تعالیٰ اس ذریعہ سے اس امت کو متحد فرمادے اور یہ باہمی اختلافات ختم ہو جائیں اور مجھے امید ہے کہ یہ لوگ میری بات قبول کر لیں گے۔

امرو: اگر انھوں نے ہماری بات قبول نہ کی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو اس وقت تک ہم ان سے جنگ نہ کریں گے جب تک یہ ہم سے جنگ نہ کریں۔

اعور: اگر ان لوگوں نے ہم سے جنگ کی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہم اپنی جانوں کی مدافعت کریں گے۔

اعور: کیا انہیں بھی اسی طرح اجر ملے گا۔ جس طرح ہمیں اجر ملے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہاں ضرور ملے گا۔

ابو سلامۃ الدلائی نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ کیا ان لوگوں کے لیے شرعی طور پر یہ دلیل کافی ہے کہ وہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ان کی نیت اس سے اللہ عزوجل کی رضامندی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہاں!

ابو سلامۃ: آپ نے جو قصاص عثمان رضی اللہ عنہ میں تاخیر فرمائی ہے کیا آپ کے لیے یہ جواز کی دلیل بن سکتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہاں! کیونکہ جب کسی شے کی اصل حقیقت کا علم نہ ہو تو اس میں حکم یہ ہے کہ ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس میں احتیاط پائی جاتی ہو اور جس کا نفع عام ہو۔

ابو سلامۃ: اگر کل ہماری اور ان کی جنگ ہوگئی تو اس کا آخرت میں انجام کیا ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: مجھے امید ہے کہ ہمارا یا ان کا جو شخص مارا جائے گا بشرطیکہ اس کی غرض رضائے خداوندی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

مالک بن حبیب نے کھڑے ہو کر سوال کیا۔ آپ کی جب ان لوگوں سے ملاقات ہوگی تو آپ کیا طریقہ کار اختیار کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ہم پر بھی اور ان پر بھی یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکی ہے کہ اصلاح اسی میں ہے کہ اس جنگ سے باز آ جانا چاہیے۔ اگر وہ میری بیعت کر لیتے ہیں تو بہت ہی بہتر ہوگا اور اگر وہ جنگ کے علاوہ کسی چیز پر تیار نہ ہوں گے تو یہ ایک ایسا زخم ہوگا جو کبھی بھر نہیں سکتا۔

مالک: جنگ ہوئی تو ہمارے مقتولوں کا کیا حشر ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: جس کی غرض و غایت اللہ عزوجل کی رضا ہے تو اسے اس کا فائدہ ضرور پہنچنے کا اور یہ اس کی نجات کا سبب ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کا خطبہ:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک عام خطبہ دیا اور اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

”اے لوگو! اپنی جانوں کو اپنے قابو میں رکھو! اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور ان لوگوں کو کچھ کہنے سے اپنی زبانیں بند رکھو کیونکہ وہ بھی تمہارے بھائی ہیں۔ اگر تمہارے ساتھ وہ کچھ زیادتی کریں تو تم صبر کرو اور ہم سے آگے بڑھنے سے احتراز کرو کیونکہ جو آج دشمنی برتے گا وہ کل بھی دشمن ہی سمجھا جائے گا۔“

اس خطبہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوچ کا حکم دیا اور آگے بڑھ کر پہلے مقدمہ انکیش کو آگے جانے کا حکم دیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس قوم کے پاس پہنچے جن کے پاس حکیم بن سلامہ اور مالک بن حبیب کو روانہ کیا تھا۔ تو ان سے فرمایا اگر تم اسی فیصلہ پر قائم

ہو جو قحطی، بھڑکھڑکے آئے تھے تو تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور ہمارے لشکر کو چھپاتے رہو اور ہمیں اس کا موقعہ دو کہ ہم اس معاملے پر غور کر سکیں۔

بنو قیس کی جنگ سے علیؑ کی:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مقام پر پہنچے جہاں بنو قیس ٹھہرے ہوئے تھے تو ان کے لشکر کو دیکھ کر بنو سعد آستینیں چڑھائے ہوئے لشکر علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے ان کے ساتھ اخف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ بنو سعد وہ قبیلہ تھا جس نے حرقوس بن زبیرؓ کو اپنی پناہ میں لے لیا تھا اور یہ قبیلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کا خواہاں نہ تھا۔

اخف رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا بھرہ میں جو ہماری قوم کے لوگ ہیں ان کا خیال ہے کہ اگر آپ کل ان پر غالب آگئے تو آپ ان سب کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو باندیاں بنالیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کچھ ایسا جیسے یہ توقع بھی کی جاسکتی ہے اور کیا یہ صورت کفار کے علاوہ کسی اور کے لیے حلال ہے؟ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

﴿لَسْتُ عَلَيْهِمْ بِمُضَيِّقٍ إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَخَفَى﴾

”آپ ان کے داروغہ نہیں ہیں۔ سوائے اس شخص کے جس نے روگردانی کی اور کفر اختیار کیا۔“

اور یہ سب لوگ مسلمان ہیں کیا تو اپنی قوم کو مجھ سے بچالے گا۔

اخف رضی اللہ عنہ: ہاں! میں اپنی قوم کو بچا سکتا ہوں۔ آپ میری دو باتوں میں سے ایک قبول فرمائیں اگر آپ پسند فرمائیں تو میں تنہا آپ کے ساتھ جنگ میں شامل ہو جاتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو میں دس ہزار لنگی تلواریں آپ سے روک لوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: مجھے تمہاری دوسری رائے پسند ہے۔

اخف رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے پاس واپس گیا اور چلا کر آواز دی۔ اسے آل خندف جب بنو خندف آگئے تو بنو تمیم کو آواز دی۔ جب وہ بھی آگئے تو بنو سعد کو پکارا اور انھیں حکم دیا کہ سب لوگ جنگ سے علیحدہ رہیں۔ اخف رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو لے کر علیحدہ ہو گیا اور یہ دیکھتا رہا کہ اس اختلافات کا کیا انجام ہوتا ہے۔ جب جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مایاب ہو گئے تو ان لوگوں نے بھی آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا صحابہؓ سے سوال:

اخف رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مؤرخین نے نقل کیا ہے لیکن محدثین کرام نے اخف رضی اللہ عنہ سے جو واقعہ نقل کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے اخف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے بھرہ سے حج کے ارادہ سے کوچ کیا تھا اور امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شولیت کی غرض سے ہم پہلے مدینہ گئے۔

بنو تمیم اپنی منزل پر کھاوے اتارنے میں مشغول تھے کہ ایک شخص گھبراہٹ سے آیا اور بولا لوگ پریشانی میں مبتلا ہیں اور مسجد میں جمع ہیں۔ ہم مسجد میں پہنچے وہاں لوگ جمع تھے اور درمیان میں علی رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاصؓ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت

عثمانؓ جیٹھ تشریف لائے اور لوگوں نے ہمیں بتایا کہ یہ عثمانؓ جیٹھ ہیں۔ حضرت عثمانؓ جیٹھ بیمار تھے اور سر سے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے مسجد میں پہنچ کر سوال کیا کیا علیؓ جیٹھ یہاں موجود ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا۔ جی ہاں موجود ہیں۔ پھر انہوں نے طلحہ اور زہیر بیٹے کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا جی ہاں وہ بھی موجود ہیں۔ حضرت عثمانؓ جیٹھ نے ان سب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”میں تمہیں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کون شخص ہے جو فلاں کا باغ خریدے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا۔ میں نے وہ باغ بیس یا پچیس ہزار میں خریدا اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے وہ باغ خرید لیا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا اسے مسجد میں شامل کر دو تمہیں اس کا اجر ملے گا۔“

صحابہؓ نے عرض کیا آپؐ سچ فرماتے ہیں۔ احنفؓ جیٹھ کہتے ہیں اس کے بعد حضرت عثمانؓ جیٹھ نے اور بھی کئی امور ذکر فرمائے۔

خلافت علیؓ کی خلافت پر طلحہ و زہیر بیٹے کی رضامندی:

احنفؓ جیٹھ کہتے ہیں اس واقعہ کے بعد میں طلحہ و زہیر بیٹے کی خدمت میں گیا اور ان سے عرض کیا میری ناقص رائے تو یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ جیٹھ شہید کر دیے جائیں گے۔ آپؐ یہ فرمائیے کہ میں ان کے بعد کس کی بیعت کروں۔ حضرت طلحہ و زہیر بیٹے نے جواب دیا علیؓ جیٹھ کی۔

احنفؓ جیٹھ: کیا آپؐ دونوں حضرات خلافت علیؓ جیٹھ پر راضی ہیں۔ اور کیا نے الواقع آپؐ دونوں مجھے ان کی بیعت کا حکم دے رہے ہیں؟

طلحہ و زہیر بیٹے: ہاں!

خلافت علیؓ کی خلافت پر حضرت عائشہؓ کی رضامندی:

احنفؓ جیٹھ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں مکہ چلا گیا ابھی میں مکہ میں مقیم تھا کہ حضرت عثمانؓ جیٹھ کی شہادت کی خبر ملی۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ بیٹھ بھی مکہ میں تشریف فرما تھیں۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپؐ مجھے کس شخص کی بیعت کا حکم دیتی ہیں۔

حضرت عائشہؓ بیٹھ: علیؓ جیٹھ کی بیعت کرلو۔

احنفؓ جیٹھ: کیا آپؐ علیؓ جیٹھ کی خلافت پر راضی ہیں؟

حضرت عائشہؓ بیٹھ: ہاں!

حضرت عائشہؓ بیٹھ کا یہ حکم ملنے کے بعد میں مدینہ واپس آیا اور وہاں پہنچ کر میں نے حضرت علیؓ جیٹھ کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد میں اپنے گھر والوں کے پاس بصرہ چلا آیا اور مجھے یہ یقین ہو چکا تھا کہ اب خلافت کا معاملہ مستحکم ہو گیا ہے اور اب اس میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی۔

احنف رضی اللہ عنہ کی پریشانی:

احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بنو بصرہ ہی میں مقیم تھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور علیہ زبیر رضی اللہ عنہ لے کر ہوئے خربہ کے ایک کنارے پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں نے اس خبر سے سوال کیا کہ آخر یہ لوگ کس ارادے سے آئے ہیں۔

خبر: ان لوگوں نے تمہیں بتایا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے لیے تم سے مدد کے طلب گار ہیں۔
احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر میں عجیب پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ کیونکہ یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ میں ان لوگوں کی رسوائی کا سبب بنتا جن کے ساتھ ام المؤمنین اور رسول اللہ ﷺ کے حواری موجود ہوں۔ میرا دل ہرگز یہ گوارا کرنے کے لیے تیار نہ تھا کہ میں ان لوگوں کے مقابلے پر جاؤں۔

دوسری جانب یہ بھی ایک ناممکن مسئلہ تھا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر حضور کے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر جاؤں حالانکہ انہی لوگوں نے مجھے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا حکم دیا تھا۔
احنف رضی اللہ عنہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو:

آخر کار میں ان لوگوں کے پاس گیا۔ ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو مظلوم شہید کیے گئے ہیں تم ان کا قصاص لینے کے لیے ہماری مدد کرو۔

احنف رضی اللہ عنہ: میں نے عرض کیا اے ام المؤمنین! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ میں نے جب آپ سے یہ دریافت کیا تھا کہ میں کس کی بیعت کروں تو آپ نے فرمایا تھا علی رضی اللہ عنہ کی۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: تم سچ کہتے ہو لیکن حالات بھی تو بدل گئے ہیں۔

اس کے بعد میں نے علیہ زبیر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اے رسول اللہ ﷺ کے حواری کیا میں نے آپ سے یہ سوال نہ کیا تھا کہ میں کس کی بیعت کروں تو آپ دونوں حضرات نے مجھے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا حکم دیا۔
احنف رضی اللہ عنہ کی جنگ سے علیحدگی:

احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ام المؤمنین اور علیہ زبیر رضی اللہ عنہ کے سامنے تین صورتیں پیش کیں کہ یا تو وہ مجھے جس کی طرف جانے دیں تاکہ سر زمین نجف میں پہنچ کر میں اس وقت تک علیہ زبیر ہوں جب تک اللہ تعالیٰ اس اختلاف کا فیصلہ نہ فرمادیں یا ام المؤمنین رضی اللہ عنہا مجھے مکہ جانے کی اجازت دے دیں تاکہ میں وہاں جا کر خاموش بیٹھ جاؤں اور فیصلہ کا انتظار کرتا رہوں یا قریب ہی کسی مقام پر مجھے علیہ زبیر بیٹھ جانے کی اجازت دیں۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا: ہم معاملہ پر غور کر کے تمہیں اپنے فیصلے سے مطلع کر دیں گے۔ لیکن کچھ دیر بعد ان لوگوں نے فرمایا تم جبر جاسکتے اور اور اپنے حالات سے باخبر کرتے رہنا۔ لیکن تم جیسے عقلمند انسان کا اتنے دور چلے جانا مناسب نہیں۔ لہذا تم قریب ہی رہو۔ تاکہ تمہیں تمام حالات معلوم رہیں اور علی رضی اللہ عنہ کے طریقہ کار کو بھی تم دیکھ سکو۔

اس فیصلے کے بعد احنف رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ میں گوشہ نشینی اختیار کر لی یہ مقام بصرہ سے چھ میل تھا احنف رضی اللہ عنہ کے ساتھ چھ

بزار آدمی جنگ سے علیحدہ ہو گئے۔

اخف جہنم کہتے ہیں کہ میری علیحدگی کے بعد دونوں فوجوں میں جنگ ہوئی اور سب سے اول حضرت علی بن عبید اللہ جہنم شہید ہوئے۔ کعب بن سوذر آن اٹھائے ہوئے دونوں لشکروں کو حکم قرآن قبول کرنے کی دعوت دے رہے تھے۔ لیکن کسی نے قبول نہ کیا حتیٰ کہ دونوں طرف کے بہت سے آدمی قتل ہو گئے۔

شہادت زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ سے علیحدگی اختیار کر کے صفوان چلے گئے۔ یہ مقام بصرہ سے اتنے ہی فاصلے پر واقع ہے جتنا کہ قادسیہ۔ بنو ہاشم کا ایک شخص غمر نامی راہ میں ملا۔ اس نے ان سے عرض کیا اے عواری رسول اللہ ﷺ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ میرے ساتھ چلے میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں آپ کی جانب کوئی نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ اخف جہنم کے پاس چلے گئے اور اس شخص کی امان کو منظور کر لیا۔ اخف جہنم نے عرض کیا۔ اب آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: مسلمانوں نے ایک دوسرے کو تلواروں سے کاٹ کر رکھ دیا ہے اس لیے اب سب سے بڑی چیز مسلمانوں کا اتحاد ہے اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے غمر کے ساتھ اس کے گھر چلے گئے۔

یہ تمام باتیں عمیر بن جرموز فضالہ بن حابس اور نضیع بھی سن رہے تھے۔ یہ تینوں زبیر رضی اللہ عنہ اور غمر کے پیچھے لگ گئے اس وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ایک کمزور سے گھوڑے پر سوار تھے۔ عمیر بن جرموز نے ان کے پیچھے سے نیزے کا وار کیا۔ لیکن وار اوچھا پڑا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پلٹ کر حمل کیا ان کا حملہ اتنا سخت تھا کہ عمیر کو اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ اس نے نافع اور فضالہ کو آواز دی یہ دونوں اس کی مدد کے لیے پہنچ گئے اور تینوں نے مل کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

اخف جہنم کا یہ تمام واقعہ یعقوب بن ابراہیم نے عمر بن جادان سے بھی نقل کیا ہے۔

ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن بشیر بن عاصم اور ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ رذہ میں مقیم تھے تو ان کی خدمت میں کوفہ سے ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انھوں نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو وہاں جو حالات پیش آئے تھے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جو مدد دینے سے انکار کیا تھا۔ یہ تمام واقعات بیان کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ تمام واقعات سن کر فرمایا۔ میں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور مجھ سے اشترنے کو کوفہ کی امارت کی درخواست بھی کی ہے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ واپس بھیجا اور ان کے ہاتھ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط لکھ کر روانہ کیا:

”میں ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو تمہارے پاس روانہ کر رہا ہوں تم ان کے ساتھ کوفہ سے میری مدد کے لیے آدمی روانہ کرو میں نے تمہیں کوفہ والی اسی لیے بنایا تھا کہ تم حق پر میری اعانت کرو۔“

یہ خط پہنچنے کے بعد حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے سائب بن مالک اشعری رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور انھیں خط پڑھ کر سنایا اور ان سے رائے

عطب کی۔ انھوں نے فرمایا۔ خط آپ کے نام ہے اگر آپ اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن میں اپنی ذات کے لیے اس جنگ میں شرکت ہرگز چاہتا نہیں سمجھتا۔

ہاشم بن عبد بن جہل نے یہاں کے حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خط تحریر کیا۔ اس میں لکھا کہ یہاں میرا واسطہ ایک ایسے شخص سے پیش آ رہا ہے جس میں انتہائی غلو پایا جاتا ہے۔ یہ شخص انتہائی مشاق ہے کیونکہ اور عداوت اس کے لب و لہجہ سے ظاہر ہے۔ ہاشم نے یہ خط مکمل بن حلیفہ الطائی کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی معزولی:

ہاشم کا خط پہنچنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو کوفہ روانہ کیا۔ تاکہ یہ لوگ اہل کوفہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت پر آمادہ کریں اور انھی کے ساتھ قرظہ بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا امیر بنا کر بھیجا اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر کیا۔ اس میں لکھا:

”مجھے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں تمہارے عہدے سے سبکدوش کر دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس نیک کام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں لکھا ہے میں حسن بن علی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو اس لیے روانہ کر رہا ہوں تاکہ وہ لوگوں کو میری امداد پر آمادہ کریں اور قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ کو شہر کا والی بنا کر بھیج رہا ہوں۔ تم ذلیلانہ اور عاجزانہ طور پر ہماری حکومت ان کے سپرد کر دو اگر تم نے حکومت ان کے سپرد نہ کی تو میں نے حکم دیا ہے کہ قرظہ رضی اللہ عنہ تم سے زبردستی حکومت چھین لیں۔ اگر تم نے حکومت دینے میں اس سے مقابلہ کیا اور پھر وہ کامیاب ہو گیا تو وہ تمہاری جڑیں کاٹ کر پھینک دے گا۔“

یہ خط جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو وہ فوراً حکومت سے علیحدہ ہو گئے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تقریر:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کوفہ کی مسجد میں تشریف لے گئے ان دونوں حضرات نے لوگوں سے مخاطب ہو کر

فرمایا:

”اے لوگو! امیر المومنین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جو اتنا طویل سفر اختیار کیا ہے تو اب وہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس میں میری حیثیت ایک ظالم کی ہوگی یا ایک مظلوم کی میں ہر اس شخص کو جو حقوق خداوندی کا پاس کرتا ہے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ فوراً میری مدد کے لیے روانہ ہو جائے۔ کیونکہ اگر میں مظلوم ہوں تو اسے میری اعانت کرنی چاہیے اور اگر میں ظالم ہوں تو اسے مجھ سے مطالبہ کرنا چاہیے۔ خدا کی قسم طلحہ و زہیر علیہما السلام وہ اشخاص ہیں جنہوں نے سب سے اوّل میری بیعت کی تھی اور ان دونوں ہی نے سب سے پہلے غداری کی ہے تو کیا میں مال قربان کر کے یا حکم تبدیل کر کے ان کی خوشی پوری کر سکتا ہوں تم سب لوگ فوراً یہاں سے کوچ کرو اور لوگوں کو بھلائی کا حکم دو۔ اور برائی سے روکو۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامت:

عمرو بن ابی الحسن ابو جھنڈ جابر اور جھمی کے حوالے سے ابو الطفیل کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تمہارے پاس کوفہ سے بارہ ہزار لشکر آ رہا ہے۔ جب یہ لشکر آیا تو ذی قار کے ایک کونہ پر ایک شخص نے بیٹھ کر اس لشکر

کوشا رکھا تو اس میں ایک آدمی کم تھا نہ زیادہ۔

کوفی لشکر:

عمر بن ابوالحسن بشیر بن عاصم محمد بن ابی لیلیٰ کے حوالے سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد کے لیے کوفہ سے بارہ ہزار کا لشکر آیا تھا۔ اور یہ سات حصوں پر منقسم تھا۔ ایک حصہ میں قریش، کنانہ، اسد، حمیر، رباب اور مزینہ شامل تھے۔ ایک حصہ میں بنو بکر بن وائل اور بنو تغلب تھے ان کے امیر وعلتہ بن معدو ج الذہلی تھے ایک حصہ مدجن اور اشعرین پر مشتمل تھا ان کے امیر جمر بن عدی تھے ایک حصہ میں جبیلہ، انصار، شعم اور ازد شامل تھے۔ ان کے امیر صفح بن سلیم الازدی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بصرہ آمد:

عمر بن شعبہ نے ابوالحسن اور مسلمہ بن محارب کے ذریعہ قنادہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذی قارہ سے کوچ فرما کر بصرہ کے سامنے زاویہ میں قیام کیا، احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کہلا کر بھیجا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں اور اگر آپ فرمائیں تو چار ہزار تلواریں آپ کے مقابلے سے روک دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے احنف رضی اللہ عنہ کے پاس کہلا کر بھیجا۔ تم نے اپنے ساتھیوں کے لیے صلح کی کس لیے بہتر سمجھی ہے۔ احنف رضی اللہ عنہ نے جواباً کہلا یا اس لیے کہ ان کی جنگ صرف اللہ عزوجل کی خاطر ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس کہلا کر بھیجا کہ بہتر یہ ہے کہ تم ان لوگوں کو جنگ سے روک رکھو۔

شقیق بن ثور کی آمد:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لشکر زاویہ سے چل کر عبداللہ بن زیاد کے قصر کے سامنے جا کر ٹھہرا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی فرسخ سے اپنا لشکر لے کر یہیں آ گئیں اور دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے رو برو پڑاؤ ڈالا۔

اسی دوران شقیق بن ثور نے عمرو بن مروم العبدی کے پاس آ دی روانہ کیا کہ تم بھی لشکر لے کر آؤ اور راہ میں مجھے ساتھ لیتے جانا۔ میرا ارادہ لشکر علی رضی اللہ عنہ میں شمولیت کا ہے یہ دونوں شخص بنو عبدالمطلب اور بنو بکر بن وائل کو ساتھ لے کر آئے اور امیر المومنین کے لشکر میں شامل ہو گئے لوگوں کا ان قبیلوں کے بارے میں یہ خیال تھا کہ یہ قبیلے جس کے ساتھ جنگ میں شامل ہو جائیں وہ ضرور کامیاب ہوتا ہے۔

شقیق بن ثور نے ان قبیلوں کا جھنڈا اپنے غلام اشراشہ نامی کو دے دیا اس پر وعلتہ بن معدو ج الذہلی نے اس کے پاس کہلا کر بھیجا کہ تم نے حسب و نسب کا کچھ بھی خیال نہ کیا اور اپنی قوم کی عزت اشراشہ کے ساتھ میں دے دی۔ شقیق نے اسے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ جس طرح آج ہم نے اپنی بڑائی کو بالائے طاقت رکھ دیا ہے اسی طرح تم بھی اپنی بڑائی کا خیال ترک کر دو۔

یہ دونوں لشکر آٹھ ماہ کے لیے تین روز تک ٹھہرے رہے اس دوران میں ان لشکروں میں کسی قسم کی جنگ نہیں ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیغامبر لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا میں آ جا رہے تھے اور آپس میں پیغام رسانی کا سلسلہ جاری تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے گفتگو:

عمر بن ابوبکر البہذی کے ذریعہ قنادہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زاویہ سے طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ

میں سے لشکر کی جانب کو چلا گیا اور لشکر عاکشہ جیسے بھی فوج سے لشکر علی رضی اللہ عنہ کی جانب بڑھ رہا تھا یہ دونوں لشکر نصف جمادی الاخر میں میدان بن زیاد کے قصر کے سامنے ٹھہرے۔ یہ جمعرات کا روز تھا۔

جب دونوں لشکر آمنے سامنے ٹھہر گئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اٹھیا رہا کہ کرا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں نکلے۔ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ زبیر رضی اللہ عنہ جا رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہ میں زبیر رضی اللہ عنہ اس لائق ہیں کہ اگر انہیں اللہ یاد دلایا جائے تو وہ طلحہ رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت زیادہ خدا کا خوف کر سکتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد سامنے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جاتے ہوئے نظر آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کے پاس تشریف لے گئے حتیٰ کہ ان تینوں حضرات کے گھوڑوں کی گردنیں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”تم دونوں نے بہت سا لشکر سامان حرب اور گھوڑے جمع کر لیے ہیں لیکن یہ تو بتاؤ کہ اللہ کے سامنے پیش کرنے کے لیے کون سا عذر تیار کیا ہے۔ تم دونوں اللہ سبحانہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جو سوت کا تنے کے بعد اسے ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں کیا تم پر میرا خون اور مجھ پر تمہارا خون حرام نہیں۔ وہ کون ایسا وجہ ہے جس کے باعث تمہارے نزدیک میرا خون حلال ہو گیا ہے؟“

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ: آپ نے لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر ابھارا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: جس روز اللہ تعالیٰ لوگوں کو پورا پورا بدلہ دیں گے اس روز لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ اصل حق کیا ہے۔ اے طلحہ رضی اللہ عنہ تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کر رہے ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے قاتلین پر لعنت فرمائے۔

اے زبیر رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں وہ دن یاد نہیں جس روز تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بنو غنم کے محلہ سے گزر رہے تھے تو حضور میری جانب دیکھ کر نئے اور تم حضور کی جانب دیکھ کر ہنسنے لگے اور تم نے اس وقت یہ بھی کہا کہ یہ ابوطالب کا بیٹا اپنی برائی سے باز نہیں آتا تمہاری اس بات پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ ابوطالب کے بیٹے میں تو کوئی برائی نہیں ہے۔ اور اس کے بعد حضور نے تم سے مخاطب ہو کر فرمایا اے زبیر! تم ایک روز اس سے جنگ کرو گے حالانکہ تمہاری زیادتی ہو گی۔“

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: تم نے سچ کہا ہے اور خدا کی قسم! اگر مجھے حضور کا یہ فرمان پہلے سے یاد ہوتا تو میں ہرگز یہ سفر نہ کرتا اور خدا کی قسم!

اب میں تم سے ہرگز بھی جنگ نہ کروں گا۔

اس گفتگو کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس چلا آئے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی جنگ سے علیحدگی:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ چونکہ یہ عہد فرما چکے تھے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کریں گے اس لیے وہ اس عہد کا پاس کرتے ہوئے میدان سے واپس لوٹے اور حضرت عاکشہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا اے ام المومنین آپ کا جو فیصلہ ہے تو غور و فکر کے بعد میں آپ کے فیصلہ سے متفق نہیں۔

حضرت عاکشہ رضی اللہ عنہ: آخر تمہارا کیا ارادہ ہے؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: غیر ارادہ ہے کہ میں ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر خود نہیں چلا جاؤں۔
عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ: پہلے تو تم نے یہ دو غار کھودے اور جب لوگ ان غاروں میں گرنے لگے تو تم انہیں چھوڑ کر چنا چاہتے ہو
دراصل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے جھنڈے دیکھ کر تمہیں یقین ہو گیا ہے کہ ان کے نیچے تمہاری موت ہے اس
لیے تم میدان چھوڑ رہے ہو۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: میں قسم کھا چکا ہوں کہ اب علی رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کروں گا اور مجھے وہ بات بھی یاد ہے جو مجھے اس نے یہ دد لائی
تھی۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: تو آپ اپنی قسم کا کفارہ دے دیجیے اور جنگ کیجیے۔
اس گفتگو کے بعد عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے غلام کھول کو بلایا اور اسے آزاد کر دیا اس واقعہ کو عبدالرحمن بن سلیمان
انہی نے ان اشعار میں ذکر کیا ہے۔

لَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ أَحْسَنَ إِخْوَانٍ أَعْصَبَ مِنْ مُكْغَفِرِ الْإِيمَانِ
بِالْيَقِينِ فِي مُغْفِيَةِ الرَّحْمَانِ

ترجمہ: ”میں نے آج سے زیادہ بھائی کا دل نہیں دیکھا۔ مجھے تو قسم کا کفارہ دینے والے پر تعجب ہے۔ کہ وہ خدا کی نافرمانی
میں غلام آزاد کر رہا ہے۔“

يُغْنِيكَ مَكْحُولًا لَتُؤُونَ دِينِهِ خُفَّازَةً لِّلَّهِ عَنْ مُبِيبِهِ
وَالنَّكَثُ قَدْ لَاحَ عَلَى حَبِيبِهِ

ترجمہ: اس نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے کھول کو آزاد کیا اور اس طرح قسم کا کفارہ ادا کیا۔ اس کے بیٹے کی نظر میں قسم تو زودینا
زیادہ بہتر تھا۔“

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور بنو عدی کا فیصلہ:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلہ والوں کے پاس کہلا بھیجا کہ تم احنف رضی اللہ عنہ کی طرح دونوں فریق سے علیحدہ رہو
اس کے بعد حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے عدی کے پاس قاصد بھیجا۔ قاصد جب وہاں پہنچا تو اس نے بنو عدی کو مسجد کے دروازے پر جمع کیا
اور کہا کہ ابو نجید عمران بن حصین رضی اللہ عنہ تم لوگوں کو سلام کہا ہے اور یہ کہلا کر بھیجا ہے کہ خدا کی قسم اگر میں حصین پہاڑ پر بکریاں اور
بھیریں لے کر چلا جاؤں اور وہاں میں ان کا دودھ پیا کروں اور ان کے بال کاٹا کروں تو مجھے یہ اس سے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ
میں ان دونوں جماعتوں میں سے کسی جماعت میں شامل ہو کر دوسرے فریق پر ایک حیر چلاؤں۔

اس پر بنو عدی نے ایک آواز ہو کر جواب دیا کہ خدا کی قسم ہم رسول اللہ ﷺ کی زوجہ کو چر گز نہیں چھوڑ سکتے۔

عمرو بن علی نے بڑے بن ذریع اور ابو القاسم العدوی کے ذریعہ جبیر بن الرقیع کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت عمران بن حصین
رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا اور فرمایا تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور ان سب کو جمع کر کے ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی عمران بن
حصین رضی اللہ عنہ نے مجھے تمہارے پاس روانہ کیا ہے۔ وہ تمہیں سلام کہتے ہیں اور اس اللہ کی قسم کھا کر فرماتے ہیں جس کے عداؤ کوئی معبود

نہیں کر بیٹھے یہ پسند ہے کہ میں ایک جھٹی غلام ہو جاؤں جس کے ناک کان کئے ہوتے اور پہاڑ کی چوٹی پر مرتے دم تک بھریاں چراتا رہتا۔ لیکن یہ پسند نہیں کران دونوں جماعتوں میں سے کسی کے ساتھ شریک ہو کر دوسرے پر تیر چاؤں۔

جب قصبہ ہاں پہنچا اور اس نے بنو عدی کو جمع کر کے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا یہ پیغام پہنچایا تو تمام رؤسائے قبیلہ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! ہم کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ نہیں چھوڑ سکتے۔

اس طرح اہل بصرہ کئی فرقوں میں منقسم تھے۔ ایک جماعت تو طلحہ و زہیر بنی ہاشم کے ساتھ تھی دوسری جماعت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور تیسری جماعت کسی کے ساتھ بھی جنگ میں شامل نہ ہونا چاہتی تھی۔

کعب بن سور کی کوشش:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس مکان میں تشریف فرما تھیں اسے چھوڑ کر قبیلہ ازد میں تشریف لے آئی تھیں اور مسجد طلحان میں قیام فرمایا۔ آئندہ جنگ انہی ازدیوں کے میدان میں ہوئی تھیں۔ ان ازدیوں کا سردار صبرہ بن حیمان تھا اس سے کعب بن سور نے کہا کہ شکر جب آپس میں مل جاتے ہیں تو پھر ان کا رکنا مشکل ہو جاتا ہے تم میری بات مانو اور جنگ میں ذرا سا بھی حصہ نہ لو اور اپنی قوم کو لے کر علیحدہ ہو جاؤ۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ صلح نہ ہو سکے گی۔ اس لیے تم قبیلہ مضر اور ہبہ کو آپس میں لڑنے دو۔ اگر یہ صلح کر لیتے ہیں تو بہت ہی بہتر ہے اور اگر یہ دونوں آپس میں لڑتے ہیں تو کل فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہوگا یہ کعب زمانہ جاہلیت میں عیسائی تھے۔

صبرہ نے جواب دیا مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ تجھ میں ابھی تک نصرانیت باقی ہے۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں لوگوں کی اصلاح سے علیحدہ رہوں؟ اور کیا تو یہ چاہتا ہے کہ اگر صلح نہ ہو تو میں ام المومنین اور طلحہ و زہیر رضی اللہ عنہما کو رسوا کر دوں۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ ترک کر دوں۔ خدا کی قسم میں تو ایسا ہرگز نہ کروں گا الغرض اہل یمن نے جنگ میں شرکت کا فیصلہ کر لیا۔

بنو حنظلہ کا فیصلہ:

سری نے شعیب، سیف اور ضریس انہی کے حوالے سے ابن لعمیر کا یہ بیان میرے پاس تحریر کر کے روانہ کیا۔ کہ جب اخف بن قیس، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے واپس لوٹا تو اس کی ملاقات بلال بن وکیع بن مالک بن عمرو سے ہوئی بلال نے اس سے دریافت کیا، کیا ارادہ ہے؟

اخف رضی اللہ عنہ: علیحدہ رہنے کا۔ لیکن تمہارا کیا ارادہ ہے؟

بلال: ام المومنین کی حمایت کرنے کا۔ کیا تم ہمارے سردار ہوتے ہوئے ہمارا ساتھ چھوڑ دو گے؟

اخف رضی اللہ عنہ: میں تو آئندہ اس وقت بھی سردار ہوں گا جب تو قتل کر دیا جائے گا اور میں زندہ بچ جاؤں گا۔

بلال: یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ تو تو بوڑھا آدمی ہے۔

بنو سعد نے اخف رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا اور ان لوگوں نے جنگ سے علیحدگی اختیار کر کے ہوئے وادی السباع میں جا کر قیام فرمایا۔

اور بنو حنظلہ نے بلال کا ساتھ دیا اسی طرح بنو عمرو نے ابوالبحر باہ کا۔ ان دونوں قبیلوں نے جنگ میں حصہ لیا۔

بنو ضبہ کا فیصلہ:

سری نے شعیب، سیف اور محمد کے حوالے سے ابو عثمان کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا۔ کہ جب اخف رضی اللہ عنہ حضرت

علیؓ بنی ہاشم کے پاس سے واپس آئے تو انہوں نے آ کر قبیلہ زید کو آواز دی اور اس سے کہا کہ تم اس جنگ سے علیحدہ رہو اور ان دونوں فریقوں کا ساتھ چھوڑ دو خواہ یہ کامیاب ہوں یا ناکام۔

منہاج بن راشد نے چلا کر کہا اے بنو ہاشم تم ہرگز اس جنگ سے علیحدہ نہ رہنا۔ بلکہ اس میں شریک ہو کر اس کی کامیابی سے فیض یاب ہونا۔

اس طرح اس قبیلہ میں پھوٹ پڑ گئی۔ اخف بنی ہاشم نے بنو تمیم کو آواز دی اور اس سے کہا کہ تم لوگ اس جنگ سے علیحدہ رہنا۔ اور کسی کا ہرگز ساتھ نہ دینا خواہ وہ کامیاب ہو یا ناکام۔

یہ سن کر ابوالجرباء کھڑا ہوا۔ یہ بنو تمیم کی شاخ بنو عثمان بن مالک بن عمرو سے تھا۔ اس نے کہا اے بنو عمرو بن تمیم تم اس جنگ میں ضرور شریک ہونا تاکہ اس کی کامیابی سے تم فائدہ اٹھا سکو یہ ابوالجرباء بنو عمرو بن تمیم کا سردار تھا۔ اور بنو صہبہ کا رئیس منہاج بن راشد تھا۔

جب اخف بنی ہاشم نے زید مناة کو آواز دی اور ان سے یہ کہا کہ تم اس جنگ سے علیحدہ رہنا اور دونوں فریق میں سے کسی کا ساتھ نہ دینا۔ تو ہلال بن وکیع نے جواب میں کہا اے زید مناة تم ہرگز علیحدہ نہ رہنا اور اس کے بعد ہلال نے بنو حنظلہ کو آواز دی اور اس سے کہا کہ تم لوگ جنگ میں ضرور شریک ہونا یہ ہلال بنو حنظلہ کا رئیس تھا۔ صرف بنو سعد نے اخف بنی ہاشم کی بات کو قبول کیا۔ اور ان لوگوں نے وادی السباع جا کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

سرداران لشکر:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و علیؓ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ بنو ہوازن بنو سلیم اور اہل حجاز کا امیر جریح بن مسعود السہمی تھا عامر کا سردار زفر بن الحارث غطفان کا اعصر بن انعمان الباطنی اور بکر بن وائل کا مالک بن مسع تھا اور قبیلہ بنو عبد العتیس اگرچہ حضرت علیؓ کی حامی تھیں لیکن اس میں سے صرف ایک شخص جنگ میں شریک ہوا۔ باقی علیحدہ رہے۔ بکر بن وائل میں سے کچھ جنگ میں شریک ہوئے اور کچھ جدا رہے اور بنو علیحدہ بیٹھے رہے ان کا سردار سنان تھا۔

قبیلہ ازہر بن سرداروں پر مشتمل تھا۔ صمرہ بن شیمان۔ مسعود اور زیاد بن عمرو مضر کا رئیس خیریت بن راشد اور قضاہ اور ان کے حلفاء رعی الجربی کے ماتحت تھے۔ یہ اس سردار کا لقب ہے اور اسی سے وہ مشہور ہے۔ بقیہ تمام اہل یمن پر ذوالآجرۃ الخیر بنی یس تھا۔

صلح کی توقعات:

علیؓ و زید بنی ہاشم نے زاہد سے آگے بڑھ کر اراکان نامی گاؤں کے قریب ڈیرے ڈالے ان کے ساتھ تمام مضر بنی یمن تھے۔ ان لوگوں میں صلح میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ تھا۔ بقیہ اہل یمن ان لوگوں کے قریب میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہیں بھی یقین تھا کہ صلح ضرور ہو جائے گی۔ حضرت عائشہؓ بیٹن مسجد حدان میں مقیم تھیں اور بقیہ لشکر زاہد میں ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ تمام لشکر مذکورہ امراء کے ماتحت تھا اس لشکر کی مجموعی تعداد تیس ہزار تھی۔

ان لوگوں نے سکیم اور مالک کو حضرت علیؓ کے پاس روانہ کیا کہ ہم اس فیصلہ پر قائم ہیں جو قحطاج میں کر کے گئے تھے۔

آپ سہ سئے تشریف لے آئے اس کے بعد طلحہ و زبیرؓ لشکر علیؓ کی جانب پہنچے اور ادھر سے حضرت علیؓ جوڑے آگے بڑھ کر آئے حتیٰ کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مد مقابل ٹھہر گئے۔ ہر قبیلہ اپنے اہل قبیلہ کے مد مقابل تھا۔ مگر مضر کے مقابلے پر رعبہ رعبہ کے مقابلے پر اور اہل یمن یمنیوں کے مقابلے پر۔ ان میں سے کسی کو صلح کے بارے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ یہ تمام قبائل ایک دوسرے کے لشکر میں آتے جاتے اور باہم ملتے جلتے۔ ان سب میں ہر وقت صلح ہی کا تذکرہ تھا۔

حضرت علیؓ کی جوڑے کے ساتھ دس ہزار لشکر تھا اور اہل کوفہ کے سردار وہی لوگ تھے جو کوفہ سے آتے وقت تھے۔ قبیلہ عبدالشمس تین سرداروں کے ماتحت تھا۔ جذیمہ اور بکر بن الحارث کے ماتحت تھے۔ شہری عبداللہ بن السوداء کے اور جحر والے ابن الاثیر کی ماتحتی میں تھے بصرہ کے دو باشندے جو قبیلہ بکر بن وائل سے تعلق رکھتے تھے ابن الحارث کی ماتحتی میں تھے۔ جاٹ اور کاشکھاروں کا رئیس دنور بن علی تھا۔ حضرت علیؓ کی جوڑے جب ذوقار پہنچے تھے تو ان کے ساتھ دس ہزار لشکر تھا اور دس ہزار لشکر کوفہ سے آیا تھا اس طرح اس کی تعداد دس ہزار ہو گئی تھی۔

محمد بن الحنفیہ کی روایت:

عمر بن شعبہ نے ابو الحسنؓ، بشر بن عاصمؓ، فطربن خلیفہ اور منذر اشوری کے حوالے سے محمد بن الحنفیہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب ہم مدینہ سے چلے تو ہماری تعداد صرف سات سو تھی سات ہزار لشکر کوفہ سے مدد کے لیے آیا اور ادھر ادھر سے دو ہزار افراد اور آکر شامل ہو گئے۔ ان میں اکثریت بنو بکر بن وائل کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اطراف سے آنے والوں کی تعداد چھ ہزار تھی۔

صلح کا فیصلہ:

محمد اور طلحہؓ و زبیرؓ کا بیان ہے کہ جب یہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ٹھہر گئے اور سب کو اطمینان ہو گیا تو حضرت علیؓ جوڑے اپنے لشکر سے آگے بڑھے۔ ادھر سے حضرت زبیرؓ اور طلحہؓ جوڑے بھی بڑھے۔ دونوں لشکروں کے درمیان ان تینوں کی ملاقات ہوئی اور اختلافی امور پر گفت و شنید کے بعد تینوں اس نتیجہ پر پہنچے کہ صلح سے بہتر کوئی شے نہیں اس لیے آپس میں ہرگز نہ لڑنا چاہیے ورنہ اختلافات بڑھتے چلے جائیں گے الغرض اس فیصلہ کے بعد حضرت علیؓ جوڑے اپنے لشکر میں واپس آ گئے اور طلحہؓ و زبیرؓ اپنے لشکر میں واپس چلے گئے۔



جنگِ جمل

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شام کے وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ فرمایا۔ اور طلحہ و زبیر نے محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو گفتگو کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا ان دونوں قاصدوں نے دونوں لشکروں میں پہنچ کر صلح کی گفتگو کی اور تمام شرائط صلح آپس میں طے پا گئیں۔ یہ واقعہ جمادی الاول میں پیش آیا جب شام ہوئی تو حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے سرداروں کے پاس کہلا کر بھیجا کہ ہماری غرض و عایت قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینا تھا تو وہ معاملات آپس میں طے پا گئے ہیں اور باہم صلح ہو گئی ہے۔ یہی حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سرداران لشکر کے پاس کہلا کر بھیجا۔

لوگوں نے اعلان صلح کی وجہ سے نہایت بے فکری کے ساتھ رات گزاری حتیٰ کہ جب سے یہ اختلافات رونما ہوئے تھے اس وقت سے لے کر آج تک اطمینان کی کوئی اس جیسی رات نہ گزری تھی۔

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کی شیطنت:

وہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور ان کے قتل میں شریک کار تھے پوری رات جاگتے رہے۔ اب سب میں مجلس مشاورت گرم تھی حتیٰ کہ ان سب نے یہ فیصلہ کیا کہ خاموشی کے ساتھ جنگ چھیڑ دینی چاہیے۔ ان کے یہ تمام مشورے انتہائی پوشیدہ طور پر طے پائے کیونکہ ان لوگوں کو یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ صلح سے انہیں نقصان پہنچے گا۔

یہ شیاطین صبح اندھیرے لشکر سے نکلے اور ان کی آمد کی ان کے پڑوسیوں تک کو خبر نہ ہوئی۔ یہ تاریکی ہی میں فیصلہ کر کے ہر نکل آئے تھے ان قاتلین میں سے معز بن جریج قبیلہ کی طرف گئے اور زبیر قبیلہ کی طرف اور یحییٰ بن عمار کی جانب بڑھے اور ان پر حملہ کر دیا۔ اس پر ایک شور مچ گیا۔ اور اہل بصرہ اور دیگر قبائل نے اپنے اپنے حامیوں کو پکارنا شروع کر دیا۔ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہ معز بن جریج کی طرف سے ہمارے معلومات کے لیے باہر نکلے ان دونوں نے سیمین کی جانب جو قبیلہ زبیر پر مشتمل تھا۔ عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام کو معلومات کے لیے روانہ کیا اور میسرہ کی طرف عبدالرحمن بن عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور خود دونوں قلب میں ٹھہر گئے اور لوگوں سے معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا کہ اہل کوفہ نے رات کو حملہ کر دیا ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جیسا: ہم تو پہلے ہی سمجھتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ اس وقت تک باز نہ آئیں گے جب تک لوگوں کا خون نہ بہا لیں گے۔ اور اس طرح ایک حرام کام کو حلال نہ بنا لیں گے اس کے بعد یہ دونوں اہل بصرہ کو واپس لے کر لوٹنے ان کی صف بندی کی حتیٰ کہ پورا لشکر محاذ پر صفیں درست کر کے کھڑا ہو گیا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ کے کانوں میں یہ شور پہنچا اور اہل کوفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قریب ایک آدمی اس لیے چھوڑ رکھا تھا کہ اگر کوئی حملہ وغیرہ ہو تو وہ اطلاع دے سکے جب یہ شور مچا تو اس شخص نے بتایا کہ ویسے تو رات خیریت سے گزری لیکن

ابھی کچھ دیر قبل کچھ آدمی ادھر بڑھے۔ ہم نے انہیں واپس لوٹا دیا۔ جب وہ پیچھے ہٹ گئے تو ہم نے دیکھ کر وہ ایک شخص کے پاس جمع ہیں ہم ان کی طرف بڑھے لیکن اسے میں جنگ چمڑ چکی تھی۔

یہ حالات دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سینہ اور میسرہ کے رؤساء کو حکم دیا کہ تم لوگ اپنے اپنے مقام پر جاؤ۔ اور یہ بات تو میں پہلے سے جانتا تھا کہ طلحہ و زہیر جو اس وقت تک ہرگز باز نہ آئیں گے جب تک لوگوں کا خون نہ بہا لیں گے اور اس طرح ایک حرام کام کو حلال کر لیں گے۔ میں یہ خوب جانتا تھا کہ یہ دونوں ہرگز بھی میری اطاعت نہ کریں گے۔

سہائی برابر جنگ چمڑکا رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے چلا کر فرمایا تم لوگ اپنے ہاتھ روک لو اور گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ اس وقت تک جنگ نہ کی جائے جب تک فریق ثانی پر حجت قائم نہ کر دی جائے۔ یہ لوگ نہ تو بھاگنے والے کو قتل کر رہے تھے اور نہ زخمی پر ہاتھ اٹھا رہے تھے اور دونوں لشکر اسی پر عمل پیرا تھے۔ اور دونوں طرف یہی اطلاعات ہو رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی میدان میں آمد:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ اور ابو عمر کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ کعب بن ثور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور ان سے عرض کیا کہ اب آپ میدان میں چلے کیونکہ اب لوگ جنگ کے علاوہ کسی چیز پر تیار نہیں شاید اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ صلح کر دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اس وقت سواریوں میں اس ہودج پر زریں چڑھادی تھی جس۔ وہ اپنے عسکر آدمی اونٹ پر سوار تھیں جو یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے دوسو دینار میں خرید کر دیا تھا۔ جب وہ شہر کے مکانات سے باہر نکلیں تو شوریٰ آواز آنے لگی۔ وہ ٹھہر گئیں۔ راہ میں جب بھی شوریٰ آواز آتی وہ ٹھہر جاتیں ایک جگہ وہ ٹھہری ہوئی تھیں کہ انہوں نے زبردست شوریٰ آواز سنی انہوں نے سوال کیا یہ کیسا شور ہے؟

لوگوں نے جواب دیا دونوں لشکروں کے ملنے کا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیا یہ صلح کے ساتھ باہم مل رہے ہیں یا کوئی برائی پیدا ہو گئی ہے؟

لوٹ: جنگ شروع ہو گئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: تو یہ دونوں فریقوں میں سے اس فریق کی آواز ہوگی جس نے شکست کھائی ہوگی۔

ابھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہوئی تھیں کہ شکست کی خبر پہنچی۔ اور زہیر جو ہنسنا سننے آتے نظر آئے۔ وہ میدان چھوڑ کر وہی اسباب چلے گئے۔

سنت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ میں مشغول تھے کہ ایک بے نشانہ تیرا کر ان کے گھٹنے میں لگا لیکن وہ لڑائی میں برابر مشغول رہے جب ان کا موزہ خون سے بھر گیا۔ اور ان کے لیے کھڑے ہونا دشوار ہو گیا تو انہوں نے اپنے غلام سے فرمایا مجھے اپنے پیچھے بٹھا کر کسی ایسی جگہ لے چو جہاں میں دم لے سکوں۔ وہ غلام انہیں شہر بصرہ میں لے آیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت اپنے اور حضرت زہیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کے بارے میں تمثیلاً یہ اشعار پڑھے۔

فَبِأَن تَكُنْ الْخَوَادِثُ أَقْصَدَ تَنَبُّيْ وَأَعْدَ طَائِفَتُنْ سَهْجِي جِيئِ أَرْبِي
 ترجمہ: ”کیا حوادث نے بھی کو چھانت لیا ہے کہ جب میں تیرا راتا ہوں تو وہ خطا جاتا ہے۔“

فَقَدْ ضَبَعْتُ جِيئِ تَبَعْتُ سَهْمَا سَفَا مَا سَفِهْتُ وَ ضَلَّ جَلْبِي
 ترجمہ: جب میں نے تیرا پیچھا کیا تو میں اپنی بے وقوفی سے خود ہی ہلاک ہو گیا اور میں کچھ بھی نہ سمجھ سکا اور میری عقل جاتی رہی۔

لَدِمْتُ لَدَامَةَ الْكُفُوسِ لَمَّا شَرِئْتُ رِضَى قَبِيئِ سَهْمِ بِرْ عَجِي
 ترجمہ: میں اس وقت کسی کی طرح تادم ہوا جب میں نے تیرا اندازوں کی رضامندی مجبوراً خرید لی۔

أَكَلْتُهُمْ بِفَرْقِهِ الْ لَايِ فَأَلَقُوا إِلَيْسَبَاعَ دَيْسِي وَ لَحْمِي
 ترجمہ: میں نے ان لوگوں کی اطاعت کی اور آل لوی میں تفرقہ اندازی پیدا کر دی تو اب میرا خون اور گوشت درندوں کو ڈال دو۔“

جنگ جمل کی دوسری روایت:

امام طبری فرماتے ہیں کہ گزشتہ واقعہ سیف کا بیان کر دہ ہے۔ لیکن دوسرے راویوں نے اس واقعہ کو اور طرح نقل کیا ہے۔ انہوں نے امام زہری سے اس واقعہ کی کیفیت نقل کی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان ستر آدمیوں کے قتل ہونے کی خبر پہنچی جو بصرہ میں حکیم بن جلدہ العبدی کے ساتھ مارے گئے تھے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بارہ ہزار لشکر لے کر آگے بڑھے اور بصرہ پہنچے۔ اس وقت آنحضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

يَا لَهْفَ نَفْسِي عَلَى رَيْبَعَةٍ رَيْبَعَةُ الشَّامِغَةِ الْمَطْبُوعَةِ
 سُنَّتْهَا شَكَاثُ بِهَا الْوَيْبَعَةُ

ترجمہ: ”کاش! میری جان ریبیعہ پر قربان ہو جائے جو بات سننے اور اطاعت کرتے ہیں۔ تمام جنگوں میں ان کی عادت یہی رہی ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا مکالمہ:

جب دونوں لشکر آسنے سامنے پہنچ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر سے نکلے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ قریب آ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا۔ یہ لشکر لے کر تم کیوں آئے ہو؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: اس لیے کہ میں آپ کو اس خلافت کا اہل اور اپنے سے زیادہ مستحق نہیں سمجھتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد تم بھی خلافت کے اہل نہ تھے اور ہم تمہیں جو بعد اطلب ہی میں شمار کیا کرتے تھے لیکن تمہارے اس برے بیٹے نے تمہیں اس مقام پر پہنچا دیا اور ہمارے درمیان تفریق پیدا کر دی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند اور باتیں ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہم دونوں کے پاس سے گزرے اور مجھ سے فرمایا یہ تیرا چھوٹی زاد بھائی کیا کہہ رہا ہے۔ حالانکہ یہ ایک روز تجھ سے جنگ کرے گا اور یہ اس کا تجھ پر قلم ہوگا۔

یہ سن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدان سے یہ جواب دیتے ہوئے واپس لوٹے۔ خدا کی قسم میں اب تم سے کبھی جنگ نہ کروں گا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جب اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے فرمایا مجھے تو اس جنگ میں کوئی بھلائی نظر نہیں آتی۔
عبداللہ رضی اللہ عنہ: آپ جب میدان میں نکلے تھے تو بھلائی سوچ کر نکلے تھے لیکن جب آپ نے علی رضی اللہ عنہ کے جھنڈے دیکھے تو
آپ کو ان کے نیچے ڈنڈی موت نظر آنے لگی۔ اس لیے آپ نے جنگ سے جی چرانا شروع کر دیا عبداللہ رضی اللہ عنہ باپ کو قصہ دلانے کے
لیے اسی طرح طعنے دیتے رہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: لیکن میں علی رضی اللہ عنہ کے سامنے قسم کھا چکا ہوں کہ میں اس سے جنگ نہ کروں گا۔
عبداللہ رضی اللہ عنہ: اپنے غلام سر جس کو آزاد کر کے قسم کا کفارہ ادا کر دیجیے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے آزاد کر دیا اور صف میں
جا کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی فرمایا کہ تم مجھ سے عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص طلب کر رہے ہو حالانکہ تم ہی نے
انہیں قتل کیا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ روز بد دکھایا جس کا دیکھنا ہم ہرگز بھی پسند نہ کرتے تھے۔
نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم رسول اللہ ﷺ کی زوجہ کو اس لیے لے کر آئے تاکہ ان کی پشت پناہی
میں تم جنگ کر سکو حالانکہ تم نے اپنی بیوی کو اپنے گھر میں چھپا کر بٹھا دیا ہے کیا تم نے میری بیعت نہ کی تھی؟
حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ: بیعت تو ضرور کی تھی لیکن اس صورت میں کہ تلوار میری گردن پر رکھی ہوئی تھی۔
قرآن اٹھانے کا حکم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس کام کے لیے پیش کر سکتا ہے کہ وہ قرآن
اٹھا کر فریقین کے درمیان کھڑا ہو جائے اور انہیں قرآن پر چلنے کی دعوت دے۔ اگر اس کا وہ ہاتھ کاٹ دیا جائے تو دوسرے ہاتھ میں
قرآن لے لے اور اگر دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے تو قرآن دانتوں سے قحط لے۔ ایک نو جوان نے اس کام کے لیے اپنے آپ
کو پیش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ کوئی اور شخص اس کام کو انجام دے اس لیے آپ تمام لشکر میں گھومے اور ہر ایک کے
سامنے یہ بات پیش کی۔ لیکن اس نو جوان کے علاوہ کوئی بھی اپنے آپ کو موت کے منہ میں دینے کے لیے تیار نہیں ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس نو جوان سے فرمایا یہ قرآن ان کے سامنے پیش کرو اور ان سے کہو کہ یہ قرآن اقول سے آخر تک
ہمارے اور تمہارے خونوں کا فیصلہ کرے گا۔ لیکن مخالفین کے لشکر نے اس نو جوان پر حملہ کر دیا۔ قرآن اس کے ہاتھ میں تھا انہوں نے
اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے تو اس نے قرآن دانتوں سے قحط لیا حتیٰ کہ یہ نو جوان شہید کر دیا گیا۔

ابتدائے جنگ:

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تمہارے لیے جنگ حلال ہو گئی ہے۔ تم ان سے جنگ کرو۔ اس روز ستر آدمی اونٹ کی
مہارت تھے ہوئے مارے گئے۔ جب اونٹ کی کونچیں کٹ گئیں اور لوگوں کو شکست ہوئی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک تیرا کر کاگ جس
سے وہ شہید ہو گئے زہری کہتے ہیں 'لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ تیر مارنے والا مروان بن الحکم تھا۔

عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا زخمی ہونا:

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی مہارت تھے۔ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے ہودج میں

سے سوال کیا کہ یہ کس نے مہار تھام رکھی ہے لوگوں نے بتایا کہ عبداللہ بن الزبیر ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہائے رے اسامہ کی بے اولادگی۔ جب عبداللہ بن الزبیر جیسا لڑتے لڑتے زخمی ہو گئے تو انہوں نے اپنے آپ کو زخموں میں ڈال دیا تاکہ لوگ انہیں مردہ سمجھیں۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد وہ خاموشی سے میدان جنگ سے نکل آئے اور زخموں کی مرہم پٹی کی جس سے وہ اچھے ہو گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی واپسی:

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھا کر نیچے رکھ دیا اور اس پر ایک خیمہ لگا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خیمہ کے باہر کھڑے ہو کر کہا آپ نے لوگوں کو کامیاب بنانے کی کوشش کی اور وہ کامیاب بھی ہو گئے۔ آپ نے ان کے درمیان اپنی قوم کو بڑی آزمائش میں ڈالا ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں روانہ فرمایا اور کچھ مرد اور عورتیں ان کے ساتھ کر دیں ان کا سامان سرتیار کر لیا اور بارہ ہزار درہم خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اس مال کو بہت کم سمجھا اور خزانہ سے بہت سامان نکال کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کیا اور فرمایا اگر امیر المومنین نے اس مال کو لینے کی اجازت نہ دی تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔

قاتل زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے جہنم کی بشارت:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی شہید کر دیے گئے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ انہیں ابن جرموز نے شہید کیا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد ابن جرموز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچا اور دربان سے کہا کہ اندر جا کر قاتل زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت طلب کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں اجازت دے دو اور اسے جہنم کی بشارت سنا دو۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں احنف کا ہاتھ:

محمد بن عمارہ نے عبداللہ بن موسیٰ 'فضیل' سفیان بن عصفہ کے حوالے سے قرۃ بن الحارث کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں اس جنگ کے وقت احنف بن قیس کے ساتھ تھا اور میرا چچا زاد بھائی جون بن قتادہ 'حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ ان کے پاس سے کچھ سوار گزرے انہوں نے یا امیر کہہ کر آپ کو سلام کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد ان سواروں نے عرض کیا۔ یا خلیفین کاشکرفلاں مقام پر آ کر ٹھہرا ہے ہم نے آج تک ایسا ہتھیار بند اور کم تعداد لشکر کوئی نہیں دیکھا جس میں اس سے زیادہ رعب پایا جاتا ہو۔ اس کے بعد یہ سوار آگے بڑھ گئے اس کے بعد ایک اور سوار آیا اس نے بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو یا امیر کہہ کر سلام کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اس سوار نے آ کر بتایا کہ خلیفین کاشکرفلاں مقام پر پہنچ گیا ہے اور جب انہوں نے آپ کے لشکر کا تعداد وغیرہ کا حال سنا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں آپ کا رعب ڈال دیا ہے تو وہ پشت پیچھرنے لگے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تو یہی خبر بیان کرے گا خدا کی قسم! ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے ہمارے بغیر چارہ کار نہیں۔ اس کے بعد وہ سوار بھی چلا گیا۔ اس کے بعد ایک اور سوار آیا اس وقت گھوڑے میدان سے بھاگ رہے تھے۔

اس سوار نے بھی اسے امیر کہہ کر حضرت زبیرؓ کو سلام کیا حضرت زبیرؓ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اس سوار نے عرض کیا یہ لوگ جو آپ کے مقابل آئے ہیں اس میں عمارؓ بھی شامل ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں۔ میری اور ان کی گفتگو بھی ہوئی ہے۔ حضرت زبیرؓ: عمارؓ جو تو اس لشکر میں شامل نہیں۔

سوار: خدا کی قسم وہ ساتھ ہیں۔

حضرت زبیرؓ: خدا کی قسم وہ ہرگز ان کے ساتھ شامل نہیں۔

سوار: خدا کی قسم وہ ساتھ میں شامل ہیں۔

جب حضرت زبیرؓ نے یہ دیکھا کہ سوار ان کی بات کی برابر تردید کر رہے تو انہوں نے اپنے کسی رشتہ دار سے کہا تم اس کے ساتھ جاؤ اور دیکھو کہ کیا واقعہ عمارؓ اس لشکر میں شامل ہیں۔ وہ دونوں مخالفین کے لشکر کی طرف گئے۔ جون بن قادیہ کہتے ہیں میں انہیں دور سے دیکھ رہا تھا وہ دونوں لشکر کے ایک کنارے پر کچھ دیر کھڑے رہے۔ پھر واپس حضرت زبیرؓ کے پاس آئے۔ حضرت زبیرؓ نے دریافت کیا کیا خبر لائے ہو ان کے رشتہ دار نے جواب دیا اس سوار نے جج کہا تھا۔ عمارؓ اسی لشکر کے ساتھ ہیں۔

حضرت زبیرؓ: اس کی ناک کٹ جائے اور اس کی کمر ٹوٹ جائے۔ اسے آنے کی کیا ضرورت تھی اس کے بعد حضرت زبیرؓ نے ہتھیار اتار دیئے۔

جون بن قادیہ کا بیان ہے کہ مجھے میری ماں نے گھر سے یہ کہہ کر روانہ کیا تھا کہ زندگی اور موت میں تو زبیرؓ کا ساتھ دینا۔ جب حضرت زبیرؓ نے ہتھیار اتارے تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ لازماً زبیرؓ نے عمارؓ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی ارشاد سنا ہوگا یا حضورؐ نے عمارؓ کو کوئی حکم دیا ہوگا جو اس وقت زبیرؓ کو یاد آ گیا ہے۔

جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت زبیرؓ اپنی سواری پر سوار ہو کر میدان سے لوٹ گئے۔ جون بھی میدان سے واپس چلا آیا اور اخف کے ساتھ جا کر شامل ہو گیا۔

جون کا بیان ہے کہ دو شخص اخف کے پاس آئے اور اس سے کچھ کاناپھوی کی کچھ دیر آہستہ آہستہ باتیں ہوتی رہیں پھر یہ دونوں سوار واپس چلے گئے اس کے بعد عمرو بن جرموز اخف کے پاس آیا اور اس نے آ کر کہا میں نے اسے وادی السباع میں پایا تھا اور میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ جون کہتا ہے کہ میں یہ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ حضرت زبیرؓ کا اصل قاتل اخف ہے۔

قرآن اٹھانے کا حکم:

عمرو بن شعبہؓ نے ابو الحسنؓ، بشیر بن عاصمؓ اور حجاج بن ارمطاقؓ کے واسطے سے عمار بن معاویہؓ کا یہ بیان ذکر کیا ہے۔ یہ عمار قبیلہ حیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے جمل کے روز اپنے ساتھ میں قرآن لیا اور تمام لشکر میں قرآن لے کر گھومے اور فرمایا کہ ان شخص ہے جو یہ قرآن اٹھا کر مخالفین کو اسے قبول کرنے کی دعوت دے اور اٹھانے والا یہ بھی سمجھ لے کہ وہ مقبول ہو کر رہے گا۔ کوفہ کے ایک نوجوان نے یہ بات قبول کی۔ یہ نوجوان پید پتا پہنے ہوئے تھا۔ اس نے عرض کیا۔ یہ کام میں انجام دوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی نوجوانی پر ترس آیا اور انہوں نے فرمایا کوئی اور شخص ہے جو یہ کام انجام دے۔ اور وہ یہ سمجھ لے کہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اس بار بھی لشکر میں سے اس نوجوان کے علاوہ کوئی نہ نکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن اس کے سپرد کر دیا۔ اس نے مخالفین کو قرآن کی دعوت دی۔ لیکن لوگوں نے اس کا دہن ہاتھ کاٹ ڈالا اس نے قرآن بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ لوگوں نے وہ ہاتھ بھی قطع کر دیا تو اس نے قرآن کو سینے سے چٹالیا۔ اس کی تمام قبائخوں سے تر ہو چکی تھی۔ نتیجتاً اس نوجوان کو قتل کر دیا گیا۔ جب یہ قتل ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب ان لوگوں سے جنگ حلال ہو گئی ہے۔

اس نوجوان کی ماں نے اس کا مرثیہ کہا۔

لَا هُمْ إِلَّا مُسْلِمًا دَعَاهُمْ يَتْلُو كِتَابَ اللَّهِ لَا يَخْشَاهُمْ
بِتَعْذِيبَةٍ: ”ایک مسلمان نے ان لوگوں کو دعوت دی اور وہ برابر تلاوت قرآن میں مشغول تھا اسے مخالفوں کا کوئی ڈر نہ تھا۔
وَأُمُّهُمْ قَائِمَةٌ تَرَاهُمْ يَتَجَرَّوْنَ الْعَصَى لَا تَنْهَاهُمْ
فَقَدْ خُضِبَتْ مِنْ عِلْقِي لِحَاهُمْ

بِتَعْذِيبَةٍ: ان لوگوں کی ماں کھڑی ہوئی دیکھ رہی تھیں۔ یہ لوگ سرکشی پر اترے ہوئے تھے اور ان کی ماں انہیں نہ روکتی تھی۔ ان لوگوں کی داڑھیاں خون سے تر ہو چکی تھیں۔“

قبیلہ ازد کی وفاداری:

عمر بن ابوالحسن ابوحنیفہ اور جابر کے حوالے سے شععی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ نے اہل بصرہ کے میسرہ پر حملہ کیا ان دونوں دستوں میں انتہائی سخت جنگ ہوئی۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب پناہ لی۔ ان میں اکثر ہنوضہ اور ازدی شامل تھے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے ارد گرد سو رہے تھے وقت سے عصر تک جنگ کرتے رہے پھر یہ لوگ پیچھے ہٹنے لگے یہ دیکھ کر ایک ازدی نے پکار کر کہا کہاں جا رہے ہو واپس لوٹو۔ محمد بن حنفیہ نے ازدیوں پر خوب سخت حملے کیے محمد کے ساتھی چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ ہم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دین پر ہیں۔

بنو لیث کے ایک شاعر نے اس جنگ کی کیفیت اس طرح بیان کی ہے۔

سَابِلٌ يَنَا مَسْوَماً لَقِينَا الْأَزْدَا وَالتَّحِيلُ تَعْدُوا أَتَشْفِرُوا وَرَدَا
بِتَعْذِيبَةٍ: ”جس روز ہم نے ازدیوں سے جنگ کی تھی تو اس روز کا حال ہم سے معلوم کرو۔ رنگ برنگے گھوڑے ازدیوں پر چڑھ رہے تھے۔“

لَمَّا قَطَعْنَا حَبْدَهُمْ وَالرُّنْدَا سُحِقَالَهُمْ فَيَ رَأَيْبِهِمْ وَتُعْدَا
بِتَعْذِيبَةٍ: ہم نے ان کے جگر چیر کر پھینک دیے اور کھوپڑیاں اتار لیں۔ ان کی رائے پر جہاں اور رب بادی نازل ہوئی۔“

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ:

عمر بن شعبہ نے ابو الحسن جعفر بن سلیمان کے حوالے سے مالک بن دینار کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے

حضرت زبیر بن جراحؓ پر حملہ کیا اور ان کے نیزوں سے چو کے مار کر فرمایا۔ اسے زبیر رضی اللہ عنہ! کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں میں واپس جا رہا ہوں۔

عمر بن حفص کا بیان ہے کہ حمل کے روز غدار زبیر رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے اور نیزہ تان لیا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو اریقان جراحؓ کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟
غدار رضی اللہ عنہ: اے ابو عبد اللہؓ ہرگز نہیں۔

لشکر زبیر رضی اللہ عنہ کی شکست:

محمد طلحہ کا بیان ہے کہ جب شروع دن میں لوگ شکست کھانے لگے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں آواز دی میں زبیر رضی اللہ عنہ ہوں میرے پاس آؤ۔ بھاگ کر کہاں جاتے ہو میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قریب کھڑا ہوا تھا وہ پکار کر کہہ رہا تھا کیا تم رسول اللہ ﷺ کے حواری کو کچھوڑ کر بھاگ رہے ہو۔

اس کے بعد زبیر رضی اللہ عنہ میدان سے لوٹ گئے اور وادی السہار کی طرف چلے دو آدمیوں نے ان کا پیچھا کیا باقی لوگ ایک دوسرے سے جنگ میں مصروف تھے جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ دو سوار ان کا پیچھا کر رہے ہیں تو وہ میدان کو واپس لوٹ آئے اور آ کر سخت حملہ کیا اور دشمنوں کی صفیں تیز کر دیں جب دشمن واپس لوٹے تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ حملہ کرنے والے زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ ساتھیوں نے زبیر رضی اللہ عنہ کو پکارا۔ یہ عطاء بن یشیم اور ایک جماعت کو لے کر آگے بڑھے۔ دوسری جانب سے قتلعاب رضی اللہ عنہ ایک جماعت لیے ہوئے آ رہے تھے۔ جب وہ طلحہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پہنچے تو طلحہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ اے لوگو! میرے پاس آؤ اور جلد ہی تمہاری قتل کروں۔ قتلعاب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ زخمی ہو چکے ہیں اور جو چیز آپ لے کر کھڑے ہوئے تھے وہ بھی جان بلب ہے لہذا تم کسی گھر میں جا کر آرام کر لو۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا مجھے کسی گھر میں لے چلو اس غلام نے اور اس کے ساتھ دو اور آدمیوں نے انہیں سہارا دیا اور انہیں بصرہ لے کر آئے۔

اس کے بعد بھی جنگ ہوتی رہی پھر لشکر طلحہ رضی اللہ عنہ شکست کھانے لگا یہ لوگ شکست کھا کر بصرہ بھاگ جانا چاہتے تھے لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو گھیر لیا ہے تو یہ سب پلٹ پڑے اور قلب لشکر میں پہنچ کر میدان میں ڈٹ گئے اور اب نئے سرے سے جنگ شروع ہو گئی تھی یہیہ قبیلہ کے آدمی بصرہ ہی ٹھہر گئے تھے وہ واپس نہیں لوٹے۔

سبائیوں کا قرآن قبول کرنے سے انکار:

یہ حال دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کعب کو حکم دیا کہ سواری سے نیچے اترو اور قرآن اٹھا لو اور انہیں کتاب اللہ کی دعوت دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا قرآن کعب بن سور کو دے دیا کعب قرآن لے کر آگے بڑھے اور مخالفین کے سامنے گئے لیکن لشکر علی رضی اللہ عنہ میں آگے آگے سبائی تھے انہیں برابر یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں صلح نہ ہو جائے۔ کعب جب قرآن لے کر آگے بڑھے تو یہ کعب کے سامنے آگئے حضرت علی رضی اللہ عنہ پیچھے لشکر میں تھے وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ مخالف جنگ کے علاوہ کسی اور چیز پر تیار نہیں جب کعب نے ان کے سامنے قرآن پیش کیا تو ان لوگوں نے انہیں نیزے مار مار کر ختم کر دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہودج کو تیروں کا نشانہ بنالیا۔

سہانیوں کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حملہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آواز دی اس میرے بیٹا اوجڑ آؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہاں پہنچ چکی تھیں کہ کہہ رہی تھیں اللہ اللہ اللہ! کو یاد کرو اور روزِ حساب کا خیال کرو۔ لیکن یہ سہانی کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ برابر آگے بڑھ رہے تھے جب یہ برابر آگے بڑھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر حملہ کرتے رہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے لوگو! قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر لعنت بھیجو۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان پر لعنت بھیجی اور اہل بصرہ بھی لعنت بھیجنے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان میں یہ لعنت کے الفاظ پڑے تو انہوں نے سوال کیا یہ شور و ہنگامہ کیسا ہے لوگوں نے جواب دیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے حامی قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کا ساتھ دینے والوں پر لعنت بھیج رہے ہیں یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کا ساتھ دینے والوں پر لعنت بھیجے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور عبدالرحمن بن عتاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن الحارث کے پاس کھلا کر بھیجا کہ تم دونوں اپنی اپنی جگہ ڈلے رہو۔

جب اہل بصرہ نے یہ دیکھا کہ سہانیوں کا اصل رخ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب ہے وہ اس کے علاوہ کہیں اور حملہ نہیں کر رہے ہیں اور جنگ سے باز نہیں آتے تو بصرہ کے معز یوں نے اونٹ کو گھیر لیا اور اس کے بعد کوفہ کے معز یوں پر حملہ کیا اس اڑدھام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بھٹس گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیچھے سے اپنے بیٹے محمد کی گردن پکڑی اور محمد سے فرمایا کہ حملہ کرو۔ انھوں نے کچھ پس و پیش کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ یہ دیکھ کر محمد نے حملہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جھنڈا ان کے پاس چھوڑ دیا۔

کوفہ کے معز یوں نے بصرہ کے معز یوں پر حملہ کیا اور اونٹ کے آگے لڑائی شروع ہو گئی۔ جنگ زوروں پر جاری تھی اور کسی کی کامیابی کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ معز یوں کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے ان میں زید بن صوحان بھی تھا۔ اس سے اس کی قوم کے ایک شخص نے کہا تو اپنی قوم کے پاس واپس آ جا تیرا اس جگہ کیا کام ہے کیونکہ معز ی تیرے سامنے ہے اور اونٹ بھی تیرے سامنے موجود ہے اور چاروں طرف موت کا بازار گرم ہے۔

زید: موت زندگی سے بہتر ہے اور میں موت ہی کا طلب گار ہوں۔

الغرض زید اور اس کا بھائی یحسان دونوں لڑتے لڑتے مارے گئے معصعہ نے ان دونوں کا مرثیہ پڑھا۔ ان کے مرنے کے بعد جنگ اور شدت اختیار کر گئی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ صورت دیکھی تو یمنیوں اور ریحوں کے پاس کھلا کر بھیجا کہ تم اپنے اپنے قریب والوں کی مدد کے لیے پہنچ جاؤ۔

بنو عبدالقیس کے ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھیوں سے کہا ہم جہیں کتاب اللہ قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ حامیان عائشہ رضی اللہ عنہا: تم کیا کتاب اللہ کی دعوت دو گے جب کہ تم اللہ کی نافرمانی کر رہے ہو کو بھی قائم نہ کر سکتے اور جب کہ اللہ کی جانب دعوت دینے والے کعب بن سور کو تم نے قتل کر دیا یہ جواب جس شخص نے دیا تھا اسے قلیلہ ربیعہ نے نیزے مار کر قتل کر دیا اس کے قتل ہونے کے بعد اونٹ کی حفاظت کے لیے مسلم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کی جگہ کھڑا ہوا لوگوں نے اسے بھی ختم کر دیا۔ کوفہ کا میمنہ بصرہ کے میمنہ پر حملہ کر رہا تھا اس حملہ میں کوفیوں نے بہت سے بصریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

کوفیوں کا حضرت عائشہؓ پر حملہ:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ پہلی جنگ دو پہر تک شدت سے جاری رہی اس جنگ میں حضرت طلحہؓ جو شہید ہوئے اور زہیرؓ بھی اس جنگ کے دوران چلے گئے۔ لوگوں نے حضرت عائشہؓ کو بے بس سے پاس پناہ دی اور اہل کوفہ جنگ کے علاوہ کوئی دوسرا فیصلہ قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے اور لوگوں کا تمام تر حملہ حضرت عائشہؓ پر تھا۔ حضرت عائشہؓ جیسو نے اپنے حامیوں کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ حضرت عائشہؓ جیسو کے قریب فریقین میں نہایت سخت جنگ ہوئی اور بے انتہا شور اٹھا۔ ظہر کے وقت جنگ بند ہو گئی لیکن ظہر کے بعد پھر دوبارہ جنگ شروع ہوئی یہ جنگ آخری جمادی الاول بروز جمعرات ہوئی۔ شروع روز میں حضرت زہیر اور حضرت طلحہؓ جیسو کی ماقبلی میں جنگ جاری رہی دو پہر کے وقت لشکر کی کمان حضرت عائشہؓ جیسو کر رہی تھیں اس وقت نہایت شدید جنگ ہوئی اور ظہر کے وقت علیؓ جیسو کے سینہ نے عائشہؓ جیسو کے میسرہ کو شکست دے دی لیکن حضرت عائشہؓ جیسو کا سینہ حضرت علیؓ جیسو کے میسرہ پر غالب رہا اور بصرہ کے قبیلہ ربیعہ نے کوفہ کے رہیوں کو شکست دی۔ حضرت علیؓ جیسو نے مجبور ہو کر بصرہ کے معز یوں کے مقابلہ میں کوفیوں کے معز یوں کو بھیجا اور فرمایا موت سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں نہ وہ بھاگنے والے کو چھوڑتی ہے اور نہ کڑے ہونے والے کو۔

جھنڈے کی واپسی:

عمر نے ابو اسحاقؓ ابو عبد اللہ انصاریؓ ابن اسحاقؓ علی بن عمر و الکندی اور زید بن حسان کے واسطے سے محمد بن الحنفیہ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ کہ جمل کے روز میرے والد نے لشکر کا جھنڈا اٹھنے نہایت کیا اور فرمایا آگے بڑھو۔ میں برابر آگے بڑھتا رہا لیکن جب میرے آگے نیزے اور سائیں اڑے آگے تو میں رک گیا کسی نے میرے پیچھے سے کہا تیری ماں مرے آگے کیوں نہیں بڑھتا۔ میں نے جواب دیا آگے کوئی جگہ نظر نہیں آتی چاروں طرف نیزے اور سائیں ہیں کہنے والے نے ہاتھ بڑھا کر میرے ہاتھ سے جھنڈا لے لیا۔ میں نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ میرے والد تھے۔ وہ فرما رہے تھے۔

أَتَيْتُ السَّيْفَ غَرَبًا مِّنَ الْخُطْبَىٰ نَبَأَ عِيْشَةَ أَنَّ السَّقْمَ قَوْمٌ أَعْدَا

الْخَلْفَ خَيْرٌ مِّنْ قِتَالِ الْإِنْسَانِ

ترجمہ: ”اے عائشہؓ! آپ نے اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈال لیا اور قوم کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا۔ بیٹوں کے قتل ہونے سے تو بہتر تھا کہ آپ جھک جانا قبول فرمالتیں۔“

جھنڈے کے نیچے قتل عام:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ دونوں لشکروں میں اتنی سخت جنگ ہوئی کہ ہر جگہ پر قلب لشکر کا گمان ہوتا تھا اہل یمن نے نہایت جوا مردی دکھائی اور حضرت علیؓ جیسو کا جھنڈا استہلال ہونے کو نہ دس آدمی مارے گئے۔ ان میں سے پانچ ہمدانی تھے اور بقیہ یمنی جب ایک آدمی مارا جاتا تو دوسرا جھنڈا استہلال لیتا۔ آخر میں یزید بن قیس نے جھنڈا استہلالا۔ آخر قریب تک یہ جھنڈا اسی کے پاس رہا یزید جنگ کے وقت یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

فَدَعَيْتُ بِمَا نَفْسُ وَ قَدْ غَيْبُ ذَهْرًا أَفْطَلَكِ الْيَوْمَ مَا تَقِيَّتْ

ترجمہ: ”اے نفس! تو نے بہت زندگی گزاری اور زمانے سے بے پرواہ ہو چکا ہے جب تو ابھی تک زندہ ہے تو اور کب تک زندہ رہے گا۔“

أَطْلُبُ طُولَ الْعُمُرِ مَا خَيَّيْتُ

تو جب تک زندہ رہے میں تو زندگی کا طلب گار رہوں گا۔“

یہ اشعار یزید نے بطور تمثیل پڑھے تھے۔ ورنہ یہ اشعار اس سے قبل کے کسی اور شخص کے ہیں، نمران بن ابی نمران الہمدانی نے اس جنگ کے وقت یہ اشعار پڑھے۔

جَرَدْتُ سَيْفِي فِي رِمَالِ الْأَزْدِ أَضْرَبُ فَيْئُ مُحَمَّدٍ لِيَهُمُ وَالْمُرْدُ

مُحَلِّ طَوِيلِ السَّاعَةِ نِيْنُ تَهْلِي

ترجمہ: ”میں ازادیوں کے درمیان اپنی تلوار چلا رہا تھا اور ان کے پڑھوں اور تو جوانوں کو قتل کر رہا تھا۔ اور ہر لمبے باز دو الے چیتے کو میدان میں گرا رہا تھا۔“

دو میدان میں آگے بڑھے اس وقت اہل کوفہ کے میسرہ کے جھنڈے کے نیچے لڑتے لڑتے زید مصعبہ سلیمان اور عبداللہ بن رقبہ المصیرہ مارے گئے ان کے بعد ابو عبیدہ بن راشد بن سلمیٰ یہ دعاء کرتا ہوا آگے بڑھا۔ اے اللہ! آپ ہی نے ہمیں گمراہی سے ہدایت عطا فرمائی ہے اور ہمیں جہالت سے محفوظ رکھا اور ہمیں ایسی آزمائش میں مبتلا کیا جس کے بارے میں ہم آج تک شک و شبہ میں مبتلا تھے اس کے بعد یہ قتل کر دیا گیا پھر حصین بن معبد بن النعمان قتل ہوا۔ قتل ہوتے وقت اس نے جھنڈا اپنے بیٹے معبد کو دے دیا اور اس سے کہا اے معبد اس جھنڈے کو قریب ہی رکھنا اور زیادہ آگے نہ بڑھنا اس کے بعد یہ جھنڈا آخر وقت تک اسی کے ہاتھ میں رہا۔

تاریخ کا عجیب و غریب واقعہ:

سری نے شعیب دسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب کوفہ اور بصرہ کے معز یوں میں جنگ ختم ہو گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں یہ اعلان کیا گیا کہ اب جنگ ختم ہو چکی ہے اب اپنے ہاتھ پاؤں تلاش کرو۔ لوگ اپنے ہاتھوں اور پیروں کی تلاش میں مصروف ہو گئے اس سے قبل اور نہ اس کے بعد کوئی ایسی جنگ ہوئی ہے اور نہ آج تک کوئی ایسا واقعہ سننے میں آیا ہے جس میں لوگوں کے اتنے ہاتھ پاؤں کٹے ہوں جیسا کہ اس جنگ میں کٹے تھے یہ نہ معلوم ہو سکا تھا کہ یہ کس کا ہاتھ ہے اور یہ کس کا پاؤں ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عتاب رضی اللہ عنہ کا شہادت سے قبل ہاتھ کٹ چکا تھا ان دونوں لشکروں میں سے جس کا بھی ہاتھ پاؤں کٹ جاتا تھا وہ اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ وہ قتل ہو جائے اس لیے وہ برابر میدان جنگ میں جھارتا تھا۔

قبیلہ غسان کی شجاعت:

سری نے شعیب دسیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا ہے کہ جب جنگ زوروں پر ہونے لگی تو اہل کوفہ کا سینہ اہل بصرہ کے قلب میں ٹھس گیا اسی طرح اہل بصرہ کا سینہ اہل کوفہ کے قلب میں ٹھس گیا۔ لیکن اہل کوفہ کے سینہ اور

میسرو نے مخالفین کو اپنے دستوں میں قلعہ گھسنے نہیں دیا۔ اسی طرح ابصرہ کے میسرہ نے بھی مخالف کو اس کا قطعاً موقعہ نہیں دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان لوگوں سے سوال کیا جو ان کے ہاتھیں جانب تھے کہ یہ کون سا قبیلہ ہے صرۃ بن شیمان نے جواب دیا آپ کے لئے کہ ازو ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے آل غسان تمہاری شجاعت عام سننے میں آتی ہے آج اپنی شجاعت و بہادری کو قائم رکھتے ہوئے اپنی عزت کی حفاظت کرو۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قحطان پر شعر پڑھا:

وَجَالَدٌ مِنْ غَسَّانٍ أَهْلُ جَفَاظِلْهَا وَهَنْبٌ وَأَوْسٌ جَالِدٌ وَشَيْبٌ

ترجمہ: ”غسانی جو حفاظت کرنا جانتے ہیں انہوں نے جنگ کی اسی طرح ہنب، اوس اور شیب نے بھی جنگ کی۔“

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے داہنی جانب والوں سے سوال کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے عرض کیا بکر بن وائل۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تمہارے بارے میں شاعر یہ کہتا ہے۔

رَجَاءُ وَالْجَسَافِيُّ الْخَلِيدُ كَأَنَّهُمْ بَيْنَ الْجِسْرِ وَالْمَعَسَاءِ بَكْرُ بْنُ وَائِلٍ

ترجمہ: ”بکر بن وائل اپنی عزت کی خاطر ہم پر اس طرح چڑھ کر آئے کہ دوسرے ہر تک لوہے میں غرق تھے۔“

اے بکر بن وائل تمہارے مقابلے میں ابو عبد القیس ہیں تم آج ان سے بڑھ کر جنگ کرو۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس دستے سے سوال کیا جو ان کے آگے تھا۔ تم کون لوگ ہو انہوں نے جواب دیا ہم بنو

ناجیہ ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: خوب چڑب۔ آج اٹلی اور قریشی تلواریں باہم ٹکرائی ہیں آج تم لوگ ایسی جنگ کرو جس سے

فائدہ اٹھایا جاسکے۔

بنو ضبہ کی شجاعت:

کچھ دیر بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارد گرد بنو ضبہ آ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دیکھ کر فرمایا اب پنگاریاں اچھی طرح بھڑک اٹھی ہیں جب بنو ضبہ نرم پڑ گئے تو ان کے ساتھ بنو عدی شامل ہو گئے حتیٰ کہ اکثریت بنو عدی کی ہو گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے جواب دیا ہم لوگ مخلوط ہیں کوئی متعین قبیلہ نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب تک بنو ضبہ میرے ارد گرد لڑتے رہے اس وقت تک اونٹ کا سر جھکنے نہیں پایا۔ انہوں نے آخر وقت تک اونٹ کے سر کو سیدھا رکھا۔ انہوں نے ایسی جنگ کی کہ ان پر کوئی الزام قائم نہیں کر سکا اور جتنے ان کے ہاتھ پاؤں کٹے ہیں اتنے کسی قبیلہ کے نہیں کٹے اور وہ دونوں لشکروں میں سے سب سے زیادہ غالب رہے کہ مخالفین اونٹ پر تیرا انداز کر رہے تھے اور بنو ضبہ برابر کٹ کر گر رہے تھے اور مجھے بچا رہے تھے۔

پھر دونوں قلب لشکر مل گئے اور قوم نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ علیحدہ علیحدہ رہیں اس لیے وہ ایک دوسرے سے مل گئے۔

ابن یثرب کی جو نمرودی:

اس کے بعد ابن یثرب نے اونٹ کی مہار پکڑی یہ ابن یثرب وہ ہے جس نے علباء بن العثیم، زید بن صوحان اور ہند بن عمرو کے قتل کا دعویٰ کیا تھا یہ جنگ کے دوران یہ ہرزہ پڑھا تھا۔

أَنَا لَيْسَنُ بِنَجْرِي نَبِيٍّ ابْنُ نَجْرِيٍّ
فَاتِلْ عِلْبَاءَ رَجُلٍ الْخَمِيْسُ

وَأَنْتَ لَصُوحَاؤُ عَلَى ذِيْنِ عِلْبَى

ترجمہ: ”میں ابن نجرانی ہوں جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور میں علواء اور ہنداء بجلی کا قاتل ہوں۔ میں زید بن صوحان کا بھی قاتل ہوں جو علی رضی اللہ عنہ کے دین پر تھا۔“

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شجاعت:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ابن نجرانی کو اپنے مقابلے کے لیے لٹکارا اور کہا کہ میں دنیا کا بہت مڑا کچھ چکا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ مجھ میں تیرے مقابلے کی طاقت نہیں۔ اگر تو سچا ہے تو اپنے دستے سے آگے نکل کر میرے مقابلے پر آ۔ ابن نجرانی نے اونٹ کی مہار بنو عدی کے ایک شخص کو دے دی اور دستے سے نکل کر دونوں صفوں کے درمیان کھڑا ہو گیا لوگوں نے عمار رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا جب ابن نجرانی عمار رضی اللہ عنہ کے قریب آیا تو عمار رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال اس کے کھینچ ماری جو اس کی تلواری پر پڑی۔ تلوار چٹ کر اس کی ٹانگوں پر گئی اور اس کے دونوں پیر کٹ گئے۔ عمار رضی اللہ عنہ کو یہ دیکھ کر افسوس ہوا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی ابن نجرانی کو اٹھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن کاٹنے کا حکم دیا۔ عمرو بن بجرہ اور ربیعہ العقیلی کا قتل:

جب ابن نجرانی قتل ہو گیا تو اس عدوی نے لگام کسی اور کو دے دی اور خود میدان میں آ کر مبارز طلب کیا عمار رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے پر آنا ہی چاہتے تھے کہ ربیعہ العقیلی اس کے مقابلے پر نکلا عدوی کا نام عمرو بن بجرہ تھا۔ اس کی آواز بہت بلند تھی اس وقت عقیلی یہ رجز پڑھ رہا تھا:

يَا اُمَّنَا اَعْبَا اَمْ نَعْلَمُ وَالْاَمُّ نَفْلُوْا وَلَنَا وَنَرْحَمُ

ترجمہ: ”اے ماں ہم آپ کو بہت ہی نامہربان دیکھ رہے ہیں حالانکہ مائیں تو بچوں کو نغذا دیتی اور ان پر رحم کرتی ہیں۔“

اَلَا تَرٰنَ عَنَّمْ شَجَاعٌ مِّكَلْمُ وَتُخَلِّسِيْ مِنْهُ يَدٌ وَ مَعْصَمُ

ترجمہ: کیا آپ نہیں دیکھتیں کہ کتنے بہادر دشمنی ہو رہے ہیں اور ان کے ہاتھ اور کلائیوں کاٹی جا رہی ہیں۔“

اس کے بعد یہ دونوں آپس میں گتہ گتے اور دونوں نے ایک دوسرے کو سخت زخمی کر دیا اور دونوں مارے گئے۔

حارث بن ضہہ کا رجز:

عطیہ بن بلال کا بیان ہے کہ بنو ضہہ کے ایک شخص نے عدوی کی جگہ مبارزہ کیا اس کا نام حارث تھا ہم نے اس سے سخت کوئی

آدی نہیں دیکھا وہ برابر یہ رجز پڑھ رہا تھا:

نَحْنُ بَنُو ضَهْبَةَ اَصْحَابِ الْحَمَلِ نَنْعِيْ اَبْنَ عَفَّانَ بِأَطْرَافِ الْاَسَلِ

ترجمہ: ”ہم ضہہ کی اولاد ہیں اور اونٹ والے ہیں۔ ہم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کانٹروں کی نوکوں سے بدلہ لینے آئے ہیں۔“

اَلْمَوْتُ اَحْلَى عِنْدَنَا مِنْ الْعَسَلِ رُدُّوْا عَلَيْنَا شَيْخَنَا ثُمَّ نَحْلِ

ترجمہ: ہمارے نزدیک موت شہدے بھی زیادہ میٹھی چیز ہے۔ ہمارے امیر کو کہیں واپس کر دو اور ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔“

بنو نضہ کی جاں نثاری:

عمر بن شعبہ نے حسن، مفضل بن محمد اور عدی بن ابی عدی کے ذریعہ اور جاء العطار دی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں جنگ جمل کے دن ایک شخص کو دیکھ رہا تھا یہ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھا اور تلوار ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اس پھرتی کے ساتھ تہہ میل کرتا تھا جیسے آگ کی چنگاری ہو اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

نَحْنُ بِنُؤُضَةٍ أَصْحَابِ الْحَمَلِ نُنَازِلُ السَّمُوتِ إِذَا السَّمُوتُ نَزَلِ

ترجمہ: ”ہم بنو نضہ ہیں۔ اونٹ والے ہیں۔ جب موت نازل ہوتی ہے تو ہم موت میں گھس جاتے ہیں۔“

وَالسَّمُوتُ أَشْهَى عِنْدَنَا مِنَ الْعَسَلِ نَعْنَى ابْنِ عَفَّانٍ بِأَطْرَافِ الْأَنْصِلِ

رُذُؤًا عَلَيْنَا شَيْعَنَا ثُمَّ بَحَلِ

ترجمہ: موت ہمیں شہد سے بھی زیادہ مرغوب ہے۔ ہم عفان بن جوش کا بدلہ نیزوں کی نوکوں سے لینے آئے ہیں۔ ہمارے امیر کو ہمیں واپس کر دو پھر ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں۔“

عمر بن ابی الحسن کے ذریعہ مفضل انصی سے نقل کیا ہے کہ یہ اشعار پڑھنے والا وہیم بن عمرو بن ضرار انصی تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے جانوں کی قربانی:

عمر بن ابی الحسن کے ذریعہ ہڈی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جمل کے روز عمرو بن یثرب اپنی قوم کو جوش دلا رہا تھا لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی مہار پکڑ پکڑ کر دروازہ پر دھڑے تھے۔

نَحْنُ بِنُؤُضَةٍ لَا نَبْغُرُ خَشَى نَرَى جِنًّا جِنًّا نَجِرُ

نَجِرُ مِنْهَا الْعِلْقُ الْمُخْمِرُ

ترجمہ: ”ہم بنو نضہ ہیں۔ بھاگنے والے نہیں تاؤ فتنہ کھوپڑیاں مگرتی نہ دیکھ لیں۔ اور جب تک خون کی سرخ دھاریں نہ چٹنے لگیں۔“

بَا أَمْنَا يَا عَيْشُ لَنْ نَرَا عِنَى كُلُّ نَيْبِكَ نَطْلُ شُخَاغِ

ترجمہ: اے ہماری ماں! اے عائشہ رضی اللہ عنہا! آپ ہرگز خوف نہ کیجیے۔ آپ کے تمام بیٹے بہادر مرد میدان ہیں۔

بَا أَمْنَا يَا زَوْجَةَ النَّبِيِّ يَا زَوْجَةَ الْمُبَارَكِ الْمُهَدَّبِ

ترجمہ: اے ہماری ماں! اے نبی کی زوجہ اور مبارک ذات اور ہدایت کرنے والے کی زوجہ۔“

اس وقت مہار پر چالیں آ دی گئی ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب تک بنو نضہ کی آوازیں ختم نہ ہوئیں اس وقت تک اونٹ کا سر بالکل سیدھا رہا۔

ابن یثرب کی قاتل:

اس روز عمرو بن یثرب نے علماء بن ابی نعیم الدوسی ہند بن عمرو الجعفی اور زید بن صوحان کو قتل کیا۔ عمرو جنگ کے وقت یہ رجز

پڑھ رہا تھا۔

أَظْهَرُ لَهُمْ وَلَا أَرَىٰ أَبَاحُشُنَّ كَفَىٰ بِهَا حُزْنًا مِّنَ الْحَزَنِ

إِنَّا نَجِدُ الْإِمْرَأَافَ الرَّشِيْنَ

ترجمہ: "میرے لیے یہ غم کیا کم ہے کہ میں لوگوں کو قتل کر رہا ہوں لیکن مجھے علی رضی اللہ عنہ کیسے نظر نہیں آتا۔ ہم تو کاموں کو پچھانسیوں پر گزرتے ہیں۔"

بدلی کا بیان ہے کہ صفین کے روز بھی یہ شعر تشبیہاً پڑھا گیا تھا۔ اس روز عمرو بن یثرب کے مقابلے پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ آئے اس وقت ان کی عمرو نے سال بھی یہ اون کی ایک کھلی پہنے ہوئے تھے جو درمیان سے کھجور کے پتوں سے باندھ رکھی تھی عمرو بن یثرب ان کی لٹاکار پر ان کی جانب لپکا حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال اس کے آگے کر دی عمرو نے اپنی ٹکڑا ڈھال کے نیچے سے چھوٹی چابی تو لوگوں نے چاروں طرف سے اس پر تیروں کی بارش کر کے اسے گرا دیا وہ اس وقت یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

إِنْ نَفَقْتُ لَوْنِي فَأَنَا بَنْ يُسْرِئِي قَائِلُ عِلْبَاءَ وَ هُنْدُ الْحَمَلِي

ثُمَّ إِنِّي صُوحَا عَلَى ذِي غَلِي

ترجمہ: "اگر تم مجھے قتل کر دو گے تو میں ابن یثرب ہوں۔ میں نے ہی علباء اور ہند الحملی کو قتل کیا ہے۔ میں ہی ابن صوحان کا قاتل ہوں جو علی رضی اللہ عنہ کے دین پر تھا۔"

جب یہ دُعا ہو کر گر گیا تو لوگ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پکڑ کر لے گئے۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: تو نے اپنے آپ کو آج مجھ سے پچایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دو ہو جا تو ہی فحش ہے کہ جب میرے تین آدمی تیرے مقابل گئے تو تو نے ان کے چہروں پر تلواریں مار مار کر شتم کر دیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

اونٹ کا قتل:

عمرو نے ابوالحسن 'ابوحنف' اسحاق بن راشد اور عباد کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جنگ جمل میں دشمنی ہو گیا تھا اور تلواروں اور نیزوں کے میرے ستیس زخم آئے تھے اور میں نے اس روز بھی جنگ کبھی نہ دیکھی تھی کہ نہ تو ہم ہی شکست کھاتے تھے اور نہ مخالفین ہی کو شکست ہو رہی تھی اور ہم میں سے ہر شخص سیاہ پہاڑی طرح ڈٹا ہوا تھا اور جو شخص بھی مہار پکڑتا تھا وہ قتل ضرور ہو جاتا تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن عتاب رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی مہار پکڑی وہ بھی شہید ہوئے اس کے بعد اسود بن ابی النضر نے مہار تھامی وہ بھی ختم ہو گئے پھر میں نے آگے بڑھ کر مہار تھام لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا۔ یہ کون ہے میں نے جواب دیا آپ کا بھانجا۔ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے اسماء رضی اللہ عنہا کہ تم۔ اسے میں میرے سامنے سے اشرک نکلا۔ میں اسے جھپٹ گیا۔ ہم دونوں کشتی لڑتے لڑتے پیچ کر گئے۔ میں نے چلانا شروع کیا اے لوگو! مجھے بھی قتل کر دو اور مالک کو بھی قتل کر دو (یعنی اشرک کو)۔

الغرض ہمارے اور مخالفین کے آدمی برابر جنگ میں مصروف رہے حتیٰ کہ ہم مغلوب ہوئے گئے اور مہار ہمارے ہاتھ سے پھوٹ گئی اور علی رضی اللہ عنہ نے چلا کر کہا اونٹ ذبح کر دو۔ اگر اونٹ ذبح ہو گیا تو یہ لوگ منتشر ہو جائیں گے۔ ایک آدمی نے اونٹ کو زخمی کر کے گرا دیا اونٹ کے زخمی ہوتے ہی اس کے منہ سے ایسی بری آواز نکلی کہ میں نے آج تک کبھی نہ سنی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہجر

بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہودج اٹھا لو اور اس پر ایک خیمہ لگا دو اور دیکھو کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کوئی زخم تو نہیں پہنچا۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے خیمہ کے اندر اپنا سر داخل کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قصہ سے کہا تو جاہ و بر باد ہو جائے کون ہے؟

محمد: آپ کا وہ رشتہ دار جس سے آپ انتہائی ناراض ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیا شعیب کا بیٹا۔

محمد: جی ہاں! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو عاقبت سے رکھا۔

اشتر اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا مقابلہ:

اسحاق بن ابراہیم بن حبیب بن الشہید نے ابو بکر بن عیاش سے علاقہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے اشتر سے سوال کیا تو نے لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر مجبور کیا تھا لیکن تیرے بصرہ جانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔

اشتر: ان لوگوں نے بیعت کرنے کے بعد بیعت توڑ دی اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہنات پر مجبور کیا۔ میں دل میں اللہ سے یہ دعا کرتا تھا کہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہو جائے اور اس سے میری ملاقات بھی ہوئی لیکن کچھ دیر کے لیے افسوس میرے بازو میرا ساتھ نہ دے سکے کہ میں تلوار سے اس کی گردن اتار لیتا اس نے تو مجھے گھوڑے پر سوار تک بھی نہ رہنے دیا اور پیچھے مگر ادیا۔

اشتر اور عتاب بن اسید رضی اللہ عنہما کا مقابلہ:

علاقہ کہتے ہیں میں نے اشتر سے دریافت کیا کہ یہ جملہ کد "مجھے اور مالک کو قتل کر دو" کیا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ اشتر: نہیں بلکہ یہ جملہ عبدالرحمن بن عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ میرے مقابلے پر آئے ہم دونوں میں دودھ ہاتھ ہوئے اس کے بعد انھوں نے مجھے پچھاڑا اور میں نے انھیں پچھاڑا جب ہم دونوں آپس میں تقہم گنھا ہو رہے تھے تو انھوں نے چلا کر کہا اے لوگو! مجھے بھی قتل کرو اور مالک کو بھی قتل کرو لوگ میرا نام نہ جانتے تھے اس لیے میں بچ گیا۔ ورنہ مجھے ضرور قتل کر دیتے۔

ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی شجاعت:

عبداللہ بن احمد نے احمد سلیمان عبداللہ رضی اللہ عنہ بن النضر اور عثمان بن سلیمان کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ہمارے سامنے ایک جوان آیا اور اس نے کہا اے لوگو! دو شخصوں سے بچتے رہنا ان دونوں میں ایک اشتر ہے اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کی ایک داگ زخم کے باعث کھلی ہوئی ہے۔ اشتر کا بیان ہے کہ جب میرا ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے اپنا نیزہ میرے پاؤں کی طرف بڑھایا۔ میں نے دل میں یہ کہا کہ یہ کتنا احمق آدمی ہے اگر یہ میرا پاؤں کاٹ بھی دے گا تو کیا میں اسے چوڑھو دوں گا لیکن جب ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ایک دم سے نیزہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر میرے منہ پر وار کرنا چاہا تو میں نے دل میں خیال کیا کہ وہ اقتلا یہ بھی کوئی یکتا بہادر ہے۔

عمرو بن الاشرف کا قتل:

عمرو بن شعبہ نے ابو الحسن ابو جعفر ابن عبدالرحمن اور عبدالرحمن کے حوالے سے جناب سے نقل کیا ہے۔ کہ عمرو بن اشرف

نے اونٹ کی مہارت تھی یہ اتنے بہادر تھا کہ جو شخص بھی اس کے سامنے آتا وہ اسے اپنی تلوار پر رکھ لیتا اتنے میں حارث بن زبیر اس کے مقابلے آیا وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

بَا اَمْنًا يَا خَيْرَ اَمٍّ نَعْلَمُ اَمَّا تَرِيْمُنْ كَمْ شُعَاعٍ يُكَلِّمُ
وَنُخْلِي هَامُئِهِ وَالْمِعْصَمُ

ترجمہ: ”اے ہماری ماں! ہم جانتے ہیں کہ آپ بہترین ماں ہیں لیکن کیا آپ یہ نہیں دیکھ رہی ہیں کہ کتنے بہادر دشمنی ہو رہے ہیں۔ اور کتنی کھوپڑیاں اور بازو کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔“

ان دونوں میں دودھ ہاتھ ہوئے اور کچھ دیر بعد دونوں زمین پر اپنے پاؤں رگڑ رہے تھے کچھ دیر کی تکلیف کے بعد دونوں مر گئے۔ جندب کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مدینہ پہنچا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا۔ تم کون ہو؟

جندب: میں قبیلہ ازد کا ایک آدمی ہوں اور کوفہ میں رہتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیا تم جنگ جمل میں موجود تھے؟

جندب: جی ہاں!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیا ہمارے ساتھ شریک تھے یا ہماری مخالفت میں تھے۔

جندب: میں آپ کا مخالف تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیا تم اس شخص کو جانتے ہو جس نے یہ شعر پڑھا تھا۔ يٰ اَمْنًا يَا خَيْرَ اَمٍّ نَعْلَمُ

جندب: جی ہاں اوہ میرا چچا زاد بھائی تھا۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اٹھارہ گیسو جس کی ان کے چپ ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔

عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ کا قتل:

عمر بن ابوالحسن ابن ابی سلیٰ اور دینار بن ابھیزار کے حوالے سے اشتر کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن حکیم بن حزام اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہما کو دو بیٹوں کی طرح لڑتے دیکھا قریش کا جہنم انھی عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ ہم نے عبداللہ کو چاروں طرف سے گھیر کر قتل کر دیا لیکن عبداللہ نے مرتے مرتے عدی رضی اللہ عنہ کے نیزہ بھیج مارا اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔

عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کی شجاعت:

عمر بن ابوالحسن ابن ابی سلیٰ اور دینار بن ابھیزار کے ذریعہ اشتر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں نے عبدالرحمن بن عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کیا میں نے اس سے زیادہ بہادر اور خوش فک کوئی شخص نہیں دیکھا۔ میں اسے چمٹ گیا اور ہم دونوں زمین پر گر پڑے اس نے چلا چلا کر کہا اے لوگو مجھے اور مالک دونوں کو قتل کر دو۔

علم برداروں کا قتل عام:

عمر بن ابوالحسن اور ابوجحیف کے حوالے سے محمد بن جحیف کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ مجھ سے قبیلے کے ان بوڑھوں نے بیان کیا جو جنگ جمل میں موجود تھے کہ اس روز کوفہ کے ازدیوں کا جہنم اشتر بن حکیم کے پاس تھا یہ شخص اسی روز مقتول ہوا اس کے قتل ہونے

کے بعد اس کے گھروالوں میں سے صعب نے جہنڈا اسنبھالا۔ لیکن وہ بھی قتل ہوا اس کے بعد اس کے بھائی عبداللہ بن سلیم نے جہنڈا قتل کیا وہ بھی قتل ہوا آخر میں علاء بن عروہ نے جہنڈا اسنبھالا اور فتح کے وقت تک جہنڈا اسی کے ہاتھ میں رہا۔

کوفی قبیلوں کا جہنڈا اقام بن مسلم کے پاس تھا۔ وہ بھی قتل ہوا اس کے بعد زید بن صوحان نے جہنڈا اسنبھالا وہ بھی قتل ہوا پھر سحان بن صوحان نے جہنڈا اسنبھالا وہ بھی قتل ہوا ان کے بعد متعدد اشخاص جہنڈا اسنبھالتے رہے اور قتل ہوتے رہے ان میں عبداللہ بن رقیہ اور راسد بھی قتل ہوئے پھر مقد بن نعمان نے جہنڈا اسنبھالا لیکن اس نے یہ جہنڈا اپنے بیٹے مقد کو دے دیا جو آخر وقت تک اسی کے پاس رہا۔

کوفیوں میں سے بکر بن وائل کا جہنڈا بنو ذیل میں سے حارث بن حسان بن حنیف بن خوط الذہلی کے پاس تھا۔ ابو العرقاء الرقاشی نے اس سے کہا آج اپنی اور اپنی قوم کی عزت بچا۔ اس نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا ہے بکر بن وائل تمہارے امیر کے برابر رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں کسی کا درجہ نہ تھا۔ تم ان کی مدد کرو اس کے بعد حارث آگے بڑھا اور قتل کر دیا گیا۔ جہنڈا اسنبھالتے ہوئے اس کا بیٹا اور پانچ بھائی قتل ہوئے اس روز بشیر بن حسان بن خوط جنگ کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا رہا تھا۔

أَنَا ابْنُ حَسَّانِ ابْنِ خُوطٍ وَأَيْسَى رَسُوْلٌ يَكْفُرُ كُفْلَهَا أَيْسَى النَّبِيِّ

ترجمہ: ”میں حسان بن خوط کا بیٹا ہوں اور میرے باپ تمام بکر بن وائل کی جانب سے حضور کے پاس قاصد بن کر گئے تھے۔“ اس کا بیٹا لڑتے وقت یہ شعر پڑھا رہا تھا۔

أَنْعَى الرَّبُّنَ الْحَارِثَ بْنَ حَسَّانٍ لَيْلًا ذُفْلًا وَ لَيْلًا شَيْبًا

ترجمہ: ”میں بنو ذیل اور بنو شیمان کے رئیس حارث بن حسان کا بدلہ لینے آ یا ہوں۔“

بنو ذیل کا ایک شخص یہ رجز پڑھا رہا تھا۔

تَنْعَى لَنَا خَيْرَ امْرِئٍ مِّنْ عَدُوِّنَا عِنْدَ الطُّغَيَانِ وَ يَسْرِبُ الْاَقْرَانِ

ترجمہ: ”تو ہم سے بنو عدنان کے ایک بہتر شخص کا بدلہ طلب کر رہا ہے جو نیزوں کے چلنے اور بہادروں کے ٹکرانے کے وقت آگے آگے رہتا تھا۔“

اہل کوفہ کے بنو محمد ورج میں سے بھی بہت سے آدمی قتل ہوئے اور بنو ذیل کے بنی شمس آدمی مارے گئے ان میں سے ایک شخص نے اپنے بھائی سے جواز رہا تھا کہا۔ اگر واقعتاً ہم حق پر ہیں تو آج ہم نے جنگ بھی مچا دی۔ اس نے جواب دیا ہم حق پر کیوں نہ ہوں گے کیونکہ لوگ تو دائیں بائیں بھاگتے ہیں اور ہم نے اپنی نبی کے اہل بیت کا دامن تھام رکھا ہے۔ یہ دونوں بھی لڑتے لڑتے قتل ہو گئے۔

اہل بصرہ کے قبیلوں کا جہنڈا عمرو بن مرحوم کے پاس تھا۔ قبیلہ قیس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ بکر بن وائل کا سردار شعیق بن ثور تھا اور اس قبیلہ کا جہنڈا شعیق کے غلام رشاش کے پاس تھا اور بصرہ کے ازدیوں کی ریاست عبدالرحمن بن شہم بن ابی حنین الجمالی کے پاس تھی یہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے اور جہنڈا عمرو بن الاشرف العنسی کے پاس تھا۔ اس کے گھروالوں میں سے تیرہ آدمی قتل ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ازدیوں کی ریاست صبرة بن شیمان الدانی کے پاس تھی۔

اونٹ کا قتل:

عمر نے ابو الحسن 'ابو لیلیٰ' ابو عکاشہ الہمدانی اور قاتلہ اٹھلی کے حوالے سے ابوالمختری الخثعمی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جنگ جمل کے روز بنو نہبہ اور ازدیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ یہ لوگ اونٹ کی بیگنیاں اٹھاتے انھیں سوجھتے اور ان پر اپنی جان قربان کرتے اور کہتے یہ ہماری ماں کے اونٹ کی بیگنیاں ہیں جن کی خوشبو مشک سے بڑھ کر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوئی آدمی ان پر حملہ کرتا تو یہ شعر پڑھتا۔

خَسِرْتُ سَهْبِي فَيَسِرُ رَحَالُ الْأَزْدِ أَضْرِبْ فَيُكْهَبُ لِيَهُمْ وَالْمُسَرِدُ
تَحُلُّ طَوِيلُ السَّاعَةِ يَنْهَدِي تَحُلُّ طَوِيلُ السَّاعَةِ يَنْهَدِي

ترجمہ: ”میں ازادیوں میں اپنی تلوار چار ہاتھ اور ان کے یوزموں اور جوانوں کو قتل کر رہا تھا۔ میں نے ہر لمبے باز والے چیتے کو قتل کیا۔“

لوگ ایک دوسرے سے گفٹ گفٹے۔ ایک چلانے والے نے چلا کر کہا کہ اونٹ کو ذبح کر دو۔ کوفیوں میں سے بحیر بن دجلہ انھیں نے اونٹ کو ذبح کر دیا۔ کسی نے اس سے سوال کیا تو نے اونٹ کو کس لیے ذبح کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ جب میں نے یہ دیکھا کہ میری قوم قتل ہو رہی ہے تو مجھے یہ ڈر پیدا ہوا کہ کہیں میری قوم فنا نہ ہو جائے اور مجھے امید تھی کہ اگر میں اونٹ کو ذبح کر دوں گا تو کچھ لوگ تو باقی رہ جائیں گے۔

کعب بن سور کی لاش کے ساتھ بے حرمتی:

عمر نے ابو الحسن کے حوالے سے صلت بن دینار کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ لشکر علی رضی اللہ عنہ میں سے عقیل کا ایک شخص کعب بن سور رضی اللہ عنہ کی لاش کے پاس سے گزرا۔ یہ مقتول پڑے ہوئے تھے اس نے اپنا نیزہ ان کی آنکھوں میں داخل کر کے اسے خوب ہلایا اور بولا میں نے تجھ سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا اقدام نہیں دیکھا۔

اونٹ کی خاطر قتل عام:

عمر نے ابو الحسن کے حوالے سے عوانہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جنگ جمل میں لوگوں نے صبح سے رات تک جنگ کی۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے یہ اشعار پڑھے۔

شَقَى الشَّيْفَ مِنْ زَيْدٍ وَهِنْدٍ نَفَوْسَنَا شَفَاءَ وَمِنْ عُيَيْتِي عَبْدِي بَنِي خَاتِمِ

ترجمہ: ”ہماری تلواروں نے ہماری جانوں کا بدلہ زید اور ہند سے اور ہمد سے اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے لے لیا ہے۔“

صَرَفْنَا لَهُمْ يَوْمًا إِلَى اللَّيْلِ كُلِّهِ بُصَمَ الْقَتَا وَالْمُرْهَفَاتِ الصَّوَارِمِ

ترجمہ: ہم نے رات تک پورے دن نیزوں اور کاٹنے والی تلواروں سے مقابلہ کیا۔“

ابن صامت کے اشعار ہیں۔

يَا ضَبَّ يَبْرِئِ قَبَائِلَ الْأَرْضِ وَابْتَعَةً عَلَى شِمَالِكَ أَلْ أَلْمُوتِ بِالْقَاعِ

ترجمہ: ”اے ضبہ آگے بڑھ۔ کیونکہ زمین وسیع ہے۔ اپنے بائیں ہاتھ چل کیونکہ میدان میں موت چھائی ہوئی ہے۔“

کَبِيْبَةً كَسَمَاعِ الشَّمْسِ اِذَا حُلِقَتْ اَلِهٰا اَنْتِ اِذَا مَسَّكَ دِفَاعٌ
ترجمہ: یہ ایک ایسا دھبہ ہے جیسے طلوع ہونے والے سورج کی کریمیں ہوتی ہیں جب بھی دفاع کرنے والے کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو غصہ کا نام پیش کیا جاتا ہے۔

اِذَا اُنْقِطِعَ لُحْمٌ فِىْ حُلٍّ مَغْضَرٍ بِالسُّمْرِقِيَّةِ حَضْرًا غَيْرَ اَبْدَاعِ
ترجمہ: ہم تمہارے لیے ہر میدان میں ڈٹ کر ایسی لکڑیوں سے مقابلہ کریں گے جو کانٹے والی ہوں گی اور واپس لوٹنے والی نہ ہوں گی۔

عمیر بن حلب کا واقعہ:

عباس بن محمد نے روح بن عبادہ اور روح کے حوالے سے ابور جا کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں جنگ جمل کے بعد مقتولوں کے درمیان رہا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو تکلیف سے اپنے پاؤں زمین پر رگڑ رہا ہے اور یہ اشعار پڑ رہا ہے۔

لَقَدْ اُوْرِدْنَا حَوْمَةَ الْمَوْتِ اَمْنَا فَلَمْ نُنْصَرِفْ اِلَّا وَ نَحْنُ زَوَا
ترجمہ: ”جب ہماری ماں آپ ہمیں موت کی وادی میں لے آئی ہیں اب ہم ہرگز واپس نہ جائیں گے بلکہ موت ہی سے سیراب ہوں گے۔“

اَطْعَمْنَا قُرْبٰنًا ضَلَّةً مِنْ حُلُوْمِنَا وَ نَصْرَنَّا اَهْلَ الْجَحَاْرِ عَنَّا
ترجمہ: ہم نے اپنے عقلمندوں کی غلطی سے قریش کی اطاعت کر لی اور اہل حجاز کی امداد سے بے پروائی برتی۔“

میں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے گلہ پڑھ۔

رُحٰی: تم کون ہو؟

ابور جا: میں کوفہ کا باشندہ ہوں۔

یہ سنتے ہی اس رُحٰی نے مجھے پکڑ لیا اور میرے دونوں کان اکھاڑ لیے جیسا کہ تمہیں نظر آ رہے ہیں۔ پھر مجھ سے بولا کہ جب تو اپنا ماں کے پاس جائے تو اس سے کہنا کہ عمیر بن اُمّی نے میرے کان اکھاڑ لیے ہیں۔

عمرو نے ابوالحسن کے حوالے سے مفصل الراوی یہ عامر بن حفص اور عبدالجبار الاسدی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جنگ جمل میں عمیر بن الاہلب اُمّی رُحٰی ہو گیا جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص اس کے پاس سے گزرا یہ رُحٰیوں میں پڑا ہوا تھا۔ عمیر نے اس گدڑنے والے سے کہا ذرا میرے قریب آؤ۔ جب یہ قریب گیا تو عمیر نے اس کے کان کاٹ لیے۔ یہ عمیر اس وقت یہ اشعار پڑھا تھا۔

لَقَدْ اُوْرِدْنَا حَوْمَةَ الْمَوْتِ اَمْنَا فَلَمْ نُنْصَرِفْ اِلَّا وَ نَحْنُ زَوَا
ترجمہ: ”اے ہماری ماں آپ ہمیں موت کی وادی میں لے آئی ہیں تو ہم اب واپس نہ لوٹیں گے۔ بلکہ موت ہی سے سیراب ہوں گے۔“

لَقَدْ كَانَ عَنْ نَصْرِ بْنِ ضَبَّةٍ اُمَّةٌ وَ شُبُعَتُهَا مِنْ دَحَا وَ غَنَاءُ

ترجمہ: وہ نصر بن ضبہ کی ماں تھیں اور ان کے ساتھی بہادر اور موت سے بے پروا تھے۔

أَطْلَعْنَا بَنِي تَيْمٍ ابْنَ مُرَّةٍ شَقَوَةً وَ هَلْ تَيْمٌ إِلَّا أَعْبَدُوا وَ أَعَاءُ

ترجمہ: ہماری بد بختی یہ ہے کہ ہم نے تیم بن مرہ کی اولاد کی اطاعت کی اور بھی سب کے سب ظلام اور پابندیاں ہیں۔

بانی بن خطاب کے اشعار:

سری نے شیبہ و سیف کے حوالے سے مقدم الحارثی کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ ہم میں ایک شخص تھا جس کا نام بانی بن خطاب تھا۔ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں حصہ لیا تھا لیکن جنگ جمل میں یہ حاضر نہ تھا جب اس نے غزوہ کا یہ رجز سنایا

نَحْنُ بَنُو ضَبَّةٍ أَصْحَابُ الْحَمَلِ

تو اسے یہ رجز ناگوار گزر رہا۔ اس نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

أَبَتْ شَيْوُخُ مَذْحَجٍ وَ هَمْدَانٍ أَلَّ لَا يَرْكُذُوا نَعْمًا نَحْمًا نَحْمًا

خَلْقًا جَدِيدًا نَعْدُ خَلْقَ الرَّحْمَانِ

ترجمہ: ”مذحج و ہمدان کے شیوخ نے اس سے انکار کیا کہ وہ نعل (عثمان رضی اللہ عنہ) کو ان کی پرانی حالت پر لوٹا دیں۔ اور خدا کی تخلیق کے بعد نئی تخلیق سے بھی انہوں نے انکار کیا۔“

ابو الجراح کا رجز:

سری نے شیبہ، سیف اور صعب کے حوالے سے عطیہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ ابو الجراح باہر جنگ جمل کے دن یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

أَسَابِعُ أَنْتَ مُجْبِعُ لِعَلِيٍّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْذُقَ حَذَّ الْمُسْرِفِيٍّ

ترجمہ: ”کیا تو علی رضی اللہ عنہ کا حکم ایسے ہی سن لے گا اور ایسے ہی اس کی اطاعت کر لے گا۔ لکھو اری دھار کا مزہ چکھنے سے قبل یہ ہرگز نہ ہو سکے گا۔“

وَ خَاذِلٌ فِي الْحَقِّ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ أَعْرِثْ قَوْمًا لَسْتُ فِيهِ بَعِيٍّ

ترجمہ: کیا تو ازواج النبی کے حق کی اس طرح توہین کر سکتا ہے۔ میں اس قوم کو خوب جانتا ہوں۔ صد شکر ہے کہ میں اس قوم میں داخل نہیں۔“

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا حشر:

سری نے شیبہ و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ اس روز ام المؤمنین بڑے بڑے بہادروں اور مصر کے کچھ دار لوگوں کے حلقے میں تھیں جو شخص بھی نکام تھا مانتا تھا وہی جہنم استہلا تھا اور ام المؤمنین کا ساتھ چھوڑنا کوئی سہل کام نہ تھا اور میرا صرف وہی شخص تھا مانتا تھا جو اونٹ کے اوھر ادھر جنگ کر رہا ہو اور لوگ اس کی وفاداری سے واقف ہوں ان میں سے جب کوئی شخص مہار تھا مانتا تو کہتا میں فلاں بن فلاں ہوں تاکہ ام المؤمنین کو معلوم ہو جائے۔

خدا کی قسم! علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی اس پر پے در پے حملہ آور ہوتے لیکن یہ شخص بڑی کوششوں اور محنت کے بعد ہی قتل ہوتا۔ کیونکہ جو بھی علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی آگے بڑھتا وہ قتل کر دیا جاتا یا اس کے ہاتھ پاؤں بے کار ہو جاتے اور وہ اس وقت تک پیچھے نہ لوٹتا جب تک وہ علی رضی اللہ عنہ کے لشکریوں کو پیچھے قلب تک نہ تکمیل دیتا۔

اسی طرح عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے ایک مہار کھڑے والے پر حملہ کیا اس نے عدی رضی اللہ عنہ کی آنکھ پھوڑ دی اور اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اس نے میں اشتر آگے بڑھا عبدالرحمن بن عتاب رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا۔ حالانکہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا پاؤں کٹ چکا تھا اور زخموں سے چور تھے لیکن کچھ دیر مقابلے کے بعد دونوں کے ہتھیار بیکار ہو گئے اور دونوں ایک دوسرے سے گٹھ گٹھ ہو گئے۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے اشتر کو زخموں پر پھینک دیا اور اس پر چڑھ بیٹھے وہ تکلیف سے چیخنے لگا۔

ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا اشتر سے مقابلہ:

سری نے شعیب، سیف اور ہشام کے حوالے سے عروہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جو شخص بھی آگے بڑھ کر مہار کھڑا تھا تو وہ ام المومنین کو آگاہ کرنے کے لیے یہ کہتا تھا کہ میں فلان ابن فلان ہوں جب عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مہار کھڑی تو وہ خاموش رہے اور زبان سے کچھ نہ بولے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: تو کون ہے جو کچھ بھی نہیں بول۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: میں آپ کا بھانجا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ہائے رے اساء بیٹو کاظم۔ اساء بیٹو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی بڑی بہن تھیں۔

اسی دوران میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اور اشتر اونٹ تک پہنچ گئے عبداللہ بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اشتر کے مقابلہ پر بڑھے ان دونوں میں دو دو ہاتھ ہوئے اور اشتر نے عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اس کے بعد عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے پر گئے اشتر نے ان کے سر پر وار کیا جس سے ان کے سر پر کافی گہرا زخم آیا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر وار کیا لیکن وہ اوجھا پڑا اس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے کبھی عبداللہ رضی اللہ عنہ اشتر کو نیچے پھینک دیتے اور کبھی وہ انہیں جب یہ آپس میں متھم تھا ہورہے تھے تو عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ جھج جھج کر کہہ رہے تھے مجھے اور مالک کو قتل کر دو۔

مالک یعنی اشتر کا بیان ہے۔ میں یہ پسند نہ کرتا تھا کہ وہ میرا اشتر کہہ کر ڈکڑ کریں خواہ مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ کیوں نہ ملیں اس لیے کہ وہ لوگوں میں اشتر ہی مشہور تھا۔ اگر عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اس کے نام کے بجائے اشتر کہہ کر اس کا ذکر کرتے تو وہ ضرور قتل کر دیا جاتا۔

محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا قتل:

سری نے شعیب، سیف اور صعب کے حوالے سے عطیہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب آگے بڑھ کر اونٹ کی مہار تھی تو عرض کیا اے ام المومنین بیٹو! آپ مجھے کچھ حکم دیجیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حکم یہ ہے کہ اگر تو میدان چھوڑے تو تو آدھ کے بہترین بیٹے کی محض بن جا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب تک محمد رضی اللہ عنہ پر کوئی حملہ آور نہ ہوتا تھا یہ اس پر حملہ نہ کرتے تھے اور جنگ کے وقت یہ کلمہ ان کی زبان

پر تھا۔ ختم لَا يُنْصَرُونَ۔

انھیں کئی آدمیوں نے گھیر کر قتل کر دیا ان میں سے ہر شخص اس کا مدعی تھا کہ میں محمد کا قاتل ہوں۔ ان کے قتل کے مدعی یہ لوگ تھے۔ مکمل الاسدی، مکمل الفسی، معاویہ بن شداد الحسی اور عفان بن الاشقر النصری ان میں سے کسی نے ان کے جسم سے نیزہ پار کر دیا تھا۔ انہیں کے بارے میں ان قاتلین میں سے ایک شخص کہتا ہے۔

وَأَشْفَتْ قَوْمًا بِأَيَاتِ رَبِّهِمْ قَبِيلُ الْأَذَى فِيمَا تَرَى الْعَيْنُ مُسْلِمٌ
بِتَرْجَمَةٍ: ”جس کے بال پرانہ تھے۔ جو شخص غلوں میں کھڑے ہو کر اپنے پروردگار کی آیات خوب تلاوت کیا کرتا۔ جو بھی کسی کو تکلیف نہ پہنچاتا تھا۔ جس جیسی ہستی کسی مسلمان کی آنکھ نے نہ دیکھی تھی۔

هَتَكْتُ لَهُ بِالرُّصُوحِ خَيْبَ قَوْمِيهِمْ فَعَرَّضُوا لِيْلَيْدِينَ وَلِيْلَفَمِ
بِتَرْجَمَةٍ: میں نے نیزے سے اس کی گھٹیاں چاک کر ڈالا اور وہ اوندھے منہ زمین پر گرے۔

بُذِّخْتُ نَبِيَّ خَيْبٍ وَ الرُّصُوحِ شَاجِرُ فَهَلَا فَلَاحَمَ قَبْلَ الشَّقْدُمِ
بِتَرْجَمَةٍ: وہ مجھے ہم یاد دلار ہاتھ اور نیزہ اس کا سینہ پھاڑ رہا تھا کیوں نہ تو نے یہاں آنے سے پہلے تم پر بھی۔

عَلَى غَيْرِ شَيْءٍ غَيْرَ أَنْ لَيْسَ تَابِعًا عَلِيًّا وَمَنْ لَا يَتَّبِعِ الْحَقَّ يَنْدُمِ
بِتَرْجَمَةٍ: کوئی خاص بات نہ تھی میں نے اسے صرف اس لیے قتل کیا کہ اس نے علیؓ کی اتباع نہ کی تھی اور جو شخص حق کی اتباع نہ کرے وہ نادم ہوتا ہے۔

تقتلوا بولہذا کا حملہ:

سری نے شعیب، سیف اور صعب کے حوالے سے عطیہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ تقتلوا بن عمرو بولہذا نے اس روز اشتر سے کہا کہ ہم آپس کی لڑائی کو تم سے زیادہ جانتے ہیں بہتر یہ ہے کہ تم میدان سے لوٹ جاؤ اور اس وقت مہارزفر بن الحارث کے ہاتھ میں تھی اور یہ سب سے آخر میں مہار تھا مئے آیا تھا اور خدا کی قسم بنو عامر کا کوئی بزرگ ایسا نہ تھا جو مہار تھا مئے ہوئے قسم نہ ہو گیا ہو۔ اس روز جو لوگ قتل ہوئے ان میں اسحاق بن مسلم کے دادا ربیعہ بھی تھے۔

زفر مہار تھا سے نے ہوئے یہ درج پڑھ رہا تھا۔

بَا أَمْنًا نَسَاغَ شَلْنَسَرَا عِي كَلْ بَيْتِكَ بَطْلُ شَحَاغِ
لَيْسَ بَوْهَامِ وَلَا بِرَا عِي

بِتَرْجَمَةٍ: ”اے ہماری ماں! اے عائشہؓ! آپ ہرگز نہ گھبرائیے آپ کے تمام بیٹے خوفناک مرد میدان ہیں۔ نہ تو وہ وہم میں مبتلا ہونے والے ہیں نہ ڈرنے والے ہیں۔“

تقتلوا بولہذا اس کے جواب میں یہ درج پڑھ رہے تھے۔

إِذَا وَرَدْنَا اجْنَا حَفَرْنَا إِذَا وَلَا يُطَاقُ وَرَدُ مَا نَعْنَاهُ

بِتَرْجَمَةٍ: ”جب ہم گناہ میں مبتلا ہو گئے ہیں تو اب ہم اسے بر ملا کریں گے اور جس چیز سے ہم منع کرتے تھے اب اسے ایسے ہی نہ

چھوڑ دیا جائے گا۔“

قتلعاء رضی اللہ عنہ نے یہ شعر تشیئاً پڑھا تھا۔

قتلعاء رضی اللہ عنہ کی تدفین:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ اس روز اونٹ کی حفاظت کے لیے سب سے آخر میں زفر بن الحارث نے جنگ کی قتلعاہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف حملہ کے لیے بڑھے اور اس وقت حامت یہ ہو چکی تھی کہ بنو عامر کا تیس سال سے زیادہ عمر والا کوئی آدمی زندہ نہ بچا تھا اور یہ لوگ نہایت تیزی کے ساتھ موت کے منہ میں جا رہے تھے۔

قتلعاء رضی اللہ عنہ نے نجیر بن دلہ سے کہا اپنی قوم کو پیالے اور اونٹ فوراً ذبح کر دے۔ ورنہ یہ سب ختم ہو جائیں گے اور ام المؤمنین جنتیہ بھی ختم ہو جائیں گی اے آل فہد۔ اے عمرو بن دلہ میرے پاس آ اور میری بات مان لے۔

عمرو بن دلہ: کیا میرے لیے اس وقت تک امان ہے جب تک یہ کام کر کے نہ لوں۔

قتلعاء رضی اللہ عنہ: ہاں!

عمرو بن دلہ نے آگے بڑھ کر اونٹ کی پنڈلی کاٹ ڈالی اور اونٹ ایک بازو پر گر پڑا اور دھڑھری لینے لگا۔

قتلعاء رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے جو اونٹ کے قریب تھے کہا۔ تم لوگوں کے لیے امان ہے اس کے بعد زفر اور بقیہ بنو عامر نے اونٹ کو گھیر لیا اور زفر و قتلعاہ رضی اللہ عنہ نے ہودج اٹھا کر زمین پر رکھا اور لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشیمانی:

سری نے شعیب، سیف اور صعب کے حوالے سے عطیہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب شام ہوگئی اور علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اونٹ اور اس کے ارد گرد جو لوگ تھے انہیں گھیر لیا گیا اور نجیر بن دلہ نے اونٹ کو ذبح کر دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تمہیں امان ہے لوگوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ روک لیے۔ جب جنگ ختم ہوگئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بطور افسوس یہ اشعار پڑھے۔

إِلَيْكَ أَشْكُو عَجْزِي وَتَجَرِي وَمَغْشَرًا غَشَوُا عَفْسِي بِضَرِي

ترجمہ: ”اے اپنے غموں اور کمزوری کی اے خدا! تجھ سے فریاد ہے۔ دراصل ایک جماعت نے میری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔

قَتَلْتُ مِنْهُمْ مَضْرًا بِضَرِي شَفِئْتُ نَفْسِي وَ قَتَلْتُ مَغْشَرِي

ترجمہ: میں نے ان کے معز یوں کو معزیوں کے ذریعہ قتل کیا اور اس طرح میں نے اپنے دل کی پیاس بجھائی لیکن اپنی قوم ہی کو قتل کر ڈالا۔“

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی تدفین:

سری نے شعیب اور سیف اور اسماعیل بن ابی خالد کے حوالے سے حکیم بن جابر کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے روز گھر رہے تھے ”اے اللہ میری جان کا عثمان رضی اللہ عنہ کو بدلہ دے دیجیے تاکہ وہ راضی ہو جائیں“ ابھی وہ میدان میں کھڑے ہی تھے کہ ایک تیرہ آیا اور ان کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ ڈٹے رہے حتیٰ کہ ان کا موزہ خون سے

بھگ گیا۔ جب کھڑا ہوا، دشوار ہو گیا تو اپنے غلام سے فرمایا مجھے اپنے پیچھے بٹھا لو اور مجھے ایسی جگہ لے چلو جہاں مجھے کوئی پہچانے والا نہ ہو میں نے آج کی طرح کوئی بوڑھا ایسا نہیں دیکھا جس کا خون اس طرح ضائع ہوا ہو۔

غلام نے انہیں اپنے پیچھے سوار کیا اور انہیں لے کر بصرہ کے ایک نوٹے ہوئے مکان میں پہنچا اور اس مکان کے صحن میں غلطی جھڑو کول دیا۔ اسی مکان میں غلطی جھڑو کا انتقال ہوا اور بنی سعد کے علاقے میں دفن کیے گئے۔

زید بن صوحان کا قتل:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے بختری العبدی کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ حمل میں جواہل کوفہ شریک تھے ان میں سے تہائی قبیلہ ربیعہ کے افراد تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جوڑے میں فرمائے تھے تو مضمر کو مضمر کے مقابلہ پر ربیعہ گور ربیعہ اور یمن کو یمن کے مقابلے پر رکھا۔

بنو صوحان نے عرض کیا اے امیر المؤمنین ہمیں مضمر کے مقابلے کی اجازت دیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے منظور کر لیا۔ کسی نے زید بن صوحان سے کہا تو نے آخر یہ بات کیوں پسند کی کہ تو مضمر سے مقابلہ کرے اور اونٹ کی طرح حملہ آور ہو۔ کیا تجھے وہاں تیری موت کھینچنے لیے جاری ہے تم ہماری طرف چلے آؤ۔

زید: میں تو خدمت کا متمنی ہوں۔ الغرض زید اسی وقت مارے گئے اور مصعب بھی مارا گیا۔

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے مصعب بن عقیل کا یہ بیان مجھے لکھ کر بھیجا کہ ہم میں سے ایک شخص کا نام حارث تھا۔ اس نے مضمریوں سے کہا آخر تم کیوں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو۔ ہمیں تو یہ نظر آ رہا ہے کہ ہم موت کے منہ میں جا رہے ہیں اور پھر اس قتل کا آخر تم کیا بدلہ چکاؤ گے۔

کعب بن سور کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے:

عبد اللہ بن احمد نے احمد بن سلیمان ابن المبارک اور جریر کے حوالے سے جریر بن الحریث کا یہ بیان ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے حرمین کے ایک شیخ ابو جیر ثامی نے ذکر کیا کہ میں کعب بن سور کے پاس سے گزرا اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھا۔ اس نے مجھ سے کہا اے ابو جیر خدا کی قسم میری مثال وہی ہے جو ایک کہنے والے نے کہی ہے:

نَابُئْسِي لَا تُبْسِي وَلَا تُفْأَلِي

”اے میرے بیٹے تو تو پہل کر اور نہ جنگ کر“۔

جریر بن حریث کہتا ہے کہ اس کے قتل ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی لاش کے پاس سے گزرے اور فرمایا خدا کی قسم! جہاں تک میں جانتا ہوں تو حق پر قائم تھا۔ انصاف کی دعوت دیتا تھا اور ایسا اور ایسا تھا۔ الغرض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی خوب تعریف کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگ کی طلب گار نہ تھیں:

سری نے شعیب ابن مصعب، عمرو بن جادان کے حوالے سے جریر بن اشرف کا یہ بیان مجھے تحریر کر کے بھیجا کہ اس روز شروع دن میں طلحہ اور زہیر بن سہیل کی وجہ سے جنگ چلتی رہی اس کے بعد طلحہ و زہیر بن سہیل کے لشکر کو شکست ہو گئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صلح کی

طلب گاہ جس میں لوگوں نے انہیں گھیرا ہٹ میں ڈال دیا۔ مہر نے انہیں دیکھ کر گھیر لیا اور بھاگتے ہوئے لوگ پھر جنگ کے لیے بجز گئے۔ بقیہ دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ میں جنگ جاری رہی۔

کعب بن سور کا قتل:

کعب بن سور نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قرآن لیا اور دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو کر لوگوں کو اللہ کی قسم دی کہ وہ آپس میں خون نہ بہائیں۔ اس کے بعد اپنی زرہ اتار کر نیچے پھینک دی اور ڈھال توڑ دی۔ لیکن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے اس پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور اسے قتل کر دیا اور خود کچھ مہلت دے بغیر لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا پر حملہ کر دیا اور جنگ شروع ہو گئی اس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے سب سے پہلے کعب بن سور شہید ہوا۔

مسلم بن عبداللہ کا قتل:

سری نے شعیب، سیف اور عتقلہ کے حوالے سے کثرت کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ ہم نے مسلم بن عبداللہ کو ہوا میں کھانے کے لیے روانہ کیا لیکن لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے تیروں پر رکھ لیا۔ جیسا کہ قلب علی رضی اللہ عنہ نے کعب کے ساتھ کیا تھا۔ اس طرح دونوں لشکروں کے درمیان سب سے پہلے مسلم بن عبداللہ شہید ہوا۔ مسلم کی ماں نے اس کا مرثیہ کہا۔

لَا هُمْ إِلَّا مُسْلِمًا آتَاهُمْ مُسْتَسْلِمًا لِّلْمَوْتِ إِذْ دَعَاهُمْ

ترجمہ: ”جب مسلم لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا کو صلح کی دعوت دینے آیا تھا تو دراصل وہ صلح کے لیے نہ آیا تھا بلکہ موت کے لیے آیا تھا۔

إِنِّي كَتَابُ النَّوْ لَا تَخْشَاهُمْ فَرَمَلُوهُ مِنْ دَمٍ إِذْ خَافَهُمْ

ترجمہ: ”وہ کتاب اللہ کی دعوت دینے آیا تھا اس لیے اسے کوئی خوف نہ تھا لیکن جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے اسے خاک و خون میں ملا دیا۔

وَأَمُّهُمْ قَائِمَةٌ تَرَاهُمْ يَأْتِيهِمُ الرُّسُلُ لَا تَنْفَاهُمْ

ترجمہ: ان کی ماں انہیں کھڑی دیکھ رہی تھیں۔ لوگوں کو سرکشی کا حکم دے رہی تھیں اور برائی سے نہ روکتی تھیں۔“

ابن ہشام کی جو انمردی:

سری نے شعیب، سیف اور حکم کے حوالے سے شریک کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جنگ جمل کے دن جب شام کے وقت کوڑے کے دونوں بازو ٹھٹکتے دکھائے تو وہ سب قلب میں جمع ہو گئے۔

کعب بن سور سے قبل ابن ہشام بصرہ کے قاضی رہ چکے تھے وہ خود مع اپنے بھائیوں کے لشکر عائشہ رضی اللہ عنہا میں شامل ہو گئے ان کے بھائیوں کے نام عبداللہ اور عمرو تھے۔ یہ ابن ہشام کی گھوڑے پر سوار تھے۔ لشکر میں شامل ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے آگے خلافت کے لیے کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کون ہے ایسا جو انمرد جو اونٹ پر حملہ کرے ان کے اس کہنے پر ہند بن عمرو المرادی اونٹ کی جانب بڑھا ابن ہشام نے اسے روکا دونوں میں تلواروں کے دودھ ہاتھ چلے اور ابن ہشام نے ہند کو زمین پر ڈھیر کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد سحیان بن صوحان اس کے مقابلے پر آیا ابن ہشام نے اس کے مقابلے ہوا ابھی دودھ ہاتھ نہ ہونے پائے تھے کہ

ابن یثری نے اسے بھی قتل کر دیا۔ اس کے بعد حصصہ مقابلے پر آیا ابن یثری نے اسے بھی قتل کر دیا اس طرح انہوں نے جنگ کے دوران تین شخص قتل کیے۔ علیؑ ہند اور یحسان اور حصصہ اور زید کو بھی ان کے پاس پہنچا دیا۔

عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی غلطی:

سری نے شعیبؓ سیف اور عمرو بن محمد کے حوالے سے طبعی کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جنگ جمل میں زیادہ تر قریشیوں نے اونٹ کی مہار چھڑی اور یہ سب کے سب قتل ہوئے جب اشتر حملہ کے لیے آگے بڑھا تو عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ مقابلے کے لیے آگے آئے پہلے دونوں میں دو دو وار ہوئے اشتر نے عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے سر پر وار کیا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے خالی دیا اور اسے چمٹ گئے اور اسے گھوڑے سے نیچے پھینک دیا دونوں قتل ہو گئے اس وقت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ مجھے اور مالک دونوں کو قتل کر دو لیکن لوگ اشتر کو مالک کے نام سے پہچانتے تھے اگر وہ اشتر کہتے تو اس وقت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے دس ہزار حامی موجود تھے وہ ان سے بچ کر نہ جاسکتا تھا۔ اشتر عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تڑپ رہا تھا وہ بڑی مشکل سے ان سے جان بچا کر بھاگا۔ اور علیؑ کے حامیوں میں سے جب کوئی شخص اونٹ پر حملہ کرتا اور پھر اتفاق سے وہ بچ جاتا تو پھر وہ اونٹ کا رخ نہ کرتا اس دن مروان اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا دشمنی ہو گئے تھے۔

ابن یثری کے اشعار:

عبداللہ بن احمد نے سلیمانؓ عبداللہؓ جریر بن حازمؓ محمد بن ابی یعقوب اور ابن عون کے حوالے سے ابور جاء کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ اس روز عمرو بن یثریؓ انیس جو عیرۃ القاضی کا بھائی تھا یہ روز بڑھ رہا تھا۔

نَحْنُ نُوَصِّیۃُ اَصْحَابَ الْحَبْلِ نَزَّلَ بِالسُّوْبِ اِذَا السُّوْبُ نَزَّلَ
”ہم ہنوز ہیں اور اونٹوں والے ہیں جب موت نازل ہوتی ہے تو ہم موت کے من میں کود پڑتے ہیں۔“

اَلْقَتْلُ اَحْلٰی عِنْدَنَا مِنَ الْعَمَلِ نُنَمِّیْ اِبْنِ عَقْبَانَ بِاَطْرَافِ الْاَسَلِ
رُدُّوْا عَلَیْنَا شِعْنًا ثُمَّ اَحْلِ

ترجمہ: ہمارے نزدیک قتل شدہ سے بھی زیادہ مٹی شے ہے ہم عثمان بن عفانؓ کا نیزوں کی نوکوں سے بدلہ لینے آئے ہیں۔ ہمارے شیخ کو ہمیں وارپس کر دو پھر تمہارے لیے راستہ کھلا ہے۔“

ابن یثری کا قتل:

سری نے شعیبؓ سیف کے حوالے سے داؤد بن ابی ہند کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ابن یثریؓ اس روز یہ روز بڑھ رہا تھا۔

اَبَا یَسْرَیۡنَ اَتَسْکَرُ یٰۤاِبْنُ یَسْرَیۡنَ قَابِلُ عِلْبَآءٍ وَ جُنْدِ الْحَمَلِیۡ
وَ اَبْنِیُّ لُصُوْحَانَ عَلٰی ذٰہِنِ عَلِیِّؑ

ترجمہ: ”اس کا کون انکار کر سکتا ہے کہ میں ابن یثریؓ ہوں اور علباءؓ اور ہند اجملی اور صوحان کے بیٹے کا قاتل ہوں جو دین علیؑ رضی اللہ عنہ پر قائم تھا۔“

اس کے بعد ابن یثریؓ نے اپنے مقابلے کے لیے لوگوں کو لاکھا لاکھا آدمی اس کے مقابلے پر آیا اس نے اسے قتل کر دیا اور

اس کے بعد پھر دوسرا مقابل طلب کیا اور شخص مقابلے پر آیا ابن ہشام نے اسے بھی قتل کر دیا۔

آخر میں عمار بن یاسر جو خود اس کے مقابلے کے لیے نکلے عمرو بن ہشام کے مقابلے پر جتنے بھی آدمی گئے تھے ان میں یہ سب سے زیادہ کمزور تھے۔ جب یہ میدان میں نکلے تو لوگوں نے اٹانہ پڑھی اور میں اپنے دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم! یہ بھی اوروں سے پاس پٹنی پائیں گے۔ عمار جو خود کوتاہ قد تھے ان کی ٹانگیں چلی چلی تھیں بغل میں تلوار لٹکائے ہوئے تھے ابن ہشام نے ان کے مقابلے پر آیا اور ان کو تلوار مارنے لگا انہوں نے ڈھال بڑھائی۔ عمار جو خود نے بھی وار کیا لیکن ابھی ابن ہشام نے ان کے وار کا جواب دینے نہ پایا تھا کہ علی جوہر کے ساتھیوں نے اس پر پتھروں کی بارش کر دی اور پتھر مار مار کر اسے نیچے گرادیا۔

عمیر بن ابی الحارث کا جواب:

سری نے شعیب سیف اور حماد البرجمی کے حوالے سے خارجہ بن الصلت کا یہ بیان مجھے تحریر کر کے بھیجا کہ جب جمل کے روز ایک فسی نے یہ اشعار پڑھے۔

نَحْنُ نُنْزِلُ صَبَابَ الْحَمَلِ نَنْفُسِ ابْنِ عَفَّانٍ بِأَطْرَافِ الْأَسَلِ
رُدُّوْا عَلَيْنَا مَبِيتَنَا ثُمَّ نَحْلُ

ترجمہ: ”ہم بنوضہ ہیں اور اونٹوں والے ہیں ہم نیزوں کی نوکوں سے ابن عفان جوڑتے کا بدلہ لینے آئے ہیں۔ ہمارے شیخ کو ہمیں واپس کر دو پھر تمہارے لیے راستہ نکلائے۔“

عمیر بن ابی حارث نے اس کے جواب میں یہ شعر کہاں

كَيْفَ نَرُدُّ شَيْخَكُمْ وَ قَدْ قَتَلْنَا نَحْنُ ضَرْبًا صَدْرَةَ حَتَّى انْجَلْنَا

ترجمہ: ”ہم تمہارے شیخ کو کیسے واپس کر دیں وہ تو فتم بھی ہو چکا ہے ہم نے اس کے سینے پر ایسا وار کیا کہ آنتیں تک باہر نکل آئیں۔“

حارث بن قیس کے اشعار:

سری نے شعیب سیف اور صعب کے حوالے سے حکیم کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جنگ جمل میں بنوضہ کے ایک آدمی نے جس کا نام عمرو بن دلہ یا بنجر بن دلہ تھا اونٹ کو ڈنک کیا۔ اس کے بارے میں حارث بن قیس کے یہ اشعار ہیں۔ یہ حارث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھیوں میں سے تھا۔

نَحْنُ ضَرْبًا سَافَةً فَانْجَدْنَا لَا مِنْ ضَرْبِهِ بِالسُّفْرِ كُنَّا نَفِيضًا

ترجمہ: ”ہم نے اس کی چوڑی پروا کر لیا جس سے اونٹنی گر پڑی اور ہمارے وار فیصلہ کن ثابت ہوا۔

نَوَلُّكُمْ سُكُونًا بِلِسْرِ سُؤْلِ ثَقَلَا وَ خُرْمَةً لَا تَقْتَسِمُونَ أَعْجَلَا

ترجمہ: اگر ہمیں رسول اللہ کی زوجہ اور عزت کا خیال نہ ہوتا تو ہم بہت جلد ہی فیصلہ کر لیتے۔“

شدید جنگ:

سری نے شعیب سیف محمد بن نویرہ کے حوالے سے ابو عثمان کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ قطار جوڑتے کا بیان ہے کہ جیسی جنگ

جمل کے روز دونوں لشکروں کے قلب نے جنگ کی ہے ایسی جنگ میں نے بھی نہ دیکھی تھی کہ ہم لوگ اپنے پہلوؤں پر نیک لگا کر نیزوں سے ان کی مدافعت کر رہے تھے اور لشکر عائشہؓ کا بھی جیسی عالم تھا حتیٰ کہ اگر آدمی لاشوں پر چلنا چاہتے تو چل سکتے تھے۔ عیسیٰ بن عبدالرحمن المروزی نے حسن بن حسین العرفیؓ کی بیٹی بنیٰ بنیٰ الاسلامیؓ سلیمان بن قرم اور امیش کے حوالے سے عبداللہ بن سنان الکلبی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جمل کے روز پہلے ہم نے تیروں سے جنگ کی جب وہ ختم ہو گئے تو نیزے سنبھال لیے حتیٰ کہ نیزے بھی ہمارے اور ان کے سینوں سے پار ہوتے ہوئے کند ہو گئے اور ان کا یہ عالم ہو گیا کہ اگر ان پر گھوڑے چمنا چاہتے تو چل سکتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت لگا کر کہا اے مہاجرین کی اولاد تلوار میں سنبھالو۔

شیخ کا بیان ہے کہ جب بھی میں ولید کے گھر جاتا تو اس جنگ کا ضرور ذکر کرتا۔

جنگ جمل کا چرچا:

عبداللہ بن واصل نے ابو قحتر کے حوالے سے ابو بکر کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں جنگ جمل میں اپنے لک کے ساتھ شریک تھا اس وقت جب بھی میں ولید کے مکان کے سامنے سے گزرتا تو وہاں سے لوہاروں کے لوہا کونے کی آوازیں آتیں اور وہ آپس میں اس جنگ کا چرچا کرتے ہوتے۔

حضرت عائشہؓ جنت بئینہ کے اونٹ پر تیروں کی بوچھار:

عسائی بن عبدالرحمن المروزی نے حسن بن حسینؓ کی بیٹی بنیٰ بنیٰ الاسلامیؓ سلیمان بن قرم اور عبدالملک بن مسلم نے عسائی بن حطان کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ پہلے تو لوگ آپس میں گتہ گئے۔ جب ہم میدان سے لوٹے تو حضرت عائشہؓ جنت بئینہ ایک سرخ اونٹ پر سوار تھیں اس اونٹ پر سرخ ہودج دکھا ہوا تھا جو تیروں کی بوچھار سے تیروں کا ایک تھیلا معلوم ہو رہا تھا۔

عبداللہ بن احمد نے احمدؓ سلیمانؓ عبداللہ اور ابن عون کے حوالے سے ابو جہاد کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ ہم لوگ آپس میں جنگ جمل کا ذکر کر رہے تھے تو میں نے کہا میں اس وقت بھی گویا یہ دیکھ رہا ہوں کہ حضرت عائشہؓ جنت بئینہ کا ہودج تیروں کی بوچھار سے ایسا محسوس ہو رہا ہے گویا وہ تیروں کا ایک تھیلا ہے۔ ابن عون کہتا ہے کہ میں نے ابو جہاد سے سوال کیا کہ کیا حضرت عائشہؓ جنت بئینہ نے اس روز خود بھی لڑائی میں حصہ لیا تھا ابو جہاد نے جواب دیا مجھے تو صرف معلوم ہے کہ ان پر تیروں کی بوچھار کی گئی تھی۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا کیا۔

حضرت عائشہؓ جنت بئینہ کا جنگ کے بعد بصرہ میں قیام:

سری نے شعیبؓ سیف اور محمد بن راشد السلسی کے حوالے سے میرہ ابو جہاد کا یہ بیان مجھے تحریر کر کے بھیجا کہ محمد بن ابو بکر جنت بئینہ اور عمار بن یاسرؓ جنت بئینہ اونٹ کے ذبح ہونے کے بعد حضرت عائشہؓ جنت بئینہ کے پاس پہنچے اور ان کے ہودج کے بندھن کاٹنے اور ان کا ہودج اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ حضرت عائشہؓ جنت بئینہ کو بصرہ لے جاؤ یہ دونوں انہیں بصرہ لے گئے اور عبداللہ بن خلف الخزاعی کے مکان میں انہیں ٹھہرایا۔

حضرت عائشہؓ جنت بئینہ اور عمار رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر بھیجا کہ جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک

جماعت کو حکم دیا کہ متوکلین کے درمیان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھالیا جائے قطعاً اور زفر بن امارت نے پہلے ہی ہودج اونٹ پر سے اتار کر اونٹ کے ایک طرف رکھ دیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس حکم کے بعد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ ہودج کے قریب پہنچا اور ہودج کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: یہ کون ہے؟

محمد: آپ کا نیک بھائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: نہیں بلکہ نافرمان بھائی۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا اے میری ماں! آج آپ نے اپنے بیٹوں کی جنگ کیسی پائی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: تو کون ہے؟

عمار رضی اللہ عنہ: آپ کا نیک بیٹا عمار رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: میں تیری ماں نہیں ہوں۔

عمار رضی اللہ عنہ: کیوں نہیں خواہ آپ برا کیوں نہ مائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: اگر تم کامیاب ہو گئے تو اس پر فخر کر رہے ہو۔ حالانکہ جیسا تم نے دوسروں کو نقصان پہنچایا ہے ویسا ہی تمہیں بھی پہنچا ہے افسوس! خدا کی قسم! جن کی عادات اس قسم کی ہوتی ہے۔ وہ تو کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

اس گفتگو کے بعد لوگوں نے ہودج اٹھا کر ایسی جگہ رکھ دیا جہاں قریب میں کوئی آدمی نہ تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک پرندہ ہے جس کے پر نکل آئے ہوں۔

امین بن ضبیحہ کی بدتمیزی:

جب ہودج علیہ روک دیا گیا تو امین بن ضبیحہ الجاشمی خاموشی کے ساتھ ہودج کے قریب پہنچا اور ہودج کے اندر جھانکا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کون ہے۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے۔

امین نے چلا کر کہا خدا کی قسم! آج میں نے میرا کود نکال لیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: اللہ تعالیٰ تیرا پردہ چاک کرے تیرے ہاتھ کاٹے اور تجھے ننگا کرے۔

اس واقعہ کے کچھ روز بعد امین کو بصرہ میں قتل کر دیا گیا اور اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا اس کے ہاتھ بھی کاٹے گئے اور بناؤز کے

ایک ٹوٹے ہوئے مکان میں لوگوں نے اسے ننگا کر کے اس پر حیران دہانی کی۔

آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے میری ماں! اللہ ہمازی اور آپ کی

خفرت فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ہاں اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حاضری:

سری نے شعیب، سیف، صعب اور حکیم کے حوالے سے شریک کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

اور ہمارے ہونے کی رسیاں کاٹ کر اور اسے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا تو محمدؐ نے ہونج کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا آپ کا بھائی محمدؐ ہے۔

حضرت عائشہؓ فرمیں: یعنی قابلِ خدمت بھائی۔

محمدؐ: اے میری بہن! آپ کو کوئی زخم تو نہیں پہنچا۔

حضرت عائشہؓ فرمیں: جنہیں میرے زخم سے کیا واسطہ؟

محمدؐ: پھر تو میں بالکل ہی گمراہ ہو جاؤں گا۔

حضرت عائشہؓ فرمیں: نہیں بلکہ ہدایت یافتہ۔

اس کے بعد حضرت علیؓ جانشین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے میری ماں! آپ کا کیا حال ہے؟

حضرت عائشہؓ فرمیں: الحمد للہ بخیریت ہوں۔

حضرت علیؓ فرمیں: اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔

حضرت عائشہؓ فرمیں: خدا تمہاری بھی مغفرت کرے۔

حضرت عائشہؓ فرمیں: کا عبد اللہ بن خلف کے گھر میں قیام:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمدؐ و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب جنگ جمل کے بعد محمدؐ حضرت عائشہؓ جیسے کو لے کر چلا۔ اس وقت رات کا آخری حصہ تھا وہ انہیں لے کر بصرہ میں داخل ہوا اور عبد اللہ بن خلف الخزاعی کے مکان میں صفیہ بنت الحارث بن ظہر بن ابی طلحہ بن عبد العزی بن عثمان بن عبدالدار کے پاس ٹھہرا دیا یہ صفیہ ام طلحہ اطمحیات بن عبد اللہ بن خلف کی ماں تھیں۔ یہ واقعہ بقول واقعہ ۱۵/ جمادی الآخر ۳۶ھ کو پیش آیا۔

نماز کی حالت میں حضرت زبیرؓ کی شہادت:

سری نے شعیب، سیف اور ولید بن عبد اللہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب جنگ جمل میں لوگ زبیرؓ اور طلحہؓ جیسے کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تو حضرت زبیرؓ بھی جنگ چھوڑ کر اخف کی لشکر گاہ کی طرف چلے جب اخفؓ نے انہیں دیکھا اور انہوں نے واقعہ بیان کیا تو اخفؓ بولا خدا کی قسم! یہ شکست ممکن نہیں اور لوگوں سے بولا کہ میدان جنگ کی خبر کون لے کر آئے گا۔

عمر بن جرموز نے کہا کہ میں لے کر آتا ہوں۔ اس نے حضرت زبیرؓ کا پیچھا کیا جب وہ قریب آ گیا تو حضرت زبیرؓ کی اس پر نظر پڑی۔ حضرت زبیرؓ کی طبیعت میں غصہ بے پناہ تھا۔ اس لیے غصہ سے بولے تم میرے پیچھے پیچھے کیوں آ رہے ہو۔

ابن جرموز: آپ سے حال دریافت کرنے۔

حضرت زبیرؓ نے جانشین کے ساتھ ان کا ایک غلام علیہ نامی تھا جو ان کی خدمت کے لیے ساتھ رہتا۔ اس نے عرض کیا کہ آپ ایک راہ چلتے ہوئے انسان کی طرف بکا رہے تو نہ کیجیے۔ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔

ابن جرموز: ہاں نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نماز کے لیے سواری سے اترے اور آگے بڑھ کر نماز پڑھانی شروع کی پیچھے سے ابن جرموز نے نماز کی حالت میں زبیر رضی اللہ عنہ کے اس جگہ سے نیزہ مارا جہاں سے زہر پھٹی ہوئی تھی اور انھیں شہید کر کے ان کا گھوڑا ان کی زہرہ اور ان کی انگلی اتاری اور غلام کو چھوڑ دیا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وادی السباع میں دفن کرنے کے بعد اپنی قوم کے پاس واپس آیا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ سنایا۔

ان کی شہادت کا حال سن کر احنف نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ تو نے یہ کام اچھا کیا یا برا۔ پھر وہ ابن جرموز کو اپنے ساتھ لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور ان سے تمام حال بیان کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار منگوائی۔ جب تلوار آگئی تو اسے دیکھ کر فرمایا یہ وہی تلوار ہے جس کے ذریعہ زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس سے بہت سی تکالیف دور کیں۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ تلوار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے احنف سے فرمایا تو نے بہت برا کام کیا۔

احنف: میں نے تو یہ کام اچھا ہی سمجھ کر کیا تھا اور یہ جو کچھ بھی ہوا ہے آپ ہی کے حکم سے ہوا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ نرمی اختیار کریں کیونکہ آپ کے قدم اس راہ پر چل رہے ہیں جس راہ سے منزل تک پہنچنا بہت دشوار ہے آپ کو کل گزشتہ اتنی ضرورت نہ تھی جتنی کہ آئندہ آپ کو میری ضرورت پیش آئے گی۔ آپ میرا احسان نہ بھولے اور میری دوستی کو اپنی ہی آئندہ بہتری کے لیے بھانے کی کوشش کیجیے اور آپ آئندہ مجھ سے اس قسم کا کوئی تذکرہ نہ کریں تو میں آپ کا خیر خواہ رہوں گا۔

فلکست خورہ لولوگول کا حشر:

سری نے شعیب اور سیف کے حوالہ سے حمد و صلح کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تو شروع دن ہی میں سوار ہو کر مدینہ کی طرف چلے گئے تھے لیکن راہ میں انہیں ابن جرموز نے شہید کر دیا۔

حمد و صلح کا بیان ہے کہ حکم کے دونوں بیٹے عبدالرحمن اور یحییٰ اور عتبہ بن ابی سفیان بزمیت کے بعد بصرہ سے بھاگ کر نکلے اور مختلف شہروں میں چھپتے پھرتے تھے آخر کار یہ تینوں عصمہ بن ابیہ ایتھی کے پاس پہنچے اور اس سے در پخت کیا تم کون ہو۔

عصمہ: میں عصمہ بن ابیہ ایتھی ہوں۔ کیا تمہیں پناہ کی ضرورت ہے؟

مفروضین: ہاں!

عصمہ: پھر تم ایک سال تک میری امان میں رہ سکتے ہو۔ وہ انہیں اپنے ساتھ لے گیا اور انہیں اپنی حفاظت میں رکھا اور ان کی حفاظت کے لیے آدمی تعین کر دیئے۔ جب ایک سال گزر گیا تو عصمہ نے ان سے کہا جس شہر میں جانا چاہو میں تمہیں وہاں پہنچا دوں گا۔ انہوں نے شام کا نام لیا وہ انہیں تیم الرباب کے چار سو سواروں کی حفاظت میں لے کر چلا۔ جب قبیلہ کلب کے شہروں میں دومۃ الجبل کی حدود پر پہنچا تو ان لوگوں نے اس سے کہا۔ اب تم جا سکتے ہو۔

واقعاتم نے اپنی ذمہ داری کو خوب نبھایا ہے اسی عصمہ کے بارے میں شاعر کہتا ہے۔

وَقَسَى ابْنُ اُبَيٍّ وَالرَّمْطَاخُ شَوَارِعَ بِسَالِ اَبِي الْعَاصِ وَقَدْ اَمَّ شَرًّا

ترجمہ: ”ابن ابیہ نے ابو العاص کی اولاد کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کیا حالانکہ نیزے سے چاروں طرف تھے۔“

ابن عامر بن جثملہ کا واقعہ:

ابن عامر بن جثملہ بھی زبیری قبیلہ کا ایک بصرہ سے بھاگ راہ میں بنو حرقوص کا ایک شخص مری نامی اسے ملا اس نے اس سے ابن کی درخواست کی اس نے اسے امان دی اور کچھ روز اپنے پاس رکھا اس کے بعد مری نے اس سے کہا: تم کون سے شہر پر ناچاہتے ہو؟ ابن عامر بن جثملہ: دمشق۔

مری بنو حرقوص کے کچھ سواروں کے ساتھ اسے لے کر دمشق چلا اور دمشق تک اس کا ساتھ دیا حارث بن بدر کا بیان ہے کہ مری جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا اور اس جنگ میں اس کا ایک بیٹا اور ایک بھائی قتل ہوئے۔

أَتَانِي مِنَ الْأَنْسَاءِ أَلِ ابْنِ عَمِيرٍ
أَتَانِي مِنَ الْأَنْسَاءِ أَلِ ابْنِ عَمِيرٍ
ترجمہ: ”میرے پاس یہ خبر آئی کہ ابن عامر بن جثملہ یہاں سے کوچ کر کے دمشق گیا۔“

مروان کی جائے پناہ:

مروان بن الحکم شکست کے بعد بنو غزہ کے ایک مکان پر پہنچا اور مکان کے کینوں سے کہا کہ تم مالک بن مسعم کے پاس جاؤ اور اسے جا کر بتا دو کہ مروان آیا ہے۔ یہ لوگ مالک کے پاس گئے اور اسے مطلع کیا۔ مالک نے اپنے بھائی مقال سے سوال کیا کہ اس شخص نے خود کو ہم پر غاہ کر دیا ہے اور اپنا پتہ بتا دیا ہے۔ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔

مقال: آپ اپنے بھتیجے کو بھیج دیجیے کہ وہ اسے اپنی امان میں لے لے پھر ایک آدمی امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے کہ وہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے مروان کے لیے امان طلب کرے اگر وہ امان دے دیں تو ہمارا رشتہ بھی یہی ہے اور اگر وہ امان نہ دیں تو اسے یہاں سے نکال دینا چاہیے لیکن اس طرح کہ اسے اپنی تلواروں کی حفاظت میں لے کر کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے اور اس دوران میں اگر کوئی اس پر حملہ آور ہو تو ہم اپنی تلواروں سے اس کی حفاظت کریں اس صورت میں اگر ہم محفوظ رہے اور ہمیں کسی مقابلے کی ضرورت پیش نہ آئی تو فہما اور اگر ہم اس کی حفاظت میں مارے جائیں گے تو عزت و شرافت کی موت مریں گے۔

مالک نے اپنے رشتہ داروں سے بھی مشورہ کیا تھا لیکن انہوں نے مشورے کو اس نے قبول نہ کیا اور مقال کی رائے کو پسند کرتے ہوئے مروان کے پاس ایک آدمی روانہ کیا کہ اسے میرے گھر میں لا کر ٹھہرا دو۔ مالک نے اس کا پتہ ارادہ کر لیا کہ اگر مروان کی حفاظت میں کوئی سہراہ ہوا تو میں اس کا مقابلہ کروں گا اس نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا: امان کی خاطر جان و دنیا کی وفاداری ہے بنو مروان نے آگے چل کر اس قبیلہ کی وفاداری کا نہایت عمدہ صلہ دیا اور انھیں بہت سے فوائد پہنچائے اور انھیں بڑے بڑے رتبوں پر فائز کیا۔

عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے وزیر نامی ایک آدمی مری کے مکان میں پناہ لی اور اس سے کہا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور انھیں میری جائے پناہ بتا دو اور یہ بھی کہہ دو کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے۔ وہ شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچا اور اس نے تمام واقعہ عرض کیا۔

ام المومنین: جاؤ محمد کو میرے پاس لاؤ۔

وزیر: عبداللہ بن الریر جس نے مجھے اس سے منع کیا ہے کہ محمد کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دوسرا شخص بھیج کر محمد کو طلب کیا۔ جب محمد آیا تو اس سے فرمایا اس شخص کے ساتھ جاؤ اور میرے بھانجے کو میرے پاس لے آؤ۔ محمد اپنی بکر جو اس ازدی کے ساتھ گیا اور عبداللہ بن الریر جس نے اس کے پاس پہنچا اور ان سے کہا خدا کی قسم! میں تیرے پاس مجبور ہو کر آیا ہوں اور ام المومنین نے مجھے اس پر مجبور کیا۔

الغرض عبداللہ رضی اللہ عنہ اور محمد دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں روانہ ہوئے اور تمام راستے دونوں ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے رہے اور جب یہ پیش آئی کہ محمد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہا اس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے محمد کو برا بھلا کہا حتیٰ کہ یہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس عبداللہ بن خلف کے مکان میں پہنچ گئے۔

عبداللہ بن خلف رضی اللہ عنہ جنگ جمل سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے اور عبداللہ کے بھائی عثمان رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں لڑتے ہوئے قتل ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دشمنوں کی تلاش کے لیے کچھ آدی روانہ کیے جتنے بھی دشمن تھے سب کو اس مکان میں بلالیا اور اپنی پناہ میں لے لیا۔ مروان کو اپنی پناہ میں لینے کا اعلان فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا افسوس:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جنگ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے پردہ کر دیا گیا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پردے میں بیٹھ گئیں تو سب سے پہلے قحطاع رضی اللہ عنہ بن عمرو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ام المومنین کو سلام کیا۔ ام المومنین نے فرمایا کہ میں نے کل دو شخصوں کو دیکھا تھا جو کواہیں لیے ہوئے میرے سامنے حملہ آور ہوئے تھے اور فلاں فلاں رجز پڑھ رہے تھے کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟

قحطاع رضی اللہ عنہ: جی ہاں اور شخص جو یہ کہہ رہا تھا کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ بہت نامہربان ماں ہیں خدا کی قسم! اس شخص نے جھوٹ بولا۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ بہت ہی نیک ماں ہیں لیکن کوئی آپ کی اطاعت نہیں کرتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کاش! میں آج سے بیس سال قبل مر گئی ہوتی۔

قحطاع رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے نکل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سوال کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: آخر وہ دو شخص کون تھے؟

قحطاع رضی اللہ عنہ: اس میں سے ایک تو ابوالہ تھا جو آپ کا ساسی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ: کاش! میں اس واقعہ سے بیس سال قبل مر گیا ہوتا۔ الغرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں نے ایک ہی بات کہی۔

جنگ جمل کے مقتولین جنتی ہیں:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس تحریر کر کے بھیجا کہ رات کی تاریکی میں جو دشمن چل سکتے

تھے انھیں اٹھ کر بصرہ پہنچ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے معلوم کیا کہ ان کے ساتھ اور علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کون کون سے لوگ آئے تھے اور ان میں سے کتنے قتل ہوئے اور کتنے بچے تاکہ انہیں سے معلوم ہو جائے کہ کتنے آدمی لاپتہ ہیں۔

جب وہ عبداللہ بن عوف کے مکان میں تھیں تو لوگوں نے انھیں گھیر لیا۔ جب ان سے کسی کی موت کا ذکر کیا جاتا تو وہ فرماتیں: اللہ ان پر رحم کرے ان کے کسی ساتھی نے سوال کیا کہ ایسے لوگوں پر اللہ کیسے رحم فرمائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ فلاں جنت میں جائے گا اور فلاں جنت میں نہ جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے امید ہے کہ جس شخص کا دل اور لوگوں کی طرف سے صاف ہوگا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں

داخل فرمائیں گے۔

گناہوں کی مغفرت:

سری نے شعیب، سیف، عقیلہ اور ابویوب کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جتنی آیات نازل ہوئیں ان تمام آیات سے زیادہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے نازل ہونے پر خوش ہوئے:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ خَثِيئِكُمْ﴾

”اور تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے۔ وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے اور بہت سی چیزیں تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔“

اس آیت کے نازل ہونے پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کی جان پر دنیا میں جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اس کے گناہوں کی بدولت آتی ہے اور ان میں سے بہت سے گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے اور دنیا میں اسے جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ اس کے لیے کفارہ اور مغفرت کا سبب ہوتی ہے جس کی قیامت کے روز کوئی سزا نہ ملے گی اور جو کچھ اللہ عزوجل نے دنیا میں معاف فرما دیا ہے وہ معاف ہو چکا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی شے کو معاف کرنے کے بعد اس پر سزا نہیں دیتا۔

مقتولین کی تدفین:

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے محمد وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر بھیجا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین روز تک لشکر کا وہیں متیم رہے اور بصرہ میں قیام نہیں کیا کیونکہ لوگ اپنے اپنے مقتولین کو تلاش کر کے دفن کر رہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی تمام مقتولین کا چکر لگایا جب تک کہ ہر سو کی لاش پر سے ان کا گزر ہوا تو اپنی جماعت سے مخاطب ہو کر فرمایا تم لوگ یہ کہتے تھے کہ ان کے ساتھ بے وقوف لوگ آئے ہیں حالانکہ یہ تو ایک عالم کی لاش ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمن بن عتاب رضی اللہ عنہ کی لاش پر سے گزرے تو فرمایا یہ تو قریش کے سردار ہیں لوگ ان پر جان دیتے تھے اور اب ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے متحد تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جس لاش پر سے بھی گزرے اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور فرماتے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا جو لوگ یہ کہتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ صرف فتنہ گر لوگ ہیں وہ غلط کہتے ہیں یہ مرنے والا شخص تو انتہائی عابد اور مجتہد آدمی تھا۔ اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے تمام مقتولین کو دفن اور مقتولین بصرہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور دونوں طرف سے قریشی لوگوں کی بھی یہ قریشی مدینہ اور

کہہ کر رہے والے تھے اور اطراف میں ایک بڑی قبر میں سب کو دفن کر دیا گیا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ میدان میں جتنی چیزیں شیش سب جمع کر کے آؤ، جب سب چیزیں جمع ہو گئیں تو مسجد بصرہ میں بھیج کر اعلان کر دیا کہ ہر شخص اپنی چیز پہچان کر لے لے لیکن ہتھیار، خزانہ میں داخل کیے جائیں گے اور جس چیز کا کوئی پہچاننے والہ موجود نہ ہو تو وہ تم لے سکتے ہو کیونکہ وہ اللہ عزوجل نے تمہیں عطا کیا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے دوسرے مرنے والے مسلمان کا مال حلال نہیں اور یہ ہتھیار چونکہ ان کے ہاتھوں میں تھے اس لیے حکومت کے دیئے بغیر رعیت میں نہیں آتے۔

مقتولین کی تعداد:

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جنگ جمل میں اونٹ کے ارد گرد لڑتے ہوئے دس ہزار آدمی مارے گئے۔ ان میں سے آدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھی تھے اور آدھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے۔ قبیلہ ازد کے دو ہزار یمن کے پانچ سو مسافر کے دو ہزار بنو قیس کے پانچ سو بنو نجیم کے پانچ سو بنو ضہ کے ایک ہزار اور بنو مکر بن وائل کے پانچ سو آدمی مارے گئے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلی جنگ میں بصرہ کے پانچ ہزار آدمی مارے گئے اور اس کے بعد دوسری جنگ میں پانچ ہزار آدمی مارے گئے۔ اس طرح بصرہ کے مقتولین کی تعداد دس ہزار تھی۔ اور پانچ ہزار کوئی مارے گئے۔ بنو عدی کے ستر قاری قرآن قتل ہوئے بنو عدی کے نو جوان اور وہ لوگ اس کے علاوہ ہیں جو قاری نہ تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تک بنو عدی کی آوازیں آتی رہیں مجھے کامیابی کی امید رہی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حاضری:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دو شنبہ کے روز بصرہ میں داخل ہوئے پہلے مسجد پہنچے اور نماز پڑھی لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے چمپر پر سوار ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے اور عبد اللہ بن خلف رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے یہ بصرہ کا سب سے بڑا مکان تھا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ یہاں پہنچے تو عورتوں کو روکے ہوئے دیکھا یہ خلف کے بیٹے عبد اللہ اور عثمان پر درہی حصی اور صفیہ بنت الحارث بھی منہ ڈھا پئے رو رہی تھیں۔ جب صفیہ نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان سے بولی۔ اے علی رضی اللہ عنہ! اے دوستوں کے قاتل۔ اے جماعت میں تفریق پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ میرے بیٹوں کو بھی اسی طرح مجرم کرے جس طرح تو نے عبد اللہ بن خلف رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کو مجرم بنایا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور آگے بڑھتے چلے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچے اور انہیں سلام کیا اور بیٹھنے کے بعد فرمایا مجھے صفیہ نے برا بھلا کہا ہے میں نے اسے بچپن کے بعد آج دیکھا ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صفیہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا چمپر روک کر دروازوں کی جانب اشارہ کر کے فرمایا۔ میری طبیعت یہ چاہتی ہے کہ ان بدکردوں کے دروازوں کو کھول کر جو لوگ ان میں چھپے ہیں انہیں قتل کر دوں۔ ہاں میری طبیعت یہی چاہتی ہے کہ میں انہیں قتل کر دوں۔

ان کمروں میں دشمنی پوشیدہ تھے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پناہ لی تھی۔ اس جھلے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ صفیہ کو بتا دیں کہ مجھے تمہاری اس حرکت کا علم ہے لیکن تب بھی میں نے ان سے قاتل اختیار کر رکھا ہے یہ سن کر صفیہ خاموش ہو گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پابرجا تشریف لے گئے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو ایک ازادی بولا خدا کی قسم! ہم اس عورت کو ضرور قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور فرمایا:

”خبردار! نہ تو کسی کی پردہ داری کرو۔ نہ کسی مکان میں داخل ہو۔ نہ کسی عورت کو ایذا پہنچائی جائے اگرچہ وہ تمہاری توہین کرے۔ تمہارے امراء اور نیک لوگوں کو برا کہئے کیونکہ عورت کمزور ہوتی ہے۔ ہمیں تو مشرک عورتوں پر بھی ہاتھ اٹھانے سے روکا گیا تھا اور جو شخص عورت پر ہاتھ اٹھا تا یا اسے مارتا تو لوگ اس کی اولاد کو طعن دیا کرتے تھے کہ تیرے باپ نے فلاں عورت کو مارا تھا۔ خبردار! اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ تم میں سے کسی نے کسی عورت کو اس لیے تکلیف پہنچائی ہے کہ اس نے تمہیں کچھ کہا تھا اور تمہاری آبروریزی کی تھی تو میں تمہیں انتہائی بدترین سزا دوں گا۔“

توہین عائشہ رضی اللہ عنہا کی سزا:

ابھی کچھ دیر گزری تھی کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا اے امیر المومنین! دو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر گئے اور صفیہ نے آپ کو جو برا بھلا کہا تھا اس کے عوض میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیا عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں؟

شخص مذکور: جی ہاں!

حضرت علی رضی اللہ عنہ: انہوں نے کیا کہا؟

شخص مذکور: ان میں سے ایک شخص نے تو یہ مصرع پڑھا:

حُزِنْتُ عَنْ أُمَّنَا غَمًّا

”ہماری ماں کو نامہربان ہونے کی سزا ملی۔“

دوسرے نے یہ مصرع پڑھا:

يَا أُمَّنَا تَوْبَىٰ فَقَدْ خَطَبْتَ

”اے ہماری ماں! آپ تو بہ کر لیجیے۔ آپ نے غلطی کی ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قحطاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بھیج کر ان دونوں کو اور ان کے ساتھیوں کو طلب کیا اور فرمایا میں انہیں قتل کروں گا لیکن کچھ دیر بعد فرمایا میں نے سزا میں کچھ تخفیف کر دی ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے کپڑے اترا کر ان کے سوسو کوڑے لگوائے۔

سری نے شعیب، سیف اور حارث بن حصیرہ کے حوالے سے ابوالکوار کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں شخص کوفہ کے قبیلہ ازد سے تعلق رکھتے تھے اور یہ دونوں بھائی تھے ان کا نام عجل اور سعد تھا ان کے باپ کا نام عبداللہ تھا۔

اہل بصرہ کی بیعت:

سری نے شعیب اور سیف کے حوالے سے محمد و طلحہؓ بیٹہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر بھیجا کہ احنف جہنم نے شام ہی کے وقت بیعت کر لی تھی کیونکہ وہ اور بنو سعد بصرہ سے باہر تھے پھر حضرت علیؓ ان سب کے ساتھ بصرہ میں داخل ہوئے تو اہل بصرہ نے اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے حضرت علیؓ جہنم کی بیعت کی اور ان لوگوں نے بھی بیعت کی جو فوجی تھے یا کسی کی امان میں تھے جب مروان واپس لوہ تو امیر معاویہؓ کے پاس چلا گیا۔

تقسیم مال:

جب حضرت علیؓ اہل بصرہ کی بیعت سے فارغ ہو گئے تو بیت المال کا جائزہ لیا اس میں چھ لاکھ سے زیادہ کا مال تھا۔ حضرت علیؓ جہنم نے اسے ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جو ان کے ساتھ شریک تھے ان سب کے حصہ میں پانچ پانچ سو درہم آئے اور فرمایا کہ اگر اللہ نے تمہیں شام پر کامیابی دی تو اتنے ہی عطیات تمہیں اور دیے جائیں گے۔ سب یہ کہ یہ تقسیم نامور گزری اور انہوں نے حضرت علیؓ پر مختلف قسم کے اعتراضات کیے۔

حضرت علیؓ جہنم کا اصول:

سری نے شعیب و سیف اور محمد بن راشد کے حوالے سے راشد کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت علیؓ جہنم کا یہ اصول تھا کہ وہ کسی بھاگتے ہوئے اور فوجی کو قتل نہ کرتے تھے اور نہ کسی کا پردہ فاش کرتے تھے اور نہ کسی کا مال لیتے تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان لوگوں کا خون تو ہمارے لیے حلال ہے اور ان کے مال حرام ہیں۔ حضرت علیؓ جہنم نے یہ سن کر فرمایا یہ تمہارے بھائی ہیں جس نے ہم سے درگزر کیا وہ ہم میں داخل ہے اور ہم ان میں داخل ہیں اور جو شخص ہمارے مقابلے میں قتل ہوا وہ میری جانب سے ابتداء کے باعث ہوا اس لیے ان کے مال کا شمس نہیں لیا جاسکتا اسی وقت سے وہ لوگ جو بعد میں خارجی ہو گئے تھے حضرت علیؓ جہنم کے خلاف اندرونی سازشیں کرنے لگے۔

اشتر کا مذاق:

ابوکریب محمد بن العلاء نے یحییٰ بن آدم ابوکریب بن عیاش اور عاصم بن کعب کے واسطے سے کعب کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب لوگوں نے جنگ سے فراغت حاصل کر لی تو مجھے اشتر نے ایک اونٹ خریدنے کا حکم دیا میں نے مبرہ کے ایک شخص سے سات سو میں ایک اونٹ خرید لیا اشتر نے مجھ سے کہا یہ اونٹ عاتکہ جہنم کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو یہ اونٹ تیرے اونٹ کے بدلے میں اشتر مالک بن الحارث نے بھیجا ہے۔

میں وہ اونٹ حضرت عاتکہ جہنم کی خدمت میں لے کر پہنچا اور عرض کیا کہ مالک اشتر نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ اونٹ بھیجا ہے اور کہا ہے کہ یہ اونٹ آپ کے اونٹ کے بدلے میں ہے۔

حضرت عاتکہ جہنم: اللہ اس پر کبھی سلامتی نہ بھیجے۔ اس نے عرب کے سردار محمد بن طلحہؓ کو قتل کیا اور میرے بھانجے کے ساتھ جو کچھ کیا وہ بھی معلوم ہے۔

کعب کہتا ہے کہ میں واپس اشتر کے پاس آیا اور اس سے حضرت عاتکہ جہنم کا قول بیان کیا۔ اشتر نے اپنے زخمی باز بکھول

کر دکھائے اور بولا کہ محمد جو بیٹہ نے بھی تو میرے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ میں اسے کیوں نہ قتل کرتا۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مکہ کو روانگی:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر بھیجا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بصرہ سے مکہ جانے کا ارادہ کیا۔ مروان اور اسود بن ابی البختری راستہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زمانے تک مکہ ہی میں مقیم رہیں اور حج سے فراغت کے بعد مدینہ واپس ہوئیں۔
اہل کوفہ کے نام فتح کا مراسلہ:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے مجھے طلحہ کا یہ بیان تحریر کیا کہ حضرت علیؓ نے کوفہ کے عامل کو فتح کی خوشخبری لکھ کر روانہ کی اس میں تحریر فرمایا:

”یہ خط اللہ کے بندے امیر المؤمنین کی جانب سے ہے ہم نے نصف ہمدانی الآ خر میں خریہ کے مقام پر جو بصرہ کا ایک میدان ہے دشمن سے مقابلہ کیا اللہ عزوجل نے انھیں وہ چیز عطا کی جو وہ مسلمانوں کو ہمیشہ عطا کرتا رہتا ہے۔ ہمارے اور ان کے بکثرت لوگ مارے گئے۔ ہماری جانب سے جو لوگ مارے گئے ہیں ان میں ثمامہ بن الہثلیٰ 'بندہ بن عمر و عطاء بن الہثیم' سمیان بن صوحان زید بن صوحان اور محمد و ج داخل ہیں۔“

عبداللہ بن رافع جو بیٹہ کو بھی اسی مضمون کا ایک خط تحریر فرمایا۔ اور کوفہ جو شخص فتح کی خوشخبری لے کر گیا تھا وہ زفر بن قیس تھا۔ جو ہمدانی الآ خر کے آخر میں کوفہ پہنچا۔

زیاد اور عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہما کی عدم شرکت:

بیعت کے الفاظ یہ تھے۔ تیرے ذمہ اللہ کا عہد و پیمان ہے جسے پورا کرنا لازم ہے۔ جس سے ہم صلح کریں گے اس سے تم صلح کرو گے اور جس سے ہم جنگ کریں گے اس سے تم جنگ کرو گے۔ اور اپنی زبان اور ہاتھ ہمارے خلاف استعمال نہ کرو گے۔
زیاد بن ابی سفیان ان لوگوں میں سے تھے جو علیؓ سے روئے اور جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ یہ حادث بن الحارث کے مکان میں مقیم تھے۔

جب حضرت علیؓ بیعت سے فارغ ہو گئے تو عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہما امان طلب کرنے اور اجازت کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تیرے چچا مجھ سے علیحدہ رہے اور جنگ میں میرا ساتھ نہیں دیا۔

عبدالرحمن: اے امیر المؤمنین! خدا کی قسم! وہ آپ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں وہ تو دل و جان سے آپ کے ساتھ شریک ہونا چاہتے تھے۔ لیکن مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ وہ بیمار ہیں میں ان کی خدمت میں جاؤں گا اور واپس آ کر امیر المؤمنین کو ان کے حال سے مطلع کروں گا۔

لیکن عبدالرحمن نے حضرت علیؓ کو ان کی جائے پناہ نہیں بتائی اس پر حضرت علیؓ نے عبدالرحمن کو زیاد کی جائے پناہ بتانے کا حکم دیا۔ عبدالرحمن نے حضرت علیؓ کو اس مقام سے آگاہ کر دیا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: اچھا تو تم آگے آگے چلو اور مجھے وہ جگہ بتاؤ۔

عبدالرحمن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ زیاد کے پاس پہنچے تو اس سے فرمایا: تم عیحدہ بیٹھے رہے اور میرے ساتھ جنگ میں شرکت نہیں کی۔

زیاد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر اپنی تکلیف دکھائی کہ میرے یہ تکلیف ہے اور عدم حاضری کا عذر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ عذر قبول کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا اور انہیں بصرہ کا امیر بنانا چاہا۔

زیاد: اس کام کے لیے آپ کے گھروالوں میں سے ایسا شخص زیادہ بہتر ہوگا جس پر لوگ مطمئن ہوں کیونکہ ایسے ہی شخص پر لوگ اطمینان کر سکتے ہیں اور اس کی اطاعت کر سکتے ہیں اس میں اسے مشورہ دیتا رہوں گا۔

الغرض دونوں کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ کا امیر بنایا جائے اس فیصلہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی جائے قیام پر واپس لوٹ آئے۔

ابن عباسؓ کا بصرہ کی امارت پر تقرر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ کا والی بنایا اور خراج اور بیت المال زیادہ کے سپرد کیا اور ابن عباسؓ کو حکم دیا کہ زیاد کے مشورہ کو ہمیشہ غور سے سنا (ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب بھی لوگوں میں کوئی شورش برپا ہوتی میں ہمیشہ زیاد سے مشورہ کرتا)۔

ابن عباسؓ فرماتے: یہ آپ جانتے ہی ہیں کہ آپ حق پر ہیں۔ اور آپ کے مخالفین باطل پر ہیں۔ آپ کے لیے جو امور مناسب تھے میں نے ان کے بارے میں آپ کو مشورہ دیا تھا اور آپ یہی سمجھتے رہے کہ میں نے آپ کو صحیح مشورہ نہیں دیا۔ جس طرح میں اس کا قائل ہوں کہ میں راہ حق پر ہوں اور لوگ باطل پر ہیں۔ میں ہر اس شخص کی گردن مار دوں گا جو آپ کے متبعین کی خلاف ورزی کرے اور آپ کے حکم کی نافرمانی کرے کیونکہ اسلام کی عزت اور لوگوں کی اصلاح اسی میں ہے کہ ایسے شخص کی گردن مار دی جائے اس لیے میں ایسے شخص کی گردن مار دوں گا۔

جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ واپس چلے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں سمجھ گیا ہوں کہ وہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس نے مجھے ہمیشہ بہترین رائے دی ہے۔

سہائہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوچ کرنے سے پہلے ہی بلا اجازت بصرہ چل دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً ان کے پیچھے کوچ کیا تا کہ آگے جا کر وہ لوگوں میں فتنہ نہ پھیلا سکیں حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابھی بصرہ ہی میں قیام کرنا چاہتے تھے۔

مدینہ میں جنگ کی اطلاع:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا یہ بیان مجھے تحریر کیا کہ اہل مدینہ کو جنگ جمل کی اطلاع جمعرات ہی کے روز مل گئی تھی جس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ ایک گدھ مغرب سے قتل مدینہ کے اوپر سے گزرا جس کے بچوں میں گوشت کے ٹکڑوں سے لٹکے ہوئے تھے لوگوں نے اس کا پیچھا کیا اور اس کے پیچھے مارے جس کی وجہ سے گدھ کے پیچھے سے ایک ٹکڑا نیچے گر پڑا لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ ایک انسانی ہاتھ تھا اور انگلی میں ایک انگوٹھی تھی جس پر عبدالرحمن بن عتاب رضی اللہ عنہ کا نام کندہ تھا۔

یہ گدھ مدینہ اور مکہ اور اس کے قرب و جوار کے علاقے میں پھیل گئے اور جہاں جہاں یہ گدھ گئے وہاں انسانوں کے ہاتھ او۔

بیر بھی اٹھا کر لے گئے جس سے دوردراز کے لوگوں کو اس جنگ کی اطلاع مل گئی۔

حضرت عائشہؓ جیسی دنیا کی روائی کی تیاری:

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے عمدہ وطلحہ کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ حضرت علی مرتضیٰ نے حضرت عائشہؓ جیسی دنیا کی روائی کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی مہیا کیں۔ سواری، سامان اور زاد راہ وغیرہ اور جو نگ مکہ سے حضرت عائشہؓ جیسی کے ساتھ آئے تھے ان میں سے جو بچ گئے وہ بھی حضرت عائشہؓ جیسی کے ساتھ گئے ان میں سے صرف وہ لوگ باقی رہ گئے جنہوں نے بصرہ میں قیوم پسند کیا اور بصرہ کی مشہور و معروف چالیس عورتوں کو ساتھ کیا اور محمدؐ سے فرمایا اپنی بہن کے لیے کوچ کی تیاری کرو۔

حضرت عائشہؓ جیسی کو بھی اطلاع مل گئی تھی جب کوچ کا دن آیا تو حضرت علی مرتضیٰ نے حضرت عائشہؓ جیسی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں رخصت کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ لوگ بھی حاضر ہوئے حضرت عائشہؓ جیسی باہر تشریف لائیں اور لوگوں کو رخصت کیا۔ کوچ کے وقت حضرت عائشہؓ جیسی نے لوگوں سے فرمایا:

”اے میرے بیٹو! ہم جلد بازی میں ایک دوسرے کے خلاف کھڑے ہو گئے آئندہ ہمارے ان اختلافات کے باعث کوئی شخص ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے خدا کی قسم! میرا اور علی مرتضیٰ کا شروع ہی سے اختلاف تھا لیکن یہ اختلاف اسی قسم کا تھا جیسے ساس اور داماد میں ہوتا ہے۔ فی الحقیقت علی مرتضیٰ میرے نزدیک نیک آدمی ہیں۔“

اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اے لوگو! خدا کی قسم! ام المومنینؓ نے حج فرمایا اور نیک بات کہی ہے میرا اور ان کا اختلاف واقعتاً اسی قسم کا تھا اور عائشہؓ جیسی دنیا و آخرت میں تمہارے نبی ﷺ کی زوجہ ہیں۔“

حضرت عائشہؓ جیسی نے شروع رہ جب ۳۶ھ میں ہفتہ کے روز بصرہ کے کوچ کیا اور کئی میل تک حضرت علی مرتضیٰ انہیں پیدل چھوڑنے آئے اور اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ ایک دن تک ام المومنین کا ساتھ دینے کے بعد واپس آئیں۔

مقتولین کی کثرت:

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن اور محمد بن الفضل الخراسانی کے حوالے سے سعید القطعی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ہم مقتولین جمل کے بارے میں آپس میں گفتگو کرنا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس جنگ میں چھ ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔

عبداللہ بن احمد بن سہیب نے احمدؒ سلیمان بن صالحؒ عبداللہؒ جریر بن حازمؒ اور جریر بن الحرثؒ کے حوالے سے ابوسعیدہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں نے لمازہ بن زیاد سے سوال کیا کہ آخرو علی مرتضیٰ کو کیوں برا کہتا ہے؟

لمازہ: میں اس شخص کو کیسے برا نہ کہوں جس نے میری قوم کے وحشی ہزار افراد کو قتل کر دیا ہو۔

جریر بن حازم کہتے ہیں ابن ابی لیلیٰ یثوب کا بیان ہے کہ علی بن ابی طالب مرتضیٰ نے جمل کے روز دو ہزار پانچ سو آدمی قتل کیے جن میں سے ایک ہزار تین سو پچاس ازدی تھے آٹھ سو بنو ضبہ کے افراد تھے اور تین سو پچاس دوسرے قبائل کے آدمی تھے۔

مجھ سے میرے والد نے سلیمان اور عبداللہ کے حوالے سے جریر کا یہ بیان ذکر کیا کہ جمل کے دن معرض بن عاصؒ بھی قتل کیا گیا

اس کے بھائی حجاج نے اس کے قتل پر یہ شعر کہا۔

لَمْ أَرِ مَوْتَكَ إِلَّا أَكْثَرَ سَاعِيًا بِحُفِّ شِمَالٍ فَارَقَتْهَا بَيْمَتُهَا
ترجمہ: "میں نے اس روز سے زیادہ معرض کو جنگ کرتے نہیں دیکھا۔ اس کا داہنا ہاتھ کٹ چکا تھا اور وہ بائیں ہاتھ سے لڑ رہا تھا۔"

معاذ کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ نے جریر کے حوالے سے بیان کیا کہ معرض بن عطاء جنگ جمل میں مارا گیا۔ جب اس کے بھائی حجاج نے یہ شعر کہا تھا۔

لَمْ أَرِ مَوْتَكَ إِلَّا أَكْثَرَ سَاعِيًا بِحُفِّ شِمَالٍ فَارَقَتْهَا بَيْمَتُهَا
ترجمہ: "میں نے اس روز سے زیادہ معرض کو جنگ کرتے نہیں دیکھا اس کا داہنا ہاتھ کٹ چکا تھا اور وہ بائیں ہاتھ سے لڑ رہا تھا۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عمار رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

عبداللہ نے احمد سلیمان عبداللہ اور جریر بن حازم کے واسطے سے ابو یزید المدنی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جنگ سے فراغت کے بعد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا۔ آپ سے جو پردہ نشینی کا عہد لیا گیا تھا۔ آپ کا یہ سراسر عہد کے کتنا مفاد ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: کیا یہ ابوالیقظان ہیں؟

جی ہاں!

عمار رضی اللہ عنہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: خدا کی قسم! میں یہ جانتی ہوں کہ تو خوب حق کہنے والا ہے۔

عمار رضی اللہ عنہ: ہر قسم کی تعریف اس خدا کے لیے ہے جس نے آپ کی زبان سے میرے لیے اس فیصلہ کا اظہار کرایا۔



امارت مصر

محمد بن ابی حذیفہ کا قتل:

اسی ۳۶ھ میں محمد بن ابی حذیفہ قتل کیا گیا اور اس کے قتل کی وجہ یہ پیش آئی کہ جب مصری محمد بن ابی بکر بنیہ کے ساتھ حضرت عثمان جو حذیفہ کے قتل کے لیے گئے تو محمد بن ابی حذیفہ مصری میں مقیم رہا اس نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو وہاں سے نکال کر خود وہاں کا انتظام سنبھال لیا۔ محمد بن ابی حذیفہ مصری میں مقیم رہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس اختلاف پر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی حذیفہ کے مقابلہ کے لیے کوچ کیا اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ قبیس بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ مصر نہ آئے تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے تو ان دونوں نے محمد بن ابی حذیفہ کو دعو کا دینا شروع کیا حتیٰ کہ اسے کھینچنے کھینچنے عریض لے آئے اور وہاں کے قلعہ میں اس کا محاصرہ کر لیا اس وقت اس کے ساتھ ایک ہزار آدمی تھے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے غنیمت کے ذریعہ قلعہ پر سنگ باری کی حتیٰ کہ یہ اپنے تمیں آدمیوں کے ساتھ مجبور ہو کر قلعہ سے اتر آیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لشکر نے انھیں پکڑ کر قتل کر دیا۔

محمد بن ابی حذیفہ کی احسان فراموشی:

ہشام بن محمد نے ابوہنفہ لوط بن یحییٰ بن سعید بن جحف بن سلیم اور محمد بن یوسف الانصاری کے واسطے سے عباس بن سہل الساعدی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ محمد بن ابی حذیفہ بن حبیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہی وہ شخص ہے جس نے مصریوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اکسا کر بھیجا جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا اور انھیں شہید کر دیا۔ محمد بن ابی حذیفہ خود مصر میں مقیم رہا۔ اس وقت حضرت عثمان کی جانب سے مصر کا والی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا۔ جو قریش میں بنو عامر بن لوی سے تھا۔ محمد بن ابی حذیفہ اسے مصر سے نکال کر خود مصر پر قابض ہو گیا۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ مصر کے علاقہ تخوم میں آ گئے اس کی حدود فلسطین سے ملتی تھیں اور وہاں ٹھہر کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات کا انتظار کرنے لگے ایک دن ادھر سے ایک سوار کا گزر ہوا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا کہ تم اپنے پیچھے لوگوں کے کیا حالات چھوڑ کر آئے ہو:

سوار: مسلمانوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے اللہ کے بندے ان کی شہادت کے بعد لوگوں نے کیا کیا۔

سوار: رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سوار: تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے برابر سمجھ لیا ہے؟

عبداللہ رضی اللہ عنہ: ہاں! حقیقت بھی یہی ہے۔

اس شخص نے عبداللہ جوئیہ کو غور سے دیکھا اور کچھ پہچان کر بلا تلم عبداللہ بن ابی سرح جوئیہ امیر مصر ہو۔

عبداللہ جوئیہ: ہاں!

سوار: اگر تم زندگی چاہتے ہو تو بہت جلد اپنی جان بچاؤ۔ اس لیے کہ امیر المؤمنین جوئیہ کی تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں ہے اگر انہیں تم پر قدرت حاصل ہوگئی تو یا تو تم لوگوں کو قتل کر دیں گے یہ تمہیں مسلمانوں کے شہروں سے نکال دیں گے اور امیر میرے پیچھے پیچھے تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔

عبداللہ جوئیہ: امیر کون متعین ہوا ہے؟

سوار: قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری جوئیہ۔

عبداللہ جوئیہ: اللہ تعالیٰ محمد بن ابی حذیفہ کو تباہ و برباد کرے جس نے اپنے چچا زاد بھائی کے خلاف بغاوت کی اور لوگوں کو ان کے قتل پر اکسایا۔ حالانکہ عثمان جوئیہ نے اس کی تربیت و کفالت کی اور ہر قسم کے اخراجات کی تمام ذمہ داری اپنے سر لی اور سینکڑوں اس پر احسانات کیے اس نے احسان فراموشی کر کے ان کی نیکیوں کا یہ بدلہ دیا کہ ان کے گورنروں پر جسے کیے اور لوگوں کو ان کے قتل پر اکسایا اور مدینہ بھیجی کہ وہ قہید کر دیے گئے اور اس طرح محمد نے ایسے شخص کو طیفہ بنانا منظور کر لیا۔ جس سے اس کی رشتہ داری بہت دور کی ہے حالانکہ اپنے اس طرز عمل سے وہ عثمان جوئیہ کے زمانہ میں کسی شہر کی ایک ماہ کے لیے بھی حکومت حاصل نہ کر سکا اور نہ عثمان جوئیہ نے اسے اس کا اہل سمجھا۔

سوار: تم اپنی جان جلد بچاؤ۔ کہیں تم قتل نہ کر دیئے جاؤ۔

عبداللہ بن سعد بن عثمان ہاں سے بھاگ کر دمشق حضرت معاویہ بن ابی سفیان بنی سہل کے پاس پہنچ گیا۔

امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیس بن سعد بنی سہل جب والی مصر بنائے گئے تو محمد بن ابی حذیفہ زندہ تھا۔

مصر کی امارت پر قیس بن سعد بنی سہل کا تقرر:

اسی سن میں حضرت علی جوئیہ نے قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری بنی سہل کو مصر کا والی بنا کر بھیجا۔

ہشام بن محمد الکلبی نے ابو جحیفہ اور محمد بن یوسف بن ثابت کے حوالے سے حضرت سہل بن سعد جوئیہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان جوئیہ شہید کر دیے گئے اور حضرت علی ابن ابی طالب جوئیہ خلیفہ منتخب ہوئے تو انھوں نے قیس بن سعد الانصاری بنی سہل کو طلب فرمایا اور ان سے فرمایا تم مصر جاؤ۔ میں نے تمہیں وہاں کا والی متعین کیا ہے اپنے گھر جا کر تیاری کرو اور اپنے ساتھ ان لوگوں کو لیتے جاؤ جن پر تمہیں محروسہ وادوور جنہیں تم اپنے ساتھ لے جانا پسند کرو اور ایک لشکر بھی ساتھ لے جاؤ تاکہ دشمنوں پر تمہارا رعب طاری ہو سکے اور جس کی حمایت سے تم حکومت چلا سکو۔ جب تم وہاں پہنچ جاؤ تو محسن پر احسان کرنا اور جو شخص اختلاف کرے اس پر سختی کرنا عام اور خاص لوگوں کے ساتھ نرمی برتنا کیونکہ نرمی میں برکت ہے۔

قیس جوئیہ: اے امیر المؤمنین جوئیہ! اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے میں نے آپ کا مقصد سمجھ لیا ہے آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ لشکر ساتھ لے کر جاؤ تو خدا کی قسم اگر مدینہ سے لشکر لے کر گیا تو کبھی بھی مصر میں داخل نہ ہو سکوں گا یہ لشکر تو میں آپ ہی کے لیے

چھوڑے۔ چاہوں کہ آپ کو اس لشکر کی زیادہ حاجت ہے اور ہر صورت میں ان کا آپ کے قریب ہی رہنا بہتر ہے تاکہ کسی مقام پر بھی آپ کوئی لشکر چھین جائے تو آپ کے پاس فوج کی ایک خاصی تعداد موجود ہو جس کو اپنے ساتھ صرف اپنے گھرانوں اور آپ کی نیتحتوں کو لے کر جائوں گا اور اللہ عزوجل ہی اس کام میں امداد فرمائے گا۔

قیس بن سعد بنی سید اپنے دوستوں میں سے سات آدمی اپنے ساتھ لے کر گئے اور مصر پہنچے۔ جامع مسجد میں پہنچ کر منبر پر بیٹھے اور امیر المومنین کا خط پڑھ کر سنائے کا حکم دیا۔

مصریوں کے نام حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط:

یہ خط مصریوں کو پڑھ کر سنایا گیا اس میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”اللہ کے بندے امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جانب سے ہر اس مومن و مسلم کے نام جسے میرا خط پہنچے۔ میں اولاً اس اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی مشکل کٹا نہیں۔ اللہ عزوجل نے اپنی حکمت اور حسن تدبیر سے اسلام کو منتخب فرمایا۔ اس کو اپنے لیے پسند کیا اور اسی کو اپنے فرشتوں اور رسولوں کے لیے۔ اور اپنے بندوں کے پاس رسول بھیجے۔ پھر اپنی مخلوق میں سے کچھ لوگوں کو منتخب فرمایا۔ اللہ عزوجل کا اس امت پر بڑا کرم ہے اور یہ اس امت کی فضیلت ہے کہ محمد ﷺ کو اس امت میں مبعوث فرمایا۔ آپ نے لوگوں کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم فرمائی اور فرائض کے احکام سکھائے اور سنت کی تعلیم دی تاکہ لوگ ہدایت پا جائیں آپ نے لوگوں کو ایک دین پر جمع فرمایا تاکہ وہ آئندہ متفرق نہ ہو سکیں ان کا تزکیہ نفس فرمایا تاکہ وہ پاک ہو جائیں انھیں نرمی کی تعلیم دی تاکہ وہ کسی پر ظلم نہ کریں جب نبی کریم ﷺ یہ تمام امور تعلیم فرما چکے تو اللہ عزوجل نے آپ کو وفات دی۔ آپ پر اللہ کے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

پھر آپ کے بعد مسلمانوں نے کیے بعد و گھرے دو نیک آدمیوں کو خلیفہ بنایا جنہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کیا اور نہایت عمدہ طور پر خلافت کے امور انجام دیے اور سنت رسول سے سرمو انحراف نہ کیا پھر اللہ عزوجل نے ان دونوں کو بھی وفات دی۔

ان دونوں کے بعد ایک اور شخص خلیفہ بنایا گیا۔ اس نے نئی نئی باتیں ایجاد کیں جس کی وجہ سے لوگوں کو اس کے خلاف بولنے کا موقع ملا پہلے تو لوگوں نے باہم چہ میگوئیاں کیں پھر عیب جوئی کی پھر انھیں قتل کر دیا۔

اس کے بعد لوگ میرے پاس آئے اور میری بیعت کی میں اللہ عزوجل سے ہدایت و تقویٰ کا طلب کار ہوں۔

خبردار! ہم پر تمہارا جو حق ہے وہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کریں اور اس کے احکام تم پر نافذ کریں اور سنت رسول اللہ ﷺ کا اڑا کر کریں اور تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے خیر خواہ رہیں۔ اصل میں اللہ ہی مدد کرنے والا ہے اور وہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

میں نے تمہارے پاس قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا ہے تم اس کا ساتھ دو اور حق کے معاملے میں اس کی

معاونت کرو۔ میں نے اسے یہ بھی حکم دیا ہے کہ تم میں جو بھلے لوگ ہوں ان کے ساتھ وہ نیک سلوک کرے شریروں کے ہاتھ سختی کرے اور خواص اور عوام ہر ایک کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ میں اس کے طریقہ کار سے خوش اور اس کی اصلاح و ہدایت کی امید رکھتا ہوں میں اللہ عزوجل سے اپنے اور تمہارے لیے نیک اور خالص عمل اور بہترین ثواب اور وسیع رحمت کا سوال کرتا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“

قیس بن سعدؓ کا خطبہ:

خطبہ ختم ہو جانے کے بعد قیس بن سعدؓ نے خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثناء اور حضور پر درود بھیجے کے بعد فرمایا:

”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے حق ظاہر فرمایا اور باطل کو مٹایا اور ظالموں کو ذلیل و خوار کیا۔ اسے لوگو! ہم نے اس شخص کی بیعت کی ہے جسے ہم اپنے نبی ﷺ کے بعد سب سے بہتر سمجھتے تھے تو اسے لوگو! تم فوراً کھڑے ہو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر فوراً بیعت کرو اگر ہم کتاب و سنت کے مطابق عمل نہ کریں تو ہماری بیعت تم پر لازم نہیں۔“

یہ خط اور تقریر سن کر لوگ فوراً کھڑے ہوئے اور قیسؓ کے ہاتھ پر علیؓ کی بیعت کی اس طرح مصر پر قیسؓ کا تسلط قائم ہو گیا اور قیسؓ نے ہر جگہ اپنے والی مقرر کر دیئے۔

اہل خربت:

صرف ایک گاؤں خربت نامی پر قیسؓ کا تسلط نہ ہو سکا انہوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کی شہادت کو بہت زیادہ اہم سمجھا۔ یہاں بنو عدیج کا ایک شخص جس کا نام یزید بن الحارث تھا اس گاؤں کا امیر تھا۔ ان لوگوں نے قیسؓ کے پاس کہلا کر بھیجا۔ ہم تم لوگوں سے جنگ کرنا نہیں چاہتے آپ تمام مصر میں جہاں چاہیں اپنے افسران بھیج دیجیے۔ لیکن ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیجیے تاکہ ہم اس پر غور کر سکیں کہ لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ مسلمہ بن خلد الانصاری الساعدیؓ نے قیسؓ سے اختلاف کیا اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ قیسؓ نے ان کے پاس کہلا کر بھیجا کہ تم میرے خلاف بغاوت کر رہے ہو اگر پورا ملک شام اور ملک مصر میری حکومت میں ہو تو میں ان دونوں ملکوں کی حکومت پسند نہیں کروں گا اور ان سے زیادہ تیرے قتل کو بہتر سمجھوں گا۔

مسلمہؓ نے اس کے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ جب تک تم مصر کے گورنر ہو میں تمہارے خلاف کوئی بغاوت نہ کروں گا۔ قیس بن سعدؓ بیست نہایت سمجھدار اور ایک مدبرانہ انسان تھے انہوں نے اہل خربت کے پاس کہلا کر بھیجا کہ میں تمہیں بیعت پر مجبور نہیں کرتا۔ میں تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دیتا ہوں اور تم سے کوئی تعرض نہ کروں گا لیکن تم مسلمہ بن خلدؓ اور دوسرے لوگوں سے واجب الادا خراج وصول کر کے روانہ کرو کیونکہ خراج کے معاملہ میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ جنگ جمل کے لیے تشریف لے گئے اس وقت مصر کے والی قیسؓ بنو غنم ہی تھے اور جب حضرت علیؓ بصرہ سے کوثر تشریف لائے تب بھی یہی امیر مصر تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قیس رضی اللہ عنہ کے نام خط:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تمام مخلوق میں قیس رضی اللہ عنہ کو اپنے لیے سب سے زیادہ خطرناک سمجھتے تھے کیونکہ مصر کی سرحدات شام سے ملتی تھیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک جانب سے علی رضی اللہ عنہ شام پر حملہ آور ہوں اور دوسری جانب سے قیس رضی اللہ عنہ حملہ کر نہیں اس طرح میں دونوں جانب سے تحیر سے مے آ جاؤں گا۔

اس خطرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط تحریر کیا۔ جس وقت یہ خط تحریر کیا گیا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں مقیم تھے اور ابھی صفین کی جانب کوچ نہ کیا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط میں تحریر فرمایا:

”یہ خط معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف سے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے نام ہے۔ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کیے انہوں نے جو کام کیے یا کسی کو سزا دی یا کسی کو کچھ کہا یا کسی کو کسی کی جگہ افسر بنایا جو انوں کو حکومت دی۔ تم نے ان میں سے ہر کام پر اعتراضات کیے۔ لیکن تم خود جانتے ہو کہ ان میں سے ایک کام بھی ایسا نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کا خون تہا رے لیے حلال ہو جاتا ہے۔ تم نے ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے اور ایک گناہ عظیم اپنے سر لیا ہے۔ اے قیس رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل سے تو یہ کہہ دو کہ تو بھی ان لوگوں میں داخل ہے جنہوں نے عوام کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ابھارا تھا شاید تو یہ ایک مومن کے قتل کے بدلے میں کچھ تھوڑی بہت کام آ جائے۔

جہاں تک تہا رے خلیفہ علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے تو وہ شخص ہے جس نے لوگوں کو دھوکے میں ڈالا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر ابھارا۔ حتیٰ کہ لوگوں نے انہیں شہید کر دیا۔ تیری قوم کا بڑا حصہ ان کے خون سے محفوظ نہیں ہے۔ اے قیس رضی اللہ عنہ! اگر تجھ سے یہ ہو سکے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرے تو اس معاملے میں ہمارا ساتھ دے میں جب غالب آ جاؤں گا تو تجھے عراق، عرب اور عراق فارس کا حاکم بنا دوں گا اور اپنے گھر والوں میں سے جس کے لیے بھی تو پسند کرے گا اسے حجاز کی حکومت دے دوں گا اور جب تک میری حکومت قائم رہے گی اس وقت تک اس عہدے پر برقرار رہو گے اور اس کے علاوہ وہ بھی جو تم ہاتھ لگا چاہو میں دینے کے لیے تیار ہوں۔ تم اپنی رائے سے مجھے مطلع کرو۔“

والسلام

جب قیس رضی اللہ عنہ کے پاس امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ خط پہنچا تو انہوں نے یہ تدبیر سوچنی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہال دینا چاہیے اور اپنے ولی خلیات طاہرہ نہ کیے جائیں اور نہ اس سے جنگ میں غلٹ سے کام لیا جائے۔

قیس رضی اللہ عنہ کا جواب:

ان تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے قیس رضی اللہ عنہ نے یہ جواب تحریر کیا:

”میرے پاس تہا رے رابطہ پہنچا۔ میں اس کا تمام مفہوم سمجھ گیا ہوں۔ تم نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک رہا ہوں تو یہ صحیح نہیں نہ میں نے ان کی مخالفت کی اور نہ ان کی خدمت میں حاضریاں دیں بلکہ میں ہر طرح علیحدہ رہا۔

تم نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ان کے خلاف اکسایا اور لوگوں کو ان کے قتل پر آمادہ کیا حتیٰ کہ لوگوں نے

انہیں قتل کر دیا تو مجھے ان کے اس طریقہ کار کی اطلاع نہیں۔

تمہارا یہ کہنا کہ میرے قبیلے کا اکثر حصہ ان کے خون سے پاک نہیں تو حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلے میرے ہی خاندان میں قیام فرمایا تھا۔

تم نے اپنی متانت اور اس کے صلہ کے بدلے میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ قابل غور و فکر ہے۔ اور یہ ایسا معمولی کام بھی نہیں جس میں غفلت سے کام لیا جاسکے بہر صورت میں تم پر حملہ کرنے سے رکاوٹیں گاہے اور میری جانب سے کوئی ایسی بات پیش نہیں آئے گی جو تمہیں ناگوار ہو حتیٰ کہ تم بھی دیکھ لو گے اور ہم بھی دیکھیں لیں گے اصل پناہ دینے والا اللہ عز و جل ہے۔“

والسلام

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دوسرا خط:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ کا یہ خط پڑھا تو انہیں یہ بہت متضا و نظر آیا۔ ایک جانب قرب کا دعویٰ بھی اور دوسری جانب بے رشتی بھی! اس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ قیس رضی اللہ عنہ میرے ساتھ کوئی چال چلنا چاہتا ہے اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے ایک اور خط تحریر کیا:

”میں نے تمہارا خط پڑھا جس سے تم مجھے قریب بھی نظر نہ آئے کہ میں تم سے صلح کا وعدہ کر لوں اور دور بھی نظر نہ آئے کہ جنگ کی تیاری کر لوں۔ اس معاملہ میں تمہاری مثال اونٹ کی گردن کی طرح ہے کہ چدر چا پاموڑ دیا۔ یاد رکھو مجھ جیسے شخص کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔ اور نہ مجھ سے کوئی چالاکی کھیلی جاسکتی ہے۔ میرے پاس بے پناہ لشکر ہے اور میرے قبضہ میں بے پناہ گھوڑوں کی لگائیں ہیں۔“

والسلام

قیس رضی اللہ عنہ کا جواب:

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ جواب تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”تم جو اس دعوے میں مبتلا ہو اور یہ طمع رکھتے ہو کہ میں اس شخص کی اطاعت ترک کروں گا جو خلافت کا سب سے زیادہ مستحق ہے سب سے زیادہ حق گو سب سے زیادہ ہدایت یافتہ اور سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا قریبی رشتہ دار ہے۔ تم نے مجھے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے تو کیا میں اس شخص کی اطاعت کر لوں جس کی بیجا فتنائیت کوئی حیثیت نہیں جو خوب محبت بولنے والا اور گم کردہ راہ ہے اور جو اللہ عز و جل اور اس کے رسول ﷺ سے بہت دور ہے جو گمراہ اور گمراہ کنندوں کی اولاد ہے اور انہیں کے حامیوں میں سے ایک حامی ہے۔

تم نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ تم مصر کو سواروں اور پیہلوں سے بھر دو گے تو خدا کی قسم! میں تجھے کسی کام میں مشغول نہ کروں گا تا وقتیکہ تو اپنی جان کی قدر نہ کرنے لگے۔ اور واقعاً تجھ میں خوب کوشش کا مادہ پایا جاتا ہے۔“

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ کا یہ خط پڑھا تو وہ اس کی جانب سے قطعاً مایوس ہو گئے اور اب ان کو قیس رضی اللہ عنہ کا وجود اور زیادہ کھٹکنے لگا۔

قیس بن سعد بن عقیل کی ذہانت:

عبداللہ بن احمد امروزی نے سلیمان عبداللہ یونس کے واسطے سے زہری کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے مصر پر قیس بن سعد بن معاویہؓ کا مامور تھے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں انصار کا جھنڈا انھی کے پاس رہتا۔ یہ نہایت بہادر اور صاحب اثرائے انسان تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہر وقت اس کوشش میں مصروف رہتے کہ کسی طرح قیس رضی اللہ عنہ کو مصر سے نکال دیا جائے تاکہ یہ مصر پر قبضہ کر سکیں لیکن قیس رضی اللہ عنہ اپنی ذہانت اور چالاکی سے ان کی کوئی تدبیر نہ چلنے دیتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ نہ تو معاویہ رضی اللہ عنہ مصر فتح کر سکے اور نہ قیس رضی اللہ عنہ کو اپنے قابو میں لے سکے۔ حتیٰ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے دھوکہ دہی شروع کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قریش کے بھگدار لوگوں سے قیس رضی اللہ عنہ کے معاملے میں مشورہ کرتے اور کہتے میرے نزدیک اس سے بڑھ کر آج تک کوئی چالاکی نہیں کھیلی گئی جیسی علی رضی اللہ عنہ نے کھیلی ہے کہ قیس رضی اللہ عنہ کو امیر مصر بنا کر مجھ سے مصر کو بچا لیا اور خود عراق میں بیٹھا ہوا ہے۔ میں تو قریش سے یہی کہتا ہوں کہ تم قیس رضی اللہ عنہ کو ہرگز برائے کو اس لیے کافی اہمیت دہو ہمارا دوست ہے وہ ظاہر میں تو ہم سے دشمنی برتتا ہے اور اندرون خانہ ہمارا ساتھ دیتا ہے۔ اور اس کا ثبوت خربتا کے باشندے ہیں کہ قیس رضی اللہ عنہ انھیں عطیات بھی دیتا ہے ان کے ساتھ سلوک بھی کرتا ہے اور انھیں پناہ بھی دیتا ہے اور ان میں سے ہر ایک آنے جانے والے کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تدبیر اور قیس رضی اللہ عنہ کی معزولی:

میرا ارادہ تو یہ تھا کہ عراق میں جو میرے حامی موجود ہیں انہیں میں اصل حقیقت تحریر کر دوں لیکن یہاں عراق میں جو علی رضی اللہ عنہ کے جاسوس موجود ہیں وہ یہ بات علی رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیں گے اس لیے خاموش ہوں۔

یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے قیس رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کے لیے کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ اہل خربتا سے جنگ کرو اہل خربتا کی تعداد اس وقت دس ہزار تھی۔ قیس رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے سے انکار کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ:

”یہ سب لوگ مصر کے سرکردہ اور شریف لوگ ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر حافظ قرآن ہیں میرا اور ان کا یہ فیصلہ ہوا ہے کہ میں ان کی جائے پناہ پر حملہ نہ کروں گا اور نہ ان کے روزینہ اور عطیات بند کروں گا اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ ان کا میان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے میرے لیے اور آپ کے لیے اس سے بہترین کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور انہیں چھیننے کی کوشش نہ کی جائے۔ اگر میں ان سے جنگ چھیڑوں گا تو وہ میرے مقابل بن کر کھڑے ہو جائیں گے اور یہ سب لوگ عرب کے سردار ہیں ان میں حضرت بسر بن اریطہؓ حضرت مسلمہ بن خالدؓ اور حضرت معاویہ بن خدیجؓ بھی شامل ہیں۔ اس لیے آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجیے میں خود ہی بہتر سمجھ سکتا ہوں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بجز جنگ کے کسی بات کو تسلیم نہ کیا اور قیس رضی اللہ عنہ نے جنگ کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ

”اگر آپ کا خیال ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ درپردہ ملا ہوا ہوں تو آپ مجھے معزول فرمادیں اور میری جگہ کسی شخص کو عامل بنادیں۔“

اشتر کی موت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر کے اشتر کو امیر مصر متعین کیا۔ جب اشتر دریائے قلزم پر پہنچا تو اس نے وہاں شربت پیا جس میں شہد کی مکھی بھی تھی۔ اس کے پینے سے اشتر کی موت واقع ہو گئی۔ اس واقعہ کی خبر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچی اس پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ نے شہد میں اپنے لشکر رکھے ہیں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اشتر کی موت کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی جگہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو امیر مصر متعین کیا۔ زہری کا بیان تو یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کے مرنے کے بعد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو مصر کا امیر بنایا تھا۔ لیکن ہشام بن محمد یہ کہتا ہے کہ اشتر کو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد امیر مصر بنایا گیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک نئی تدبیر:

آدم برسر مطلب۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس بات سے مایوس ہو گئے کہ قیس رضی اللہ عنہ ان کا ساتھ نہیں دے سکتے تو انہیں یہ امر بہت شاق گذرا کہ ایک وہ قیس رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور سیاست و تدبیر سے واقف تھے۔ اس سے قبل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں یہ مشہور کر چکے تھے کہ قیس رضی اللہ عنہ نے ان کا ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا ہے اللہ سے دعا کرو کہ وہ ہمارے ساتھ رہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو قیس رضی اللہ عنہ کا وہ پہلا خط بھی پڑھ کر سنایا تھا جس میں انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نرمی اور قرب کا اظہار کیا تھا۔ دوسری تدبیر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ کی کہ قیس رضی اللہ عنہ کی جانب سے خود ایک خط تحریر کیا اور وہ اہل شام کو پڑھ کر سنایا۔ اس میں یہ تحریر کیا گیا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”قیس بن سعد حبشہ کی جانب سے امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے نام! سلام علیک۔ میں آپ کے سامنے اس اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں نے جب تمام امور پر غور و فکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرے لیے ایسی جماعت کا ساتھ دینا کسی صورت میں جائز نہیں جس نے اپنے امام کو قتل کر دیا ہو اور امام بھی کیسا جو خدا کا فرماں بردار۔ محرمات سے بچنے والا اور انتہائی متقی اور پرہیزگار انسان ہو۔ ہم اللہ عزوجل سے اپنے گناہوں کی مغفرت کے طلب گار ہیں اور اس سے اپنے دین کی حفاظت کا سوال کرتے ہیں۔

میں آپ سے دوستی کا خواہش مند ہوں اور میں آپ کے ساتھ شامل ہو کر امام مظلوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو قتل کروں گا آپ مجھ سے جتنا مال اور جتنے افراد طلب کریں گے میں وہ آپ کی خدمت میں لے کر فوراً پہنچوں گا۔“

والسلام

اس خط کے سننے سے تمام ملک شام میں یہ شہرت پھیل گئی کہ قیس بن سعد حبشہ نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جاسوسوں نے یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ جب انہیں یہ خبر معلوم ہوئی تو انہیں ایک زبردست غم

لاحق ہوئی اور وہ انتہائی پریشان بھی ہوئے اور اس خبر پر بہت تعجب بھی ہوئے انہوں نے اپنے بیٹوں اور عبداللہ بن جعفرؓ کو بلا دیا اور انہیں تمام صورت حال سے مطلع کر کے ان سے مشورہ طلب کیا۔

عبداللہ بن جعفرؓ: امیر المؤمنین ہمیشہ مشکوک کام کو ترک کر کے وہ کام اختیار کرنا چاہیے جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہو۔ اس لیے آپ قیس بن جثثہ کو مصر سے معزول کر دیجیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم! میں قیس بن جثثہ کے معاملے میں اس خبر کو ہرگز بھی صحیح نہیں کہہ سکتا۔ عبداللہ بن جعفرؓ: اے امیر المؤمنین جثثہ آپ انہیں ضرور معزول کر دیں کیونکہ خدا کی قسم! اگر قیس بن جثثہ حق پر قائم ہے تو وہ آپ کے معزول کر دینے سے آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔

قیس بن جثثہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خط:

ابھی کوئی فیصلہ طے نہ ہونے پایا تھا کہ قیس بن سعدؓ کا خط پہنچا اس میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو عزت و شرف بخشے میں آپ کو یہ مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ میرے مصر پہنچنے سے قبل ہی مصر میں کچھ ایسے افراد تھے جو تمام قتلوں سے علیحدہ تھے انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ میں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دوں ان سے اس وقت تک کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کروں جب تک لوگوں کا ایک خلیفہ پر اتفاق رائے نہ ہو جائے۔ تاکہ یہ لوگ اپنی کوئی رائے قائم کر سکیں۔ میں یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ انہیں قطعاً نہ پھیل جائے اور نہ ان سے جنگ مول لی جائے بلکہ ان کے ساتھ سلوک کر کے انہیں اپنی جانب ہلایا جائے شاید اللہ عز و جل ان کے دلوں میں حق ڈال دے اور انہیں گمراہی سے نکال دے۔“

عبداللہ بن جعفرؓ نے عرض کیا اے امیر المؤمنین مجھے تو یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ قیس بن جثثہ خود ان لوگوں کی جانب مائل ہے۔ اس لیے آپ قیس بن جثثہ کو جنگ کرنے کا حکم دیجیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قیس بن جثثہ کو حکم:

اس مشورہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیس بن جثثہ کو ایک خط تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”تم نے جس جماعت کا ذکر کیا ہے تم اس جماعت کے مقابلے پر فوراً الفکر لے کر جاؤ اگر وہ اور مسلمانوں کی طرح دیت کر لیتے ہیں تو فیہما ورنہ ان سے جنگ کرو۔“

قیس کا جواب:

جب قیس بن جثثہ کو یہ خط ملا تو انہوں نے فوراً اس کا جواب تحریر کیا:

”اے امیر المؤمنین جثثہ مجھے آپ کے حکم پر بہت ہی تعجب ہوا ہے کیا آپ مجھے ایسی جماعت سے جنگ کرنے کا حکم دیتے ہیں جو آپ کی حفاظت کر رہے ہیں اور آپ کے دشمنوں کو روکے ہوئے ہیں۔ اگر آپ ان سے جنگ کریں گے تو

آپ کے دشمن ان کی حمایت کریں گے اور ان پر چڑھ دوڑیں گے۔ اے امیر المومنین آپ میری یہ بات تسلیم کیجیے اور ان سے جنگ نہ کیجیے کیونکہ ان سے جنگ نہ کرنا بہتر ہے۔“ والسلام

حضرت علیؓ جو جہاد کے پاس جب یہ خط پہنچا تو حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے مشورہ دیا کہ اے امیر المومنین آپ قیس جوہڑ کو معزول کر کے ان کی جگہ محمد بن ابی بکر جوہڑ کو مقرر بھیج دیجیے۔ وہ خود ان لوگوں سے نبٹ لے گا۔ خدا کی قسم! مجھے قیس جوہڑ کا یہ قول معلوم ہو چکا ہے کہ مصر پر پورے طور پر اس وقت تک حکومت قائم نہیں ہو سکتی جب تک مسلمہ بن حلدہ جوہڑ کو قتل نہ کر دیا جائے۔ قیس جوہڑ نے تو یہ بھی کہا تھا کہ خدا کی قسم مجھے مسلمہ جوہڑ کا قتل پورے ملک شام اور ملک مصر کی حکومت سے زیادہ پسند ہے میرا جس وقت بھی بس چلے گا میں مسلمہ جوہڑ کو قتل کر دوں گا۔

عبداللہ بن جعفرؓ نے محمد بن ابی بکر جوہڑ کی امارت کا اس لیے مشورہ دیا تھا کہ وہ ماں کی جانب سے ان کا بھائی تھا۔ حضرت علیؓ جوہڑ نے قیس جوہڑ کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر جوہڑ کو مصر کی امارت پر بھیج دیا۔
محمد بن ابی بکر جوہڑ کی امارت مصر:

ہشام نے ابن خلف اور عمارت کے حوالے سے کعب الوالیؓ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ جوہڑ نے ایک خط تحریر کر کے محمد بن ابی بکر جوہڑ کے ساتھ روانہ کیا۔ محمد بن ابی بکر جوہڑ مصر پہنچا تو قیس جوہڑ نے اس سے کہا۔ آخر یہ امیر المومنین کو کیا ہو گیا ہے کہ انہوں نے میرے اور اپنے درمیان ایک اور شخص حاصل کر دیا آخر اس تغیر کی کیا ضرورت تھی۔

محمد بن ابی بکر جوہڑ: نہیں یہاں کی حکومت آپ ہی کے قبضہ میں رہے گی۔

قیس جوہڑ: یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں تیرے ساتھ ایک لمحہ بھی یہاں مقیم رہوں۔

قیس جوہڑ نے اپنی معزولی سے غضب ناک ہو کر مصر چھوڑ دیا اور مدینہ کا رخ کیا۔

قیس اور حسان بن علیؓ کا مکالمہ:

جب قیس جوہڑ مدینہ پہنچا تو حضرت حسان بن ثابتؓ اس کے پاس آئے اور قیس جوہڑ کو برا بھلا کہا۔ حضرت حسان جوہڑ حضرت عثمان جوہڑ کے حامی تھے انہوں نے قیس جوہڑ سے فرمایا: علی بن ابی طالب جوہڑ نے تجھے مصر کی حکومت سے معزول کر دیا۔ اور عثمان جوہڑ کے قتل کا گناہ تیرے سر پہلی حالہ باقی رہا۔ علی جوہڑ نے عثمان جوہڑ کے قتل کا تجھے اچھا بدلہ دیا۔ قیس جوہڑ: اے دل اور آنکھ کے اندھے۔ خدا کی قسم اگر میری اور تیری جماعت کی جنگ ہوتی تو میں تیری گردن مار دیتا۔ تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔

اس واقعہ کے بعد قیس اور ہبل بن حنیف حضرت علیؓ جوہڑ کے پاس کو فہ پہنچے۔ قیس جوہڑ نے حضرت علیؓ جوہڑ سے حسان جوہڑ کی گفتگو قتل کی حضرت علیؓ جوہڑ نے حضرت حسان جوہڑ کی تصدیق کی۔ پھر قیس اور ہبل جوہڑ دونوں حضرت علیؓ جوہڑ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک رہے۔

مروان کی بے وقوفی:

عبداللہ بن احمد المروزی نے اپنے باپ سلیمانؓ عبداللہ اور یونسؓ کے حوالے سے زہری کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب محمد بن

ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ مصر پہنچ تو قیس رضی اللہ عنہ مصر چھوڑ کر مدینہ آ گئے۔ مدینہ میں مروان اور اسود بن ابی العتھر نے اسے ڈرانا اور دھمکانا شروع کیا۔ یہ اس خوف سے کہ کہیں کوئی مجھے قتل نہ کر دے مدینہ سے بھاگ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی تو انہوں نے مروان اور اسود بن ابی العتھر کی کوڈالت کا خط تحریر کیا کہ تم نے قیس رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے نکال کر علی رضی اللہ عنہ کی نہایت زبردست مدد کی ہے۔ اگر تم ایک لاکھ کے لشکر سے علی رضی اللہ عنہ کی مدد کرتے تو وہ بھی مجھے اتنا کراں نہ گزرتا جیسا کہ مدینہ سے قیس رضی اللہ عنہ کا نکل کر علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ جانا گراں گزرا ہے۔

الغرض حضرت قیس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام حالات معلوم ہوئے اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ قتل ہوا تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ قیس رضی اللہ عنہ نہایت سمجھ دار اور مدبر انسان ہیں جس نے بھی ان کی معزولی کا مجھے مشورہ دیا تھا اس نے اچھا نہیں کیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام کام قیس رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے انجام دیتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عہد نامہ:

ہشام نے ابوحنیفہ اور حارث کے حوالے سے کعب الوابی کا بیان ذکر کیا ہے کہ جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ مصر گیا تو میں بھی اس کے ساتھ تھا اس نے مصر پہنچنے کے بعد لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عہد نامہ پڑھ کر سنایا۔ عہد نامہ کے الفاظ یہ تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یہ وہ عہد ہے جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے اسے مصر کی ولایت سونپتے وقت لیا ہے۔ امیر المؤمنین نے اسے غلوت و جلوت میں تقویٰ اختیار کرنے اور تمہائی اور حضور میں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے اسے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ بدکاروں پر سختی کرے۔ ذمیوں کے ساتھ انصاف کرے مظلوم کی مدد کرے۔ ظالم کے ساتھ شدت اختیار کرے۔ لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرے اور جہاں تک ممکن ہو لوگوں پر احسان کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ محسنین کو نیک جزا عطا فرماتا ہے اور مجرمین کو سخت سزا دے۔

میں نے اسے یہ بھی حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو اطاعت اور جماعت کے ساتھ اتحاد کی دعوت دے کیونکہ اسی پر لوگوں کی آخرت کا دار و مدار ہے اور اسی پر تمام اجر مرتب ہوتے ہیں جس کی قدر کو یہ لوگ نہیں پہچان سکتے اور نہ اس کی حقیقت کو پہنچ سکتے ہیں۔

میں نے اسے یہ بھی حکم دیا ہے کہ جس طرح خراج پہلے وصول کیا جاتا تھا اسی طرح اب بھی وصول کیا جائے اس میں نہ تو کوئی کمی کی جائے اور نہ کوئی جدت اختیار کی جائے۔ خراج کی وصول یا پانی کے بعد اس خراج کو لوگوں پر اسی طرح تقسیم کیا جائے جیسے پہلے کیا جاتا تھا۔ میں نے اسے حکم دیا کہ لوگوں کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آئے اور اپنی مجلس اور مجلس کے علاوہ ہر صورت میں ان کے ساتھ مساوات برتے۔ اس کی نظر میں حق کے معاملے میں قریب و بعید سب یکساں ہوں میں نے اسے حکم دیا ہے کہ لوگوں کا فیصلہ حق و انصاف کے ساتھ کرے اس میں اپنی یا کسی کی خواہشات کی پیروی نہ کرے اور حکم خداوندی پر عمل کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے کیونکہ اللہ عز و جل اسی کی نصرت

فرماتے ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہو اور اس کے احکامات کی بجا آوری کرتا ہو۔ ان کے علاوہ میں نے محمدؐ کو اور بھی کچھ احکامات دیئے ہیں۔ یہ عہد نامہ ابورافع رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادہ عہد اللہ نے شروع رمضان میں تحریر کیا۔“

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

یہ عہد نامہ سنائے جانے کے بعد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اور اس میں اللہ کی حمد و ثناء کے بعد کہا: ”خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ آج لوگ جن اختلافات میں مبتلا ہیں اس میں خدا تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں راہ حق دکھائی اور ہمیں اس راہ پر چلایا جس سے اکثر لوگ آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے تمہارے کام میرے سپرد کیے ہیں اور مجھ سے وہ عہد لیا ہے جو تم سن چکے ہو۔ ان کے علاوہ اور بھی کچھ وصیتیں مجھے فرمائی ہیں۔ جہاں تک بھی میری طاقت ہوگی میں ان پر عمل کروں گا۔ عمل کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے میرا اسی پر بھروسہ ہے۔ اور میں اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔ اگر تم مجھے اور میرے افراد کو اللہ عز و جل کی اطاعت کرتے اور تقویٰ اختیار کرتے دیکھو تو اس پر اللہ عز و جل کا شکر کرو اور اگر میرے کسی افسر کو خلاف حق کام کرتے دیکھو تو مجھ سے اس کی شکایت کرو اور اس سے اس کی باز پرس بھی کرو۔ کیونکہ میں اور تم اس سعادت کے زیادہ لائق ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنی رحمت سے نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔“

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی اہل خربتہ کو دھمکی:

ہشام نے ابو جحف کے حوالے سے یزید بن نفعیان الہمدانی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے والی مصر بننے کے بعد امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو متعدد خطوط لکھے اور کافی عرصہ تک دونوں میں خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ کیونکہ عام لوگ ان خطوط کا سننا برداشت نہیں کر سکتے اس لیے میں نے انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔

ایک ماہ کا مگر گزر جانے کے بعد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اس جماعت کے پاس پیغام بھیجا جس نے ابھی تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی تھی اور تمام اختلافات سے علیحدہ تھی اور قیس رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ رکھا تھا کہ یا تو تم لوگ ہماری اطاعت میں داخل ہو یا تو ہمارے شہروں سے نکل جاؤ۔ اس جماعت نے کہلوا دیا کہ آپ ہمیں اس وقت تک ہمارے حال پر چھوڑ دیں جب تک یہ اختلافات طے نہیں پا جاتے اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہو جاتا کہ فی الحقیقت ہمارا غلیظہ کون ہے آپ ہم سے جنگ میں غلبت سے کام نہ لیجیے۔ لیکن محمد نے ان کی بات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر ان لوگوں نے بھی اپنی مخالفت کا سامان جمع کر لیا اور اس سے جنگ کی تیاریاں کر لیں۔

جنگ صفین کے موقع پر ان لوگوں نے محمد کو نہایت خوف میں مبتلا رکھا۔ جس وقت ان کے پاس یہ خبر پہنچی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کی علی رضی اللہ عنہ سے جنگ بند ہو گئی ہے اور علی رضی اللہ عنہ اور عراقی معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کو چھوڑ کر عراق واپس چلے گئے اور فیصلہ حکیم پر موقوف ہو گیا تو ان لوگوں نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے جنگ چھیڑ دی اور اس کے مقابلہ پر آ گئے۔ محمد نے ان کے مقابلے کے لیے حارث بن جبان الانصاری کو روانہ کیا۔ ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا محمد نے اس کے بعد بنو کلب کے ایک شخص ابن مضاء کو لشکر دے کر

ان کے مقابلے پر روانہ کیا ان لوگوں نے اسے بھی موت کی نیند سلا دیا۔

طبری کہتے ہیں کہ اسی سہ میں مرو کا مرزبان آیا اور اس نے ابن عامر جہشہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صلح کر لی۔

مرزبان سے صلح:

علی بن محمد امدائنی نے ابو ذر کر یا اعلیانی کے واسطے سے محمد بن اسحاق کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ مرو کا مرزبان ماہویہ ابراہاز جنگ جمل کے بعد صلح کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے مرو کا ساورہ اور چند سلاوین کے دو بتانوں کے لیے ایک عہد نامہ لکھ کر دیا۔ اس میں تحریر تھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم! ہدایت کے پیر و کاروں پر سلام ہو۔ مرو کا مرزبان ماہویہ ابراہاز میرے پاس آیا۔ میں اس سے راضی ہوں۔“

یہ تحریر ۳۶ھ میں لکھی گئی۔ لیکن اس کے بعد یہ سب لوگ کافر ہو گئے۔ اور ابرہہ کے دروازے بند کر لیے۔

خلید بن طریف کی خراسان روانگی:

علی بن محمد امدائنی نے ابو جحیفہ حنظلہ بن الاطمین اور ہامان النخعی کے حوالے سے اصبع بن ہناتہ النخعی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلید بن قرۃ الیربوی کو خراسان کا عامل بنا کر روانہ فرمایا انھیں خلید بن طریف بھی کہا جاتا ہے۔



باب ۱۰

جنگ صفین کی تیاریاں

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت:

اسی سنہ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہوئے اور ان کی بیعت کی۔

سری نے شعیب و سیف کے حوالے سے محمدؐ، طلحہؓ ابو حارثہ اور ابو عثمان کا یہ بیان میرے پاس لکھ کر روانہ کیا کہ جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف چل دیئے اور فرمایا۔ اے اہل مدینہ خدا کی قسم! جو شخص یہاں مقیم رہے گا اور پھر اس کی موجودگی میں عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس پر ضرور ذلت مسلط فرمائیں گے جس شخص میں اتنی قوت نہ ہو کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کر سکے تو اسے مدینہ چھوڑ کر چلے جانا چاہیے۔

الغرض عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ اور محمد مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کے بعد حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ چھوڑ دیا اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اسی خطرہ سے مدینہ سے کوچ کیا۔

ابو حارثہ اور ابو عثمان کا بیان ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ سے چل کر حنظلان پہنچے ان کے دونوں بیٹے ان کے ساتھ تھے۔ ابھی وہ حنظلان ہی میں مقیم تھے کہ ادھر سے ایک سوار کا گزر ہوا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا۔ تمہارا نام کیا ہے؟

سوار: حنیرہ۔

عمرو رضی اللہ عنہ: عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے ہیں۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ اس نام سے قال لی تھی۔ یہ جملہ کہنے کے بعد اس سوار سے سوال کیا کہ مدینہ کا کچھ حال بتاؤ۔

سوار: عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے ہیں۔

عمرو رضی اللہ عنہ: لوگ انھیں شہید بھی کر دیں گے۔

ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ ایک سوار کا ادھر سے گزر ہوا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا کہ کہاں سے آئے ہو۔

سوار: مدینہ سے۔

عمرو رضی اللہ عنہ: تمہارا نام کیا ہے؟

سوار: قتال۔

عمرو رضی اللہ عنہ: عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ پھر اس سے عمرو رضی اللہ عنہ نے مدینہ کا حال پوچھا۔

سوار: عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔

اس کے چند روز بعد ایک اور سوار کا ادھر سے گزر ہوا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تم کہاں سے آ رہے ہو؟

سوار: مدینہ سے۔

عمر و جعفر: تمہارا نام کیا ہے؟

سوار: حرب

عمر و جعفر: اب جنگ ہوگی۔ مدینہ کا کیا حال ہے۔

سوار: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی ہے۔

عمر و جعفر: میں ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہوں۔ اب ہر اس شخص سے جنگ ہوگی جس نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سوئی بھی

چھوئی ہوگی۔ اللہ ان کی مغفرت کرے۔ اور ان پر اپنی رحمت نازل کرے۔

اس پر سلامۃ بن زناح الخدای نے لوگوں سے کہا اے قریشیو! خدا کی قسم تمہارے اور عرب کے درمیان ایک دروازہ تھا اگر وہ ٹوٹ گیا ہے تو دوسرا دروازہ دروازہ بنا لو۔

عمر و جعفر: یہی تو ہم چاہتے ہیں۔ اور دروازہ بننے کی صلاحیت تو وہی شخص رکھ سکتا ہے جو تکلیف کے وقت بھی حق پر قائم رہے۔ اور لوگوں میں برابر انصاف کرے پھر عمر و بن العاص رضی اللہ عنہ نے تمثیل یہ شعر پڑھا۔

بَا لَهْفٍ نَفْسِي عَلَى مَالِكٍ وَ خَلَّ بَصُرْتُ اللَّهْفُ جَفْظَ الْقَدْرِ
”میری جان مالک پر قربان ہو لیکن اس جان قربان کرنے سے تقدیر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔“

اَنْزِعْ مِنَ الْحَرِّ اَوْ دِيْ بِهْمُ فَاَعْلَزَهُمْ اَمْ بِقَوْمِيْ سَحَرُ
”کیا اس طرح میں انھیں گرمی سے بچا سکتا ہوں۔ میں تو صرف ایک غدر پیش کر رہا ہوں یا اپنی قوم کا ماتم کر رہا ہوں۔“

اس کے بعد عمر و جعفر نے یہاں سے روتے ہوئے کوچ کیا وہ بالکل عورتوں کی طرح رو رہے تھے۔ بائے عثمان رضی اللہ عنہ آج میں حیا اور دین دونوں کا ماتم کر رہا ہوں۔ عمر و جعفر اسی طرح روتے ہوئے دُشِق پینچے۔ انھیں اپنے تن من کا کچھ بھی ہوش نہ تھا کہ وہ کچھ سوچ سکتے۔

ایک پادری کی خلافت کے بارے میں پیشین گوئی:

سری نے شعیب، سیف اور محمد بن عبد اللہ کے حوالے سے ابو عثمان کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب عمر و بن العاص کو عثمان بھیجا تو انھوں نے وہاں ایک پادری سے کچھ باتیں سنیں۔ جب انھوں نے یہ دیکھا کہ واقعہ وہ باتیں اسی طرح ظہور میں آئیں تو عمر و جعفر نے اس سے سوال کر کے بھیجا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کب ہوگی اور آپ کے بعد کون آپ کا جانشین ہوگا۔

پادری: جو شخص درجہ میں آپ کے بعد ہوگا۔ لیکن اس کی مدت خلافت بہت کم ہوگی۔

عمر و جعفر: اس کے بعد کون ہوگا؟

پادری: انہی کی قوم میں سے ایک شخص ہوگا جو رتبہ میں پہلے کے مثل ہوگا۔

عمر و جعفر: اس کی خلافت کتنی مدت رہے گی؟

پادری: اس کی خلافت ایک طویل مدت رہے گی لیکن وہ قتل کر دیا جائے گا۔

عمر و جوش: آ یاد کرو کہ سے قتل ہوگا یا اس کی جماعت اسے قتل کرے گی؟

پادری: دھوکہ سے قتل ہوگا۔

عمر و جوش: اس کے بعد کون ہوگا؟

پادری: اسی کی قوم میں سے ایک شخص ہوگا جو درجہ میں اس کے قریب ہوگا۔

عمر و جوش: اس کی مدت خلافت کیا ہوگی؟

پادری: یہ بھی ایک طویل مدت تک خلیفہ رہے گا اور اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔

عمر و جوش: یہ کیسے قتل ہوگا؟

پادری: اس کی جماعت اس کے خلافت بغاوت کر کے اسے قتل کرے گی۔

عمر و جوش: یہ تو انتہائی سخت معاملہ ہے لیکن اس کے بعد کون خلیفہ ہوگا؟

پادری: اسی کی قوم میں سے ایک شخص خلیفہ ہوگا۔ لوگ اس سے اختلاف کریں گے۔ اس کے زمانے میں ہاہم بہت سخت

لڑائیاں ہوں گی اور ابھی اس کی خلافت پر اتفاق بھی نہ ہونے پائے گا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔

عمر و جوش: یہ کیسے قتل کیا جائے گا؟

پادری: دھوکہ سے۔

عمر و جوش: اس کے بعد کون خلیفہ ہوگا؟

پادری: جو شخص ارض مقدس کا امیر ہوگا۔ اس کی حکومت بہت زبردست ہوگی اور بہت دن تک قائم رہے گی اس کے زمانے

میں تمام فرقتے جمع ہو جائیں گے اور ہر قسم کا انتشار ختم ہو جائے گا۔ یہ خلیفہ اپنی موت مرے گا۔

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب میلان:

واقعی نے موسیٰ بن یقوتب کے حوالے سے اس کے چچا کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے فرمایا میں یہاں وادی السباع میں آرام سے بیٹھا ہوں تو گویا میں نے ہی انہیں قتل کیا ہے۔ اب

دیکھتا ہے کہ ان کے بعد یہ خلافت کسے ملتی ہے۔ اگر علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوتے ہیں تو وہ عرب کے ایک نوجوان ہیں اور خلافت کے اہل

ہیں۔ اور اگر علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوتے ہیں تو وہ حق کو نچوڑ کر رکھ دیں گے۔ لیکن مجھے ان کی خلافت پسند نہیں۔ جب عمرو رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا

کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی ہے تو انہیں یہ بہت ناگوار گزرا وہ کچھ دن تک اسی انتقال میں رہے کہ دیکھئے کیا حالات پیش آتے ہیں۔

جب انھیں طلحہ و زہیر بنی سہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بصرہ کی جانب کوچ کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے اس وقت تک

خاموش رہنا چاہیے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔

جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ طلحہ و زہیر بنی سہم شہید کر دیئے گئے ہیں تو انہیں اس کا انتہائی غم ہوا۔ کسی نے ان سے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ

بسی کی بیعت کرنا نہیں چاہیے۔ اگر آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جائیں تو وہ آپ کے لیے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے زیادہ بہتر

ثابت ہوں گے اور ایسے بھی معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور وہ ان کے قصاص کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

عمر بن العاص کا بیٹوں سے مشورہ:

یہ معلوم ہونے کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو مشورہ کے لیے طلب کیا۔ جب دونوں بیٹے آگئے تو ان سے فرمایا۔ تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں۔ لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت پر تیار ہیں۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے تو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملنے میں کوئی بھلائی نہیں وہ تو پرانے راستے ہی پر چلے گا اور اپنے کام میں کسی کو شریک نہ کرے گا۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما: جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو وہ آپ سے راضی تھے۔ اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی وفات کے وقت تک آپ سے خوش رہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ بھی تازہ زندگی آپ سے راضی رہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ اپنے ہاتھ روکے رکھیں اور اپنے گھر میں بیٹھ جائیں اور جب لوگ کسی ایک امام پر متفق ہو جائیں تو آپ اس کی بیعت کر لیں۔

محمد بن عمرو رضی اللہ عنہ: آپ کی عرب میں وہی حیثیت ہے جو دائنوں میں بکلی کی ہوتی ہے۔ مجھے کسی ایک امام پر اتفاق ہوتے نظر نہیں آتا اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ آپ کا لوگوں میں کوئی ذکر ہو اور نہ شہرہ۔

عمرو رضی اللہ عنہ: اے عبداللہ رضی اللہ عنہ! تم نے جو رائے دی ہے وہ واقعتاً میری آخرت کے لیے بہتر ہے اور اس رائے پر عمل کرنے سے دین بھی سالم رہے گا اور محمد نے جو رائے دی ہے وہ دنیاوی لحاظ سے بہت بہتر ہے لیکن آخرت کے لحاظ سے بہت بری ہے۔

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کی شام کو روانگی:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس گفتگو کے بعد اپنے بیٹوں کے ساتھ یہاں سے کوچ کیا اور شام پہنچے۔ شام کے باشندے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قصاص پر آمادہ کر رہے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم واقعتاً حق پر ہو۔ اس لیے غلیظہ مقلوم کے قصاص کا مطالبہ کرو۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اس قول پر کوئی توجہ نہ دی۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹوں نے ان سے کہا معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمہاری بات کی جانب کوئی توجہ نہیں دی اس لیے آپ کسی اور کے پاس چلے۔

لیکن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ پر کوئی توجہ نہ دی اور تنہائی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا۔ مجھے تجھ پر بہت توجہ ہے کہ میں تو تیری حمایت پر آمادہ ہوں اور تو مجھ سے منہ پھیر رہا ہے خدا کی قسم! اگر ہم تیرے ساتھ غلیظہ مقلوم کے قصاص کا مطالبہ کریں تو ہمیں اس شخص سے جنگ کرنی ہوگی جس کی سبقت اسلام قرابت رسول اور فضیلت سے تو بھی واقف ہے۔ لیکن ہم نے دنیا کو اختیار کر لیا ہے۔ یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی اور ان کی جانب مائل ہو گئے۔

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیغام بری:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل سے فارغ ہو گئے اور بصرہ سے کوفہ کی جانب کوچ کیا تو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا کہ انہیں اطاعت کی دعوت دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب جنگ کے لیے بصرہ تشریف لے گئے تو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمدان کے گورنر تھے انھیں وہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گورنر متعین کیا تھا اور اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے آذربائیجان کے عامل تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے کوفہ کی طرف چلے تو ان دونوں کو لوگوں نے بیعت لینے اور اپنے پاس چلے آنے کا حکم بھیجا۔ ان دونوں نے لوگوں سے بیعت لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

عمر بن شعبہ نے ابوالحسن کے حوالے سے ابوعوانہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجنے کا ارادہ کیا تو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ مجھے قاصد بنا کر بھیج دیجیے۔ کیونکہ میری اس سے دقتی ہے۔ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ کی اطاعت کی دعوت دوں گا اور انھیں اس پر مجبور کروں گا۔

اشتر: آپ اسے ہرگز معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس نہ بھیجئے۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ یہ دل سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔

علی رضی اللہ عنہ: انھیں جانے دو تاکہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ یہ وہاں سے کیا خبر لاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط بھی تحریر کیا جس میں لکھا کہ تمام مہاجرین و انصار نے ان کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے۔ اس میں طلحہ و زہیر رضی اللہ عنہ سے بیعت توڑنے اور ان سے جنگ کا بھی ذکر کیا اس خط میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اطاعت کی دعوت دی تھی کہ جیسے مہاجرین و انصار نے میری اطاعت قبول کر لی ہے اسی طرح تم بھی میری بیعت کر لو۔

جب حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ شام پہنچے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں نالنا شروع کیا تاکہ وہ یہاں کا ماحول دیکھ لیں اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بلا کر مشورہ طلب کیا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ شام کے رؤساء کو مدد کے لیے لکھیے اور خون عثمان رضی اللہ عنہ کا تمام الزام اس کے سر تھوپ کر اس سے جنگ شروع کر دیجیے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی رائے پر عمل کیا۔

قمیض عثمان رضی اللہ عنہ:

سری نے شیبہ و سیف کے حوالے سے محمد و طلحہ کا بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ قمیض لے کر شام پہنچے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تھے اور جو خون میں تر تھا۔ نعمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ نائلہ کی انگلیاں بھی تھیں جن میں سے دو انگلیاں تو پوروں سے کٹی ہوئی تھیں ایک تھیلی سے اور دو جڑ سے کٹی ہوئی تھیں اور آدھا انگوٹھا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ قمیض منبر پر رکھ دیا اور تمام مقامات کے لشکروں کو اس قمیض کے حال سے مطلع کیا۔ لوگ اس قمیض پر نوٹ پڑے۔ یہ قمیض ایک سال تک منبر پر رکھا رہا اور انگلیاں لٹکی رہیں لوگ اس قمیض و غیرہ کو دیکھ کر زار و قطار روتے تھے لوگوں نے تسبیحیں کھائی تھیں کہ وہ نہ تو اپنی بیویوں کے پاس جائیں گے اور نہ احکام کے بغیر غسل کریں گے اور نہ بستر پر سوئیں گے و نہ تھیکہ و تملین عثمان رضی اللہ عنہ کو کفن نہ کر دیں اور جو شخص ان کی راہ میں حائل ہوگا اسے فدا کے گھاٹ اتار دیں گے یا خود قسم ہو جائیں گے لوگ اسی طرح قمیض عثمان رضی اللہ عنہ پر نوٹ پڑے۔ یہ قمیض روزانہ منبر پر رکھا جاتا۔ کبھی کبھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس قمیض کو خود پہنتے اور اپنے گلے میں نائلہ کی انگلیاں ڈال لیتے۔

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن کے حوالے سے عوانہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے شام میں یہ تمام منظر دیکھا

جب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے تو انہوں نے بتایا کہ تمام اہل شام آپ سے جنگ کرنے پر متفق ہیں۔ یہ سب کے سب عثمان رضی اللہ عنہ کے قبضے کو دیکھ کر روئے ہیں اور کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ان کے قاتلین کو پناہ دی اور وہ اس وقت تک باز نہ آئیں گے جب تک ان قاتلین کو قتل نہ کر دیں گے۔

اشتر کی کینہ پروری:

یہ سن کر اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا۔ میں نے تو آپ کو پہلے ہی منع کیا تھا کہ جریر رضی اللہ عنہ کو قاصد بنا کر نہ بھیجیں۔ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ اس کے دل میں آپ کی جانب سے عداوت و کینہ بھرا ہوا ہے۔ اس کے بھیجنے سے تو یہ بہتر تھا کہ آپ مجھے قاصد بنا کر روانہ کر دیتے۔ یہ عز سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرا رہا اور جو دروازہ اپنے لیے کھلوانا چاہتا ہوگا اسے کھلوا یا ہوگا۔ اور جسے بند کرنا چاہتا ہوگا اسے بند کر یا ہوگا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو شام جاتا تو وہ ضرور تجھے قتل کر دیتے کیونکہ ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں سے ہے۔

اشتر: خدا کی قسم! اگر اے جریر رضی اللہ عنہ میں وہاں جاتا تو ان کے جواب کا انتظار نہ کرتا اور معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایسا حملہ کرتا کہ انہیں ہر فکر سے نجات دیتا۔ اور اگر امیر المومنین میری بات تسلیم کر لیں تو میں تجھے اور تجھ جیسے آدمی کو ایسے قید خانے میں بند کروں جہاں سے تم کبھی بھی نہ نکل سکو تا وقتیکہ یہ تمام معاملات طے نہ ہو جائیں۔

اس بات پر جریر رضی اللہ عنہ، مجرور و قید چلے گئے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط تحریر کیا کہ تم فوراً علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر لے کر آئے ہوئے اور نیکلہ میں قیام کیا۔ میںیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ کا لشکر لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفین کو روانگی:

عبداللہ بن احمد الحمزوری نے احمد سلیمان عبداللہ اور معاویہ بن عبدالرحمن کے حوالے سے ابو بکر البندلی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر بنایا اور خود کو فروانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر صفین کے صحن کے ارادہ کیا اور لوگوں سے مشورہ کیا۔ بعض کی رائے یہ تھی کہ آپ خود کو فو میں مقیم رہیں اور یہاں سے لشکر روانہ کرتے رہیں۔ بعض لوگوں کی رائے یہ تھی کہ آپ خود ہمارے ساتھ چلنا چاہیے۔ الغرض اسی رائے پر اتفاق ہوا اور لوگوں نے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگی تیاریاں:

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارادوں کی خبر ملی تو انہوں نے عمرو بن العاص کو طلب کیا اور ان سے مشورہ لیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ: جب تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ خود جنگ کرنے کے لیے آ رہے ہیں تو تم بھی خود ہی لشکر لے کر جاؤ اور اپنی تدابیر کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: اے ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ! اب تو یہی کرتا ہے۔

لوگ جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کے پاس جاتے اور ان سے کہتے۔ علی رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں

میں کیا دم رکھا ہے عراقی مختلف ٹولیوں میں سے ہوئے ہیں ان کی شوکت تو قسم ہو چکی ان کی دھاریں اب کند ہو گئی ہیں۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ بصرہ والے علیؓ جو کفار ہیں انھوں نے علیؓ کے ساتھیوں کے نکلے نکلے کر دیے ہیں ان کی اکثر تعداد اور بڑے بڑے سردار حمل کے روز موت کے گھاٹ اتار دیے ہیں اب علیؓ ایک چھوٹی اور بدترین قسم کی جماعت کے کرمیدان میں آ رہے ہیں ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے تمہارے ظیفہ کو قتل کیا ہے۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ نہ تو حق ضائع کرو اور نہ اپنا خون رائیگاں جانے دو۔

امیر معاویہؓ نے شام کے تمام لشکروں کو تیاری کا حکم دیا اور اس تمام لشکر کا جھنڈا عمرو بن العاصؓ کے سپرد کیا۔ عمروؓ نے یہ جھنڈا اپنے غلام وردان کو دیا۔ ایک جھنڈا اپنے بیٹے عبداللہؓ اور دوسرا جھنڈا احمد کو دیا۔ حضرت علیؓ جو جھنڈے نے اپنا جھنڈا اپنے غلام قحیر کو دیا۔ اسی پر عمرو بن العاصؓ نے یہ شعر کہا۔

هَلْ بُغِيْنُ وَرَدًاۤ اَعْنٰى قَبِيْرًا وَتُعْبٰى الشُّكُوۡنُ عَنِّىْ جَمِيْرًا
اِذَا الْكَمَافَةُ السَّنُوْرَا

ترجمہ: ”کیا میری طرف سے وردان قحیر کے لئے کافی نہیں ہے۔ کہ وہ مجھے حیر کی جانب سے سکون عطا کئے ہوئے ہے۔ اگر یہ کسی چوہے کو بلی کی کھال پہنا دیں تو وہ بلی نہ بن جائے گا۔“

جب حضرت علیؓ کو اس شعر کی خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا:

لَا ضَبْحَۃَ الْغَاصِیِ اِلَّا الْغَاصِیُ مَبْعُوۡنُ الْفَا عَاقِبِیْ الشُّوَاۡصِیُ

ترجمہ: ”میں غریق تافران بن تافران کے سر پر ستر ہزار کا لشکر لے کر پہنچوں گا جن کے ہاتھوں میں گھوڑوں کی لگا میں ہوں گی۔“

مَحْنَبِیۡنَ الْخَیْلِ بِاَلْقِلَاصِ مُنْخَبِیۡنَ خَلْقِ الدَّلَاصِ

ترجمہ: جو میدان میں گھوڑوں کو بچانا جانتے ہیں اور جو کھوپڑیوں سے سرتار لیتے ہیں۔“

جب امیر معاویہؓ کو یہ اشعار معلوم ہوئے تو انھوں نے عمروؓ سے فرمایا مجھے یقین ہے کہ علیؓ جو کہا ہے وہ تیرے ساتھ پورا کر کے دکھائے گا۔

ولید کے اشعار:

حضرت معاویہؓ کو چھ کرنے میں تاخیر سے کام لے رہے تھے۔ انھوں نے ہر اس شخص کو خط تحریر کیا جسے علیؓ جو کچھ بھی خوف لاحق تھا۔ یا علیؓ جو جھنڈے نے اس پر کوئی اعتراض کیا تھا یا جس کی نظر میں حضرت عثمانؓ جو جھنڈے کے خون کی عظمت تھی یا حضرت عثمانؓ جو جھنڈے کی کسی صورت میں بھی اس نے حمایت کی تھی۔ جب ولید کو یہ معلوم ہوا تو اس نے امیر معاویہؓ کے پاس یہ اشعار لکھ کر روانہ کیے۔

اَلَا یَبْلُغُ مُعَاوِیَۃُ اِنِّیْ خَسِرْتُ فَاِنَّكَ مِنْ اَحْسٰى نُسْفَۃِ مُبِیۡمُ

ترجمہ: ”کوئی معاویہؓ جو جھنڈے میں خرب کو یہ خبر پہنچاؤ کہ تو اپنے معتبر بھائی کی جانب سے ملامت کے قتل ہے۔“

وَعَبْدُ النَّصْرَةِ: لَشَدِّدِ الْمُعْنَى تَهْدُرُ فَيُؤْمِنُ فَمَا تَسْرِبُ
ترجمہ: تو نے بے توجہی اور کی طرح زمانہ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ تو دمشق میں آرام کر رہا ہے۔ آخر تیری آرزو کیا ہے۔

وَرِثَتْ وَكَتَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَابُغَةً وَقَدْ حَلَلَهُ الْأَدْبَابُ
ترجمہ: تو کو رو عورت کی طرح بیخانی بیوقوف کو کھل کھل کر باغی حالانکہ بے عقل و بھٹی عقل آگئی ہے۔

بِمَنْشُوكِ الْأَمَارَةِ مَحَلِّ زَكَبٍ لِأَنْفَاضِ الْعِرَاقِ بِهَارِ سَيْفِ
ترجمہ: تجھے ہر سوار مارت کی امید دلاتا اور عراق سے قطع تعلق کرنے کے لیے کہتا ہے۔

وَلَيْسَ أَخُو النَّصْرَةِ بَمَنْ تَوَانِي وَلَكِنْ طَالِبُ الثَّرَةِ الْغَنُومِ
ترجمہ: تو مرد میدان ہی نہیں ہے کیونکہ مرد میدان اس طرح ہال مول نہیں کرتے۔

وَلَوْ كُنْتُ الْقَيْلُ وَنَحْوُ حَبَا لَحَرَدُ لَا أَلْفَ وَلَا سَعُومِ
ترجمہ: اگر تو قتل ہو جائے اور معاویہ جو بڑا زندہ رہے تو وہ جب غلوت میں بیٹھ جائے۔ میں اسے نہ تو اپنی جانب مائل کر سکتا ہوں

اور نہ برا کہہ سکتا ہوں۔

وَلَا نَجِلُ عَنْ الْأَوْثَارِ خَشِي بِيءُ بَهَا وَلَا نَبْرَمُ جُئُومِ
ترجمہ: وہ لڑائیوں سے گھبرانے والا نہیں لیکن اس وقت تک نہیں جب تک سر پر آئیں پڑتی۔ اور وہ گھبرانے والا ہے۔

وَقَوْمُهُ بِالْمَدِينَةِ قَدْ أَبْرُوا فَهُمْ صَرْغِي حَائِلُهُمُ الْهَيْبُومِ
ترجمہ: مدینہ میں تیری قوم ختم کر دی گئی ہے۔ وہ ایسے کٹے پڑے ہیں جیسے سوکھی گھاس کٹی ہوئی ہو۔

معاویہ جو بڑھنے یہ اشعار پڑھ کر اپنے کا جب شداد بن اوس کو بلایا اور اس سے کہا کاغذات لاؤ۔ وہ کاغذات لے کر آیا۔ اور جواب لکھنے بیٹھا۔ امیر معاویہ جو بڑھنے اس سے فرمایا جلدی نہ کرو اور یہ شعر تحریر کرو۔

وَمُسْتَعَجِبٌ مِمَّا يَسْرِي مِنْ أَسَانِيَا وَلَوْ بَنَتُهُ الْخَرْبُ لَمْ يَنْتَرْسِمِ
ترجمہ: ”مجھے اپنی گدھی پر بہت تعجب ہے کہ اس پر جنگ مسلط ہو جائے تو وہ ذرا بھی نہیں گھبراتی۔“

یہ شعر لکھ جانے کے بعد امیر معاویہ جو بڑھنے کا تب سے فرمایا ان کاغذات کو اسی طرح سادہ بند کر کے روانہ کر دو کا تب نے وہ کاغذات ولید کے پاس بھیج دیے۔ جب اس نے یہ کاغذات کھول کر دیکھے تو ان میں یہ شعر درج تھا۔

لَا تَكْرَهِي عَلَيَّ رَوَاكِي:

جب حضرت علی جو بڑھنے امیر معاویہ جو بڑھنے کے مقابلے کے لیے کوچ کیا تو ایک عراقی نے امیر معاویہ جو بڑھنے کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

أَبْلَغُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَخَا الْعِرَاقِ إِذَا تَنَفَّاسَا

”امیر المؤمنین کو یہ اطلاع پہنچا دو کہ عراقی آنے والے ہیں۔“

أَلْعِرَاقُ وَأَخْلَهَا غُلُقُ إِلَيْكَ فَهَيْبَتْ هَيْبَا

جنتیہ: ”افسوس صد افسوس کہ عراق والوں کی گردنیں تیری طرف اٹھی ہوئی ہیں۔“

عوانہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن ابیہ الحارثی کو آٹھ ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ اس کے پیچھے پیچھے شریح بن ہانی کو چار ہزار فوج دے کر بھیجا۔ بقدر لشکر کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوچ کر کے مدائن میں قیام کیا۔ مدائن سے بھی بہت سے جنگ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدائن پر سعد بن مسعود اشجی رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ یہ مختار بن ابی عبید کذاب کے چچا تھے۔ مدائن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معقل بن قیس رضی اللہ عنہ کو تین ہزار لشکر دے کر روانہ کیا اور انھیں حکم دیا کہ موصل پر قبضہ کر لو۔

دریائے فرات پر پل باندھنے کا حکم:

ہشام بن محمد نے ابو جحیفہ حجاج بن علی کے حوالے سے عبداللہ بن عمار بن عبدالغوث الباقی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ رتہ پہنچے تو انھوں نے اہل رتہ سے فرمایا میرے لیے یہاں دریائے فرات پر ایک پل باندھ دو تاکہ میں دریا عبور کر کے شام کی سرزمین میں داخل ہو جاؤں۔ انھوں نے پل باندھنے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں نے کشتیاں پہلے ہی سے اپنے قبضہ میں کر لی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہاں سے کوچ کر کے منبج کے پل کی طرف بڑھے تاکہ ادھر سے دریا عبور کیا جاسکے اور یہاں اشتر کو چھوڑ گئے۔

اشتر نے دل میں خیال کیا کہ جس طرح لشکر منبج کے پل سے دریا پار کرے گا اسی طرح مجھے بھی یہاں سے دریا پار کرنا چاہیے۔ اس نے اہل رتہ سے چلا کر کہا:

”اے قلعہ دارو! میں تمہیں اللہ عزوجل کی قسم دیتا ہوں کہ اگر امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ اپنے دستِ سمیت منبج کے پل سے گزر گئے

اور تم نے یہاں ہمارے لیے پل نہ بنایا تو میں تم پر حملہ کر کے تمہارے مردوں کو قتل کر دوں گا اور تمہارے اس زمین کو اجڑ

کر رکھ دوں گا تمہارے قبضہ میں جتنے مال ہیں وہ سب چھین لوں گا۔“

یہ سن کر اہل رتہ نے باہم مشورہ کیا اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اشتر جس بات کی قسم کھاتا ہے وہ ہمیشہ پوری کر کے دکھاتا ہے اور اگر وہ کسی وقت قسم پوری بھی نہ کر سکے تب بھی اس صورت میں لوگوں کو بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس کے پاس پیغام بھیجا جائے کہ ہم پل بنانے کے لیے تیار ہیں۔ انھوں نے یہ پیغام اشتر کے پاس پہنچا دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی منبج کی جانب سے ادھر ہی واپس آ گئے۔ جب پل تیار ہو گیا تو اس پر سے سوار اور پیدل گزرنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کو حکم دیا کہ تم تین ہزاروں کے ساتھ پیچھے رہو۔ جب لشکر پل پر سے گزر جائے تم اس وقت پل عبور کرنا۔ اشتر اپنے دستے کے ساتھ دریا کے کنارے کھڑا رہا۔ جب پوری فوج گزر گئی تو اس نے پل عبور کیا۔

ابو جحیفہ نے حجاج بن علی کے حوالے سے عبداللہ بن عمار بن عبدالغوث کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب سوار دریا پار کرنے لگے تو گھوڑے آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے اسی گڑبڑ میں عبداللہ بن ابی الحسین الازدی کی ٹوپی نیچے گر پڑی۔ انھوں نے دریا میں اتر کر ٹوپی اٹھائی پھر عبداللہ بن حجاج الازدی کی ٹوپی گر پڑی اس نے بھی نیچے اتر کر ٹوپی اٹھائی اس کے بعد عبداللہ بن الحجاج نے عبداللہ بن ابی الحسین سے مخاطب ہو کر یہ شعر کہا۔

فَبَايَ ثَلَاثَ ظُلُمٍ الزَّاجِرِ الطَّيِّرِ صَادِقًا كَمَا زَعَمُوا أَقْضَىٰ وَشَيْخًا وَنَفْسًا
 جَنَّتْ خَيْبَةً: ”اگر کفال لینے والے کا خیال صحیح ہے تو لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ میں بھی اور تو بھی قتل ہوں گے۔“

عبداللہ بن ابی انصیین نے اسے جواب دیا تو نے میرے دل لگی بات کہی ہے۔ یہ دونوں مصیبت کے روز مارے گئے۔

اہل عانات کا بل بنانے سے انکار:

ابو جحیف نے خالد بن قطن الحارثی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب دریائے فرات عبور کر لیا تو زیاد بن انصضر اور شریح بن ہانی کو طلب فرمایا اور انھیں حکم دیا کہ تم اپنے دستے لے کر بطور ہراول آگے جاؤ۔ کوئٹہ سے چلتے وقت بھی یہ بطور ہراول آگے آ گئے تھے۔ یہ دونوں دریائے کنارے کنارے اس خشکی پر سفر کرتے رہے جو کوئٹہ کے قریب واقع ہے اور یہاں سے سفر کر کے دونوں عانات پہنچے۔

انھیں یہ اطلاع مل چکی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دستے کے ساتھ جزیرہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور جزیرہ سے دریا عبور کرنا چاہتے ہیں۔ اور انھیں یہ بھی اطلاع مل چکی تھی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ شامیوں کا لشکر لے کر علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر بڑھ رہے ہیں یہ اطلاع ملنے کے بعد انہوں نے غور و فکر کیا کہ یہ کسی صورت میں مناسب نہیں کہ ہمارے اور امیر المومنین کے درمیان دریا حائل رہے اور ایسی صورت میں شامی لشکر ہم پر ٹوٹ پڑے۔ چونکہ ہماری تعداد بھی کم ہے اس لیے شامی لشکر سے مقابلہ بھی دشوار ہوگا اور کسی قسم کی امداد پہنچنے بھی ناممکن ہے اس لیے بہتر ہے کہ دریا فوراً عبور کر لیا جائے۔

انھوں نے اہل عانات کے پاس کہلا کر بھیجا کہ تم لوگ ہمارے لیے دریا پر پل باندھ دو انھوں نے پل باندھنے سے انکار کر دیا اور کشتیاں بھی سب روک لیں۔ یہ مجبوراً یہاں سے واپس لوٹنے اور ہیبت بھری کڑواہٹ سے دریا عبور کیا اور قریباً کے قریب پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے مل گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل عانات پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ان میں سے کچھ تو بھاگ گئے اور کچھ نے قلعہ میں بیٹھ کر دروازہ بند کر لیا۔

جب یہ دستے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ہنس کر فرمایا بہت تعجب کی بات ہے کہ ہمارا مقدمہ الجیش ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں آگے روانہ کیا انھوں نے راہ میں جو حالات پیش آئے تھے وہ علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیے۔

لشکروں کا آ مناسا منا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب دریائے فرات عبور کیا تو پھر ان دونوں کو آگے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ جب یہ دونوں روم کی سرحد پر پہنچے تو سامنے سے حضرت ابوالاعور اسلمی رضی اللہ عنہ، عمرو بن سفیان شامی مقدمہ الجیش لے کر آ رہے تھے۔ ان دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کہلا کر بھیجا کہ ہمارے مقابلے پر ابوالاعور اسلمی رضی اللہ عنہ آئے ہیں ہم نے انھیں آپ کی اطاعت کی دعوت دی لیکن ان میں سے کسی نے بھی یہ بات قبول نہیں کی۔ آپ جو حکم فرمائیں ہم اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اشتر کی سپہ سالاری:

یہ حالات معلوم ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کو طلب کیا۔ اور اس سے بیان کیا کہ میرے پاس زیاد اور شریح نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ ہمارے مقابلے کے لیے ابوالاعور اسلمی رضی اللہ عنہ شامیوں کا دستہ لے کر آئے ہیں اور مجھے قاصد نے یہ بھی اطلاع دی ہے

کہ دونوں لشکر آئے سامنے پڑے ہوئے ہیں تو فوراً جا اور اپنے ساتھیوں کو بھی۔ وہاں پہنچنے کے بعد مقدمہ کا تو امیر ہوگا۔ لیکن جب تیرا دشمن سے آنا سامنا ہو تو تو اپنی جانب سے جنگ نہ چھیڑنا انھیں پہلے اطاعت کی دعوت دینا اور ان کے طرز عمل کو دیکھ کر جنگ نہ شروع کرنا بلکہ بار بار انھیں اطاعت کی دعوت دینا۔ اور جب تو ناامید ہو جائے تو سینہ کو زیادہ کے سپرد کرنا اور مصرہ پر شریعہ کو، مور کرنا اور خود قلب لشکر میں رہنا۔ اور جب جنگ چھڑ جائے تو نہ تو دشمن کے بالکل قریب رہنا اور نہ زیادہ فاصلہ پر رہنا۔ تاکہ لوگوں میں خوف و ہراس پیدا نہ ہو۔ میں بھی تیرے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیادہ شرح کو ایک خط تحریر فرمایا:

”میں نے تم پر مالک کو امیر متعین کیا ہے تم اس کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ کیونکہ مالک نہ تو اپنے دشمنی ہونے سے ڈرتا ہے اور نہ موت سے ڈرتا ہے۔ جہاں جلدی کرنی چاہیے وہاں غلبت سے کام لیتا ہے اور جہاں تاخیر کرنی چاہیے۔ وہاں تاخیر سے کام لیتا ہے۔ خبردار! اس وقت تک جنگ شروع نہ کرنا۔ جب تک ان لوگوں کو اطاعت کی دعوت نہ دے لو اور اصلاح کی کوششیں ختم نہ ہو جائیں۔“

الغرض اشتر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے چل کر مقدمہ انجش پہنچا اور انھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم سنایا۔

پہلی جنگ:

یہ دونوں لشکر آئے سامنے پڑے رہے۔ جس روز اشتر وہاں پہنچا اس دن شام کو حضرت ابوالاعور رضی اللہ عنہ السلمی نے لشکر علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ دونوں لشکروں میں کچھ دیر جنگ جاری رہی اور ان دونوں نے اپنی اپنی جگہ ثابت قدمی دکھائی۔ جب شام ہوئی تو شامی لشکر واپس لوٹ گیا۔

اگلے روز لشکر علی رضی اللہ عنہ سے ہاشم بن عتبہ الزہری فوج لے کر میدان میں نکلے ان کے ساتھ سواروں اور پیہڑیوں کا ایک زبردست لشکر تھا۔ ادھر سے ابوالاعور السلمی رضی اللہ عنہ ان کے مقابلے پر آئے۔ اس روز تمام دن زبردست جنگ ہوتی رہی گھوڑے پر گھوڑا اور آدمی پر آدمی سوار تھا اور دونوں ایک دوسرے کے مقابلے پر ڈٹے ہوئے تھے۔ شام کو یہ دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ پر لوٹ گئے۔ جب شامی لشکر لوٹا تو اشتر نے اچانک حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں عبداللہ بن المنذر راہتونی مارا گیا یہ شامی لشکر کا ایک سوار تھا۔ اسے ظہان بن عمار انہی نے قتل کیا تھا۔

اشتر کی دعوت مقابلہ:

اس جنگ کے دوران اشتر چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ کوئی مجھے ابوالاعور رضی اللہ عنہ کو دکھا دے۔ ابوالاعور رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو واپسی کا حکم دیا جب تمام لشکر ان کے پاس جمع ہو گیا تو وہ لشکر کو لے کر اس مقام سے ہٹ کر کھڑے ہوئے جہاں پہلے کھڑے ہوئے تھے۔ اشتر نے بھی اپنے لشکر کی صف بندی کی اور یہ اس جگہ لشکر لے کر کھڑا ہوا جہاں پہلے ابوالاعور رضی اللہ عنہ لشکر لیے ہوئے کھڑے تھے۔

اشتر نے سنان بن مالک النخعی کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ ابوالاعور رضی اللہ عنہ کے پاس جا اور اسے مقابلے کی دعوت دے۔ سنان نے پوچھا۔ اپنے مقابلے کی یا آپ کے مقابلے کی؟

اشتر: اگر میں تجھ سے یہ کہوں کہ تو اپنے مقابلے کی دعوت دے تو کیا تو اسے قبول کر لے گا۔

سنان: کیوں نہیں! اگر تو اس کا حکم دے گا کہ میں اپنی تلوار لے کر دشمنوں میں گھس جاؤں اور وہاں ختم ہو جاؤں اور میدان سے واپس نہ آؤں تو میں اس کے لیے بھی آمادہ ہوں۔

اشتر: اسے میرے نتیجے اللہ تیری زندگی قائم رکھے تو نے اس بات سے میرے دل میں اپنی محبت پیدا کر دی ہے۔ میں تجھے اس کے مقابلے پر نہیں بھیج رہا ہوں۔ تو اسے میرے مقابلے کی دعوت دے۔ اور میں یہ جاننا ہوں کہ وہ ہرگز بھی اسے قبول نہ کرے گا کیونکہ یہ اس کی شان کے خلاف ہے۔ وہ کبھی بھی اس شخص کے مقابلے پر نہ آئے گا جو عزت و شرف اور خاندان میں اس کا ہمسرنہ ہو اور تو اگرچہ خاندان اور عزت و شرف میں اس کا ہمسر ہے لیکن وہ تجھ سے بھی مقابلہ نہ کرے گا کیونکہ تو نو جوان ہے اور ابوالاعور جہنم کسی نو جوان پر ہاتھ اٹھانا پسند نہیں کرتا۔ تو اسے میرے مقابلے کی دعوت دے۔

سنان ابوالاعور جہنم کے لشکر کی طرف بڑھا اور چلا کر کہا مجھے امان دو میں قاصد ہوں۔ شامیوں نے اسے امان دی وہ آگے بڑھ کر ابوالاعور جہنم کے پاس پہنچا۔

اشتر کی شیطنت:

ابو خلف نے ظن بن صالح کے حوالے سے سنان کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں ابوالاعور جہنم کے پاس پہنچا اور ان سے یہ بیان کیا کہ اشتر آپ کو اپنے مقابلے کی دعوت دیتا ہے۔

ابوالاعور جہنم کافی دیر تک خاموش رہے پھر فرمایا کہ اشتر کی بے عقلی اور شیطنت کی انتہا یہ ہے کہ اول تو اس نے حضرت عثمان بن عفان جہنم کے عاملوں کے خلاف الزامات لگائے ان کی برائیاں کہیں تاکہ ان سے حکومت چھینی جا سکے۔ پھر حضرت عثمان جہنم کے خلاف خروج کیا اور انھیں ان کے مکان اور مرکز میں محصور کر لیا حتیٰ کہ دوسروں کے ساتھ مل کر انھیں شہید بھی کر دیا۔ اس طرح ان کا خون اپنے سر لیا۔ مجھے ایسے شخص کے مقابلے کی ضرورت نہیں۔

سنان: آپ نے جو کچھ کہا ہے میں اس کے جوابات دے سکتا ہوں۔

ابوالاعور جہنم: مجھے ان حالات میں کوئی جواب سننے کی ضرورت نہیں۔ تم یہاں سے جا سکتے ہو۔

ابوالاعور جہنم کے لشکریوں نے چلنا شروع کیا اسے کھڑو۔ میں وہاں سے واپس چلا آیا اور اگر ابوالاعور جہنم جواب سننے کے لیے تیار ہوتے تو میں انہیں اشتر کی جانب سے تسلی بخش جواب دیتا اور اس کے اس اقدام کی وجوہات پیش کرتا۔ میں اپنے لشکر میں واپس آیا اور اشتر کو ان کے جوابات سے مطلع کیا۔

اشتر: اس نے اپنی جان کا خیال کیا۔

ہماری اور ان کی رات تک اسی طرح جگہ جاری رہی۔ جب رات ہوئی تو دونوں لشکر جدا ہو گئے ہم تمام رات شب خون کے خوف سے پہرے دیتے رہے لیکن جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ شامی لشکر راتوں رات یہاں سے چلا گیا۔

اس کے بعد اشتر اپنا مقدمہ لے کر آگے بڑھا اور امیر معاویہ جہنم کے لشکر کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے حضرت علی جہنم بھی وہاں پہنچ گئے۔ کچھ دیر تو حضرت علی جہنم کا لشکر اسی جگہ کھڑا رہا۔ پھر حضرت علی جہنم کے لشکر کے پڑاؤ کے لیے

جگہ ہاشمی کی جگہ دیکھنے کے بعد لوگوں کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا لشکریوں نے اپنے سامان اتار دیا اور خیمہ لگے۔

پڑاؤ کرنے کے بعد کچھ نو جوان پانی لینے کے لیے دریا پر گئے لیکن شامیوں نے انہیں پانی لینے سے روک دیا۔ انہیں غرض پانی پر جنگ ہوئی۔

اس سے قبل اشتر نے حضرت علی جوہر سے کہا تھا کہ شامیوں نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے جس میدان میں وہ آ کر ٹھہرے ہیں وہ میدان بھی عمدہ ہے اگر آپ کہیں تو ہم یہاں سے کوچ کر کے اس گاؤں پہنچ جائیں جس گاؤں کی طرف سے یہ ہو کر آ رہے ہیں۔ جب ہم ادھر کوچ کریں گے تو یہ بھی ہمارے پیچھے آئیں گے۔ جب وہاں یہ ہمارے قریب پہنچ جائیں گے تو ہم قیام کر لیں گے اس طرح ہم اور وہ برابر ہو جائیں گے اور پانی پر بھی ان کا قبضہ نہ رہے گا۔ لیکن حضرت علی جوہر نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور فرمایا ہر شخص اپنا مزید سفر کی حفاظت نہیں رکھتا۔

پانی پر جنگ:

ابو مخنف نے قسم بن الحارث الازدی کے حوالے سے جندب بن عبداللہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب ہم معاویہ جوہر کے لشکر کے بمقابلہ پہنچے تو معاویہ جوہر نے پہلے ہی سے کشادہ اور عمدہ میدان پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور گھاٹ کی طرف کا حصہ اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔ اور اس میدان میں پانی لینے کے لیے دریا پر صرف ایک ہی گھاٹ تھا۔ اس گھاٹ پر معاویہ جوہر نے ابوالاعور السلمی جوہر کو متعین کیا تھا کہ وہ اس کی حفاظت کریں اور دشمن کو پانی نہ لینے دیں۔ ہم نے دریاے فرات کے کنارے کافی دور تک پھر لگایا کہ شاید پانی لینے کے لیے کوئی اور گھاٹ موجود ہو تو ہمیں ان کے گھاٹ کی کوئی حاجت باقی نہیں رہے گی لیکن وہاں کوئی اور گھاٹ ہی نہ تھا۔ ہم نے آ کر حضرت علی جوہر کو حالات سے مطلع کیا کہ دریا پر صرف ایک گھاٹ ہے جو دشمن کے قبضہ میں ہے اور لوگ پیاسے مر رہے ہیں۔

حضرت علی جوہر: تو پھر ان سے جنگ کر کے پانی حاصل کرو۔

اشعث: میں ان کے مقابلے پر جاؤں گا۔

حضرت علی جوہر: اچھا تم ہی جاؤ۔

اشعث پانی کے گھاٹ کی طرف بڑھے۔ ہم بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ جب ہم گھاٹ کے قریب پہنچے تو دشمن نے ہم پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی ہم نے بھی ترکی پر ترکی جواب دیا کچھ دیر تک تیروں سے مقابلہ ہوتا رہا۔ لیکن ہم ان کے سر پر پہنچ گئے۔ اب نیزے نکل آئے تھے۔ کافی دیر تک آپس میں نیزہ بازی ہوتی رہی۔ پھر تلواروں پر نوبت پہنچ گئی۔ ابھی جنگ جاری تھی کہ یزید بن اسد انہیں شامیوں کا ایک امدادی دستہ لے کر ہمارے سروں پر پہنچ گئے۔ یہ دستہ کچھ سواریوں پر مشتمل تھا۔ جب یہ تازہ دم دستہ ہماری طرف بڑھا تو میں سوچنے لگا کاش اس وقت امیر المؤمنین بھی ہماری مدد کے لیے کوئی دستہ روانہ فرمائیں تاکہ وہ اس تازہ دم دستہ سے مقابلہ کر سکے اور اس طرح ہماری جان بچ جائے۔

جندب کا بیان ہے کہ میں دل میں یہ سوچ کر امیر المؤمنین کی طرف چلا۔ لیکن ابھی کچھ دور گیا تھا کہ مجھے امدادی دستہ آتا نظر آیا جو تعداد میں دشمن کے دستہ سے کچھ زیادہ ہی تھا اس دستہ پر شعیب بن ربیع الریاحی مامور تھے۔ یہ دستہ پہنچ جانے کے بعد انتہائی

شدید جنگ ہوئی۔

کچھ دیر بعد عمرو بن العاصؓ ایک بڑا لشکر لے کر ابو الاعور بنی نضیر بن اسد کی امداد کے لیے بڑھے۔ حضرت علیؓ نے بھی اشتر کی ماغشی میں ایک بڑا لشکر روانہ کیا۔ جب عمرو بن العاصؓ نے ابو الاعور بنی نضیر کی امداد کے لیے اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا تو اشتر نے بھی اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اس طرح جنگ میں مزید شدت پیدا ہو گئی۔ اس موقع پر عبداللہ بن عوف ابن الامراء زوی نے یہ اشعار کہے تھے۔

حَلُّوا لِنِسَاءِ الْفُرَاتِ الْحَارِي
أَوْ اثْبِتُوا الْبَحْثَ حَرْارِ
ترجمہ: ”یہ تو ہمارے لیے فرات کے چلتے پانی کا راستہ چھوڑ دیا ایک زبردست لشکر کے مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“
لَحْرٌ فَرَمٌ مُسْتَقِيمٌ شَارِي
مَضَاعِسُ بِرْمُوحٍ شَرَارِ
ترجمہ: حصارِ حارثاتِ الغدیدی مغلار

ترجمہ: جو ہر بڑے سے بڑے مرومیدان کو موت کے منہ میں پہنچا دیتا ہے اور جو نیزے سے پٹ پٹ کر حملہ کرتا ہے۔ جو دشمنوں کی کھوپڑیاں اتار دیتا ہے۔“

ابو جحف کا بیان ہے کہ ظہیان بن عمارۃ انہی جنگ کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

هَلْ لَكَ بِظَالِمَاتٍ مِنْ نِقْمَاءٍ
فِي مَآكِبِ الْأَرْضِ بِغَيْرِ مَاءٍ
ترجمہ: ”اے ظہیان کیا تو زمین میں پانی کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔“

لَا وَاللَّهِ الْأَرْضُ وَالسَّنَاءُ
فَاضْرِبْ وَجْهَهُ الْغَدْرُ الْأَعْدَاءُ
ترجمہ: ہرگز نہیں۔ زمین و آسمان کے پروردگار کی قسم اسی لیے میں غداروں اور دشمنوں کے چہروں پر تلواریں دربار ہوں۔
بِالسَّيْفِ عِنْدَ خُنُسِ الْوَعَاءِ
خَشَى يُجِيبُكَ إِلَى الشَّوَاءِ
ترجمہ: جنگ کے وقت تلوار اسی لیے چھلتا ہوں تاکہ دشمن تجھے پانی لینے کے لیے برابر کا درجہ دے دیں۔“

ظہیان کا بیان ہے کہ ہم ان سے اس وقت تک برابر لڑتے رہے جب تک انھوں نے ہمارے لیے پانی کا راستہ نہ چھوڑ

دیا۔

محمد بن جحف کی شجاعت:

ابو جحف نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے محمد بن جحف کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں اس روز اپنے والد جحف بن مسلم کے ساتھ تھا۔ اس وقت میری عمر صرف سترہ سال تھی لیکن مالی خیمت میں میرا کوئی حصہ نہ تھا جب دشمنوں نے پانی لینے سے روکا تو مجھ سے میرے والد نے کہا تو اب سفر کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ تیری حالت تو پیاس سے بہت خراب ہو گئی ہے۔

محمد بن جحف کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ دیکھا کہ مسلمان پانی کی جانب جنگ کے لیے بڑھ رہے ہیں تو مجھ سے بھی برداشت نہ ہو سکا میں بھی تلوار لے کر جنگ میں شریک ہو گیا۔ میرے ساتھ عراقیوں کا ایک غلام بھی تھا جس کے پاس منگ تھی جب شامی چپے بننے لگے تو اس غلام نے سختی سے حملہ کیا اور دریا پر پہنچ کر منگ بھری جب وہ واپس لوٹا تو ایک شامی نے اسے مار کر نیچے ترا دیا

اور منک اس سے گر گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس شامی کو پیچھے گرادیا اس پر اس کے ساتھی دوڑے اور اسے پی لیا شامیوں نے اپنے اس ساتھی سے کہا ہم تیری جانب سے مطمئن نہیں ہیں۔ یہ معلوم دشمن تجھے کب قتل کر دے۔

محمد بن خلف کہتا ہے میں غلام کے پاس لوٹ کر آیا اور اسے اٹھایا اس نے مجھ سے آگے ہاتھیں کھیں۔ اس کے کافی گہرا زخم آہ تھا اسنے میں اس غلام کا مالک آگیا۔ وہ غلام کو اپنے ساتھ لے گیا میں نے منک اٹھائی اتفاق سے منک بھری ہوئی تھی میں اسے اپنے باپ خلف کے پاس لے کر آیا۔

خلف: یہ منک کہاں سے لائے؟

محمد: میں نے خریدی ہے۔ یہ میں نے اس لیے کہا تھا کہ اگر میرے باپ کو یہ حال معلوم ہو گیا تو شاید وہ مجھے دریا پر جانے اور جنگ کرنے سے روک دے۔

خلف: اچھا تو لوگوں کو پانی پلاؤ۔

میں نے لوگوں کو پانی پلایا اور سب سے آخر میں میرے باپ نے پانی پیا لیکن میرے دل میں بھر جنگ کا شوق پیدا ہوا میں میدان میں پہنچا ان سے پھر کچھ دیر جنگ کی اس کے بعد شامیوں نے ہمارے لیے پانی کا راستہ چھوڑ دیا اس کے بعد لوگ شام تک پانی بھرتے رہے۔ ہمارے اور شامیوں کے سنے گھاٹ پر جمع تھے اور یہ اثر دہام کی وجہ سے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے لیکن کوئی کسی کو زراعی بھی تکلیف نہ پہنچاتا تھا۔

جب میں میدان سے واپس لوٹا تو مجھے منک کا مالک نظر آیا۔ میں نے اس سے کہا یہ تمہاری منک ہمارے پاس ہے آپ کسی کو بھیج کر منگوائیجیے یا اپنا پتہ بتا دیجیے میں وہاں پہنچا دوں گا اس نے جواب دیا اللہ تم پر رحم کرے ہمارے پاس اور منک موجود ہے ہمیں اس کی کوئی خاص حاجت نہیں۔

اگلے روز وہ شخص میرے باپ کے پاس آیا اور اسے سلام کیا میں اپنے باپ کے پہلو میں کھڑا تھا اس نے میرے باپ سے سوال کیا۔ اس نوجوان سے آپ کی کیا رشتہ داری ہے؟

خلف: یہ میرا بیٹا ہے۔

شخص مذکور: اللہ آپ کی آنکھوں کو خوشدار رکھے کل اس نوجوان نے میرے غلام کو قتل ہونے سے بچا لیا۔ مجھ سے قبیلہ کے نوجوانوں نے یہ بیان کیا تھا کہ کل سب سے زیادہ بہادری آپ کے بیٹے نے دکھائی تھی۔

باپ نے میری جانب حصہ سے گھور کر دیکھا اور زبان سے کچھ نہ کہا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو باپ نے مجھ سے کہا میں نے تجھے پہلے منع نہ کیا تھا اب قسم کھاؤ کہ آئندہ میری بغیر اجازت کے لڑائی میں حصہ نہ لو گے۔ صرف یہی ایک ایسی لڑائی تھی جس میں میں نے حصہ لیا تھا۔

ابو جحیف نے یونس بن ابی اسحاق السمعی کے حوالے سے مہران مولیٰ بن یزید بن ہانی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میرا مالک یزید بن ہانی اس روز جنگ میں مشغول تھا اور اس کے ایک ہاتھ میں منک تھی جب شامی پانی سے پیچھے ہٹے تو میں جھپٹ کر پانی بھرنے کے لیے دریا پر پہنچا۔ جب تک پانی نہ بھر لیا تو میں نے جنگ کی اور نہ کوئی حیر چلایا۔

عبداللہ بن عوف کا بیان:

ابو جحیف نے یوسف بن یزید کے حوالے سے عبداللہ بن عوف الاحمر کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب ہم میدان میں جمع ہوئے اور شامیوں کے مقابلے پر پہنچے تو شامی ایک وسیع اور عمدہ میدان میں خیمہ زن تھے اور پانی کے گھاٹ پر انھوں نے قبضہ کر رکھا تھا اور ابو الاغور اسکی جوڑو سواروں اور پیادوں کا دست لیے ہوئے گھاٹ کی حفاظت کر رہے تھے۔ انھوں نے اپنے لشکر کی صف بندی کر رکھی تھی۔ آگے تیر انداز تھے ان کے پیچھے نیزہ باز ڈھانچے لیے ہوئے تھے۔ ان تمام لشکریوں کے سروں پر خود تھے۔ یہ لشکر پانی کی حفاظت پر مورق تھا کہ دشمن پانی نہ لے سکے۔ یہ حالات دیکھ کر ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے تمام حالات بیان کیے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب قاصد کی روانگی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حصص بن صوحان کو طلب فرمایا اور انھیں حکم دیا کہ تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور اس سے جا کر کہو کہ اگرچہ ہم تمہارے مقابلے پر آئے ہیں لیکن ہم جیت پیش کیے بغیر تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتے۔ تم نے اپنے سوار اور پیادوں ہمارے مقابلے پر بھیجے جنہوں نے ہم سے جنگ کی ابتداء کی حالانکہ ہم جیت پیش کیے بغیر تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے دوسری غلطی تم نے یہ کی کہ لوگوں کو پانی پینے سے روک دیا حالانکہ لوگ پانی سے رکنے والے نہیں وہ ہر صورت میں پانی حاصل کر کے رہیں گے۔ تم اپنے لشکریوں کو حکم دو کہ وہ پانی کا راستہ چھوڑ دیں اور اس وقت تک کوئی اقدام نہ کریں جب تک ہم آپس میں کوئی معاملہ طے نہ کر لیں اور ہمیں تمہاری آمد اور تمہیں ہماری آمد کی وجہ معلوم نہ ہو جائے۔ ورنہ ہم لوگوں کو جنگ کی اجازت دے دیں گے پھر پانی وہی شخص حاصل کر سکے گا جو کہ غالب ہوگا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا تمہاری کیا رائے ہے؟ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ: آپ انہیں قطعاً پانی نہ دیجیے۔ جس طرح انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو چالیس روز تک ٹھنڈے سے پانی اور کھانے سے محروم رکھا۔ اللہ انہیں پیاسا مارے آپ بھی انہیں پیاس سے تڑپا کر ماریے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: آپ پانی کا راستہ چھوڑ دیجیے کیونکہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ تو سیراب ہوں اور آپ کی قوم پیاسی رہے۔ آپ پانی پر جنگ نہ کیجیے بلکہ دیگر معاملات پر غور کیجیے۔

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ: دو بارہ اپنا بات دہرائی۔

عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ: آپ رات تک پانی روکے رکھیے اگر رات تک یہ پانی حاصل نہ کر سکیں گے تو خود ہی لوٹ جائیں گے اور اگر یہ خود بخود دلوٹ گئے تو اس میں ہمارا کچھ قصور بھی نہ ہوگا۔ خدا انہیں قیامت کے روز پانی نصیب نہ کرے۔

حصص: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ پانی تو کفار و فاسق اور شرابیوں سے روکے گا جس کے باعث تجھ پر اور اس فاسق ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر حد لگائی گئی تھی۔

اس پر لوگ اسے گالیاں دینے لگے اور اسے مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اسے کچھ نہ کہو یہ قاصد ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

ابوحنفہ نے یوسف بن یزید کے حوالے سے عبداللہ بن عوف بن الاحمر کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حصص ہمارے پاس نوٹ کر آئے تو انہوں نے تمام ٹھنڈو ہم سے بیان کی ہم نے حصص سے دریافت کیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود کیا جواب دیا:

حصص: جب میں واپس لوٹنے لگا تو معاویہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا آپ کا کیا جواب ہے؟

معاویہ رضی اللہ عنہ: میرا جواب تمہیں مغرب معلوم ہو جائے گا۔

ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ سوار دستے الامر رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے پہنچے شروع ہو گئے تاکہ دشمنوں کو پانی سے روکا جاسکے۔ علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہمیں ان کے مقابلے پر بھیجا۔ پہلے آپس میں حیران دازی ہوئی پھر تیز سے چلے اور آخر میں تمواریں نکل آئیں ہم ان پر غالب آئے اور پانی ہمارے قبضہ میں آ گیا۔ ہم نے دل میں سوچا کہ شامیوں کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیا جائے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے پاس کہا کہ بھیجا کہ اپنی ضرورت کا پانی لے کر اپنے لشکر کے ساتھ واپس لوٹ آؤ اور پانی پر کوئی روک ٹوک نہ کرو کیونکہ اللہ عز و جل نے ان کے قلم اور سرکشی کے باعث ہی تمہاری امداد فرمائی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیغام:

ابوحنفہ نے عبدالملک بن ابی حرقہؓ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا آج تو تم جوش میں کامیاب ہو گئے ہو۔ لوگ پانی سے واپس لوٹ آئے اور دو دن تک اسی طرح دونوں لشکر خاموش پڑے رہے نہ علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوئی پیغام بھیجا اور نہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوئی سلسلہ جنائی کی۔

دو روز بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بشیر بن عمرو بن محسن الانصاریؓ سعید بن قیس الہمدانی اور حبیب بن ربیع کو طلب کیا اور ان سے فرمایا تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں حق پر چلنے امیر کی اطاعت کرنے اور جماعت کے اتحاد کی دعوت دو۔

حبیب: آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو کچھ طمع دلائیں اور اس سے کہیں کہ وہ آپ کی بیعت کر لیں اور آپ اسے شام کی امارت عطا کر دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تم اس کے پاس جاؤ اور اپنی جہت پیش کرو اور یہ دیکھو کہ وہ کیا چاہتا ہے۔

یہ سزا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ یہ واقعہ اوّل ذی الحجہ ۳۶ھ میں پیش آیا تھا یہاں پہنچنے کے بعد بشیر بن عمرو نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا:

”اے معاویہ رضی اللہ عنہ ایک نہ ایک روز دنیا تم سے زائل ہو جائے گی اور تم آخرت کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ اللہ عز و جل تمہارے تمام اعمال اور تمام کاموں کا محاسبہ فرمائے گا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ جماعت میں تفریق پیدا نہ کیجیے اور مسلمانوں کا آپس میں خون نہ بہائیے۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے درمیان ہی میں کلام قطع فرما کر سوال کیا کہ جس شے کی تم مجھے نصیحت کر رہے ہو کیا اس کی نصیحت اپنے امیر کو بھی کی ہے۔

بشیر: میرا امیر تم جیسا امیر نہیں۔ وہ تمام مخلوق میں دوسروں کو نصیحت کرنے کا سب سے زیادہ حقدار ہے اس لیے کہ وہ

صاحب فضیلت بھی ہیں اور صاحب دین بھی۔ انھیں سبقت اسلام بھی حاصل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی قرابت بھی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: آخر وہ کیا چاہتے ہیں۔

بشیر: وہ تمہیں تنقویٰ اختیار کرنے، اللہ عزوجل سے ڈرنے اور حق کے معاملہ میں اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیتے ہیں اس میں تمہاری دنیا بھی قائم رہے گی اور آخرت کی بھی بھلائی ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: تو کیا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کو رائیگاں جانے دوں۔ خدا کی قسم! ایسا تو میں ہرگز بھی نہ کروں گا۔
سعید بن قیس نے کچھ جواب دینا چاہا لیکن حبیب بن ربیع نے چل کی۔ وہ آگے بڑھا اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا:

”اے معاویہ رضی اللہ عنہ! تم نے جو بشیر کو جواب دیا ہے اسے میں خوب سمجھتا ہوں خدا کی قسم تمہارے ارادے اور تمہارے مقاصد ہم پر غلطی نہیں ہیں تمہارے پاس لوگوں کو برکاتے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اسی بات سے تم لوگوں کو اپنی جانب مائل کیے ہوئے ہو اور اسی لیے وہ تمہاری اطاعت کرتے ہیں۔ تم یہی کہہ کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو کہ تمہارے امام مظلوم شہید کر دیئے گئے اور ہم ان کا قصاص چاہتے ہیں اس پر بے وقوف اور سرکش لوگ تمہارے ساتھ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ تم نے بھی عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد میں تاخیر کی اور تم دل سے چاہتے تھے کہ وہ قتل ہو جائیں تاکہ تم ان کے خون کا مطالبہ کر کے یہ مقام حاصل کر سکو۔

بعض اوقات انسان طاقت و قوت سے زیادہ اہم کام کی تمنا نہیں کرتا ہے اور بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان کی وہ تمنا پوری ہو جاتی ہے بلکہ اللہ عزوجل اس سے بھی زیادہ عطا فرما دیتے ہیں یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ ان دونوں کاموں میں کون سا کام تیرے لیے بہتر ہے۔ جس چیز کی تم آرزو کر رہے ہو اگر وہ غلط ہے تو اس وقت تم تمام عرب میں سب سے بدترین شخص ہو گے اور اگر تمہارے ارادے صحیح ہیں تو تم اس وقت تک اسے حاصل نہیں کر سکتے جب تک خود کو دوزخ کا مستحق نہ بنالو۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ! اپنے ارادوں کو ترک کر دو اور خلافت کے معاملہ میں اس شخص سے اختلاف نہ کرو جو فی الحقیقت اس کا اہل ہے۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد حبیب کی اس تقریر کا جواب دیا:

”تیری تقریر سے مجھے سب سے اول یہ بات معلوم ہوئی کہ تو انتہائی بے وقوف اور بے عقل شخص ہے کہ تو نے اپنی قوم کے سردار اور شریف و باحساب شخص کی گفتگو بھی درمیان میں قطع کر ڈالی پھر وہ باتیں کہیں جس کا تجھے علم نہ تھا اور اس طرح تو نے جھوٹ سے کام لیا اے اعرابی! اے جاہل اتوا اپنے اس جھوٹ میں سر جابے گا۔ تم لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ میرا اور تمہارا فیصلہ اب تیار کرے گی۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انتہائی غضب ناک ہو گئے تھے۔ قاصد بھی ان کے پاس سے واپس لوٹے۔ چپے ہوئے حبیب نے یہ جملہ کہا۔ کیا تو ہمیں تلواروں سے ڈراتا ہے خدا کی قسم! وہ تلواریں بھی جلد تیرے سر پر پہنچ جائیں گی۔

ان لوگوں نے واپس پہنچ کر تمام حالات حضرت علیؓ سے بیان کیے۔ یہ سفارت شروع ذی الحجہ میں گئی تھی۔

جنگ صفین:

حضرت علیؓ جو روزانہ ایک معزز شخص و معاویہ بنی ہاشم کے مقابلے پر روانہ کرتے۔ اسی طرح معاویہ بنی ہاشم کی جانب سے بھی ایک دستہ میدان میں نکلتا۔ ان دونوں دستوں میں جنگ ہوتی اور کچھ دیر جنگ کے بعد دونوں واپس لوٹ جاتے۔ اس جنگ میں سوار بھی شریک ہوتے اور پیاد بھی اور دونوں لشکر کھل کر جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ اس میں زبردست تباہی کا سامنا ہوتا اور بڑی بربادی ہوتی۔

حضرت علیؓ جو اشتر، جبر بن عدی الکندی، شبث بن ربعی، خالد بن المعز، زیاد بن الخطر، الحارثی، زیاد بن نضلة النعمی، سعید بن قیس، معقل بن قیس اور قیس بن سعد بن ہاشم سے ایک نہ ایک کو امیر بنا کر بھیجتے اور اکثر و بیشتر اشتر کو روانہ کیا جاتا۔ معاویہ بنی ہاشم کی جانب سے عبدالرحمن بن خالد، الحارثی، ابوالاعور اسلمی، حبیب بن مسلمہ، الحمری، ابن ذی الکلاع، الحمری، عبید اللہ بن عمر بن الخطاب، شریح بن السبط، الکندی، جبر بنیہ اور حمزہ بن مالک الہمدانی لشکر لے کر نکلتے۔ اسی طرح تمام ماؤذی الحجہ میں جنگ ہوتی رہی اور بعض اوقات دن میں دو بار جنگ ہوتی۔

اشتر کی شجاعت:

ابو جحیف نے عبداللہ بن عامر الفاضلی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ ایک روز اشتر جنگ کے لیے نکلا۔ اس کے ساتھ کچھ قراء تھے اور کچھ عرب کے شہسوار تھے جب جنگ زوروں پر ہوئی تو معاویہ بنی ہاشم کی جانب سے ایک شخص میدان میں نکلا۔ خدا کی قسم! میں نے آج تک اتنا لمبا اور موٹا انسان نہ دیکھا تھا۔ اس نے اپنے مقابلہ کی دعوت دی۔ ہماری جانب سے اس کے مقابلے کے لیے اشتر کے علاوہ کوئی نہ نکلا۔ ان دونوں میں جنگ ہوئی اور اشتر نے اسے قتل کر ڈالا۔ خدا کی قسم ہم دل میں ڈر رہے تھے کہ یہ ضرور اشتر کو مار ڈالے گا۔ اور ہم نے اشتر کو مقابلے پر جانے سے منع بھی کیا تھا لیکن جب اشتر نے اسے قتل کر دیا تو ایک شخص نے چلا کر یہ شعر پڑھا۔

يَا سَهْمُ سَهْمُ الْبَيْتِ اَبَى الْعِزَّارِ
يَا خَيْرُ مَنْ نَعْلَمُهُ بِنِ زَاوِ

ترجمہ: ”تیر تو ابن ابی العزیز ار کا تیر ہے۔ ہم نے جن لوگوں کو دیکھا ہے ان میں اس سے بہتر کوئی نہیں دیکھا۔“

ایک ازدی جو ان نے جب اس شخص کی لاش دیکھی تو اس نے قسم کھائی کہ یا تو میں تیرے قاتل کو قتل کروں گا یا خود قتل ہو جاؤں گا۔ وہ میدان میں نکلا اور اشتر پر حملہ کیا۔ اشتر نے بھی پلٹ کر ایسا وار کیا کہ وہ نیچے گرا۔ ابھی وہ اپنے گھوڑے کے پاؤں میں پڑا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے اشتر پر حملہ کر کے اسے پھیلایا۔ اور فقیہ النبی بولایہ تو ایک آگ سے جو برابر بجھکتی رہتی ہے۔

الغرض پورے ذی الحجہ دونوں لشکروں میں اسی طرح جنگ ہوتی رہی۔ جب ماہ محرم آیا تو دونوں نے ایک دوسرے جنگ بندی کی خواہش کی تاکہ صلح کی گفت و شنید کی جاسکے۔ اور دونوں لشکروں نے اس عارضی جنگ بندی کو منظور کر لیا۔

اس سال حضرت علیؓ جو جبر بنیہ کے حکم سے حضرت عبداللہ بن عباس بنی ہاشم نے لوگوں کو جمع کرایا اور بقول اسی سال حضرت

قد امہ بن مظعون جو اشتر کا انتقال ہوا۔

باب ۱۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ بندی

باہمی صلح کی گفت و شنید:

۳۷ھ کے پچیسے ماہ یعنی محرم الحرام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ رک گئی اور دونوں ایک مدت تک جنگ بندی پر تیار ہو گئے تاکہ کسی نہ کسی طرح باہمی صلح ہو سکے۔

ہشام ابن محمد نے ابوحنیفہ الازدیؒ سعد ابوالحجابہ الطائیؒ کی سند سے محل بن خلیفۃ الطائیؒ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح میں جنگ بند ہو گئی تو صلح کی غرض سے دونوں نے ایک دوسرے کے پاس اپنے قاصد روانہ کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی ابن حاتم طائیؒ بنید بن قیس الارحبیؒ شہت ابن ربیعؒ اور زیاد ابن حصہؒ کو صلح کی غرض سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا۔

عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ کی تقریر:

جب یہ وفد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت پہنچا تو عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی۔ اولاً اللہ کی حمد و ثنا کی پھر

فرمایا:

”ہم آپ کے پاس اس غرض سے آئے ہیں تاکہ ہم آپ کو ایسی شے کی دعوت دیں۔ جس کے ذریعہ اللہ عز و جل ہماری جماعت کو اور اس امت کو متحد کر دے اور یہ خون کے دریا جو بہہ رہے ہیں بند ہو جائیں۔ راہیں جو پر خطر ہو چکی ہیں وہ محفوظ و مامون ہو جائیں اور آپس میں صلح و آشتی پیدا ہو جائے۔“

اے معاویہ رضی اللہ عنہ! تم یہ جانتے ہو کہ تمہارا یہ چچا زاد بھائی یعنی علی رضی اللہ عنہ تمام مسلمانوں کے سردار اور تمام لوگوں میں سابق الاسلام ہیں انھوں نے حالت اسلام میں بہترین کارنامے انجام دیے اور لوگ بھی ان پر متفق ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے لوگوں کو اپنے بہترین شخص کو خلیفہ منتخب کرنے کی ہدایت فرمائی۔ آج روئے زمین پر تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے علاوہ کوئی اس کا مخالف نہیں ہے۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ! تم اپنے ان اختلافات سے باز آ جاؤ کہیں اللہ تعالیٰ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا وہی حشر نہ کر دے جو اس نے اصحاب جمل کا حشر کیا تھا۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم مبلغ و بادی بن کر آئے ہو۔ صلح کی غرض سے نہیں آئے اے عدی رضی اللہ عنہ! بہت انہوس کی بات ہے۔ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں حرب کا بیٹا ہوں مجھے اختلافات کا نام لے کر دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ خدا کی قسم!

کیا تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے جنہوں نے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں کو اکسایا تھا اور تو بھی ان کے قاتلین میں داخل ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلے تجھے ضرور قتل کرے گا۔ اے عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ، تجھ پر انہوں نے کہ تو ایک مرد میدان کو لٹکانا چاہتا ہے۔“

شبث اور زیاد کی تقاریر:

یہ سخت گفتگوں کر شبث ابن ربیع اور زیاد ابن نضہ درمیان ہی میں بول پڑے کہ:

”ہم تو آپ کے پاس صلح کی غرض سے آئے ہیں اور آپ اس قسم کی گفتگو فرما رہے ہیں اور ہمارے سامنے مثل یس پیش کر رہے ہیں آپ بے فائدہ اور لالچی باتوں کو ترک کر دیجیے اور ایسی بات کیجیے جس سے ہمیں بھی فائدہ ہو اور آپ کو بھی فائدہ ہو۔“

یزید ابن قیس کا خطاب:

یزید ابن قیس بولے:

”ہم تو آپ کے پاس صرف وہ پیغام پہنچانے کی غرض سے آئے ہیں جو ہمیں دے کر بھیجا گیا ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کا جواب دوسرے تک پہنچا دیں اس کے ساتھ ساتھ ہم نصیحت کو بھی ترک نہیں کر سکتے اور جس شے کو ہم حق سمجھتے ہیں یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ شے آپ پر حجت ہوگی اسے بیان کرنے سے بھی گریز نہیں کر سکتے اور جب کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ باجمعی حجت اور جماعت مسلمین کے اتحاد کے خواہاں ہیں۔“

ہمارے امیر وہ شخص ہیں جن سے تمام مسلمان واقف ہیں اور ان کی فضیلت سے تم بھی واقف نہیں ہو۔ تمام دین دار اور افضل لوگ علی رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے یہ لوگ تمہارا ان سے ہرگز موازنہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ سے ڈرو اور علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت نہ کرو۔ خدا کی قسم! ہم نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ متقی اور زاہد ہو اور علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ نیک خصائل میں اس میں پائے جاتے ہوں۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرائط:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

”تم مجھے اطاعت امیر اور اتحاد جماعت کی دعوت دیتے ہو تو جہاں تک جماعت کا تعلق ہے تو وہ میرے ساتھ بھی موجود ہے اور جہاں تک تمہارے امیر کا تعلق ہے تو ہم اسے امیر ہی تسلیم نہیں کر سکتے اس لیے کہ تمہارے ساتھی نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا ہے۔ ہماری جماعت میں انتشار پھیلایا۔ ہمارے قاتلوں کو پناہ دی تمہارے ساتھی کا یہ خیال کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کیا تو ہم اس کی تردید کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن کیا تم قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے واقف نہیں ہو۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہی ہمارے امیر کے ساتھی ہیں۔ وہ ان قاتلین کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم انہیں عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص میں قتل کریں اس کے بعد ہم تمہارے امیر کی اطاعت کرنے اور اتحاد جماعت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔“

قاصدین کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حیر گفتگو:

اس پر بھٹنے نے جواب دیا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تمہارا عمار رضی اللہ عنہ پر بھی بس چلے تو تم انہیں بھی قتل کر دو گے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ان کے قتل سے کون سی شے مانع ہو سکتی ہے خدا کی قسم! اگر سیہ برسیہ کے بیٹے پر میرا بس چلے تو میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص میں اسے بھی ضرور قتل کر دوں گا اور عثمان رضی اللہ عنہ تو کچا اگر عمار رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام باقل کو قتل کیا ہو تو میں عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کے قصاص میں بھی قتل کر دوں گا اس پر بھٹنے نے کہا زمین و آسمان کے خدا کی قسم! تم نے انصاف نہیں کیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تم عمار رضی اللہ عنہ پر اس وقت تک قابو نہیں پاسکتے جب تک کہ بہت سی کھوپڑیاں کا ندھوں سے نہ اتر پڑیں اور زمین خون سے تر نہ ہو جائے۔ بھتر یہ ہے کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ تم نرمی اختیار کرو۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم یہ چاہتے ہو تو تم پر زمین ضرور جھک کر دی جائے گی۔ اس گفتگو کے بعد یہ قاصدین واپس چلے آئے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیاد و ابن نضہ سے ملاقات:

جب یہ لوگ واپس چلے آئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد و ابن نضہ رضی اللہ عنہما کو طلب کیا۔ اور انہیں خلوت میں لے گئے۔ اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد ان سے فرمایا اے ربیعہ کے بھائی علی رضی اللہ عنہ نے ہم سے قطع رحمی کی ہمارے خلیفہ کے قاتلوں کو پناہ دی۔ میں تم سے اور تمہارے قبیلہ سے امداد کا طالب ہوں۔ اور تم سے اللہ عز و جل کو گواہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ جب میں غالب آؤں گا تو جس شہر کی ولایت تم پسند کرو گے تمہیں اس کا والی بنا دیا جائے گا۔

ابو بخت نے سعد ابوالجہاد کے واسطے سے محل ابن خلیفہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے یہ واقعہ زیاد و ابن نضہ کو بیان کرتے سنا ہے زیاد و ابن نضہ نے بھی یہ بیان کیا کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی بات پوری کر چکے تو میں نے جواب میں اللہ عز و جل کی ثنا کی اور اس کے بعد جواب دیا۔ میں اس جہت اور ان اغماط پر قائم ہوں جو میرے پروردگار نے مجھے عطا فرمائے ہیں اور میں مجرموں کی پشت پناہی نہیں کر سکتا۔ اس جواب کے بعد میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔ میرا یہ جواب سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا: اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس وقت ان کے قریب بیٹھے تھے۔ ہمارا کوئی شخص بھی ان کے کسی آدمی سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ اور نہ وہ ہمارے آدمی کی بات قبول کرتا ہے ان سب کے دل ایک شخص کے دل کی طرح ہیں اور افتراق کی برائی سے اللہ نے انہیں محفوظ رکھا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وفد:

ابو بخت نے سلیمان ابن ابی راشد اللازدی کے ذریعہ ابو الکنو و عبدالرحمن ابن عبید کا یہ بیان روایت کیا ہے کہ اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک وفد بھیجا جس میں حبیب ابن مسلمہ، المغیرہ بن شریشل ابن اسطو، معمر ابن یزید ابن الاض، شریک تھے۔ ابو بخت کہتا ہے جس وقت یہ وفد علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا میں وہاں موجود تھا۔ حبیب ابن مسلمہ، المغیرہ بن شریشل نے اولاً خدا کی حمد و ثناء کی اور اس کے بعد کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یقیناً ایک ہادی خلیفہ تھے۔ اللہ عز و جل کی کتاب پر عمل فرماتے اور اللہ کے احکام کو بجالاتے۔ تم نے ان کی زندگی اجیرن نہادی۔ تم ان کی موت کے خواہاں تھے تم نے ان سے دشمنی برتی اور انہیں شہید کیا۔ اب اے علی رضی اللہ عنہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا تو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو ہمارے حوالہ کر دو تا کہ ہم انہیں عثمان رضی اللہ عنہ کے

قصاص میں قتل کر دیں نیز آپ یہ خلافت لوگوں کی رائے پر چھوڑ دیجیے تاکہ وہ آپس میں مشورہ کر کے جسے چاہیں خلیفہ بنائیں اور جس پر سب کا اتفاق ہو تمام لوگ اپنے کام اس کے سپرد کر دیں۔

حضرت علیؓ جو جنت کا جواب:

حضرت علیؓ نے جواب فرمایا: تیری ماں مرے تیرا اس خلافت اور اس کی دست برداری سے کیا متعلق ہے۔ خاموش رہ کیونکہ تو اس کا اہل نہیں۔ حبیبؓ نے اس پر جواب دیا آپ مجھے وہ راستہ بتا رہے ہیں جو آپ خود چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم کبھی کیا کہتے ہو خواہ تم کہتے سوار اور پیدل کیوں نہ لے آؤ۔ اللہ تجھے باقی نہ رکھے اگرچہ میرے پاس حقیر اور برے لوگ جمع ہو جائیں۔ جاؤ اور جو تم بہتر سمجھو کرو۔

اس پر شریک ابن السطوؓ نے کہا: میں بھی وہی بات کہنا چاہتا ہوں۔ جو میرے اس ساتھی نے کہی ہے آپ نے جو جواب دیا ہے کیا اس کے علاوہ بھی آپ کے پاس کوئی اور جواب ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: ہاں! تمہارے اور تمہارے ساتھی کے لیے میرے پاس اور بھی جواب موجود ہے اس کے بعد حضرت علیؓ نے اللہ کی حمد و ثناء فرمائی۔ پھر فرمایا اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کو حق دے کر بھیجا آپ کے ذریعہ لوگوں کو گمراہی سے نکالا اور ہلاکت اخروی سے بچایا اور لوگوں کے اختلافات کو دور کر کے انھیں متحد فرمایا۔ جب آپ نے اللہ کے احکام لوگوں کو پورے طور پر پہنچا دیئے تو اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلایا پھر لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا پھر ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا۔ یہ دونوں حضرات نیک سیرت تھے انہوں نے لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لیا لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دونوں ہم پر زبردستی خلیفہ بن گئے تھے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی آل ہونے کی وجہ سے ہم اس کے مستحق تھے۔ ہم خدا سے ان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اللہ خلیفہ بنے انہوں نے کچھ ایسے کام کیے جن کے باعث لوگوں نے ان پر نکتہ چینی کی اور ان سے بغاوت کر کے انہیں شہید کر دیا۔ عثمانؓ کے بعد لوگ جمع ہو کر میرے پاس آئے حالانکہ میں ان کاموں سے معصیگی اختیار کر چکا تھا اور مجھ سے اصرار کیا کہ آپ بیعت لیجیے۔ میں نے خلیفہ بننے سے انکار کیا۔ انہوں نے مجھ سے اصرار کیا اور کہا کہ امت آپ کے علاوہ کسی کی خلافت پر راضی نہ ہوگی اور ہمیں خوف ہے کہ اگر آپ خلافت قبول نہ کریں گے تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور لوگوں کا اتحاد ختم ہو جائے گا۔ میں نے ان لوگوں سے بیعت لی۔ میں صرف دو شخصوں کے اختلاف سے ڈرتا تھا لیکن انہوں نے میری بیعت کر لی (غالباً زبیر و طلحہؓ ہیں) رہا معاویہؓ جو جنت کا اختلاف تو اللہ عزوجل نے نہ تو انہیں دین میں سبقت عطا فرمائی ہے اور نہ اسلام کی صداقت پر ان کا کوئی کارنامہ ہے۔ بلکہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ان دے کر چھوڑ دیا گیا تھا اور ان کے بھائی بھی اسی قسم کے تھے یہ لوگ تو کافروں کی جماعت میں شامل تھے۔ ہمیشہ یہ اللہ عزوجل اس کے رسول اور مسلمانوں کے دشمن رہے حتیٰ کہ انہوں نے مجبوراً اسلام قبول کیا۔ تم نے ان سے اتفاق کر کے اور ان کی اطاعت کر کے انھیں غرور میں مبتلا کر دیا تم ان لوگوں کو اپنے نبی ﷺ کے اہل بیت کے مقابلے پر لائے ہو حالانکہ اہل بیت سے اختلاف کسی صورت میں مناسب نہیں۔ تم لوگوں میں سے کسی شخص کو ان کے برابر نہ سمجھو۔ خبردار! میں جنہیں کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ باطل کو مٹانے اور احکام دین قائم کرنے کی دعوت دیتا ہوں میرا کہنا تو یہی ہے اور میں اپنے اور تمہارے لیے اور ہر مومن و مومنہ اور ہر مسموم

مسلمہ کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

دونوں قاصدوں نے سوال کیا۔ کیا آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید کیے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”نہ تو میں یہ کہتا ہوں کہ وہ مظلوم قتل کیے گئے اور نہ یہ کہنے کے لیے تیار ہوں کہ وہ ظالم قتل کیے گئے۔“

قاصدوں نے جواب دیا:

”جس شخص کا اس پر یقین نہ ہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہوئے تو ہم ان سے بری ہیں اور ہم سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الْمُنُونِ إِذَا لَوْا مُذْبِرِينَ وَمَا أَنتَ بِبَهْدِي الْعُمَىٰ عَنْ صَلَاتِهِمْ إِنَّ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِإِيتِنَا لَهُمْ مُسْلِمُونَ﴾

”یقیناً تو آپ مردوں کو اپنی بات سناسکتے ہیں اور نہ ان بہروں کو جو پست پھیر کر چل دیں اور نہ آپ انہیں گمراہی سے نکال کر راہ دکھا سکتے ہیں۔ آپ کی بات تو وہی شخص سنے گا جو ہماری آیات پر ایمان رکھتا ہو ایسے ہی لوگ تا بعد از ہیں۔“

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تم اپنے پروردگار کی اطاعت اور حق پر چلنے کی کوشش کرتے رہو۔ یہ لوگ حق دار نہیں وہ اپنی گمراہی میں تم سے زیادہ کوشش کریں۔

عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ اور عاصم ابن قیس کا علم برداری پر جھگڑا:

ابو خلف نے جعفر ابن حدیث کا یہ بیان نقل کیا ہے اور یہ شخص عامر ابن جوعن کی اولاد میں سے تھا۔ وہ کہتا ہے کہ جنگ صفین کے موقع پر عاصم ابن قیس انجیری نے علم کے معاملے میں حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کیا، نو عدی کی بہ نسبت حمزہ کے ساتھ ایک کثیر جماعت تھی جس کے باعث وہ علم برداری کا مستحق تھا۔ لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ جھگڑا پیش ہوا تو عبداللہ ابن خلیفہ الطائی البولانی نے بنو حمزہ سے مخاطب ہو کر کہا اے بنو حمزہ تم عدی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اپنی حق داری کا دعویٰ کرتے ہو حالانکہ تم میں ایک شخص بھی عدی رضی اللہ عنہ کے درجہ کا نہیں اور نہ تمہارے آباؤ اجداد میں کوئی عدی رضی اللہ عنہ کے باپ کی مثل موجود ہے کیا وہ عزیزوں اور رشتہ داروں کی مدد نہیں کرتا؟ کیا وہ اس شخص کا بیٹا نہیں ہے جو سیرانی کے دن میں لوگوں کو پانی پلاتا۔ کیا اس کا باپ ان مرداروں میں سے تھا جو مال غنیمت میں سے چوتھ لیا کرتا تھا کیا یہ عرب کے سب سے بڑے بے نیکی کا بیٹا نہیں کیا یہ اس شخص کا بیٹا نہیں جو اپنا مال لٹایا کرتا تھا اور پڑوس کی حفاظت کرتا۔ کیا عدی رضی اللہ عنہ وہ شخص نہیں ہیں جنہوں نے نہ تو آج تک بعد ہمدی کی نہ فسق و فجور میں مبتلا ہوا نہ آج تک کوئی جہالت کا کام کیا اور نہ غلے سے کام لیا تم اس کے باپ جیسا شخص اپنے باپ دادا میں دکھاؤ اور ایک شخص بھی اس جیسا لے آؤ کیا تمہارے خاندان میں یہ لحاظ اسلام عدی رضی اللہ عنہ سب سے افضل نہیں ہیں۔ کیا عدی رضی اللہ عنہ وہ شخص نہیں ہیں جو تمہارا وفد لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے کیا خلیلہؓ کا دوسرا نہ ان جلاواں نہاوند اور تسر کی جنگوں میں وہ تمہارے سردار نہ

تھے۔ اب تمہیں ان سے کیا تکلیف پہنچی! خدا کی قسم! تمہاری قوم میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو عدی بن جحش کے ہوتے ہوئے ریاست کا دعویٰ کر سکے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن خلیفہ! کس کو اور جاؤ اپنی قوم اور بنو ٹوٹے کو بلا لاؤ۔ یہ تمام لوگ جمع ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال کیا کہ ان مذکورہ بالا واقعات میں تمہارا سردار کون تھا۔ بنو ٹوٹے نے جواب دیا۔ عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن خلیفہ نے عرض کیا اے امیر المومنین ان سے سوال کیجئے آیا یہ لوگ عدی رضی اللہ عنہ کی سرداری پر راضی ہیں یا نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال فرمایا: بنو ٹوٹے نے متفقہ طور پر جواب دیا۔ ہاں ہم راضی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا علم کے عدی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ ہتیار ہیں اپنی قوم کا جھنڈا انھیں دے دو اور فرمایا جو زمرے ان سے جھنڈے اور ریاست کے بارے میں اختلاف کیا حالانکہ میں آج سے قبل بھی عدی رضی اللہ عنہ کو سردار دیکھتا چلا آیا ہوں اے بنو زمر میں نے تمہاری قوم میں تمہارے علاوہ کوئی اور ایسا شخص نہیں دیکھا جو عدی رضی اللہ عنہ کا حامی و تابعدار نہ ہو تم اس کثرت کی انتہا کرو۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کا جھنڈا استیصال لیا۔

جب حمران عدی کا دور آیا تو عبداللہ ابن خلیفہ کو حجر کے ساتھ روانہ کرنے کے لیے طلب کیا گیا۔ اور عبداللہ ابن خلیفہ حجر کے راسیوں میں سے تھے۔ حجر پہاڑوں کی جانب گئے اس موقع پر عدی رضی اللہ عنہ نے تو حجر کا حکم رد کر سکے اور نہ اس سے اپنے حق کا مطالبہ کر سکے۔ یہ بات عبداللہ ابن خلیفہ کو بہت شاق گزری اس وقت اس نے یہ اشعار کہے۔

وَتَسْوَنِي يَوْمَ الشَّرِيعَةِ وَالْيَقِينَا
بِصَفِيْنٍ فَيُؤْكَلُ فِيْهِمْ قَدْ تَحْشَرَا

ترجمہ: ”تم نے مجھے شریعت والے روز بھلا دیا حالانکہ میں نے صفین میں دشمنوں کے مونڈھے توڑ ڈالے تھے۔“

جَزَى رِثَّةُ عَنَسِيْ عَدِيٍّ بَنِ حَاتِمٍ
بِرَفْقِيْ وَجِدْ لَا يُسِيْ حَزَاءُ شَوْقُرَا

ترجمہ: مجھے چھوڑنے اور رسوا کرنے کی وجہ سے پروردگار نے عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ سے اچھا اور پورا پورا بدلہ لیا۔

أَتَسْنِيْ بَلَايِيْ سَادِرَا تَابَا بَنِ حَاتِمٍ
غِيْثِيْةٌ مَا أَعْلَنَتْ عَدِيَّكَ جِزْمُرَا

ترجمہ: اے ابن حاتم تو میری مصیبت کو بھول گیا اس شام کو یاد کر جب کہ زمر کے مقابلہ میں تیرا نام عدی رضی اللہ عنہ ہونے سے تجھے کچھ فائدہ نہ پہنچا۔

فَدَأَعْنَتْ عَنْكَ الْقَوْمُ حَتَّى تَحْذَلُوْا
وَحُنْتُ أَنَا الْحَصْمُ الْاَلْدُ الْعُدُوْرَا

ترجمہ: میں نے تیری جانب سے قوم کو جواب دیا حتیٰ کہ مخالفین رسوا ہو گئے اور میں ہی تیری جانب سے قوم کا انتہائی جھڑو دشمن تھا۔

قَوْلُوْا وَمَا قَامُوْا مَقَامِيْ حَتَانَا
رَأُوْنِيْ اَلَيْتَا بِاَلْاَبَاءَةِ مُعْدِيْرَا

ترجمہ: وہ میرے مقابلے سے ہٹ گئے اور میرے سامنے قلعہ کھڑے نہ ہو سکے۔ انھوں نے مجھے اس شیر کی طرح سمجھا جو کچھار میں گھات لگائے بیٹھا ہو۔

نَضْرَتُكَ اِذْ خَافَ الْمَقْرَبُ وَ اَلْعَطِ الْبَعِيدُ
وَقَدْ اَفْرَدْتُ نَضْرًا مُوَرَّرًا
ترجمہ: میں نے قریبی اس وقت امداد کی تھی جب کہ اقرباء نے بزدلی دکھائی تھی اور دور کے رشتہ دار دور ہو گئے تھے میں تنہا وہ شخص تھا جس نے میری پوری پوری مدد کی۔

فَكَانَ خَيْرَ لِّىْ اِنْ اَجْرُدَ بِمَنْكُمُ
مِثْرًا اِحْسَانًا تَوَيْتُهَا كَرْتِمَارًا لِّىْ سِرِّدَارِىْ كَوْنُ خُصُوصِ كَرْدِىَا اَوْ رَجَمِىْ قَيْدِ وَ بِنْدِ كَا مَلِكِ بِنَا كَرْتِمَارِ رَاىْ خَالِفُوْنَ كَرْدِىَا بِنَا
ترجمہ: میرا احسان تو یہ تھا کہ تمہارا لیے سرداری کو مخصوص کر دیا اور تمہیں قید و بند کا مالک بنا کر تمہارے مخالفوں کو روک دیا۔
وَ كَمْ بَعْدَ وَّلِىِّ مَنَّا اِنْكَ رَا جَعِى
فَلَمْ تُغْنِ بِاَلْبَعَادِ عَنِّىْ خَيْرًا
ترجمہ: اور تو نے مجھے اس کا کوئی بدلہ نہیں دیا۔ اور نہ کسی وقت پر تو نے میری حمایت کی۔



باب ۱۲

ہردو جانب سے جنگی تیاریاں اور مورچہ بندی

ماہِ محرم کے ختم ہونے تک دونوں جانب سے جنگ بندی رہی جب ماہِ محرم ختم ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرہہ ابن ابی رثہ لکھی کو حکم دیا کہ شامیوں کو جنگ کا پیغام پہنچا دو مرہہ نے غروب آفتاب کے قریب شامیوں کو آواز دے کر کہا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ تم سے فرماتے ہیں کہ میں برابر کوشش کرتا رہا کہ تم حق کو قبول کر لو اور اس کے سامنے جھک جاؤ۔ میں نے تمہارے سامنے کتاب اللہ پیش کی اور اس کے حکم کو قبول کرنے کی دعوت دی لیکن تم اپنی سرکشی سے باز نہ آئے اور نہ تم نے حق کو قبول کیا۔ میں نے تمہارے ساتھ برابر کا معاملہ کیا اور اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔ شامی یہ اعلان سن کر اپنے اپنے امراء اور رؤساء کو اطلاع دینے کے لیے دوڑے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ باہر آئے۔ فوج کو دستوں پر تقسیم کر کے انھیں مورچوں پر بٹھایا۔ لوگوں نے آگ روشن کی۔ دوسری جانب حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام رات جاگتے رہے انہوں نے بھی دسے تقسیم کیے اور لوگوں کو مورچوں پر بٹھایا اور پوری رات گشت کر کے لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرتے رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوجیوں کو ہدایات:

ابو جحیف نے عبدالرحمن ابن جندب الازدی کے واسطے سے ان کے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بھی ہماری دشمن سے ملے پھیلے ہوتی ہمیں یہ نصیحت فرماتے:

”اس وقت تک ہرگز جنگ نہ کرو جب تک دشمن تم سے پہلے نہ کرے اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ تم حق پر ہو اور تمہاری طرف سے جنگ کی ابتداء نہ ہونا یہ تمہارے حق پر ہونے کی دوسری دلیل ہے۔ جب تم ان سے جنگ کرو انہیں شکست دو اور پشت پھیر کر نہ بھاگو۔ کسی دشمنی پر حملہ نہ کرو اور نہ کسی کو جنگ کرو نہ کسی مقتول کے ہاتھ پاؤں یا ناک کان کا ٹوٹا کر تم لوگوں کے کپڑوں تک پہنچو تو ان کے خیموں کے پردے چاک نہ کرو اور نہ بلا اجازت ان کے گھروں میں داخل ہو اور نہ ان کے مالوں میں سے اس شے کے علاوہ کوئی چیز اٹھاؤ جو تمہیں میدان جنگ میں ملی ہو عورتوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ خواہ وہ تمہاری بے عزتی کریں اور تمہارے سرداروں اور نیک لوگوں کو برا بھلا کہیں کیونکہ عورتیں اعضاء اور دل کے لحاظ سے کمزور ہوتی ہیں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا میدانِ صفین میں خطبہ:

ابو جحیف نے اسماعیل ابن یزید ابو صادق کی سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے تین مواقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ پر آمادہ کرتے ہوئے دیکھا ایک جنگِ صفین ایک جنگِ جمل اور ایک جنگِ نہروان میں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو لگاؤ میں بچی رکھو۔ آوازیں پست رکھو۔ گفتگو کم کرو اپنے کو مورچہ بندی، لڑائی، آگے

ہوئے، مقابلہ کرنے، تدبیر جنگ، تیر اندازی اور نیزہ بازی میں مشغول رکھو۔ ثابت قدم رہو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم کا پیہ ہو آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم قتل و زعم کے اور تباہی ہو اور کھڑے ہاں کی اور صبر کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اسے اللہ ان پر صبر نازل فرما اور ان کی امداد فرما اور ان کے اجر میں اضافہ فرما۔“

الشکر کی تقسیم:

جب فتح ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو مہینہ و مہسرہ اور سواروں اور پیادوں پر تقسیم فرمایا۔ ابو جحیف کہتے ہیں مجھ سے فیصل بن خدیج الکندی نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے سواروں پر اشتر نخعی کو امیر کیا۔ اہل بصرہ کے سواروں کا دست حضرت ہبل ابن حنیف رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں دیا اہل کوفہ کا پیادہ دست حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں تھا اہل بصرہ کے پیادوں پر حضرت قیس ابن سعد رضی اللہ عنہ اور ہاشم ابن عتبہ رضی اللہ عنہ امیر تھے اور اس دست کا جہنم ہاشم رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ قراء اہل بصرہ کے امیر قاری مسر ابن فدی اسٹی تھے اور اہل کوفہ عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگی تیاریاں:

ابو جحیف نے عبداللہ ابن یزید ابن جابر الازدی کے ذریعہ قاسم کا یہ بیان ذکر کیا ہے جو یزید ابن معاویہ کا غلام تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مہینہ پر ابن ذی الکلاع انعمیٰ کو معین فرمایا۔ مہسرہ پر حضرت حبیب ابن مسلمہ انعمیٰ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا ان کے مقدمہ التحش پر جو اسی روز دمشق سے آیا تھا ابو الاعداء سلمیٰ رضی اللہ عنہ امیر تھے یہ اہل دمشق کے سواروں پر متعین تھے۔ شامیوں کے تمام سوار دستے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں تھے مسلم ابن عقبہ کو دمشق کی پیدل فوج کا امیر بنایا گیا تھا تمام پیدل فوج ضحاک ابن قیس رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں دی گئی۔ بہت سے شامیوں نے موت پر بیعت کی تھی ان لوگوں نے اپنے آپ کو عماموں سے باندھ لیا تھا یہ لوگ پانچ صفوں پر مشتمل تھے۔ شامی میدان جنگ میں اپنی فوج کو دس صفوں پر تقسیم کرتے اور عراقی گپہ رہ صفوں پر تقسیم کرتے۔

ابتداءئے جنگ:

ماہ محرم گزر جانے کے ساتھ ہی جنگ کی ابتداء ہو گئی کوفیوں کی جانب سے پہلے روز اشتر نخعی میدان جنگ میں آیا اور شامیوں کی جانب سے اس کے مقابلے کے لیے حضرت حبیب ابن مسلمہ انعمیٰ رضی اللہ عنہ اپنے مہسرہ کو لے کر نکلے یہ چہار شہد کا دن تھا ان دونوں فوجوں کا دو پہر تک سخت مقابلہ ہوا دو پہر کے بعد ہر دو لشکر لوٹ گئے یہ دونوں برابر رہے نہ کوئی غالب ہوا اور نہ کوئی مغلوب۔

دوسرے روز ہاشم ابن عتبہ رضی اللہ عنہ سواروں اور بہترین پیدل فوج کا ایک بڑا دست لے کر میدان میں نکلے شامیوں کی جانب سے ان کے مقابلے پر ابو الاعداء سلمیٰ رضی اللہ عنہ آئے اس روز دونوں لشکروں میں انتہائی سخت جنگ ہوئی گھوڑا گھوڑے پر چڑھا جاتا تھا اور آدنی پر آدنی پھر دونوں لشکروں آپس ہو گئے اور دونوں لشکروں کے کچھ آدنی کام آئے۔

تیسرا دن ہوا تو حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ لشکر لے کر نکلے مقابلے کے لیے حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ میدان میں آئے اس روز دونوں نے سخت ترین جنگ کی حضرت عمار رضی اللہ عنہ لوگوں سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے:

”اے اہل عراق تم اس فیض کو نہیں دیکھتے جو اللہ اور رسول کا دشمن رہے اور اس نے حضور سے جنگ کی۔ ہمیشہ مسلمانوں کے مقابلے آیا اور مشرکین کا ساتھ دیا جب اس نے یہ دیکھا کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو غالب فرمادیا اور اپنے رسول

مکہ کی امداد فرمائی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا۔ ہمارے نزدیک اس کا یہ اسلام رغبت و شوق سے نہ تھا بلکہ خوف کے باعث تھا پھر اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کو وفات دی۔ خدا کی قسم! حضور کے بعد یہ شخص ہمیشہ مسلمانوں کی عداوت اور بھروسوں کی ہمدردی میں مصروف رہا۔ اس کے مقابلہ پر ثابت قدم رہو اور اس سے جنگ کرو کیونکہ یہ اللہ کے نور یعنی دین کو بجھاتا ہے اور اللہ کے دشمنوں کی مدد کرتا ہے۔

اس روز حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیاد بن ابی اسفہاروں پر امیر تھے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ سواروں کا دست لے کر حملہ کرو۔ انہوں نے اپنے دست کے ساتھ حملہ کیا مخالفوں نے ان سے مقابلہ کر کے انہیں گرفتار کر لیا اور انہیں باندھ کر لے گئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنی پیدل فوج کے ساتھ اتنا سخت حملہ کیا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے قدم اپنے مقام سے پیچھے ہٹ گئے۔ دو بھائیوں کا مقابلہ:

اس روز زیاد بن اسفہار نے عمرو ابن معاویہ ابن الحنفیہ ابن عامر ابن عقیل کو مقابلے کی دعوت دی اور یہ ماں کی جانب سے زیاد کے بھائی تھے کیونکہ ان دونوں کی ماں ایک تھی جو بنو یزید سے تعلق رکھتی تھی جب یہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا لیکن پھر دونوں آپس میں متحد ہو گئے اور دونوں میدان سے واپس ہو گئے اور لشکر بھی لوٹ آئے۔ حضرت عبید اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ:

چوتھے روز محمد بن ابی علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن الحنفیہ ایک زبردست لشکر لے کر نکلے ان کے مقابلہ پر حضرت عبید اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ (یہ عبید اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کسی جانب سے جنگ میں شریک نہ تھے) ایک بڑا لشکر لے کر آئے۔ آتے ہی عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے محمد بن حنفیہ کو اپنے مقابلہ کی دعوت بھیجی جسے محمد ابن حنفیہ نے قبول کر لیا اور ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان دونوں شخصوں پر جو نظر پڑی تو سوال کیا کہ یہ دونوں مقابل کون ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا ایک عبید اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرے آپ کے صاحبزادے محمد۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو حرکت دی اور محمد کو آواز دی۔ محمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ وہ ٹھہر گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر پہنچے اور فرمایا مجھ سے مقابلہ کرو۔ انہوں نے فرمایا مجھے آپ سے مقابلے کی ضرورت نہیں (غالبا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شرف و فضل کی وجہ سے یہ بات فرمائی) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا وجہ؟ عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ اس کے بعد عبید اللہ رضی اللہ عنہ میدان سے واپس لوٹ گئے۔

محمد ابن علی رضی اللہ عنہ کو مقابلہ سے منع کرنے کی وجہ:

ابن الحنفیہ نے اپنے والد سے سوال کیا۔ اے میرے باپ! آپ نے مجھے عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ سے کیوں روکا۔ خدا کی قسم! اگر آپ مجھے نہ روکتے تو میں اسے ضرور قتل کر دیتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر تو اس سے مقابلہ کرتا تو مجھے یقین تھا کہ وہ تجھے ضرور قتل کر دیتا اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ تجھے قتل کر دے۔ محمد ابن علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کیوں اس فاسق کے مقابلہ پر گئے تھے خدا کی قسم! اگر اس کا باپ (عمرو رضی اللہ عنہ) بھی آپ کو مقابلہ کی دعوت دیتا تو میں اس کا بھی مقابلہ کرتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! اس کے باپ کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کوئی بات نہ کہو۔ پھر دونوں لشکر جدا ہو گئے اور اپنے اپنے

مور چون پروا پس چلے گئے۔

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ، کا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے خطاب:

پانچویں روز حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ عراقي لشکر لے کر نکلے ان کے مقابلے پر حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اس روز سخت جنگ ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہ جنگ کرتے کرتے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے ولید رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھ کر بنو عہد المطلب کو برا بھلا کہا اور فرمایا:

”اے ابن عباس رضی اللہ عنہ اتم لوگوں نے رشتہ داری کو قطع کیا۔ تم نے اپنے خلیفہ کو قتل کیا۔ تم نے دیکھا کہ اللہ نے تمہیں اس کا کیا بدلہ دیا یعنی جس چیز کے تم طالب تھے وہ تمہیں حاصل نہ ہوئی اور تم جو آرزو کیں لیے بیٹھے تھے وہ سب کی سب دل کی دل ہی میں رہ گئیں اللہ تم لوگوں کو ہذاک کر کے رہے گا اور تمہارے مقابلے میں ہماری امداد فرمائے گا۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے مقابلہ پر آؤ۔ ولید رضی اللہ عنہ نے مقابلہ پر آنے سے انکار کر دیا اس روز ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انتہائی سخت جنگ کی اور لوگوں پر چھائے رہے۔

چھٹے روز حضرت قیس ابن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ اور ابن ذی الکلاع الحیر ی رضی اللہ عنہ لشکر لے کر نکلے اس روز بھی سخت جنگ ہوئی لیکن ظہر کے وقت دونوں لشکرا اپنی اپنی جگہ واپس لوٹ گئے اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ یہ چہار شبہ کا دن تھا۔

عام جنگ کی تیاریاں:

ابو بخت نے مالک ابن امین الجعفی کے واسطے سے زید ابن وہب کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک ہم مخالفوں پر سب مل کر حملہ نہیں کریں گے اس وقت تک کامیابی دشوار ہے اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بدھ کے روز شام کے وقت عصر کے بعد ایک خطبہ دیا اور فرمایا:

”تمام تہذیب اس کے لیے ہیں جو کسی شے کو توڑ دے تو اس کا کوئی جوڑنے والا نہیں اور جس شے کا فیصلہ کر دے تو اس کے فیصلہ کو کوئی روکنے والا نہیں۔ اگر خدا چاہتا تو اس کی مخلوق میں سے دو شخص بھی باہم اختلاف نہ کرتے اور نہ امت اس خلافت کے معاملے میں جھگڑتی اور نہ مفصول شخص افضل شخص سے اس کی فضیلت کے معاملے میں اختلاف کرتا اور نہ اور یہ مخالفین اپنی اپنی تقدیر پر خود کا حزن رہتے اور اس مقام پر یکجا جمع ہوتے۔ پس ہم تو اپنے پروردگار کا حکم سننے اور اس کی اطاعت کرتے ہیں اگر وہ چاہے تو لوگوں کو جلد سزا دے۔ ہر قسم کی تبدیلی اس کے حکم سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو جھوٹا قرار دیتا ہے۔ اور حق کو بھی یہ معلوم ہو جائے گا اس کا ٹھکانا کہاں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دارالعمل بنایا ہے اور آخرت جو اس کے پاس ہے وہ دارالقرار ہے تاکہ ان لوگوں کو بدلہ دے جنہوں نے اعمال بد کیے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں۔ خبردار اتم کل دشمن سے جنگ کرنے سے قبل رات کو لمبی لمبی نمازیں پڑھو۔ کلام اللہ کی کثرت سے تلاوت کرو اور اللہ عزوجل سے نصرت اور صبر کا سوال کرو اور انتہائی ثابت قدمی سے مقابلہ کرو اور سچے بن کر دیکھاؤ۔“

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ لوگ تلواریں اور نیزے اور تیر تیر کرنے میں مصروف ہو گئے اتفاق سے کعب ابن

بھیل انعمی کا ادھر سے گزر ہوا اس نے یہ اشعار پڑھے۔

”صَحَّتِ الْأُمَّةُ فَسُيْ أَمْرٌ عَجَبٌ وَ أَسْمُنْتُ مَحْضُوعٌ غَدَاةً نَسِ عَسَتْ
ترجمہ: ”امت نے ایک عجیب کام میں صبح کی ہے۔ اور کل تمام ملک اسی کی ملکیت ہوگا جو غالب ہوگا۔“

وَقُتِلَ قَوْلٌ لَا صَادَقًا غَيْرَ كَذِبٌ اِنْ غَدَاةً تَهْلِكُ الْخَلَائِفَ الْعَرَبَ

ترجمہ: میں نے ان سے سچی بات کہی جس میں ذرا بھی جھوٹ نہ تھا کہ کل کے دن عرب کے بڑے بڑے اشخاص جاگ ہو جائیں گے۔“

رشتہ داروں کی باہمی جنگ:

راوی کہتا ہے کہ رات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے باہر تشریف لائے۔ تمام رات لشکر کی مورچہ بندی کرتے رہے جب صبح ہوئی تو لشکر کو لے کر پہنچے معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اپنی شامی فوج لے کر میدان میں آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر شامی قبیلہ کے بارے میں دریافت کرتے کہ یہ کون سا قبیلہ ہے لوگ ان سے شامی قبائل کا نام و نسب بیان کرتے حتیٰ کہ آپ نے ان تمام قبائل کو پہچان لیا اور آپ کو ان کے ٹھکانوں کا بھی علم ہو گیا۔ آپ نے قبیلہ ازد کا نام سن کر فرمایا یہ میرے لیے کافی ہے اور انھیں کانام سن کر بھی یہی الفاظ دہرائے۔ یعنی ان کا مقابلہ میں خود کروں گا۔ اس کے بعد عراق کے تمام قبائل کو حکم فرمایا کہ ہر قبیلہ اپنے قبیلہ والوں سے جنگ کرے ہاں اگر شامی فوج میں کسی خاص قبیلہ کے افراد موجود نہیں تو وہ کسی دوسرے شامی قبیلہ کے مقابل ہو۔ قبیلہ کے علاوہ کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کے کچھ افراد شامی فوج میں موجود نہ ہوں اس قبیلہ کے بہت کم افراد شامی فوج میں پائے جاتے تھے آپ نے اس قبیلہ کو بنو لخم کے مقابلہ پر بھیجا۔ اس روز بھی لوگ باہم لڑ گئے اور تمام دن سخت ترین جنگ رسی شام کے وقت دونوں لشکر جدا ہو گئے اور کوئی بھی ایک دوسرے پر غالب نہ آ سکا۔ یہ چہار شبہ کاروز تھا۔

اندھیرے میں صبح کی نماز:

جمعرات کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز بہت اندھیرے میں پڑھائی ابوحنیفہ نے عبدالرحمن ابن جنبل رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ان کے والد جنبل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اتنے اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھاتے کبھی نہیں دیکھا جتنے اندھیرے میں اس روز نماز پڑھائی تھی۔ نماز کے بعد آپ نے شامیوں کی جانب لشکر روانہ کیے اور اس کام میں شامیوں سے ابتدا فرمائی۔ یہ لشکر شامیوں کی جانب روانہ ہوئے۔ جب شامیوں نے اپنی جانب ان لشکروں کو بڑھتے دیکھا تو دو بھی ان کے استقبال کے لیے بڑھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا:

ابوحنیفہ نے مالک ابن امین کے ذریعہ زید ابن وہب النخعی کا یہ بیان روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب چہار شبہ کے روز میدان میں تشریف لائے تو یہ دعا فرمائی:

”اے اللہ! اس پلندہ و مخنوط اور ہند چھت کے پروردگار جس نے اس چھت کو شب و روز کی آمد کا ٹھکانا بنایا ہے اور آپ

نے اس چھت میں کس و قمر کی راہیں اور ستاروں کی منزلیں بنائیں اور اس کے سائکوں میں سے ایک جماعت فرشتوں

کی بنائی جو مہادت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتی اور اس زمین کے پروردگار جسے تو نے انسانوں اور چوپایوں کا
جسے قرار بنایا ہے اور ایسی لاتعداد مخلوقات کا جو نظر نہیں آتی اور ایک اس بڑی مخلوق کا مسکن بنایا جو نظر آتی ہے۔ اے
اس کشمکش کے پروردگار جو لوگوں کے منافع کی چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہے۔ اے اس بادل کے پروردگار جو زمین و
آسمان کے درمیان مسخر ہے۔ اے اس سمندر کے پروردگار! جو تمام عالم کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ان گزے ہوئے
پہاڑوں کے پروردگار جنہیں آپ نے زمین کی نیچیں اور حقوق کی روزی کا سامان بنایا ہے اگر آپ ہمیں ہمارے
دشمنوں پر غالب فرمائیں تو ہمیں سرکشی اور بغاوت سے نجات ملے اور ہمیں حق پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اگر آپ
دشمنوں کو ہم پر غالب فرمائیں تو مجھے شہادت عطا فرما اور میرے ساتھیوں کو آزمائش سے محفوظ رکھ۔

راوی کہتے ہیں کہ چہار شنبہ کے روز بھی مقابلہ ہوا اور رات تک سخت ترین جنگ ہوتی رہی۔ صرف نماز کے اوقات میں نماز
کے لیے ہر دو لشکر جنگ سے ہٹ جاتے تھے اس روز بے پناہ لوگ مقتول ہوئے رات تک ایک دوسرے کو شکست دینے کی کوشش میں
مصروف رہے لیکن کسی کو بھی فتح حاصل نہ ہو سکی۔

جب دوسرا دن یعنی جمعرات کا روز ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نہایت اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز ختم
ہوئے ہی شامی لشکر آتا ہوا نظر آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب شامی لشکر آتے دیکھا تو وہ بھی اس طرف متوجہ ہوئے اور اپنا لشکر لے کر
لنگے اس روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ پر عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ اور میرہ پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ امیر تھے۔ عراق کے قراء
تین محضوں کے ساتھ تھے۔ حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت قیس ابن سعد اور عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ۔ بقیہ لوگ اپنے اپنے جھنڈوں کے
نیچے اپنے اپنے مرکوزوں پر موجود تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر کے قلب میں تھے جو اہل کوفہ و اہل بصرہ کے درمیان تھا اور ان کے ساتھ
اکثر و بیشتر مدینہ کے انصار تھے اور بنو خزاعہ کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد آپ کے ساتھ موجود تھی اسی طرح اہل مدینہ سے بنو کنانہ
و غیرہ بھی ساتھ میں موجود تھے۔

شامی لشکر کی موت پر بیعت:

پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کے مد مقابل ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑا قبضہ لگوا لیا جس پر پردے لٹکے ہوئے تھے اس
روز اہل شام کے ایک بڑے گروہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے موت پر بیعت کی انہوں نے دمشق کے سواروں کو حکم دیا کہ تمام لشکر کے
چاروں طرف پھیل جائیں۔

اس روز عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ اپنے سینہ کو لے کر لنگے اور حضرت حبیب ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا جو شامی میرہ کے سالار
تھے یہ حملہ اتنا سخت تھا کہ عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ شامی میرہ کو دبا تے چلے گئے۔ شامی سوار جو بھی مد مقابل ہوئے تھے انہیں پیچھے ہٹنے
پر مجبور کر دیتے تھے وہ شامی میرہ کو برابر پیچھے ہٹاتے چلے آئے حتیٰ کہ ظہر کے وقت میرہ پیچھے ہٹتے ہٹتے اس قدر تک پہنچ گیا۔
عبداللہ ابن بدیل رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ابو بخت نامک ابن امین کے ذریعہ زید ابن وہب الجعفی کا یہ بیان نقل کرتا ہے کہ اس روز عبداللہ ابن بدیل نے اپنے لشکر کے

سامنے خطہ دہا فرمایا

”خبردار! معذریہ جو میں نے اس شے کا دعویٰ کیا ہے جس کا وہ اہل نہیں اور خلافت کے معاملہ میں اس شخص سے اختلاف کیا جس کا آج دنیا میں ثانی موجود نہیں۔ حق کو مٹانے کے لیے باطل کی حمایت میں جنگ کی تم پر اعراب اور لشکروں کو چڑھایا اور لوگوں کے سامنے گمراہی پر مبلغ کر کے پیش کیا۔ لوگوں کے دلوں میں فتنوں کا بیج بویا اور لوگوں پر اصل معاملے کو غلط منظر کر دیا اس طرح ان کی ناپاکی میں مزید ناپاکی کا اضافہ کیا۔ تم اپنے پروردگار کی جانب سے نور ایمان پر قائم ہو اور تمہارے پاس حقانیت کے واضح دلائل موجود ہیں ان سرکشوں اور باغیوں سے جنگ کرو ان سے قطعاً کسی قسم کا خوف نہ کرو اور تمہیں ان سے ڈرنا بھی نہیں چاہیے۔ کیونکہ تمہارے پاس اللہ عزوجل کی پاک اور اختلاف سے پاک کتاب موجود ہے:

﴿اتَّخِذُوا نَهْمًا لِّمَنْ لَّمْ يَأْتِ الْإِسْلَامَ مِنْ قَبْلِهِمْ لِيُجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِيُخْرِجَهُمْ مِنْ دِينِهِمْ وَلِيُنْصَرِّحُوا لَهُمْ خِلَافَتَهُمْ وَيُخْلِفُوا فِيهِمُ الْيُحْيٰى وَيُخْلِفُوا فِيهِمُ الْيُحْيٰى﴾

”کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ اور اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے اگر تم مومن ہو۔ ان سے قتال کرو اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گا۔ انہیں رسوا کرے گا اور ان کے مقابلہ پر تمہاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے دل مضبوط کرے گا۔“

ہم نے ان لوگوں کے ساتھ ایک بار تو رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ کی تھی اور یہ ان سے ہماری دوسری جنگ ہے خدا کی قسم! وہ اس معاملے میں تم سے زیادہ متقی زیادہ نیک اور زیادہ ہدایت یافتہ نہیں ہیں اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں برکت دے۔

اس کے بعد عبداللہ بن بدیلؓ جو شیخہ اور ان کے ساتھیوں نے زبردست جنگ کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

ابو حنیفہ نے عبدالرحمن ابن ابی عمرۃ الانصاری کے ذریعہ ان کے والد ابو عمرہ اور ان کے غلام کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے صحیفین کے روز یہ خطبہ دیا:

”اللہ عزوجل نے تمہیں وہ تجارت بتا دی ہے جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے اور تمہارے ذریعہ خیر کو ترقی دے وہ تجارت اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ہے۔ اور اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ اور اس کا اجر یہ ہے کہ اس سے گناہ معاف ہوتے اور جنت میں پاکیزہ مکانات عطا کیے جاتے ہیں خدا نے تمہیں یہ بات بھی بتا دی کہ وہ ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو اس کی راہ میں ایسی صفیں بنا کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔ تم بھی سیسہ پلائی ہوئی بنیادوں کی طرح اپنی صفوں کو سیدھا کر لو۔ نیز وہ کو آگے کرو۔ دانتوں کو دبا لو۔ کیونکہ وہ کھوپڑیوں کو اتارنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ نیز وہ کے پھلوں کو تیز کر لو کیونکہ اس طرح وہ چلنے میں تیز ہو جاتے ہیں۔ لگا ہیں نیچی رکھو کیونکہ اس سے ہمت بندھتی ہے اور دلوں کو اطمینان رہتا ہے۔ آوازیں بند رکھو اور جھجھکنا نہ کرو۔ کیونکہ یہ چیز ہمت کو مٹانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے اور اس سے وقار قائم رہتا ہے۔ اپنے جھنڈوں کا خیال رکھو تو سب کے

سب جھنڈوں کی جانب مائل ہو اور نہ انہیں گرنے دو۔ اور بہادروں کے علاوہ کسی کے ہاتھ میں جھنڈا نہ دو۔ کیونکہ حقائق کے نزول کے وقت شکست کو روکنے والے اور مہر کرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو جھنڈوں کی حفاظت کرتے اور ان کے ارد گرد رہتے ہیں جھنڈوں کو بچاتے ہیں اور اس کے آگے اور پیچھے سے ہونے والے حملوں کو روکتے ہیں اور اسے گرنے نہیں دیتے۔ وہ شخص بہت ہی بہتر ہے جس نے اس کے ارد گرد جنگ کی ہوائی تم پر رحمت نازل کرے۔ اپنی جان قربان کرو اپنے ساتھی کو کسی دوسرے بھائی کے بھروسہ پر نہ چھوڑو کیونکہ یہ پشیمانی اور سستی کا سبب ہے اور ایسا کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ شخص دو شخصوں سے مقابلہ کر رہا ہے اور ساتھ ہی اپنے بھائی کا ہاتھ تھامے ہے کیا اس کی حفاظت ایسے بھائی کے سپرد کرنا چاہیے جو میدان سے بھاگ رہا ہو یا اس کی جانب کھڑا دیکھتا ہو کہ یہ کیا کرتا ہے تو اللہ عزوجل ایسے شخص سے ناراض ہوتا ہے تم اللہ کی ناراضگی کو مول لو کیونکہ تمہیں اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ اللہ عزوجل نے ایک شخص کو قول نقل کیا ہے جو اس نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذَا لَا تُمْتَمُونَ إِلَّا قَلِيلًا﴾

”اگر تم موت اور قتل سے بھاگو گے تو تمہارا یہ فرار تمہیں ہرگز کچھ فائدہ نہ پہنچائے گا اور اس وقت تم صرف معمولی سا فائدہ حاصل کر سکتے ہو۔“

خدا کی قسم! اس فوری تلوار سے بچ بھی گئے تو آخرت کی تلوار سے ہرگز محفوظ نہ رہو گے صداقت و مہر کے ذریعہ مدد طلب کرو (یعنی صداقت و مہر کو کامیابی کا وسیلہ بناؤ) کیونکہ مہر کے بعد ہی اللہ تعالیٰ امداد نازل فرماتا ہے۔“

یزید ابن قیس ارجی کا خطبہ:

ابو خلف نے ابوروق الہمدانی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ یزید ابن قیس ارجی نے لوگوں کو جنگ پر ابھارا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”خالص و محفوظ مسلمان وہ ہے جس کا دین اور جس کی رائے محفوظ ہو۔ خدا کی قسم! یہ قوم جب تک ہم سے اقامت دین پر جنگ کرتی رہے گی تو ہمارا خیال ہے کہ ہم اسے جاہ کر دیں گے جب تک یہ احیاء حق کے معاملہ میں ہم سے جنگ کرتی رہے گی تو ہم اسے موت کے گھاٹ اتارتے رہیں گے اور اگر یہ قوم ہم سے اس دنیا کی خاطر لڑ رہی ہے تاکہ یہ دنیا کے جاہر بادشاہ بن جائیں تو خواہ یہ تم پر غالب آجائیں لیکن میرا گمان ہے کہ اللہ انہیں غالب نہ فرمائے گا۔ اور نہ انہیں یہ خوشی حاصل ہوگی۔ تم سعید ابن العاص و لید ابن عقبہ اور عبداللہ ابن عامر رضی اللہ عنہم جیسے جاہل و گمراہ کا خاص طور پر خیال رکھنا ان میں سے ہر شخص اپنی مجلس میں اپنے اور اپنے باپ دادا کی دیت کا ذکر کر کے کہتا ہے۔ یہ میرا حصہ ہے اور اس سے لینے میں مجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ گویا کہ یہ مال اسے ماں باپ کی جانب سے میراث میں ملا ہے حالانکہ یہ اللہ عزوجل کا مال ہے جو اللہ نے ہمیں ہماری تلواروں اور نیزوں کے ذریعہ عطا کیا ہے۔ اے اللہ کے بندو! ان ظالموں سے جنگ کرو جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو چھوڑ کر اپنی رائے سے فیصلہ کرتے ہیں اور ان سے جہاد کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرو کیونکہ اگر تم پر غالب آگئے تو یہ تمہارے دین اور دنیا دونوں کو خراب کر دیں گے وہ یہ لوگ ہیں

جنہیں تم خوب جانتے اور جن کے حالات سے خوب واقف ہو۔ خدا کی قسم! جس دن یہ حکومت پر قابض ہو جائیں گے تو سوائے شر کے اور کچھ نہ ہوگا۔

لشکر علی رضی اللہ عنہ کی پسیائی:

اس روز عبداللہ ابن بدیل جو رضی اللہ عنہ نے اپنے مینہ کے ساتھ شامیوں پر بہت سخت حملہ کیا اور اتنی سخت جنگ کی کہ شامی لشکر پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا حتیٰ کہ وہ پیچھے ہٹتا ہوا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خیمے تک پہنچ گیا جب یہ صورت حال پیدا ہوئی تو وہ لوگ جنہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے موت پر بیعت کی تھی وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے خیمے کی جانب دوڑے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ ابن بدیل جو رضی اللہ عنہ کے مینہ کو چھید ڈالو اور حبیب ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنے میسرہ کو کسنا ہلو۔ حبیب جو رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو لے کر جو ان کے ساتھ تھے علی رضی اللہ عنہ کے مینہ پر سخت ترین حملہ کیا اور انہیں شکست دی عراقی فوج مینہ چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی حتیٰ کہ عبداللہ ابن بدیل جو رضی اللہ عنہ کے پاس صرف دو تیس سو افراد باقی رہ گئے اور یہ اکثر قراء تھے جنہوں نے ایک دوسرے سے اپنی پشت مار رکھی تھی بقیہ لوگ بے تھا شا بھاگے جا رہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سہل ابن حنیف رضی اللہ عنہ کو حملہ کا حکم دیا۔ ان کے ساتھ اہل مدینہ تھے وہ اپنا دستہ لے کر آئے بڑے لیکن شامی لشکروں نے انہیں گھیر لیا اور سخت حملہ کر کے انہیں بھی پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ حتیٰ کہ یہ لوگ بھی بھاگ کر مینہ والوں کے ساتھ شامل ہو گئے اور مینہ کے قریب قلب لشکر میں جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے تھے اہل یمن موجود تھے جب مینہ اور سہل جو رضی اللہ عنہ کا دستہ بھاگ کھڑا ہوا تو یہ شکست حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجبوراً قلب چھوڑنا پڑا اور وہ قلب چھوڑ کر میسرہ کی جانب چلے لیکن میسرہ جو قبیلہ معز پر مشتمل تھا وہ بھی بھاگ کھڑا ہوا اور صرف قبیلہ ربیعہ ثابت قدم رہا۔

کیسان موالی علی رضی اللہ عنہ کا قتل:

ابوحنیف نے مالک ابن اعین النجفی کے ذریعہ زید ابن وہب النجفی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب میسرہ کی جانب بڑھے تو آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے اور صرف قبیلہ ربیعہ تھا آپ کی گردن اور موٹھوں پر سے تیر گزر رہے تھے آپ کے لڑکے اپنی اپنی جانیں بچا رہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ فعل ناگوار خاطر گزرا وہ آگے بڑھ بڑھ کر شامیوں اور ربیعہ کے درمیان حائل ہو جاتے تھے جو بھی شامی آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تو اس کے سامنے سے اس پر حملہ آور ہوتے یا اس پر پس پشت سے حملہ کرتے۔ اسے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو احقر نظر آیا یہ شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ یا عثمان رضی اللہ عنہ یا کسی اور موالی کا غلام تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر فرمایا پروردگار کعبہ کی قسم! اگر میں اسے قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کر دے۔ یہ فرما کر اس کی جانب بڑھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غلام کیسان اس کے سامنے پہلے پہنچ گیا۔ دونوں میں دو دو ہاتھ چلے اور اس اموی غلام نے کیسان کو قتل کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے لٹکا کر اڑھ بڑھ کر اس کی زردہ کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا اور اسے اپنی جانب کھینچا پھر اسے اپنے سر سے اوپر اٹھایا میں اس کے پیچھے لگا رہا تھا جو علی رضی اللہ عنہ کی گردن پر لگ رہے تھے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے اسے زمین پر دے مارا جس سے اس کا مونہ ہا اور دونوں بازو ٹوٹ گئے یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حسین رضی اللہ عنہ اور محمد نے اس پر حملہ کیا اور اپنی تلواروں سے اسے ختم کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تھے اور یہ دونوں صاحبزادے اس کے ٹھوکریں مار رہے تھے جب وہ ختم ہو گیا تو یہ دونوں پاپ کے پاس لوٹ آئے۔

حضرت حسن بن علیؑ کا جنگ سے گریز:

اس دوران میں حضرت حسن بن علیؑ اپنی جگہ کھڑے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اے میرے بیٹے! تم نے وہ کام کیوں نہ کیا جو تمہارے دوسرے بھائیوں نے کیا تھا یعنی تم کیوں اس کے قتل میں شریک نہیں ہوئے؟ حضرت حسن بن علیؑ نے فرمایا اے امیر المومنین میرے لیے ان دونوں کا قتل کرنا ہی کافی تھا اتنے میں شامی لشکر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ اس لشکر کی طرف بڑھے۔ حضرت حسن بن علیؑ نے ان سے فرمایا اے امیر المومنین میں اس آپ کا حرج کیا ہے کہ آپ کوشش کر کے اپنے ساتھیوں تک پہنچ جائیں جو آپ کے دشمن کے مقابلہ پر تھے ہوئے ہیں (یعنی چند افراد کے ساتھ اس لشکر کا مقابلہ کرنے سے دوسری جانب چلے جانا بہتر ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بیٹے! آج کا دن تیرے باپ کا دن ہے۔ یہ لوگ تیرے باپ کی جانب تیرے باپ سے زیادہ تیزی سے نہیں بڑھ سکتے اور نہ تیرے باپ کی طرح جلدی دکھا سکتے ہیں خدا کی قسم! تیرے باپ کو ہرگز بھی اس کی پروا نہیں ہے کہ وہ موت پر گرتا ہے یا موت اس پر گرتی ہے (یعنی وہ خود موت کی جانب بڑھے یا موت اس کی جانب بڑھے)

اشتر غنمی کا بھگڑوں کو لٹکانا:

ابوحنیفہ نے فضیل ابن عذق الکندی کے ذریعہ اشتر غنمی کے غلام کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب عراقی سینہ کو شکست ہو گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میرہ کی جانب بڑھے تو سامنے سے اشتر کا گزر ہوا جو گھبراہٹ میں سینہ کی جانب بڑھ رہا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے آواز دی اے مالک! اس نے عرض کیا ابھی حاضر ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان بھگڑوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کیا تم اس موت سے جسے تم بٹا نہیں سکتے بھاگ کر اس زندگی کی جانب جا رہے ہو جو ہمیشہ تمہارے لیے باقی رہنے والی نہیں۔ اشتر آگے بڑھا اور شکست خوردہ لوگوں کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے تم تک یہ کلمات پہنچانے کے لیے بھیجا ہے۔ اور اس کے بعد جمع کر کہا اے لوگو! میرے پاس آؤ میں مالک ابن الحارث ہوں۔ میں مالک ابن الحارث ہوں۔ پھر اسے خیال آیا کہ لوگ تو مجھے اشتر کے نام سے پہچانتے ہیں اور مالک نام سے میری شہرت نہیں۔ اس نے پھر آواز دی: اے لوگو! میرے پاس آؤ۔ اشتر ہوں بھگڑوں کی ایک جماعت تو اس کے پاس چلی آگئی اور دوسری جماعت اس کے سامنے سے بھاگتی ہوئی گزر گئی۔ اس نے پھر آواز دی۔ آج تم نے اپنے آباء و اجداد کو رسوا کر دیا آج تم نے کتنی بڑی جنگ کی میرے پاس ندج کو بھیج دو۔ بنو ندج اس کے پاس آگئے اس نے ان سے کہا:

”آج تم نے نہ تو سخت چکر کو توڑا۔ نہ تم نے اپنے پروردگار کو راضی کیا اور نہ تم نے اپنے دشمن کے معاملہ میں اپنے پروردگار کے حکم کو ٹوڑ رکھا۔ اور یہ کیسے ہوا حالانکہ تم تو ان لوگوں کی اولاد ہو جو انتہائی جنگ جواں درجہ کے غارت گرد علی الصبح حملہ کرنے والے مسلح شہسوار اور اپنے ہم عصروں میں شجاعت میں ممتاز تھے اور ندج تو وہ طعنہ باز ہیں کہ جن کے بدلہ سے بچنا ممکن نہیں۔ جن کا خون رائیگاں نہیں جاسکتا اور کسی مقام پر وہ پسپا ہوتے نہیں دیکھے گئے۔ تم اپنے شہر والوں کی دھارس ہو اور اپنی قوم میں سب سے زیادہ تعداد کے مالک ہو۔ تم آج کے دن جو بھی کرو گے وہ بعد میں ہمیشہ باقی رہے گا اس لیے ہمیشہ کے لیے اپنے اوپر بدنامی کا ٹیکہ لگانے سے بچو اور دشمن سے اپنے مقابلہ کو بچا کر دکھو“

یقیناً اللہ سچے لوگوں کے ساتھ ہے۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں مالک کی جان ہے ان لوگوں یعنی شامیوں میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو محمد ﷺ کے مقابلے میں ایک گھمڑے پر کے برابر بھی ہو۔ تم نے آج کے روز اچھی جنگ کی ہے اب تم میرے سامنے جنگ کرو تا وقتیکہ میرا پیرہ خون سے رنگین نہ ہو جائے۔ تم اس بڑی جماعت کا ساتھ دو کیونکہ اللہ عزوجل ان لوگوں کو جو کسی شخص کے پہلو میں ہوتے ہیں اسی شخص کے ساتھ اٹھاتے ہیں جیسے بعد میں آنے والا سیلاب آگے والے سیلاب کے تابع ہوتا ہے۔“

علم برداروں کا قتل عام:

ان لوگوں نے جواب دیا جہاں تمہارا دل چاہے لے چلو۔ مینہ میں جو لوگ شامل تھے ان میں سے اکثر لوگ اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ یہ انہیں لے کر آگے بڑھا اور شامی فوجوں کو روکا، ہمدانی جو ان آگے بڑھ کر حملہ کر رہے تھے حتیٰ کہ انہوں نے شامی فوجوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور ان لوگوں نے مینہ میں انتہائی ثابت قدمی دکھائی حتیٰ کہ ان میں سے ایک سوا سی اشخاص موت کے گھاٹ اتر گئے جن میں گیارہ سردار تھے ان سرداروں میں سے جب کوئی سردار قتل ہوتا تو دوسرا سردار جھنڈا اٹھالیا لیتا سب سے اول کریم ابن شریح قتل ہوا۔ پھر شریح ابن شریح اس کے بعد مرید ابن شریح، ہبیرہ ابن شریح، یم بن شریح اور میر ابن شریح ایک دوسرے کے بعد قتل ہوئے۔ یہ سب چھ کے چھ بھائی قتل ہوئے ان کے بعد سفیان ابن زید نے جھنڈا اٹھالیا۔ پھر عدی ابن زید نے پھر کریم ابن زید نے یہ تینوں بھائی بھی مقتول ہوئے ان کے بعد عیمر ابن بشیر نے جھنڈا اٹھالیا۔ پھر حارث ابن بشیر نے اور یہ دونوں بھی مقتول ہوئے۔

مینہ کی واپسی:

پھر قلوں کے بھائی دھب ابن کریم نے جھنڈا اٹھا اور آگے بڑھنے کا ارادہ کیا، اس کی قوم میں سے ایک شخص نے کہا۔ اللہ تجھ پر رحم کرے یہ جھنڈا لے کر واپس چل تیری قوم کے شرفاء اس جھنڈے کے گرد ختم ہو چکے اب تو اپنے آپ کو اور باقی قوم کو ختم نہ کر یہ لوگ سب کے سب واپس لوٹے اور یہ کہتے تھے کاش! کچھ عرب کے لوگ ہوتے جو ہم سے موت پر حلف لیتے پھر ہم اور وہ لوگ آگے بڑھ کر مقابلہ کرتے یا تو ہم قتل ہو جاتے یا کامیاب ہو جاتے یہ لوگ یہ کہتے ہوئے اشتر کے پاس سے گزرے ان سے اشتر نے کہا اس قسم کا حلف میں کرتا ہوں اور تم سے اس بات کا عہد لیتا ہوں کہ ہم ہرگز بھی پیچھے نہ ہٹیں گے تا وقتیکہ کامیاب نہ ہو جائیں یا سب قتل ہو جائیں۔ یہ لوگ اس کے پاس پہنچ گئے اور اس کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے۔ کعب ابن بھیل الغنصی نے اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

وَهَذَا زُرْقِي تَتَّبِعُنِي مِنْ تَحَالُفٍ

”ذیلی آنکھوں والے ہمدان یہ تلاش کر رہے تھے کہ کون ان سے حلف لے۔“

اشتر مینہ کی جانب بڑھے ان لوگوں میں سے جن میں عمرو بن لوی اور قاکا مادہ تھا اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ وہ جس دست کی طرف بڑھتے اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے اور جس جماعت کا بھی مقابلے کرتے اسے پیچھے ہٹا دیتے اسی طرح حملہ کرتے کرتے وہ

زیاد ابن النضر کے پاس سے گزرا جو مخالف کے لشکر پر حملہ کر رہا تھا اشتر نے سوال کیا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا یہ زیاد ابن النضر ہے۔

جب عبداللہ ابن بدیل، جہنم اور ان کے ساتھیوں کو میدان میں شکست ہوئی تو زیاد نے آگے بڑھ کر اہل مدینہ کا جھنڈا استہلال جس کی وجہ سے لوگ ٹھہر گئے زیاد اپنے قتل ہونے تک برابر لڑتے رہے جب وہ قتل ہو گئے تو چند اشخاص کے علاوہ جو نہ ہونے کے برابر تھے کوئی میدان میں نہ ٹھہرا۔ کچھ دیر بعد زیاد ابن قیس الارجمی دشمن پر حملہ کرتے ہوئے سامنے سے نظر آئے۔ اشتر نے سوال کیا یہ کون ہے لوگوں نے جواب دیا یہ زیاد ابن قیس ہیں جب زیاد ابن النضر قتل ہوئے تو انہوں نے اہل مدینہ کا جھنڈا استہلال کیا۔ یہ برابر جنگ میں مصروف رہے حتیٰ کہ یہ بھی موت کی نظر ہو گئے اشتر بولا لو یہ بھی گئے اور اللہ کی جانب سے صبر جمیل کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے یا شریف آدمی کے فضل کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے آدمی کو شرم آنی چاہیے کہ وہ قتل کیے یا قتل ہوئے بغیر میدان سے پیچھے نہ بٹھے۔ ابو بخت نے ابو جناب الحکمی کے ذریعہ حر بن الصباح الحکمی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ اشتر اس روز ایک گھوڑے پر سوار تھا اس کے ہاتھ میں ایک کمانی چادر تھی جب پسینہ آتا تو اس سے پسینہ پونچھ لیتا۔ ورنہ اسے لگتا ہوں کے سامنے رکھتا تا کہ شعاعوں سے محفوظ رہے پھر اپنی تلوار چلاتا اور یہ کہتا جاتا رہے

أَلْفَرَاتُ ثُمَّ مَنَحَلْنَا
”ہم پر اندھیاں آئیں لیکن وہ کھل گئیں“

اشتر کی شجاعت:

راوی کہتا ہے کہ اس حالت میں اشتر پر حادثہ ابن جہان کی نظر پڑی اس وقت اشتر سے ہر ایک لوہے میں چھپا ہوا تھا اس وجہ سے حادثہ اسے پہچان نہ سکا حادثہ اس کے قریب پہنچ کر کہنے لگا اللہ تعالیٰ تجھے آج کے دن امیر المؤمنین اور مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر دے۔ یہ جملہ کہنے پر اشتر نے اسے پہچان لیا اور کہنے لگا اے ابن جہان کیا تجھ جیسے لوگ بھی آج کے دن اس مقام سے پیچھے رہ سکتے ہیں جس مقام پر میں ہوں ابن جہان نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا اور فوراً اسے پہچان لیا کیونکہ اشتر تمام لوگوں میں سب سے زیادہ طویل القامت تھا اور اس کی داڑھی میں بال بہت کم تھے۔ حادثہ نے کہا میں تجھ پر قربان ہو جاؤں مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اس وقت تو اس جگہ کھڑا ہے خدا کی قسم! میں جب تک مردہ جاؤں اب تجھ سے دور نہ رہوں گا راوی کہتا ہے کہ اس حالت میں قیس الناعلیٰ کے بیٹے حمیر اور مہدی کی اشتر پر نظر پڑی مہدی نے حمیر سے کہا آج عرب میں اس کا کوئی ثانی موجود نہیں اور اس کا یہ قتل و قتال اس کی نیت پر موقوف ہے حمیر نے کہا نیت تو وہی ہے جس کے لیے جنگ کر رہا ہے مہدی نے کہا مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ جنگ حکومت و سلطنت سے تبدیل نہ ہو جائے۔

اشتر کا خطبہ:

ابو بخت نے فضیل ابن عذیح کے ذریعہ مثنوی اشتر کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ اشتر کے پاس جب بھی میدان کے شکست خوردہ لوگوں میں سے کچھ لوگ جمع ہوتے تو وہ انہیں جنگ پر ابھارتا اور کہتا:

”اپنے راتوں اور کلیوں کو دباؤ اور اپنی کھوپڑیوں سے دشمن کا استقبال کرو اور اس قوم کے مقابلہ میں شدید ترین

جاؤ جو اپنے باپ دادا اور بھائی بندوں کا بدلہ لینے آئی ہے تم ان دشمنوں کے گئے گھونٹ دو جنہوں نے موت کو اپنی جانوں کا وطن بنالیا ہے۔ کہ وہ میدان چھوڑنے میں سہقت نہ کریں اور دنیا میں ذلیل و خوار نہ ہوں خدا کی قسم! کسی قوم کے لیے کسی شے کو چھوڑ دینا اتنا برا نہیں جتنا کہ اپنے دین کو چھوڑنا ہے اور یہ قوم تم سے جو جنگ کر رہی ہے وہ تمہارے دین کی وجہ سے کر رہی ہے اور ان کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ یہ لوگ سنت کو ختم کر کے بدعات ایجاد کریں اور جس گمراہی سے اللہ عزوجل نے تمہیں نہایت عمدہ طریقہ سے نکالا ہے اس میں تمہیں یہ دوبارہ جتنا کر دیں۔ اسے اللہ کے بندو! اپنا خون دینے پر خوشیاں مناؤ لیکن دین چھوڑنے پر خوش نہ ہو کیونکہ تمہیں اس کا اللہ کے یہاں اجر ملے گا اور اللہ کے پاس نعمت والی چیزیں ہیں اور میدان جنگ سے فرار میں بے عزتی مال کا ضیاع موت و زندگی کی ذلت اور دنیا و آخرت کی رسوائی ہے۔“

عبداللہ ابن بدیل جوشہ کی شہادت:

اس کے بعد اشتر نے مخالفین پر حملہ کیا اور انہیں پیچھے ہٹا دیا حتیٰ کہ عصر کے بعد وہ دشمنوں کو پیچھے ہٹاتے ہٹاتے امیر معاویہ جوشہ کے لشکروں کی صفوں تک پہنچ گئے اور عبداللہ ابن بدیل جوشہ کی جانب بڑھے جو تین سواشخص کے ساتھ میدان میں تھے ہوئے تھے یہ لوگ زمین پر جھک گئے تھے اور یہ محسوس ہوتا تھا گویا یہ مٹی کی ڈھیر ہیں اشتر نے ان کے چاروں جانب سے شامیوں کو پیچھے ہٹا دیا اور ان لوگوں نے دیکھا کہ ان کے ساتھی ان کے پاس پہنچ گئے تھے ان لوگوں نے سوال کیا امیر المومنین کا کیا حال ہے اشتر کے ساتھیوں نے جواب دیا وہ زندہ ہیں اور بخیر ہیں اور میرہ میں موجود ہیں لوگ ان کے آگے جنگ میں مصروف ہیں ابن بدیل جوشہ کے ساتھیوں نے یہ سن کر خدا کا شکر ادا کیا اور کہنے لگے ہمیں تو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ امیر المومنین بھی قتل ہو گئے اور تم لوگ بھی قتل ہو گئے۔

اس کے بعد عبداللہ ابن بدیل جوشہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا آگے بڑھو۔ اشتر نے آدی پہنچ کر انہیں آگے بڑھنے سے منع کیا اور کہلا کر بھیجا کہ اپنی جگہ قائم رہ کر جنگ کرو کیونکہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی بھلائی اسی میں ہے لیکن عبداللہ جوشہ نے اشتر کی اس بات کو قبول نہیں کیا اور اس جانب بڑھنے لگے جہاں معاویہ جوشہ تھے ابن بدیل جوشہ کے ساتھی ان کے چاروں جانب پہاڑ کی طرح ڈٹے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں تلواریں تھیں اور یہ اپنے ساتھیوں کے آگے آگے تھے جو فوج بھی ان کے مقابل ہوتا تھا اسے یہ قتل کر دیتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے سات افراد کو قتل کر دیا اور معاویہ جوشہ کے قریب پہنچ گئے یہ حالت دیکھ کر چاروں جانب سے لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں اور ان کے کچھ ساتھیوں کو گھیر لیا۔ یہ ان سے برابر جنگ کرتے رہے حتیٰ کہ خود بھی قتل ہو گئے اور ان کے ساتھیوں کی ایک جماعت بھی ختم ہو گئی اور کچھ لوگ ڈھکی اور پسپا ہو کر لوٹے۔

اشتر غصے نے ابن جہان کو ان لوگوں کو بچانے کے لیے بھیجا کیونکہ شامی انہیں گھیرنا چاہتے تھے ابن جہان نے شامیوں پر حملہ کر کے انہیں پیچھے ہٹا دیا اور یہ لوگ ان کے زخم سے نکل کر اشتر کے پاس پہنچ گئے اشتر نے ان سے کہا میں نے تمہیں جو رائے دی تھی وہ تمہاری رائے سے بہتر نہ تھی کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ تم دیگر لوگوں کے ساتھ اپنی جگہ تھے رہو۔

ابن بدیل جوشہ کے حق میں معاویہ جوشہ کی رائے:

جب امیر معاویہ جوشہ نے ابن بدیل جوشہ کو برابر آگے بڑھتے دیکھا تو کہنے لگے کیا تم اس قوم کے مینڈھے کو نہیں دیکھتے

جب عبداللہ ابن جریجہ قتل ہو گئے تو انہوں نے کچھ لوگوں سے کہا جا کر دیکھو یہ کون شخص تھا۔ لیکن ان میں سے انہیں کوئی نہ پہچان سکا۔ امیر معاویہ نے حضرت خودائے اوران کی لاش پر کھڑے ہو گئے وہ دیکھ کر کہنے لگے یہ عبداللہ ابن جریجہ ہیں خدا کی قسم! بنو خزاعہ کی عورتیں ہم سے مردوں کی فضیلت کے بارے میں جھگڑیں تو وہ فی الواقع یہ حق رکھتی ہیں۔ انہیں سیدہ حاکر اور ادراجی طرح سیدہ حاکر واداعتہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

ترجمہ: ”وہ خوب جنگ کرنے والا ہے اگرچہ جنگ اس کے گلے کے گلے کر ڈالے اور اگرچہ لڑائی اس کے لیے اپنے دامن اچھی طرح ہے۔“

یہ شعر حاتم خاکی کا ہے:

لشکر معاویہ کی ہتھیاری کی پستی:

یہ دیکھ کر اشتر معاویہ، جلائر کی جانب بڑھا اور معاویہ، جلائر بھی قبیلہ عک اور اشتر کی جماعت کو لے کر متبلہ پر آئے۔ اشتر نے قبیلہ مدح سے کہا ہمارے لیے عک کافی ہے اور یہ کہہ کر اشتر ہدانیوں میں کھڑا ہو گیا اور کندہ سے بولا ہمارے لیے اشتر عین کافی ہیں۔ ان قبائل میں باہم بہت سخت جنگ ہوئی اور اشتر گھڑی گھڑی صاف سے باہر آ کر اپنی قوم سے کہتا ہے لوگ عک ہیں ان پر سختی سے حملہ کرو اشتر کے ساتھی گھنٹوں برساہارا لگا کر جنگ کرتے اور یہ جڑ پڑھتے۔

بَاوِيْلُ أَمْ مَذْحِجُ مَنْ عَكَ مَايِيكَ أَمْ مَذْحِجُ نَكِي

ترجمہ: ”اے ام نذج تجھ پر تک کی وجہ سے انوس ہو کہ تیرے پاس نذج کی ماں روتی رلاتی ہوئی آئی۔“

ان لوگوں نے شام تک جنگ کی بھر اشر نے قبیلہ ہمدان اور کچھ اور لوگوں کو ساتھ لے کر شامیوں پر حملہ کیا اور انہیں جلد سے ہٹا دیا حتیٰ کہ انہیں پیچھے دھکیلتے دھکیلتے اس مقام تک پہنچ گئے جہاں پانچ صفیں معاویہ بنی ہاشم کے گرد اپنے آپ کو گھومتی تھیں۔ ہمدان نے پھر اپنی کمان سے حملہ کیا حتیٰ کہ چار صفوں کو الٹ پلٹ کر پھینک دیا اور یہ چاروں صفیں خود کو گھومتی تھیں۔ پھر یہ لوگ پانچویں صف پر حملہ آور ہوئے جو امیر معاویہ بنی ہاشم کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھے جب یہ لوگ معاویہ بنی ہاشم کے قریب پہنچے تو معاویہ بنی ہاشم نے گھوڑا اطلب کیا اور کہنے لگا: اراود میرا بھی بن گیا کہ جیسے اور لوگ پیچھے ہٹ گئے ہیں اسی طرح میں بھی پیچھے ہٹ جاؤں لیکن مجھے ابن اہناہ کے بیٹے کے اشعار یاد آ گئے: یہ ایک انسانی جاہلی شاعر تھا اس کی ماں اہناہ بنی ہاشم کی ایک عورت تھی۔ یہ کہتا ہے۔

أَنْتَ لِيْ عَفْوِيْ وَحَيَاةُ نَفْسِيْ . وَأَقْدَامِيْ عَلَى الْبَطْلِ الْمَشِيْح

”اور کمروہات کے وقت میرے مال کی عطا اور زیادہ قیمت کے ساتھ حاصل کرنے سے مجھے باز رکھو۔“

وَإِعْطَانِي عَلَى الْمَكْرُوهِ مَالِي وَأَعِزِّي الْحَمْدُ بِالثَّمَنِ الرِّبْحِ

نتیجہ: اور کمزوریات کے وقت میرے مال کی عطا اور زیادہ قیمت کے ساتھ حاصل کرنے سے مجھے باز رکھا۔

فَقَالُوا كُلُّمَا جِئْتُمُوهُنَّ لَدُنَّ جَارِكُمْ أَجَلٌ لَكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ فَاصْبِرُوا ۚ

بڑھتا ہوا: اب میرا قول تو یہی ہے کہ میں یہ سب کچھ اپنی مدافعت کے لیے کروں گا خواہ اس کے بعد لوگ حمد کریں یا دنیا سے چھٹکارا مل جائے۔“

شاعر کے ان اشعار نے مجھے بھانپ گئے سے باز رکھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ابو جحیف نے مالک ابن امین النخعی کے ذریعہ زید ابن وہب کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ ان کا سینہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور دوبارہ میدان جنگ میں پہنچ گیا اور انہوں نے دشمن کو جوان پر چھائے ہوئے تھے پیچھے ہٹا دیا اور انہیں ان کے مرکز اور مورچوں تک دباتے چلے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”میں نے تمہارے پیچھے بننے اور اپنی صفوں کو چھوڑنے کو دیکھا جب تمہیں یہ سرکش اور نافرمان شامی اعراب گھیر رہے تھے۔ تم عرب کے شہسوار اور اس کی سب سے بڑی کو بان ہو اور تم تمام رات تلاوت کلام اللہ میں جاگ کر گزاردیتے ہو۔ تم حق کے مدعی ہو حالانکہ خطا کاروں نے حق کو چھوڑ دیا ہے۔ اگر تمہاری پہپائی کے بعد تمہارے لیے آگے بڑھنا نہ ہوتا اور ایک دفعہ گھر جانے کے بعد دوبارہ دشمن پر حملہ آور نہ ہوتے تو تم بھی اسی شے کے مستحق ہوتے جس کا مستحق میدان جنگ سے بھاگنے والا ہے اور تمہارا شمار بھی ہلاک ہونے والوں میں ہوتا لیکن اب میرا غم بڑھ گیا اور میرے دل کو جو پریشانی لاحق تھی وہ کم ہو گئی کیونکہ میں نے جب تمہیں دیکھا کہ تم دوبارہ لوٹ کر دشمن کو اسی طرح گھیر رہے ہو جیسے انہوں نے تمہیں گھیرا تھا اور تم نے انہیں ان کے مورچوں سے اسی طرح پیچھے ہٹا دیا جس طرح انہوں نے تمہیں ہٹا تھا۔ تم انہیں اپنی تلواروں سے کاٹ رہے تھے اور دشمن کی اگلی صفیں پچھلی صفوں پر گری جا رہی تھیں۔ پیاسے اور بے ہمار اذخوں کی طرح۔ اب تم مبرکرو۔ تم پر سکون اور اطمینان نازل ہو گیا ہے اور اللہ عز و جل نے تمہیں یقین پر ثابت قدم رکھا تاکہ بھاگنے والا یہ جان لے کہ وہ اپنے خدا کی نافرمانی کر کے اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے۔ یاد رکھو بھانپ گئے میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی ہمیشہ کی ذلت و خواری اور اپنے ہاتھ سے نفیست کو کھوٹا اور اپنی زندگی جان بوجھ کر خراب کرنا ہے اور بھاگنے والے کی عمر میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور خدا تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہوتا ہے اور ان امور کے پیش آنے سے قتل بھی انسان کی موت برحق تھی تقدیر راضی بہ رضاء رہتا اور اس کا اقرار کرنا لازمی ہے۔“

ابوشداد کی پامردی:

ابو جحیف نے عبدالسلام ابن عبداللہ ابن جابر الاحسی کا یہ بیان روایت کیا ہے کہ جنگ صفین میں قبیلہ بجیلہ کا علم بنو احس ابن غوث ابن انمار کے پاس تھا اور اسے ابوشداد تھا ہے ہوئے تھے ان ابوشداد کا نام دسب قیس ابن مفلح ابن بلال ابن الحارث ابن عمرو ابن جابر ابن علی ابن اسلم ابن احس الثوث ہے۔ ان سے قبیلہ بجیلہ نے علم اٹھانے کی درخواست کی انہوں نے فرمایا اس کام کے لیے دوسرے لوگ مجھ سے بہتر ہیں۔ اہل قبیلہ نے عرض کیا ہم آپ کے علاوہ کسی کو اپنا امیر بنانا نہیں چاہتے ابوشداد نے فرمایا خدا کی قسم! اگر تم مجھے یہ جھنڈا دو گے تو میں اس وقت تک دم نہ لوں گا جب تک اس سونے کی چمچری والے کے پاس نہ پہنچ جاؤں۔ ان لوگوں نے عرض کیا آپ کا جو جی چاہے کیجیے ابوشداد نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور دشمن پر حملہ کیا اور صفوں کو چیرتے پھاڑتے چمچری

والے کے سر پر پہنچ گئے۔ اس چھتری بردار کے چاروں طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی ایک بڑی جماعت موجود تھی لوگ کہتے ہیں اس کا نام عبدالرحمن ابن خالد ابن الولید الخرومی بیٹہ تھا اس مقام پر نہایت سخت جنگ ہوئی ابوشداد نے آگے بڑھ کر اس چھاتہ بردار پر حملہ کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک رومی غلام ابوشداد کے مقابل ہو گیا اس نے ابوشداد کے پیروں پر تلوار کے وار کر کے ان کے پاؤں کاٹ دیئے اور ابوشداد کا وار بہت کاری رہا اور وہ رومی مقتول ہو کر گر گیا۔ اس کے قتل ہوتے ہی لاقعدانیزوں کی سنانیں ان کی جانب بڑھیں اور یہ قتل ہو کر گرے۔

روسائے بخیلہ کا قتل عام:

ان کے قتل ہونے کے بعد عبداللہ ابن قلع الاحصی نے علم ہاتھ میں لیا وہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔
لَا يُبِيدُ اللَّهُ أَبَشَادًا حَيْثُ أَخَابَ دَعْوَتَ الْمُنَادِي
”اے خدا ابوشداد کو اپنی رحمت سے محروم نہ کرے کیونکہ انہوں نے منادی کو پکار کر قبول کیا۔“

وَسَدَّ بِالسُّيْفِ عَلَى الْأَعَادِي بِعَمِّ الْفَنَى حَمَانُ لَدَى الطَّرَادِ
وَفِي طَعَانِ الرَّحْبِ وَالْخَلَادِ

”جنت بختیہ: اور دشمنوں پر تلوار سے بہت سخت حملہ کیا اور وہ جنگ کے وقت اچھے جوان تھے۔ اور پیہلوں اور سواروں کی نیزہ بازی کے وقت اچھے جوان تھے۔“

عبداللہ ابن قلع نے بھی اپنی شجاعت کے خوب جوہر دکھائے حتیٰ کہ یہ بھی ختم ہو گئے ان کے بعد عقیف ابن ایاس نے جھنڈا سنبھالا اس روز جنگ ختم ہونے تک یہ جھنڈا انہی کے پاس رہا یہی جنگ میں حازم ابی حازم الاحصی بھی قتل ہوئے جو قیس ابن ابی حازم کے بھائی تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پوشیدہ طور پر ذہن کیا گیا تھا:

اسی روز فہم ابن صہیب ابن العلیہ انجلی بھی مارا گیا تھا۔ جب یہ مقتول ہوا تو اس کا چچا زاد بھائی جس کا نام فہم ابن الحارث ابن العلیہ انجلی تھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور یہ ان کے حامیوں میں داخل تھا۔ اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا یہ مقتول میرا چچا زاد بھائی ہے آپ اس کی لاش مجھے دے دیجیے تاکہ میں اسے دفن کروں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے دفن کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اس کا ہرگز اہل نہیں خدا کی قسم ہم لوگ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اعلانِ دفن کرنے پر قادر نہ تھے۔ ہم نے انہیں مخفی طور پر دفن کیا (یعنی یہ شخص عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل نہ تھا) فہم نے کہا یا تو آپ مجھے اس کے دفن کرنے کی اجازت دے دیں ورنہ میں آپ کا ساتھ چھوڑ کر آپ کے دشمنوں کے ساتھ مل جاؤں گا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو عرب کے رؤساء کو نہیں دیکھتا کہ وہ اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا ہیں اور تجھے اپنے چچا زاد بھائی کے دفن کرنے کی فکر لاحق ہے۔ تیرا دل چاہے اسے دفن کر دے یا اسی طرح چھوڑ دے۔ فہم نے اپنے بھائی کو دفن کر دیا۔

ازدویوں کا اختلاف:

ابوحنفہ نے حارث ابن حمیرہ الازدی کا یہ بیان نقل کیا ہے اور یہ حارث قبیلہ ازد کی شانِ نر سے تعلق رکھتا تھا یہ بتا ہے کہ

جب خُتف ابن سلیم ازادی کو ازادیوں کی امداد کی دعوت دی گئی تو اس نے اولاً اللہ کی حمد و ثناء کی اور اس کے بعد اپنے اہل قبیلہ سے کہا کہ ”سب سے بڑی غلطی اور سب سے بڑی معصیت یہ ہے کہ ہمیں اپنی قوم کے مقابلے کی دعوت دی جا رہی ہے اور خود ہماری قوم کو ہمارے خلاف کھڑا کیا جا رہا ہے۔ خدا کی قسم! یہ لوگ ہمارے ہاتھ پر کیا ہم اپنے ہاتھوں کو خود اپنے ہاتھوں سے کاٹیں۔ یہ لوگ ہمارے پر ہیں کیا ہم اپنے پر اپنی کھواروں سے ٹوٹی ڈالیں اگر ہم اپنی قوم سے محبت نہ کریں اور اپنے بھائیوں کو نصیحت نہ کریں تو ہم سے زیادہ احسان فراموش کوئی نہیں اگر ہم انہیں نصیحت کرتے ہیں تو اس میں ہماری عزت اور فائدہ ہے اور اس طرح ہم آگ کو بجھا سکیں گے جو ہمارے درمیان بھڑک چکی ہے۔“

اس پر جناب ابن زبیر نے اسے جواب دیا:

”خدا کی قسم! اگر ہم ان لوگوں کے باپ ہوتے اور یہ لوگ ہماری اولاد ہوتے یا یہ ہمارے باپ ہوتے اور ہم ان کی اولاد ہوتے اور اس کے بعد یہ لوگ ہماری جماعت سے نکل جاتے اور ہمارے امام پر اعتراض کرتے تو اس وقت ہمارے اہل ملت اور اہل ذمہ پر یہ لوگ زبردستی حاکم ہوتے اور خود ہم ایک رائے پر کیوں نہ متفق ہوتے لیکن یہ ہمیں اس وقت تک ہرگز نہ چھوڑتے جب تک ہم ان کی رائے کو قبول نہ کر لیتے یا یہ لوگ ہماری دعوت قبول کر لیتے یا تیسری صورت یہ ہوتی کہ ہمارے اور ان کے بے شمار لوگ مقتول ہوتے۔“

خُتف ابن سلیم کا فیصلہ:

خُتف نے جناب سے کہا اور یہ خُتف ابن سلیم جناب کا خالہ زاد بھائی تھا:

”اللہ خیر فی نیت اچھی کرے میں تو کسی ایسے چھوٹے اور بڑے سے واقف نہیں جو برائی میں مبتلا نہ ہو خدا کی قسم! ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کس جماعت کا ساتھ دیں اور کس جماعت کو چھوڑیں اور ہم نے زمانہ جاہلیت میں دوسروں کی خانہ جنگیوں میں حصہ نہیں لیا اور ہم اسلام لانے کے بعد بھی اس میں حصہ نہیں لے سکتے۔ ہاں تو نے ضرور ایک سخت اور تکلیف دہ کام کو اختیار کیا ہے۔ اے اللہ! ہمیں بلاؤں سے زیادہ عافیت محبوب ہے اب جس شے کا تجھ سے جو شخص طالب ہو اسے وہ عطا کر۔“

اس پر ابو بکرؓ کا ابن عوفؓ نے کہا:

”اے اللہ! ہمارے لیے اس شے کا فیصلہ فرمادیجیے جو آپ کو زیادہ پسند ہو اسے قوم والو! تم یہ دیکھ رہے ہو کہ لوگ کیا کر رہے ہیں اور ہمارے لیے وہی طریقہ بہتر ہے کہ جس پر جماعت عمل پیرا ہو۔ اگر واقعتاً ہم حق پر ہیں اور اگر یہ مخالفین سچے ہیں تب بھی ان کا طریقہ کار برا ہے خواہ اس کا ضرر زندگی میں ہو یا موت میں۔“

جناب اور اس کے خاندان کی جان نثاری:

جناب ابن زبیر مقابلے کے لیے نکلا اور شامیوں کے ساتھ جواز دی شامل تھے ان کے سردار کو مقابلہ کی دعوت دی اس شامی سردار نے اسے قتل کر دیا اور جناب کی جماعت میں سے جلیل اور سعد بھی قتل ہوئے یہ دونوں عبداللہ ثلثی کے بیٹے تھے اور خُتف کے ساتھیوں میں سے عبداللہ ابن ناجدؓ خالد ابن ناجدؓ عمر ابن عوفؓ عامر ابن عوفؓ عبداللہ ابن الحجاجؓ جناب ابن زبیرؓ اور ابو نضیبؓ

ابن عوف ابن الحارث قتل ہوئے۔ عبداللہ ابن ابوالحسنین الازدی ان قراء کے ساتھ شامل تھے جو عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے وہ بھی مقتل ہوئے۔

عقبتہ ابن حدید النمری اور اس کے بھائیوں کا قتل:

ابوحنیفہ نے حارث ابن حصیرہ کے ذریعہ نمر کے بزرگوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عقبہ ابن حدید النمری نے صفین کی جنگ میں لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

”خبردار! دنیا کی چرگاد ایک کوڑا کرکٹ ہے اس کے درخت سوکھے ہوئے۔ اس کی نئی اشیاء کانٹوں کی طرح ہیں ان کا مزاکر واپس ہے۔ خبردار! میں تم سے ایک سچے آدمی کی بات بیان کرتا ہوں کہ میں نے دنیا کو خوب آزمایا اور اس میں میری جان کا جو حق تھا اسے بھی پہچانا میں ہمیشہ سے شہادت کی تمنا کرتا تھا اور یہ تمنا پوری کرنے کے لیے ہر لشکر کے ساتھ شریک ہوتا اور ہر جنگ میں حصہ لیتا۔ مگر اللہ عزوجل نے آج تک میری یہ تمنا پوری نہ کی تھی اسی لیے میں اس وقت اپنے آپ کو پیش کر رہا ہوں کہ جس شے کی مجھے تمنا تھی شاید وہ آج پوری ہو جائے۔ اے اللہ کے بندو! تم موت کے ڈر کے باعث اس شخص سے جہاد کرنے سے کیوں گریز کر رہے ہو جو اللہ کا دشمن ہے (عیاذ باللہ) یا تو اپنی جانوں کو یقیناً واپس لے کر چلے جاؤ گے یا نیکواری ایک ضرب سے دنیا کے بدلے میں اللہ عزوجل کا دیدار اور جنت میں انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کی ہم نشینی حاصل کر لو گے بتاؤ کون سی رائے صحیح ہے۔“

اس تقریر کے بعد وہ آگے بڑھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔ اے میرے بھائیو! میں نے اس گھر کو فروخت کر ڈالا ہے جو آگے ہے۔ میرا چہرہ اسی گھر کے سامنے ہے اب مجھے تمہارے چہرے دیکھ کر کوئی خوشی حاصل نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ تمہاری امیدیں ختم نہ کرے۔

جب یہ آگے بڑھے تو ان کے بھائی عبداللہ عوف اور مالک بھی یہی کہتے ہوئے ان کے پیچھے چلے ہم بھی آپ کے بعد اس دنیاوی رزق کے طالب نہیں۔ آپ کے بغیر اللہ اس زندگی کا برا کرے۔ اے اللہ! ہم نے اپنی جانوں کو آپ کی خاطر پیش کر دیا ہے۔

الغرض ان چاروں بھائیوں نے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور اپنے قتل ہونے تک برابر مصروف پیکار رہے۔

شمر ابن ذی الجوشن کی جنگ:

ابوحنیفہ نے صلۃ ابن زبیر انسہدی کے ذریعہ مسلم ابن عبداللہ انصاری کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں جنگ صفین میں اپنے قبیلے کے ساتھ شریک جنگ ہوا اور ہمارے ساتھ شمر ابن ذی الجوشن انصاری بھی تھا صفین میں سے ادہم ابن حرز الداہلی نے اسے مقابلے کے لیے لاکاراجب یہ مقابلہ پر پہنچا تو ادہم نے اس کے چہرے پر تلوار کا وار کیا۔ شمر نے بھی اس پر وار کیا لیکن وہ وہاں گیا۔ شمر زخمی حالت میں اپنے کاوے کی طرف لوٹ گیا اور وہاں جا کر پانی پیا۔ اس وقت شمر بہت پیاسا تھا۔ پھر نیزہ سنبھال کر آگے بڑھا اس وقت شمر یہ رجز پڑھا تھا۔

اِنْسِي زَعِيمٌ لَا يَجِيْ بِاَخْلِيْهِ بِطَعْنَةٍ اِنْ لَمْ اُصْبِ عَاجِلُهُ

ترجمہ: ”میں اپنے باپلی بھائی کے ارادے سے نیزہ لے کر نکلا ہوں اگر میں فوری نہ مارا گیا۔

وَصَرَفَةً تَحْتَ الثَّنَاءِ وَالْوَعْدِ شَهِيدٌ بِالْقَتْلِ أَوْ قَاتِلُهُ

ترجمہ: یا تو اس پر قاتل سے وار کروں گا۔ پھر اسے قتل کروں گا یا مقتولوں جیسا ہونا دوں گا۔“

یہ اشعار پڑھ کر ادبم نے اس پر حملہ کیا اور اسے چھپا ڈیا اور کہا یہ تیرے وار کا بدلہ ہے۔

مالک ابن العتد یہ کا فرار:

ابوحنفہ نے عمرو بن عمرو بن عوف ابن مالک الحشمی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ بشر ابن عصمہ المزنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب صفین کی جنگ ہوئی تو بشر ابن عصمہ نے مالک ابن العتد یہ کا مقابلہ کیا اور یہ مالک ابن العتد یہ الحشمی ہے۔ مالک العتد یہ اس پر غالب آیا لیکن اچانک بشر نے دیکھا کہ وہ شامیوں کے ساتھ عجیب طرح بھاگا جا رہا ہے حالانکہ یہ ایک بہادر مسلمان شخص تھا۔ جب بشر نے اسے بھاگتے دیکھا تو اس پر حملہ کیا اور اسے نیزہ مار کر گرادیا۔ پھر بشر واپس ہوا اور اسے اس بات کا افسوس تھا کہ میں نے زبردستی کیوں نیزہ مارا۔ اس پر بشر نے یہ اشعار کہے۔

وَإِنِّي لَا رَجُوءَ مِنْ شَيْئِكُمْ فَخَاوَزَا وَمِنْ صَاحِبِ الْمَوْسُومِ فِي الصَّدْرِهَا جِسْ

ترجمہ: ”مجھے اپنے بادشاہ سے امید ہے کہ وہ مجھ سے اور موسوم گھوڑے کے سوار سے درگزر کرے گا جس کے سینے پر نیزہ لگا تھا۔

ذَلَفْتُ لَكَ تَحْتَ الْغُبَارِ بَطْلَانِي عَلَى سَاعَةِ فِيهَا الطَّعَانُ تَخَالَسُ

ترجمہ: میں نے گرد و غبار میں اس کے ایسے وقت نیزہ مارا جب کہ نیزے چل رہے تھے۔“

جب ابن العتد یہ کو اس کے اشعار کا علم ہوا تو اس نے جواب دیا۔

أَلَا أَبْلَغَا بِبَشَرِ ابْنِ عَصْمَةَ إِنِّي شُغِلْتُ وَأَهْلُ عَائِي الْأَيْمَنِ أَمَارِسُ

ترجمہ: ”میری جانب سے بشر ابن عصمہ کو یہ خبر پہنچا دے کہ مجھے بھاگنے والوں نے اپنی جانب مشغول کر لیا تھا۔

فَصَادَفْتُ مَنِيَّ عِزَّةً وَأَصْبَحْتُهَا كَذَلِكَ وَالْأَهْطَالُ مَاضٍ وَخَالِسُ

ترجمہ: تو نے مجھ پر دھوکے سے حملہ کیا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔ بہادر لوگ کیا اسی طرح کرتے آئے ہیں۔“

عبداللہ ابن الطفیل کا واقعہ:

اس کے بعد عبداللہ ابن الطفیل البکائی نے شامیوں کے ایک گروہ پر حملہ کیا جب وہ واپس لوٹنے لگا تو نجیم کے ایک شخص نے جس کا نام قیس ابن ثورہ تھا اور جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھا اس پر حملہ کیا اور عبداللہ ابن الطفیل کے دونوں مونڈھوں کے درمیان نیزہ رکھ کر کہا۔ خدا کی قسم! تو اگر اس کے نیزہ مارے گا تو میں تیرے ماروں گا۔ جیسی نے کہا میں تجھے اللہ کا عہد و ذمہ دیتا ہوں کہ اگر میں اس کی پشت سے نیزہ ہٹاؤں تو تو میری پشت سے نیزہ ہٹالے گا۔ یزید نے جواب دیا یاں میں تجھ سے اللہ کے نام پر یہ عہد کرتا ہوں۔

یہ سن کر جیسی نے عبداللہ کی پشت سے نیزہ اٹھالیا اور یزید نے جیسی کی پشت سے۔ پھر جیسی نے یزید سے سوال کیا کہ تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ میں بنو عامر سے ہوں۔ اس نے کہا اللہ مجھے تم پر فدا کرے وہ تمہارے بزرگوں کی محبت کہاں گئی اور میں اپنے

خندان اور گھر میں گیر ہواں غصہ ہوں اور دس کو تم قتل کر چکے ہو میں ان سب کا آخر ہوں۔ جب یہ لوگ کوفہ لوٹ کر آئے تو یزید ابن ابیہل کو لوگوں نے طعنے دینے شروع کیے جیسے لوگ اپنے چچا زاد بھائیوں کو طعنے دیا کرتے ہیں اس پر یزید ابن ابیہل نے یہ اشعار کہے۔

اَلَمْ تَرَ نِسْیَ حَامِیْنِ عَنْكَ مُنَاصِحًا بِصَفْیْنِ اِذْ خَلَاكَ نَحْلٌ حَمِیْمٌ
 ہنر خبیثہ: ”کیا تو نے مجھے نہیں دیکھا کہ میں نے صفین کے روز تجھے بھائی چارہ کی وجہ سے چھایا جب کہ تجھے تیرے دوستوں نے چھوڑ دیا تھا۔

وَلَهْلَهْتُ عَنْكَ الْخَنْظَلِیُّ وَقَدْ اَنَى عَلٰی سَابِیحِ ذِی مَبْعَعٍ وَ خَزْمِ
 ہنر خبیثہ: اور میں نے تجھ سے خنظلی کو روک لیا۔ حالانکہ وہ ایک تیز رو گھوڑے پر سوار ہو کر ہزیمت دینے کے لیے آیا تھا۔“

عبدالرحمن ابن محمد الرکندی کی شجاعت:

ابو یحییٰ نے فضیل ابن خدیج کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جنگ کے دوران ایک شامی نے لشکر سے نکل کر اپنے مقابلہ کی دعوت دی اس کے مقابلے پر عبدالرحمن ابن محمد الرکندی اٹھی نکلے دونوں میں کچھ دیر تک مقابلہ ہوتا رہا پھر عبدالرحمن نے شامی پر حملہ کیا اور اس کے حقوق پر نیزہ مار کر اسے گرا دیا اور نیچے اتر کر اس کے ہتھیار لے لیے اور اس کے جسم پر سے زورہ اتار لی جب بدن ظاہر ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک سیاہ فام وحشی شخص تھا یہ دیکھ کر عبدالرحمن نے انا للہ پڑھ کر کہا ناحق میں نے اپنی جان کو ایک سیاہ فام غلام کے مقابلہ پر خطرے میں ڈالا۔

قیس ابن فہدان کا زخمی ہونا:

اس کے بعد ایک مکی مقابلہ کی دعوت دیتا ہوا نکلا۔ اس کے مقابلے پر قیس ابن فہدان اکنانی الہدیٰ گیا۔ مکی نے قیس پر حملہ کر کے اسے خوب مارا قیس کو اس کے ساتھی میدان سے اٹھالائے اس واقعہ پر قیس ابن فہدان نے یہ اشعار کہے۔

لَقَدْ عَلِمْتُ عَنْكَ بِصَفْیْنِ اَنَّا اِذَا التَّفَّيْتُ الْخَيْلَانِ نَطَعْنَهَا شَزْرًا

ہنر خبیثہ: ”میدان صفین میں قبیلہ عک نے یہ بات خوب جان لی ہے کہ جب دو گھوڑے باہم ملنے ہیں تو ہم نیزے کا بھرپور وار کرتے ہیں۔

وَسَحْبِلُ رَايَاتِ الطُّغَايَا بِحَقِّهَا فَسُورُ دُهَا يَنْضَا وَنَضُرُهَا حُمْرًا

ہنر خبیثہ: اور نیزوں کے پھلوں کو ہم ان کا پورا پورا قصاص دیتے ہیں کہ جب ہم انہیں بدن پر مارتے ہیں تو وہ پیید ہوتے ہیں اور جب انہیں کھینچتے ہیں تو وہ سرخ ہوتے ہیں۔“

قیس ابن فہدان کا خطبہ:

ابو یحییٰ نے فضیل ابن خدیج کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ قیس ابن فہدان اپنے ساتھیوں کو لکارتے اور کہتے:

”جب تم حملہ کرو تو سختی سے حملہ کرو۔ اور جب تم چلتے ہو تو سب مل کر حملہ کرو دنگا میں نیچی رکھو۔ گفتگو کم کرو اور

اپنے مد مقابل سے مقابلہ کرو۔ کہیں دیہاتی اور بدتمہار سے مد مقابل نہ ہوں۔“

اس روز بنو امیہ رشتہ بن عدی میں سے نہیک ابن عزیر بنو ذیل میں سے عمر و ابن یزید اور سعید ابن عمرو مقتول ہوئے۔

دو بھائیوں کی ملاقات:

قیس ابن یزید جو اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے پھر بھاگ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے اور ان کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے اس کے بعد وہ میدان میں نکلے اور اپنے مقابلے کے لیے لگاؤ لگا رہا۔ ادھر سے اس کے بھائی ابو اعرطہ ابن یزید گئے دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر پہچان لیا اور بلا مقابلہ دونوں میدان سے واپس ہو گئے اور دونوں نے اپنے اپنے ساتھیوں سے جا کر کہا کہ اس کا مقابل اس کا بھائی تھا۔

ہمدان و طے کا مقابلہ:

ابو جحیف نے جعفر ابن حذیفہ طائی کا یہ بیان ذکر کیا ہے اور یہ جعفر عامر ابن الطائی کی اولاد میں سے تھا وہ کہتا ہے کہ اس روز قبیلہ طے نے بہت سخت جنگ کی۔ ان کی جنگ و کچہ کر بہت سی جماعتوں نے انھیں گھیر لیا۔ حمزہ ابن مالک ابہمدانی نے آگے بڑھ کر ان لوگوں سے سوال کیا کہ تم کون ہو اللہ یہ تو بتاؤ۔ عبداللہ ابن خلیفہ البولانی نے جو ایک شیعہ اور نہایت عمد و خطیب اور شاعر تھا جواب دیا: ”ہم وہ طے ہیں جو نرم زمین ریگستان اور پہاڑوں پر قابض ہیں جو کھجور کے درختوں کے مالک ہیں جنہیں کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ ہم وہ پہاڑوں کے محافظ ہیں جو نجد اور یمن کے درمیان واقع ہیں۔ ہم یزیدوں والے طے ہیں۔ انٹوں اور میدانوں والے طے ہیں ہم لڑائی کے شہسوار ہیں۔“

اس پر حمزہ ابن مالک نے جواب دیا۔ بہت خوب بہت خوب تم اپنی قوم کی خوب تعریف کرنا جانتے ہو اور اس کے بعد حمزہ نے یہ شعر پڑھا۔

إِنْ كُنْتُ لَمْ تَشْعُرْ بِنَحْدَةٍ مِّنْهُمْ
فَأَقْبِدْمْ عَلَيْنَا وَبِغَيْرِكَ تَشْعُرْ
ترجمہ: ”اگر تو نجد و قبیلہ سے واقف نہیں ہے تو ہمارے سامنے آ تو اپنے مقابل کو خوب جانتا ہے۔“

پھر ان لوگوں میں بہت شدید جنگ ہوئی۔ عبداللہ ابن خلیفہ بولانی لوگوں کو لاکر کہتا تھا اسے طے کی جماعت تم پر میرے رشتہ دار اور میری اولاد قربان ہو۔ ایسے لوگوں سے جنگ کرو جو حسب و نسب میں تمہاری نگر کا ہو۔ یہ کہہ کر عبداللہ یہ اشعار پڑھتا۔
أَنَا الَّذِي كُنْتُ إِذَا الدَّاعِيَ دَعَا
مُضْطَمًّا بِالسَّيْفِ نَذْبًا أَرَوَعَا
ترجمہ: ”میں وہ شخص ہوں کہ جب کوئی پکارنے والا مقابلہ کے لیے پکارتا ہے تو تلووار لے کر اس کی پکار کا جواب دیتا اور اسے خوف میں مبتلا کرتا ہوں۔“

فَأَنْزِلِ النُّمُوسَ لِمَ الْمُقْتَنَعَا
وَأَقْتُلِ الْمُتَبَايِعَ السَّيْمِدَعَا
ترجمہ: میں سخت سے سخت اور خطرناک گھاٹیوں میں اتر جاتا ہوں اور بڑے بڑے سوراخوں اور بہاؤوں کو قتل کر دیتا ہوں۔“

ابن العسوس کے اشعار:

بشرابن العسوس الطائی السقطی یہ جزیرہ پر رہتا تھا۔

بِاطْطَى السُّهُولِ وَالْأَجَالِ
أَلَا أَنْهَضُوا بِالْيَمِينِ وَالْعَوَالِ

ترجمہ: ”اے جو نرم زمین اور پہاڑوں کے مالک ہیں چکدار اور بوند ہونے والی گھوڑوں سے حملہ کرو۔

و بِأَكْمَلَةِ مَنْكُمْ الْأَنْطَالِ فَقَارُ غَوَا أَيْمَةُ الْأَنْجَالِ
الْأَلْيَكَيْنِ سُبُلِ الضَّلَالِ

ترجمہ: اپنے اپنے بہادروں کو بڑھاؤ اور چالوں کے لالچوں کو قتل کرو۔ جو گمراہی کے راستے پر چل رہے ہیں۔“

اس جنگ میں ابن العوس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ اس پر اس نے یہ اشعار کہے۔

الْأَلَيْتُ عَيْنِي بِمَنْلِ هَذِهِ فَلَمْ أَمْسِ فِي الْأَنْبَاسِ إِلَّا بِقَائِدِ

ترجمہ: ”کاش! میری یہ آنکھ بھی اسی طرح پھوٹ جاتی اور میں لوگوں میں بغیر رہبر کے نہ چل سکتا۔

وَيَا لَيْتَنِي لَمْ أَهْبُ تَعْدُ مُطَرِّفٍ وَتَعْدُ الْمُشْفِيهِ بْنِ خَالِدِ

ترجمہ: کاش! میں مطرف و سعد اور مستقیر ابن خالد کے بعد زندہ نہ رہتا۔

فَوَإِمْسُ لَمْ تَعْدُ الْحَوَاضِنُ بِمَنْلِهِمْ إِذَا الْحَرْبُ أَبْذَتْ عَنْ جِذَامِ السَّحَرَايِدِ

ترجمہ: یہ ایسے شہسوار تھے کہ کسی ماں نے بھی ان جیسے شہسواروں کو غذا نہ دی ہوگی جب کہ جنگ اپنا ہاتھ اٹھا کر کر دے۔

وَيَا لَيْتَ رَجُلِي لَمْ طَلْتُ بِنَصِيفِهَا وَبَايَيْتُ خَفْسِي لَمْ طَاخَتْ بِسَاعِدِي

ترجمہ: کاش! کہ میرا پاؤں بھی درمیان سے کاٹ دیا جاتا اور کاش! کہ میرا ہاتھ اور میرا بازو بھی کاٹ دیا جاتا۔“

حضرت ابن عبیدہ کی تقریر:

ابوحنفہ نے ابو الصلت التیمی کے ذریعہ بنو مخارب کے بعض بزرگوں کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ بنو مخارب میں ایک شخص تھا جس کا

نام حضرت ابن عبیدہ ابن خالد تھا اور اس کا شمار بہادر ترین لوگوں میں تھا۔ جب صفین کی جنگ ہوئی تو اس کے ساتھی میدان سے بھاگنے

لگے۔ یہ انھیں لٹکا رہا اور کہتا:

”اے قیس کی جماعت! کیا تمہیں شیطان کی اطاعت رحمان کی اطاعت سے زیادہ محبوب ہے۔ یا درکھو! ابھانے میں اللہ

کی نافرمانی اور اس کی ناراضگی سے اور ثابت قدمی میں اللہ کی اطاعت اور اس کی رضا ہے تم رضائے خداوندی کے

مقابلے میں اس کی ناراضگی اور اس کی اطاعت کے مقابلے میں اس کی نافرمانی کو اختیار کر رہے ہو یا درکھو موت کے بعد

راحت اسی شخص کے لیے ہے جو اپنے نفس کا عذاب کرتا ہو۔“

اس کے بعد حضرت نے یہ اشعار پڑھے۔

”آدنی کا دل اسے پشت پھیرنے میں مائل نہ کرے۔ میں وہ شخص ہوں جو نہ میدان سے منہ موڑتا ہوں نہ بھاگتا ہوں۔

اور بے ہتھیار لوگوں کو دھوکہ باز دھوکے نہیں دے سکتے۔“

اس کے بعد اس نے نہایت سخت جنگ کی حتیٰ کہ دشمنی ہو گیا پھر یہ نحر ان پانچ سو اشخاص کے ساتھ جنہوں نے فروقہ ابن نوفل

الاشجعی کے ساتھ جنگ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی شامل ہو گیا یہ پانچ سو اشخاص جنگ سے علیحدہ ہو کر دسکھ اور بند شحین میں جا کر مقیم

ہو گئے تھے۔

قبیلہ نضج کی جان نثاری:

اس روز قبیلہ نضج نے بھی بڑی پامردی سے جنگ کی اس قبیلہ میں سے بکر بن ہوڑہ حیان بن ہوڑہ شعیب ابن ضیم جو قبیلہ نضج میں بنو بکر کی شاخ سے تعلق رکھتا تھا۔ ربیعہ ابن مالک ابن وکیل اور ابی ابن قیس قتل ہوئے۔ یہ ابی امام علقمہ ابن قیس انجمی مشہور فقیہ کے بھائی تھے۔ اس روز امام علقمہ کا ایک پاؤں بھی کٹ گیا تھا امام علقمہ اس پر فرمایا کرتے تھے۔ مجھے اپنے پاؤں کا اچھا ہونا اس کٹ جانے سے زیادہ محبوب نہیں کیونکہ اس کے کٹ جانے سے میں اپنے پروردگار سے اچھے اجر کا امیدوار ہوں۔

امام علقمہ بن قیس کا خواب:

امام علقمہ فرماتے ہیں: میری آرزو تھی کہ میں اپنے بھائی یا دیگر اعزاء کو خواب میں دیکھوں۔ میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا میں نے اس سے پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ اس نے جواب دیا ہم اور ہماری جماعت خدا سے ملی اور اللہ عزوجل سے ہم نے اس کا احتجاج کیا جو ہمارے ساتھ پیش آیا تھا۔ ہم مخالفین کے مقابلہ پر کامیاب ہوئے۔ امام علقمہ فرماتے ہیں مجھے جو خوشی اس خواب سے حاصل ہوئی وہ کسی شے سے حاصل نہ ہوئی تھی۔

ربیعہ سے امداد طلبی:

ابو جحیف نے سید ابن حنفیہ الاسدی کے حوالے سے حصین ابن المنذر کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جنگ سے پیشتر کچھ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ خالد ابن السمیر نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کی ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں خالد ابن السمیر ان کے ساتھ نہ مل جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو خالد ابن السمیر اور ہمارے شرفاء کے پاس بھیج کر بلوایا۔ جب یہ لوگ آگئے تو اللہ کی حمد و ثناء کی پھر کہا:

”اے ربیعہ کی جماعت تم لوگ میرے مددگار میری دعوت کو قبول کرنے والے اور تمام عرب میں سب سے زیادہ مجھ پر یقین رکھتے ہو۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھی خالد ابن السمیر سے خط و کتابت کی ہے میں اسے بھی لے کر آیا ہوں اور تمہیں بھی اسی لیے جمع کیا ہے تاکہ میں تمہیں اس بات پر گواہ بنا دوں اور تم میری بات سن لو۔“

اس کے بعد قاصد نے خالد سے مخاطب ہو کر کہا: اے خالد! مجھے جو اطلاع ملی ہے اگر وہ سچ ہے تو میں اللہ کو اور موجودہ لوگوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ تجھے امان ہے اور تجھے اجازت ہے کہ تو عراق، حجاز اور جہاں تیرا جی چاہے جا کر رہ لیکن اس علاقہ میں جانے کی اجازت نہیں جہاں معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت ہو اور اگر یہ خط و کتابت والی بات جھوٹی ہے تو تیرے یہاں آنے سے خود تیرے دل کو اطمینان ہو جائے گا۔ خالد نے جو کچھ کیا تھا اس پر اللہ کی قسم کھائی۔

اس پر ایک کثیر جماعت نے کہا کہ اگر ہمیں اس کا علم ہوتا تو ہم اسے قتل کر دیتے شقیق ابن ثور السدوسی بولا۔ خالد کو اتنی توفیق ہی نہ ہوگی کہ وہ علی رضی اللہ عنہ اور ربیعہ کے مقابلے میں معاویہ رضی اللہ عنہ اور شامیوں کی مدد کرے۔ زیاد بن حصیفہ اقبسی نے کہا اے امیر المؤمنین اس سے قسم لے لیجئے تاکہ یہ بد مہدی نہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے قسمیں لیں اس کے بعد لوگ وہاں سے لوٹ آئے۔

ربیعہ کی ثابت قدمی:

جمہرات کے روز جب یمینہ نے شکست کھائی تو علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس پہنچے اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے بھی تھے انہوں نے

نہایت بلند آواز سے پکار کر کہا یہ جھنڈے کس کے ہیں ہم نے جواب دیا یہ ربیعہ کے جھنڈے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ اللہ کے جھنڈے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اٹھانے والوں کو محفوظ رکھے ان کو صبر عطا فرمائے اور انہیں ثابت قدم رکھے پھر مجھ سے فرمایا ایک ہاتھ میرے قریب آ جاؤ میں نے کہا صرف ایک ہاتھ نہیں دس ہاتھ۔ میں جھنڈا لے کر ان کے قریب ہوتا گیا حتیٰ کہ انہوں نے فرمایا بس اتنا کافی ہے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے مجھے حکم دیا تھا میں وہیں جم کر کھڑا ہو گیا اور میرے ساتھی بھی میرے پاس پہنچ گئے۔

ربیعہ کا علم برداری پر اختلاف:

ابو جحیف نے ابوالصلت النخعی کے ذریعہ قبیلہ تیم اللہ ابن القلبہ کے بعض بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ کوفہ اور بصرہ میں ربیعہ کے جو لوگ آباد تھے ان کا جھنڈا خالد ابن الصمر کے پاس تھا اور یہ بصرہ کا باشندہ تھا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ لوگ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ خالد ابن الصمر اور سفیان ابن ثور السدوسی میں اس پر ہامصل ہوئی تھی کہ بصرہ کے بکیر بن وائل کا جھنڈا حصین ابن منذر المالکی کو دیا جائے اور جھنڈے کے معاملے میں ان دونوں میں جھگڑا پیدا ہو گیا اس لیے دونوں نے یہ فیصلہ کیا تھا اور دونوں نے یہ تسلیم کیا تھا کہ حصین ہمارے ہی خاندان کا ایک نوجوان اور حسب و نسب کا مالک ہے ہم اس وقت تک اسے امیر بناتے ہیں جب تک ہم کسی فیصلہ پر متفق نہ ہو جائیں بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پورے قبیلہ ربیعہ کا جھنڈا خالد ابن الصمر کے سپرد کیا۔

میسرہ پر حملہ:

اس روز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حمیر کے مقابلے میں ان کے حصوں کے مطابق تین قبائل متعین کیے۔ کیونکہ عراقیوں کے ساتھ حمیر سے زیادہ کسی قبیلہ کے افراد نہ تھے۔ عراقی فوج میں حمیر کے تین قبیلے یعنی ربیعہ، مذرج اور ہمدان کے لوگ زیادہ تھے۔ وہ حمیری جو شامیوں کے ساتھ تھے۔ ربیعہ کے مد مقابل ہوئے ذوالکلاع رضی اللہ عنہ نے اس تقسیم پر کہا اللہ اس حصہ کا برا کرے تو نے بری تقسیم کی ذوالکلاع رضی اللہ عنہ، حمیر اور ان کے متعلقین کو ساتھ لے کر سامنے آئے۔ ذوالکلاع رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عبید اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ تھے اور ان کی میعت میں چار ہزار قاری تھے انہوں نے قبیلہ ربیعہ پر حملہ کیا جو اہل عراق کا میسرہ تھا اور اس کے امیر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تھے حضرت عبید اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ذوالکلاع رضی اللہ عنہ نے پیدل اور سوار فوج کے ساتھ سخت حملہ کیا اس حملہ سے ربیعہ کے جھنڈے پیچھے ہٹ گئے صرف کچھ نیک لوگ اپنی جگہ پر قائم رہے۔ راوی کہتا ہے کہ اس حملہ کے بعد شامی لوگ نے لیکن کچھ دور چل کر انہوں نے پھر پلٹ کر حملہ کیا۔

عبید اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

حضرت عبید اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اس روز لشکر سے خطاب ہو کر فرما رہے تھے:

”اے شامیاء! یہ عراقی حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں اور علی رضی اللہ عنہ کے مددگار ہیں اگر تم اس قبیلہ کو شکست دے دو گے تو تم عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقام لے لو گے اور نتیجہ میں علی رضی اللہ عنہ اور عراقی سب کے سب ختم ہو جائیں گے اے لوگو! سختی سے حملہ کرو۔“

میسرہ کی پسپائی:

ربیعہ نے اس حملہ کو نہایت پامردی سے روکا اور انتہائی ثابت قدمی دکھائی لیکن جب بھی کچھ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ علم

بردار اور مستحق مزاج حفاظ اپنی جگہ ڈٹے رہے اور برابر کا مقابلہ کرتے رہے جب خالد ابن ولید نے یہ دیکھا کہ اس کی قوم کے کچھ لوگ پیچھے ہٹ رہے ہیں وہ بھی پیچھے ہٹے لیکن جب اس نے اور مجتہدوں کو دیکھا کہ وہ اپنی جگہ قائم ہیں اور اس کی قوم کے کچھ افراد بھی میدان میں ڈٹے ہوئے ہیں تو وہ میدان کو واپس لوٹا اور بھاگنے والوں کو آواز دی اور کہا جو شخص اپنی قوم کو فوٹیل کرنا چاہے وہ ہے شک بھاگ جائے جب ان لوگوں نے یہ دیکھا کہ ہم اپنی جگہ پر ثابت قدم ہیں تو یہ واپس لوٹے خالد یہ بھی کہتا تھا کہ جب بھی اپنی قوم کے افراد کو بھاگتے دیکھوں گا تو ان کے پاس جاؤں گا اور انہیں تمہارے پاس لوٹا کر لاؤں گا اب جو شخص بھی میری اطاعت کرے۔ اسی طرح دو مشتبہ باتیں کرتا۔

خالد ابن ولید کا خطبہ:

ابو بخت نے بکر بن وائل کے ایک شخص کے ذریعہ محمد ابن عبدالرحمن النخعی کا یہ بیان روایت کیا ہے کہ اس روز خالد نے ایک

خطبہ دیا اور کہا:

”اے ربیعہ تم میں سے ہر شخص اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا اور اسی جگہ سے اس کا حشر ہوگا جہاں اس کا سر گرا ہے جس طرح تمہیں اللہ نے اس میدان میں جمع کیا ہے اسی طرح وہ تمہیں میدان حشر میں یکجا جمع کرے گا اگر تم ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے لگو گے اپنے دشمن سے پیچھے ہٹ جاؤ گے اور اپنی صفوں کو چھوڑ دو گے تو اللہ ہرگز تمہارے اس فعل سے راضی نہ ہوگا اور جو شخص بھی تم سے ملے گا وہ چھوٹا ہو یا بڑا ایسی کہے گا کہ آج ربیعہ نے قوم کو رسوا کر دیا اور جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور دیہاتی ان سے میدان لے گئے تو اس بات سے بچو کہ کہیں دیہاتی اور مسلمان آج تمہیں رسوا نہ کریں تم آگے اور آگے بڑھتے ہو تم دوسروں کے محافظ بن جاؤ کیونکہ آگے بڑھنا تمہاری عادت ہے اور ثابت قدمی تمہاری فطرت ہے تم مصائب پر صبر کرو اور نیت خالص رکھو تا کہ تمہیں اجر حاصل ہو کیونکہ جو شخص اللہ کی نیت کرتا ہے تو اللہ کے یہاں اس کا ثواب دنیا کی شرافت اور آخرت کی عزت ہے اور اللہ تعالیٰ نیک عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔“

بزول کا جماعت سے اخراج:

خالد کی اس تقریر پر ربیعہ کے ایک شخص نے کہا خدا کی قسم اگر ربیعہ کا کام اس وقت برباد ہو گیا تھا جب کہ اس کے کام تیرے سپرد کیے گئے تھے تو یہ حکم دیتا ہے کہ ہم اپنی جگہ سے نہ تو قطعاً نہیں اور نہ قطعاً ملیں تا کہ تو ہم سب کو موت کے گھاٹ اتار دے اور ہم سب کے خون بہا دے۔ کیا تو لوگوں کو نہیں دیکھتا کہ ان میں سے اکثر و بیشتر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ ربیعہ میں سے ایک دوسرے شخص نے اسے جھڑکا۔ اور لوگوں نے اسے برا بھلا کہا۔ خالد نے ان تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس شخص کو اپنی جماعت سے نکال دو کیونکہ یہ اگر تمہارے ساتھ شامل رہا تو تمہیں نقصان پہنچائے گا اور اگر یہ جماعت سے نکل گیا تو اس سے تمہاری جماعت اور تعداد میں کوئی کمی نہ آئے گی اور نہ اس کی موجودگی سے شہر بھر جائے گا۔ اللہ تجھے عذاب میں مبتلا کرے تو شریف لوگوں کا کیسا برا خطیب ہے۔ تو نے سیدھی بات کو کس طرح ٹیڑھا کیا۔

اغرض ربیعہ کا میر اور عبید اللہ ابن عمر جیٹا سے سخت مقابلہ ہوا۔ دونوں جانب کے بے پناہ لوگ مقتول ہوئے اور میر بن

ریان الحارث الجعفی بھی مارا گیا اور یہ بہت بہادر شخص سمجھا جاتا تھا۔

حضرت عبید اللہ بن عمرؓ کی شہادت:

ابو بخت نے جعفر ابن ابی القاسم العبیدی اور یزید بن علقمہ کے حوالے سے زید بن بدر العبیدی کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ کہ صفین کے روزِ زیاد بن حصہ عبد القیس کے پاس آئے اور میر کے تمام قبائل ذوالکلاع جو تھو کے پاس جمع تھے انھی لوگوں میں حضرت عبید اللہ بن عمرؓ یہ بھی تھے یہ لوگ بکر بن وائل کے مقابلہ پر تھے ان کا بکر بن وائل سے سخت مقابلہ ہوا۔ زیاد بن حصہ نے کہا اے عبد القیس آج کے دن کے بعد بکر بن وائل کی اولاد کا وجود باقی نہ رہے گا۔ اس کے بعد ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے بڑھے اور ان کا مقابلہ کیا ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ ذوالکلاع جو تھو قتل ہو گئے اور حضرت عبید اللہ ابن عمرؓ بھی شہید ہوئے۔ قبیلہ ہمدان کا کہنا ہے۔ کہ انہیں بانی بن خطاب الارحسی نے قتل کیا ہے اہل حضرموت کہتے ہیں کہ ان کا قاتل مالک بن عمرو التمیمی ہے۔

حضرت عمرؓ کی تلوار:

بکر بن وائل کہتے ہیں کہ انہیں عمرؓ بن المصم نے قتل کیا تھا جو عائش بن مالک بن تیم اللہ بن ثعلبہ کی اولاد سے تھا اور ان کی تلوار ذوالوشاح نامی نے لی امیر معاویہ جو تھو نے ان کے بدلہ میں بکر بن وائل کو پکڑ لیا انہوں نے کہا کہ انہیں بصرہ کے ایک شخص نے جس کا نام عمرؓ بن المصم تھا قتل کیا تھا۔ امیر معاویہ جو تھو نے اس کے پاس آدمی بھیج کر عبید اللہ جو تھو کی تلوار منگائی اور نمر بن قاسم کا سردار عبد اللہ بن عمروؓ تھا جو تیم اللہ بن المخر کی اولاد سے تھا۔

ہشام بن محمدؓ کہتا ہے کہ حضرت عبید اللہ بن عمرؓ کو جس شخص نے قتل کیا تھا وہ عمرؓ بن المصم تھا اس نے ان کی تلوار ذوالوشاح نامی اٹھالی۔ یہ تلوار حضرت عمرؓ کی تھی کعب بن ہبیل نے اسی تلوار کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں۔

أَلَا إِنَّمَا تَبْكِي الْعُيُودُ لِفَارِسٍ بِصَفِينٍ أَجَلَتْ خَيْلَهُ وَهُوَ وَاقِفٌ
بِجَنْجَنَةٍ: "خبردار! گھمیں اس سوار کے لیے روتی ہیں جس کا گھوڑا صفین میں اپنی جگہ بجا ہوا نظر آتا تھا۔"

بِجَنْجَنَةٍ: لوگ وائل کی تلواروں کے نام تبدیل کرتے ہیں۔ وہ ایسا جوان تھا کہ اس سے الفت کرنے والا بھی خطا کر جاتا تھا۔

تَرْسُكُمْ عُبَيْدُ اللَّهِ بِالسَّيْفِ مُسْنَدًا تَسْلُجُ ذِمَّ الْحَرْبِ الْعُرُوقِ الدَّوَارِثِ
بِجَنْجَنَةٍ: تو عبید اللہ کو میدان میں پڑا چھوڑ آیا اور ان کی پچھلی ہوئی رگوں سے خون بہہ رہا تھا۔

ان کے علاوہ اور بھی کچھ اشعار ہیں۔

اس روز ان لوگوں میں سے بشر بن مرثد بن شریل اور حارث بن شریل بھی قتل ہوئے۔ عطار ابن حاجب انہی کی بیٹی اسماء عبید اللہ بن عمرؓ کے نکاح میں تھی۔ عبید اللہ جو تھو کی شہادت کے بعد ان اسماء سے حسن بن علیؓ نے شادی فرمائی۔

ربیعہ کی جو امر دی:

ابو بخت نے اپنے جیسے غیاث بن لقیط الکری کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ جو تھو ربیعہ کے پاس پہنچے اور ربیعہ ایک دوسرے سے جدا تھے انہوں نے ایک دوسرے سے کہا اگر تمہارے درمیان علیؓ جو تھو قتل ہو گئے اور تمہارے جھنڈے کے پیچھے انہیں

کوئی رک بیٹھی تو تم رسوا ہو جاؤ گے۔ حقیق بن ثور نے ربیعہ سے مخاطب ہو کر کہا اے ربیعہ اگر تمہاری موجودگی میں یا تمہیں سے ایک شخص کے زندہ ہوتے ہوئے بھی علی جوئے قتل ہو گئے تو تمام عرب کو جواب دینے کے لیے تمہارے پاس کوئی نذر نہیں اگر تم علی جوئے کو شامیں سے بچو گے تو زندگی بھر کی عزت حاصل کر لو گے انہوں نے علی جوئے کے آنے کے بعد اتنا سخت قتال کیا کہ اس سے نفس ایسا قتل نہ کیا تھا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے۔

لَسُنٌ رَّائِيَةٌ سَوْدَاءُ يَحْفِقُ طَلْهًا إِذَا قِيلَ قَدْ مَهَا حُضْبُنٌ تَفْدَمًا

ترجمہ: ”یہ سیاہ جھنڈا کس شخص کا ہے کہ جس کا سایہ حرکت کر رہا ہے کہ جب اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ کھینٹ آگے بڑھ تو وہ آگے بڑھ جاتا ہے۔“

بَقْدُمُهَا فِي السُّبُوتِ حَتَّى يُزَيَّرُهَا جِيَاضُ الْمُنَايَا تَقَطُرُ الْمَوْتُ وَالْذُّمَّا

ترجمہ: اس جھنڈے کو موت کے مقابلہ پر سامنے بڑھا تا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کی زیارت کر لیتا ہے اور امیدوں کے حوض کو موت اور خون سے بھر دیتا ہے۔

أَذْنًا ابْنُ حَرْبٍ طَعْنَنَا وَجِرَانَا بِأَسْيَابِنَا حَتَّى تَوَلَّى وَاحْجَمَا

ترجمہ: ہم نے ابن حرب (معاویہ رضی اللہ عنہ) کو اپنے نیزوں اور گواروں کی کاٹ کا حرہ چکھا دیا ہے حتیٰ کہ وہ پشت پھیر کر بھاگ گیا۔

جَزَى اللَّهُ قَوْمًا صَابِرُوا فَنِي لِقَائِهِمْ لَذَى الْمَوْتِ قَوْمًا مَا أَغْفَ وَاشْكَمَا

ترجمہ: اللہ اس قوم کو جزا بخیر دے جس نے دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی دکھائی اور موت کے وقت بھی پاک دامن اور معزز ثابت ہوا۔

وَاطْلُبْ أَخْبَارَ أَوَّاعِكُمْ شَيْعَةً إِذَا كَمَانُ الصُّوَاثِ السَّرَّجَالِ تَغَمَّقَمَا

ترجمہ: خبروں کو اچھا کر دکھایا اور بد بختی کو شریف بنا دیا جب کہ آدمیوں کی آوازوں کا شور مچ رہا تھا۔

رَبِيعَةٌ أَعْنَسَى أَهْلُ نَحْدَةٍ وَبَأْسٌ إِذَا لَأَقُوا حَبِيبُهَا عَرَصَرَمَا

ترجمہ: وہ قبیلہ ربیعہ ہے میری مراد وہ شدت و تکلیف برداشت کرنے والے ہیں جب کہ وہ دشمنوں کے لشکر سے ملتے ہیں۔“



باب ۱۳

حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی دعاء:

ابوہنف نے عبدالملک ابن ابی حرقہ لکھی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا:

”اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ کی رضا اس میں ہے کہ میں اپنے آپ کو اس سمندر میں غرق کر دوں تو میں یہ بھی کرتا۔ اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ اگر مجھے اس کا علم ہوتا کہ آپ کی رضا اس میں ہے کہ اپنے سینے پر تلوار کی نوک رکھ کر اس پر گرجاؤں اور وہ میری پشت سے نکل جائے تو میں یہ بھی کرتا آج کے روز مجھے کسی ایسے عمل کا علم نہیں جو ان فاسقین کے ساتھ جہاد کرنے سے بہتر ہو اور اگر مجھے کسی ایسے عمل کا علم ہوتا جو اس عمل سے زیادہ آپ کی رضا کا باعث ہوتا تو میں اسے ضرور انجام دیتا۔“

جنگ کے بارے میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی رائے:

ابوہنف نے مصعب ابن زبیر الازدی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے عمار رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا۔ خدا کی قسم میں ایک ایسی قوم دیکھ رہا ہوں جو جہنمیں خوب مارے گی اور جس کی مار سے باطل پرست روگردانی کرتے ہیں خدا کی قسم اگر وہ ہمیں مارتے مارتے حجر کے سمجھوروں کے ہاتھوں تک بھی پہنچا دیں گے تب بھی ہم یہی یقین رکھیں گے کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر۔

عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد:

محمد ابن عباد ابن موسیٰ نے محمد بن فضیل اور مسلم الامور کے حوالے سے حدیث بن جویں العرنی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں اور ابو مسعود رضی اللہ عنہما اثن میں حدیثہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے ہمیں مبارک باد دے کر فرمایا۔ قبائل عرب میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو مجھے تم دونوں سے زیادہ عزیز ہو۔ میں نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک لکالی اور پھر ہم دونوں نے عرض کیا اے ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہم فتنوں سے ڈرتے ہیں آپ ہم سے کوئی حدیث بیان فرمائیے۔ حضرت حدیثہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس وقت تم اس جماعت میں شامل ہو جاؤ جس میں سیدہ بنی سہل کا بیٹا عمار رضی اللہ عنہ ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ:

”اے ایک باقی جماعت قتل کرے گی جو راہ حق سے ہٹتی ہوئی ہوگی اور اس کا آخری رزق پانی ملا دوہ ہوگا۔“

جب کہتا ہے کہ میں صفین کی جنگ میں موجود تھا اور میں نے عمار رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا میرا دنیا کا آخری رزق لاؤ۔ ایک کشادہ پیالے میں جس کے سرخ حلقے تھے پانی ملا دو اور وہ ان کے پاس لایا گیا۔ حدیثہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں ہال بھر فرق نہیں کیا:

عمار رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

مُحَمَّدًا وَ جَزَنَهُ

أَيُّومَ الْآلِجَةِ

”میں آج اپنے دوستوں سے ملنا چاہتا ہوں یعنی رسول اللہ ﷺ اور ان کی جماعت سے۔“

خدا کی قسم! اگر یہ لوگ ہمیں مارتے مارتے حجر کے باغات تک پہنچا دیں تب بھی ہمیں اس پر فخر ہے کہ ہم حق پر ہیں اور یہ دگ باطل پر ہیں اور اس کے بعد فرمایا: موت گواروں کی دھار کے نیچے ہے۔ اور جنت ان کی چمک کے نیچے۔
حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

حمد ابن عمار بن موسیٰ نے خلفہ منصور ابن ابی نویرہ ہشام بن النکعیؓ ابو جحف اور مالک بن اعینؓ انجینی کی سند سے زید بن وہبؓ انجینی کا یہ قول روایت کیا ہے کہ حضرت عمار ابن یاسرؓ نے اس روز لوگوں سے خطاب ہو کر فرمایا:
”کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا مستلاشی ہو اور اسے نہ مال کی آرزو ہو اور نہ اولاد کی۔“

کچھ لوگوں کی ایک جماعت ان کے پاس پہنچ گئی۔ انہوں نے فرمایا:

”اے لوگو! ہمارے ساتھ ان لوگوں کے مقابلہ میں چلو جو عثمانؓ ابن عفانؓ کے خون کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ وہ مظلوم قتل کیے گئے۔ خدا کی قسم! وہ ان کے خون کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ اس قوم نے دنیا کا مزا چمک لیا ہے اور اس سے یہ محبت رکھتی ہے اور اسی کے پیچھے لگی ہے۔ یہ لوگ خوب جانتے ہیں۔“

کہ اگر انھوں نے حق کو قبول کیا تو حق ان کے دنیاوی امور میں حاکم ہو جائے گا۔ جن میں یہ مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کو اسلام میں بھی کوئی سبقت حاصل نہیں۔ جس کے باعث یہ لوگوں کی اطاعت اور ان کی امارت کے حق دار ہوں یہ لوگ اپنے قطعین کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ ہمارے امام مظلوم قتل ہوئے تاکہ اس ذریعہ سے یہ جاہر بادشاہ بن کر بیٹھ جائیں اور یہ ایک ایسی چال ہے جس میں ان کے قطعین مبتلا ہو چکے ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور اگر یہ بات نہ ہوتی یعنی خون عثمانؓ جو بیٹھنے کا یہ مطالبہ نہ کرتے تو لوگوں میں سے دو شخص بھی ان کی اجازت نہ کرتے۔ اے اللہ! اگر آپ ہماری امداد فرمائیں تو آپ نے لاتعداد مرتبہ ہماری امداد فرمائی ہے اور اگر مخالفین کو کامیاب فرمائیں تو چونکہ انہوں نے تیرے بندوں میں بدعات پھیلانی ہیں اس لیے ان کے لیے دردناک عذاب کا ذخیرہ فرما۔“

پھر عمارؓ آگے بڑھے اور وہ جماعت بھی ان سے ساتھ ہوئی جنہوں نے ان کی آواز پر لبیک کہی تھی یہاں تک کہ عمارؓ آگے بڑھتے ہوئے عمرو بن العاصؓ کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت عمارؓ نے عمرو بن العاصؓ سے خطاب ہو کر فرمایا۔ اے عمروؓ جو بیٹھ! تو نے اپنے دین کو مصر کی حکومت کے بدلے بیچ ڈالا ہے۔ تجھ پر افسوس صد افسوس تو اسلام میں بھی ہمیشہ میری چال چلتا رہا۔

حضرت عمارؓ اور عبید اللہ بن عمرؓ کا مطالبہ:

اس کے بعد عمارؓ نے حضرت عبید اللہ بن عمرؓ بن الخطابؓ سے خطاب ہو کر فرمایا تو نے اپنا دین اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے جو خود بھی دشمن اسلام ہے اور دشمن اسلام کا بیٹا ہے حضرت عبید اللہ بن عمرؓ نے فرمایا: میں نے اپنا دین ہرگز فروخت نہیں کیا ہے بلکہ میں تو حضرت عثمانؓ جو بیٹھنے کے خون کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ حضرت عمارؓ نے فرمایا تو اس بات کا گواہ ہو جا کہ میری معلومات تو یہ تھیں کہ رضائے خداوندی کے لیے نہ کسی شے کا مطالبہ کر رہا ہے اور نہ تیرا کوئی فعل رضائے خداوندی کے لیے ہے اور اگر تو آج قتل نہ ہوتا تو ایک نہ ایک روز تجھے موت ضرور آئے گی اور لوگوں کو وہاں جو کچھ صلہ ملے گا وہ ان کی بیٹوں کے مطابق

ہوگا۔ اب تو اس پر غور کر لے کہ تیری نیت کیا ہے۔

عمارؓ جو جنگ کا عمرو بن العاصؓ کے بارے میں ارشاد:

موی ابن عبد الرحمن السمری نے عبید بن العاصؓ عطار بن مسلم اور اعمشؓ کی سند سے ابو عبد الرحمنؓ سلمیٰ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے صفین کے روز عمارؓ بن یاسرؓ جو جنگ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے اس علم بردار یعنی عمرو بن العاصؓ جو جنگ سے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تین بار جنگ کی ہے اور یہ چوتھی جنگ ہے اور یہ شخص کچھ زیادہ ٹیک اور سختی نہیں۔

حضرت علیؓ کی شجاعت:

احمد ابن محمد نے ولید بن صالحؓ عطاء بن مسلمؓ اعمشؓ کے حوالے سے ابو عبد الرحمنؓ سلمیٰ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ہم لوگ صفین میں علیؓ جو جنگ کے ساتھ تھے ہم میں سے دو شخص ان کی حفاظت کے لیے ان کے گھوڑے کے ادھر ادھر رہے اور انہیں حملہ کرنے سے روکتے رہے۔ علیؓ جو جنگ جب اپنے ان دونوں محافظوں کو ذرا بھی غافل دیکھتے تو فوراً حملہ کرتے اور اس وقت تک واپس نہ لوٹتے جب تک ان کی تلوار خون سے سرخ نہ ہو جاتی اسی طرح انہوں نے جو ایک روز حملہ کیا تو اس وقت نہ لوٹے جب تک ان کی تلوار مزہ نہ لگئی انہوں نے یہ تلوار اپنے ساتھیوں کی جانب پھینک دی اور فرمایا اگر میری تلوار مزہ نہ جاتی تو میں برگز نہ لوٹتا۔ اعمشؓ کہتے ہیں خدا کی قسم! ان کی مارا یہی مار تھی جو خالی نہ جاتی تھی۔ ابو عبد الرحمنؓ سلمیٰ لوگوں سے جو باتیں سنتے وہ دوسروں تک پہنچا دیتے اور یہ کوئی جھوٹ نہ تھے۔

حضرت عمارؓ جو جنگ کا حملہ:

ابو عبد الرحمنؓ کہتے ہیں میں نے عمارؓ جو جنگ کو دیکھا کہ صفین کی جس وادی میں پہنچتے تو نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ جنتان کے ساتھ ہوتے۔ عمارؓ جو جنگ "ہاشم ابن حبہ بنہ" کے پاس پہنچے جو حضرت علیؓ جو جنگ کے علم بردار تھے۔ عمارؓ جو جنگ نے کہا اے ہاشمؓ جو جنگ! تو بھیگا بھی ہے اور بزدل بھی۔ بھیگنے کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں وہ کسی کی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا اچانک دونوں صفوں کے درمیان ایک شخص ظاہر ہوا۔ حضرت عمارؓ جو جنگ نے فرمایا خدا کی قسم! یہ اپنے امام کی ضرورت مخالفت کرے گا اور اس کے لشکر کو ذلیل کرے گا اور خود ان کی تکلیف و مشقت کو دہکتا رہے گا۔ اے ہاشمؓ جو جنگ! سوار ہو۔ ہاشمؓ جو جنگ سوار ہو کر آگے بڑھے وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

أَفْهَوْزُ يَفِي أَفْلَهُ مُخَلًّا قَدْ غَالَحَا الْحَبَاةَ خُشِي مَلَا

لَا بُدَّ أَنْ يُغْلَ أَوْ يُغْلَا

ترجمہ: "ایک چشم خود بھی بجی چاہتا ہے۔ وہ زندگی سلجھاتے سلجھاتے ٹک آ گیا ہے۔ اب اس کا گرنا یا گرنا یا جانا ضروری ہے۔"

حضرت عمارؓ جو جنگ کی شہادت:

عمارؓ جو جنگ آگے بڑھتے ہوئے کہہ رہے تھے اے ہاشمؓ جو جنگ! آگے بڑھ کیونکہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے اور موت تلواروں کی دھاروں میں پوشیدہ ہے آسمان کے دروازے کھل چکے ہیں اور حوریں بناؤ گھار کھجکی ہیں۔

لَا يَوْمَ تَلْقَى الْأَجْبَةَ مُحَمَّدًا وَ جَزَنَةً

ترجمہ: "آج میں آئے ۱۰ ستون۔ ۱۰ ستون کا یعنی رسول اللہ ﷺ اور ان کی جماعت سے۔"

عمار رضی اللہ عنہ اور ہاشم رضی اللہ عنہ پھر واپس نہیں آئے اور وہیں مقتول ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو کچھ ان دونوں کو حاصل تھا وہ میرے لیے کافی ہے کیونکہ وہ دونوں خود کو قتل پر گھٹتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا اپنے والد سے مکالمہ:

ابو عبدالرحمن اُلسلمی کہتا ہے کہ جب رات ہوئی تو میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں دشمنوں میں جاؤں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ آیا ہماری طرح انہیں عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کا علم ہوا ہے یا نہیں۔ اور چونکہ جب جنگ بند ہو جاتی تو دونوں لشکری آپس میں ملنے اور باتیں بھی کرتے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور آہستہ آہستہ شامیوں کے لشکر کی جانب چلا جب میں شامی لشکر میں داخل ہوا تو چار شخص میدان جنگ میں گم رہے تھے۔ یہ چار شخص معاویہ بن ابوالاعور اُلسلمی، عمرو بن العاص اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ ان چاروں میں سب سے بہتر تھے۔ میں ان چاروں شخصوں کے بیچ میں داخل ہو گیا تاکہ وہ باتیں سنوں جو مخالفین عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں کریں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی لاش کو دیکھ کر اپنے باپ سے کہا۔ اے میرے باپ! کیا تم نے آج اس شخص کو بھی قتل کر دیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا تھا۔ باپ نے پوچھا حضور نے کیا فرمایا تھا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم ہمارے ساتھ نہ تھے جب ہم مسجد رسول بنا رہے تھے اور لوگ ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور عمار رضی اللہ عنہ دو دو پتھر اور دو دو اینٹیں اٹھا کر لاتے اس سے عمار رضی اللہ عنہ چٹخنی عمار کی ہو گئی رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے چہرے نے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمایا اے سیدہ بنی سہم کے بیٹے انفس لوگ تو ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اٹھا کر لاتے ہیں اور تو دو دو پتھر اور دو دو اینٹیں لاتا ہے اور یہ کام تو آپ کی زیادتی کے لیے کر رہا ہے اور انفس تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔

حدیث کی غلط تاویل:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اپنے گھوڑے کا رخ موڑ لیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں پیچھے سے پکڑ کر کھینچا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم نے وہ حدیث نہیں سنی جو عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کر رہا ہے معاویہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا وہ کیا حدیث ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انہیں وہ حدیث سنائی معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تیرا تو بڑا چاپے کی وجہ سے دماغ خراب ہو گیا ہے۔ تو ہمیشہ حدیثیں بیان کرتا رہتا ہے اور تمام دن اپنے پیشاب میں ڈوبا رہتا ہے۔ کیا ہم نے عمار رضی اللہ عنہ عمار کو قتل کیا ہے بلکہ عمار رضی اللہ عنہ کو اس شخص نے قتل کیا ہے جو انہیں میدان میں گھسیٹ کر لایا۔ ابو عبدالرحمن کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی زیادہ تعجب خیز ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقابلہ کی دعوت:

ابو جعفر کہتے ہیں لوگ یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب عمار رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے تو علی رضی اللہ عنہ نے ربیعہ اور ہمدان کو پکارا اور فرمایا۔ تم میری زرہ اور میرے نیزے سے ہونٹ پر یا بارہ ہزار قریب یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے۔ علی رضی اللہ عنہ آگے آگے ایک پتھر پر سوار تھے۔ علی رضی اللہ عنہ اور اس لشکر نے یکبارگی سخت حملہ کیا شامی افواج کی کوئی صف ایسی نہ تھی جو اس لشکر نے تیز تر نہ کر دی ہو اور جس شخص کے سر پر بھی یہ لوگ نہ پہنچے۔ اس وقت علی رضی اللہ عنہ یہ جگہ جیت کر بیٹھ رہا تھا کہ جب یہاں تک کہ یہ جنگ کرتے کرتے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت علی رضی اللہ عنہ یہ

أَضْرِبُكُمْ وَلَا أَرَىٰ مَعَاوِيَةَ الْحَاجِطُ الْعَيْنُ الْعَظِيمُ الْحَاوِيَةَ

ترجمہ: ”میں لوگوں کو مار رہا ہوں اور مجھے بڑی بڑی آنکھوں والا اور ہر طرف دیکھنے والا معاویہ جو بڑا نظر نہیں آتا۔“

پھر علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو پکار کر کہا۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ! تو لوگوں کو بلاوجہ قتل کر رہا ہے یہاں آ میں تجھ سے اللہ کے یہاں کے لیے فیصد کروں ہم میں سے جو شخص بھی اپنے مخالف کو قتل کرے گا وہی تمام امور کا مالک ہو۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا یہ شخص انصاف کی بات کر رہا ہے مقابلہ پر جاتے کیوں نہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اس نے کوئی انصاف کی بات نہیں کہی اس لیے کہ تو بھی یہ بات نہتا ہے کہ جو شخص بھی اس کے مقابلہ پر جائے گا وہ اسے قتل کر دے گا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اب تمہارے لیے مقابلہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا شاید تو میرے بعد ان چیزوں کا خواہاں ہے۔

شامیوں کی شان و شوکت:

شام نے ابو بکر محمد بن عبدالرحمن بن ابی عمرہ کے واسطے سے سلیمان الحضرمی کا یہ بیان روایت کیا ہے کہ میں نے ابو عمرو سے کہا کیا آپ ان شامیوں کو نہیں دیکھتے کہ ان کی ہیئت اور صورت و شکل کتنی عمدہ ہے اور میں بھی آپ دیکھتے ہیں کہ ہم کس بری حالت میں رہتے ہیں۔ ابو عمرو نے جواب دیا۔ اپنے آپ کو دیکھو اور اپنی اصلاح کرو اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ اپنی حالت سے وہ خود واقف ہیں۔

لیلیٰ الہری میں ہاشم ابن عتبہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ابو بکر نے ابوسلمہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ہاشم ابن عتبہ الزہری نے شام کے وقت لوگوں سے پکار کر کہا۔ کون شخص ہے جو اللہ اور آخرت کا طالب ہو وہ میرے پاس آئے۔ بہت سے اشخاص ان کے پاس جمع ہو گئے۔ انھوں نے ان ساتھیوں کو ساتھ میں لے کر شامیوں پر متعدد بار حملہ کیا لیکن جب بھی لوگ حملہ کرتے تو شامی نہایت پامردی سے اس کا جواب دیتے اور ڈٹ کر مقابلہ کرتے۔ ہاشم رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”تم ان کی ثابت قدمی دیکھ کر خوف میں مبتلا نہ ہو جانا۔ تم ان کی جو کچھ ثابت قدمی دیکھ رہے ہو یہ صرف عربی جمعیت و جوش کی بنیاد پر ہے اور ان کا صرف اتنا مقصد ہے کہ اپنے جہنموں اور مرکزوں پر ثابت قدم رہیں یہ لوگ گمراہ ہیں اور تم حق پر ہو۔ اے قوم! صبر کرو اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرو آپس میں جمع رہو اور ہمارے ساتھ دشمنوں کی جانب پرہیز۔ آگے بڑھو۔ ثابت قدم رہو ایک دوسرے کی مدد کرو اللہ کا ذکر کرو تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے کسی شے کا سوال نہ کرے اور نہ ادھر ادھر متوجہ ہوتی سے حملہ آور ہو اور ان سے اس وقت تک جہاد کرو جب تک اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہ فرمادے۔ اور وہ بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔“

پھر ہاشم رضی اللہ عنہ نے قرآن کی ایک جماعت کے ساتھ آگے بڑھ کر حملہ کیا حتیٰ کہ وہ خود اور ان کے ساتھی شام تک مصروف پیکار رہے یہاں تک کہ مخالفین نے ان کا وہ انجام دیکھ لیا جس سے انہیں از حد خوشی حاصل ہوئی۔

الحمد لله رب العالمين

اَنَا اَبْنُ اَرْثَابِ الْمَسْلُوْلِ عُمَانٍ وَالْاَبْنِ الْيَوْمَ بِسَيْفِ عُمَانٍ
 ”میں ملوک عثمان کا بیٹا ہوں اور آج عثمان رضی اللہ عنہ کے دین پر ہوں۔“

اَبْنِ اَتَابِي خَبِرٌ فَاَشْجَاوُ اَبْنِ عَمْرِو قَتْلِ اَبْنِ عَمَانٍ
 ”میرے پاس ایک دردناک خبر پہنچی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابن عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے۔“

یہ شعر پڑھ کر وہ سختی سے حملہ کرتا اور اس وقت تک پیچھے نہ ہٹتا جب تک کسی کے تلوار نہ مار لیتا پھر گالیاں دیتا اور مخالفین پر لعنت بھیجتا اور انھیں برا بھلا کہتا۔

ہاشم ابن علی رضی اللہ عنہ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا اے اللہ! کے بندے تیری اس یا وہ گوئی کے بعد لڑائی اور لڑائی کے بعد حساب ہے۔ تو اللہ سے ڈر کیونکہ تجھے اللہ کے پاس جانا ہے۔ وہ تیری اس جنگ اور تو نے اس جنگ سے جو ارادہ کیا ہے تجھ سے اس کا سوال کرے گا۔

اس نوجوان نے کہا کہ میں تو تم سے اس لیے جنگ کرتا ہوں کہ تمہارا امیر جیسا کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے نماز نہیں پڑھتا۔ اور تم لوگ بھی نماز نہیں پڑھتے۔ میں تو تم سے اس لیے جنگ کرتا ہوں کہ تمہارے امیر نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا ہے اور تم لوگ بھی خلیفہ کے قتل کے خواہاں تھے۔

ہاشم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تیرا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق؟ انہیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی صحابہ کی اولاد اور قراءۃ نقل کیا ہے اور اس وقت قتل کیا ہے جب کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے نئی نئی بدعات ایجاد کر لیں اور کتاب اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔ یہ قاتلین تجھ سے اور تیرے ساتھیوں سے زیادہ گہری نظر رکھتے ہیں اور تجھ سے اور تیرے ساتھیوں سے زیادہ اس امت کی بہتری کو جانتے اور تم سے زیادہ دین سے واقف تھے۔ ذرا ایک لمحہ ٹھہر جاوہ رک گیا ہاشم رضی اللہ عنہ نے کہا اس بات کو وہ لوگ زیادہ ہنستے ہیں جن کا اس بات سے تعلق ہے خدا کی قسم! میں جھوٹ نہیں بولتا کیونکہ جھوٹ سے نقصان ہی پہنچتا ہے اور نفع کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لیے تو اس معاملہ کو ان لوگوں پر چھوڑ دے جو اس سے زیادہ واقف ہیں اس نے کہا۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے مجھے بہتر نصیحت کی ہے۔

ہاشم رضی اللہ عنہ نے کہا تیرا میرا اہرام کہ ہمارا امیر نماز نہیں پڑھتا تو علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور اللہ کی مخلوق میں اس کے دین کو سب سے زیادہ جانتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے زیادہ حق دار ہیں۔ اور جتنے بھی اشخاص بھی تو میرے ساتھ دیکھ رہا ہے یہ سب کتاب اللہ کے قاری ہیں۔ ساری رات تہجد پڑھتے ہیں اور ایک لمحہ نہیں سوتے۔ تجھے یہ مغرور اور بد بخت دھوکہ دے کر دین سے بے راہ نہ کر دیں۔

اس نوجوان نے کہا اے اللہ کے بندے! میں تجھے ایک ایک آدمی سمجھتا ہوں تو مجھے یہ بتا کہ میری تو بہ کا بھی کوئی ذریعہ ہے۔ ہاشم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں تو اللہ سے تو بہ کر وہ تیری تو بہ قبول فرمائے گا کیونکہ وہ اپنے بندوں کی تو بہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

”وَاللّٰهُ يَكْفِيكَ مَا تَتَّقِي“
 ”اور اللہ ہی تجھے سب سے بڑا ڈر دے گا۔“

ہاشم ابن عتبہ رضی اللہ عنہ کا قتل:

اس کے بعد ہاشم رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں نے سخت جنگ کی اور ہاشم کا لقب مرقال تھا اس لیے کہ وہ جنگ میں گھس جاتے تھے۔ ان لوگوں نے سخت جنگ کی ان کے قریب جو دشمنوں کی صفیں تھیں انھیں الٹ پلٹ کر کھڑا نہیں اپنی کامیابی سامنے نظر آ رہی تھی لیکن اچانک مغرب کے قریب توخیوں کا ایک لشکر حملہ آور ہوا۔ اس لشکر نے آتے ہی ان پر نہایت سخت حملہ کیا ہاشم نے بھی خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا اس وقت ہاشم رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

أَعُوذُ بِسَبِيٍّ أَفْلَهُ مَجْلًا قَدْ عَالَجَ الْحَيَاةَ حَتَّى مَلَا

يُتْلِيهِمْ بِلَذِي الْمُخُوبِ تَلَا

ترجمہ: ”یک چشم خود یہ چاہتا ہے۔ وہ زندگی کے مسائل حل کرتے کرتے تھک چکا ہے۔ میں انہیں گرہ دار تیزوں سے مارتا ہوں۔“

لوگوں کا خیال ہے کہ ہاشم رضی اللہ عنہ نے اس روز نو یا دس آدمی قتل کیے حادثہ بن المہدی رضی اللہ عنہ کی ان کا جانب بڑھا اور ان کے نیزہ کھینچ کر مارا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کھلا کر بھیجا کہ اپنا علم آگے بڑھاؤ۔ ہاشم رضی اللہ عنہ نے قاصد سے کہا میرا پیٹ دیکھ لے اس نے پیٹ پر جو نظر ڈالی تو وہ پست چکا تھا۔

حجاج ابن غزویہ کے اشعار:

اس واقعہ کو حجاج بن غزویہ الانصاری نے اپنے ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

فَبَايَ نَفْسُ حَسْرُوا بِسَائِنِ الْبُذَيْلِ وَ هَاشِمٍ فَتَحْنُ قَتَلْنَا ذَا الْكِلَاعِ وَ حَوْشَنَا

ترجمہ: ”اگر تمہیں اس پر فخر ہے کہ تم نے عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ اور ہاشم ابن عتبہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے تو ہمیں اس پر فخر ہے کہ ہم نے ذوالکلاع رضی اللہ عنہ اور حوشب کو قتل کیا۔“

وَ تَحْنُ تَرَكْنَا بَعْدَ مَعْتَرِكِ الْفَا أَعَاكُمُ عَيْنُ اللَّهِ لَحْنًا مَلَحْنَا

ترجمہ: اور ہم جنگ ختم ہونے کے بعد تمہارے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک ایک بوٹی چھوڑ کر آئے تھے۔

وَ تَحْنُ أَعْطَيْنَا بِالْبَيْعِ أَهْلَهُ وَ تَحْنُ سَقَيْنَاكُمْ سِنَانًا مُقْتَنًا

ترجمہ: ہم نے اونٹ والے پر بھی حملہ کیا اور ہم نے اسے زہر کا جام پلا دیا جس نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

ہشام نے ابو جعفر مالک بن امین الحنفی کی سند سے زید بن وہب الحنفی کا یہ بیان روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شام کی ایک جماعت پر سے گزر ہوا جس میں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات بیان کی گئی حضرت علی رضی اللہ عنہ وہیں پر اپنے ساتھیوں میں ٹھہر گئے اور فرمایا:

”یہ جو لوگ ہیں ان کے لئے اللہ کی لعنت ہے۔ اور ان کے لئے نیک لوگوں کے لئے قار

نہیں گزرا) یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ "ابن النابی" ابو الامور السلی اور ابن ابی معیط جیسے جس نے اسلام لانے کے بعد شراب پی اور اس پر حد جاری کی تھی اور یہ وہ بہترین لوگ ہیں جو میرے نکاح بیان کرتے اور میری عیب جوئی کرتے ہیں۔ آج سے قبل کبھی انہوں نے مجھ سے جنگ نہ کی تھی اور میں انہیں اسلام کی دعوت دے رہا ہوں اور یہ مجھے جن کی عبادت کی دعوت دے رہے ہیں خدا کا شکر ہے کہ فاسقین مجھ سے ہمیشہ ہی عداوت رکھتے آئے ہیں۔ اللہ ان کا برا کرے کیا یہ لوگ دین سے دور نہیں چلے گئے۔ ایک جانب دین کا یہ ایک بڑا خطیب ہے جسے فاسق لوگ پسند نہیں کرتے اور ان لوگوں کو ڈراتے ہیں جو اسلام پر قائم ہیں انہوں نے ایک بڑی جماعت کو دھوکے میں ڈال دیا ہے اور ان کے دلوں میں فتنوں کی محبت بھری دی ہے اور انہیں الزام تراشی اور الزامات کی جانب مائل کر دیا ہے۔ انہوں نے اللہ عزوجل کے نور کو بجھانے کے لیے ہمارے مقابلہ میں جنگ شروع کی اے اللہ! ان کی جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیجیے ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیجیے اور انہیں ان کی خطاؤں کے عوض ہلاک کر دیجیے کیونکہ اے اللہ! جو تجھ سے محبت رکھتا ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جو تجھ سے عداوت رکھتا ہے وہ کبھی عزت نہیں پاتا۔"

غسانوں کی جنگ:

ابو جحیف نے نیر بن عدلہ کے ذریعہ غمی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کچھ علم برادرانوں کے پاس سے گزر رہا جو اپنی جگہ پر ڈنٹے ہوئے تھے اور ذرا بھی پیچھے نہ ہینٹے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو ان کے مقابلے پر ابھارا ان لوگوں نے عرض کیا یہ لوگ غسانی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ لوگ ہرگز بھی اپنے مقام سے اس وقت تک نہیں ہٹ سکتے جب تک ان کے ایسے بھرپور نیزہ نہ مارے جائیں جو ان کی آنتیں بھی نکال دیں اور اس وقت تک یہ نہیں ٹل سکتے جب تک ان کے ایسی تلواریں نہ ماری جائیں جن سے ان کی گردنیں اڑ جائیں ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں اور ان کے جوڑنوٹ جائیں اور ہاتھ کٹ کر گر پڑیں اور یہ اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹیں جب تک لوہے کی مٹھوں سے ان کی پیشانیاں نہ توڑی جائیں اور ان کی ٹانگیں اور آنکھیں ان کی ٹھوڑیوں اور سینوں پر نہ آگئیں۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ثابت قدم رہنے والے کہاں ہیں۔ اجر کے طلب کرنے والے کہاں ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مسلمانوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا اس کے بعد اپنے بیٹے محمد کو طلب کیا اور فرمایا اس علم بردار کے پاس جکے جکے اپنی چال سے جاؤ۔ اس طرح کہ ان کے سینوں میں نیزے سے تیر جائیں پھر اپنی جگہ قائم رہو حتیٰ کہ تیرے پاس اللہ کا حکم یعنی موت آجائے۔

محمد بن علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد کے لیے غسانوں کے مقابلے کے لیے کچھ افراد بھیج دیئے جب یہ لوگ غسانوں کے قریب پہنچے تو جس کام کا انہیں حکم دیا گیا تھا انہوں نے وہی کیا یعنی ان کے سینوں میں سے نیزے اتار دیئے اور ان پر نہایت سخت حملہ کیا۔ محمد نے اپنے سامنے کے لوگوں کو پیچھے ہٹا دیا اور انہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ان کے کئی آدمی مقتول ہوئے۔ مغرب کے بعد بھی ان لوگوں میں سخت جنگ ہوئی اور اکثر لوگوں نے مغرب کی نماز اشاروں سے پڑھی۔

عبداللہ بن کعب المرادی کی وصیت:

ابو جحیف نے ابو بکر الکندی سے نقل کیا ہے کہ مصعب بن

قیس المرادی کا گزر ہوا۔ اس نے پکار کر کہا اے اسود اس میں ابھی کچھ جان باقی ہے۔ اس نے جواب دیا: ہاں میں موجود ہوں اور اسود نے اسے پہچان لیا۔ عبداللہ نے کہا تیرا قتل ہونا خدا کی قسم مجھ پر بہت شاق گزرا۔ خدا کی قسم! اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو تیری ضرورت نہ کرتا اور تجھے دشمنوں سے بچاتا اور اگر مجھے اس شخص کا علم ہو جاتا جس نے تجھے قتل کیا ہے تو میں اس کے مقابلہ سے اس وقت تک پیچھے نہ ہٹتا جب تک اسے قتل نہ کر لیتا یا خود بھی قتل نہ آ کر مل جاتا۔ پھر عبداللہ گھوڑے پر سے اتر کر اس کے پاس گیا اور کہا خدا کی قسم! اگر میں تیرے قریب ہوتا تو تو ان آفتوں سے محفوظ رہتا اور تو بہت اللہ کا ذکر کرنے والا تھا۔ اللہ تجھ پر رحمت نازل کرے مجھے کچھ وصیت کر اس نے جواب دیا:

”میں اللہ عزوجل سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تو امیر المومنین جہنم کے خیال رکھنا اور ہر مقام پر ان حمایت میں جنگ کرنا حتیٰ کہ یا تو امیر المومنین غالب آ جائیں یا تو اللہ کے پاس چلا جائے اور میری جانب سے امیر المومنین کو سلام پہنچا دینا اور ان سے کہہ دینا کہ اس وقت تک برابر لڑتے رہیں تا وقتیکہ لڑائی ختم کر کے اپنے پس پشت نہ ڈال دیں کیونکہ جو شخص لڑائی کرتے کرتے اسے اپنے پس پشت ڈال دیتا ہے وہی غالب رہتا ہے۔“

اس کے بعد اسود مر گیا۔ عبداللہ اسود کو اغوا کر حضرت علیؓ کی طرف لایا اور ان سے تمام واقعہ بیان کیا حضرت علیؓ جہنم فرمایا اللہ اس پر رحمت نازل کرے وہ بھی زندگی بھر ہماری خاطر ہمارے دشمنوں سے جنگ کرتا رہا اور مرتے وقت ہمارے لیے نصیحت بھی کی۔

ابوہنف نے بنو مطلب کے غلام محمد بن اسحاق کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن ضبلؓ نے وہ شخص ہے جس نے صفین کے روز حضرت علیؓ جہنم کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔

ہشام نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ ابن ضبلؓ نے اس روز یہ شعر کہا تھا۔

إِنْ تَفْشَلُوا يَسْئَلُنَا ابْنُ حَنْبَلٍ أَنَا الَّذِي قَدْ قُلْتُ فِيكُمْ نَعْفُلُ

ترجمہ: ”اگر تم مجھے قتل کر دو تو میں ابن حنبلؓ سے پوچھوں کہ تمہارے بارے میں کہتا ہوں ست۔“

لیلۃ البربر:

آدم برسر مطلب ابوہنف کہتا ہے اس رات تمام رات جنگ ہوتی رہی حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور اس رات کا نام لیلۃ البربر ہے حتیٰ کہ نیزے ٹوٹ گئے اور تیر ختم ہو گئے لوگوں نے تلواریں نکال لیں حضرت علیؓ جہنم میرے سے میں تک جاتے اور قراء کے ہر دست کو حکم دیتے کہ وہ اپنے اپنے مقابل کی جانب آگے بڑھیں وہ تمام رات لوگوں کو اسی طرح حکم دیتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور لڑائی ان کے پس پشت ہو رہی تھی میں نے پراشتہ تھا اور میرے پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ امیر تھے اور خود حضرت علیؓ جہنم قلب میں تھے لوگ ہر جانب جنگ میں مشغول تھے اور یہ جمعہ کا روز تھا۔

اشتر کی شجاعت:

اشترؓ میں نہ کوئے کر حملہ کرتا رہا اور ان کے ساتھ برابر مصروف جنگ رہا۔ وہ جھڑپ کی شام سے جمعہ کے روز سورج چڑھنے

نیک برابر معروف جنگ رہا۔ یہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہتا اس نیزے کے برابر ذرا آگے بڑھو۔ جب یہ لوگ ایک نیزے کے برابر شایموں کی جانب بڑھ جاتے اور وہ خود بھی بڑھ جاتا تو پھر کہتا کہ اس کمان کے برابر آگے بڑھاؤ جب اس کے ساتھی اور آگے بڑھ جاتے تو پھر وہ یہی سوال کرتا۔ حتیٰ کہ اکثر لوگ کافی آگے بڑھ گئے جب اشتر نے یہ دیکھا کہ اس کے ساتھی آگے بڑھ چکے ہیں تو اس نے ان سے مخاطب ہو کر کہا میں تمہیں اس سے کم تمام دن مبری کا دودھ پیتے رہو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر اپنا گھوڑا طلب کیا اور اپنا سہم حیان بن ہوذہ النخعی کو تنہا یا اور تمام دستوں میں ایک چکر لگایا اور کہتا جاتا تھا۔ کون ہے جو اللہ عزوجل کو اپنی جان فروخت کرے اور اشتر کے ساتھ ہو کر جنگ کرے حتیٰ کہ یا تو غالب آجائے یا اللہ سے مل جائے۔ لوگ اس کے پاس جمع ہوتے جاتے تھے آٹھی میں حیان بن ہوذہ بھی تھا۔

شامی علم بردار کا قتل:

ابو جحیف نے ابو خباب النخعی کے ذریعہ غمارۃ بن رویہ کا یہ بیان نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میرے پاس سے اشتر گزرا میں بھی اس کے ساتھ ہو گیا۔ اس کے ارد گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ وہ آگے بڑھا اور اس مقام پر پہنچ گیا جہاں ہو پہلے میں نے خبر اہوا تھا پھر اپنے ساتھیوں کے درمیان کھڑے ہو کر ان سے کہا تم میرے چچا اور میرے ماموں قربان ہوں۔ سختی سے حملہ کرو اور اس جنگ سے اپنے رب کو راضی کرو اور دین کو غالب کرو جب میں حملہ کروں تم بھی حملہ کرو اشتر نے اس کے بعد گھوڑے سے اتر کر گھوڑے کے منہ پر ہاتھ مارا اور علم بردار سے کہا آگے بڑھ۔ پھر شایموں پر نہایت شدید حملہ کیا اور انہیں اتنا مارا کہ وہ ہسپا ہو کر اپنے لشکر کا دھبہ پہنچ گئے۔ لیکن لشکر کا پہنچ کر انہوں نے اشتر سے سخت مقابلہ کیا اسی جنگ کے دوران شامی علم بردار قتل ہوا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کو کامیاب ہوتے دیکھا تو وہ بھی لوگوں کو ساتھ لے کر ادھر متوجہ ہوئے۔

وردان کا اشتر کے مقابلے سے گریز:

مجھ سے عبداللہ بن احمد نے اپنے والد سلیمان عبداللہ اور جویریہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے صفین کے روز وردان سے کہا تو جانتا ہے کہ میری اور تیری اور اشتر کی کیا مثال ہے۔ ان کی مثال اشتر کی طرح ہے کہ اگر تو آگے بڑھے گا تو تیری مونچھیں کاٹ ڈالی جائیں گی اور اگر تو پیچھے ہٹے گا تو ذبح کر دیا جائے گا اب اگر پیچھے ہٹا تو میں تیری گردن مار دوں گا جاسے میرے پاس قید کر کے لایا۔ یہ سن کر وردان عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے جیروں میں گر پڑا اور بولا اے ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ خدا کی قسم! آپ تو مجھے موت کے حوض میں پہنچانا چاہتے ہیں۔ اچھا آپ میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر رہیے پھر وردان آگے بڑھا اور گھڑی گھڑی پیچھے مڑ کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ آپ نے مجھے موت کے حوض پر پہنچانا چاہتے ہیں۔

شایموں کا قرآن اٹھانا:

آدم برسر مطلب۔ الغرض ابو جحیف کہتا ہے کہ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ عراقی غالب آتے جا رہے ہیں اور انہیں ہلاکت کا خوف پیدا ہوا تو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ کے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں جس سے ہم میں تو اتحاد بڑھ جائے گا اور دشمنوں میں انتشار پیدا ہو جائے گا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں بیان کرو۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا وہ تدبیر

یہ ہے کہ ہم قرآن اٹھالیں اور یہ کہیں قرآن جو فیصلہ کرے وہ فیصلہ ہمیں اور تمہیں منظور ہونا چاہیے اگر مخالفین میں سے چند لوگوں نے بھی اسے قبول کرنے سے انکار کیا تو آپ دیکھیں گے کہ ان میں ایک گروہ ایسا پیدا ہو جائے گا جو اس فیصلہ کو قبول کرے گا۔ اس طرح ان میں تفرقہ پیدا ہو جائے گا اور اگر سب نے یہ کہا کہ ہمیں یہ فیصلہ مختلف طور پر منظور ہے تو ایک مدت تک یہ جنگ ہمارے سروں پر سے دور ہو جائے گی۔

اس بات پر شامیوں نے قرآن نیزوں پر اٹھا لیے اور بولے ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کتاب فیصلہ کن ہے۔ شامیوں کا فیصلہ سب اہل شام پر واقع ہو گا اور عراقیوں کا فیصلہ تمام اہل عراق پر نافذ ہو گا۔ عراقیوں نے جب یہ دیکھا کہ قرآن اٹھا لیے گئے ہیں تو بولے کہ ہم اللہ عز و جل کی کتاب کو قبول کرتے اور اس کی جانب رجوع کرتے ہیں۔



باب ۱۳

واقعہ تحکیم قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا اقرار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حامیان علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے قتل کی دھمکی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

ابو جحیف نے عبدالرحمن بن جندب کے ذریعہ جندب الازدی سے نقل کیا ہے۔ کہ جس وقت یہ صورت حال رونما ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا:

”اے اللہ کے بندو! تم اپنے حق و صداقت اور اپنے دشمنوں سے جنگ پر قائم رہو کیونکہ معاویہ عمرو بن العاص عقیقہ بن ابی معیط حبیب بن مسلمہ عبداللہ بن ابی سرح اور ضحاک بن قیس بنی سہل ویندار لوگ اور قرآن پر (پورے طور پر) چنے والے نہیں۔ میں تم سے زیادہ ان لوگوں سے واقف ہوں۔ میں تو بچپن میں بھی ان کے ساتھ رہا اور بڑے ہو کر بھی ان کے ساتھ رہا یہ بچپن میں نہایت شریر بچے تھے اور بڑے ہو کر بھی نہایت شریر آدمی نکلے۔ تم پر افسوس انھوں نے وہ شے فیروں پر اٹھائی ہے جسے یہ کسی اور وقت ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور یہ تک نہیں جانتے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے جسے یہ کسی اور وقت ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور یہ تک نہیں جانتے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے صرف تمہیں دعوہ کر دیئے اور فریب میں مبتلا کرنے کے لیے قرآن اٹھایا ہے۔“

حامیان علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا اقرار:

طرفداران علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں اللہ عزوجل کی کتاب کو قبول کرنے کی دعوت دی جائے اور ہم اسے قبول کرنے سے انکار کر دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں نے ان سے اسی لیے جنگ کی تھی تاکہ وہ اس کتاب کے احکام پر عمل پیرا ہوں انھوں نے اللہ عزوجل کے ان احکامات کی نافرمانی کی جو انہیں دیئے گئے تھے اور انہوں نے اللہ عزوجل سے جو عہد کیا تھا اسے بھلا دیا اور اس کتاب کو پس پشت ڈال دیا۔“

اس پر مسر بن فدک النعمی اور زید بن حصین الطائی السنسی جو بعد میں قاریوں کی ایک جماعت کے ساتھ خارجی بن گئے تھے

بولے:

”اے علی رضی اللہ عنہ! جب تجھے کتاب اللہ کی دعوت دی جارہی ہے تو تم اسے قبول کر دو ورنہ ہم تجھے اور تیرے مخصوص ساتھیوں کو ان لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیں گے یا جو سلوک ہم نے عفاں کے بیٹے کے ساتھ کیا تھا وہی تیرے ساتھ کریں

گئے۔ (ابن الاثیر میں ہے کہ جس طرح ہم نے عثمان بن عفانؓ کو قتل کیا تھا اسی طرح تجھے بھی قتل کر دیں گے) ہم پر لازم ہے کہ ہم اللہ عزوجل کی کتاب پر عمل پیرا ہوں اور ہمیں شامیوں کی یہ دعوت قبول ہے۔ خدا کی قسم یہ تو تجھے اس پر ضرور بالضرور عمل کرنا ہوگا۔ یا ہم تیرا بھی ضرور وی حشر کریں گے۔ (یعنی عثمانؓ جیسا حشر)

حضرت علیؓ فرمایا: تم میری افسوسناک زندگی میں محفوظ کر لو اور میری یہ بات یاد رکھو کہ اگر تم میری اطاعت کرتے ہو تو تمہیں جنگ کرنی چاہیے۔ اور اگر تم میری نافرمانی کرتے ہو تو تم جو بہتر سمجھو کرو۔ ان لوگوں نے جواب دیا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ آپ آدمی بھیج کر اشتر کو میدان جنگ سے واپس بلا لیجیے (یعنی آپ کو ہر صورت میں ہماری رائے اور حکم پر چلنا ہوگا اور ہم آپ کے حکم پر چلنے کے لیے تیار نہیں)۔ شیعوں کے نزدیک حضرت علیؓ کی حیثیت:

ابوحنفہ نے فضیل بن عذیحہؒ الکندی کے ذریعہ قبیلہ نضج کے ایک شخص سے نقل کیا ہے کہ اس نے دیکھا کہ ابراہیم ابن الاشترؒ مصعب بن زبیر کے پاس گئے مصعب نے کہا جس وقت لوگوں نے حضرت علیؓ کو حکیم پر مجبور کیا میں بھی حضرت علیؓ کے پاس تھا ان لوگوں نے حضرت علیؓ کو مجبور کیا کہ کسی شخص کو بھیج کر اشتر کو میدان سے واپس بلائیے۔ مصعب کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے یزید بن ہانیؒ اسمعیٰ کو اشتر کے پاس روانہ کیا اور کہلویا فوراً میرے پاس آؤ۔ قاصد نے یہ پیغام اشتر کو پہنچا دیا۔ اشتر نے جواب دیا کہ میری جانب سے حضرت علیؓ کے کہنا یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ جس میں آپ مجھے میری جگہ سے ہٹائیں۔ آپ قطعاً جدی نہ کیجیے کیونکہ مجھے امید ہے کہ میں فتح حاصل کر لوں گا۔ یزید بن ہانیؒ واپس آیا اور حضرت علیؓ کو اس کے جواب سے مطلع کیا۔ اس پر ایک شور و شر بلند ہوا اور اشتر کے بارے میں لوگ چیخنے لگے اور حضرت علیؓ نے کہا خدا کی قسم! ہمیں یقین ہے کہ تو نے ہی اسے جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تمہارے لیے یہ رائے قائم کر لینا مناسب نہیں ہے۔ کیا تم نے مجھے اس سے سرگوشیاں کرتے دیکھا ہے۔ کیا میں اشتر سے تمہارے سامنے اعلانِ جنگ نہیں کرتا کیا جب میں اس سے باتیں کرتا ہوں تم نہیں سننے۔ ان لوگوں نے جواب دیا یا تو آپ آدمی بھیج کر اسے فوراً بلوائیے ورنہ خدا کی قسم! ہم تجھے معزول کر دیں گے۔

حضرت علیؓ نے یزید بن ہانیؒ سے کہا اسے یزید اشتر سے جا کر کہو کہ فوراً میرے پاس آ جائے۔ یہاں فتنہ پیدا ہو چکا ہے۔ یزید نے اشتر کو یہ پیغام پہنچایا۔ اشتر نے سوال کیا کیا قرآن اٹھانے کی وجہ سے فتنہ پیدا ہو چکا ہے۔ یزید نے جواب دیا ہاں۔ اشتر نے کہا میں تو پہلے ہی جب قرآن اٹھائے گئے تھے سمجھ گیا تھا کہ طغیان نیا اختلاف اور نئی فرقہ بندی پیدا ہوگی کیونکہ یہ عاہرہ کے بیٹے کا مشورہ ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے ہمارے لیے کیا غیب سے مدد فرمائی ہے کیا مناسب ہے کہ ایسے وقت میں دشمنوں کو چھوڑ کر میدان سے واپس لوٹ جاؤں۔ یزید نے جواب دیا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ یہاں میدان جنگ میں تو کامیابی حاصل کرے اور وہاں امیر المؤمنینؑ ایسی منزل پر پہنچ سکے جہاں ان کی فوری مدد کی جائے یا نہیں بھی دشمنوں کے سپرد کر دیا جائے۔ اشتر نے جواب دیا خدا کی قسم! ہرگز نہیں ہو سکتا۔ سبحان اللہ یہ کیسے ممکن ہے۔ یزید نے کہا: اھ! عیان علیؓ جو تو یہ کہہ رہے ہیں کہ یا تو آپ کسی شخص کو بھیج کر اشتر کو فوراً واپس بلا لیجیے ورنہ ہم تجھے بھی اسی طرح قتل کر دیں گے۔ جیسے ہم نے ابن عفانؓ کو قتل کیا ہے۔ اشتر یہ سن کر فوراً واپس ہوا اور ان لوگوں کے پاس پہنچا۔

اشتر نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

”اے عراقیو! اے ذیلیو اور بزدلو! کیا تم نے قوم کی پشت کو بچا کر دکھایا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم شامیوں کے مقابلہ میں زبردست ہو۔ ان لوگوں نے جو قرآن اٹھائے ہیں اور قرآن کے فیصلہ پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دے رہے ہیں تو خدا کی قسم! انہوں نے خود اللہ کے ان احکام کو چھوڑ رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں نازل فرمائے ہیں۔ یہ اس سنت کے تارک ہیں جو نبی کریم ﷺ پر نازل کی گئی تم ان کی اس دعوت کو ہرگز قبول نہ کرو اور کم از کم مجھے اتنی دیر کی مہلت دے دو جتنی دیر میں گھوڑا رک جاتا ہے (ابن اشیر میں ہے جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ دوہا جاتا ہے) کیونکہ مجھے فتح سامنے نظر آ رہی ہے۔“

شیعان علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اس صورت میں تو ہم بھی تیرے ساتھ گناہ میں شریک بن جائیں گے اشتر نے کہا: ”اچھا یہ تو بتاؤ جب تمہارے بڑے قتل ہو گئے اور ذلیل لوگ باقی رہ گئے کیا تم اس وقت بھی حق پر تھے جب تم جنگ کر رہے تھے اور تمہارے نیک لوگ قتل ہو رہے تھے اب جب تم نے جنگ سے ہاتھ روک لیا تو یا تو تم اس وقت باطل پر ہوئے یا حق پر ہوئے اگر تم اس وقت حق پر ہو تو تمہارے وہ مقتولین جن کی فضیلت کے تم منکر نہیں۔ تو اس صورت میں وہ دوزخ میں بھی تم سے بہتر ہوں گے۔“

ان لوگوں نے جواب دیا اشتر اس قسم کی باتیں چھوڑو ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ ہم نے ان شامیوں سے اللہ عزوجل کی خاطر جنگ کی اور آج جو ان کے قتال سے ہاتھ روک رہے ہیں یہ بھی اللہ عزوجل کی خاطر روک رہے ہیں۔ ہم نہ تیرے مطیع ہیں اور نہ تیرے امیر کے مطیع ہیں تو ہم سے علیحدہ ہو جا۔

اشتر نے کہا:

”تم لوگوں کو دھوکہ دیا گیا اور خدا کی قسم تم دھوکے میں مبتلا ہو گئے۔ تمہیں جنگ بندی کی دعوت دی گئی تم نے فریب میں آ کر اسے قبول کر لیا اے سیاہ پیشانیوں والو! (سجدوں کے نشانات سے چونکہ ان کی پیشانیاں سیاہ تھیں اس لیے اشتر نے یہ جملہ کیا) ہم تو تمہاری نمازیں دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ تمہیں دنیا سے کوئی غرض نہیں اور تم جو یہ عبادات کر رہے ہو اللہ عزوجل کی ملاقات کے شوق میں کر رہے ہو لیکن اب تمہارے فرار سے یہ ظاہر ہوا کہ تم دنیا کی طلب میں موت سے بھاگنا چاہتے ہو انفس صد انفس اے بڑی بڑی جموں میں پنپنے والو تم آج کے بعد ہمیشہ دو راہوں پر چلتے رہو گے یعنی ایک راہ پر کبھی متفق نہ ہو گے تم بھی ہمارے سامنے سے اسی طرح دور ہو جاؤ جس طرح ظالم قوم دور ہو گئی ہے۔“

اشعث بن قیس کی پیامبری:

اشعث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کہ میرا خیال ہے کہ سب لوگ اس پر راضی اور خوش ہیں کہ قرآن کے حکم پر چلنے کی جو انہیں دعوت دی گئی ہے وہ اسے قبول کر لیں اگر آپ چاہیں تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کا ارادہ معلوم کروں تاکہ آپ ان کے سوالات پر فوراً کر سکیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم یہی چاہتے ہو تو ان سے پوچھو۔ اشعث امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور سوال کیا۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ تم نے یہ قرآن کس لیے اٹھوایا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اس لیے تاکہ ہم اور تم ان احکامات پر عمل کریں جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں دیے ہیں تم اپنے میں سے ایک ایسا شخص فیصلہ کے لیے متعین کرو جو ہم پر ہم راضی ہوں اور

ہم بھی اپنے میں سے ایک شخص کو متعین کر دیتے ہیں اور ہماری جانب سے ان دونوں پر یہ لازم ہوگا کہ جو کچھ اللہ عزوجل کی کتاب میں پائیں اس پر عمل پیرا ہوں اور اس سے سرمو تجاوز نہ کریں اور جس امر پر یہ دونوں متفق ہو جائیں ہم اس کی پیروی کریں۔ اشعث بن قیس نے جواب دیا یہ حق کی بات ہے اس کے بعد اشعث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ کر آیا اور جو کچھ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اس سے انہیں مطلع کیا۔ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے جواب دیا ہم نے یہ بات قبول کی اور ہم اس پر راضی ہیں۔

شامیوں نے اپنی جانب سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو متعین کیا۔ اشعث نے کہا اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جو بعد میں خارجی بن گیا تھا۔ ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم بنانے پر راضی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے بسی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے پہلی بات میں تو میری نافرمانی کی ہے لیکن اب تو میری نافرمانی نہ کرو۔ میں تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنانا نہیں چاہتا۔ اس پر اشعث زید بن حصین الطائی اور مسعر بن فدک بولے ہم ان کے علاوہ کسی کا فیصلہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں کیونکہ جس آفت میں ہم مبتلا ہو گئے ہیں اس سے وہ ہمیں پہلے ڈراتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مجھے ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے اور میری جانب سے لوگوں کو بہکا یا اور میرے پاس سے بھاگ گئے حتیٰ کہ میں نے کئی ماہ بعد انہیں امان دی۔ لیکن یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جو ہیں ہم انہیں حاکم بناتے ہیں۔ حامیان علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہم اسے ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حاکم بننا ایسا ہی ہے جیسے آپ خود حاکم بن جائیں (کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی ہیں) ہم تو ایسے شخص کو حاکم بنانا چاہتے ہیں جس کی نظر میں آپ اور معاویہ رضی اللہ عنہ مساوی ہوں تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ایک کی بہ نسبت دوسرے سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو اشتراک متعین کرتا ہوں۔

اشترکی مخالفت:

ابو یوسف نے ابو خباب السکسی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر اشعث نے جواب دیا کیا روئے زمین پر اشتراک کے علاوہ کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہے؟

ابو یوسف نے عبدالرحمن بن جندب کے ذریعہ جندب کا یہ بیان روایت کیا ہے۔ کہ اشعث نے جواب دیا ہم لوگ تو اب صرف اشتراک کے حکم میں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اشتراک کیا حکم ہے۔ اشعث نے جواب دیا اس کا حکم یہ ہے کہ ہم لوگ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے رہیں حتیٰ کہ اسے علی رضی اللہ عنہ تیرا دواشتراک اراہ پورا ہو جائے۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بحیثیت حکم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی پر راضی نہیں انہوں نے جواب دیا ہاں! ہم صرف انہی کو حکم بنانا چاہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا جو تمہارا مئی چاہے کرو۔

ان لوگوں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آ دی بھیجا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ جنگ سے علیحدہ رہے تھے اور عرض میں مقیم تھے ان کے پاس ان کے غلام نے آ کر یہ خبر پہنچائی کہ لوگوں نے صلح کر لی ہے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ کہا: الحمد للہ رب العالمین غلام نے کہا ان لوگوں نے آپ کو حکم بنایا ہے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی اس کے بعد حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ لشکر گاہ

تشریف لائے۔

اشتر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ مجھے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ لگا دیجیے قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اگر میں اسے کوئی دھوکہ دہی کرتے دیکھوں گا تو اسے قتل کر ڈالوں گا۔
عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں اخف کی رائے:
 اخف نے حاضر ہو کر عرض کیا:

”اے امیر المؤمنین! آپ کے زمین سے پتھر اٹھ کر مار دیا گیا ہے اور اس شخص کے ذریعہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔ اسلام کی ناک کاٹ دی گئی ہے۔ میں اس شخص کو خوب بھگتا ہوں۔ میں نے بھی اس کا آدھا حصہ بنایا ہے۔ میرے نزدیک تو اس کی یہ حیثیت ہے کہ پیسے کند چھری اور یہ شخص گڑھے میں گرنے کے قریب ہے اور اس قوم میں کوئی شخص بھی اس کے مقابلہ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جو شخص بھی اس کے قریب جائے گا وہ ظاہر میں ایسا بن جائے گا جیسے ان لوگوں کی منجھ میں بند ہے اور جب وہ ان سے دور ہوگا تو ایسا دور ہوگا جیسے لوگوں کو دور پر کوئی تار نظر آتا ہو اگر آپ مجھے حکم بنانا نہیں چاہتے تو مجھے حکم کا پشت پناہ بنا کر دوسرا تیسرا ساتھ والا کر دیجیے کیونکہ یہ شخص جو بھی گرہ لگاتا چاہتا ہے میں اسے کھول دوں گا اور جب بھی وہ گرہ لگائے گا میں اس پر دوسری گرہ ایسی لگا دوں گا جس کے باعث میں فیصلہ کر سکوں۔“

اس پر تمام لوگوں نے سوائے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے کسی کو حاکم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور معاہدہ لکھنے پر زور دیا اخف نے کہا اگر تمہیں میری بات قبول نہیں تو تم ان لوگوں کو اپنی پشت دکھا دو۔ (یعنی شکست قبول کرلو)
امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے خطاب پر بحث:

حاصل کلام یہ کہ معاہدہ لکھا جانا شروع ہوا اس معاہدہ کے ابتدائی جملے یہ تھے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ فیصلہ ہے جو امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے:

ابھی صرف اسے الفاظ تحریر ہوئے تھے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا اور کہا اس کا اور اس کے باپ کا نام نکھو۔ کیونکہ یہ تہوار امیر ہے ہمارا امیر نہیں۔

اخف بن قیس نے کہا اے امیر المؤمنین آپ اس لفظ کو ہرگز نہ مٹائیے۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اگر آپ نے لفظ امیر المؤمنین مٹا دیا تو زندگی بھر یہ خطاب آپ کو دلائیں نہ ملے گا (یعنی پھر آپ کو کوئی امیر المؤمنین اور خلیفہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا) آپ اس لفظ کو ہرگز نہ مٹائیے خواہ لوگ ایک دوسرے کو قتل کیوں نہ کر دیں۔ اخف کی اس رائے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس لفظ کو مٹانے سے انکار کر دیا۔ اس بحث میں کافی دن گزر گیا۔ اس پر اصف بن قیس نے کاہب سے کہا اس لفظ کو مٹا دو۔ الغرض یہ لفظ مٹا دیا گیا۔
واقعہ حکیم کی صلح حدیبیہ سے مشابہت:

جس وقت یہ لفظ مٹا دیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور فرمایا میں سنت ادا ہوئی ہے اور بالکل اس سنت کے

میں مشہور ہے۔ خدا کی قسم! میں حدیبیہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے رویہ و معاہدہ صلح تحریر کر رہا تھا تو کفار نے اعتراض کیا۔ آپ رسول اللہ نہیں ہیں اور نہ ہم آپ کو رسول تسلیم کرتے ہیں آپ اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھتے غرض آپ کا اور آپ کے باپ کا نام لکھا گیا۔ اس پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اس مثال کا اس واقعہ سے کیا واسطہ کیا ہمیں مومن ہونے کے باوجود کفار سے تشبیہ دی جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے نابالغ کے بیٹے تو کب فاسقین کا دوست اور مسلمانوں کا دشمن نہیں رہا اور کیا جب تیری ماں نے تجھے جنتا تھا کیا وہ اس سے مشابہت نہ رکھتی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ آج کے دن کے بعد میرے اور تیرے درمیان کبھی کوئی اجتماع نہ ہوگا اور نہ ہم دونوں ایک مجلس میں جمع ہوں گے اور میں اللہ عزوجل سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری مجلس کو تجھ سے اور تجھ جیسے اشخاص سے پاک رکھے گا اور معاہدہ لکھا گیا۔

خلافت کا خاتمہ:

مجھ سے علی رضی اللہ عنہ بن مسلم النخعی نے حبان مبارک حسن اور اخف کے واسطے سے یہ بیان کیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ اگر آپ صلح کرنا چاہتے ہیں تو یہ نام مٹا دیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک مخصوص خیمہ تھا جس میں بنی ہاشم ان کے پاس آیا پایا کرتے تھے اور مجھے بھی ان کے ساتھ آنے جانے کی اجازت تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر کیا ہے کہ میں امیر المومنین کا لفظ مٹا دوں گا تمہاری کیا رائے ہے۔ کسی نے عرض کیا آپ کو امیر المومنین ہونا مبارک ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اسے خوش کرے رسول اللہ ﷺ نے جب اہل مکہ سے معاہدہ کیا تھا تو تحریر فرمایا تھا محمد رسول اللہ۔ کفار نے یہ الفاظ لکھنے پر اعتراض کیا حتیٰ کہ یہ الفاظ لکھے گئے۔ یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد بن عبداللہ نے کیا ہے۔ میں نے اس پر عرض کیا۔ آپ کا اور رسول اللہ ﷺ کا کیا مقابلہ۔ دراصل ہم آپ ہی سے بیعت کو پسند کرتے تھے اور اگر ہم یہ سمجھتے کہ آپ کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص آپ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہے تو ہم اس کی بیعت کرتے۔ پھر ہم نے آپ کی خاطر جنگ کی اور میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ نے اس نام کو مٹا دیا جس نام پر آپ نے بیعت لی تھی اور لوگوں سے جنگ کی تھی تو یہ نام کبھی آپ کو واپس نہ ملے گا۔

راوی کہتا ہے اور خدا کی قسم وہ یہاں ہوا جیسا اخف نے کہا تھا اور اخف ان لوگوں میں سے تھا کہ جب اس کی رائے کا کبھی رائے سے مقابلہ کیا جاتا تو اسی کی رائے ترجیح پاتی۔

فریقین کی تحکیم پر رضامندی:

ابن ابی بختہ کی روایت کی جانب رجوع کرتے ہیں وہ ناقل ہے کہ معاہدہ ان الفاظ میں تحریر کیا گیا:

”یہ وہ معاہدہ ہے جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے باہم کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ اہل عراق اور ان لوگوں پر نافذ ہوگا جو لوگ ان کی جماعت میں سے یا عام مومنین میں سے ان کے ساتھ ہیں۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ معاہدہ اہل شام اور ان لوگوں پر نافذ ہوگا جو لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں۔ ہم اللہ عزوجل کے حکم اور اس کی کتاب کو قبول کرتے ہیں اور کتاب اللہ کے علاوہ ہمیں کوئی فیصلہ قبول نہ ہوگا اور اللہ عزوجل کی کتاب میں از

اول تا آخر جو کچھ بھی موجود ہے اس پر عمل کریں گے جس شے کے احیاء کا یہ کتاب حکم دیتی ہے اُسے رائج کریں گے اور جس شے کے ختم کرنے کا حکم دیتی ہے اُسے ختم کریں گے۔ دونوں حکم یعنی ابوموسیٰ الاشعریؓ، عبداللہ بن قیسؓ اور عمرو بن العاصؓ القرظیؓ کتاب اللہ میں جو حکم پائیں گے اس پر عمل پیرا ہوں گے اور اگر اس معاملہ میں کتاب اللہ میں یہ دونوں کوئی حکم نہ پائیں تو اس سنت پر عمل پیرا ہوں گے جو عدل و انصاف پر مبنی ہوگی اور جس پر سب کا اتفاق ہوگا اور کسی کو اس سے اختلاف نہ ہوگا۔

بر دو حکم علیؓ اور معاویہؓ بنی ہذا اوزان کے لشکروں سے عہد و پیمان لیں گے اور اسی طرح دیگر معتبر لوگوں سے بھی کہ ان دونوں کی جان و مال محفوظ رہیں گے اور جو کچھ یہ دونوں فیصلہ کریں گے اس پر تمام امت ان کی معاون و مددگار ہوگی اور دونوں فریقین کے مسلمانوں پر اللہ کے نام پر یہ عہد لازم ہوگا کہ جو کچھ اس معاہدہ میں تحریر ہے وہ ہمیں قبول ہے اور میں نے ان دونوں حکموں کا فیصلہ تمام مسلمانوں پر لازم کر دیا ہے یہ سب لوگ ہتھیار اتار کر رکھ دیں گے اور سب لوگ مامون ہوں گے۔ جہاں چاہیں وہ جائیں ان کی جان و مال اور اہل و عیال محفوظ رہیں گے موجود و غائب سب لوگ مامون ہوں گے اور عبداللہ بن قیسؓ اور عمرو بن العاصؓ بنی ہذا پر اللہ کا یہ عہد و پیمان ہوگا کہ وہ اس امت کا فیصلہ کر دیں اور انہیں دوبارہ جنگ اور اختلاف میں مبتلا نہ کریں۔ یہ دوسری شے ہے کہ کوئی ان کا فیصلہ قبول نہ کرے اور اس فیصلہ کی مدت رمضان تک ہوگی اور اگر یہ دونوں حکم اس مدت کو بڑھانا چاہیں تو باہمی رضامندی سے بڑھا سکتے ہیں اگر دونوں حکموں میں سے کسی حکم کا انتقال ہو جائے تو شیعوں کا امیر اس کی جگہ دوسرا حکم مقرر کرے گا اور وہ شخص اہل عدل و انصاف میں سے منتخب کیا جائے گا اور ان دونوں کے فیصلہ کا مقام جس میں فیصلہ کریں گے وہ جگہ ہوگی جو اہل کوفہ اور اہل شام کے درمیان واقع ہے یہ دونوں حکم فیصلہ پر جن لوگوں کی گواہی لینا چاہیں وہ لے سکتے ہیں اور ان کی شہادت وہ اس فیصلہ پر تحریر کریں گے اور یہ گواہ اس فیصلے کی ان لوگوں کے مقابلے میں حمایت کریں گے جو اسے منانا چاہے یا اس کی مخالفت کرے۔ اے اللہ! ہم آپ سے اس شخص کے مقابلے میں امداد طلب کرتے ہیں جو اس فیصلہ کو چھوڑ دے۔“

گواہوں کے دستخط:

حضرت علیؓ جہاد کے ساتھیوں میں سے اس معاہدہ پر یہ لوگ گواہ ہوئے، اشعث بن قیسؓ الکندیؓ، عبداللہ بن عباسؓ، سعید بن قیسؓ الہمدانیؓ، ورقاء بن سبیؓ النخعیؓ، عبداللہ بن محلؓ النخعیؓ، حجر بن عدیؓ الکندیؓ، عبداللہ بن اللطیلؓ العامریؓ، عقبہ بن زیادؓ البکریؓ، یزید بن جحیفہؓ النخعیؓ اور مالک بن کعبؓ الہمدانیؓ، معاویہؓ جہاد کے ساتھیوں میں سے ان لوگوں نے معاہدہ پر بطور گواہ دستخط کیے۔ ابو الاعور السلمیؓ جہاد، عمرو بن سفیانؓ، حمیب بن مسلمہؓ الطبریؓ جہاد، حنظل بن حارثؓ الزبیدیؓ، زہل بن عمروؓ العذریؓ حمزہ بن مالکؓ الہمدانیؓ، عبدالرحمن بن خالدؓ الخزومیؓ جہاد، سہیل بن یزیدؓ الانصاریؓ علقمہؓ ابن یزیدؓ الانصاریؓ عقبہؓ بن ابی سفیانؓ جہاد اور یزید بن الجراحؓ ہی۔

اشترکی معاہدہ سے مخالفت:

ابو جحیفہ نے ابو جہادؓ النخعیؓ کے ذریعہ عمارہ بن ربیعہؓ الجمریؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب یہ معاہدہ تحریر کیا گیا تو اس کی گواہی

کے لیے اشتر کو بھی طلب کیا گیا۔ اس نے کہا خدا کرے یہ دایاں ہاتھ میرے پاس نہ رہے اور نہ میں اس بائیں ہاتھ سے کوئی نفع حاصل کر سکوں۔ اگر میں اس معاہدہ پر دستخط کروں جو صلح کے نام سے تحریر کیا گیا ہے کیا میں اپنے پروردگار کی جانب سے ہدایت پر نہیں ہوں اور میں اپنے دشمن کی گمراہی پر یقین رکھتا ہوں۔

اس پر اشعث بن قیس نے جواب دیا خدا کی قسم! تو نے نہ کوئی کامیابی دیکھی اور نہ کوئی ظلم دیکھا تو ہمارے ساتھ آ ہمیں تجھ سے کوئی دشمنی نہیں اشتر نے جواب دیا کیوں نہیں! خدا کی قسم! میں تجھ سے دنیا میں دنیا کی خاطر اور آخرت میں آخرت کی خاطر نفرت کرتا ہوں اور اللہ عزوجل نے میری اس تلواریں کے ذریعہ بہت سے افراد کا خون بہایا ہے اور تو میرے نزدیک ان سے بھتر نہیں اور نہ میں تیرا خون حرام سمجھتا ہوں۔ ہمارا کہنا ہے میں نے اس شخص کو نظر اٹھا کر دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی ناک پر کئے رکھ دیئے گئے ہیں یعنی وہ سیاہ تھی۔ اس شخص سے مراد اشعث ہے۔

بنی تمیم کا معاہدہ سے اختلاف:

ابو خلف نے ابو جناب سے نقل کیا ہے۔ اشعث یہ تحریر لے کر لوگوں کو سنانے کے لیے نکلا۔ وہ اسے لوگوں کے سامنے پیش کرتا وہ اسے پڑھتے حتیٰ کہ اشعث نے تحریر لے کر بنو تمیم کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جس میں عمرو بن ادیہ بھی موجود تھا۔ اور یہ عمرو ابو بلال کا بھائی ہے۔ اشعث نے یہ تحریر انہیں پڑھ کر سنا لی تو عمرو بن ادیہ بولا تو اللہ عزوجل کے احکام میں انسانوں کو حکم بناتے ہو اور اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں۔ پھر وہ تلواریں لے کر اشعث کی طرف لپکا اور اشعث کی سواری کی چھڑی پر اس نے ہلکے سے وار کیا جس سے سواری جھڑک اٹھی۔ اشعث کے ساتھیوں نے اسے پکارا اور کہا کہ اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں دے دو۔ وہ وہاں لوٹا۔ اشعث کی قوم اور یمن کے بہت سے لوگ اس پر غضب ناک ہوئے۔ جس پر اخنہ بن قیس السعدی معتقل بن قیس الریاحی اور مسعر بن نعدی اور بہت سے بنو تمیم نے اس سے اس غلطی کی معذرت طلب کی اشعث نے ان کی معذرت قبول کی اور اس بات سے درگزر کیا۔

قبیلہ اود سے معاہدہ بنو ہاشم کی رشتہ داری:

ابو خلف نے ابو یزید عبداللہ الاودی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ قبیلہ اود کے ایک شخص نے جس کا نام عمرو بن اوس تھا میدان صلیب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں جنگ کی معاہدہ بنو ہاشم نے علی رضی اللہ عنہ کے بہت سے ساتھیوں کو قید کر لیا جس میں یہ شخص بھی شامل تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ ان سب قیدیوں کو قتل کر دو اس پر عمرو بن اوس نے کہا۔ اے معاہدہ بنو ہاشم مجھے قتل نہ کرو کیونکہ تم میرے ماموں ہو۔ بنو اود نے اس کی سفارش کی اور کہا اے امیر ہمارے بھائی کو ہمیں دے دیجیے۔ امیر معاہدہ بنو ہاشم نے حکم دیا اسے چھوڑ دو میری عمر کی قسم! اگر یہ سچا ہے تو میں اسے تمہاری سفارش سے مستثنیٰ کر دوں گا اور اگر یہ جھوٹا ہے تو تمہاری سفارش اس کے کام آ جائے گی۔ اس کے بعد امیر معاہدہ بنو ہاشم نے اس سے سوال کیا میں تیرا ماموں کیسے ہوا خدا کی قسم! ہمارے اور بنو اود کے درمیان کوئی رشتہ نہیں عمرو بن اوس نے کہا کہ اگر میں آپ کو رشتہ بتا دوں اور آپ اسے پہچان لیں تو وہ رشتہ کیا میری امان کا باعث ہوگا۔ امیر معاہدہ بنو ہاشم نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا آپ ام حبیب بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ ﷺ کو جانتے ہیں؟ معاہدہ بنو ہاشم نے جواب دیا کیوں نہیں! ام حبیب رضی اللہ عنہا حضرت معاہدہ بنو ہاشم کی بہن تھیں! اس نے کہا میں اس کا (پہلے خاندان سے) بیٹا ہوں اور آپ ان کے بھائی ہیں۔ اس لیے آپ میرے ماموں ہیں۔ امیر معاہدہ بنو ہاشم نے فرمایا تیرا باپ اللہ کے لیے ہے۔ کیا پورے اس قبیلہ میں

کوئی شخص ایسا نہیں جو اس کے علاوہ اس بات کو جانتا ہو۔ اور اس کے بعد اودین سے فرمایا: یہ تمہاری سفارش سے مستغنی ہے اس کی راہ چھوڑ دو۔

قیدیوں کی رہائی:

ابو جھٹ نے نصیر بن ولید الہمدانی کے ذریعہ قسمی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح کی جنگ میں بہت سے لوگوں کو قید کیا تھا اس معاہدہ کے بعد انہوں نے سب رہا کر دیے۔ یہ سب لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے بہت سے قیدی موجود تھے اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دے رہے تھے کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ جب شامیوں کو اس بات کا علم ہوا کہ ان کے قیدی چھوڑ دیئے گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا اگر میں قیدیوں کے بارے میں تیری بات مان لیتا تو یہ انتہائی برا کام ہوتا کیا تو نہیں دیکھتا کہ علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے قیدی چھوڑ دیئے ہیں اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں کو چھوڑنے کا حکم دیا جو ان کے پاس قید تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ابو جھٹ نے اسماعیل بن یزید اور حمید بن مسلم کی سند سے جب بن عبد اللہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح کے روز لوگوں سے فرمایا:

”تم نے وہ کام کیا ہے جس سے تمہاری قوت ختم ہو گئی۔ تمہارے احسانات ختم ہو گئے تم سب پر مجھے اور سستی اور ذلت تم نے وراثت میں لے لی ہے۔ جب تم بلند ہو چکے تھے اور تمہارے دشمن مقابلہ سے گھبرا رہے تھے اور ان کا قتل عام ہو رہا تھا اور انہیں زخموں کی تکلیف محسوس ہو رہی تھی تو ان لوگوں نے قرآن اٹھالے اور تمہیں قرآن کے احکام پر چلنے کی اس لیے دعوت دی تاکہ تم ان سے اپنے ہاتھ روک لو اور تمہارے اور ان کے درمیان جنگ بند نہ جائے اور دھوکہ بازوں کی طرح وہ تمہاری گھات میں لگ جائیں اور تمہیں دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر دیں انہوں نے جو خواہش کی تھی تم نے اسے پورا کر دکھایا اور تم نے مداخلت اور بزدلی کے علاوہ کسی شے کو قبول نہ کیا۔ خدا کی قسم! میرا گمان تو تمہارے بارے میں یہ ہے کہ تم آئندہ کبھی ہدایت حاصل نہ کر سکو گے اور نہ تم کوئی قیمتی بات حاصل کر سکتے ہو۔“

فیصلہ کی تاریخ:

ابو جعفر کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو معاہدہ لکھا گیا وہ بروز چار شنبہ تیرہ صفر ۳۷ھ میں لکھا گیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں ماہ رمضان میں دومۃ الجندل میں جمع ہوں گے اور ہر ایک کے ساتھ اس کے ساتھیوں میں سے چار سو اشخاص ساتھ آئیں گے۔

علی رضی اللہ عنہ کی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے مشابہت:

مجھ سے عبد اللہ بن احمد نے اپنے والد اور سلیمان بن یونس بن یزید کے واسطے سے زہری سے بیان کیا ہے کہ صلح کے روز جب لوگ باہم اختلاف کرنے لگے تو مصعبہ بن صوحان نے لوگوں سے کہا۔ اے لوگو! سنو اور سمجھو! خدا کی قسم! تم یہ بات جانتے ہو کہ علی رضی اللہ عنہ غالب آئے تو وہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرح ثابت ہوں گے اور اگر معاویہ رضی اللہ عنہ غالب آئے تو کوئی حق بات کہنے

والا نہ ہوگا۔

زہری کہتے ہیں جب شامیوں نے قرآن اٹھالیے اور لوگوں کو اس کے احکام پر چلنے کی دعوت دی تو عراقی ڈر گئے۔ اس وقت انہوں نے دو حکم بنائے اہل عراق نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور اہل شام نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔ جب یہ لوگ حکم بنا دیئے گئے تو دونوں لشکر واپس ہو گئے دونوں نے یہ شرط کی کہ قرآن جس کام کے کرنے کا حکم دے گا اس پر دونوں عمل پیرا ہوں گے اور جس سے منع کرے گا دونوں اس سے رک جائیں گے اور نبی کریم ﷺ کی پوری امت یہی طریقہ کار اختیار کرے گی اور یہ دونوں دومتہ الجندل میں جمع ہوں گے اگر وہاں جمع نہ ہو سکے تو آئندہ سال اذرح میں جمع ہو گئے۔

شیعوں کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے لوٹے تو حرور یہ مخالف بن گئے اور ان کی جماعت سے خارج ہو گئے۔ یہ سب سے پہلا اختلاف تھا جو (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت میں) ظاہر ہوا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کا اعلان کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تردید شروع کی اور بولے اللہ عزوجل کے حکم میں انسان کے حکم کا کیا دخل اور کہا اللہ سبحانہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی۔

حکمین کا اجتماع:

جب دونوں حکم اذرح میں جمع ہوئے تو جو لوگ وہاں فیصلہ سننے کے لیے آئے تھے ان میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی تھے دونوں حکموں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کے لیے آدی روانہ کیے کہ وہ اور بہت سے اشخاص ساتھ لے کر آئیں معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامیوں کو وہاں لے کر پہنچ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل عراق نے آنے سے انکار کر دیا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی:

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے اہل الرائے لوگوں سے کہا کیا تم میں سے کوئی شخص یہ بتا سکتا ہے کہ دونوں حکم کسی ایک فیصلہ پر متفق ہوں گے یا نہیں۔ ان لوگوں نے جواب دیا اس طرح کوئی شخص بھی پہلے سے کچھ نہیں بتا سکتا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا خدا کی قسم اگر میں دونوں حکموں کے پاس جا کر واپس آ جاؤں تو میں فیصلہ بتا سکتا ہوں اس کے بعد مغیرہ رضی اللہ عنہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ میں آپ سے جو سوال کروں اس کا جواب دیجیے۔ آپ ہم لوگوں کا جنگ سے جدا کرنا کیسا سمجھتے ہیں کیونکہ اس جنگ کے معاملہ میں جسے تم نے جائز سمجھا ہم مشکوک سمجھتے تھے اور ہمارا خیال یہ تھا کہ ایک دوسرے سے انس و محبت کا ذریعہ پیدا کیا جائے تاکہ امت ایک بات پر جمع ہو جائے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں تم جیسے علیحدہ رہنے والوں کو نیک لوگوں کا جانشین ہونا بدکار لوگوں کا امام خیال کرتا ہوں۔ اس کے بعد مغیرہ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے اور کوئی سوال نہیں کیا۔ پھر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی سوال کیا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں تم لوگوں کو تمام انسانوں میں سب سے زیادہ صحیح رائے پر چلنے والا سمجھتا ہوں مسلمانوں کا بقیہ صحیح معنی میں تم ہی لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد مغیرہ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی کوئی دوسرا سوال نہیں کیا۔ پھر مغیرہ رضی اللہ عنہ قریش کے ان سمجھدار لوگوں کے پاس پہنچے جن سے بات کر کے آئے تھے ان سے جا کر کہا

یہ دونوں حکم کبھی ایک بات پر متفق نہیں ہو سکتے۔

خلیفہ کے انتخاب پر بحث:

جب یہ دونوں حکم جمع ہوئے اور باہم گفتگو شروع ہوئی تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ سب سے اولین فیصلہ اس بات کا ہوتا چاہیے کہ باوقاف لوگوں کو ان کی وقاف کا حق ادا کیا جائے اور غداروں کو ان کی غداروں کی سزا ملے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: وہ کیونکر۔

عمرو رضی اللہ عنہ: کیا تم نہیں جانتے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اس عہد کو چھایا جو انہوں نے لوگوں سے کیا تھا۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: کیوں نہیں۔

عمرو رضی اللہ عنہ: تو یہ بات تحریر فرما لیجیے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے تحریر کر لیا۔

عمرو رضی اللہ عنہ: کیا آپ کسی ایک ایسے شخص کا نام بتا سکتے ہیں جسے اس امت کی خلافت سونپی جائے۔ آپ نام بتائیے اگر میں آپ کی متابعت پر قادر ہوں گا تو ضرور آپ کی متابعت کروں گا ورنہ آپ پر یہ لازم ہو گا کہ میری متابعت کریں۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: میں اس کام کے لیے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیتا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جو اس فتنہ سے جدا رہے۔

عمرو رضی اللہ عنہ: میرے نزدیک معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بہتر ہیں۔

یہ مجلس زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی اور ہر ایک نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا جب یہ دونوں باہر آئے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا عمرو رضی اللہ عنہ کی مثال ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَأَنزَلَ عَلَيْهِمُ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا﴾

”آپ ان لوگوں کو اس شخص کا واقعہ سنا دیجیے جسے ہم نے اپنے احکام دیے پھر وہ ان سے ہٹ گیا۔“

جب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے تو عمرو رضی اللہ عنہ بولے اے لوگو! میں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو ایسا پایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَعَلَّ الَّذِينَ خُتِمُوا الشُّرُوءَ لَمْ يَخِمْلُوا عَنْهَا كَمَثَلِ الْجَمَلِ إِذَا خُتِمَ لِشَأْنِهِ﴾

”جن لوگوں نے تورات کو اٹھایا پھر اس کے اٹھانے کا حق ادا نہ کیا ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جو کتا میں اٹھائے ہوئے ہو۔“

ان دونوں میں سے ایک نے اپنی شل کو جو دوسرے کے لیے کبھی تھی مختلف شہروں میں لکھ بھیجا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خاموشی:

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ شام کے وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

جو اس خلافت کے معاملے میں جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ اپنی رائے پیش کرے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے وہ بات کہہ دوں جو لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں اور وہ بات یہ تھی کہ تیرے باپ سے ان صحابہؓ نے بیعت کی اسلام کی خاطر جنگ کی ہے۔ لیکن مجھے یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر میں نے یہ جملہ کہہ دیا تو تمام کا شیرازہ بکھر جائے گا اور مزید خون ریزی شروع ہو جائے گی یا پھر مجھے اس پر مجبور کیا جائے گا کہ میں اپنی رائے چھوڑ کر ان کی رائے پر چلوں لیکن اللہ عزوجل نے جو جنت کا وعدہ فرمایا ہے وہ مجھے ان تمام امور سے زیادہ محبوب ہے اس لیے میں نے خاموشی اختیار کی۔

ابن عمرؓ جب گھر واپس لوٹے تو ان کے پاس حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے سوال کیا یہ شخص یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ جب بول رہا تھا آپ کو بولنے سے کس شے نے روک دیا۔ میں نے حبیب رضی اللہ عنہ سے کہا میرا ایسی ایسی بات کہنے کا ارادہ تھا لیکن مجھے ڈر پیدا ہوا کہ اگر میں یہ بات کہوں گا تو تمام لوگوں میں تفریق پیدا ہو جائے گی یا مجھے میری رائے کے خلاف کسی اور فیصلہ پر مجبور کیا جائے گا اور اللہ عزوجل نے ہم سے جو جنت کا وعدہ کیا ہے وہ مجھے اس دنیا سے زیادہ محبوب تھا۔ اس پر حبیب رضی اللہ عنہ نے کہا اس طرح آپ ہر قسم سے محفوظ ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے ساتھیوں سے بیزاری:

ابو خلف نے فضیل بن عذیق الکندی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب معاہدہ لکھا جا چکا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ معاہدہ میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس پر رضی نہیں۔ اور وہ تو ان لوگوں سے جنگ کے علاوہ اور کوئی صورت مناسب نہیں سمجھتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم میں بھی اس معاہدہ پر راضی نہ تھا اور نہ میں اسے پسند کرتا تھا مگر تم ہی لوگ اسے پسند کرتے ہو جب تم لوگوں نے معاہدہ کے علاوہ ہر بات ماننے سے انکار کر دیا تو میں نے بھی اسے قبول کر لیا اور جب میں اسے قبول کر چکا تو قبول کر لینے کے بعد اس بات سے پلٹ جانا مناسب نہیں اور اقرار کے بعد اقرار سے ہٹ جانا کسی صورت میں مناسب نہیں سوائے اس صورت کے کہ اللہ عزوجل کی نافرمانی کی جائے اور اس کتاب سے تجاوز کیا جائے اب تم ان لوگوں سے جنگ کرو جنہوں نے اللہ عزوجل کے حکم کو چھوڑ دیا ہے۔

اشتر کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے:

تم نے مجھ سے جو یہ بات کہی ہے کہ اشتر نے میرے فیصلہ کو چھوڑ دیا ہے تو میں اسے اس پر ڈرا بھی نہیں سکتا کیونکہ وہ ان فداؤں میں داخل نہیں کاٹا۔ تم میں اس جیسے دو آدمی اور موجود ہوتے کاٹا۔ اتم میں اس جیسا ایک آدمی موجود ہوتا جس کی میرے دشمنوں کے معاملہ میں وہی رائے ہوتی جو میری رائے تھی۔ اس وقت مجھے تمہارے احسان کی ضرورت نہ رہتی۔ مجھے یہ امید تھی کہ تم میں سے بعض مجھ سے محبت کرنے والے میری رائے پر چلیں گے اور میں نے تمہیں حکم بھی دیا تھا لیکن تم نے میری نافرمانی کی میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ ہوازن کے بھائی نے اس شعر میں ذکر کیا ہے۔

وَهَلْ أَنَا إِلَّا مِنْ غَسْرِيَّةٍ إِنْ غَسُوتْ غَسُوتُ وَإِنْ تَرُشِدُ غَسْرِيَّةٌ أَرَشِدُ

ترجمہ: ”میرا تعلق تو غزیرہ سے ہے۔ اگر وہ گمراہ ہوا تو میں بھی گمراہ ہوں اور اگر اس نے ہدایت پائی تو میں بھی ہدایت پر ہوں۔“

اس پر جو جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ باقی رہ گئی تھی اس پر کچھ لوگوں نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین ہم نے تو وہی کام کیا ہے جو آپ نے کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں لیکن تم نے اس وقت ہماری جانب سے جنگ بندی کو کیوں قبول کیا اور جہاں تک میرا قص ہے میں نے تو اسی فیصلہ کی تائید کی جو تم نے کیا تھا اور اس سے میری غرض صرف یہ تھی کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ رب العالمین چاہے تو تمہیں اس سے بچالے۔

مقتولین کی تدفین:

یہ معاہدہ صفر میں تحریر کیا گیا اور فیصلہ کے لیے ماہ رمضان متعین کیا گیا۔ یعنی آٹھ ماہ بعد یا جب بھی حکمین فیصلہ کریں پھر لوگوں نے اپنے اپنے مقتولوں کو دفن کیا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعمور کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوچ کا اعلان کر دو۔ اعمور نے کوچ کا اعلان کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفین سے واپسی:

ابو جحیف نے عبدالرحمن بن جندب کے ذریعہ جندب سے روایت کیا ہے جندب کہتے ہیں کہ جب ہم صفین کے میدان سے واپس ہوئے تو جس راہ سے ہم آئے تھے ہم نے وہ راہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی اور فرات کے کنارے کنارے خشکی پر چلتے رہے یہاں تک کہ ہم بیت پہنچ گئے پھر ہم نے صندوق دوا کا رخ کیا۔

صالح بن سلیم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

صندوق دوا کے قریب بنو سعد بن حرام کے انصاری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لیے آئے اور ان سے اپنے یہاں قیام کی درخواست کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات وہاں گزاری اور صبح کو کوچ کیا ہم بھی ساتھ ساتھ تھے جب ہم ٹیلہ پہنچے اور کوفہ کے مکانات نظر آنے لگے تو ہم نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص اپنے گھر کے سائے میں بیٹھا ہے اور اس کے چہرے سے بیماری کے آثار ظاہر ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے ہم بھی ان کے ساتھ تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور ہم لوگوں نے اسے سلام کیا اس نے بہت اچھی طرح سلام کا جواب دیا جس سے ہم نے یہ محسوس کیا کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تیرا چہرہ اتر اہوا دیکھتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے۔ کیا کوئی بیماری لاحق ہو گئی ہے۔

اس شخص نے جواب دیا ہاں میں بیمار ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: شاید تو بیماری کو برداشت کرتا ہے۔

شخص مذکور: ہاں! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ یہ بیماری مجھے چھوڑ کر کسی اور کو لاحق ہوئی تو اچھا ہوتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیا تجھے جو بیماری لاحق ہوئی ہے تو کیا تو اس سے ثواب کا امیدوار نہیں۔

شخص مذکور: کیوں نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو تجھے اپنے پروردگار کی رحمت اور اپنے گناہوں کی مغفرت کی بشارت ہو۔ اے اللہ کے بندے! تو کون ہے۔

شخص مذکور: میرا نام صالح بن سلیم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تیرا کون سے خاندان سے تعلق ہے۔

قصص مذکور۔ جہاں تک میری اصلیت کا تعلق ہے تو میں مسلمان طے کی اولاد سے ہوں اور جہاں تک پڑوس اور دعوت کا تعلق ہے تو میں سلیم بن منصور میں داخل ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو اور تیرے باپ تجھے دعوت دینے والوں اور جن کے پاس تو نے پناہ حاصل کی ہے ان سب کا نام کتنا بہترین ہے کیا تو ہماری اس جنگ میں ہمارے ساتھ شریک تھا؟
 صالح: نہیں۔ خدا کی قسم! میرا ارادہ ضرور تھا۔ لیکن آپ بخار کا اثر دیکھ رہے ہیں کہ اس نے مجھے کیسا بے حال کر دیا ہے اس لیے میں حاضر نہ ہو سکا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ عَلَيَّ الضُّعْفَاءُ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرْجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُخْسِبِينَ مِنْ سَبِيلٍ وَاللَّهُ عَفُوفٌ رَحِيمٌ﴾

”ضعیفوں پر روں اور ان لوگوں پر جو سفر خرچ نہ پائیں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ ہوں نیک لوگوں پر گرفت کی کوئی وجہ نہیں اور اللہ بہت مغفرت فرمانے والا اور بہت رحیم ہے۔“

جنگ بندی کے بارے میں لوگوں کی رائے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا اچھا یہ تو بتاؤ کہ لوگوں ہمارے اور شامیوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

صالح: کچھ لوگ تو اس معاہدہ پر جو آپ کے اور شامیوں کے درمیان ہوا ہے خوش ہیں اور یہ لوگ کینہ پرور ہیں اور کچھ لوگ سرگرم اور پریشان ہیں اور دراصل یہی لوگ آپ کے خیر خواہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس ہونے لگے اور وہاں ہی کے وقت اس سے فرمایا: تو نے سچی بات کہی اللہ تعالیٰ تیری اس بیماری کو تیرے گناہوں کے جھڑنے کا سبب بنائے اگرچہ مرض میں بالذات کوئی فائدہ نہیں لیکن مرض بندے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور احرار زبان سے بولنے اور ہاتھ پاؤں سے عمل کرنے پر موقوف ہے اور اللہ جل شانہ! اپنے بندوں میں سے ایک بڑے عالم کو صرف ان کی صدق نیت اور اخلاص کے باعث جنت میں داخل فرمائے گا۔

عبداللہ بن ودیعہ رضی اللہ عنہ کی رائے:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ ابھی کچھ دور ہی گئے تھے کہ عبداللہ بن ودیعہ الانصاری سے ملاقات ہوئی۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ان کے قریب آئے اور سلام کیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلنے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال فرمایا لوگ ہمارے اس معاہدہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

عبداللہ بن ودیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہت سے لوگ اس معاہدہ سے خوش ہیں اور بہت سے ناراض ہیں ان کی حالت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے:

﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَجَعُ رُتُكُ﴾

”یہ ہمیشہ اختلاف میں مبتلا رہیں گے مگر جس پر آپ کے پروردگار کی رحمت ہو۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ اس معاملہ میں سمجھ دار لوگوں کی کیا رائے ہے؟

مہدائے بنی و ولید مجتہد نے جواب دیا:

”سمجھ دار لوگ یہ کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک بڑا لشکر جمع کر کے خود اسے منتشر کر دیا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مضبوط قلعہ تیار کیا تھا لیکن خود اپنے ہاتھوں سے اسے توڑ ڈالا اب ہم یہ دیکھیں گے کہ علی رضی اللہ عنہ اس توڑے ہوئے کوکب اور کیسے بناتے ہیں اور سب اپنی منتشر جماعت کو جمع کرتے ہیں کاش ایسا ہوتا کہ جن لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی تھی حق جوئے انہیں ملے کر سمیٹ دیا ہو جاتے اور نافرمانوں کو نافرمانی کرنے دیتے اور اپنے ان بچے ہوئے ساتھیوں کو لے کر جنگ کرتے حتیٰ کہ یا تو کامیاب ہو جاتے یا خود بھی ختم ہو جاتے تو یہ ایک پختہ بات ہوتی۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اس قلعہ کو میں نے گرایا یا ان لوگوں نے گرایا؟ اس جماعت کو میں نے منتشر کیا یا ان لوگوں نے خود منتشر کیا؟ رہا ان سمجھ دار لوگوں کا یہ کہنا کہ جن لوگوں نے میری اطاعت کی تھی میں نے انہیں لے کر جدا ہو جاتا پھر جس کا جی چاہے نافرمانی کرتا۔ اور میں اس وقت تک جنگ کرتا رہتا جب تک یا تو کامیاب نہ ہو جاتا یا قتل نہ ہو جاتا تو یہ ایک پختہ بات ہوتی۔ تو میری نظر میں یہ بات مخفی نہ تھی اور مجھے اپنی زندگی کی کوئی پروا بھی نہیں بلکہ میں تو موت سے بہت خوش ہوں اور میں نے حملہ کر ارادہ بھی کر لیا تھا۔ میں نے ان دونوں کو بھی دیکھا جو بھاگ کر میرے پاس آ گئے تھے یعنی حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ۔ ان دونوں کو بھی دیکھا جو فوراً میرے پاس آ گئے بڑھ آئے تھے یعنی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور محمد بن علی رضی اللہ عنہ۔ میں نے یہ سوچا کہ اگر یہ دونوں یعنی حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ ہلاک ہو گئے تو اس امت سے محمد ﷺ کی اولاد ختم ہو جائے گی۔ میں نے یہ برا سمجھا اور مجھے ان دونوں کے ہلاک ہو جانے کا خوف پیدا ہوا یعنی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور محمد بن علی رضی اللہ عنہ۔ کیوں کہ اگر میرا معاملہ نہ ہوتا تو کبھی یہ آ گئے نہ بڑھتے خدا کی قسم اگر اب میں دوبارہ ان سے مقابلہ کروں گا تو خوب اچھی طرح مقابلہ کروں گا اور یہ لڑ کے میرے ساتھ نہ لشکر میں شریک ہوں گے اور نہ گھر میں انہیں ساتھ رکھوں گا۔“

خباہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری:

پھر ہم آ گئے بڑھے جب بنو عوف کے علاقہ پر پہنچے تو ہمیں داہنی جانب سات یا آٹھ قبریں نظر آئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کن لوگوں کی قبریں ہیں قدامت بنی النجاشی نے عرض کیا امیر المومنین رضی اللہ عنہ آپ کے جانے کے بعد خباہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تھا اور انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ انہیں کھلمیدان میں دفن کیا جائے ورنہ ہمارے خاندان میں عام طور پر مردے اپنے گھروں اور محلوں میں دفن کئے جاتے ہیں۔ اس لیے انہیں میدان میں دفن کیا گیا کیونکہ اللہ ان پر رحم کرے پھر لوگوں نے اور دوسرے لوگوں کو بھی ان کے پہلو میں دفن کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ خباہ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے وہ رفعت و شوق کے ساتھ اسلام لائے اور خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت میں ہجرت کی اور تمام زندگی جہاد میں گزاری اور انہیں اسلام پر مختلف قسم کی جسمانی تکالیف دی

نگیں۔ اور جو شخص اچھے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ پھر حضرت علیؓ جوں جوں قبروں پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اے وحشت زدہ گھروں اور دیوان مقامات کے رہنے والو مومن مرد اور عورتو! اور اے مسلم مرد اور عورتو تم پر سلام ہو تم ہمارے پیش رو اور آگے بڑھنے والے ہو۔ اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں اور کچھ مدت میں تمہارے ساتھ مل جائیں گے۔ اے اللہ ہمدردی اور ان لوگوں کی مغفرت فرما اور اپنے غلو کے ذریعہ ہماری اور ان کی غلطیوں سے درگزر فرما۔ تمہاری تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے تمہیں اس مٹی سے پیدا کیا اور اسی جگہ تمہیں لوٹایا اور اسی سے تمہیں دوبارہ اٹھائے گا اور اسی مٹی سے تمہارا حشر ہوگا خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جو اپنے اس لوٹنے کے مقام کو یاد رکھے اور حساب کے لیے عمل کرے قوت لایموت پر قوت کرے اور اللہ عزوجل سے راضی ہو۔ پھر حضرت علیؓ جوں آگے بڑھے حتیٰ کہ ثوربتین کے محلہ تک پہنچے پھر فرمایا اللہ سے ڈرتے ہوئے ان گھروں میں داخل ہو جاؤ۔

نوحہ اور ماتم پرستی کی ممانعت:

ابو جحش نے عبداللہ بن عامر الغفاریؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ جوں ثوربتین کے محلہ سے گزرے تو وہاں سے رونے کی آواز آئی دریا فت فرمایا یہ کیسی آواز ہے۔ عرض کیا گیا یہ لوگ صفین کے مقتولین پر رورہے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا میں اس شخص کے لیے جو ان میں سے ثابت قدم رہا اور اس نے یہ جنگ بھی ثواب کی نیت سے کی شہادت کی گواہی دیتا ہوں پھر فاضلین کے محلہ سے گزر ہوا وہاں بھی رونے کی آواز سنی اور یہی جملہ فرمایا اور آگے بڑھ گئے۔ جب شبامین کے محلے پر پہنچے تو سخت چیخنے چلانے کی آوازیں سنیں آپؓ وہیں ٹھہر گئے۔ حرب بن شریل الشہابیؓ باہر آیا آپؓ نے فرمایا کیا تم پر تمہاری عورتیں بھی غالب آگیا کیا اس ماتم سے تم انہیں روک نہیں سکتے؟ حرب نے عرض کیا اے امیر المومنین جوں! اگر ایک یا دو تین گھر کے افراد قتل ہوتے تو ہم اس پر صبر کر لیتے لیکن اس قبیلہ کے ایک سو اسی آدمی قتل ہوئے تو اب کوئی گھرا یا نہیں ہے جس میں رونا پینا نہ ہو جہاں تک ہم مردوں کا تعلق ہے تو ہم میں سے کوئی شخص نہیں روتا بلکہ ہم تو اس پر خوش ہیں۔ اور کیوں نہ شہادت پر خوش ہوں۔

حضرت علیؓ جوں نے فرمایا اللہ تمہارے مقتولین اور مردوں پر رحمت نازل فرمائے اور ان کی مغفرت کرے۔ جب حضرت علیؓ جوں یہاں سے آگے بڑھے تو حرب ان کے پیچھے چلنے لگا۔ اس وقت حضرت علیؓ جوں سوار تھے اور حرب پیدل چل رہا تھا۔ حضرت علیؓ جوں نے اس سے فرمایا تم واپس جاؤ۔ لیکن جب حرب واپس نہ ہوا تو حضرت علیؓ جوں ٹھہر گئے اور اسے دوبارہ واپس جانے کا حکم دیا اور فرمایا جیسے شخص سے لیے یہ مناسب نہیں کہ میرے پیچھے چلے کیونکہ مجھ جیسے شخص کے پیچھے چلنے سے دو نقصان واقع ہوتے ہیں ایک تو دالی اور حاکم میں غرور اور تکبر پیدا ہوتا ہے اور دوسرے پیچھے چلنے والے مومن کی ذلت ہوتی ہے۔

عبدالرحمن بن یزید کی رائے:

اس کے بعد حضرت علیؓ جوں آگے تشریف لے چلے اور آگے بڑھ کر نامین کے محلے میں پہنچے اس محلہ کے رہنے والوں کی اکثریت حضرت عثمان جوںؓ کی حامی تھی۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص جس کا نام عبدالرحمن بن یزید تھا۔ اور جو نامین میں سے بنو عبیدہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا کہہ رہا تھا۔

خدا قسم اعلیٰ بن ابی طالب جیڑھ تو کوئی بھی کام نہ کر سکا جنگ کے لیے گیا اور ہزاروں انسانوں کو قتل کر دیا لیکن تب بھی کچھ کیے بغیر واپس آ گیا۔

یہ لوگ یہ تذکرہ کری رہے تھے کہ سامنے سے حضرت علی بن ابی طالب آتے نظر آئے جب ان لوگوں نے حضرت علی بن ابی طالب کو دیکھا تو انہیں دیکھ کر دوسری باتوں میں لگ گئے۔

حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس سال شام نہیں دیکھا پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا جس قوم کو ہم اپنے پیچھے چھوڑ کر آ رہے ہیں وہ قوم ان لوگوں سے بہتر تھی۔ پھر حضرت علی بن ابی طالب نے یہ اشعار پڑھے۔

أَخْلَوْكَ الَّذِينَ إِنْ أَنْجَسَ ضَنْكَ مُلْبِثَةٌ مِنْ الدَّخْرِ لَمْ يَسْرَحْ لَيْفُكَ وَاجْتِمَاعُ

ترجمہ: ”تیرا بھائی وہ ہے جو تجھے ملامت کر کے زمانے کی جانب سے ہلاکت کا خوف دلائے اور وہ تیری ترقی سے خوش ہو۔

وَلَيْسَ أَخْلَوْكَ بِأَلْبِئِ إِنْ تَشَعَّبَتْ عَلَيْكَ الْأُمُورُ طَلَّ نَلْحَاكَ لَا يَسْمَا

ترجمہ: ”وہ تیرا بھائی نہیں ہے جو تجھے روکتا ہے اس لیے تو ان کاموں کو لازم پکڑ جس پر تجھے ملامت کرتے ہوں۔“

ہیعیان علی بن ابی طالب کی ایک دوسرے سے عداوت:

ابوہشمت نے ابوہشام النخعی کے ذریعہ عمارہ بن ربیعہ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ عمارہ کہتا ہے کہ جب ہیعیان علی بن ابی طالب حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ میدان صفین گئے تھے تو باہم ایک دوسرے کے دوست تھے اور ہر ایک ایک دوسرے سے محبت کرتا تھا اور جب میدان صفین سے لوٹ کر آئے تو یہ سب ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ہر ایک ایک ایک دوسرے سے کینہ رکھتا تھا یہ لوگ میدان صفین میں جب تک علی بن ابی طالب کے لشکر میں موجود رہے خوب خوش تھے لیکن جب حکیم کا واقعہ پیش آیا تو یہ سب ایک دوسرے کی راہ روکنے لگے آہیں میں ایک دوسرے کو گالیاں دیتے اور ایک دوسرے کے کوڑے مارتے۔

خارجی حضرت علی بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں سے کہتے آئے اللہ! کہ دشمن تم نے احکام خداوندی میں مداخلت سے کام لیا اور حکم بنایا۔

دوسرے ان کا جواب یہ دیتے۔ تم نے ہمارے امام کو چھوڑا۔ ہماری جماعت کو منتشر کیا۔

جب حضرت علی بن ابی طالب کو فتنے پہنچے تو یہ لوگ حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ کوفہ نہیں آئے بلکہ انہوں نے حروراء میں قیام کیا۔ ان لوگوں میں سے بارہ ہزار حروراء جا کر قتل ہو گئے اور ان کے منادی نے اعلان کیا آئندہ ہمارا جنگی امیر یعنی کمانڈر انچیف حبش بن ربیع ہوگا اور نماز کا امیر عبداللہ بن کواء الشکری ہوگا اور جب فتح ہو جائے گی تو خلافت کا کام مشورہ سے طے پائے گا اور بیت اللہ عزوجل کے لیے ہوگی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ہوگی۔

جعدہ بن ہبیرہ کی خراسان کو روانگی:

اسی سن میں حضرت علی بن ابی طالب نے جعدہ بن ہبیرہ کو خراسان روانہ کیا۔ علی بن ابی طالب بن محمد نے عبداللہ بن میمونؓ عمرو بن ہبیرہؓ جابر بن یزیدؓ لکھنی کے ذریعہ حمصی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے صفین سے واپسی کے بعد جعدہ بن ہبیرہؓ وخری کو خراسان

روایت کیا۔ وہ ابھی ابھی شہر پہنچے تھے کہ انہیں معلوم ہوا کہ خراسان کے لوگ دوبارہ کافر ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے جعدہ کو خراسان میں داخل نہ ہونے دیے۔ جعدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلید بن قرظہ الیربوعی کو خراسان کی فتح کے لیے روانہ فرمایا خلید نے پہنچ کر نیشاپور کا محاصرہ کر لیا اہل نیشاپور نے مجبوراً صلح کر لی اور اہل مرو نے بھی صلح کر لی وہاں خلید کو بادشاہ کی اولاد میں سے دو لڑکیاں ہاتھ آئیں جنہیں جان کی امان دی گئی۔ خلید نے دونوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور فرمایا تم دونوں نکاح کر لو ان دونوں نے جواب دیا ہم تو آپ کے بیٹوں سے شادی کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار فرمادیا ایک دیہاتی نے عرض کیا اے امیر یہ دونوں باندیاں مجھے دے دی جائیں تاکہ ان کے ذریعے میری عزت بڑھ جائے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ دونوں لڑکیاں اسے دے دیں۔ یہ دونوں لڑکیاں اسی شخص کے پاس رہیں۔ یہ دو بھقان ان کے لیے دیباچہ کا فرش بچھاتا اور انہیں سونے کے برتنوں میں کھلاتا (جو شرعاً حرام ہے) پھر موقع پر کر یہ دونوں لڑکیاں خراسان بھاگ گئیں۔



باب ۱۵

شیعیان علی رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی

اس سن میں خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ کر جدا ہو گئے انہوں نے اپنے حاکم جداگانہ بنائے۔ لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے گفتگو کی تو وہ واپس آ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کوفہ میں قیام کیا۔

بیعت ثانیہ:

ابو جعفر نے ابونہب کے حوالے سے غمارۃ بن ربیعہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے اور خارجیوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تو شیعیان علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس جمع ہو کر کہا ہم اپنی گردنوں میں آپ کی دوسری بیعت کا طوق ڈالنا چاہتے ہیں اور وہ بیعت یہ ہوگی کہ ہم ہر اس شخص کے دوست ہوں گے جسے آپ دوست رکھیں اور ہر اس شخص کے دشمن ہوں گے جسے آپ دشمن رکھیں۔

اس پر خارجیوں نے کہا تم اور شامی دونوں کفر میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہو لیکن اسی طرح جیسے گھوڑ دوڑ میں دو گھوڑے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شامیوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی بات پر بیعت کی ہے جسے معاویہ رضی اللہ عنہ پسند کریں گے یہ لوگ بھی اسی کو پسند کریں گے اور جسے معاویہ رضی اللہ عنہ برا سمجھیں گے اسے یہ لوگ برا سمجھیں گے اور تم لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ جسے دوست رکھیں گے تم اس کے دوست ہو گے اور علی رضی اللہ عنہ جسے دشمن رکھیں گے تم اس کے دشمن ہو گے۔

زیاد بن النضر نے جواب دیا خدا کی قسم علی رضی اللہ عنہ نے جب بیعت کے لیے ہاتھ پھیلا یا تھا تو ہم نے اللہ عزوجل کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کی سنت پر چلنے کی بیعت کی تھی لیکن جب تم لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی تو ان کے ساتھی ان کے پاس آئے اور ان سے عرض کیا ہم ہر اس شخص کے دوست ہیں جو آپ کا دوست ہو اور ہر اس شخص کے دشمن ہیں جو آپ کا دشمن ہو اور واقعاً ہم اسی طرح ہیں کیونکہ علی رضی اللہ عنہ حق و ہدایت پر ہیں اور جو شخص ان کی مخالفت کرے وہ گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے۔

خارجیوں سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مناظرہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ان خارجیوں کی طرف روانہ کیا اور فرمایا ان کے جواب دینے اور ان سے بحث کرنے میں جلدی نہ کرنا تا وقتیکہ میں تمہارے پاس نہ پہنچ جاؤں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان خارجیوں کے پاس تشریف لے گئے۔ جب یہ ان کے پاس پہنچے تو وہ ان کے پاس آ کر ان سے بحث کرنے لگے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خاموش نہ رہ سکے اور انہوں نے انہیں جواب دینے شروع کیے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے جو حکمین پر اعتراض کیا ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ:

﴿إِنْ يُرِيدُوا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا﴾

”اگر یہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں تو اللہ ان دونوں میں اتفاق فرما دے گا۔“

جب زوجین کے اختلاف میں حکم متعین کیے جاسکتے ہیں تو نبی کریم ﷺ کی امامت میں اختلاف کی صورت میں حکم کیوں نہ متعین کیے جائیں گے۔

خوارج نے جواب دیا جس چیز کا حکم اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر چھوڑ دیا ہے اور انھیں اس امر کا اختیار دیا ہے کہ وہ اس میں غور کر کے جس شے کو بہتر پائیں اسے اختیار کریں تو اس قسم کے امور کا انسانوں کو اختیار ہے اور یہ اختیار اسی کے حکم کے مطابق ہے اور جن امور میں اللہ تعالیٰ نے خود فیصلہ فرما دیا مثلاً زانی کی حد سو کوڑے معین فرمائے یا چور کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا اس قسم کے احکام میں بندوں کو غور و فکر کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

﴿يُنْخَلَعُ بِهٖ ذُوْى عِلْدٍ مِنْكُمْ﴾

”تم میں سے دو عادل اس کا فیصلہ کریں۔“

خوارج نے جواب دیا۔ شکار کے معاملہ میں حکم کرنا یا جو جھگڑا ہو اس میں فیصلہ کرنا مسلمانوں کے خون کا فیصلہ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا اور تم نے جو یہ آیت دلیل میں پیش کی ہے یہ خود ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کن ہے۔ کیا تمہارے نزدیک ابن العاص رضی اللہ عنہ عادل ہے۔ حالانکہ کل تو وہ ہم سے جنگ کر رہا تھا اور ہمارے خون بہا رہا تھا۔ اگر وہ عادل ہے تو ہم عادل نہیں اس لیے کہ ہم نے اس سے جنگ کی اور تم نے اللہ کے حکم میں لوگوں کو حکم بنایا۔ حالانکہ اللہ عزوجل نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کی جماعت کے بارے میں حکم دیا تھا کہ یا تو وہ قتل کیے جائیں یا وہ اپنی بغاوت سے رجوع کریں اور اس سے قبل جب ہم نے انہیں کتاب اللہ کی دعوت دی تھی تو انہوں نے انکار کر دیا تھا اس کے باوجود تم نے اس سے معاہدہ کیا اور جنگ بندی پر فیصلہ کیا حالانکہ اللہ عزوجل نے مسلمانوں اور اہل حرب کے درمیان جنگ بند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اس وقت جب کہ سورۃ برأت نازل ہوئی۔ سوائے اس صورت کے کہ یہ لوگ جزیہ کا اقرار کریں۔

یزید بن قیس کی اصحابان پر ماموری:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن النضر کو اس کام پر مامور فرمایا کہ وہ یہ دیکھ کر بتائیں کہ ان کی جماعت میں کون سا سردار ایسا ہے جو اپنی جماعت کے لحاظ سے سب سے بڑا سمجھا جاتا ہو۔ زیاد بن النضر نے یہ جائزہ لینے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ یزید بن قیس سے زیادہ کسی کے پاس اتنی بڑی جماعت نہیں جتنی اس کے پاس ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور یزید بن قیس کی جماعت میں گئے اور یزید کے خیمے پر پہنچے۔ اندر جانے کے بعد وضو کیا اور اس خیمے میں دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد یزید کو اصحابان اور رے کا حاکم متعین فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خازن جیوں سے مناظرہ:

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ یزید کے خیمے سے نکل کر خازن جیوں کی طرف تشریف لے گئے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مباحثہ کر رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم انہیں جواب نہ دو۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ کیا میں نے تمہیں منع نہ کیا تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود

گفتگو شروع کی اور اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: ”اے اللہ! یہ ایسا مقام ہے جس نے آج کے دن میں دُش دیا وہ قیامت کے روز ضرور دُش دیندہ شارب ہوگا اور جس نے اس مسئلہ پر کلام کیا اور اس پر بحث کی تو وہ اندھا اور گمراہ ہوگا۔“

پھر حضرت علیؓ جو بیٹھنے سے سوال کیا۔ تمہارا رہبر کون ہے؟

خارجی: عبد اللہ بن ابی کواء۔

حضرت علیؓ جو بیٹھنے سے تم نے ہم سے بغاوت کیوں کی؟

خارجی: اس لیے کہ تم نے صلح میں حکم کو قبول کیا۔

حضرت علیؓ جو بیٹھنے سے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جب شمیوں نے قرآن اٹھائے تو تم ہی نے یہ کہا تھا کہ ہم اللہ عزوجل کی کتاب کو قبول کرتے ہیں حالانکہ میں نے تم سے یہ کہا تھا۔ میں اس جہالت کو تم سے زیادہ جانتا ہوں یہ لوگ نہ دیندار ہیں اور نہ قرآن پر عمل کرنے والے ہیں یہ بچپن میں بھی برے تھے اور بڑے ہو کر بھی برے رہے تم اپنی حقانیت اور صداقت پر قائم رہو اور ان لوگوں نے جو قرآن اٹھایا ہے وہ مکرو فریب اور دھوکہ دہی کے لیے اٹھایا گیا ہے لیکن تم نے میری رائے کو قبول نہ کیا اور تم نے جواب دیا نہیں ہم ان کی بات قبول کرتے ہیں اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم اپنی اس بات کو یاد کرو اور تم نے میری جو نافرمانی کی تھی اسے بھی یاد کرو جب تم نے سوائے معاہدہ کے کسی بات کو قبول نہ کیا۔ میں نے دونوں حکمین پر یہ شرط لگا لی کہ جس شے کا قرآن حکم دے گا وہ اس کا حکم دیں گے اور جس سے قرآن منع کریں گے اس سے رک جائیں گے۔ اب اگر وہ قرآن کے مطابق حکم دیتے ہیں تو ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ان کے اس فیصلہ کی خلاف ورزی کریں جو قرآن کے مطابق ہو اگر وہ قرآن کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ہم ان کے حکم سے بری ہیں۔

خارجی: آپ یہ بتائیے کہ کیا آپ یہ جائز سمجھتے ہیں کہ خولوں کے معاملہ میں آدمیوں کو حکم بنائیں اور کیا آپ اسے عادل سمجھتے ہیں۔

حضرت علیؓ جو بیٹھنے سے ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا بلکہ ہم نے قرآن کو بنایا ہے اور قرآن ایک ایسی تحریر ہے جو دو گونوں کے درمیان کاھی گئی ہے اور قرآن خود کلام نہیں کر سکتا اسے تو آدمی ہی تلاوت کریں گے۔

خارجی: ہمیں یہ بتائیے کہ آپ نے شامیوں سے یہ مدت کس لیے تعیین کی ہے؟

حضرت علیؓ جو بیٹھنے سے تاکہ جاہل اس بات کو جان لے اور عالم تحقیق کر سکے اور شاید اللہ تعالیٰ عزوجل اسی ذریعہ سے اس امت کی اصلاح فرمادے۔ اللہ تم پر رحم کرے تم اپنے شہروں میں واپس جاؤ۔

یہ سب کے سب اس جواب پر اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔

ابو خنیفہ کہتا ہے کہ عبد الرحمن بن عبد اللہ نے اپنے باپ سے بھی اسی قسم کی گفتگو نقل کی ہے۔

خارجیوں کی شرائط:

خارج کا قول یہ ہے کہ ہم نے علیؓ کو یہ جواب دیا تھا کہ تو نے سچ کہا تم نے ایسا ہی کیا اور کہا تھا جیسا کہ تو نے ذکر کیا ہے لیکن یہ ہم نے کفر کیا تھا اور اللہ عزوجل سے ہم نے اس کفر سے توبہ کر لی ہے تو جیسے ہم نے توبہ کی ہے تو بھی توبہ کر ہم تیری بیعت

کرتے ہیں ورنہ ہم تیرے مخالف ہیں ہم نے علی رضی اللہ عنہ سے اس پر بیعت لی اور فرمایا اپنے اپنے گھروں کو جاؤ ہم چھ ماہ تک انتظار کریں گے تاکہ سامان جمع کیا جاسکے اور سواریاں تازہ و دم ہو جائیں پھر ہم دشمنوں کے مقابلہ پر جائیں گے ہم ان کا یہ قول ہرگز تسلیم نہیں کرتے کیوں کہ خارجیوں نے جو ارادہ کیا تھا اس میں جھوٹ بولا۔

فیصلے کے وقت لوگوں کی حاضری:

معن بن یزید بن ابی اسلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تاکہ جلد از جلد فیصلہ کرانے پر انہیں آمادہ کریں۔ معن نے کہا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا عہد پورا کیا ہے آپ بھی اپنا عہد پورا کیجیے۔ کہیں یہ بکرو قیم کے امرا ہی آپ کو اس کام سے غافل نہ کر دیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکمین کو فیصلہ کرنے کا حکم دیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے پٹے تھے تو یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ہر دو حکم چار چار سو آدمی لے کر دومۃ الجندل آئیں گے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عدم امت:

واقعی کا کہنا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں کے ساتھ آئے جنہیں حکمین اپنے ساتھ لائے تھے اور ان کا بیٹا عمران سے اذرح چلے پر برابر اصرار کرتا رہا لیکن یہاں پہنچ کر وہ اپنی اس آمد پر نادم ہوئے اس لیے انہوں نے بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کے لیے چلے گئے۔

دومۃ الجندل میں حکمین کا اجتماع:

اسی سال حکمین کا اجتماع ہوا۔

ابو بخت نے مجالد بن سعید اور عقی کے واسطے سے زیاد بن النضر الحارثی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چار سو آدمی روانہ فرمادیے ان پر شریح بن بانی الحارثی کو امیر بنایا۔ اور ان کے ساتھ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی لوگوں کو نماز پڑھاتے اور ان آدمیوں کے کاموں کا انتظام کرتے اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی انہی کے ساتھ تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار سو اشخاص روانہ کیے تھے یہ دونوں جماعتیں اذرح میں دومۃ الجندل کے مقام پر جمع ہوئیں۔

راوی کہتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ جب بھی کوئی قاصد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجتے تو وہ آتا اور واپس چلا جاتا اور کسی کو کانوں کا خبر نہ ہوتی کہ وہ کیا پیغام لے کر آیا تھا اور کیا پیغام لے کر واپس گیا ہے اور نہ شامی اس سے کوئی سوال کرتے اس کے برعکس جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوئی قاصد ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آتا تو عراقی فوراً ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے کہ امیر المؤمنین نے آپ کو کیا تحریر کیا ہے اور اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ کچھ چھپاتے تو یہ لوگ ان پر مختلف قسم کی ہدگمانیاں کرتے اور کہتے ہمارا خیال ہے کہ انہوں نے ایسا ایسا لکھا ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر فرمایا کیا تم ذرا سی بھی عقل نہیں رکھتے۔ کیا تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے قاصد کو نہیں دیکھتے کہ وہ پیغام لے کر آتا ہے اور اس پیغام کی کسی کو خبر تک نہیں ہوتی اور یہاں سے پیغام لے کر واپس جاتا ہے اور کسی کو علم نہیں ہوتا کہ یہ کیا پیغام لے کر گیا ہے اور نہ اس پر شامی چیختے چلاتے ہیں اور نہ زبان سے کوئی لفظ نکالتے ہیں اور ایک تم ہو کہ ہر وقت نئی نئی ہدگمانیاں کرتے ہو۔

صحابہ کی آمد:

راوی کہتا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام، وئی، عبدالرحمن بن عبد یغوث، الزہری، ابوہریرہ بن حبیب، العدوی اور صفیہ بن شعبہ انھی نے پہنچائے بھی آئے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص جو ہجرت کا خلافت سے انکار:

عمر بن سعد جو ہجرت اپنے والد حضرت سعد بن ہشام کے پاس گیا جو بنی سلیم کی وادی میں ایک چشمہ پر قیام پزیر تھے اور ان سے کہا اے میرے باپ صفین میں جو کچھ گزرا ہے اس کی اطلاع آپ کو مل چکی ہوگی لوگوں نے ابوموسیٰ اشعری، جعفر اور عمرو بن العاص جہاز کو حکم دیا ہے اور وہاں ان کے ساتھ قریش کی ایک جماعت بھی آئی ہے آپ بھی چلے کیونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور مجلس شوریٰ کے ایک رکن ہیں اور آپ نے کسی ایسے فعل میں حصہ نہیں لیا جسے امت برا سمجھے آپ ضرور چلیے کیونکہ آپ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت سعد بن ہشام نے فرمایا:

”میں ہرگز نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ غریب ایک فتنہ پیدا ہوگا اس فتنہ کے وقت سب سے بہتر وہ شخص ہوگا جو لوگوں سے چھپ کر اللہ کی عبادت میں مشغول رہے گا۔ خدا کی قسم! میں تو بھی اس جیسے کام میں شریک ہونے کے لیے تیار نہیں۔“

حکمین کے سوالات و جوابات:

جب دونوں حکم ایک دوسرے سے ملے تو عمرو بن العاص جو ہجرت نے کہا اے ابوموسیٰ جو ہجرت کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ حضرت عثمان جو ہجرت مظلوم شہید کیے گئے۔

ابوموسیٰ جو ہجرت: ہاں میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔

عمرو جو ہجرت: کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ معاویہ جو ہجرت اور ان کی اولاد عثمان جو ہجرت کی وارث ہیں۔

ابوموسیٰ جو ہجرت: کیوں نہیں۔

عمرو جو ہجرت: تو اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ قَتَلَ غُلَامًا فَقَدْ قَتَلْنَا أَبَاهُ مُنْطَلِقًا فَلَا يُسَوَّىٰ هَبِ الْقَتْلُ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا﴾

”اور جو شخص مظلوم قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے ولی کو قصاص کی قدرت دی ہے اسے چاہے کہ وہ قتل میں زیادتی نہ کرے کیونکہ اس کی مدد کی جاتی ہے۔“

تو اے ابوموسیٰ جو ہجرت! اگر اس شے سے کیا نفع ہے کہ معاویہ جو ہجرت کو ظیفہ بنا دیا جائے کیونکہ معاویہ عثمان بن ہشام کے وارث اور قریش خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ آپ کو علم ہے اگر آپ کو یہ خوف ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ آپ نے معاویہ جو ہجرت کو کیسے خیفہ بنا دیا حالانکہ انہیں تو اسلام میں سبقت حاصل نہیں تو آپ یہ دلیل پیش کر سکتے ہیں کہ معاویہ عثمان بن ہشام مظلوم کے وارث تھے اور ان کے قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ وہ سیاست و تدبیر میں علی جو ہجرت سے زیادہ ماہر اور زور و رسول اللہ ﷺ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجی ہیں اور خود بھی حضور کی صحبت میں رہے ہیں اس لیے وہ بھی صحابہ میں داخل ہیں۔ پھر عمرو جو ہجرت نے انہیں حکومت پیش کی اور

کہا اسے ابو موسیٰؓ جو بڑا اُردو معاویہ جو بڑا خلیفہ بن گئے تو وہ آپؐ کی وہ عزت کریں گے جو کسی خلیفہ نے نہ کی ہوگی۔

ابو موسیٰؓ جو بڑا۔ اسے عمرو بن لُحَیظؓ اللہ عزوجل سے ذرتو نے معاویہؓ کی شرافت بیان کی ہے تو وہ اس قسم کی شرافت نہیں جس کے باعث اسے خلافت سوئپ دی جائے اور اگر اس شرافت کی بنا پر خلافت مل جایا کرتی تو اس خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ابراہیم بن الصہاح ہوتا۔ یہ خلافت تو اہل دین اور اہل فضل کا حق ہے اس لحاظ سے میں اگر کسی کو خلیفہ بنانا تو اس شخص کو خلافت دیتا جو قریش میں سب سے افضل ہے یعنی علی بن ابی طالبؓ۔ تمہارا یہ کہنا کہ معاویہؓ جو بڑا خون عثمانؓ کے وارث ہیں تو تم معاویہؓ جو بڑا خلیفہ بنانا دو لیکن میں یہ نہیں کر سکتا کہ میں معاویہؓ جو بڑا خلیفہ بنادوں۔ اور مہاجرین اولین کو چھوڑ دوں۔ رہا تم نے جو حکومت کی پیش کش کی ہے خدا کی قسم اگر معاویہؓ جو بڑا مجھے اپنی تمام حکومت بھی دے دے گا تب بھی میں اس حکومت کا حاکم نہ ہوں گا۔ میں اللہ عزوجل کے احکام پر رشت نہیں لیتا۔ ہاں اگر تو چاہے تو حضرت عمر بن الخطابؓ کا نام زندہ کر دے۔

خلافت کے لیے ابن عمرؓ کا نام:

ابو خلفؓ نے ابوشبابؓ انہی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابو موسیٰؓ اشعریؓ جو بڑا نے فرمایا خدا کی قسم اگر میرے بس میں ہوتا تو میں حضرت عمرؓ کا نام زندہ کر دیتا۔

اس پر عمرو بن العاصؓ جو بڑا نے کہا اگر تم ابن عمرؓ سے بیعت کرنا چاہتے ہو تو میرے بیٹے میں کیا کسی ہے حالانکہ آپ اس کے فضل و صلاح کے منکر نہیں ہو سکتے۔

ابو موسیٰؓ جو بڑا نے جواب دیا واقعاً حیران کیا ایک سچا آدمی ہے لیکن تو نے اسے فتد میں مبتلا کر دیا۔

ابن عمرؓ کی خلافت سے بیزاری:

ابو خلفؓ نے محمد بن اسحاقؓ کے ذریعہ نافع موملیؓ ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ عمرو بن العاصؓ جو بڑا نے ابو موسیٰؓ جو بڑا کی اس بات پر جواب دیا کہ اس کام کے لیے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو اڑھیں رکھتا ہو کہ اچھی طرح کھا سکے اور چٹا سکے۔ ابن عمرؓ میں تو غفلت پائی جاتی ہے۔

اس پر عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا ذرا سمجھو اور ہوشیاری سے کام لو۔ عبداللہ بن عمرؓ نے ارشاد فرمایا نہیں خدا کی قسم! میں تو خلافت پر کبھی رشت نہ دوں گا اور اس کے بعد عمرو بن العاصؓ جو بڑا سے فرمایا عرب کی جب تکواریں نوٹ چکیں اور نیز سے بکا رہے تو اسے عمروؓ انہوں نے تجھ پر بھروسہ کیا اب تو انہیں دوبارہ فتد میں مبتلا نہ کرنا۔

حضرت علیؓ جو بڑا کی عمرو بن العاصؓ جو بڑا کو نصیحت:

ابو خلفؓ نے نصر بن صالحؓ انہی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں غزوہ سمعان میں شریع بن ہانیؓ کے ساتھ شریک تھا۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ علیؓ جو بڑا نے ان کے ذریعہ عمرو بن العاصؓ جو بڑا کو چند باتیں کہلو کر بھیجیں۔ فرمایا تھا اسے شریع جو بڑا جب تو عمروؓ جو بڑا سے ملاقات کرے تو اس سے کہنا کہ علیؓ جو بڑا نے تجھ سے کہا ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک لوگوں میں سب سے افضل وہ شخص ہوگا جسے حق پر عمل کرنا زیادہ محبوب ہوگا خواہ اس کے عمل میں کچھ نقص اور کمی ہو اور تمام مخلوق میں اللہ سے بعید ترین وہ شخص ہوگا جسے باطل پر عمل کرنا زیادہ محبوب ہوگا خواہ پھر وہ حق پر کتنی کثرت سے عمل کیوں نہ کرے خدا کی قسم! تو یہ خوب جانتا ہے کہ حق کس جانب

ہے تو آپ جان بوجھ کر جاہل نہ بن اگر تجھے حق چھوڑنے کے لیے کچھ تھوڑی سی طمع دلائی گئی ہے تو یاد رکھ تو اس کے ذریعہ اللہ اور اس کے دوستوں کا دشمن بن جائے گا اور اس وقت خدا کی قسم! تجھے جو دولت ایمان دی گئی ہے وہ تجھ سے زائل ہو جائے گی تجھ پر انفس تو خائن کی جانب سے جھگڑا نہ کر اور نہ ظالموں کا مددگار بن میں وہ دن جانتا ہوں جس روز تجھے اس پرندامت ہوگی اور وہ تیری وفات کا دن ہوگا تو اس روز اس کی تمنا کرنے کا کہ تو نے کسی مسلمان سے عداوت نہ برتی ہوئی اور نہ کسی فیصلے پر رشوت لی ہوئی۔

شرح بن بابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول عمرو رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے چہرہ کا رنگ تبدیل ہو گیا پھر عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا میں کیسے علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول کروں یا اس کا کام پورا کروں اور کیسے اس کی رائے پر چوں۔ شرح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا اے نابذ کے بیٹے تو کیسے اپنے مالک اور اپنے سردار کا مشورہ قبول نہیں کرتا جو نبی کریم ﷺ کے بعد سب کے سردار ہیں اور ان کی رائے کیسے قبول نہیں کرتا جب کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جو تجھ سے بہتر تھے ان سے مشورہ کرتے اور ان کی رائے پر عمل کرتے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مجھ جیسا شخص تجھ جیسے شخص سے بات نہیں کر سکتا۔ میں نے جواب دیا تو کون سے باپ دادا کی وجہ سے نفرت کرتا ہے کیا اپنے خسیس باپ کی وجہ سے یا اپنی ماں نابذ کی وجہ سے۔ شرح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر عمرو رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور میں بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

ابو بخت نے ابو خباب الثقفی سے نقل کیا ہے کہ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ملے تو عمرو رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو پہلے اپنا فیصلہ سنانے پر مجبور کیا اور کہا آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور مجھ سے عمر میں بڑے ہیں اس لیے آپ پہلے اعلان کریں تو میں بھی اعلان کروں عمرو رضی اللہ عنہ ہر معاملہ میں اسی طرح ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا کرتے تھے اور اسی طرح ہر معاملہ میں انہیں کہہ دیا کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ ان سے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ختم کرنے کا اعلان کرادیں۔

راوی کہتا ہے کہ ان دونوں نے علی رضی اللہ عنہ و معاویہ رضی اللہ عنہما کے معاملہ پر غور کیا اور کسی بات پر ان کا اتفاق نہ ہوسکا عمرو رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا پھر عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا لیکن ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس رائے سے بھی انکار کر دیا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت پر آمادہ کرنا چاہا لیکن اس سے عمرو رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔

اس کے بعد عمرو رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا پھر آخراً آپ کی کیا رائے ہے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: میری رائے تو یہ ہے کہ ہم ان دونوں شخصوں کو معزول کر دیں اور اس خلافت کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دیں اور مسلمان اپنے لیے جسے پسند کریں اسے خلیفہ بنالیں۔

عمرو رضی اللہ عنہ: صحیح رائے تو وہی ہے جو آپ نے دی ہے۔

اس کے بعد یہ دونوں شخص لوگوں کے پاس آئے۔ تمام لوگ جمع تھے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ انہیں بتا دیجیے کہ ہم ایک رائے پر متفق و متحد ہو چکے ہیں۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک رائے پر متفق ہو چکے ہیں اور میں امید ہے کہ اللہ عز و جل

اس رائے کے ذریعہ اس امت کی اصلاح فرمادے گا۔

عمر و جنت نے کہا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سچ بولتے اور نیک بات کر رہے ہیں اسے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آگے بڑھوا دو لوگوں کو بتا دو۔
عمر و بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے:

جب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اعلان کرنے کے لیے آگے بڑھے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ پہنچیں خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ عمر و جنت نے آپ کو دھوکہ دیا اگر آپ دونوں ایک امر پر متفق ہیں تو اعلان کے لیے عمر و جنت کو آگے بھیجئے تاکہ وہ پہلے اس کا اعلان کرے پھر بعد میں تم اعلان کرنا کیونکہ عمر و بن العاص رضی اللہ عنہ ایک دھوکہ باز شخص ہے اور مجھے یہ یقین نہیں کہ جو آپ کا اور اس کا فیصلہ ہوا ہے اس پر وہ راضی بھی ہو اگر آپ پہلے لوگوں میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیں گے تو وہ آپ کی مخالفت کرے گا۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نہایت سادہ آدمی تھے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جواب دیا نہیں ہم دونوں ایک فیصلہ پر متفق ہو چکے ہیں۔
ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا اعلان:

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا۔ انہوں نے اللہ عز و جل کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: اے لوگو! ہم نے اس امت کی خلافت کے معاملہ پر غور کیا تو ہم نے اس خلافت کے معاملہ میں اس سے بہتر کوئی صورت نہیں دیکھی جس پر میرا اور عمر و جنت کا اتفاق ہوا ہے وہ یہ کہ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کر دیں اور اس خلافت کو امت پر چھوڑ دیں وہ جسے پسند کریں اپنا خلیفہ منتخب کر لیں اس لیے میں نے علی اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کیا تم اس کام میں خود غور کر لو اور جسے تم اس خلافت کا اہل سمجھو اسے یہ خلافت سونپ دو یہ کہہ کر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے۔

عمر و بن العاص کی دھوکہ دہی:

اس کے بعد عمر و جنت آگے بڑھے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی جگہ کھڑے ہو کر پہلے اللہ عز و جل کی حمد و ثناء کی اور اس کے بعد کہا اس نے جو کچھ کہہ رہے وہ تم نے سن لیا اس نے اپنے ساتھی کو معزول کر دیا ہے میں بھی اسے معزول کرتا ہوں جسے اس نے معزول کیا لیکن میں اپنے ساتھی معاویہ رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھتا ہوں کیونکہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے وارث اور ان کے قصاص کے طلب گار ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ اس مقام کے حق دار ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمر و جنت! تجھے کیا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ تجھے نیک کام کی توفیق دے تو نے غداری کی اور دھوکہ دیا میری مثال ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْمَسَاحِقِ إِذْ يَقُولُ نَحْمَلُ عَلَيْهِ نِجْمَ الْكَلْبِ إِنَّ تَحْمِلَ عَلَيْهِ يَلْهُوتُ أَوْ تَنَزَّعُوا يَلْهُوتَ﴾

”اس کی مثال کتے کی طرح ہے کہ اگر اسے کچھ ڈالو جب بھی زبان نکالے رہتا ہے اور اگر چھوڑ دو جب بھی زبان نکالے رہتا ہے۔“

اس پر عمر و جنت نے جواب دیا تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی گدھے پر کتا میں لدی ہوں۔

یہ دیکھ کر شریح جنت بن ہانی نے عمر و جنت پر کوڑے سے حملہ کیا اور اس کے کوڑے مارے۔ عمر و جنت کے بیٹے نے اس جواب میں شریح جنت کو کوڑے مارے۔ فیصلہ کے بعد لوگ کھڑے ہو گئے اور ان میں مزید اختلاف پیدا ہو گیا۔

شرح بخاری کہتے ہیں مجھے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو کوفوں سے مارنے پر اتنی ندامت ہے کہ آج تک میں کسی بات پر اتنا تادم نہ ہوا تھا اور ندامت یہ ہے کہ کیوں نہ میں نے اسے تلوار سے مارا پھر زمانہ میں جو کچھ ہوتا سو ہوتا۔

اس فیصلے کے بعد شامیوں نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا لیکن وہ اسی وقت سوار ہو کر مکہ چلے گئے تھے۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا اعتراف:

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی رائے کا برا کرے میں نے انہیں ڈرایا بھی تھا اور مشورہ بھی دیا تھا لیکن تب بھی انہیں عقل نہ آئی ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک قاسق کی دھوکہ دہی سے خبردار کیا تھا لیکن میں نے اس پر اطمینان کیا اور یہ خیال کیا کہ یہ شخص امت کی بھلائی پر کسی شے کو ترجیح نہ دے گا۔

فیصلہ کے بعد عمرو رضی اللہ عنہ اور شامی معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس چلے گئے اور ان لوگوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپ دی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اور شرح بخاری رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس چلے گئے۔

فریقین کی ایک دوسرے پر لعنت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا کہ جب نماز صبح پڑھتے تو اس میں قنوت پڑھتے اور فرماتے اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ابو الامور اسلمی رضی اللہ عنہ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ عبدالرحمن بن خالد رضی اللہ عنہ خضاک بن قیس اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر لعنت نازل فرما۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے بھی قنوت شروع کر دی اور قنوت میں علی رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اشتر رضی اللہ عنہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجتے۔ واقعہ یہ کہ قنوت ہے کہ حکمین کا اجتماع شعبان ۳۸ھ میں ہوا۔



حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خوارج

خارجیوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گناہ:

ابو جحش نے ابو بکرؓ کے ذریعہ عون بن ابی جحید کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو فیصلے کے لیے روانہ کرنے کا ارادہ کیا تو خارجیوں کے دو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ایک زرعہ بن البرج الطائی اور دوسرا حرقوم بن زہیر السعدی۔ یہ دونوں شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے اور بولے:

﴿لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ﴾

"اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں۔"

اس کے بعد حرقوم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تو اپنے گناہ سے توبہ کر اپنے فیصلے سے رجوع کر اور ہمیں اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں لے کر چل ہم ان سے اس وقت تک جنگ کریں گے جب تک خدا کے پاس نہ پہنچ جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میرا ارادہ تو یہی تھا لیکن تم نے میری نافرمانی کی اس لیے میں نے ان سے معاہدہ کر لیا اور اس میں مختلف شرائط لگائیں اور اس معاہدہ پر ہم ان سے عہد کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ نَعْتَدُ نَزَجِيْجَهَا وَ قَدْ جَعَلْنَا اللَّهُ عَلَيْهِمْ كَفِيْلًا إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾

"اور جب بھی تم اللہ سے عہد کرو تو اسے پورا کرو اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم نے اپنے اوپر اللہ کا ذمہ لیا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے افعال کو خوب جانتا ہے۔"

اس پر حرقوم نے کہا یہ جنگ بندی کا معاہدہ ایک گناہ تھا۔ اس لیے آپ کو اس گناہ سے توبہ کرنی چاہیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ گناہ نہیں بلکہ یہ رائے اور عقل کی کوتاہی ہے اور میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ جو کچھ اس کا انجام ہوگا۔ اور میں نے تمہیں اس سے منع بھی کیا تھا۔

اس پر زرعہ بن البرج الطائی نے کہا خدا کی قسم! انے علی رضی اللہ عنہ اگر تو اللہ عز و جل کی کتاب میں لوگوں کے فیصلہ کو ترک نہ کرے گا تو میں تجھ سے جنگ کروں گا اور میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قتال کروں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حیرا ہوا تو کتنا بد بخت ہے میری طبیعت یہ چاہتی ہے کہ میں تجھے قتل کر کے چھوڑ دوں اور ہوا میں تجھے الٹ پلٹ کرتی رہیں۔

اس نے جواب دیا میں تو یہی چاہتا ہوں کاش ایسا ہوتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو حق پر ہوتا تو موت کے وقت اور دنیا سے جدا ہوتے وقت بھی حق پر ہوتا تم لوگوں کو شیطان نے پاگل بنا

دیا ہے تم اللہ عزوجل سے ڈرو کیونکہ جس بات پر تم جنگ کرنا چاہتے ہو اس میں تمہارے لیے کوئی دنیاوی بھلائی نہیں ہے اس جھگڑے کے بعد یہ دونوں شخص **لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ** کا نعرہ لگاتے ہوئے چلے گئے۔

لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ کی غلط تاویل:

ابو جحیف نے عبد الملک بن ابی حرقہ انصاری کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے نکلے ابھی وہ خطبہ دے رہے تھے کہ مسجد کے مختلف گوشوں سے حکمیں سننے لگیں **لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ** کا نعرہ لگایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر یہ ایک حق کلمہ ہے لیکن اس سے باطل مراد لیا جا رہا ہے اگر یہ خاموش رہیں تو ہم بھی ان سے درگزر کریں گے اگر یہ کچھ بولیں گے تو ہم بھی ان سے بحث کریں گے اور اگر یہ ہم سے بغاوت کریں گے تو ہم ان سے جنگ کریں گے۔

خارجیوں کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ کی دھمکی:

اس پر یزید بن عاصم الحارثی نے کفر اہوا اور بولا تمام تعزیریں اس کے لیے ہیں جو ہمارا رب ہے اور جسے چھوڑ نہیں چا سکتا اور اس سے بے پروائی کی جا سکتی ہے اے اللہ! ہم آپ سے ہمارے دین میں کمزور پیدا کرنے سے پناہ مانگتے ہیں کیونکہ دین میں کمزوری اللہ عزوجل کے حکم میں مدللہست ہے اور ایسی ذلت ہے جو اپنے فاعل کو اللہ عزوجل کی نافرمانی تک پہنچا دیتی ہے اے علی رضی اللہ عنہ کیا تو ہمیں قتل سے ڈراتا ہے خدا کی قسم! اے علی رضی اللہ عنہ میری آرزو تو یہ ہے کہ میں اس بات پر تم لوگوں کو خوب ماروں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے اور نہ کسی قسم کا درگزر کیا جائے پھر تم خوب اچھی طرح یہ جان لو گے کہ کون دوزخ میں جانے کا زیادہ مستحق ہے اس کے بعد یہ شخص اور اس کے تین بھائی مسجد سے نکل کر چلے گئے اور مہر پر جا کر خوراج سے مل گئے اس کے بعد ان میں سے ایک شخص قتلہ میں مارا گیا۔

خارجیوں کی فتنہ انگیزی:

ابو جحیف نے علی بن عبد اللہ اور سلمہ بن کہیل کی سند سے کثیر بن بکر الحزلی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک روز خطبہ دینے کھڑے ہوئے مسجد کے ایک گوشے سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا **لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ** (اللہ کے علاوہ کسی کے لیے حکم نہیں) فوراً دوسری جانب سے دوسرے شخص نے بھی کھڑے ہو کر یہی جملہ کہا اور اس کے بعد پورے بہت سے آدمی یہی نعرہ لگاتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اکبر! یہ ایک حق کلمہ ہے جس کے ذریعہ باطل کو تلاش کیا جا رہا ہے جب تک تم لوگ ہمارے ساتھ ہو میری جانب سے تمہارے لیے تین فیصلے ہیں اول ہم تمہیں اس وقت تک مسجد میں آنے سے نہ روکیں گے جب تک تم مسجد میں اللہ کا ذکر کرتے رہو گے۔ اور جب تک تم ہمارا ساتھ دیتے رہو گے تو مال قیمت بھی تم سے نہ روکا جائے گا اور جب تک تم ہم سے جنگ کی ابتداء نہ کرو گے ہم جنگ نہ کریں گے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس مقام پر خطبہ چھوڑا تھا اسی جگہ سے خطبہ شروع فرمایا۔

حکیم ابی بکائی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

ابو جحیف نے قاسم بن الولید سے نقل کیا ہے کہ حکیم بن عبد الرحمن بن سعید ابی بکائی خارجیوں کا ہم خیال تھا ایک روز وہ حضرت

علی جوہر کے پاس آیا۔ حضرت علی جوہر خطبہ دے رہے تھے اس نے حضرت علی جوہر کو مخاطب کر کے کہا:

﴿وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

”آپ کی جانب اور آپ سے قبل تمام انبیاء کی جانب یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تو شرک کرے گا تو تیرے اعمال بیکار ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں داخل ہوگا۔“

(اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ تحکیم شرک ہے اس لحاظ سے تم نے شرک کا ارتکاب کیا)

حضرت علی جوہر نے جواب دیا:

﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفُّكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

”آپ صبر کیجیے یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور یقین نہ رکھنے والوں کی وجہ سے آپ ست نہ پڑ جائیں۔“

حضرت علی جوہر کی کفر سے توبہ:

ابو کریم نے ابن اور یسٰ اسامیل بن مسیح النخعی کی سند سے ابو رزین سے نقل کیا ہے کہ جب واقعہ تحکیم پیش آیا اور حضرت علی جوہر صفین سے لوٹے تو یہ مخالفین بھی ساتھ ساتھ تھے۔ جب حضرت علی جوہر اور ان کے ساتھی منبر پر پہنچے تو یہ مخالفین وہیں منبر پر رک گئے۔ حضرت علی جوہر اور ان کے ساتھی تو کوفہ تشریف لے گئے ان مخالفین نے حوراء جا کر قیام کیا۔ حضرت علی جوہر نے ان کے پاس عبداللہ بن عباسؓ کو سمجھانے کے لیے بھیجا لیکن وہ ناکام واپس آئے۔ حضرت علی جوہر ان کے پاس خود تشریف لے گئے اور ان سے گفتگو فرمائی حتیٰ کہ آپس میں دونوں میں رضامندی ہو گئی یہ لوگ حضرت علی جوہر کے ساتھ کوفہ آئے۔

اس کے بعد ایک شخص نے حضرت علی جوہر سے آ کر دریافت کیا یہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے کفر سے توبہ کر لی ہے۔ حضرت علی جوہر نے ظہر کی نماز کے وقت خطبہ دیا اور اس خطبہ میں جو ان خارجیوں سے معاملہ پیش آیا تھا بیان کیا اور ان پر غلط گوئی کا الزام لگایا یہ لوگ مسجد کے مختلف گوشوں سے یہ کہتے ہوئے لا حکم الا للہ کھڑے ہو گئے اور ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا جو اپنے کانوں میں انگلیاں دے رہے تھا یوں:

﴿وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

”آپ کی جانب اور آپ سے پہلے انبیاء کی جانب یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر تو شرک کرے گا تو تیرے اعمال بیکار ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں داخل ہوگا۔“

حضرت علی جوہر نے جواب دیا:

﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفُّكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

”تو صبر کر یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور یقین نہ کرنے والوں کا طرز عمل تجھے ست نہ بناوے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خارجیوں کے لیے اعلان:

ابو کریب نے ابن ادریس کے ذریعہ لیث بن ابی سلیم کا یہ بیان نقل کیا ہے وہ اپنے ساتھیوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر اپنے ہاتھوں کو پلٹ کر فرمایا اللہ عزوجل کے حکم کا تمہارا بارے میں دو بار اظہار کیا جائے گا۔ میری جانب سے تین فیصلے ہیں ایک تو ہم تمہیں اس مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکیں گے دوئم جب تک جنگ میں ہو رہے ہو ساتھ ساتھ شریک رہو گے تمہارا تیسرے کا حصہ تم سے نہ روکیں گے چنانچہ جب تک تم ہم سے جنگ نہ کرو گے ہم تم سے جنگ نہ کریں گے۔

عبداللہ بن وہب خارجی کی تقریر:

ابو مخنف نے عبدالملک بن ابی حرہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ جوہڑ کے لیے بھیجے کا ارادہ کیا تھا تو خارجی باہم ایک دوسرے سے ملے اور عبداللہ بن وہب الراہسی جوہڑ کے گھر میں جمع ہوئے عبداللہ بن وہب نے اعلان کیا کہ اس کے سامنے خدا کی حمد و ثنا کی اور اس کے بعد کہا خدا کی قسم! اس قوم کے لیے جو رحمان پر ایمان رکھتی ہو اور قرآن کے حکم کی جانب راجع ہو یہ دنیا بزرگ مناسب نہیں ہے۔ جو قوم دنیا کی رضا کی طلب گار ہو اور اس پر اپنی جان قربان کرتی ہو اس کے لیے بے بادی ہے۔ ان لوگوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور حق بات پر دنیا کو ترجیح دی ہے خواہ کسی کے احسان کے باعث یا کسی کے نقصان پہنچانے کے باعث! حالانکہ اس دنیا میں احسانات اور نقصانات کا قیامت کے روز اجر ہے کہ اللہ عزوجل کی رضا حاصل ہوتی اور ہمیشہ کی جنت ملتی ہے تم اپنے بھائیوں کو لے کر اس ظالم ہستی سے نکل جاؤ پھر یا تو پہاڑیوں کی چوٹی پر چلے جاؤ یا اور کسی شہر کی طرف چلے جاؤ اور اس گمراہ کن بدعت کے منکر رہو۔

حقوق بن زبیر کی تقریر:

اس کے بعد حقوق بن زبیر نے کھڑے ہو کر کہا سادیا کی متاع بہت تھوڑی ہے لیکن اس سے جدائی دشوار ہے تمہیں اس کی زینت و خوبصورتی اپنی جانب مائل نہ کر لے اور تمہیں حق کی طالب اور ظلم کو ختم کرنے سے نہ روک دے کیونکہ اللہ تعالیٰ متقین اور نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔

اس پر حمزہ بن سنان الاسدی نے کہا اے قوم! رائے تو وہی ہے جو تمہارے سامنے ہے۔ تم اپنے میں سے کسی شخص کو اپنا امیر بنا لو کیونکہ یہ ضروری ہے کہ تمہارا ایک امیر اور ایک مرکز ہو اور تمہارا اپنا جھنڈا ہو جس کے نیچے تم جمع ہو سکو۔ ان لوگوں نے زید بن حصین الطائی کو امیر بنانا چاہا اس نے انکار کر دیا پھر لوگوں نے حقوق بن زبیر کو مجبور کیا اس نے بھی انکار کر دیا۔ اسی طرح حمزہ بن سنان اور شریح بن اوفیٰ العنسی نے بھی امارت سے انکار کر دیا۔

عبداللہ بن وہب خارجی کی بیعت:

اس کے بعد ان لوگوں نے عبداللہ بن وہب الراہسی کو امارت پیش کی۔ اس نے کہا ہاں میں اسے قبول کرنے کے لیے تیار ہوں خدا کی قسم! یہ امارت دنیا کی خاطر قبول نہیں کر رہا ہوں اور نہ موت سے گھبرا کر اسے چھوڑوں گا۔ الغرض وہی سوال کو ان لوگوں نے راہی سے بیعت کر لی اس عبداللہ راہی کا لقب ڈھانڈھنا تھا اس کے معنی ہیں گھٹنوں والا اور یہ لقب اس کا اس لیے تھا کہ غلو میں طویل جہد کرنے سے اس کے گھٹنے سیاہ پڑ گئے تھے۔

اس کے بعد یہ لوگ شریع بن اوفیٰ العصبی کے گھر جمع ہوئے ابن وہب نے ان لوگوں سے کہا کوئی شہر ایسا بتاؤ جہاں ہر جمع ہو کر اللہ کے حکم کو نذر کر سکیں کیونکہ تم اہل حق ہو۔ شریع جلتھو نے رائے دی کیوں نہ ہم مدائن چھیں اور وہاں چل کر قبضہ کر میں اور وہاں کے باشندوں کو وہاں سے نکال دیں اور پھر بصرہ سے اپنے بھائیوں کو اطلاع دے کر بلا لیں۔

اس پر زید بن حصین الطائی نے کہا اگر تم جمع طور پر یہاں سے نکلے تو تمہارا پیچھا کیا جائے گا اس لیے ایک ایک کر کے اور چھپ کر جانا چاہیے۔ اسی طرح مدائن میں ایسے لوگ موجود ہیں جو تمہاری راہ روکیں گے بلکہ تم نہروان کے مین پرچہ کا ٹھہرہ پاؤ اور اپنے بصرہ کے بھائیوں سے خط و کتابت کرو اس رائے پر سب نے اتفاق کیا اور کہا صحیح رائے یہی ہے۔

خارجیوں کا مذہبی ڈھونگ:

عبداللہ بن وہب نے بصرہ کے خارجیوں کو خط تحریر کیا جس میں انہیں اپنے اجتماع سے مطلع کیا اور انہیں اپنے ساتھ شمولیت کی دعوت دی اور یہ خط ان کے پاس روانہ کیا انہوں نے جواب دیا کہ غفریب وہ بھی ان کے ساتھ آ کر مل جائیں گے۔ انہوں نے جب کوچ کا ارادہ کیا تو تمام رات عبادت میں مشغول رہے اور یہ جمعہ کی شب تھی انہوں نے جمعہ بھی عبادت میں گزارا۔ اور ہفتہ کے روز انہوں نے کوچ کیا شریع بن اوفیٰ العصبی نے کوچ چھوڑتے وقت کلام اللہ کی یہ آیت تلاوت کی:

﴿لَمْ يَخْرُجْ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الظَّالِمِينَ وَلِمَّا تَوَجَّهَ تَلَفَّاهُ مَذِينٌ قَالَ غَسَّتِي زَيْبِي أَنْ يَهْدِيَنِي سِوَاكَ السَّبِيلُ﴾

”وہ اس جگہ سے ڈرتے ہوئے اور پناہ لیتے ہوئے نکلے اور فرمایا اے میرے پروردگار مجھے ظالم قوم سے نجات دے جب وہ مدین کی جانب متوجہ ہوئے تو کہا امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھے راستہ پر چٹائے گا۔“

حضرت عدی بن حاتمؓ کے قتل کا ارادہ:

ان لوگوں کے ساتھ طرفہ بن عدی بن حاتم الطائی بھی شامل ہو کر چلا گیا۔ اس کے والد حضرت عدی جرجسہ اس کی تلاش میں گئے لیکن وہ انہیں نہ ملا عدی جلتھو اس کی تلاش میں مدائن تک گئے جب وہاں سے تو سابات کے مقام پر عبداللہ بن وہب الراہی میں سواروں کے ساتھ ملا۔ اس نے ان کے قتل کا ارادہ کیا لیکن اسے عمرو بن مالک البھانی اور بشیر بن زید البولانی نے روک دیا۔

سعد بن مسعود کی خارجیوں سے جنگ:

عدی جلتھو نے یہاں سے نکل کر سعد بن مسعود کے پاس جو حضرت علیؓ کی جانب سے مدائن کا عامل تھا پیغام بھیجا اور اسے ان خارجیوں سے دے دیا اس نے ڈر کر شہر کے دروازے بند کر دیے اور خود کچھ سوار لے کر ان کی تلاش میں نکلا اور اپنی جگہ اپنے پیچھے مختار بن ابی عبید کو متعین کیا عبداللہ بن وہب کو اس کی خبر ہو گئی اس نے راہ بدل کر بغداد کا رخ کیا۔ لیکن مقام کرخ پر سعد بن مسعود نے پانچ سو سواروں کے ساتھ اسے چالیا۔ عبداللہ بن وہب نے تیس سواروں کے ساتھ کچھ دیر اس کا مقابلہ کیا لیکن اس کی جماعت کے کچھ لوگوں نے اسے جنگ سے منع کیا۔ ادھر سعد بن مسعود کے ساتھیوں نے سعد سے کہا تمہارا ان لوگوں سے جنگ سے کیا واسطہ۔ اس لیے کہ ان سے جنگ کرنے کا تمہیں کوئی حکم نہیں ملا تو ان کی راہ چھوڑ دے تاکہ یہ چلے جائیں اور یہ تمام حالات امیر المومنین کو تحریر

کر اگر وہ پیچھا کرنے کا حکم دیں تو ان کا پیچھا کر اور اگر تیرے علاوہ کسی اور شخص کو اس کام کے لیے معین کریں تو اس میں تیری عافیت ہے سعد نے ان کی اس بات سے انکار کر دیا۔

خارجیوں کا نہروان میں اجتماع:

جب رات کی خوب تاریکی چھا گئی تو عبداللہ بن وہب نے جوئی کی طرف سے دریائے وجل کو عبور کیا اور نہروان پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے مل گیا وہ اس کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر عبداللہ ہلاک ہو گیا تو ہم زید بن حصین یا حرقوم بن زہیر کو امیر بنالیں گے۔

کوفہ کی ایک جماعت بھی خارجیوں کا ساتھ دینے کے لیے کوفہ سے نکلی لیکن انھیں ان کے رشتہ دار زبردستی کوفہ لے آئے ان لوگوں میں قتلا بن قیس الطائی جو طراح بن حکیم کا چچا تھا اور عبداللہ بن حکیم بن عبد الرحمن البکائی کی بھی شامل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ سالم بن ربیعہ انھیں بھی خارجیوں کے پاس جانے کا ارادہ کر رہا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور اسے اس کام سے روکا جس پر اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

ربیعہ بن ابی شداد کا انجام:

جب خارجی کوفہ سے نکل گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بقیہ ساتھیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دربارہ بیعت کی اور کہا ہم اس شرط پر بیعت کرتے ہیں کہ جسے آپ دوست رکھیں گے ہم بھی اسے دوست رکھیں گے اور جسے آپ دشمن رکھیں گے ہم بھی اسے دشمن رکھیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے سنت رسول اللہ ﷺ پر چلنے کی شرط لگائی جب یہ بیعت ہو رہی تھی تو ربیعہ بن ابی شداد انھیں بھی بیعت کے لیے آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا۔ آج مجھے سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی پر بیعت کر۔ اس نے جواب دیا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت پر بھی بیعت لیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ پر انھوں نے کیا تو اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتا کہ اگر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کوئی ایسا کام کیا ہو جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت نہ ہو تو اس صورت میں وہ ہرگز حق پرند تھے (اور اگر ان دونوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کیا تو ان کا عمل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے خارج نہیں) اس پر ربیعہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ربیعہ کو فوراً دیکھا اور فرمایا خدا کی قسم! مجھے تو یہ نظر آ رہا ہے کہ عنقریب تو ان خارجیوں کے ساتھ مل جائے گا اور قتل ہو گا اور میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ تجھے تھوڑے اپنے کھروں سے روندیں گے۔ ربیعہ نہروان کی جنگ میں بصرہ کے خارجیوں کے ساتھ قتل ہوا۔

بصرہ کے خارجیوں کا فرار:

بصرہ میں جو خارجی تھے وہ سب بکھا ہوئے ان کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی انہوں نے مسعر بن مدکی اشجی کو اپنا امیر بنالیا۔ ان کے اس اجتماع و فرار کا جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو علم ہوا تو انہوں نے ابوالاسود الدؤلی کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ حتیٰ کہ ابوالاسود نے بڑے پل پر ان کو چالایا یہ دونوں اسی پل پر ٹھہر گئے جب رات ہوئی اور خوب تاریکی چھا گئی تو مسعر تاریکی میں اپنے ساتھیوں کو لے کر چلا اور خاموشی سے نکل کر نہر پر عبداللہ بن وہب بن رابیعہ کے پاس پہنچ گیا اس وقت اس کے مقدمہ انجیش پر اشرس بن عوف الشیبانی متعین تھا۔

شامیوں سے مقابلہ کی تیاریاں:

واقعہ تحکیم کے بعد جب خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اور ابو موسیٰ اشعری جو شامیوں کے خوف سے ہجرت کر کے چلے گئے اور عبداللہ بن عباسؓ، حبیبہؓ، بصرہ واپس چلے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو جمع کر کے انہیں خطبہ دیا اور فرمایا:

”اگر چند نہ بڑے بڑے مصائب اور نئے نئے حادثات نہ لے کر آیا ہے لیکن ہر صورت میں تمام تعزیمیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں یہ درکھو: فرمائی حسرت کا باعث ہوتی ہے اور بعد میں عداوت کا سبب بنتی ہے میں نے ان دونوں باتوں اور اس کے فیصلے کے معاملے میں بہت سوچ کر تمہیں اپنی رائے سے مطلع کر دیا تھا کاش قصیر کی رائے مان لی جاتی۔ لیکن تم نے میری رائے قبول کرنے سے انکار کر دیا اب میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ ہوازن کے ایک بھائی نے کہا تھا۔

أَمْسَرْتُهُمْ أَمْسَرِي بِمُسْتَعْرِجِ اللَّوْىِ قَلَمٌ يَسْتَبِيْنُو السَّرْمَدَ الْأَضْحَى الغَدِ

ترجمہ: ”میں نے متعرج اللوی کے مقام پر انہیں اپنی رائے سے متنبہ کر دیا تھا لیکن انہیں تو دن چڑھنے کے بعد عقل آئی۔“

خبردار! تم لوگوں نے جن حکمین کا انتخاب کیا تھا ان دونوں نے قرآن کے حکم کو پس پشت ڈال دیا اور قرآن نے جن امور کو ختم کیا تھا انہوں نے انہیں دوبارہ زندہ کیا اور دونوں نے اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر صرف اپنی خواہشات کی پیروی کی انہوں نے کسی دلیل اور گزشتہ سنت کے بغیر فیصلہ کیا۔ پھر اس فیصلہ میں دونوں مختلف رہے اور کوئی صحیح فیصلہ نہ کر سکے تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں میں سے نیک لوگ ان دونوں کے فیصلے سے بری الذمہ ہیں اس لیے تم تیار ہو جاؤ اور شام چھنے کی تیاری کرو اور دوشنبہ کے روز تم سب لشکر میں پہنچ جاؤ۔ ان شاء اللہ۔“

اس خطبہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر سے اتر آئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خارجیوں کے نام خط:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک خط خارجیوں کے نام لکھ کر نہروان روانہ کیا۔ اس خط میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یہ خط اللہ کے بندے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے زید بن حصین، عبداللہ بن وہب اور ان لوگوں کے نام ہے جو ان دونوں کے ساتھ شریک ہیں۔ ان دونوں حکمین نے جن کے فیصلہ کو ہم نے قبول کیا تھا کتاب اللہ کی مخالفت کی اور ہدایت خداوندی کے بغیر فیصلہ کر کے اپنی خواہشات کی پیروی کی نہ تو ان دونوں نے سنت پر عمل کیا اور نہ حکم قرآنی کو نافذ کیا اس لیے اللہ اور اس کا رسول اور مومنین ان دونوں کے فیصلے سے بری الذمہ ہیں جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو اسے قبول کرو کیونکہ ہم اپنے اور تمہارے دشمنوں پر حملے کے لیے کوچ کر رہے ہیں اور اب ہمارا وہی فیصلہ ہے جو پہلے تھا۔ والسلام۔“

خارجیوں کا جواب:

خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جواب میں لکھا:

”ابا بعد! تم نے جو جنگ کی ہے وہ رضائے خداوندی کے لیے تھی بلکہ اپنی ذات کے لیے تھی اگر تم اس کا اقرار کرو کہ تم نے کفر کی اور اس اقرار کے بعد اپنے کفر سے توبہ کرو تو پھر ہم اپنے اور تمہارے معاملات پر غور کر سکتے ہیں ورنہ ہم تم سے برابر مقابلہ کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔“

جب حضرت علی مرتضیٰ نے ان کا خط پڑھا تو ان کی حمایت سے مایوس ہو کر یہ رائے قائم کی تھی کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور لشکر لے کر شامیوں کے مقابلہ پر جایا جائے اور ان سے جنگ کی جائے۔
حضرت علی مرتضیٰ کا خطبہ جنگ:

ابوحنفہ نے مصلیٰ بن کلیب الہمدی کے ذریعہ حجر بن نوف ابو الوداع الہمدانی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی مرتضیٰ خاندیوں سے یاس ہو گئے تو اہل کوفہ کو ساتھ لے کر نخلہ پہنچے اور وہاں پہنچ کر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور اللہ کی حمد و ثناء کی۔ پھر فرمایا: ”جس شخص نے جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کیا اور دین میں مداہنت سے کام لیا وہ شخص ہلاکت کے گڑھے پر کھڑا ہے یہ دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمت نازل فرمائے اور گڑھے میں گرنے سے محفوظ رکھے تو تم لوگ اللہ سے ڈرو اور جنہوں نے اللہ کی نافرمانی کی ہے اور اللہ کے نور یعنی دین کو بجھانے کا ارادہ کیا ہے ان سے جنگ کرو۔ خطا کاروں گمراہوں مجھروں اور ان لوگوں سے قتال کرو جو نہ قرآن پڑھتے ہیں۔ نہ دین کی سمجھ رکھتے ہیں نہ تاویل کے عالم ہیں اور نہ اس کام کے اہل ہیں اس لیے کہ انہیں اسلام میں سبقت حاصل نہیں خدا کی قسم! اگر یہ لوگ تم پر خلیفہ اور والی بن گئے تو یہ لوگ کسریٰ اور ہرقس کے طریقہ کار پر چلیں گے۔ ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کرو اور اپنے ان مغربی دشمنوں کے مقابلہ کی تیاری کرو ہم نے تمہارے بصرہ کے بھائیوں کو بھی طلبی کے لیے تحریر کیا ہے عترت یہ وہ بھی تمہارے پاس آ جائیں گے جب وہ آ جائیں تو تم سب ہمارے گرد جمع ہو جاؤ۔ اور اللہ کے علاوہ کسی میں کوئی طاقت و قوت نہیں۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نام خط:

حضرت علی مرتضیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک خط تحریر فرمایا اور وہ خط عتبہ بن قیس کے ہاتھ روانہ کیا قتبہ قبیلہ بنو سعد بن بکر سے تھا اس خط میں تحریر فرمایا:

”ابا بعد! ہم اپنی چھاؤنی نخلہ پہنچ چکے ہیں اور ہمارا مقصد اپنے مغربی دشمنوں سے جنگ کرنا ہے۔ میرا قصد پہنچنے ہی لوگوں کو جنگ کے لیے تیار کروادیرمرا خط ملتے ہی فوراً کوچ کے لیے تیار ہو جاؤ۔“ والسلام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تقریر:

جب یہ خط حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچا تو انہوں نے یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اخف بن قیس کے ساتھ جنگ کے لیے روانہ ہو جائیں ان کے اس حکم پر اخف کے ساتھ چلنے کے لیے صرف ڈیڑھ ہزار آدمی جمع ہوئے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس لشکر کو بہت کم سمجھا اور لوگوں میں تقریر فرمائی اور اللہ کی حمد و ثناء کی۔ پھر فرمایا:

”اے اہل بصرہ میرے پاس امیر المومنین کا حکم آیا کہ تمہیں جنگ پر جانے کا حکم دوں میں نے اخف بن قیس کے ساتھ تمہیں جانے کا حکم دیا لیکن اس حکم پر صرف ڈیڑھ ہزار آدمی اخف کے ساتھ گئے حالانکہ بچوں غلاموں اور موالی کے

علاوہ تمہاری تعداد ساٹھ ہزار ہے خبردار تم فوراً جاریہ بن قدامتہ السعدی کے ساتھ اخذ کے پیچھے پیچھے چلے جاؤ اور کوئی شخص جنگ سے گریز کی کوشش نہ کرے میں بھی ان لوگوں کے ساتھ جو میرے ساتھ چلنا چاہیں گے جلد ہی وہاں پہنچوں گا جو ان کی تحریر سے اختلاف رکھتا ہو یا اپنے امام کا نافرمان ہو میں نے ابوالاسود الدؤلی کو تم لوگوں کے جمع کرنے کا حکم دیا ہے اب کوئی شخص اپنے علاوہ کسی دوسرے کو ملامت نہ کرے۔“

اہل بصرہ کا جنگ سے گریز:

جاریہ جو تھوڑے شیر سے نکل کر لشکر گاہ میں قیام کیا اور ابوالاسود نے لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا اس طرح جاریہ جو تھوڑے کے پاس ستر سو آدمی جمع ہوئے جاریہ جو تھوڑے انہیں لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ٹھیلے چلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ کے لشکر کے انتظار میں ٹھیلے میں قیام پذیر تھے حتیٰ کہ یہ دونوں لشکر ٹھیلے پہنچ گئے ان کی کل تعداد تین ہزار دو سو تھی۔

ترغیب جنگ:

جب اہل بصرہ ٹھیلے پہنچ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے تمام سرداروں رؤساء اور قبائل کے تمام سرداروں کو جمع فرمایا اور اس کے بعد اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا:

”اے اہل کوفہ تم میرے بھائی میرے مددگار حق پر میرے مہتمم اور میرے ان دشمنوں کے مقابلہ میں جو تم سے جنگ آ رہے ہیں میں تم پر ہمتی ہو۔ میں پیچھے رہنے والوں کو سزا دوں گا۔ مجھے آنے والوں سے پوری اطاعت کی امید ہے میں نے اہل بصرہ کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ تمہاری مدد کے لیے آئیں مگر وہاں سے صرف تین ہزار دو سو آدمی آئے تم ان لوگوں کو نصیحت کر کے جو کینہ پروری سے پاک ہوں میری مدد کرو اور انہیں ساتھ چلنے پر آمادہ کرو ہم مصمتان جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو تم لوگ اپنے آدمیوں کو جمع کرو۔ میرا سوال یہ ہے کہ تم میں سے ہر وہ شخص جو کسی قبیلے کا رئیس ہو اپنے اہل قبیلہ کو تحریر کرے کہ جتنے بھی جنگ جو افراد ہوں جو جنگ کے قابل ہوں یا ایسے لڑکے ہوں جو جنگ کے قابل ہوں انہیں اور اپنے غلاموں اور موالی کو لے کر ہمارے پاس پہنچ جائیں۔“

اس پر سعد بن قیس السہمدانی نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المومنین! ہم آپ کا حکم سننے اور اطاعت کے لیے تیار ہیں اور ہر قسم کی دوستی اور ساتھ دینے کے لیے آمادہ ہیں میں سب سے پہلے آپ کی خواہش کو پورا کروں گا۔ سعد کے بعد معتقل بن قیس الریاحی نے بھی کھڑے ہو کر یہی عرض کیا پھر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، زیاد بن نضہ، حجر بن عدی اور مختلف قبائل کے شرفاء اور سرداروں نے کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہر قسم کی امداد کا یقین دلایا۔

کوئی لشکر کی تعداد:

اس تحریک پر ان رؤساء نے اپنے اپنے قبیلہ والوں کو خطوط تحریر کیے کہ وہ اپنی اولاد اپنے غلاموں اور موالیوں کو لے کر فوراً حاضر ہوں اور کوئی شخص بھی ان میں سے پیچھے نہ رہے۔ یہ سب لوگ حاضر خدمت ہوئے ان میں چالیس ہزار جنگ جو تھے۔ سترہ ہزار وہ لڑکے تھے جو جنگ کے قابل ہو چکے تھے اور آٹھ ہزار غلام اور موالی تھے ان سب نے آ کر عرض کیا۔ امیر المومنین ہمارے پاس جتنے بھی جنگ کے قابل افراد تھے ایسے طرح جتنے لڑکے بالغ ہو چکے تھے اور جنگ کی قوت رکھتے تھے ہم ان میں سے ہر اس شخص کو لے

کر حاضر ہوئے ہیں جس میں ذرا بھی جنگ کی قوت تھی ہم نے سب لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا اب "حروں پر صرف کمزور لوگ باقی رہ گئے ہیں اور انہیں بھی ہم نے اپنے اہل و عیال اور دیگر کاموں کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑا ہے۔

اس طرح عرب کو فلیوں کی تعداد ستاون ہزار تھی اور ان کے قلاموں اور موابیوں کی تعداد آٹھ ہزار اور کل اہل کوفہ کا شکر پینسھ ہزار تھا اور بصرہ کے تین ہزار دو سو افراد تھے اس طرح یہ تمام لشکر اڑسٹھ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔

سعد بن مسعود کو لشکر بھیجنے کا حکم:

ابو جحیف نے ابواصلت انہی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سعد بن مسعود ثقفی کو جو مدائن کے محل تھے تحریر کیا۔
اما بعد! میں تمہارے پاس زیاد بن حصہ کو روانہ کر رہا ہوں تم ان کے ساتھ اہل کوفہ کے جنگ جو لوگ فوراً روانہ کرو اور اس میں کچھ تاخیر نہ کرو۔ اِنَّ شَاءَ اللّٰهُ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

شیعان علی رضی اللہ عنہ کا خارجہوں سے جنگ کا مشورہ:

راوی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چاہیے کہ وہ ہمیں اولاً حرور کے مقابلہ پر لے کر چلیں جب ہم ان کی جنگ سے فراغت حاصل کر لیں تو ان بدعہدوں کے مقابلہ پر جانا چاہیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع فرمایا پھر خدا کی حمد و ثناء کی اور فرمایا:

”میں نے تمہارا یہ قول سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ امیر المومنین کو چاہیے کہ اولاً ہمیں اس خارجی جماعت کے مقابلہ پر لے کر چلیں تاکہ پہلے ہم ان سے منہ لیں ان سے فراغت کے بعد ان بدعہدوں کے مقابلہ پر جانا چاہیے لیکن میرے نزدیک ان خارجیوں سے زیادہ یہ بدعہد لوگ ہیں۔ اس لیے تم خارجیوں کا خیال چھوڑ کر اس قوم کے مقابلہ پر چلو جو تم سے اس لیے جنگ کر رہی ہے تاکہ وہ جابر بادشاہ بن جائیں اور اللہ کے بندوں کو ذلیل و خوار کریں۔“

شیعان علی رضی اللہ عنہ کا عہد جنگ:

اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ ہر طرف سے لوگوں نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین آپ جہاں چاہیں ہمیں لے چلیں۔ راوی کہتا ہے صفی بن فیصل شیبانی نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اے امیر المومنین! ہم آپ کی جماعت میں داخل ہیں اور آپ کے مددگار ہیں ہم ہر اس شخص کے دشمن ہیں جس سے آپ دشمنی رکھتے ہوں اور ہر اس شخص کے پیروکار ہیں جو آپ کی اطاعت پر آمادہ ہو آپ ہمیں دشمنوں کے مقابلہ پر لے کر چلیے خواہ وہ دشمن کی کمی نہ پائیں گے اور نہ آپ متعین میں کسی قسم کی کمزوری دیکھیں گے۔

اس کے بعد محرز بن شہاب انہی کھڑا ہوا جو بنو سعد سے تھا اس نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ کے شیعہ آپ کی حمایت اور آپ کے دشمن کے مقابلہ پر باہم یک دل ہیں آپ کو اس نصرت کی بشارت ہو آپ جس فریق کے مقابلہ پر نہیں لے کر چننا چاہیں چلیں کیونکہ آپ کے شیعہ آپ کی اطاعت اور آپ کے دشمنوں سے جنگ کرنے میں ثواب کی امید رکھتے ہیں اور آپ کی رسوائی اور آپ کے ساتھ جنگ سے گریز کرنے میں ہمیں سخت عذاب کا خوف ہے۔

عبداللہ بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت:

یعقوب نے نے اسماعیل ایوب اور حمید بن ہلال کی سند سے بنو عبد القیس کے ایک شخص سے نقل کیا ہے۔ یہ شخص اولاً خارجی تھا پھر

بعد میں ان سے الگ ہو گیا تھا۔ یہ شخص کہتا ہے کہ خارجی ایک ہستی میں گھس گئے انہیں دیکھ کر حضرت عبداللہ بن خطاب رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے گھبرائے ہوئے پا کر پلٹے ان کی چادر گھبراہٹ میں زمین پر گھسائی جاری تھی ان خارجیوں نے ان سے کہا آپ کسی قسم کا خوف نہ کیجیے حضرت عبداللہ بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! تم نے مجھے ڈرا دیا تھا ان خارجیوں نے ان سے سوال کیا کیا تم صحابی رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن خطاب رضی اللہ عنہ بنو انہوں نے جواب دیا ہاں! انہوں نے سوال کیا کیا تم نے اپنے والد سے یہ حدیث سنی ہے جو وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور فرمایا۔ اس فتنہ کے وقت بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑے ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا اس فتنہ میں کسی قسم کی کوشش کرنے والے سے اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر تم لوگ وہ فتنہ پاؤ تو اے عبداللہ رضی اللہ عنہ تو مقتول ہونا منظور کر لیتا۔ ایوب راوی کہتے ہیں یہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا اے عبداللہ رضی اللہ عنہ قاتل بننا گوارا نہ کرنا یہ حدیث سن کر عبداللہ بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں میں نے یہ حدیث سنی ہے یہ سن کر ایک خارجی نے دوسروں سے کہا اسے نہروان کے کنارے لے جاؤ اور اس کی گردن مار دو وافرغرض انہیں شہید کر دیا گیا ان کا خون نہیں جوتے کہ تسری صورت میں ایک دھار کی شکل میں بہہ رہا تھا ان لوگوں نے ان کی باندی کا پیٹ چاک کیا اور اس کے پیٹ میں جو بچہ تھا اسے نکال پھینکا۔

حضرت عبداللہ بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سوالات و جوابات:

ابوہنف نے عطاء مگھان کے حوالے سے حمید بن بلال سے نقل کیا ہے کہ جو خارجی بصرہ سے چلے تھے جب وہ نہر کے قریب پہنچے تو ان میں سے ایک جماعت آگے بڑھ گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ایک عورت کو گلہ ہے پر لیے جا رہا ہے یہ لوگ اس کے پاس پہنچے اسے لٹکا رکھا اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسے خوف زدہ کیا پھر اس سے سوال کیا تو کون ہے۔ اس شخص نے جواب دیا میں عبداللہ بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہوں۔ یہ کہہ کر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے زمین پر سے اپنے کپڑے اٹھا لیے جو گھبراہٹ میں گر گئے تھے۔

خارجیوں نے سوال کیا کیا تم ہم سے ڈر گئے تھے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: ہاں!

خارجی: آپ ڈر گئے نہیں آپ ہم سے وہ حدیث بیان کیجیے جو آپ نے اپنے والد سے سنی ہے۔ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شاید اللہ تعالیٰ اس حدیث کے ذریعہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ: مجھ سے میرے والد نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے مغربیہ ایک فتنہ واقع ہوگا جس میں انسانوں کے قلوب ایسے ہی مردہ ہو جائیں گے جیسا کہ اس فتنہ میں انسانوں کے اجسام ختم ہو جائیں گے ایک شخص شام کے وقت مومن ہو لیکن اس فتنہ کی وجہ سے صبح کو کافر بن جائے گا اور اگر وہ اس فتنہ میں صبح کو مومن ہے تو شام کو کافر ہو جائے گا۔

خارجی: ہم تم سے یہی حدیث معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کی تعریف کی۔

خارجی: اچھا عثمان جو لوگوں کے ابتدائی دور کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

عبداللہ جوئی: وہ شروع دور میں بھی حق پر تھے اور آخری دور میں بھی حق پر تھے۔

خارجی: اچھا علی جوئی: کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ حکیم سے قبل وہ کیسے تھے اور حکیم کے بعد ان کے دین کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو۔

عبداللہ جوئی: وہ اللہ کو تم سے زیادہ جانتے تھے تم سے زیادہ دین میں پرہیزگار اور تم سے زیادہ بے حسرت کے مالک ہیں۔

خارجی: تو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور مشہور لوگوں کے ناموں کو دیکھ کر ان سے محبت کرتا ہے ان کے افعال کو نہیں دیکھتا۔ خدا کی قسم! ہم تجھے اس بری طرح قتل کریں گے کہ آج تک کسی کو قتل نہ کیا ہوگا۔ پھر ان خدجیوں نے انہیں پکڑ کر ہاندھا اور انہیں اور ان کی عورت کو جس کے عقرب بچہ ہونے والا تھا پکڑ کر لے گئے۔

نذابی ڈھونگ:

مجھے پتہ ہے یہ ایک پھلدار درخت کے نیچے جا کر ٹھہرے۔ اوپر درخت سے ایک گھجور ٹوٹ کر گری ایک خارجی نے اسے اٹھا کر منہ میں ڈال لیا دوسرے نے اعتراض کیا کہ بلا اجازت ادا کیے بغیر کیسے کھا رہے ہو۔ اس خارجی نے وہ گھجور منہ سے قھوک دی پھر اس غلطی کی سزا میں تلوار سے اپنا دار بٹا ہاتھ کاٹ ڈالا۔
خنزیر کو قتل کرنا فساد میں داخل ہے:

یہ جماعت آگے بڑھی تو ایک ڈی کا سور پھرتا ہوا نظر آیا کسی نے اسے اپنی تلوار سے قتل کر دیا اس پر بقیہ خارجیوں نے کہا یہ زمین میں فساد ہے یہ نہ کرو وہ خارجی اس ڈی کے پاس گیا اور اسے راضی کیا اور اپنی غلطی کی معافی مانگی۔

عبداللہ بن خطاب جیسے نے جب ان کا یہ مذہبی ڈھونگ دیکھا تو فرمایا جو کچھ میں اپنی آنکھوں سے تمہارے حالات دیکھ رہا ہوں اگر واقعتاً تم دین میں ایسے ہی سچے اور پختہ ہو تو تم سے مجھے بھی کوئی تکلیف نہ پہنچنی چاہیے اور خصوصاً اس حالت میں جب کہ تم مجھے امان دے چکے ہو کیونکہ تم نے ابھی کہا تھا کہ تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں میں ایک مسلم ہوں میں نے اسلام میں کوئی بدعت بھی ایجاد نہیں کی۔

اس پر ان خارجیوں نے انہیں پکڑ کر زمین پر لٹایا اور انہیں ذبح کر دیا۔ ان کا خون پانی میں بہہ رہا تھا اس کے بعد ان کی عورت کو پکڑا۔ وہ عورت بوٹی کے میں تو ایک عورت ہوں کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ان لوگوں نے اس کا پیٹ چاک کر ڈالا اس کے بعد انہوں نے بوٹے کی تین عورتوں کو قتل کیا اور ام سنان الصید او یہ کو بھی قتل کیا۔

خارجیوں کے مقابلہ کی تیاریاں:

جب حضرت عبداللہ بن خطاب جیسے کی شہادت کی خبر حضرت علی جوئی اور ان کے حامیوں کو پہنچی اور دیگر وہ حالات بھی ان تک پہنچے جو یہ خارجی فتنہ و فساد پھیلا رہے تھے حضرت علی جوئی نے حارث بن مرثد العبدی کو یہ حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا انہیں جو حالات معلوم ہوئے وہ انہوں نے مکمل حضرت علی جوئی کو تحریر کر دیے اور ان میں سے کوئی بات نہ چھپائی۔ پھر حارث نہر کی طرف گئے تاکہ خارجیوں سے اس کا سوال کریں خارجیوں نے جب انہیں دیکھا تو انہیں پکڑ کر فوراً قتل کر دیا۔ یہ اطلاع بھی حضرت

علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو پہنچ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی ان کے پاس جمع ہوئے اور بولے اسے امیر المومنین کیا ایسے لوگوں کو آپ ہمارے اہل و عیال اور ہمارے مالوں پر چھپے چھوڑ کر شامیوں کی طرف جانا چاہتے ہیں کہ بعد میں یہ لوگ خوب خدمت کریں گے کہ نہیں یہ ہے کہ اولاً آپ ہمیں اس جماعت کے مقابلہ پر لے کر چلے جب ہم ان سے فارغ ہوئیں تو ہمیں ہمارے شہری دشمنوں کے مقابلہ پر لے جائیے اشعث بن قیس نے بھی کھڑے ہو کر ان لوگوں کی رائے کی تائید کی حالانکہ عام لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اشعث بھی خدمت کا ہی خواہاں ہے اس لیے کہ صفین کے روز اس نے کہا تھا ان شامیوں نے ہم سے بہت انصاف کی بات کی ہے کہ یہ ہمیں کتاب اللہ پر چلنے کی دعوت دے رہے لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کے مقابلہ کے لیے روانگی کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ اشعث خارجیوں کا ہم خیال نہیں۔

الغرض خارجیوں کے مقابلہ پر اتفاق رائے ہو گیا اور کوچ کا اعلان ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر لے کر نکلے اور دیر یا کے پہلے و عبور کیا اور پہلے دو رکعت نماز ادا فرمائی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے چل کر دیر عبد الرحمن میں پہلی منزل کی پھر دوسری منزل دیرابی موسیٰ میں کی پھر قرہ شامی پر پھر دیرابی اور اس کے بعد فرات کے کنارے۔

نجومی کی مخالفت:

راہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک نجومی سے ملاقات ہوئی اس نے بتایا کہ اس وقت تمہارا کوچ بہت بہتر ہے لیکن اگر تم فلاں وقت سفر کرو گے تو تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو سخت نقصان پہنچے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس نجومی کی مخالفت کی اور اس وقت کوچ کیا جس وقت کے لیے اس نے منع کیا تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ نہروان سے فارغ ہو چکے تو اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا اگر ہم اس ساعت میں چلتے جس ساعت کے لیے نجومی نے کہا تھا تو جاہل اور لاعلم لوگ یہی کہتے کہ علی رضی اللہ عنہ نے چونکہ اس وقت کوچ کیا تھا جس کا نجومی نے حکم دیا تھا اس لیے کامیاب ہو گئے۔

خون مسلم کی اباحت:

ابوحنیفہ نے یوسف بن یزید کے ذریعہ عبد اللہ بن عوف کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انبار کی نہر کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو قیس بن سعد بن عبادہ حبشیہ کو آگے روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ اولاً مدائن جاؤ اور وہاں پہنچ کر اہل مدائن کو جنگ کا حکم دو اور انہیں ساتھ لے کر آؤ الغرض قیس بن سعد حبشیہ اور سعد بن مسعود اشجعی نہر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آ کر مل گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہر کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہارے جن آدمیوں نے ہمارے آدمیوں کو قتل کیا ہے انہیں ہمارے پاس بھیج دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا اور تم سے درگزر کر کے شامیوں کے مقابلہ پر چلا جاؤں گا شاید اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو تہدیل کر دے اور تمہیں تمہاری اس حالت سے بھلائی کی جانب پھیر دے۔ انہوں نے جواب دیا ہم سب نے ان آدمیوں کو قتل کیا ہے اور ہم سب ان لوگوں کا اور تم لوگوں کا خون حلال سمجھتے ہیں۔

قیس بن سعد حبشیہ کی خارجیوں سے گفتگو:

ابوحنیفہ نے حارث بن حصرہ کے ذریعہ عبد الرحمن بن عبید اللہ الکود کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ قیس بن سعد حبشیہ نے ان

خارجیوں سے کہا اے اللہ کے بندو تم میں جو ہمارے قاتل موجود ہیں انہیں ہمارے پاس بھیج دو اور جس راہ اور دین کو چھوڑ کر تم نے بے راہ روی اختیار کی ہے اس دین اور جماعت میں واپس آ جاؤ اور ہمارے ساتھ مل جاؤ اور ہمارے دشمنوں کے مقابلے پر چلو جو تمہارے بھی دشمن ہیں تم نے ایک زبردست جرم کیا ہے اور تم ہمارے شرک کی گواہی دیتے ہو حالانکہ شرک ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ تم مسلمانوں کو مشرک سمجھ کر ان کا خون بہاتے ہو۔

اس بن عبداللہ بن شجرۃ السلمی نے جواب دیا اب تو حق ہم پر واضح ہو چکا ہم ہرگز تمہاری اس وقت تک اتباع نہیں کریں گے جب تک تم عمر بن الخطاب جیسا کوئی دوسرا شخص ہمارے سامنے پیش نہ کرو۔

قیس بن سعد بن مسعود نے جواب دیا ہمیں تو اپنے امیر کے علاوہ کوئی شخص عمر بن الخطاب جیسا نظر نہیں آتا۔ کیا تم اپنے لوگوں میں کسی شخص کو عمر بن الخطاب جیسا سمجھتے ہو؟ میں خدا کی قسم! کھا کر کہتا ہوں کہ تم ہلاکت میں مبتلا ہو گے کیونکہ تم پر فتنہ نے غلبہ پالیا ہے۔

حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کا خارجیوں سے خطاب:

حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ خالد بن زید نے ان خارجیوں کو خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا:

”اے اللہ کے بندو! ہم اور تم اس اپ بھلی حالت میں پہنچ چکے ہیں جس پر ہم دونوں پہلے موجود تھے۔ ہمارے اور

تمہارے درمیان کوئی تفریق نہیں تو پھر کس بنا پر ہم سے جنگ کرتے ہو۔“

خارجیوں نے جواب دیا کہ اگر آج ہم تمہارے امیر کی بیعت بھی کر لیں تو کل تم پھر حکم بنا لو گے۔

حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم! ادا کرتا ہوں کہ تم آئندہ پیش آنے والے خطرہ کے پیش آنے سے قبل فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خارجیوں سے خطاب:

ابو جحیف نے مالک بن امین کے ذریعہ زید بن وہب سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہر کی جانب تشریف لے گئے اور

خارجیوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان سے فرمایا:

”اے وہ جماعت جسے دھوکہ دہی اور فریب کی عداوت نے جماعت مسلمین سے نکال دیا ہے اور جسے خواہشات نے حق

سے بے راہ کر دیا جو اختلاف اور لامل میں مبتلا ہو چکی۔ میں تمہیں اس بات سے ڈرانے آیا ہوں کہ کہیں امت مسلمہ تمہیں

کل اس نہر کے درمیان چھڑا ہوا نہ پائے کہیں تم اپنے پروردگار کی دلیل و حجت کے بغیر اس پافانہ کو ہضم نہ کر جاؤ اس

حال میں کہ تمہارے پاس اس کی کوئی واضح دلیل موجود نہ ہو کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے تمہیں حکیم اور عائلی سے منع کیا

تھا۔ میں نے تم سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ شامیوں کا مقصد تمہیں دھوکہ میں مبتلا کرنا ہے اور تمہاری قوت کو پارہ پارہ کرنا ہے

کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ یہ لوگ دین اور قرآن کے عامل نہیں۔ میں ان لوگوں کو تم سے زیادہ جانتا ہوں میں ان

کے بچپن سے بھی واقف ہوں اور ان کی جوانی سے بھی واقف ہوں۔ اور خدا لوگ ہیں اور اگر تم نے میری رائے کو قبول

نہ کیا تو تم سے چٹکی اور ہتھم ہو جائے گی لیکن اس کے باوجود تم نے میری نافرمانی کی حتیٰ کہ مجبوراً میں نے بھی عائلی کو

منظور کر لیا۔ لیکن میں نے اس میں کچھ شرائط کا اضافہ کیا اور کچھ عہد دیے ان لیے۔ میں نے حکمین پر یہ شرط قائم کی کہ جس

کا قرآن حکم دے گا وہ اس پر عمل پیرا ہوں گے اور جس کی قرآن ممانعت کرے گا اسے ختم کریں گے اور ان دونوں ٹکڑوں نے باہم اختلاف کیا اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی۔ اسی لیے ہم نے ان کا حکم قبول نہیں کیا اور جو فیصلہ ہمارا اس حکم سے قبل تھا ہم فوراً اسی فیصلہ پر پہنچ گئے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم یہ باتیں کہاں سے کرنے لگے؟“

خارجی: چونکہ ہم نے ٹکڑی کو قبول کیا اس لیے ہم گناہگار ہوئے اور اس گناہ کی وجہ سے کافر ہو گئے (خارجیوں کے نزدیک ہر گناہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے) ہم نے اپنے اس کفر سے توبہ کی تو اگر تو بھی جیسے ہم نے توبہ کی ہے توبہ کر لے تو ہم بھی تیرے ساتھ شامل ہونے کے لیے تیار ہیں اور اگر تجھے توبہ سے انکار ہے تو ہم تجھ سے برابر کا متاقلہ کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ خائوں کو پسند نہیں فرماتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تمہیں اس فتنہ کے طوفان نے کھالیا ہے تم میں کوئی شخص اب ایسا باقی نہیں ہے جو رسول ﷺ پر مجھ سے قبل ایمان لایا ہو۔ میں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی۔ آپ کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں شریک رہا تو اگر اس صورت میں بھی میں اپنے کفر کی گواہی دوں گا تو اس وقت تو میں واقعاً گمراہ ہو جاؤں گا اور میرا ہرگز ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار نہ ہو گا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس چلے آئے۔

دعوتِ ثانیہ:

ابوحنفہ نے ابوسلمہ الزہری سے نقل کیا ہے اور ابوسلمہ کی والدہ حضرت انس بن مالک کی صاحبزادی تھیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہر کو دعوت دی اور فرمایا:

”اے لوگو! تمہیں اس حکیم کے مسئلہ نے دھوکے میں مبتلا کر دیا۔ حالانکہ تم نے خود اس کی ابتداء کی تھی اور تم ہی نے چالچی کا سوال کیا تھا۔ میں نے تو اسے مجبوراً قبول کیا تھا میں نے تم سے یہ بیان کر دیا تھا کہ ان لوگوں نے تمہیں دھوکہ دے کر یہ دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن تم نے مخالفین کی مخالفت کرنے سے انکار کر دیا۔ تم نے نافرمانوں کی طرح میری بات قبول نہیں کی مجبوراً میں نے اپنی رائے تبدیل کی اور تمہاری رائے سے موافقت کی خدا کی قسم تم ایک ایسی جماعت ہو جن کی کھوپڑیوں میں داغ نہیں جن کی عقلیں خراب ہو چکی ہیں۔ میں تمہاری خاطر کوئی حرام کام نہیں کر سکتا۔ خدا کی قسم! میں تمہاری ان باتوں سے درگزر نہیں کر سکتا اور نہ تم سے میں اس خلافت کی کوئی بات چھپانا چاہتا ہوں نہ تم پر لشکر کشی کرنا چاہتا ہوں اور نہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ہمارا معاملہ تمام مسلمانوں پر عیاں تھا میں نے تم لوگوں سے اس پر اتفاق کیا کہ دو شخص ثالث منتخب کیے جائیں ہم نے ان حکمین سے یہ عہد کیا کہ وہ قرآن کے مطابق فیصلہ کریں گے اور اس سے تجاوز نہ کریں گے۔ ان حکمین نے حق کو سامنے رکھ کر بھی چھوڑ دیا اور اپنی خواہشات پر عمل کیا۔ حالانکہ ہمارا ان سے عہد یہ تھا کہ وہ انصاف کے مطابق فیصلہ کریں گے اور حق کی موجودگی میں اپنی رائے اور خواہشات کو دخل نہ دیں گے لیکن جب انہوں نے حق کی مخالفت کی اور ایسا فیصلہ دیا جو کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہو سکتا تھا تو ہم پر حقیقت حال واضح ہو گئی۔“

ان تمام امور سے واقف اور شریک کار ہونے کے باوجود پھر تم ہم سے کس طرح قتال کو حلال سمجھتے ہو اور کس دلیل سے تم نے ہماری جماعت سے بغاوت کو جائز سمجھا اگر بالفرض وہ الحال حکمین یہ فیصلہ کر دیتے کہ تم لوگ کھواریں سمجھیں لو۔ ایک دوسرے کی گردنیں مارو اور خوب لوگوں کا خون بہاؤ تو یہ ایک کھلا نقصان ہوتا۔ خدا کی قسم! اس صورت میں اگر تم ایک مرتضیٰ کو بھی قتل کر دیتے تو ان کے نزدیک اس مرتضیٰ کا قتل بھی ایک بہت بڑا گناہ ہوتا۔ تو پھر اس چن کو ختم کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے کیسے حلال ہوگا۔"

اس تقریر پر خارجیوں نے ایک دوسرے سے چلا کر کہا۔ ان لوگوں سے کسی قسم کی گفتگو نہ کرو بلکہ خدا تعالیٰ سے ملاقات اور جنت میں جانے کی تیاری کرو۔



باب ۱۷

جنگ نہروان

فوجی دستوں کی تقسیم:

اب حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو مختلف دستوں پر تقسیم فرمایا۔ مہمہ پر جبر بن عدی، مہمہ پر ہبٹ بن ربیع یا مغل بن یسار کو سواروں پر حضرت ابویوب انصاریؓ اور پیدل فوج پر حضرت ابوقادہ انصاریؓ کو امیر کیا۔ اہل مدینہ جن کی تعداد سات سو یا آٹھ سو تھی قیس بن سعد بن عبادہؓ کی ماتحتی میں تھے۔

راوی کہتا ہے۔ اور خوارج نے اپنے دستوں کی تقسیم اس طرح کی کہ مہمہ پر زید بن حصین الطائی کو مہمہ کیا۔ مہمہ شرح بن بانی الحسی کی ماتحتی میں دیا گیا۔ سواروں پر حمزہ بن سنان الاسدی کو مامور کیا گیا۔ اور پیدل فوج پر ہرقوم بن زہیر السعدی کو مامور کیا گیا۔

اعلان امان:

حضرت علیؓ نے دو ہزار سواروں کے اسود بن المرادی کو حمزہ بن سنان کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ اس کے ساتھ تین سو سوار تھے اور ابویوب انصاریؓ کو امان کا جھنڈا دیا۔ انھوں نے وہ جھنڈا لے کر اعلان کیا کہ تم لوگوں میں سے جو شخص جنگ کیے اور کسی سے معترض ہوئے بغیر اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا اس کے لیے امان ہے۔ اسی طرح جو شخص کو نہ یا دعائیں چلا جائے گا یا اس جماعت سے جدا ہو کر کسی اور جگہ چلا جائے گا اس کے لیے بھی امان ہے۔ باوجودیکہ تم میں سے کچھ نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے۔ لیکن جب بھی ہمیں تمہارا خون بہانے کی چنداں حاجت نہیں۔

یہ سن کر فروہ بن نوفل الاشجعی نے کہا خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم آفریں جرم پر علیؓ سے جنگ کریں میں تو یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ میدان جنگ سے واپس چلا جاؤں اور اس وقت تک ہر قسم فتنا انگیزی سے علیحدہ رہوں۔ جب تک میری عقل و بصیرت علیؓ سے قتال کی یا اس کی اتباع کی شہادت نہ دے دے یہ کہہ کر فروہ پانچ سو سواروں کے ساتھ جدا ہو گیا اور یہ لوگ ہندوستان اور دسکرہ میں جا کر مقیم ہو گئے۔ اس اعلان پر ایک اور جماعت متفرق طور پر خارجیوں کا ساتھ چھوڑ کر چلی اور کوئٹہ آ کر مقیم ہو گئی اور تقریباً سو آدمی حضرت علیؓ کے ساتھ ہو گئے۔

ابتدائے جنگ:

خارجیوں کی کل تعداد چار ہزار تھی جن میں سے اب صرف دو ہزار آدمی عبداللہ بن وہب کے ساتھ باقی رہ گئے تھے ان بقیہ خارجیوں نے حملہ کے لیے حضرت علیؓ کی جانب لشکر بڑھایا حضرت علیؓ نے اپنی سوار فوج کو آگے کیا اور پیدل فوج کو سوار فوج کے پیچھے دو صفوں پر تقسیم کیا اور پہلی صف کے آگے مراسیم کی صف کھڑی کی اس کے بعد حضرت علیؓ نے لشکر سے

فی طلب ہو کر فرمایا:

”تم اس وقت تک جنگ سے ہاتھ روکے رہو جب تک دشمن جنگ کی ابتداء نہ کرے اگر انہوں نے تم پر سخت حملہ بھی کیا تب بھی کوئی حرج نہیں اس لیے کہ ان کے ساتھ زیادہ تر پیدل فوج ہے وہ تم تک اسی وقت پہنچ سکتے ہیں جب کہ اپنا اکثر لشکر جاوہ کر دیں اور تم ٹپٹ کر بھی حملہ کر سکتے ہو اور ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہو۔“

خارجی لشکر آگے بڑھا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے قریب پہنچا تو انہوں نے یزید بن قیس سے پکار کر کہا۔ یہ یزید اصمہان کے عامل تھے۔ اے یزید اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں خواہ اصمہانی اس بات کو برا سمجھیں۔ اس پر عباس بن شریک اور قبیصہ بن ضعیفہ العسائی نے جواب دیا اے اللہ کے دشمنوں کیا تم میں شرع بن اونی جیسا ہدکار فہض نہیں ہے۔ اور کیا تم سب اسی جیسے نہیں ہو خارجیوں نے جواب دیا تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ تم ایک ایسے فہض کا ساتھ دو جو فتنہ میں جتنا ہے اور ہم نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی ہے۔

اس کے بعد خارجیوں نے چھٹا شروع کیا۔ چلو جلدی سے جنت کی طرف چلو یہ آواز سننے ہی تمام خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوار دستوں اور ان لوگوں پر سخت ترین حملہ کیا جو پیدل فوج کے آگے تھے حملہ کی شدت کی وجہ سے سوار فوج کے گھوڑے اپنی جگہ نہ بکھریں سکے اور دھوڑوں میں بٹ گئے کچھ دہائی طرف چلے گئے اور کچھ بائیں طرف جسے خارجیوں کو آگے بڑھنے کا موقع مل گیا اور وہ پیدل فوج کی طرف بڑھے مرامیہ نے ان کا نیزوں سے استقبال کیا اور سوار فوج بھی دائیں اور بائیں سے واپس لوٹی اور خارجیوں کو گھیرے میں لے لیا اور پیدل فوج نے نیزوں اور تلواریں سے حملہ کیا خدا کی قسم کچھ دیر بھی نہ گئی تھی کہ ان لوگوں نے خارجیوں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔

حمزہ بن سنان جو خارجی سوار دستوں کا امیر تھا اس نے جب اپنے لشکر کو تباہ ہوتے دیکھا تو ساتھیوں سے لٹکا کر کہا کہ گھوڑوں سے نیچے اتر جاؤ ان سب نے گھوڑوں سے اترنے کا ارادہ کیا لیکن اسود بن قیس المرادی نے انہیں اتنی مہلت نہ دی اور ان پر سخت حملہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے مزید سوار دستے اسود کی امداد کے لیے پہنچ گئے اور چند ہی لمحات میں خارجی سوار جہنم رسید ہو گئے۔

ابو بخت نے عبدالملک بن مسلم بن سلام بن ثمامہ الجہلی کے ذریعہ حکیم بن سعد سے نقل کیا ہے راوی کہتے ہیں کہ خارجی ابھی اہل بصرہ ہی سے ٹکرائے تھے اور اس ٹکراؤ کو ابھی کچھ دیر بھی نہ گزری تھی کہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی ان سے یہ کہہ رہا ہے کہ مر جاؤ اور انہوں نے اس آواز پر فوراً ایک کھار اپنی شان و شوکت طاقت و قوت پیدا ہونے سے قبل ہی وہ سب موت کے منہ میں پہنچ گئے۔

یزید بن حصین طائی کا قتل:

ابو بخت نے ابو خیاب سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا اے امیر المومنین میں نے یزید بن حصین کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کیا تم دونوں میں کوئی گفتگو بھی ہوئی تھی حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اس کے سینے پر ایسا نیزہ مارا جو اس کی پشت سے نکل گیا اور نیزہ مار کر اس سے کہا اے اللہ کے دشمن

تھے دوزخ کی بشارت ہو اس نے جواب دیا غریب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کون دوزخ میں گرنے کے زیادہ لائق ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ جواب سن کر خاموش رہے ابو جحش نے ابو خطاب سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا وہی دوزخ میں جانے کے زیادہ لائق ہے۔

عبداللہ بن وہب الراسی کا قتل:

ابو خطاب کہتا ہے کہ عاصم بن حملہ انسی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھاگتا ہوا پہنچا اور بولا میں نے کھاب کو قتل کر دیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے بہت اچھا کام کیا تو حق پر تھا اور تو نے ایک باطل پرست کو قتل کیا ہے۔

اس کے بعد ہانی بن خطاب الارسی اور زیاد بن حصہ جھگڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے دونوں کا دعویٰ یہ تھا کہ اس نے عبداللہ بن وہب الراسی کو قتل کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تم دونوں نے آخر کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب ہم نے عبداللہ کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا۔ ہم دونوں اس کی طرف لپکے اور ہم دونوں نے نیزے مارے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر تم آپس میں نہ جھگڑو اس لیے کہ تم دونوں اس کے قاتل ہو۔

جیش بن ربیعہ الواسعتر الکنافی نے حقوق بن زبیر پر حملہ کر کے اسے قتل کیا اور عبداللہ بن زحر الخولانی نے عبداللہ بن شمرۃ اسلمی پر حملہ کر کے اسے قتل کیا۔

شرح بن اوفی کا قتل:

شرح بن اوفی نے ایک دیواری اوٹ میں پناہ لی اور اس کی اوٹ میں دن چڑھے تک وہ جنگ کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے تین ہمانیوں کو قتل کیا۔ وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

قَدْ عِلِمْتُ حَارِثَةَ عَيْبِثَہُ نَاعِمَہُ فِیْ اَہْلِہَا مَکْفِیَہُ
اِنِّیْ سَاحِبِیْ ثَلَمِیْنِ الْعِشِیَہُ

ترجمہ: ”مجھے لوٹنے والے حارثہ عیبثہ بہت کفایت شعار ہے یہ بات جان لی ہے کہ میں اپنی اس اوٹ میں شام تک پناہ لے سکتا ہوں۔“

اس پر قیس ابن معاویہ الدثنی نے اس پر سخت حملہ کیا اور اس کا ایک پاؤں کاٹ ڈالا زخمی ہونے کے بعد وہ اور بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے لگا قیس بن معاویہ نے اس پر دوسری بار سخت حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اس پر لوگوں نے یہ اشعار پڑھے۔

اِفْتَلَّکَ خُذَّانِ یَوْمَئِذٍ رَجُلٌ اِفْتَلَّوْا مِنْ خُذْوَةِ حَتِّیْ الْاَصْلُ
فَفَتَحَ اللّٰہُ لَہُمَا ذَا الرَّحْلِ

ترجمہ: ”ہماری اس شخص سے اس دن صبح سے دو پہر تک جنگ کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے ہمانیوں کو اس شخص پر فتح دی۔“

شرح ایک شعر یہ بھی پڑھ رہا تھا۔

اَضْرَبُہُمْ وَ لَوْ اَزٰی اَبَا حَسَنٍ طَرَبُہُ بِالسَّیْفِ حَتّٰی یَطْمَعِبْنَ

ترجمہ: ”میں لوگوں کو مارتا رہا کاش میں ابو الحسن حبیبہ (علی رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لیتا تو اسے تلوار سے ایسا مارتا کہ مجھے اطمینان ہو جاتا۔“

یہ بھی اسی کا شعر ہے۔

أَضْرَبْتُهُمْ وَلَوْ أَرَىٰ عَلَيْهِ
أَكْبَسْتُ لَأَنْبَسُ مِنْ مُسْرِفِي

ترجمہ: ”میں لوگوں کو مارتا رہا کاش میں علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتا تو میں اسے اپنی سفید چمکدار کمر میں ڈھانپ لیتا۔“

ذوالندہ یہ کی تلاش:

ابو بخت نے عبدالملک بن ابی حرہ سے نقل کیا ہے کہ جب جنگ ختم ہو گئی تو علی رضی اللہ عنہ ذوالندہ کی تلاش میں نکلے آپ کے ساتھ سلیمان بن ثمامہ انصاری ابو جبرہ اور ریان بن مبرقہ بن ہوڈو تھے ریان بن مبرقہ بن ہوڈو نے اسے نہر کے کنارے ایک گڑھے میں چالیس پچاس مقتولوں کے ساتھ پڑا ہوا پایا۔ راوی کہتا ہے کہ جب وہ اس گڑھے سے نکلا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا موٹہ حاد دیکھا تو موٹہ ہے پر گوشت اس طرح جمع ہو کر ابھرا ہوا تھا۔ جیسے عورت کے پستان ہوں۔ اور اس کی ہار یک سی گھنڈی نگلی ہوئی تھی جس پر سیاہ ہال تھے جب اسے کھینچا جاتا تو وہ اتنی کھینچی چلی آتی کہ دوسرے ہاتھ کی لمبائی تک پہنچ جاتی اور جب اسے چھوڑ دیا جاتا تو پھر وہ موٹہ ہے پر پتلی کرستان کی صورت اختیار کر لیتی جب ذوالندہ یہ گڑھے سے باہر نکلا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اکبر خدا کی قسم نہ تو میں نے جھوٹ بولا تھا اور نہ میں جھٹلایا جا سکا خدا کی قسم! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم عمل چھوڑ بیٹھو گے تو میں تمہیں وہ فیصلہ سنا تا جو نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک کے ذریعہ ان لوگوں کے حق میں سنایا گیا ہے جو ان خارجیوں سے جنگ کریں اور ان سے جنگ کو حق سمجھیں اور اس حق کو پہچانیں جس پر ہم قائم ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر خارجیوں کی لاشوں پر سے ہوا انھیں دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا برابر اہو تمہیں اس شخص نے بہت نقصان پہنچایا جس نے تمہیں دھوکہ دیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین ان لوگوں کو کس نے دھوکہ دیا فرمایا شیطان اور ان کے نفس امارہ نے۔ انہوں نے ان لوگوں کو آرزوئیں دلا کر دھوکہ میں مبتلا کیا اور ان کے لیے گناہوں کو خوبصورت بنایا اور انہیں یہ سبق پڑھایا کہ یہ لوگ غالب آئیں گے۔

زخیوں کے لیے امان اور ان کی مرہم چینی:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان زخیوں کو طلب کیا جن میں تاہنوز جان باقی تھی وہ چار سو اشخاص نکلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں ان کے قبیلہ والوں کے پاس پہنچا دیا جائے اور ان کے قبیلہ والوں نے فرمایا انہیں ساتھ لے جاؤ ان کی دوا دارو کرو جب یہ اچھے ہو جائیں تو انہیں کو نہ پہنچا دو اور ان کے لشکر کا وہ نہیں ان کی جو چیزیں موجود ہیں ان کے ساتھ لے جاؤ۔

مقتولین کی تدفین اور مال غنیمت کی تقسیم:

راوی کہتا ہے کہ سامان حرب سواریاں اور وہ سامان جو جنگ کی حالت میں خارجیوں کے ساتھ موجود تھا اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا بقیہ سامان غلام اور باندیوں کو جب ان کے رشتہ دار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انہیں واپس کر دیا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے طرّف کو تلاش کیا تو اسے مقتولین میں پڑا پایا حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے اسے دفن کرنے کے بعد فرمایا: تمام قرعیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے آج کے دن حیرے ذریعہ آزمائش میں ڈالا حالانکہ مجھے تیری

حاجت تھی لوگوں نے اپنے اپنے مقتولین کو دفن کیا جب یہ لوگ دفن سے فارغ ہو چکے اور اس کی اطلاع امیر المومنین کو دے چکے تو انہوں نے فرمایا اب کوچ کرو۔ کیونکہ تم قتال اور تدفین دونوں سے فارغ ہو چکے ہو لوگوں نے واپسی کے لیے کوچ کیا۔

عمیر ابن افضس کی قید:

ابو جحف نے مجاہد کے ذریعہ علی بن خلیفہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ بنو سدوس کا ایک شخص جس کا نام عمیر ابن افضس تھا خارجیوں کا ہمو تھا وہ بھاگ کر خارجیوں کے پاس چلا گیا راہ میں اسے مدائن کے قریب عدی بن حاتم جھڑپے۔ ان کے ساتھ اسود بن قیس اور اسود بن یزید المرادی تھے عمیر نے انہیں دیکھ کر کہا کیا دین سالم لے کر اور نصیحت کے ساتھ واپس آئے ہو یا ظالم اور گناہ گار بن کر۔ حضرت عدی جھڑپے نے فرمایا نہیں سالم اور نصیحت کے ساتھ واپس آئے ہیں اس پر بقیہ دونوں ساتھیوں نے عمیر نے کہا تو نے یہ جملہ اپنے اس شیطانی خیال کے باعث کہا ہے جو تو اپنے دل میں چھپائے ہو اور ہم اے عمیر! خوب جانتے ہیں کہ تو خارجیوں کا ہم خیال ہے ہم تجھے امیر المومنین کے پاس لے جائے بغیر نہ چھوڑیں گے ان سے تیرا حال بیان کریں گے الغرض یہ لوگ عمیر کو پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لائے اور ان سے تمام واقعہ بیان کیا اور عرض کیا یہ شخص خارجیوں کا ہم خیال ہے ہم اس سے خوب واقف ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا خون ہمارے لیے حلال نہیں کیونکہ خارجی مرتدین میں شمار نہیں اور نہ یہ کافر حربی ہے ہاں ہم اسے قید ضرور کریں گے حضرت عدی بن حاتم جھڑپے نے عرض کیا اے امیر المومنین اسے مجھے دے دیجیے میں اس کا ضامن ہوں اس کی جانب سے کوئی برائی ظاہر نہ ہوگی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا۔

ابو جحف نے عمران بن حداد اور ابو جحلو کی سند سے عبدالرحمن بن جندب بن عبداللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے صرف سات آدمی قتل ہوئے۔

ہیسان علی رضی اللہ عنہ کا قریب:

ابو جحف نے نمیر بن دعلج النیسائی کے ذریعہ ابو درداء کا یہ بیان نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ نہروان سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر لوگوں سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر بہت احسان کیا اور تمہاری امداد فرمائی۔ اس لیے اب تم فوراً اپنے شامی دشمنوں کے مقابلہ پر چلو۔

ہیسان علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! ہمارے پاس تیر ختم ہو چکے تلواریں کند ہو گئیں اور نیزوں کی سنانیں مڑ گئی ہیں اور ہم میں سے اکثر لوگ زخمی ہیں اس لیے آپ شہر واپس چلے تاکہ ہم دوبارہ اچھی طرح تیاری کر سکیں اور اے امیر المومنین! شاید ہماری تعداد میں اور اضافہ ہو جائے اور ہم میں سے جو لوگ ہلاک ہوئے ہیں ان کی کمی پوری ہو جائے۔ (حالانکہ اس جنگ میں صرف سات آدمی مارے گئے تھے) اگر ایسا ہوا تو یہ چیز ہمارے لیے ہمارے دشمنوں کے مقابلہ میں زیادہ تقویت کا باعث ہوگی اور یہ بات سب سے پہلے اشعث بن قیس نے کہی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس چلے اور خلیفہ میں قیام فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ سب لوگ لشکر گاہ میں رہیں اور جہاد کے لیے تیار رہیں خورقوں اور اپنے بچوں کے پاس کم آئیں جائیں تا وقتیکہ ہم دشمن کے مقابلہ پر نہ جائیں۔

ان لوگوں نے چند روز لشکر گاہ میں قیام کیا پھر لشکر گاہ سے آہستہ آہستہ کھسکا شروع ہو گئے حتیٰ کہ چند بڑے رؤساء کے علاوہ

سب لشکر کاغہ خالی چھوڑ کر چلے گئے جب حضرت علی جوہر نے یہ حال دیکھا تو کوفہ واپس چلے آئے اور شامیوں پر حملہ کی رائے مجبوراً متوی کرتی پڑی۔

ترغیب جنگ:

ابو جحیف نے ایک نامعلوم شخص کے ذریعہ زید بن وہب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی جوہر نے جنگ نہروان کے بعد جو سب سے پہلا خطبہ لوگوں کو دیا اس کے الفاظ یہ تھے:

”اے لوگو! دشمن سے جہاد کے لیے چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ جو اللہ کی قربت کا ایک ذریعہ اور دنیائے یہ ہے یہ لوگ حق کے مخالف۔ کتاب اللہ کے نافرمان، دین سے بے راہ ہیں اور اپنی سرکشی میں اندھے ہو چکے ہیں اور گمراہی کے گڑھے میں اندھے بن کر گر چکے ہیں تم جتنی بھی ممکن ہو سکے دشمن کے مقابلہ کے لیے جمع کرو اور زیادہ سے زیادہ گھوڑے جمع کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو! اللہ اچھا کارساز اور اچھا مددگار ہے۔“

ہیجان علی جوہر کا جنگ سے فرار:

راوی کہتا ہے کہ ایک شخص بھی نہ تو جنگ کے لیے آمادہ ہوا اور نہ اس نے کوئی تیاری کی۔ حتیٰ کہ حضرت علی جوہر ان کی جانب سے مایوس ہو گئے مجبوراً حضرت علی جوہر نے ان کے رؤسا اور سرداروں کو جمع کیا اور ان سے ان کی رائے معلوم کی ان میں سے کچھ تو جواب سے گریز کر رہے تھے کچھ صاف طور پر منکر تھے کچھ زبردستی حضرت علی جوہر کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے اور ایسے شاذ و نادر ہی لوگ تھے جو حضرت علی جوہر کے ساتھ خوشی سے جنگ پر جانے کے لیے آمادہ ہوں۔

حضرت علی جوہر کا خطبہ:

مجبوراً حضرت علی جوہر خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

”تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب بھی تمہیں جہاد کے لیے چلنے کا حکم دیا جاتا ہے تو تم زمین سے چٹ کر رہ جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا ہے کیا تمہیں عزت کے مقابلے میں ذلت و خواری زیادہ محبوب ہے یہ کیا بات ہے کہ جب بھی تمہیں جنگ کی دعوت دیتا ہوں تو تمہاری آنکھیں اس طرح پتھرا جاتی ہیں جیسے ان پر موت کا نشہ طاری ہو گیا ہو گویا ان کے دماغوں سے عقل سلب کر لی گئی ہے اب تم ذرہ برابر بھی عقل نہیں رکھتے گویا تمہاری آنکھیں بند ہو چکی جس کے باعث تم دیکھ نہیں سکتے واللہ کچھ تو بتاؤ تمہیں کیا ہو گیا تم امن کے زمانے میں جنگ کے شیر ہو جن کی نظر میں ہر وقت برائی ہو تمہاری مثال ان لومڑیوں کی طرح ہے کہ جب انہیں جنگ کے لیے بلایا جاتا ہے تو وہ دم دبا کر بھاگتی ہے کیا تمام زندگی میں تم میں کوئی ایسا شخص بھی نہ پایا گیا جس پر میں اعتماد کروں تم ایسے سوار نہیں ہو جن کے پاس پناہ و صوفی جاسکے۔ تم ایسے عزت دار نہیں ہو جن کے پاس پہنچ کر کوئی شخص اپنی عزت بچا سکے۔ تم ایسے عزت دار نہیں ہو جن کے پاس پہنچ کر کوئی شخص اپنی عزت بچا سکے۔ خدا کی قسم! تم میدان جنگ کا بدترین کوزا کرکٹ ہو تم کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتے لیکن دھوکہ کھانا خوب جانتے ہو تمہارے ہتھیار بیکار ہو چکے ہیں اور تم خود گھبراہٹ میں مبتلا ہو تم غفلت میں مبتلا ہو اور تمہیں اس غفلت میں چھوڑ کر سو یا بھی

نہیں جاسکتا یا درگھو جنگ جو شخص تو ہر وقت بیدار رہتا ہے اور اس کی عقل بھی بیدار رہتی ہے جو شخص بے فکر ہو کر سو جائے گا وہ ضرور ذلیل ہوگا اور حملہ آور غالب آجائیں گے اور مغلوب شخص پر قہر توڑا جائے گا اور اس سے سب کچھ چھین لیا جائے گا۔

میرا تم پر ایک حق ہے اور تمہارا بھی مجھ پر ایک حق ہے تمہارا وہ حق جو مجھ پر لازم ہے وہ یہ کہ جب تک میں تمہارے ساتھ رہوں تمہیں نصیحت کرتا رہوں تمہارا حصہ تمہیں دیتا رہوں اور تمہیں تعلیم دیتا رہوں تاکہ تم چاہل نہ بن جاؤ تمہیں ادب سکھاتا رہوں تاکہ تم تعلیم حاصل کر سکو۔ میرا تم پر حق یہ ہے کہ تم میری بیعت کو پورا کرو اور میری موجودگی اور عدم موجودگی میں میرے بغیر خواہ رہو جب میں تمہیں دعوت دوں تو اسے قبول کرو میں جو تمہیں حکم دوں اسے بجا لاؤ اگر اللہ کو تمہارے ساتھ کچھ بھلائی مقصود ہے تو تمہیں چاہیے کہ جس کام کو میں برا سمجھوں اسے چھوڑ دو اور جسے میں پسند کروں اسے اختیار کرو تو تم جس شے کے طلب گار ہو اسے پالو گے اور جو تم سوچتے ہو اسے حاصل کر لو گے۔

ابو جحیف کے علاوہ دیگر راوی یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ اور اہل نہر کے درمیان جنگ ۳۸ھ میں ہوئی اور یہی اکثر اہل میر کا قول ہے۔

خارجیوں کی قاصد کے ساتھ بدسلوکی:

صحیح واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے جو عمارۃ الاسدی نے عبداللہ بن مویٰ اور ضمہ کے والے سے بیان کیا ہے کہ شہت بن ربیع اور ابن الگواء نے کوفہ سے بھاگ کر حرواء جا کر قیام کیا۔ حضرت علیؑ نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ہتھیار لگا کر آئیں لوگ ہتھیار لگا کر آئے اور مسجد میں جمع ہو گئے حضرت علیؑ نے ان کے پاس آ دی بھیج کر کہلوایا یہ تم نے اچھا نہیں کیا کہ مسجد میں ہتھیار لے کر پہنچ گئے تم لوگ جہانہ المراد جا کر ٹھہرو تا وقتیکہ میرا دوسرا حکم تمہارے پاس پہنچ جائے۔

ابو مریم کہتا ہے کہ ہم سب لوگ جہانہ المراد پہنچ گئے ابھی وہاں پہنچے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ یہ اطلاع ملی کہ خارجی جنگ کے لیے دوبارہ واپس آ رہے ہیں ابو مریم کہتا ہے میں نے دل میں سوچا کہ میں ان لوگوں کے حالات جا کر معلوم کروں۔ میں ان لوگوں کے حالات جا کر معلوم کروں۔ میں ان خارجیوں کی طرف گیا اور ان کی صفوں میں داخل ہو گیا حتیٰ کہ میں شہت بن ربیع اور ابن الگواء کے پاس پہنچ گیا یہ دونوں اپنی سواروں پر سوار کھڑے تھے اور ان کے قریب حضرت علیؑ نے کوفہ کے قاصد کھڑے تھے اور وہ انہیں اللہ کی قسم دے رہے تھے تاکہ یہ دونوں لوگوں کو لے کر واپس آجائیں قاصدین کہہ رہے تھے کہ ہم تمہیں اس سے اللہ کی پناہ میں دیتے ہیں کہ تم آئندہ پیش آنے والے فتنہ کے خوف سے ابھی سے خود فتنہ میں جھلا نہ ہو جاؤ خارجیوں میں سے ایک شخص حضرت علیؑ نے کوفہ کے قاصدوں میں سے ایک شخص کی جانب بڑھا اور اس کی سوار کی کونچیں کاٹ ڈالیں وہ قاصد اٹا لہ پڑھتے ہوئے نیچے اتر اس نے اپنی سوار کی زین اٹھ لی اور اسے لے کر واپس ہوا۔ خارجیوں نے جواب دیا ہم سوائے جنگ کے کچھ نہیں چاہتے قاصد انہیں برابر اللہ کی قسمیں دیتے رہے ہم لوگ کچھ دیر وہاں ٹھہرے پھر کوفہ واپس آ گئے۔ کوفہ میں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسا کہ آج عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا دن ہے۔

خوارج کے بارے میں حضور کی پیشین گوئی:

راوی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس واقعہ سے قبل ہم سے بسا اوقات بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک قوم ہوگی جو اسلام اور دین سے اس طرح نکل جائے گی جیسے شکار تیرے نکل جاتا ہے ان کی علامت ایک شخص ہوگا جس کا ہاتھ بے کار ہوگا۔ ابو مریم کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بارہا سنی اور نافع الخدو ج نے بھی اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بارہا سنا۔ حتیٰ کہ میں نے نافع کو دیکھا وہ کھانا بھی بڑی بے اطمینانی کے ساتھ کھاتا کیونکہ وہ اکثر یہ حدیث سنتا اور دل ہی دل میں کڑھتا اور نافع دن میں تو ہمارے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتا اور رات مسجد ہی میں گزارتا میں نے ایک روز اسے ایک ٹوپی دی جب اگلے روز میں اس سے ملا تو میں نے اس سے سوال کیا کیا تو بھی ان لوگوں کے ساتھ گیا تھا جو حرواء گئے ہیں اس نے جواب دیا میں اس غرض سے گیا تھا کہ ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں لیکن جب میرا بنو سعد پر گزرا تو چند بچے مجھے راہ میں لے انہوں نے میرے ہتھیار ہار لے لیے اور میرے ساتھ مذاق کرنے لگے۔ میں واپس چلا آیا۔

جب ایک سال یا اس کے قریب گزر گیا اور اہل نہر نے بناوت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر گئے تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں شامل نہ ہو سکا۔ میرا بھائی ابو عبد اللہ ان کے ساتھ گیا تھا اس نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خاریجوں کی طرف بڑھے جب نہروان کے کنارے پر ان کے بین مقابلہ پر پہنچے تو انہیں اللہ کی قسمیں دیں اور انہیں واپس لوٹنے کا حکم دیا اور پے در پے ان کے پاس کا صد بھجرت رہے حتیٰ کہ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاصد کو قتل کر دیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو ان پر حملہ آور ہوئے اور ان سے جنگ کی اور انہیں ختم کیا پھر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ صندوق کو تلاش کرو۔ لوگوں نے اسے تلاش کیا لیکن اس کی لاش نہ ملی حتیٰ کہ بعض لوگوں نے کہا کہ صندوق ان میں موجود نہیں کچھ دیر بعد ایک شخص آیا اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو یہ خوشخبری سنائی کہ اسے امیر المومنین ہم نے دو صندوقوں کے نیچے پڑا ہوا دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا بیچارہ کچھ میرے پاس کاٹ کر لاؤ۔ لوگ اس کا ہاتھ کاٹ کر آپ کے پاس لائے آپ نے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر اوپر اٹھایا اور فرمایا خدا کی قسم! میں نے مصوت نہیں بولا تھا اور نہ میں جھٹلایا جاسکتا ہوں۔

جنگ نہروان کی تاریخ:

ابو جعفر طبری کہتے ہیں ابو مریم نے جو یہ بیان کیا ہے اس واقعہ کو ایک سال یا تقریباً اتنی ہی مدت گزر چکی تھی کہ اہل نہر نے بناوت کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل حرواء کے درمیان واقعہ حکیم اور حرواء کے انکار کے ایک سال بعد جنگ ہوئی اور یہ پہلے ثابت ہو چکا کہ واقعہ حکیم ۳۷ھ میں پیش آیا تھا تو اس صورت میں ابو مریم کی روایت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خاریجوں کے درمیان ۳۸ھ میں جنگ ہوئی۔

اہل خراسان سے مصالحت:

علی بن محمد نے عبد اللہ بن میمون عمرو بن شجرہ جابر بن یزید الجعفی کی سند سے شعی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صغین سے لوٹے تو جعدہ بن ہبیرہ الخدوئی کو خراسان روانہ کیا اور جعدہ کی ماں ام ہانی بنت ابی طالب تھیں جعدہ اب ہبیرہ پہنچے لیکن اہل خراسان کا فرہو بچکے تھے انہوں نے آگے بڑھنے سے روک دیا جعدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

خلید ابن قرظہ الیربوعی کو بھیجا اس نے وہاں پہنچ کر غیثا پور کا محاصرہ کر لیا تھا انہوں نے محاصرہ سے تنگ آ کر صلح کر لی اور اہل مرو نے بھی خلیفہ سے صلح کر لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمال:

اس سن میں یعنی ۳۷ھ میں لوگوں کو عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حج کرایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے یمن کے عامل تھے مکہ اور لوطائف پر حکم بن العباس رضی اللہ عنہ امیر تھے مدینہ پر کھیل بن حنیف الانصاری رضی اللہ عنہ کو تعین کیا تھا اور ایک روایت یہ ہے کہ مدینہ کے عامل تمام ابن العباس رضی اللہ عنہ اور بصرہ پر عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور بصرہ کے قاضی ابوالاسود الدؤلی تھے مصر پر محمد بن ابی بکر کو مامور کیا گیا تھا اور خراسان پر خلیفہ بن قرظہ یربوعی کو۔

بعض لوگوں کا قول ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان صفین کی جانب تشریف لے گئے تو کوفہ پر ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہ انصاری کو اپنا جانشین بنایا۔

مجھ سے احمد بن ابراہیم الدروقی نے بیان کیا ہے وہ اپنی سند کے ذریعہ عبد العزیز بن رفیع سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین گئے تو کوفہ پر ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہ عقیقہ بن عمرو کو اپنا جانشین متعین کیا اور شام پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بعض تھے۔



باب ۱۸

مصر کی چپقلش اور محمد بن ابی بکرؓ کا قتل

اس سنہ میں مصر میں محمد بن ابی بکرؓ کے قتل کا واقعہ پیش آیا محمد بن ابی بکرؓ نے مصر کا عامل تھا یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسے کس طرح مصر کا عامل بنایا گیا اور کس طرح قیس بن سعدؓ کو معزول کیا گیا۔

یہاں ہم محمد بن ابی بکرؓ کے قتل کا سبب اور قتل کا واقعہ بیان کرنا چاہتے ہیں اور تبہ کے طور پر زہری کی وہ روایت نقل کرتے ہیں جو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں زہری کی یہ روایت عبداللہ المبارک نے یونس کے ذریعہ زہری سے نقل کی ہے۔

زہری کہتے کہ جب قیس بن سعدؓ مدینہ سے راہ میں آ کر ملے اور ان سے حلیہ میں گفتگو کی اور کہا تم ایک ایسے شخص کی جانب سے امیر بن کر آئے ہو جس کی اپنی کوئی راہ نہیں (یعنی مجبور شخص ہے) اور میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں تمہاری معزولی میں کوئی نقصان نہیں اور میں تم سے زیادہ ان کاموں کو سمجھتا ہوں کیونکہ میں معاویہؓ اور بن العاصؓ نے اور خربتائے ہاشموں کو دھوکہ میں جتنا رکھتا ہوں تم بھی اسی تدبیر پر عمل کرنا اگر اس کے علاوہ تم نے اور تدبیر اختیار کی تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ پھر قیس بن سعدؓ نے اپنی تمام تدبیر محمد بن ابی بکرؓ کو بتائیں لیکن محمد بن ابی بکرؓ نے دل میں قیسؓ سے کینہ رکھتا تھا اس لیے اس نے قیسؓ کو جلاوطن کر دیا۔

محمد بن ابی بکرؓ کی غلطی:

جب محمد مصر میں داخل ہوا اور قیسؓ نے جلاوطن مصر چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تو محمد نے مصریوں کو خبر دیا کہ ہاشموں سے جنگ کے لیے روانہ کیا مصریوں نے ان سے جنگ کی لیکن محمد بن ابی بکرؓ کو شکست ہوئی اور امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کو اس کی اطلاع پہنچی انہوں نے مصر پر شامی لشکر بھیج دیا جس نے مصر فتح کر لیا اور محمد کو قتل کر دیا اس کے بعد مصر ہمیشہ امیر معاویہؓ کی حکومت میں رہا حتیٰ کہ معاویہؓ نے جلاوطن ہر جگہ غائب آ گئے۔

قیس بن سعدؓ نے مدینہ سے اخراج:

قیس بن سعدؓ نے جلاوطن مصر چھوڑنے کے بعد مدینہ چلے گئے تھے لیکن مدینہ میں انہیں مروان اور اسود بن ابی البختری نے ڈرایا دھمکا جس سے انہیں یہ خوف پیدا ہوا کہ یا تو وہ گرفتار کر لیے جائیں گے یا قتل کیے جائیں گے۔ اس خوف سے وہ سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ چھوڑ کر حضرت علیؓ جلاوطن کے پاس پہنچ گئے۔

اس پر امیر معاویہؓ نے مروان اور اسود بن ابی البختری کو ڈانٹ کا خط تحریر کیا اور ان دونوں کو برا بھلا لکھا نیز تحریر کیا کہ تم نے قیسؓ کو مدینہ سے نکال کر علیؓ جلاوطن کی بہت زبردست امداد کی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم نے قیسؓ جیسا ہوشیار اور چالاک آدمی علیؓ جلاوطن کے پاس بھیج دیا خدا کی قسم تم دونوں علیؓ جلاوطن کی ایک لاکھ سواریوں سے مدد کرتے تو مجھے اتنا ناگوار نہ گزرتا جیسا کہ تمہارا یہ عمل ناگوار گزرا ہے کہ تم نے قیسؓ جلاوطن جیسے شخص کو مدینہ سے نکال دیا۔

قیس بنی جہش جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مصر کی تمام حالت بیان کی کچھ روز بعد ہی محمد کے قتل کی خبر آ گئی اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ قیس بنی جہش کتنے ہوشیار شخص ہیں اور اہم امور کو انجام دینا ان کے لیے معمولی بات ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت احساس ہوا کہ جس شخص نے مجھے قیس بنی جہش کی معزولی کا مشورہ دیا تھا اس نے میرے ساتھ خیر خواہی نہیں کی۔

اشتر کی بلی:

محمد بن ابی بکر بنی جہش کے مصر جانے اور وہاں کی حکومت پر اس کی ماموری کا ذکر ابوجہش کی روایت سے ہم پہلے کر چکے ہیں اب ہم اس کی بقیہ روایت نقل کرنا چاہتے ہیں جو اس نے یزید بن ظہیان الہمدانی سے نقل کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب خرقہ کے باشندوں نے ابن مضاء ہم انکھی کو جسے محمد بن ابی بکر بنی جہش نے ان کے مقابلہ پر بھیجا تھا قتل کر دیا اس واقعہ کے بعد معاویہ بن خدیج الکندی اسکوی بنی جہش محمد بن ابی بکر بنی جہش کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو خون عثمان بنی جہش کے قتل کی دعوت دی بہت سے لوگ معاویہ بن خدیج بنی جہش کے پاس جمع ہو گئے اور پورے مصر میں محمد بن ابی بکر بنی جہش کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ اہل مصر محمد کے خلاف ہو گئے ہیں اور انھیں اس پر اعتماد نہیں۔ اس وقت انھوں نے فرمایا مصر کی حکومت کے لیے دو ہی شخص لائق ہیں ایک تو قیس بن سعد رضی اللہ عنہ جسے ہم نے معزول کیا ہے اور دوسرا مالک بن الحارث یعنی اشتر۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب صفین سے لوٹے تھے تو اشتر کو جزیرہ اس کی گورنری پر واپس بھیج دیا تھا اور جب قیس بنی جہش علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم اس وقت تک میرے ساتھ رہو جب تک ہم حکومت کے معاملات سے فارغ نہیں ہو لیتے تم اس وقت تک پولیس آفیسر رہو گے انھیں قیس بنی جہش حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پولیس آفیسر کی عہدے پر فرائض میں مقیم رہے جب مصر کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مالک بن الحارث الاشتر کو خط تحریر کیا وہ اس وقت صفین میں مقیم تھا اس خط میں تحریر کیا:

”اما بعد اتوان لوگوں میں سے ہے جن کے ذریعہ میں اقامت دین کی خدمت انجام دینا اور گناہگاروں کی نجات کا قلع قمع کرنا ہوں اور تجھے جیسے شخص کے ذریعہ میں خوفناک سرحدوں کی حفاظت کرنا ہوں میں نے محمد کو مصر کا عامل بنایا تھا اس کے خلاف باغیوں نے بغاوت کر دی ہے ابھی وہ ایک نوجوان لڑکا ہے جسے جنگ کا کوئی تجربہ نہیں اور نہ دیگر امور کا کوئی تجربہ رکھتا ہے تم میرے پاس چلے آؤ تاکہ مصر کے معاملہ میں مناسب طور پر غور کر سکیں اور اپنی جگہ پر اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایسے شخص کو چھوڑ آؤ جس پر تمہیں اعتماد ہو اور جو تمہارے ساتھیوں کے ساتھ بہتر سلوک کر سکے۔“

اشتر کی مصر کو روانگی:

مالک اشتر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصر کی تمام حالت بیان کی اور وہاں کے باشندوں کی بغاوت کا بھی اظہار کیا اور فرمایا تیرے علاوہ کوئی شخص وہاں کی حکومت کا اہل نہیں تجھ پر اللہ رحم کرے تو فوراً مصر چلا جاتے کسی نصیحت کی بھی ضرورت نہیں اس لیے کہ مجھے تیری رائے پر بھروسہ ہے اہم امور میں اللہ سے مدد طلب کرنا اور اہل مصر پر بخشتی کے ساتھ نرمی بھی

کرنا اور جہاں تک ممکن ہو ان پر مہربانی کرنا اور اگر سختی کے بغیر کام نہ چلے تو خوب سختی کرنا۔

اشتر کی ہلاکت:

راوی کہتا ہے کہ اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے واپس آ کر مصر روانگی کی تیاری کی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سوسوں نے انھیں جا کر اس کی اطلاع دی کہ علی رضی اللہ عنہ نے مصر کی حکومت اشتر کو دی ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ مصر پر لگا ہیں لگائے ہوئے تھے اس لیے انھیں اشتر کی امارت بہت شاقی گزری وہ جانتے تھے کہ اگر اشتر مصر پہنچ گیا تو وہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سخت ثابت ہوگا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ذبیوں میں سے ایک افسر خراج نے اس کا استقبال کیا اور کہا آپ کے ٹھہرنے کے لیے یہ جگہ حاضر ہے اور کھانا اور چارہ سب کچھ حاضر ہے میں ایک ذی شخص ہوں اشتر نے اس کے یہاں قیام کیا ایک دہقان اشتر کی سواری کے لیے چارہ اور اشتر کے لیے کھانا لے کر آیا جب یہ کھانے سے فارغ ہو گیا تو وہ ایک شہد کا گھاس لے کر آیا جس میں اس نے زہر ملا رکھا تھا اس دہقان نے وہ گھاس پینے کے لیے اشتر کو دیا اشتر نے وہ گھاس لے کر پیا اور پیتے ہی جان دے دی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شامیوں سے کہا کرتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کو مصر روانہ کیا ہے تم اللہ سے دعا کرو کہ اللہ تمہیں اس سے بچائے شامی روزانہ اللہ سے اشتر کے لیے بد دعا کرتے چند روز بعد جس شخص نے اشتر کو زہر دیا تھا وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انھیں اشتر کی ہلاکت کی خبر سنائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس خوشی میں لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا علی رضی اللہ عنہ کے دو داہنے ہاتھ تھے جس میں سے ایک ہاتھ مصفین کے روز کاٹ دیا گیا تھا یعنی عمار رضی اللہ عنہ اور دوسرا ہاتھ آج کاٹ دیا گیا ہے یعنی اشتر۔

مصریوں کے نام حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط:

ابو جحش نے فیصل بن خدیج کے ذریعہ اشتر کے غلام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اشتر ہلاک ہو گیا تو ہمیں اس کے سامان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک خط ملا جو مصریوں کے نام تھا۔ اس میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”اللہ کے بندے امیر المؤمنین کی جانب سے اس مسلمان جماعت کی جانب جس نے زمین میں اللہ کی نافرمانی کر کے اللہ کا غضب مول لیا اور نیک و بد ہر قسم کے لوگوں پر ظلم کو عام کیا اب ایسا کوئی حق باقی نہیں ہے جس کے ذریعہ آرام حاصل کیا جاتا ہو اور منکرات کا یہ حال ہے کہ اس سے قطعاً روکا نہیں جاتا تم پر سلام ہو۔ میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اما بعد! میں تمہارے پاس اللہ کے بندوں میں ایک ایسا بندہ بھیج رہا ہوں جو خوف کے زمانے میں راتوں کو قطعاً نہیں سوتا اور جو دشمنوں سے قطعاً نہیں گھبراتا جو کفار کے لیے آگ کی جلن سے بھی زیادہ سخت ہے اور وہ مذہج کا بھائی مالک بن الحارث ہے اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو کیونکہ وہ اللہ کی تمہاروں سے ایک تمہارے نہ تو اس کی مار کزور ہے اور نہ اس کی دھار کند ہے اگر وہ تمہیں آگے بڑھنے کا حکم دے تو تم آگے بڑھو اور پیچھے ہٹنے کا حکم دے تو پیچھے ہٹو کیونکہ وہ میرے حکم کے بغیر نہ آگے بڑھتا ہے اور نہ پیچھے ہٹتا ہے میں نے تمہاری بھلائی کے لیے تمہارے پاس اسے بھیج کر اپنے اوپر ترجیح دی ہے اور تمہارے دشمنوں

کے مقابلہ میں ایک سخت جان کوروانہ کیا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت کے ذریعہ برائی سے محفوظ رکھے اور تمہیں ایمان و یقین پر ثابت قدم رکھے۔“ والسلام

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے نام مراسلہ:

جب محمد کو اس کی اطلاع ملی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کوروانہ کیا ہے تو یہ محمد کو بہت ناگوار گزرا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مراسلہ تحریر کیا اور یہ اس وقت تحریر کیا گیا جب اشتر ہلاک ہو گیا لیکن اس کی ہلاکت کی اطلاع ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پہنچی تھی اور اس مراسلہ کے تحریر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ محمد اشتر کے بھیجے کی وجہ سے ناراض ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے بندے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے نام۔ تجھ پر سلام ہو۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تیری جگہ جو میں نے اشتر کوروانہ کیا ہے تم اس پر ناراض ہو اور اگر تو جنگ میں جلدی نہ کرتا تو میں اشتر کو نہ بھیجتا اور نہ میں تیری اس کوشش میں تجھ پر کوئی زیادتی کرتا۔ اگر میں نے تجھے تیرے عہدے سے معزول کر دیا ہے تو گھبرانے کی بات نہیں میں تجھے ایسی جگہ کی حکومت دوں گا جس میں تجھے مشقت زیادہ نہ ہو اور مصر سے زیادہ ہاں کی حکومت تجھے پسند ہو جس شخص کو میں نے اب مصر کا گورنر بنایا ہے وہ ہمارا مخلص دوست ہے اور ہمارے دشمنوں کے مقابلہ میں بہت سخت ہے اس نے زمانہ کو خوب دیکھا ہے وہ اپنے مقامات کی خوب حفاظت کر سکتا ہے ہم اس سے راضی ہیں اللہ بھی اس سے راضی ہو اور اللہ اس کے ثواب میں اضافہ فرمائے اور اسے اچھا لکھا عطا فرمائے تو اپنے دشمن کے مقابلہ پر ثابت قدم رہ اور ہر طرح جنگ کے لیے تیار ہو جائیں اپنے رب کے حکم کی جانب ہمت اور اچھے طریقہ پر دعوت دے اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کر اسی سے امداد طلب کر اور ہر وقت اس سے ڈر رہا وہ تیرے اہم کاموں میں تجھے کفایت کرے گا اور تیری حکومت میں تیری مدد فرمائے گا اللہ ہماری اور تمہاری اپنی رحمت سے ان امور میں مدد فرمائے جنہیں ہم نے ابھی حاصل نہیں کیا ہے۔“ والسلام

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا جواب:

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط ملا تو اس نے خط پڑھ کر یہ جواب تحریر کیا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے بندے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی جانب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے۔ آپ پر سلام ہو۔ میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

میرے پاس امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا میں نے اسے خوب غور سے پڑھا اور جو کچھ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا اسے خوب سمجھ لیا اور لوگوں میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے حکم پر مجھ سے زیادہ خوشی سے چلنے والا کوئی نہیں نہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کے مقابلہ میں مجھ سے زیادہ کوئی سخت ہے اور نہ ان کی حکومت میں مجھ سے زیادہ مہربان۔

میں لشکر لے کر دشمن کے مقابلہ پر نکلا اور ان لوگوں کے علاوہ جو ہم سے جنگ آزمائیں یا ان کی دشمنی ظاہر ہے میں نے سب کو ایمان دی ہے میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے حکم کا تابع اور اس پر عامل ہوں میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے حکم کا مستثنیٰ اور

اس کا سختی سے پابند ہوں اور ہر حال میں اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔“ والسلام
فتح مصر کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوششیں:

ابو جحیف نے ابو جحیفم الازدی کے ذریعہ عبداللہ بن حوالہ الازدی کا یہ بیان نقل کیا ہے شامی جب مقام سفین سے لوٹے تو پہلے تو وہ اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ حکمین کیا فیصلہ دیتے ہیں جب حکمین اپنا اختلافی فیصلہ سنا کر واپس ہو گئے تو اہل شام نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کر لی جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قوت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا اور عراقیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا جس سے علی رضی اللہ عنہ کی قوت میں روز بروز کمی ہوتی گئی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں مصر سے زیادہ کسی ملک کی حیثیت نہ تھی اسی وجہ سے وہ وہاں کے باشندوں کو ہر وقت ڈراتے رہتے تھے کیونکہ مصر ان کے قریب واقع تھا وہ یہ بھی جانتے تھے کہ مصریوں کی اکثریت شدت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے کی حامی ہے اور وہاں ایک جماعت ایسی موجود ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کو برا سمجھتی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالف ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ اگر وہ مصر پر غالب آ گئے تو علی رضی اللہ عنہ پر غلبہ حاصل کرنا آسان ہے کیونکہ مصر کا خراج اور اس کی آمدنی بہت زیادہ ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان تمام قریشیوں کو جمع کیا جو ان کے ساتھ تھے یعنی عمرو بن العاص حبیب بن مسلمہ بسر بن ابی ارطاة شحاک بن قیس عبدالرحمن بن خالد بن الولید رضی اللہ عنہ۔ قریشیوں کے علاوہ ابوالاعور جعفر عمرو بن سفیان السلمی حمزہ بن مالک ابہدانی اور شریل بن اسلمہ الکندی کو بھی طلب کیا گیا جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کس کام کے لیے بلایا ہے۔ میں نے تمہیں ایک ایسے کام کے طلب کیا ہے جس کے لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ اس کام میں میری امداد فرمائے۔

ان سب لوگوں نے یا کسی ایک خاص شخص نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرمایا۔ ہمیں کیا معلوم کہ آپ کا کیا ارادہ ہے۔

عمرو رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ ان بہت سے شہروں کے خراج نے امیر کو پریشان کر رکھا ہے یہ شہر وہ ہیں جن کا خراج بھی بہت زیادہ ہے جن کی آبادی بھی بکثرت ہے آپ کا سب سے اہم کام یہی ہے اور اسی لیے آپ نے ہمیں جمع کیا ہے تو پھر جلد ارادہ کیجئے اور آگے بڑھیے اس میں بہترین وہی رائے ہے جو آپ کی رائے ہو۔ جنگ شروع کرنے میں آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی عزت ہے اس طرح دشمن اور آپ کے مخالفین ذلیل و خوار ہوں گے۔
معاویہ رضی اللہ عنہ: اسے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تو جس کام کو اہم سمجھتا ہے میں بھی اسی کام کو اہم سمجھتا ہوں اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس کام کو اس لیے اہم سمجھتے تھے کہ جب انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے کی بیعت کی تھی تو اسی شرط پر بیعت کی تھی کہ مصر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو دیا جائے گا اور جب تک عمرو رضی اللہ عنہ تک زندہ رہیں گے مصر ان کی حکومت میں شامل ہوگا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک خیال ظاہر کیا اور اسے ثابت کر دکھایا۔

اصحاب معاویہ: لیکن ہم اس ارادے سے واقف نہیں ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے معاملہ وہی ہے۔

عمر و جعفر رضی اللہ عنہ: میں ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہوں اور سب سے بہتر گمان وہ ہوتا ہے جو یقین کے قریب ہو۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا:

”تم نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمنوں کے مقابلہ پر جنگ کے دروان تمہاری کس طرح مدد فرمائی یہ لوگ یہ خیال لے کر آئے تھے کہ ذرا سی دیر میں تمہاری گردنیں اتار لیں گے اور تمہارے شہر ویران کر دیں گے ان کا خیال یہ تھا کہ تم ان کے ہاتھوں میں آسانی سے آ جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے غصہ میں لوٹا دیا اور جو وہ چاہتے تھے اس میں سے ذرا سی بھی بھلائی انہیں حاصل نہیں ہوئی پھر ہم نے ان سے اللہ کی طرف فیصلہ طلب کیا حکم نے ان کے مقابلہ میں ہماری موافقت میں فیصلہ دیا پھر اللہ نے ہماری قوت کو جمع فرمایا اور ہمارے درمیان اصلاح اور محبت پیدا فرمائی اور مخالفین کو آپس میں ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا وہ باہم متفرق ہو گئے اور ایک دوسرے کے کفر کی گواہی دینے لگے اور باہم ایک دوسرے کا خون بہانے لگے خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ یہ خلافت میرے لیے مکمل ہو کر رہے گی میرا خیال ہے کہ میں اہل مصر سے کسی قسم کا حیلہ کروں تم لوگوں کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟“

عمر و جعفر رضی اللہ عنہ: آپ نے جو مجھ سے سوال کیا تھا میں نے اس کا جواب دے دیا اور جو کچھ آپ سے میں نے سنا اس کی جانب اشارہ بھی کی دیا ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: عمر و جعفر نے ایک پختہ بات تو بتادی ہے لیکن اسے کھول کر بیان نہیں کیا یہ بتاؤ کہ میں اس کام کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کروں۔

عمر و جعفر رضی اللہ عنہ: میں یہ اشارہ پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ آپ کو کیا کرنا چاہیے میرا خیال یہ ہے کہ آپ ایک زبردست لشکر روانہ فرمائیں اس پر ایک ایسا امیر مقرر کریں جو پختہ عقل کا مالک ہو اور جنگ میں ماہر ہو تاکہ لوگ اس کے پاس آ کر پناہ لے سکیں اور اس پر بھروسہ کر سکیں وہ مصر و شام کی حدود میں داخل ہو جائے اس کے پاس وہ تمام لوگ جمع ہو جائیں گے جو مصر میں ہمارے ہم خیال ہیں اس طرح ہم وہاں اپنے دشمنوں پر غالب آ جائیں گے جب آپ کا یہ لشکر اور آپ کے وہ جنگ کے لائق شیعہ جو مصر میں موجود ہیں یکجا جمع ہو جائیں گے تو مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امداد فرمائے گا اور آپ کے لشکر کو غالب کرے گا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: کیا اس کے علاوہ تمہارے نزدیک اور کوئی تدبیر نہیں جس پر عمل کیا جاسکے۔

عمر و جعفر رضی اللہ عنہ: نہیں میرے نزدیک اور تدبیر نہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگی تدبیر:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے نزدیک تو اربع تدبیر ہے وہ یہ کہ مصر میں جتنے بھی ہمارے شیعہ موجود ہیں ہم انہیں خطوط تحریر کریں کہ تم اپنی بات پر ثابت قدم رہو اور انہیں یہ امید دلائی جائے کہ ہم عتق رب تمہاری مدد کے لیے آنے والے ہیں اور دشمنوں

کوسل کی دعوت دی جائے اور انہیں انعامات کی تمنا نہیں دلائی جائیں اور جنگ سے ڈرایا جائے گا یہ لوگ جنگ کے بغیر اسی طرح ہم سے صلح کر لیتے ہیں تو اس سے بہتر کوئی بات نہیں ورنہ آخر میں مجبوراً جنگ تو کرنی پڑے گی۔ اے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تو فیصلہ میں بہت جلد باز ہے اور میں فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کرتا ہوں۔

عمرو رضی اللہ عنہ: تو پھر اللہ نے آپ کے دل میں جو رائے قائم کی ہے اسی پر عمل کیجیے۔ خدا کی قسم! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ایک نہ ایک روز مصریوں سے جنگ کرنی ہوگی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مسلمہ رضی اللہ عنہ اور معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کے نام خط:

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلمہ بن خلد الانصاری رضی اللہ عنہ اور معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کو خط تحریر کیا۔ یہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے۔ خط کے الفاظ یہ تھے:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک بڑے کام کے لیے کھڑا کیا ہے جس کا اجر بھی بہت بڑا ہے جس سے تمہارا نام بھی روشن ہوگا اور تم اس کے ذریعہ مسلمانوں میں عزت حاصل کر سکو گے اور وہ خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا ہے اور تمہارا اللہ کی خاطر اس پر غصہ ہونا کہ کتاب اللہ کے حکم کو کیسے ترک کیا گیا اور تمہارا باغیوں اور سرکشوں سے جہاد کرنا یہ وہ افعال ہیں جن پر تمہیں رضائے خداوندی کی بشارت ہو اللہ کے دوستوں کی مدد میں جلدی کرو جہاں تک دنیا اور حکومت کا تعلق ہے اس میں تم دونوں ہمارے شریک کا رہو گے اور جو شے تم پسند کرو گے وہ تمہیں دی جائے گی اور تمہارے فیصلے کے مطابق تمہارا پورا پورا حق ادا کیا جائے گا تم اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر ثابت قدم رہو اور ساتھیوں کو بھی ثابت قدمی کی تلقین کرو۔ اور پشت پھیرنے والے کو اپنی حفاظت اور اپنے خیالات کی دعوت دو۔ عقریب تمہاری مدد کے لیے لشکر روانہ کیا جائے گا تم دونوں ہر شے کو ختم کر کے پھینک دو جسے تم برا خیال کرو اور ہر اس شے کو مٹا دو جسے تم ذلت کے قابل سمجھو۔“ والسلام

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط تحریر کر کے اسے اپنے ایک غلام صحیح نامی کے ہاتھ مصر روانہ کیا۔ صحیح یہ خط لے کر مصر روانہ ہوا اور وہاں مسلمہ رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اس وقت محمد بن ابی بکر بنیہ مصر کا امیر تھا اور ان لوگوں نے اس سے جنگ کے انتظامات کر رکھے تھے لیکن جس روز قاصد وہاں پہنچا اس وقت تک جنگ شروع نہ ہوئی تھی قاصد نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دونوں خط مسلمہ بن خلد رضی اللہ عنہ کو دیئے مسلمہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کا خط قاصد کو دے کر کہا اسے ابن خدیج کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ بھی پڑھ لے پھر میرے پاس آئیں تمہیں اپنی جانب سے بھی اس خط کا جواب دوں گا اور ابن خدیج رضی اللہ عنہ کی جانب سے بھی جواب دوں گا قاصد یہ خط لے کر ابن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ابن خدیج رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا جب وہ خط پڑھ کر فارغ ہو چکا تو قاصد نے کہا کہ مسلمہ بن خلد رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ یہ خط میں اس کے پاس آپ کے پڑھنے کے بعد واپس لے آؤں تاکہ وہ اپنی جانب سے اور آپ کی جانب سے اس کا جواب دے سکے ابن خدیج رضی اللہ عنہ نے یہ خط واپس دے دیا اور کہا مسلمہ رضی اللہ عنہ سے جا کر کہو کہ اس کا جواب دے دے۔ قاصد خط لے کر مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

مسلمہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

مسلمہ بن خالد جوشن نے اپنی اور معاویہ بن خدیج کی جانب سے یہ جواب تحریر کیا:

”ایسا کام ہے جس پر ہم نے اپنی جانیں لگا دی ہیں اور اس میں اللہ کے حکم کی اتباع کی ہے یہ ایک ایسا کام ہے جس میں ہم اپنے پروردگار سے ثواب کے امیدوار ہیں ہمیں خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ہمارے مخالفوں کے مقابلہ پر ہماری مدد فرمائے گا اور ان لوگوں پر اپنا عذاب نازل کرے گا جنہوں نے ہمارے امام کے قتل میں کسی قسم کا حصہ لیا ہے اور ہمارے جہاں فی مکمل اللہ میں رکاوٹ ڈالی ہے ہمارا توفیق یہ ہے کہ جتنے بھی باغی ہماری سرزمین میں موجود ہیں ہم ان سب کو اپنی سرزمین سے نکال باہر کریں اور ان کی جگہ عادل و منصف لوگوں کو یہاں آباد کیا جائے آپ نے جو اپنی حکومت و دنیا میں برابری کی امید دلائی ہے تو خدا کی قسم! یہ ایک ایسا کام ہے جس کا کوئی صلہ نہیں اور نہ ہم کسی صلہ کے خواست گار ہیں پس ہماری تو صرف اتنی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا مطلوب پورا فرمائے اور ہماری آرزوئیں ہمیں عطا فرمائے کیونکہ دنیا و آخرت اللہ رب العالمین کے لیے ہے اور وہ اپنی مخلوقات میں سے ایک بڑے عالم کو دنیا و آخرت بیک وقت عطا فرماتا ہے جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں فرماتا ارشاد ہے:

﴿فَأَنذَرْتُهُمْ لَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي قَوْمَ الْدَّثَنَةِ وَ حُسْنُ ثَوَابٍ الْآخِرَةِ وَ اللَّهُ يُجِزُّ الْمُضْطَرِّينَ﴾

”پس اللہ انہیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کرے گا اور اللہ نیک کام کرنے والوں کو مجید رکھتا ہے۔“

آپ فوراً اپنی سوار اور پیدل فوج روانہ کیجیے کیونکہ دشمن نے ہم سے جنگ شروع کر دی ہے اور ہماری تعداد بہت قلیل ہے اب وہ کل صبح ہمیں ڈرائیں گے اور ہم ان سے ٹکرائیں گے۔ اللہ نے آپ کے پاس سے مدد بھیج دی تو اللہ تعالیٰ ہمیں فتح دے گا اور اللہ کے علاوہ کسی میں کسی قسم کی طاقت و قوت نہیں اور ہمارے لیے اللہ کافی ہے۔“

عمر بن العاصؓ کی مصر کو روانگی:

راوی کہتا ہے کہ یہ خط امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ وہ فلسطین میں مقیم تھے انہوں نے ان لوگوں کو بلایا جو پہلے مشورہ میں شریک تھے سب نے یہی رائے دی کہ آپ فوراً ایک لشکر روانہ کیجیے شاید اللہ تعالیٰ آپ کو فتح عطا فرمائے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوعبید اللہ یعنی عمر بن العاصؓ تیاری کرو۔ راوی کہتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاصؓ کے ساتھ چھ ہزار لشکر روانہ کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں رخصت کرنے کے لیے کچھ دور تک ساتھ گئے۔ اور انہیں رخصت کرتے وقت فرمایا۔ اے عمرو رضی اللہ عنہ میں تجھے اللہ سے ڈرنے اور لوگوں پر نرمی کرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ اس میں برکت ہے اور درگزر کرنے اور فیصلہ میں جلدی نہ کرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ جلد بازی شیطان کی جانب سے ہوتی ہے جو شخص تم سے غدر کرے تم اس کا بغور قبول کرو اور جو پشت چھیر کر بھاگے اس سے درگزر کرو اگر دشمن اس بات کو قبول کرے گا تو بہت اچھا کرے گا اور اس کے لیے بہتر ہوگا اگر تب بھی وہ اطاعت سے انکار کرے تو یاد رکھو کہ اپنا رعب و داب اس وقت دکھایا جاتا ہے جب کہ کوئی غدر باقی نہ رہے انہیں دلیل سے سمجھاؤ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور لوگوں کو صلح اور جماعت کے اتحاد کی دعوت دو کیونکہ جب تو غالب آ جائے گا تو یہی لوگ تیرے مددگار ہوں گے تیرے پاس جو کچھ بھی مال و دولت ہو وہ لوگوں پر قربان کر دے اور تمام لوگوں سے نیک سلوک کرو۔“

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد عمرو رضی اللہ عنہ نے کوچ کیا حتیٰ کہ اوناے مصر میں جا کر ٹھہرے مصر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جتنے بھی

حالی تھے وہ سب ان کے پاس جمع ہو گئے۔ عمرو بن لُحَیْشہ انہیں لیے ٹھہرے رہے۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے نام عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا خط:

اس کے بعد عمرو بن لُحَیْشہ بن العاص نے محمد کے نام ایک خط تحریر کیا:

”اما بعد! اے ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ بہتر یہ ہے کہ تم مجھ سے اپنی جان بچاؤ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے ہاتھ سے ایک ناخن بھی لگے ان شہروں کے باشندے تمہارے خلاف مجتمع ہو چکے ہیں انہوں نے تمہارے حکم کو چھوڑ دیا ہے اور تمہاری اتباع پر نام ہیں اگر وہ بظاہر تم سے اپنی تابعداری کا اظہار بھی کرتے ہیں تو ان کے پیٹ میں کچھ اور ہوتا ہے بہتر یہ ہے کہ تم مصر چھوڑ کر چلے جاؤ۔ میں تمہارا ناصح ہوں بدخواہ نہیں۔“ - والسلام

محمد کے نام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے پاس وہ خط بھی روانہ کر دیا جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے محمد کے نام تحریر کیا تھا۔ اس میں تحریر تھا۔

باغی کی کینہ پروری اور ظلم کا ایک بہت بڑا وبال نازل ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ حرام خون کو بہانے والا دنیا میں ہرگز سزا سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور انجام کار آخرت میں بھی اس کے لیے سزا باقی رہتی ہے ہم دنیا میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جو تجھ سے زیادہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا باغی ان کی برائیاں کرنے والا اور تجھ سے زیادہ ان کا مخالف ہوتوئے دوسروں کے ساتھ مل کر ان کے خلاف بغاوت کی اور دیگر قاتلین کے ساتھ مل کر ان کا خون بہایا کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ میں تیری جانب سے سویا ہوا ہوں یا تیری جانب سے قطعاً غافل ہوں کہ تو اگر ان شہروں پر اپنی حکومت چلاتا ہے جہاں کہ میرا حکم نافذ ہوتا ہے اور جہاں کے اکثر باشندے میرے مددگار ہیں یہ لوگ میری رائے سے متفق اور میرے اشارے کے منتظر ہیں مجھے تیرے مقابلہ میں مدد کے لیے پکارتے ہیں میں نے تیرے مقابلے کے لیے ایک جماعت بھیج دی ہے جو تیرا گلا گھونٹ دے گی اور تیرا خون پی لے گی وہ تجھ سے جنگ کرنا اللہ کی رضا مندی کا سبب سمجھتے ہیں ان لوگوں نے اللہ سے یہ عہد کیا ہے کہ وہ تیرا مشلہ کریں گے (یعنی تیرے ناک کاں کاں ہاتھ پاؤں کاٹیں گے) اور اگر اہل مصر میں سے تیرے قتل کے علاوہ کوئی اور معاملہ درپیش نہ ہوتا تو میں تجھے ہرگز خوف میں مبتلا نہ کرتا اگرچہ میں پسند تو یہی کرتا ہوں کہ یہ لوگ تیرے ظلم اور عثمان رضی اللہ عنہ کی عداوت اور اس روز کے جرم میں جس روز تو نے اپنی تلوار سے عثمان رضی اللہ عنہ کی گدی اور گردن کے درمیان وار کیا تھا تجھے قتل کر دیں لیکن میں کسی قریشی کا مشلہ کرنا بہتر نہیں سمجھتا اور تو خواہ کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ تجھ سے بدلہ لیے بغیر تجھے نہ چھوڑے گا۔“ - والسلام

ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خط:

محمد نے یہ دونوں خط لپیٹ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کر دیے اور ایک خط اپنی جانب سے تحریر کر کے ساتھ میں روانہ کیا:

”اما بعد! ابن العاص رضی اللہ عنہ مصر کی سر زمین میں داخل ہو چکا ہے اور مصر میں جو لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہم خیال تھے ان میں سے اکثر لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے ہیں وہ لشکر لیے ہوئے جب خراب میں مقیم ہے میرے ساتھیوں میں سے بعض

لوگ پھسل چکے ہیں اگر آپ کو سرزمین مصر کی کوئی حاجت ہے تو فوراً سوار دستوں اور مال سے میری مدد کیجیے۔“

والسلام علیک

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس خط کا یہ جواب تحریر فرمایا:

”اما بعد! مجھے حیران خط موصول ہوا جس میں تو نے یہ ذکر کیا ہے کہ ابن العاص مصر کی سرزمین میں داخل ہو چکا ہے اور خراب میں لشکر لیے ہوئے غزہ پہنچا ہوا ہے اور جو لوگ مصر میں اس کے ہم خیال تھے وہ اس کے پاس جمع ہو گئے ہیں اور وہ لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں جو تجھے بہتر سمجھتے تھے اور جو لوگ تیری رائے کے حامی تھے ان میں سے کچھ پھسل گئے ہیں لیکن تو ہرگز نہ پھسلنا خواہ تیرے شہر کے محافظ بھی کیوں نہ پھسل جائیں اپنے پاس اپنے حامیوں کو جمع کر لے اور اپنے ساتھ کنازہ بن بشر کو ملالے جو تنکی سخاوت اور جنگ میں مشہور ہے میں تیری مدد کے لیے ہر گھنٹی سے آدمی بھیج رہا ہوں اپنے دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہ اور اپنی رائے پر قائم رہ اور ان سے جنگ کر اور ان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہ کر اور ثواب کا امیدوار بن کر جہاد کر اگرچہ تیری جماعت تھوڑی ہے لیکن اللہ تعالیٰ تھوڑوں کو عزت دیتا اور زیادہ کو ذلیل کرتا ہے میں نے قاجر بن قاجر معاویہ رضی اللہ عنہ اور قاجر ابن الکافری عیسیٰ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (عیاذ باللہ) کا خط پڑھا ہے وہ دونوں خدا کی نافرمانی کو محبوب رکھتے ہیں اور حکومت میں رشوت قبول کرنے والوں کو اپنے ساتھ ملاتے اور دنیا میں منکر کام کرتے ہیں انہوں نے اپنی فطرت کے مطابق دنیا سے فائدہ حاصل کیا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنی فطرت کے مطابق دنیا سے فائدہ حاصل کیا تھا تو ان کی دھمکیوں اور ان کی لالچ سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر لینا تو ان کو اچھی طرح جواب دے اگرچہ تو ان کو پورے طور پر جواب نہیں دے سکتا لیکن تو خود جو مناسب سمجھتا ہو وہ جواب دے دے۔“ والسلام

ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب:

ابو خلف نے محمد بن یوسف بن ثابت الانصاری کے ذریعہ مدینہ کے ایک شخص سے نقل کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط کا جواب ان الفاظ میں تحریر کیا۔

”اما بعد! تمہارا خط مجھے ملا جس میں تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ کا ذکر کیا ہے میں قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا تم سے کوئی عذر نہیں کرتا تم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے مقابلے سے گریز کروں گویا تم مجھے نصیحت کرنا چاہتے ہو اور تم نے مجھے مشادہ کرنے سے خوف دلایا ہے گویا تم مجھ پر بہت مہربان ہو میری آرزو تو یہ ہے کہ میں تم پر لشکر کشی کروں اور تمہیں مصیبت میں مبتلا کر دوں اگرچہ تمہاری سستی ہی امداد کیوں نہ کی جائے اور خواہ تمام دنیا میں تمہاری حکومت کیوں نہ ہو میری عمر کی قسم کہ تم نے ظالم اشخاص ہیں جن کی تم نے مدد کی ہے اور کہتے مومن ہیں جنہیں تم نے قتل کیا ہے اور جن کا تم نے مشادہ کیا ہے اور اللہ ہی کے پاس تم بھی لوٹ کر جاؤ گے اور یہ لوگ بھی لوٹ کر جائیں گے اور تمام کام اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جائیں گے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اور جو کچھ تم کہتے

ہو اس پر اللہ ہی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔“ والسلام

ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نام۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے:

ابن الفاظ میں تحریر کیا:

”اے ابن العاص جہنم نے اپنے خط میں جو کچھ ذکر کیا ہے میں نے اسے خوب سمجھ لیا ہے تو اپنے خیال میں یہ برا سمجھتا ہے کہ تیرے ہاتھوں مجھے ایک دفع بھی نہ لگے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو باطل پرست ہے تیرا یہ کہنا کہ تو میرا ناصح ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں قسم کھاتا کہ میں تجھ سے کینہ رکھتا ہوں تیرا یہ قول کہ اہل مصر نے میرا حکم ماننے سے انکار کر دیا ہے اور میری اتباع پر زور دیا ہے تو راس ایسے لوگ تیرے اور شیطان جنم کے دوست ہیں ہمیں اللہ رب العالمین کافی ہے اور ہم اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں جو عرش عظیم کا پروردگار ہے۔“

محمد بن ابی بکر جہنم کی تقریر:

یہ خط پڑھ کر عمرو بن العاص جہنم لشکر لے کر آگے بڑھے اور انہوں نے مصر پر حملہ کا ارادہ کیا تو محمد بن ابی بکر جہنم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور خدا کی حمد و ثناء کی پھر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا۔ پھر کہا:

”اے مسلمانوں اور مومنو! وہ قوم جو ہر حرمت کو توڑتی رہتی اور لوگوں کو گمراہی میں ڈالتی رہتی ہے اور فتنہ کی آگ بھڑکتی رہتی ہے اور زبردستی حکومت پر قبضہ کرنا چاہتی ہے اس نے لوگوں میں تمہاری عداوت پیدا کر دی ہے اور تمہارے مقابلہ پر لشکر روانہ کیے ہیں اے اللہ کے بندو جو شخص مغرور - اور جنت کا طلب گار ہے تو وہ فوراً ان لوگوں کے مقابلہ پر چلے اور اللہ کی راہ میں اس سے جہاد کرے فوراً کتنا یہ بن بشر کے ساتھ ان کے مقابلہ پر جاؤ۔ اللہ تم پر رحم کرے۔“

فریقین کی جنگ:

راوی کہتے ہیں کہ بشر بن کنانہ کے ساتھ دو ہزار آدمی جنگ کے لیے نکلے اور محمد بھی دو ہزار کا لشکر لے کر نکلا عمرو بن العاص جہنم کنانہ کے مقابلہ پر آئے اور کنانہ محمد بن ابی بکر جہنم کے مقدمہ آگش پر مامور تھا۔ عمرو بن العاص جہنم کنانہ کی طرف بڑھے۔ جب کنانہ کے لشکر کے قریب پہنچے تو عمرو بن العاص جہنم نے اپنے لشکر کو بہت سے دستوں پر تقسیم کیا اور کنانہ کے مقابلہ میں کیے بعد دیگرے ایک ایک دست روانہ کرنا شروع کیا شامیوں کا جو دست بھی کنانہ کے سامنے آتا کنانہ اس پر اتنا سخت حملہ کرتا کہ اسے پیچھے دھکیلتا ہوا عمرو بن العاص جہنم تک پہنچا دیتا۔

عمرو بن العاص جہنم نے جب یہ صورت حال دیکھی تو معاویہ بن خدیج اسکو فی جہنم کو طلب کیا معاویہ جہنم اپنا لشکر لے کر آیا جو کثرت کے باعث سیاہ اندھی کی طرح معلوم ہوتا تھا انہوں نے کنانہ اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیا اور شامیوں نے بھی ہر جانب سے اس پر حملے شروع کر دیے جب کنانہ نے یہ دیکھا کہ وہ اور اس کے ساتھی گھر چکے ہیں تو گھوڑے سے نیچے اتر گیا اس کے ساتھیوں نے بھی گھوڑے چھوڑ دیے کنانہ اس وقت یہ آیت پڑھ رہا تھا:

﴿وَمَا تَنْفُسُ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كَتَبْنَا مُوَجَلًّا وَمِنْ يَدِ قُتَابِ الدُّنْيَا نُؤْتِيهِ مِنْهَا وَمِنْ يَدِ قُتَابِ الْآخِرَةِ نُؤْتِيهِ مِنْهَا وَنَسْجُزِي الشَّكُورِينَ﴾

”کسی جان میں یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے وہ بھی وقت معینہ پر اور جو شخص دنیا کا اجر چاہتا ہے ہم اسے دنیا کا اجر دیتے ہیں اور جو شخص آخرت کا اجر چاہتا ہے ہم اسے آخرت کا اجر دیتے ہیں اور شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دیتے ہیں۔“

وہ بہت دیر تک مخالفتوں سے جنگ کرتا رہا حتیٰ کہ مارا گیا۔

محمد بن ابی بکر جنت کا قہر:

جب کنہ نہ مارا گیا تو عمرو بن العاص جنت لشکر لے کر محمد بن ابی بکر جنت کی جانب بڑھے لیکن محمد کے رشتہوں کو کنہ نہ قتل کی خبر ملی تو سب ساتھ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور محمد کے ساتھ اس کے ساتھیوں میں سے چند آدمی باقی رہ گئے۔ ج۔ محمد نے عمرو جنت کو سامنے آنا دیکھا تو میدان سے بھاگا اور شہر کی گلیوں میں جان بچانے کے لیے بھاگتا رہا حتیٰ کہ ایک گلی کے کواں ہو ا مکان نظر آیا اس میں جا کر چھپ گیا اور عمرو بن العاص جنت فسطاط شہر میں داخل ہو گئے۔

محمد کی تلاش اور اس کی گرفتاری:

معاویہ بن خدیج جنت نے چاروں طرف محمد کو تلاش کرنا شروع کیا حتیٰ کہ بازار میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا اور ان سے سوال کیا۔ تمہارے سامنے سے کوئی ایسا شخص گزرا ہے جسے تم برا سمجھتے ہو ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا۔ نہیں خدا کی قسم یہاں سے کوئی شخص نہیں گزرا مگر ہاں میں اس دیرانے میں اندر گیا تھا تو میں نے اس میں ایک شخص بیٹھا ہوا دیکھا اس پر ابن خدیج جنت نے کہا پروردگار کبھی قسم یہ وہی شخص ہے یہ سب لوگ اس کی تلاش میں چلے اور اس نوٹے ہوئے مکان میں پہنچے اور وہاں سے محمد کو پکڑ کر باہر لائے۔ وہ پیاس سے مر رہا تھا۔ یہ لوگ اسے پکڑ کر فسطاط لے کر آئے۔

عبدالرحمن بن ابی بکر جنت کی سفارش:

جب عبدالرحمن بن ابی بکر جنت نے اپنے بھائی کو گرفتار دیکھا تو وہ بھاگ کر عمرو بن العاص جنت کے پاس پہنچے عمرو جنت اس وقت لشکر میں تھے حضرت عبدالرحمن جنت نے عمرو جنت سے کہا کیا میرا بھائی اسی طرح بندھا ہوا قتل کر دیا جائے گا تم معاویہ بن خدیج جنت کے پاس آدنی بھیج کر اس کے قتل سے روک دو عمرو بن العاص جنت نے فوراً آدمی بھیجا کہ محمد کو میرے پاس لے کر آ جاؤ۔ معاویہ جنت نے جواب میں کہلایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم کنہ کو قتل کر دو اور میں محمد بن ابی بکر جنت کو چھوڑ دوں۔ انہوں نے:

اَسْكُفَاؤُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اَوْ لِقَٰكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِی الزُّبُرِ

”کیا تمہارے منکران سے بہتر ہیں یا تمہارے لیے سمجھنے میں برأت لکھ دی گئی ہے۔“

محمد بن ابی بکر جنت قاتل عثمان جنت کا حشر:

محمد نے لوگوں سے کہا مجھے پانی پلا دو معاویہ جنت نے جواب دیا اللہ تعالیٰ مجھے کبھی ایک قطرہ پانی نہ پلائے اگر میں تجھے پانی پلاؤں تم نے عثمان جنت کو پانی پینے سے روک دیا تھا اور تم نے عثمان جنت کو روزے کی حالت میں جب کہ ان کا خون حرام تھا شہید کیا اللہ نے انہیں مہرگ ہوا سونٹھ کا پانی پلایا خدا کی قسم! اے ابن ابی بکر جنت میں تجھے ضرور قتل کروں گا تجھے اللہ کھولا ہو پانی اور جہنم کی پیپ پلائے محمد بن ابی بکر جنت نے جواب دیا اے جلا بن یہودیہ کے بیٹے حمیری آرزو ہرگز پوری نہ ہوگی تو اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے وہ اپنے دوستوں کو پانی پلائے گا اور اپنے دشمنوں کو پیاسا مارے گا مثلاً تو اور تجھ جیسے اشخاص اور جو عثمان جنت سے محبت کرتے ہوں خدا کی قسم! اگر میرے ہاتھ میں تلواریں ہوں تو تم سے میں یہ بات نہ سنتا۔

معاویہ بن خدیج جنت نے محمد سے کہا کیا تو جانتا ہے کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا ہوں میں تجھے گدھے کی کھال میں

سیوں کا پھرا سے آگ میں جلاؤں گا۔ محمد نے جواب دیا اگر تم میرے ساتھ یہ سلوک کرو گے تو ہمیشہ سے اللہ کے دوستوں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا آیا ہے اور مجھے امید ہے کہ جو آگ تو مجھ پر جلائے گا اللہ اسے میرے لیے ٹھنڈی کر دے گا اور اسے سلامتی کا ذریعہ بنا دے گا جیسا کہ اس نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا اور اس آگ کو تجھ پر اور تیرے دوستوں پر اسی طرح دھکا دے گا جیسا کہ نمرود اور اس کے ساتھیوں پر دھکا دی تھی اللہ تجھے بھی آگ میں جلائے گا جس کا تو نے ابھی ذکر کیا تھا (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) اور تیرا میرا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی آگ میں جلائے گا اور اسے بھی آگ میں جلائے گا اور اس سے اشارہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ تمہیں ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جو تم پر ہر وقت بھڑکتی رہے گی اور جب بھی وہ ہلکی ہوگی اللہ اسے اور بھڑکا دے گا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو میں تجھے عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص میں قتل کر رہا ہوں۔

محمد نے جواب دیا تیرا عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ظلم پر عمل کیا اور قرآن کے حکم کو پس پشت ڈال دیا حالانکہ اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَخُذْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَلَا تَتْلُوا عَلَيْهِمْ الْقُرْآنَ ۚ هُمْ فِيهِ ضَالِّونَ﴾

”اور جو لوگ اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ قاصق ہیں۔“

ہم نے اسے اس جرم کی سزا دی اور اسے قتل کر دیا تو اور تجھ جیسے اشخاص جو اس کی تعریف کرتے ہیں تو اللہ نے چاہا تو وہ ہمیں اس کے قتل کے گناہ سے پاک رکھے گا اور تو اس کے گناہ میں اس کا شریک ہوگا اور تیرا انجام بھی اللہ وہی کرے گا۔

راوی کہتا ہے کہ اس سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو قصہ آگیا اس نے آگے بڑھ کر محمد کو قتل کر دیا پھر اسے گدھے کی کھال میں لپیٹ کر

آگ میں جلا دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انفسوس:

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو محمد کے قتل کی خبر ملی تو انہیں اس کا بہت انفسوس ہوا اس واقعہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہر نماز کے

بعد معاویہ اور عمرو بن عبد اللہ کے لیے بد دعا کرتیں۔ محمد کے قتل کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اولاد کو اپنے پاس رکھا اس طرح قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس پرورش پائی (جو تمام تابعین میں مدینہ کے سب سے بڑے عالم ہیں)۔

واقفی کی روایت:

واقفی نے سوید بن عبد العزیزؓ کا بیٹا ابن عجلان کے ذریعہ قاسم بن عبد الرحمنؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چار ہزار لشکر لے کر گئے تھے جس میں ابوالاعور السلمیؓ، جندبہؓ اور معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے مسندۃ میں ان کا دشمن سے آمنا سامنا ہوا اور سخت قسم کی جنگ ہوئی اور کئی بن بشر بن حبابؓ انجمنی مارا گیا جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوئی جنگ کرنے والا باقی نہ رہا تو وہ بھاگ کھڑا ہوا اور ابن مسروق کی پہاڑی کے قریب پناہ لی معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چل گیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے محمد کو جا کر گھیر لیا محمد نے اس سے جنگ کی اور لڑتا لڑتا مارا گیا۔

واقفی کہتا ہے مسندت کی جنگ صفر ۳۸ھ میں ہوئی اور جنگ اذرح شعبان میں اسی سال ہوئی۔

عمر بن العاص کا معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خط:

ہم پھر ابوحنیفہ کی روایت نقل کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ جب محمد بن ابی بکر اور کنانہ بن بشر قتل کر دیئے گئے تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں خط تحریر کیا:

”اما بعد! ہم محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور کنانہ بن بشر سے ملے ان کے ساتھ اہل مصر کے کئی بڑے لشکر تھے ہم نے انہیں کتاب اللہ کے حکم سنت رسول اللہ پر چلنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے حق کو چھوڑا اور گمراہی میں مبتلا رہے ہم نے ان سے جہاد کی اور اللہ نے ان کے مقابلہ پر ہماری امداد فرمائی اللہ نے ان کے چہروں اور پشتوں پر مارا ہم نے ان کے بازو توڑ دیئے اللہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، کنانہ بن بشر اور اس قوم کے بڑے بڑے لوگوں کو قتل فرمادیا اور تمام قرطبہ اہل اندلس کے تابعین کے لیے ہیں۔ والسلام علیک۔“

محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قتل:

اسی سن میں محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ بن حذیفہ بن ربیعہ بن عبد شمس قتل کیا گیا اہل سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کے قتل کا واقعہ کب پیش آیا۔ واقعہ کی رائے یہ ہے کہ وہ ۳۶ھ میں قتل کیا گیا ہے۔

اس کے قتل کی وجہ یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر کی جانب گئے تو محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مصر پر قبضہ کر لیا تھا یہ دونوں عین شمس جا کر ظہرے اور مصر میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن محمد کی وجہ سے مصر میں داخل نہ ہو سکے ان دونوں نے محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل چلی کہ تم ایک ہزار آدمی لے کر عریش آؤ محمد نے اپنی جگہ حکم ابن الصلت کو مصر پر متعین کیا اور ایک ہزار آدمی لے کر چلا جب محمد عریش پہنچا تو ان لوگوں نے اسے گھیر لیا اور عمرو رضی اللہ عنہ نے آ کر ہر طرف منہ پھینکی نصب کر دیں۔ مجبوراً محمد تیس آدمیوں کے ساتھ باہر آیا اور خود کو ان کے ہاتھوں میں سوپ دیا ان لوگوں نے انہیں پکڑ کر قتل کر دیا اور یہ واقعہ قیس ابن سعد رضی اللہ عنہ کے مصر پہنچنے سے قبل پیش آیا تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ کو ہاں امیر بنا کر بھیجا تھا۔

ہشام بن محمد کی روایت:

ہشام ابن محمد انصاری کا قول یہ ہے کہ جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ قتل کر دیا گیا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر میں داخل ہو کر اس پر غلبہ حاصل کر لیا تو محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ ہشام بن محمد کا خیال یہ ہے کہ جب عمرو رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکر مصر میں داخل ہو چکا تو محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری عمل میں آئی ان لوگوں نے اسے گرفتار کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اس وقت وہ فلسطین میں مقیم تھے انہوں نے اسے قید خانے میں بند کر دیا کچھ مدت تک یہ قید خانہ میں بند رہا پھر قید خانہ سے چھوٹ کر بھاگ گیا محمد چونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ماموں زاد بھائی تھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں کو اس کا فرار برا معلوم ہوا ہے انہوں نے یہ دیکھ کر شامیوں سے فرمایا اسے کون تلاش کر کے لائے گا۔ ہشام کہتا ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسے یہ چاہتے تھے کہ وہ بچ کر نکل جائے بنو شعم کے ایک شخص نے جس کا نام عبداللہ بن عمرو بن قلام تھا اور جو بہت بہادر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حامی تھا کہا میں اسے تلاش کر کے لاؤں گا وہ محمد کی تلاش میں چلا اور حوران کے علاقہ بقاء میں اسے چالیا وہاں وہ ایک غار میں چھپا ہوا تھا اچانک کچھ گدھے اس غار میں گھسے اور وہ غار میں بارش سے بچنے کے لیے گھسے تھے۔ گدھوں نے جب غار میں آدمی دیکھا تو غبرا کر باہر نکلے غار کے قریب

جو کشت کار کھڑے ہوئے تھے وہ آپس میں بولے غار سے گدھوں کا گھبرا کر بھاگنا بہت تعجب خیز ہے ضرور کوئی بات ہے وہ اصل معاملہ کا پتہ چلانے کے لیے غار میں داخل ہوئے تو اس میں محمد بیٹھا ہوا نظر آیا وہ باہر نکلے۔ اتفاقاً اسی وقت عبداللہ بن عمرو بن خطاب وہاں پہنچا اور اس نے ان لوگوں سے محمد کا پتہ پوچھا اور اس کا حلیہ بیان کیا انہوں نے جواب دیا اس حلیہ کا شخص اس غار میں موجود ہے راوی کہتا ہے کہ عبداللہ غار میں داخل ہوا اور محمد کو کھینچ کر باہر لایا اور اس نے یہ بہتر نہیں سمجھا کہ محمد کو معاویہ بن جندب کے پاس لے جائے کہیں وہ اسے چھوڑ نہ دیں اس لیے عبداللہ نے وہیں محمد کی گردن مار دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ جنگ:

ہشام نے ابو جحلف، حارث بن کعب بن قحیم، جندب کی سند سے عبداللہ بن قحیم کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ یہ عبداللہ بن قحیم عبداللہ حارث ابن کعب کا چچا تھا اور اسے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس امداد کی طلب کے لئے بھیجا تھا اور جس وقت اسے بھیجا گیا مصر کا امیر محمد تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دینے کا ارادہ کیا اور متادیوں کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دو جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اؤلا اللہ کی حمد و ثنا کی پھر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا۔ پھر فرمایا:

یہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور تمہارے مصری بھائیوں کے چیلنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ ان لوگوں کی جانب ابن النابیہ لشکر لے کر چلا ہے وہ ابن النابیہ جو اللہ کا دشمن ہے اور اس شخص کا دوست ہے جو اللہ سے عداوت رکھتا ہے۔ کہیں گمراہ اپنے باطل پر اور کہیں شیطان کی راہ پر چلنے والے تمہارے اس حق پر ہونے کے باوجود تم سے زیادہ متبع اور متحد ثابت نہ ہوں انھوں نے تم سے جنگ کی ابتداء کی ہے اور تمہارے بھائی جہاد میں مشغول ہیں تم بہت جلد ان کی حمایت اور نصرت کے لئے پہنچو۔

اے اللہ کے بندو! مصر کا علاقہ قشام سے زیادہ وسیع ہے وہاں کی آمدنی بھی کثیر ہے۔ وہاں کے باشندے بھی بہتر ہیں کہیں تم مصر میں مغلوب نہ ہو جانا کیونکہ مصر کا تمہارے ہاتھوں میں باقی رہنا تمہاری عزت اور تمہاری عزت اور تمہارے دشمن کی ذلت کا سبب ہے تم فوراً جمع ہو کر جہاد کو فہم کے درمیان ہے اور تم سب علی الصباح مجھ سے جمع میں ملو۔ ان شاء اللہ۔

شیعان علی رضی اللہ عنہ کی بزدلی:

راوی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اگلے روز صبح کو فہم سے نکلے اور سورج نکلنے کے وقت جمع ہو کر نکلے زوال کے بعد تک وہاں مقیم رہے اور اپنے شیعوں کا انتظار کرتے رہے لیکن ان میں سے ایک شخص بھی وہاں نہیں پہنچا (جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں خاص کوئیوں کی تعداد تربیسہ ہزار تھی اور دیگر جگہوں کے لوگ اس کے علاوہ تھے) مجبوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے شیعوں سے بیزارگی:

جب شام ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شرقاً و درو سا کو طلب کیا جب یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا:

”تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرے لئے یہ کام مقدر فرمایا۔ اور میرے لئے میرا یہ فعل مقدر کیا۔“

اسے ایسی جماعت کے جسے جب میں حکم دوں تو وہ اطاعت نہ کرے اور جب میں بکاروں کو میری بات کا جواب نہ دے مجھے خدا نے آزمائش میں ڈالا ہے۔ تمہارے غیر کا باپ نہ ہو! خرم اپنے اس صبر سے کس شے کا منتظر ہوا اور اپنے حق پر ہونے کے باوجود

جہاد سے کیوں متفر ہو اس دنیا میں تمہارے لئے موت اور ذلت اس وقت سے جبکہ تم باطل پر ہو خدا کی قسم اگر موت آ جائے گی اور وہ ایک نیک روز مجھے ضرور آئے گی تو مجھ میں اور تم میں خود تفریق پیدا کر دے گی حالانکہ میں اس وقت تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا گفتگو کر رہا ہوں کہتے وہ لوگ ہیں جن کے دل میں کینہ نہیں۔ اللہ کچھ تو جانتا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا دین بھی تمہیں جمع نہیں کر سکتا؟ کیا حمیت تمہیں ابھار نہیں سکتی؟ حالانکہ تم یہ سن رہے ہو کہ تمہارا دشمن تمہارے شہروں میں گھس آیا ہے اور اس نے تمہارے بھائیوں پر غارت گری شروع کر دی ہے کیا یہ تعجب خیر بات نہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان غلاموں اور سرکشوں کو دعوت دیتا ہے اور یہ سرکش اور ظالم لوگ کسی بخشش اور مالی مدد کے بغیر اس کی اتباع کرتے ہیں؟ اور سال میں دو تین مرتبہ ملکہ جتنی بار وہ چاہتا ہے اس آوارہ پر لہیک کہہ کر میدان میں نکل آتے ہیں ایک تم ہو کہ میں تمہیں مدد کے لئے پکارتا ہوں۔ حالانکہ تم سب سمجھ دار لوگ ہو اور بقیہ لوگ تمہارے پیچھے چلنے والے اور تمہاری بخششوں پر گزارشات کرتے رہتے ہیں لیکن تم میری آواز سن کر میرے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہو۔ میری نارمانی کرتے اور مجھ سے اختلاف کرتے ہو۔

مالک بن کعب کی تقریر اور لشکر کی روانگی:

مالک بن کعب ابیہند انی الاربی نے کفر سے ہو کر عرض کیا اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ آپ لوگوں کو حیار کیجئے کیونکہ دہن کے چلے جانے کے بعد عطر کی کوئی ضرورت نہیں میں نے اسی قسم کے دن کے لئے اپنے آپ کو ذخیرہ بنا رکھا تھا اور اجر بغیر تکلیف کے حاصل نہیں ہوتا اس کے بعد اس نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

اے لوگو! اللہ سے ڈرو اپنے امام کا حکم قبول کرو اس کی مدد کرو اور اس کے دشمنوں سے جنگ کرو۔ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ میں مصر جاؤں گا۔

پھر مالک بن کعب مصر جانے کے ارادے سے نکلا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اسے رخصت کرنے کے لیے ساتھ چلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں پر نظر ڈالی تو دو ہزار کے قریب آدمی جانے کے ارادے سے جمع ہوئے تھے وہ انہیں لے کر چلا۔

محمد کے قتل پر شام میں خوشی کے شادیاں:

ابھی کعب بن جحش میل گیا ہو گا کہ مصر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حجاج بن غزیہ البخاری الانصاری آیا اور اسی وقت عبدالرحمن بن شعیب الطواری بھی آیا یہ فزاری شام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جاسوس تھا اور انصاری محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھا۔ انصاری نے مصر میں جو حالات دیکھے تھے وہ بیان کیے اور محمد کے قتل کے واقعہ بیان کیا اور فزاری نے بیان کیا کہ اس کے شام سے چلنے سے قبل عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جانب سے پورے خوش خبریاں آئی تھیں اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر بھی آئی تھی حتیٰ کہ اس کے قتل کا منبر پر اعلان کیا گیا۔ فزاری نے بیان کیا اے امیر المومنین میں نے کسی قوم کو آج تک اتنا خوش نہیں دیکھا جتنی محمد کے قتل سے شامیوں کو خوشی حاصل ہوئی تھی۔ وہ خوشی سے پھولے نہ مارتے تھے۔

محمد کے قتل پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رنج و غم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں اس کے قتل کا اتنا ہی غم ہے جتنی شامیوں کو اس کے قتل سے خوشی ہے بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن شریح الشہابی کو مالک بن کعب کے پاس بھیج کر اسے راہ سے واپس بلوالیا۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محمد کے قتل کا تاغم تھا کہ اس کے آچاران کے چرے پر صاف نظر آتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے چارگی:

محمد کے قتل پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اللہ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا:

”خبردار! مصر کو فاجروں اور خالموں نے چھین لیا ہے جو اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے اور اسلام میں خدا کی نافرمانی کر کے نیکی چال پھلتے ہیں۔ خبردار محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ خدا اس پر رحم کرے شہید کر دیے گئے۔ ہم اس کے قتل پر اللہ سے ثواب کے امیدوار ہیں خدا کی قسم اگر میں یہ جانتا کہ کون شخص قضا کا منتظر ہے۔ کون جزا کے لیے عمل کرتا، کون فاجر کی طرح بغض رکھتا ہے اور کون مومن کی ہدایت کو پسند کرتا ہے تو اگر مجھے ان امور کا علم ہوتا تو میں اپنے آپ کو اپنی غلطیوں پر کبھی غلامت نہ کرتا میں تو ایک خبردار انسان کی طرح جنگ کو بہتر خیال کرتا ہوں اور ایک کام کا اتمام کرتا ہوں۔ تمہیں چیخ بچا کر پکارا کرتا ہوں اور ایک مدد طلب کرنے والے کی طرح گھبرا کر مدد کے لیے تمہیں آواز دیتا ہوں لیکن تم میری کوئی بات نہیں سننے نہ میرے کسی حکم کی اطاعت کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تمام کام مجھے برے انجام پر پہنچا دیتے ہیں تم ایک ایسی قوم ہو کہ تمہارے ذریعہ کسی کا بدلہ نہیں لیا جاسکتا۔ تمہارے بھروسے پر غیموں کی رسیاں نہیں توڑی جاسکتیں۔ پچاس راتوں سے زیادہ گزر چکی ہیں کہ میں تمہیں پکار رہا ہوں۔ لیکن تم اونٹ کی طرح منہ کھول کر زمین پر پھیل جاتے ہو اور تم زمین پر اس شخص کی طرح چپٹ جاتے ہو جس کا دشمن سے جنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہ ہو اور نہ تم کسی قسم کا ثواب کمانا چاہتے ہو پھر تم میں سے میرے پاس میری حمایت کے لیے چھوٹے سے لشکر لنگر آتے ہیں جن کی صورتوں سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا انہیں موت کے منہ میں دھکیلا جا رہا ہے اور وہ سامنے موت کو منہ پھیلانے دیکھ رہے ہیں۔ تم پر افسوس ہو۔“

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اتر آئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نام تعزیت کا خط:

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نام خط تحریر فرمایا وہ اس وقت بصرہ میں تھے۔ خط کا مضمون یہ تھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم! اللہ کے بندے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نام۔ سلام ہو ایک میں اولاً آپ کے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اما بعد! مصر فتح ہو گیا ہے اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں ہم اللہ کے پاس اسے اجر کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اپنے لیے نیک اجر کا ذخیرہ خیال کرتے ہیں میں نے ابتداء ہی میں لوگوں کو آمادہ کیا تھا اور یہ واقعہ پیش آنے سے قبل ہی لوگوں کو اس کی امداد کا حکم دیا تھا۔ میں نے چھپ چھپ کر اور اعلان سے ہر طرح انہیں مدد کی دعوت دی ابتداء میں بھی اور بعد میں بھی ان میں سے بعض لوگ تو مجبور ہو کر جنگ کے لیے نکلے اور بعض چھوٹ اور دھوکہ دہی کے لیے اور بہت سے اپنی حالت پر پہلے کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں میرا تو اللہ سے یہی سوال ہے کہ وہ مجھے کسی طرح ان لوگوں سے چھٹکارا دے دے اور ان سے عیب دہی کی طرح ذریعہ پیدا فرما دے اور مجھے ان سے چھٹکارا دے کر جلد آرام دے اللہ کی قسم! اگر میری یہ آرزو نہ ہوتی کہ میں دشمن سے

مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے تو میں یہ پسند کرتا کہ ایسے لوگوں کے ساتھ ایک دن بھی نہ گزاروں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں
خیر اور برکت و تقویٰ پر قائم رکھے۔ یقیناً وہ ہر شے پر قادر ہے۔“ والسلام

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے بندے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جانب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف
سے۔ اے امیر المومنین آپ پر سلام۔ اللہ کی رحمت اور اس کی برکات نازل ہوں۔ اما بعد! میرے پاس آپ کا خط پہنچا
جس میں آپ نے مصر کے فتح ہونے اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی ہلاکت کی خبر دی ہے تو ہر حال میں اللہ ہی سے مدد طلب
کی جاتی ہے اللہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اور اے امیر المومنین آپ کو اس کا اجر دے آپ نے اللہ سے جو یہ دعا
مانگی ہے کہ آپ کے لیے وہ آپ کی اس رحمت سے چھٹکارے کا کوئی ذریعہ پیدا فرمادے جس رحمت کی آزمائش میں
آپ مبتلا ہیں اور فرشتوں کے ذریعہ جلد از جلد آپ کی امداد کرے آپ کو عزت بخشے تو اللہ آپ کے ساتھ ایسا ضرور
کرے گا۔ وہ آپ کو عزت دے گا اور آپ کی دعا قبول فرمائے گا آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے گا۔ اے
امیر المومنین! امیر المشورہ یہ ہے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ بسا اوقات وہ سست بن جاتے ہیں اور پھر خود بخود خوش ہو
جاتے ہیں آپ اے امیر المومنین! ان کے ساتھ نرمی کیجیے ان کے ساتھ سلوک بھی کیجیے اور ان پر احسانات کیجیے اور ان
کے مقابلہ میں اللہ سے مدد طلب کیجیے اللہ تعالیٰ ہر مہم میں آپ کی کفایت فرمائے گا۔“ والسلام

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی امارت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ندامت:

ابو بکر نے فضیل بن خدیج کے ذریعہ مالک بن الحور کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ محمد پر رحم
کرے وہ ایک نوجوان لڑکا تھا خدا کی قسم! کاش! میں مصر پر ہاشم ابن عقیہ المرقال کو امیر بنا دیتا۔ خدا کی قسم! اگر میں اے مصر کا امیر بنا
دیتا تو وہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور اس کے فاجر مددگاروں کے لیے میدان خالی نہ چھوڑتا وہ اگر قتل بھی ہوتا تو اس حالت میں قتل ہوتا کہ
اس کے ہاتھ میں تلوار ہوتی۔ وہ محمد کی طرح بلا خون بھائے قتل نہ ہو جاتا۔ اللہ محمد پر رحم کرے اس نے اپنی کوشش تو بہت کی لیکن جو اس
کی تقدیر میں لکھا تھا وہ پورا ہوا۔



باب ۱۹

بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف سازش

ابن الحضری کا زندہ آگ میں جلایا جانا

اسی سند میں امیر معاویہ بنجوش نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد عبداللہ بن عمرو بن الحضری کو بصرہ روانہ کیا تاکہ وہ بصرہ والوں کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ کرے۔

اسی سند میں امین بن ضبیہ الجاشمی قتل کیا گیا۔ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے ابن الحضری کو نکالنے کے لیے روانہ کیا تھا۔

بصرہ میں ابن الحضری کی آمد:

عمرو بن شعبہ نے محمد اور ابو الذریاں کی سند سے ابولفاحہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب مصر میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ قتل کیا جا چکا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بصرہ چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوثر شریف لے آئے اور اپنی جگہ زیاد کو قائم مقام بنا دیا ان کے جانے کے بعد امیر معاویہ بنجوش کی جانب سے ابن الحضری بصرہ آیا اور اس نے جو تمیم میں آ کر قیام کیا۔

زیاد نے حصین ابن المنذر اور مالک بن مسع کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ ابی بکر بن وائل تم امیر المؤمنین کے دوست ہو اور انہیں تم پر بھروسہ ہے یہاں ابن الحضری آیا ہوا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور اس کے پاس لوگ جمع ہو رہے ہیں تم میری اس وقت تک حمایت کرو جب تک میرے پاس امیر المؤمنین کا حکم نہ آ جائے اس پر حصین نے تو حامی بھری لیکن مالک بن مسع بنو امیہ کی جانب مائل تھا اور جنگ جمل کے روز مردان نے اسی کے گھرنہاؤں بھی اس نے جواب دیا یہ میرا کام ہے اور اس میں بہت سے لوگ شریک ہیں میں اس معاملہ پر غور کروں گا اور لوگوں سے مشورہ کروں گے۔

زیاد کا صبرہ کے گھرنہاؤں لینا:

جب زیاد نے دیکھا کہ مالک کو یہ بات ناگوار گزری ہے اسے خوف پیدا ہوا کہ کہیں قبیلہ ربیعہ اختلاف نہ کر بیٹھے اس نے نافع کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے مشورہ دو نافع نے صبرہ بن شیمان اللہ انی سے مدد طلب کرنے کا مشورہ دیا زیاد نے اسے بلوایا اور اس سے کہا تو مجھے پناہ نہ دے گا اور کیا تو بیت المال کی حفاظت نہ کرے گا کیونکہ وہ تمہارا ہی مال ہے اور میں امیر المؤمنین کا ایک امین ہوں۔

صبرہ نے جواب دیا ہاں میں ذمہ داری ایک شرط - قبول کر سکتا ہوں وہ یہ کہ تم میرے گھر آ کر قیام کرو۔ خزانہ میرے گھر اٹھاؤ زیاد نے جواب دیا میں اس کے لیے تیار ہوں زیاد نے خزانہ اٹھایا اور دارالامارت سے نکل کر حدان چلا گیا اور صبرہ بن

شیان کے گھر پناہ لی اور بیت المال اور منبر بھی ساتھ لے گیا اور منبر کو مسجد الحرام میں لے جا کر رکھ دیا زیادہ کے ساتھ پچاس آدمی اور بھی صبر پناہ میں گئے تھے جن ابو حاضر کا باپ بھی تھا زیادہ مسجد حرام میں جمعہ پڑھا تا اور وہیں کھانا کھاتا تھا۔
قبیلہ ازو سے امداد طلبی:

ایک دن زیادہ نے جابر بن وہب الراسی سے کہا: اے ابو محمد میرا خیال ہے کہ ابن الحضرمی اسی طرح ہاتھ باندھنے نہ بیٹھ رہے گا جسہ وہ تم سے ضرور جنگ کرے گا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرو اور انہیں تیری کا حکم دو۔ اس مشورہ کے بعد جب نماز کا وقت آیا تو زیادہ نے نماز پڑھائی اور مسجد میں بیٹھ گیا۔ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے تو جابر نے کھڑے ہو کر کہا:

”اے ازو ابو تمیر کا خیال ہے کہ دنیا میں صرف وہی بہادر ہیں اور جنگ کے وقت تم سے زیادہ ثابت قدمی دکھا سکتے ہیں اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ تم پر حملہ کر کے تم سے اس شخص کو چھینا پا چکے ہیں جسے تم نے پناہ دی ہے وہ چاہتے ہیں کہ اسے شہر سے باہر لے چھینیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو تم کیا کرو گے حالانکہ تم نے اس شخص کو پناہ دی ہے اور مسلمانوں کے بیت المال کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔“

اس پر صبر بن شہین نے جواب دیا اور وہ ذرا موٹی عقل کا آدمی تھا اگر احنف مد کے لیے آیا تو میں بھی آ جاؤں گا اگر بات آیا تو میں بھی آ جاؤں گا اور اگر شہان آیا تو شہان بھی آ جاؤں گا۔

زیادہ کہتا تھا مجھے اس کی اس بات پر اتنی ہنسی آئی کہ میں لوٹ پوٹ ہو گیا اور میں نے اپنی زندگی میں کوئی اتنا سخت دھوکہ نہ کھایا تھا جتنا کہ اس دن کھایا اور اتنا کبھی رسوا نہ ہوا تھا جتنا کہ اس دن رسوا ہوا اور یہ سب میری ہنسی کے باعث ہوا۔
زیادہ کی حضرت علیؓ سے امداد طلبی:

یہ حالات دیکھ کر زیادہ نے حضرت علیؓ کو خط تحریر کیا کہ:

”ابن الحضرمی شام سے آیا ہوا ہے اور جو عجم کے گھر میں قیام پذیر ہے وہ عثمان بن عفان کے قصاص کا مطالبہ کر رہا ہے اور لوگوں کو جنگ کی دعوت دے رہا ہے قبیلہ حمیر اور بصرہ کے اکثر باشندوں نے اس کی بیعت کر لی ہے اور میرے ساتھ ایسے لوگ باقی نہیں رہے جو اسے روک سکیں میں نے صبر بن شہین سے پناہ طلب کی ہے اور بیت المال اس کی حفاظت میں دے دیا ہے اور میں دارالامارہ سے منتقل ہو کر اس کے پاس آ گیا ہوں۔ عیضا بن عثمان بن عفان ابن الحضرمی کے پاس آ جا رہے ہیں۔“

امین بن ضویہ مجاشعی کا قتل:

حضرت علیؓ بن عفان نے امین بن ضویہ الحجازی کو روانہ فرمایا کہ وہ جا کر اپنی قوم کو ابن الحضرمی سے بنا دے۔ حضرت علیؓ بن عفان نے اس سے فرمایا تم وہاں جا کر ابن الحضرمی کے معاملہ پر غور کرنا اگر ابن الحضرمی کی جماعت اس سے جدا ہو جاتی ہے تو یہی حیرا مقصود اصلی ہے لیکن اگر اس کا معاملہ سرکشی اور نا فرمانی تک پہنچ جاتا ہے تو ان پر نوث پڑ اور ان سے جدا کرنا اگر تجھے اپنے ساتھیوں کی طرف سے جنگ میں ذمیل نظر آئے اور تجھے یہ خوف ہو کہ تو اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا تو ان سے مدارات سے پیش آ اور انہیں ذمیل

دے پھر خوب غور سے ان کی بات سن اور تمام حالات پر گہری نظر رکھ تو اس طرح اللہ کے لشکر تجھ پر سایہ کر لیں گے اور تو ظالموں کو قتل کر سکے گا۔

امین بصرہ پہنچ کر زیاد سے ملا اور اس کے پاس قیام کیا پھر اپنی قوم کے پاس آ کر کچھ آدمیوں کو جمع کیا اور انھیں لے کر ابن الحضری کے پاس گیا انھوں نے اسے دیکھ کر گالیاں دیں اور اور برا بھلا کہا یہ ان کے پاس سے واپس چلا آیا جب یہ وہاں سے واپس آ گیا تو خود اس کی قوم نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

جب امین قتل ہو گیا تو زیاد نے ان لوگوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو بنو جمیم نے ازد کے پاس پیغام بھیجا تم نے جس شخص کو پناہ دی ہے ہم اس سے کوئی تعرض نہیں کرتے اور نہ اس کے کسی ساتھی پر ہم ہاتھ اٹھاتے ہیں تو تمہیں ہمارے پناہ گیر اور ہمارے دشمن سے کیا واسطہ جب ازدیوں کے پاس یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے جنگ کو برا سمجھا اور بولے کہ اگر یہ لوگ ہمارے پناہ گیر پر حملہ کریں گے تو ہم بھی مقابلہ کریں گے لیکن اگر وہ ہمارے پناہ گیر پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تو ہم بھی ان کے پناہ گیر پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے انہوں نے یہ فیصلہ کر کے جنگ سے ہاتھ روک لیا۔

زیاد کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام دوسرا خط:

یہ واقعات پیش آنے کے بعد زیاد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرا خط تحریر کیا کہ:

”امین بن ضمیمہ بصرہ آیا اور اپنے قبیلہ میں سے ان لوگوں کو جمع کیا جنہوں نے اس کی اطاعت کی پھر وہ ان لوگوں کو لے کر نہایت غلوں اور صدق نیت کے ساتھ ابن الحضری کے پاس گیا انہیں اطاعت پر ابھارا اور انہیں اختلافات ختم کرنے اور فتنا انگیزی سے روکا اس پر اس کی قوم کے اکثر لوگوں نے اس کی حمایت کی اور اس کے گرد جمع ہو گئے اور اکثر لوگوں نے ابن حضری کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کی نصرت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن اس طرح اس کی قوم میں اختلاف پیدا ہو گیا اور جب امین گھر واپس آیا تو اس کی قوم نے اسے دھوکہ دے کر قتل کر دیا اللہ امین پر رحم کرے میں نے اس بات پر ان لوگوں سے جنگ کا ارادہ کیا لیکن میرے ساتھ کوئی ایسا شخص میدان میں نہ نکلا جو ان پر بھاری ہوتا۔ پھر دونوں قبیلوں نے ایک دوسرے کے پاس پیغامات بھیجے اور ہر ایک نے دوسرے سے جنگ کرنے سے ہاتھ روک لیا۔“

جاریہ رضی اللہ عنہ کا ابن حضری کو زندہ آگ میں جلا نا:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھا تو جاریہ بن قدامتہ السعدی رضی اللہ عنہ کو بنو جمیم کے چچا آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا اور ایک روایت یہ ہے کہ اس کے ساتھ پانچ سو آدمی روانہ کیے گئے اور زیاد کے نام ایک خط تحریر کیا جس میں اس کی رائے اور اس کے طریقہ کی تصویب کی تھی اور اس خط میں زیاد کو جاریہ رضی اللہ عنہ کی امداد کرنے کا حکم دیا تھا۔ جاریہ ابن قدامتہ رضی اللہ عنہ بصرہ پہنچا اور زیاد سے جا کر ملا اور اس سے کہا تیار ہو جا کہیں حیرا بھی وہی حشر نہ ہو جو تیرے ساتھی امین کا ہو چکا ہے اور اپنی قوم میں سے کسی شخص پر بھروسہ نہ کر۔

اس کے بعد جاریہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے پاس واپس گیا اور انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر سنایا اور بہت سے وعدے کیے اس

کی قوم کے اکثر افراد نے اس کی بات کو قبول کیا اور اس کے ساتھ ہو کر ابنِ حضرمی کی طرف گئے اور اس کا دارِ سنبل میں محاصرہ کر لیا پھر جاریہ جو بنڈھنے اس کے گھر کو آگ لگا کر ابنِ الحضرمی اور اس کے ستر آدمیوں کو جلا دیا ایک روایت یہ ہے کہ اس کے ساتھ چالیس افراد تھے یہ دیکھ کر لوگ منتشر ہو گئے اور زیادہ دارالامارہ واپس چلا آیا اور ایک خط تحریر کر کے ظلیان بن عمارہ کے ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا یہ ظلیان جاریہ بنڈھنے کے ساتھ کوفہ سے آیا تھا خط میں تحریر تھا:

”کہ جاریہ جو بنڈھ ہمارے پاس پہنچا پھر وہ ابنِ الحضرمی کی طرف گیا۔ اس سے جنگ کی حتیٰ کہ ابنِ الحضرمی نے مجبور ہو کر بنو قسیم کے گھروں میں سے ایک گھر میں پناہ لی اور اس کے ساتھ اس کے کچھ آدمی تھے ان لوگوں کے سامنے عذر بھی پیش کیا گیا انہیں ڈرایا بھی گیا اور انہیں اطاعت کی دعوت بھی دی گئی لیکن انہوں نے کوئی بات قبول نہیں کی اور نہ اپنے خیالات سے باز آئے اس لیے جاریہ جو بنڈھ نے اس کے گھر کو آگ دکھا کر ان سب آدمیوں کو اس میں جلا دیا پھر اوپر سے ان پر مکان گرا دیا گیا جو شخص سرکش اور نافرمانی کرے اس کے لیے جہاں ہو۔“

عمرو بن عرندس کے فخریہ اشعار:

اس واقعہ پر عمرو بن عرندس عودی نے یہ فخریہ اشعار پڑھے۔

رُدُّنَا زَيْنَادَ الْاَسَى ذَارِهٍ وَخَارَ ثُبَيْمٌ دُخَانًا ذُفْبٌ
بِئْسَ مَا لَنَا: ”ہم لوگوں نے زیادہ کو اس کے گھر تک پہنچا دیا۔ اور قسیم کا پڑوسی دھواں بن کر اٹھ گیا۔

لَحَبَى اللَّهُ قَوْمًا شَوْؤُهُمْ وَاجَارُهُمْ وَلِلشَّاءِ بِالْمَرْءِ خَمِيْنُ الشَّصْبِ
بِئْسَ مَا لَنَا: اللہ اے قوم کو تباہ کرے جو اپنے پناہ گیر کو بھون دیتی ہو جیسے وہ دودر ہم میں چھلی ہوئی کبری ہو۔

يُنَادِي الْجَنَاقُ وَخُمَانُهَا وَقَدْ سَمَطُوا رَأْسَهُ بِاللَّهْبِ
بِئْسَ مَا لَنَا: جس کا گلا گھونٹنے کے لیے رسی اور خادم بلائے جا رہے ہیں اور ان کے سر شعلوں سے جھلس رہے ہیں۔

وَلَحْنُ اَنَاسٍ لَّنَا عَادَةٌ فَحَامِسٌ عَنِ الْحَارِ اَنْ يَغْتَصِبَ
بِئْسَ مَا لَنَا: اور ہم لوگ ہیں جن کی ہمیشہ سے یہ عادت ہے کہ اپنی پناہ میں آنے والے ہر طرح حفاظت کریں۔

خَبِيْثَةٌ اِذْ عَلَّ اَيَّانَنَا وَلَا يُنْجِ الْحَارَ اِلَّا الْحَسْبُ
بِئْسَ مَا لَنَا: ہم نے زیادہ کی حفاظت کی جب وہ ہمارے گھر میں آیا اور خاندانی حسب والا ہی اپنے پڑوسی کی حفاظت کر سکتا ہے۔

وَلَمْ يَسْعُرْ قَوْمًا حُرْمَةً لِلْحَوَارِ اِذْ اَعْظَمَ الْحَارَ قَوْمٌ تُحِبُّ
بِئْسَ مَا لَنَا: ان لوگوں نے پڑوسی کی حرمت تک نہ پہچانی حالانکہ شریف قوم کی نظر میں پڑوسی کی بڑی اہمیت ہے۔

كَيْفُ مِلِهِمْ قَبْلَنَا بِالزُّبَيْرِ عَشِيْرَةٌ اِذْ بَرُوْهُ يُسْقَلِبُ
بِئْسَ مَا لَنَا: اس سے قبل حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب کہ ان کا شام کے وقت سامانِ گواہ جا رہا تھا جو کچھ کیا تھا وہی آج کر رہے ہیں۔“

ازد کی مدح میں جریر کے اشعار:

کچھ زمانہ بعد جریر بن عطیہ بن الحنفی نے فرزدق کے مدوح مجاشع کی جھ میں یہ اشعار کہے۔

عَذْرَتُكُمْ بِالزُّبَيْرِ قَمًا وَقَيْشُكُمْ
وَقَاءُ الْأَزْدِ إِذْ مَنَعُوا زَيْنَادَ
ہنرجنبہ: ”تم نے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی غداری کی اور تم نے ازد کی طرح وقاد کی جیسے انہوں نے زیاد کی حفاظت کی تھی۔“

فَأَصْبَحَ جَارُكُمْ بِنَحَافَةِ عِزِّ
ازد کا پردوسی با عزت رہا۔ اور مجاشع کا پردوسی را کہ کا ڈھیر ہو گیا۔

فَلَوْ عَا قَدْتُ حَبْلَ أَبِي سَعِيدٍ
لَدَا الْقَوْمِ مَا حَمَلَ النُّجَادَا
وَأَذْنَى الْحَبْلِ مِنْ رَجْعِ الْمَنَابَا
ہنرجنبہ: اور گھوڑوں کو موت کے شور سے قریب کر دیتی ہے اور نیزوں سے اے ڈھانپ لیتی ہے۔“



حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ملکی شورش

خریت ابن راشد کی بغاوت

ہشام ابن محمد نے ابوحنیفہ 'حارث الازدی کی سند سے عبداللہ بن فقیم سے روایت کیا ہے کہ خریث بن راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور خریث کے ساتھ بنو ناجیہ کے تین سو آدمی تھے جو کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقیم تھے اور یہ لوگ بصرہ سے آئے تھے اور جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھے۔

الغرض خریث تیس سواروں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ یہ اپنے سواروں کے درمیان میں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر یہ سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور بولا: اے علی رضی اللہ عنہ! نہ تو آئندہ میں تیرے حکم کی اطاعت کروں گا اور نہ تیرے پیچھے نماز پڑھوں گا اور میں کل تیرا ساتھ چھوڑ دوں گا۔ یہ واقعہ حکمین کی حکیم کے بعد پیش آیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ماں تجھے روئے۔ اُس وقت تو اپنے پروردگار کی نافرمانی کرے گا اپنے عہد کو توڑے گا اور اپنے علاوہ کسی کا نقصان نہ کرے گا۔ لیکن آخر یہ بتا تو ایسی حرکت کیوں کر رہا ہے۔

خریت نے جواب دیا اس لیے کہ تو نے کتاب اللہ میں حکم کو قبول کیا اور تو نے حق کے معاملہ میں کمزوری دکھائی جب کہ کوشش پوری ہو چکی تھی اور تو نے ایک ظالم قوم پر بھروسہ کیا۔ اس وقت میں تجھے دیکھنے اور لوگوں پر کھٹکے پھینک دینے اور تم سب کا ساتھ چھوڑ رہا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آ میں تجھے کتاب اللہ کا درس دوں، تیرے سامنے سنت رسول ﷺ پیش کروں اور تجھے حق کی وہ باتیں بتاؤں جنہیں میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔ شاید اس طرح جس چیز سے تو انکار کر رہا ہے اسے سمجھ جائے اور جس چیز سے تو اس وقت جاہل ہے وہ تجھے معلوم ہو جائے۔

خریت: اچھا میں تمہارے پاس پھر کبھی آؤں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تجھے دھوکے میں مبتلا کر دے تو اپنی جہالت کو معمولی نہ سمجھ۔ خدا کی قسم! اگر تو میرے پاس نصیحت لینے اور ہدایت حاصل کرنے کے لیے آئے گا تو میں تجھے ہدایت کا راستہ دکھاؤں گا۔

مصالحات کی کوشش:

اس کے بعد خریث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے اپنے گھر واپس چلا گیا۔ عبداللہ بن فقیم کہتا ہے میں اس کے پیچھے پیچھے گیا کیونکہ اس کا ایک چچا زاد بھائی میرا دوست تھا۔ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں اپنے دوست کے پاس جاؤں اور اس سے اس کا تمام حال بیان کروں اور اسے امیر المومنین کی اطاعت اور فرماں برداری کا حکم دوں اور اسے یہ بتاؤں کہ امیر کی اطاعت اس کے لیے دنیا

و آخرت دونوں کے لیے بہتر ہے یہ سوچ کر میں اس کے گھر کی طرف چلا اور وہ مجھ سے آگے بڑھ گیا تھا۔ میں اس کے گھر کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ اس وقت اس کے گھر میں اس کے بہت سے ایسے ساتھی موجود تھے جو اس وقت جب کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تھا اس کے ساتھ نہ آئے تھے۔

خریت نے اندر نہ پہنچنے کے بعد ساتھیوں سے کہا: خدا کی قسم! اہل بیت نے تو کوئی پختہ بات نہیں کی اور نہ کسی بات کا پختہ جواب دیا میرا خیال تو یہ ہے کہ میں اس شخص کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو جاؤں اگرچہ میں اس سے یہ کہہ کر آیا ہوں کہ میں تمھ سے کل مومن کا یمن اب میری رائے یہ ہے کہ اس سے کل قطعاً جدا کی اختیار کر لوں۔

اس کے اکثر ساتھیوں نے جواب دیا: تم جب تک اس کے پاس نہ جاؤ کوئی فیصلہ نہ کرو اگر وہ تمھ سے ایسی بات کرے جو تیرے لیے قابل قبول ہو تو قبول کر لینا اور اگر وہ بات قابل قبول نہ ہو اس کا ساتھ چھوڑنا تو تیرے بس میں ہے اس پر خریت نے جواب دیا کہ تم لوگوں کی رائے مناسب ہے اسی پر عمل کیا جائے۔

راوی کہتا ہے کہ پھر میں نے ان لوگوں سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جب اجازت مل گئی تو میں اندر گیا۔ اور خریت سے کہا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تو امیر المومنین اور جماعت مسلمین کا ساتھ چھوڑ دے گا تو تجھ پر دست اندازی کا حق حاصل ہو جائے گا اور اس صورت میں تو خود بھی قتل ہوگا اور تیرے اہل قبیلہ بھی یاد رکھ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہیں۔

خریت نے جواب دیا اچھا میں صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا۔ اس کے دلائل سنوں گا اور جو کچھ وہ کہے گا اور جو نصیحت کرے گا اس پر غور بھی کروں گا اگر میں اسے حق اور اپنے لیے بہتر خیال کروں گا تو اس پر عمل کروں گا اور اگر میرے نزدیک ان کی رائے گمراہی اور ظلم پر مبنی ہوگی تو ان کا ساتھ چھوڑ دوں گا۔

اس گفتگو کے بعد میں اس کے چچا زاد بھائی کے پاس گیا وہ اس کے خاص مقرب لوگوں میں سے تھا اس کا نام مدرک بن الریان تھا یہ عرب کے مشہور بہادروں میں شمار ہوتا تھا۔ میں نے اس سے جا کر کہا ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر اور علی الخصوص تیری دوستی اور بھائی چارہ کا جو مجھ پر حق ہے میں اس کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تیرے چچا زاد بھائی نے جو رائے قائم کی ہے جس کا تجھے بھی علم ہے تو اسے اس کی برائی سمجھا اور اس کی رائے تبدیل کرنے کی کوشش کر کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اس نے امیر المومنین کا ساتھ ترک کر دیا تو خود بھی وہ اپنے آپ کو ہتھکڑی کرے گا اور اہل قبیلہ کو بھی مروائے گا۔

مدرک ابن ریان نے جواب دیا اللہ تجھے جزائے خیر دے تو نے بھائی چارے کا حق ادا کر دیا ہے تو نے اچھی نصیحت بھی کی اور پیش آنندہ خطرات کو بھی پیش کر دیا۔ اگر یہ میرا بھائی امیر المومنین کا ساتھ چھوڑنا چاہے گا تو میں خود اس کا ساتھ چھوڑ دوں گا اور اس بات پر اس کی مخالفت کروں گا میں اس کے لیے تمام لوگوں سے زیادہ سخت ہوں میں تنہائی میں اس کے پاس جاؤں گا اور اسے مشورہ دوں گا کہ وہ امیر المومنین کا مطیع رہے اور ان کا ساتھ ترک نہ کرے کیونکہ اس میں اسی کی غلاطی ہے۔

اس گفتگو کے بعد میں مدرک ابن ریان کے پاس واپس آیا اور امیر المومنین کے پاس جانے کا ارادہ کیا تا کہ میں انہیں اس تمام گفتگو سے مطلع کروں۔ لیکن چونکہ مدرک کی گفتگو سے میرا دل مطمئن ہو چکا تھا اس لیے میں اپنے گھر جا کر سو گیا اور اگلے روز چاشت کے وقت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں ان کی خدمت میں کچھ دیر بیٹھا رہا اور میں یہ چاہا ہوا تھا کہ امیر المومنین

سے اس کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا کروں لیکن مجلس لمبی ہو چکی تھی اور لوگوں کی کثرت میں برابر اضافہ ہو رہا تھا اس لیے میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قریب گیا اور پس پشت جا کر بیٹھ گیا امیر المومنین نے بات سننے کے لیے اپنے کان میری جانب کیے میں نے ان سے خیریت بن راشد کے تمام واقعات گفتگو اور اس کا جواب بیان کیا اور خیریت کے چچا زاد بھائی سے جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی بیان کی۔

امیر المومنین نے فرمایا: اس کا تذکرہ ہی چھوڑ دو اور اگر اس نے حق کو سمجھ کر اسے قبول کیا تو ہم بھی اس کا عند قبول کر میں گے اور اگر اس نے اس سے انکار کیا تو پھر ہم بھی اس سے اس کا مؤاخذہ کریں گے۔

میں نے عرض کیا کیوں نہ امیر المومنین اسے اسی وقت پکڑ کر قید کر دیں۔

امیر المومنین نے جواب دیا اس صورت میں تو یہ ہوگا کہ جتنے افراد بھی اس نا فرمانی اور بغاوت میں متحم ہیں ہم سب کو قید خانہ میں بھر دیں اور میں اتنے لاکھ لوگوں کو قید کر دیتا یا انہیں سزا دیتا اس وقت تک مناسب نہیں سمجھتا جب تک وہ کھلم کھلا ہمارے خلاف بغاوت نہ کر دیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر ان کے پاس سے اٹھ آیا اور مجلس میں اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ لیکن کچھ دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ مجھے اپنے قریب بلایا۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو فرمایا: اس شخص کے گھر جاؤ اور جا کر دیکھو وہ کیا کر رہا ہے کیونکہ وہ روزانہ اس وقت سے پہلے میرے پاس آ جایا کرتا تھا۔ میں اس کے گھر پہنچا جہاں کوئی شخص موجود نہ تھا اس کے بعد میں ان لوگوں کے دوسرے مکانات پر گیا جہاں اس کے ساتھی جمع ہوئے تھے لیکن وہاں کوئی جواب دینے والا تک نہ تھا۔ میں مجبوراً واپس لوٹ آیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: کیا وہ لوگ اپنی جگہ پر امن و امان سے مقیم ہیں یا علیحدگی اختیار کر کے کوچ کر چکے ہیں۔ میں نے عرض کیا نہیں وہ یہاں سے کوچ کر گئے ہیں اور اس طرح انہوں نے کھلم کھلا بغاوت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر انہوں نے ایسا کیا ہے تو ان پر ایسی بربادی نازل ہو جیسے قوم ثمود پر نازل ہوئی تھی۔ اگر انہیں نیزوں سے چھیدا جانا اور تلواروں سے ان کی گردیں اتاری جائیں تو شاید یہ نادم ہو جائے انہیں آج شیطان نے ورغلا کر گمراہ کر دیا ہے اور وہ کل ان سے جدا ہو کر ان کا ساتھ چھوڑ کر چلا جائے گا۔

خریت کا تعاقب:

زیادہ انھیں ہتھ دے۔ کھڑے ہو کر عرض کیا ان کے جانے سے کچھ زیادہ نقصان نہیں۔ کیونکہ اگر وہ ہمارے ساتھ مقیم رہتے تو لوگوں کو توڑتے رہتے اور اس طرح ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا اور ان کے چلے جانے سے ہماری تعداد میں کوئی خاص کمی واقع نہ ہوگی۔ لیکن ہمیں اس بات پر ڈر ہے کہ انہیں وہ آپ کے پاس آنے جانے والوں میں سے اکثر لوگوں کو خراب نہ کر دے۔ اس لیے مجھے ان کے تعاقب کی اجازت دیجیے تاکہ میں ان لوگوں کو پکڑ کر آپ کے پاس لے آؤں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ سوال فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ لوگ کدھر گئے ہیں؟

زیادہ: مجھے معلوم نہیں۔ لیکن میں انہیں تلاش کروں گا اور نقش قدم پر ان کی ٹوہ لگاؤں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اچھا جاؤ۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ یہاں سے چل کر تم دیرانی موسیٰ رضی اللہ عنہ جا کر ٹھہرو اور جب تک میرا دوسرا حکم نہ پہنچ جائے آگے نہ گنا۔ کیونکہ اگر وہ جماعت کے ساتھ اعلانیہ نکلے ہیں تو عقیب مجھے میرے عامل اس کی اطلاع دیں گے اور اگر وہ متفرق طور پر چھپ کر گئے ہیں تو یہ بات عمال سے مخفی ہوگی میں ان کی تلاش کا عمال کو حکم نامہ بھیجوں گا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمال کے نام حکم نامہ تحریر کیا۔

عمال کو ہدایت:

”کچھ لوگ یہاں سے بھاگ کر چلے گئے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ وہ بصرہ کے علاقہ کی طرف گئے ہیں تم اپنے شہر کے باشندوں سے ان کے بارے میں معلومات کرو اور اپنے علاقہ میں چاروں جانب جا سوں پھیلنا دو اور ان کے بارے میں جو کچھ معلومات حاصل ہوں وہ مجھے تحریر کرو۔

زیاد بن نضله کی تقریر:

زیاد بن نضله کوفہ سے چل کر دیرانی موسیٰ رضی اللہ عنہ پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا اور خدا کی حمد و ثناء کی اور پھر کہا: ”اے مکرمین و اہل! امیر المومنین نے مجھے ایک ایسے کام پر روانہ کیا جو ان کے نزدیک انتہائی اہم ہے اور مجھے اس سلسلہ میں اس کی تاکید کی ہے کہ جہاں تک ہو سکے میں اس میں اپنی کوشش سے کسی طرح دریغ نہ کروں۔ تم لوگ ان کی جماعت میں داخل اور ان کے معین و مددگار ہو اور ان کے نزدیک تمام قبائل میں سب سے زیادہ با اعتماد قبیلہ تمہارا ہی ہے تم اس وقت میرے ساتھ جنگ کے لیے چلو اور اس میں انتہائی جلت سے کام لو۔“

راوی کہتا ہے کہ اس تقریر پر اسی وقت ایک سوئیں یا ایک سوئیں آدمی تیار ہو گئے۔ اس پر زیاد نے کہا اتنے ہی لوگ کافی ہیں اس سے زیادہ کی کوئی حاجت نہیں یہ دستہ چلا اور پہل پار کر کے دیرانی موسیٰ رضی اللہ عنہ جا کر ٹھہرا اور وہاں باقی تمام دن امیر المومنین کے حکم کے انتظار میں مقیم رہا۔

قرظہ بن کعب کا خط:

ابو جحیف نے ابوالصلت الاعور القیمی اور ابوسعید عقیلی کے ذریعہ عبداللہ بن والی النضی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں امیر المومنین کی خدمت میں حاضر تھا۔ اچانک قرظہ بن کعب الانصاری کی جانب سے ایک قاصد آیا جس کے ہاتھ میں خط تھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم! میں امیر المومنین کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ کچھ سوار کوفہ کی جانب سے آتے نظر آئے ان کا رخ نصر کی جانب تھا۔ یہ لوگ فرات کے نشیبی علاقہ کی جانب سے گزرے وہاں ایک دہقان جس کا نام مازان فروخ تھا نماز پڑھ رہا تھا اس کے تنہا بنو ثاجیہ کی ایک جماعت اس کے پاس گئی اور اس سے سوال کیا کہ وہ مسلم ہے یا کافر اس نے جواب دیا نہیں بلکہ میں مسلمان ہوں انہوں نے اس سے سوال کیا تم علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہو اس شخص نے جواب دیا میں تو ان کی تعریف کرتا ہوں اور میرے نزدیک وہ امیر المومنین اور سید البشر ہیں ان لوگوں نے جواب دیا اے اللہ کے دشمن تو نے کفر کیا۔ اس کے بعد ان میں سے ایک جماعت نے اس پر حملہ کر کے اسے کلوے کلوے کر ڈالا اس شخص مذکور کے ساتھ ایک اور بھی شخص تھا جو ذی قحان لوگوں نے اس ذی سے سوال کیا تم کون ہو۔ اس نے جواب

دیہ میں ڈمی ہوں اس پر یہ جماعت بولی کہ ذمیوں کا قتل ہمارے لیے جائز نہیں۔ اس ڈمی نے ہمارے پاس آ کر ہمیں ان تمام حالات سے مطلع کیا۔ میں نے ہر شخص سے اس جماعت کا حال دریافت کیا۔ لیکن اس ڈمی کے علاوہ کسی نے کوئی بات بیان نہیں کی۔ امیر المومنین اس معاملہ میں مجھے اپنی رائے سے مطلع فرمائیں میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ جواب تحریر فرمایا:

”تم نے ایک جماعت کا ذکر کیا ہے جس نے ایک مسلمان کو قتل کیا اور کافر و مخالف کو قتل نہ کیا تو یہ ایک ایسی جماعت ہے جسے شیطان نے درغلا کر گمراہ کر دیا ہے اور یہ لوگ ان لوگوں کی طرح بن گئے ہیں جو اپنے زعم میں یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں کوئی فتنہ پیدا نہ ہو جائے اور خود اس فتنہ میں اندھے اور بہرے بن چکے ہیں تو ان کی باتیں بھی بن لے اور ان کے اعمال بھی دیکھ لے۔ قیامت کے روز ان کے اعمال کا ان پر حال کھل جائے گا۔ تو اپنے عمل پر ثابت قدم رہو اور اپنا خراج پیش کرتا رہو اس صورت میں تو اپنی اطاعت پر قائم رہے گا۔“ والسلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زیاد بن حصہ کے نام خط:

ابوحنفہ نے ابوالصلت الاعور البیہقی اور ابوسعید العقیلی کی سند سے عبداللہ بن وال کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن حصہ کے نام ایک خط تحریر کیا اور مجھے پہنچانے کے لیے دیا عبداللہ بن وال کہتا ہے کہ میں اس وقت بالکل نوجوان تھا۔ خط میں تحریر تھا:

”اما بعد! میں نے تمہیں یہ حکم دیا تھا کہ جب تک تمہارے پاس میرا حکم نہ پہنچے تم دیرانی موسیٰ رضی اللہ عنہ میں قیام کرنا اور میں نے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ لشکر کو کس جانب کوچ کرنا چاہیے۔ مجھے ابھی ابھی یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ نصرانی گاؤں کی جانب گئے ہیں تم ان کے پیچھے جاؤ اور ان سے سوال کرو کیونکہ ان لوگوں نے اہل سواد میں سے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیا ہے۔ جب تو ان کے پاس پہنچ جاؤ تو انہیں میرے پاس واپس لانے کی کوشش کر اگر وہ واپس آنے سے انکار کریں تو ان سے مقابلہ کرو اور ان کے مقابلہ میں اللہ سے مدد طلب کرو کیونکہ ان لوگوں نے حق کو ترک کر دیا ہے اور حرام خون کو بہایا اور راہوں کو پر خطر بنادیا ہے۔“ والسلام

عبداللہ بن وال کہتا ہے میں یہ خط لے کر چلا لیکن کچھ دور چل کر واپس لوٹا۔ اور عرض کیا اے امیر المومنین کیا میں زیاد کو آپ کا خط پہنچانے کے بعد اسی کے ساتھ آپ کے دشمن کے مقابلہ پر نہ چلا جاؤں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں اسے سمجھتے تم جاسکتے ہو خدا کی قسم میری آرزو یہی ہے کہ تو حق پر میرا مددگار اور ظالم قوم کے مقابلہ میں میرا معین ہو۔ میں نے عرض کیا خدا کی قسم! اے امیر المومنین ایسا ہی ہوگا اور آپ کی خواہش پوری ہوگی۔“

ابن وال کہتا ہے خدا کی قسم! مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد صریح اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

ابن وال کہتا ہے میں یہ خط لے کر اپنے شریف اور بہترین چال کے گھوڑے پر سوار ہو کر زیاد بن حصہ کی طرف چلا اور میں نے جنگ کے ارادے سے ہتھیار پہن لیے تھے جب میں زیاد کے پاس پہنچا تو زیاد نے مجھ سے کہا۔ میں تجھ سے بے پرواہ نہیں ہوں

میری طبیعت یہ ہے کہ اس ہم میں تو بھی میرے پاس شریک ہو۔ میں نے جواب دیا میں پہلے ہی امیر المومنین سے اس کی اجازت طلب کر چکا ہوں زیادہ کو یہ سن کر بہت مسرت ہوئی۔

خریت کی تلاش:

راوی کہتا ہے کہ ہم لوگ دیرانی موسیٰ بن جعفر سے کوچ کر کے خضر پہنچے اور وہاں لوگوں سے اس خارجی جماعت کا حال معلوم کیا پتہ چلا کہ وہ جریرایہ کی جانب گئے ہیں۔ ہم جریرایہ پہنچے وہاں لوگوں سے معلوم ہوا کہ وہ انداز کی طرف چلے گئے ہیں ہم انداز پہنچے۔ اس وقت یہ جماعت وہیں مقیم تھی اس جماعت نے وہاں ایک دن رات قیام کر کے آرام لیا تھا اور چارہ وغیرہ جمع کیا تھا ہم ان کے سروں پر پہنچ گئے انہوں نے جب ان لوگوں کو آتے دیکھا تو فوراً اپنے گھوڑوں کو کسار اور ان پر سوار ہو گئے اسنے میں ہم ان کے قریب پہنچ گئے۔

یہ دیکھ کر خیریت ابن راشد نے ہم لوگوں کو لٹاکر کہا۔ اے دلوں اور آنکھوں کے اندھو یہ بتاؤ کیا تم اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کا ساتھ دیتے ہو یا تم ظالم لوگوں کے ساتھ ہو۔

زیاد نے جواب دیا بلکہ ہم اللہ کے ساتھ ہیں اور اس کے احکام کے پیروکار ہیں جو اللہ کی جانب سے نازل ہوئی اس کی کتاب اور اس کے رسول کی اتباع میں اس کے پاس اس سے بھی زیادہ اجر ہے کہ جس روز سے تو پیدا ہوا ہے اور تیرے مرنے تک جو کچھ دنیا میں وجود میں آئے گا۔ اے آنکھوں کے اندھو اور کانوں کے بہرہ۔

خریت نے سوال کیا آخر تم کیا چاہتے ہو؟

زیاد ایک تجربہ کار شخص تھا اس نے جواب دیا جو بھوک اور آفت ہم پر نازل ہوئی ہے اسے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور اب ہم اس حال پر پہنچے ہیں کہ اب میں اپنے اور تیرے ساتھیوں کے روبرو کوئی گفتگو کرنا نہیں چاہتا مناسب یہ ہے کہ میں بھی سواری سے اتروں اور تو بھی سواری سے اتر جائے۔ پھر ہم دونوں علیحدگی میں گفتگو کریں اور تمام معاملات پر غور کریں اگر تجھے میری بات میں اپنا فائدہ نظر آئے تو اسے قبول کر لینا اور اگر میں تیرے رائے میں اپنی اور تیری عافیت دیکھوں گا تو میں تیری بات کو ہرگز رد نہ کروں گا اس پر خیریت نے جواب دیا تو اچھا تم یہاں قیام کرو۔

راوی کہتا ہے کہ زیاد ہمارے پاس واپس آیا اور کہا تم سب لوگ اس پانی پر قیام کرو ہم نے پانی کے کنارے اتر کر قیام کیا اور ہم سب مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے۔ دس دس ٹولہ آٹھ آٹھ اور سات سات کی ٹولیاں بن گئیں اور ان تمام ٹولیوں نے حلقے بنا کر کھانا کھایا اور کھانے کے بعد چشمے پر جا کر پانی پیا۔

زیاد کی جنگی تدبیر:

اس کے بعد زیاد نے ہم سے کہا اپنے گھوڑوں پر زینیں ڈالو۔ ہم نے ان پر زینیں ڈالیں اس کے بعد زیاد ہمارے اور دشمنوں کے درمیان کھڑا ہو گیا دشمن بھی ایک کونے پر جا کر اتر گیا۔ اس کے بعد زیاد دو بارہ ہمارے پاس آیا اور ہمیں شکرا اور منتشر دیکھ کر بولا تم اچھے جنجو ہو؟ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ تم پر اس حالت میں حملہ کر دیں تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ اگر ان کا مد مقابل کوئی اور ہوتا تو وہ تم سے زیادہ چونکا رہتا فوراً اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاتا۔ ہم نے فوراً حرکت کی اور ضروریات سے فارغ ہونے لگے کچھ نے وضو کیا کچھ نے

خود پانی پیا اور کچھ نے اپنے گھوڑوں کو پانی پلایا اور ہم اپنے تمام کاموں سے فارغ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد زیاد پھر ہمارے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی جسے منہ سے نوچ رہا تھا۔ دو تین پارے نوچا اور پھر اس نے پانی پیا اور ہڈی اپنے ہاتھ سے پھینک دی۔ پھر ہم سے مخاطب ہو کر بولا:

”اے لوگو! ہم دشمنوں کے سروں پر پہنچ گئے ہیں۔ ہمدردی اور ان کی تعداد برابر ہے۔ میں نے تمہیں بھی ڈرایا ہے اور انہیں بھی ڈرایا میرا خیال ہے کہ گفتگو کے وقت ہر دو فریق کے پانچ آدمیوں سے زیادہ نہ رہیں لیکن انجام کار یہی نظر آتا ہے کہ تمہاری اور ان کی جنگ ہوگی اگر ایسا ہوا جیسا کہ ان کے اوپر ہمارے حالات سے ظاہر ہے کہ ایسا ضرور ہوگا۔ تو تم دونوں فریقوں میں سے کمزور فریق ثابت نہ ہونا اس کے بعد زیاد نے ہم سے کہا تم اپنے گھوڑوں کی لگاؤ میں سے رکھو، حتیٰ کہ میں ان کے قریب پہنچ کر ان کے امیر کو بلاؤں اور اس سے گفتگو کروں اگر اس نے میری بیعت کر لی تو فہماور نہ جس وقت میں تمہیں پکاروں تم گھوڑوں پر سوار ہو کر میرے پاس پہنچ جانا اور سب ساتھ آنا متفرق طور پر مت آنا۔“

زیاد سے خربت کی گفتگو:

راوی کہتے ہیں اس کے بعد زیاد آگے بڑھا اور میں بھی اس کے قریب پہنچا تو زیاد نے ایک شخص کو کہتے سنا جو اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا تمہارے پاس ایک بیدار جماعت آئی ہے اور تم سب آرام میں مبتلا ہو۔ تم نے انہیں اتنا موقع دے دیا کہ وہ اتر کر کھانی کر سیراب ہو چکے اور آرام کر کے مکان دور کر چکے اور یہ شخص (یعنی زیاد) تمہارے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتا خدا کی قسم! تم میں اور ان میں جنگ ضرور ہوگی۔ ہمیں دیکھ کر وہ خاموش ہو گئے۔ جب ہم ان کے قریب پہنچے تو زیاد نے ان کے امیر کو آواز دی اس نے کہا تم علیحدہ آؤ تو ہم تم سے کچھ گفتگو کریں۔ تم تو پانچ آدمی اپنے ساتھ لے کر آئے ہو۔ میں نے زیاد سے کہا تم اپنے ساتھ تین آدمی رکھو اور ان سے کہو کہ وہ بھی تین آدمی لے کر آئیں اور باہم گفتگو کریں۔ زیاد نے مجھ سے کہا جو آدمی تم پسند کرو انہیں بلاؤ۔ اس طرح دونوں جانب سے پانچ پانچ افراد آئے۔

زیاد نے خربت سے سوال کیا۔ تم نے امیر المؤمنین اور ہم میں ایسی کیا خامی دیکھی جس کی وجہ سے تم نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ خربت: میں تمہارے امیر اور تم لوگوں کی سیرت سے خوش نہیں ہوں اس لیے میں نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا ہوں کہ لوگوں کے مشورہ سے کوئی خلیفہ مقرر ہونا چاہیے۔ جب تمام امت ایک شخص واحد پر جمع ہو جائے گی تو میں بھی لوگوں کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا۔

زیاد: افسوس! کیا امت کسی ایسے شخص کو مستحق طور پر خلیفہ بنا سکتی ہے جو درجہ میں تیرے امیر کے برابر ہو جسے تو نے چھوڑ دیا ہے۔ علم خداوندی کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ کا علم ان کے برابر کسے حاصل ہے اس کے ساتھ ساتھ انہیں رسول اللہ ﷺ کی قربت داری بھی حاصل ہے اور اسلام میں سبقت بھی حاصل ہے۔

خربت: مجھے تو جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ چکا۔

زیاد: تم نے اس مسلمان کو کیوں قتل کیا تھا؟

خربت: میں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ میری جماعت کے کچھ افراد نے اسے قتل کر دیا تھا۔

زیاد: اچھا تو ان قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو۔

خریت: مجھے اس کا اختیار حاصل نہیں۔

زیاد: ایسا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ سب کچھ کرنے والے تم ہی ہو۔

خریت: جواب وہی ہے جو تم ابھی ابھی سن چکے ہو۔

راوی کہتا ہے کہ اس پر ہم نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی اور خریت نے اپنے ساتھیوں کو پکارا۔ پھر ہم نے آگے بڑھ کر حملہ کیا خدا کی قسم! جب سے مجھے اللہ نے پیدا کیا ہے اتنی شدید جنگ میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ پہلے تو ہم نے نیزے استعمال کیے لیکن لڑتے لڑتے وہ ٹوٹ کر بیکار ہو گئے تو ہم نے تلواریں کھینچ لیں جب وہ بھی لڑتے لڑتے میزجی ہو گئیں اور ہمارے اور ان کے اکثر گھوڑے بیکار ہو گئے اور طرفین کے اکثر لوگ زخمی ہو گئے۔ ہم میں سے دو شخص مقتول ہوئے ایک زیاد کا غلام جس کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور جسے سوید کہا جاتا تھا اور ایک لڑکا جس کا نام واہد بن بکر تھا۔ ہم نے ان کے پانچ شخص قتل کیے۔ لڑتے لڑتے رات ہو گئی جس کی وجہ سے جنگ بند ہو گئی زیاد بھی زخمی ہوئے اور میں بھی زخمی ہوا اور دونوں طرف براہِ کمر نفرت ابھی باقی تھی۔

خریت کا فرار:

راوی کہتا ہے کہ رات ہو جانے کے بعد فریقین ایک دوسرے سے جدا ہو گئے میدان کے ایک جانب ہم نے قیام کیا وہ لوگ بھی کچھ رات تک دوسری جانب ٹھہرے رہے لیکن کچھ رات گزر جانے کے بعد انہوں نے راتِ فرار اختیار کی ہم نے ان کا پیچھا کیا ان کی تلاش میں ہم بصرہ تک پہنچ گئے وہاں پہنچ کر ہمیں معلوم ہوا کہ وہ ابوازی کی جانب نکل گئے ہیں۔ انہوں نے ابوازی پہنچ کر اس کی ایک جانب قیام کیا کوفہ میں خریت کے ساتھ جو لوگ تھے ان میں سے تقریباً دو سو آدمی اس کے ساتھ آ کر مل گئے کیونکہ کوفہ میں رہتے ہوئے ان کی کوئی قوت نہ تھی اس لیے وہ کوفہ سے فرار ہو کر خریت کی تلاش میں نکلے اور ابوازی پہنچ کر اس کی جماعت میں شامل ہو گئے اور وہیں اس کے ساتھ قیام کیا۔

زیاد کا حضرت علیؑ کی طرف سے نام خط:

ان حالات کی اطلاع کے لیے زیاد بن نضہ نے حضرت علیؑ کو ایک خط تحریر کیا:

”اللہ کے دشمن بنونا جیسے ہمارے ہمارے علاقہ میں ملاقات ہوئی ہم نے انہیں ہدایت اور کلمہ حق کی دعوت دی اور انہیں جماعت کے اتحاد پر توجہ دلائی۔ لیکن انہوں نے حق کو قبول نہیں کیا اور گناہ کے ذریعہ عزت حاصل کرنے کو بہتر تصور کیا۔ شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے اچھا بنا کر دکھایا اور اس طرح انہیں راہِ حق سے روکا انہوں نے ہمارے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ ہم بھی ان کی گھات میں گئے رہے۔ سورج ڈھلنے کے بعد ظہر کے وقت ہماری اور ان کی شدید ترین جنگ ہوئی ہم میں سے دو نیک آدمی شہید ہوئے اور دشمن کے پانچ آدمی مارے گئے جب جنگ بند ہوئی تو ہمارے اور ان کے لاتعداد لوگ زخمی ہو چکے تھے۔ جب رات ہوئی تو دشمن ابوازی کی جانب بھاگ گیا۔ ہم بصرہ پہنچے تو ہمیں معلوم ہوا کہ دشمن ابوازی کی ایک جانب میں قیام پذیر ہے اور ہم بصرہ میں زخیبوں کی مرہم پٹی میں مشغول ہیں اور آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔“ والسلام

امدادی فوج کی روانگی:

جب میں یہ خط لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے وہ خط لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔ خط سن کر معقل ابن قیس نے کھڑے ہو کر عرض کیا:

”اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کی بہتری فرمائے جن لوگوں کی تلاش میں آپ نے یہ دستہ روانہ کیا ہے کم از کم ان لوگوں کے مقابلہ میں دس گنا لشکر ہونا چاہیے ایک شخص کے مقابلہ میں دس مسلمان ہوں تاکہ جب ان سے مقابلہ ہو تو یہ ان کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دیں اور اگر برابر کی فوج ہوگی تو برابر کا نکر اڑ رہے گا۔ وہ بھی آخر عرب ہیں اور جب برابر کا نکر اڑ ہوتا ہے تو دونوں فریق ثابت قدمی دکھاتے ہیں اور جنگ کا انجام بھی کچھ نہیں لگتا ہر دو فریق برابر چھوٹ جاتے ہیں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معقل سے مخاطب ہو کر کہا اچھا تم خود اس جماعت کے مقابلہ پر جانے کی تیاری کرو۔ معقل ابن قیس کو وہ کے دو ہزار آدمی لے کر چلے ان کے ساتھ یزید بن معقل بھی تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نام حکم نامہ:

اس فیصلہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک خط تحریر فرمایا:

”تم اپنی جانب سے ایک آرمودہ کار بہادر شخص جو تنگی میں مشہور ہو روانہ کرو اور اس کے ساتھ دو ہزار لشکر بھیجو اور اس حکم کو وہ معقل کے لشکر سے جا کر مل جائے جب تک یہ شخص بصرہ کے علاقہ میں رہے گا اپنی فوج کا امیر ہوگا اور جب معقل کے پاس پہنچ جائے گا تو ہر دو لشکروں کا امیر معقل ہوگا اس شخص پر لازم ہوگا کہ وہ معقل کی بات سنے اور اس کی اطاعت کرے اور کسی بات میں اس کی مخالفت نہ کرے نیز زیاد بن حصہ کو حکم دیجیے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر یہاں آجائے زیاد ایک اچھا آدمی ہے اور اس کے مقتول بھی اچھے آدمی تھے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زیاد کے نام خط:

ابو جحیف نے ابوالصلت الامور کے ذریعہ ابوسعید اعظمی کا یہ بین نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن حصہ کو بھی ایک خط

تحریر فرمایا:

”اما بعد! تمہارا خط مجھے موصول ہوا تم نے ناجی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں جو تحریر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور شیطان ان کے اعمال کو ان کے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے اور وہ اس میں اندھے بنے ہوئے ہیں اور پھر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ کوئی بہتر کام کر رہے ہیں تو نے جو خیریت اور اس کے ساتھیوں کا وہ حال بیان کیا ہے جو تجھے معلوم ہیں تو حیرتی اور حیرے تمام ساتھیوں کی کوشش اللہ کے لیے ہے اور اس کا بدلہ بھی اللہ کے ذمہ ہے کیونکہ تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا اور ہم ان لوگوں کو جو میرے کام لیتے ہیں ان کے اچھے اعمال کی بہترین جزا دیں گے تمہارا وہ دشمن جس سے تمہارا مقابلہ ہوا ہے ان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہدایت سے نکل کر گمراہی میں جا گرے ہیں اور بے درپے گمراہی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان کا

کا مہتمم کو رد کرنا اور اپنے آپ کو مقتد میں ڈالنا ہے تو انہیں ان کی خود فریبی میں مبتلا رہنے دے اور انہیں ان کی سرکشی میں اندھا رہنے دے تو خود غور سے سن اور گہری نظر سے دیکھ تو تجھے یہ معلوم ہوگا کہ تو اس قلیل جماعت میں شامل ہے جو قیدیوں اور مقتولوں پر مشتمل ہے تو خود اپنے ساتھیوں کو لے کر ہمارے پاس آ جا۔ تم لوگوں نے اپنے اجر و صلہ کی بے کیونکہ تم نے بات بھی سنی اور اطاعت بھی کی اور اچھا امتحان بھی دیا۔“ والسلام

بنو ناصبہ کا خراج سے انکار:

ناجی یعنی خربت بن راشد نے ابواز کے ایک جانب قیام کیا اس کے خاندان کے بہت سے کاشت کار اس کے پاس جمع ہو گئے اور ان سب نے خراج دینے سے انکار کر دیا ان کا شکاروں کے علاوہ بہت سے چور اور دہ لوگ بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے جو خارجیوں کے ہم خیال تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ کے خلاف عام انتشار:

عمر ابن شعبہ نے ابو الحسن علی بن مجاہد کی سند سے فہمی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ نے اہل نہروان کو قتل کیا تو ایک بہت بڑی جماعت ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئی اور گرد و نواح میں ہر جانب بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ بنو ناصبہ بھی مخالف بن گئے۔ اہل ابواز نے بھی بغاوت کر دی اور بصرہ میں ابن الحضر فی نے پہنچ کر ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اور ذمیوں نے خراج دینے سے انکار کر دیا۔ فارس میں نے فارس سے حضرت سہل بن حنیف المرتضیٰ کو جو وہاں کے عامل تھے نکال باہر کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس جیسے نے پر رائے پیش کی کہ آپ فارس زیادہ کو بھیج دیجیے وہ وہاں کے لیے کافی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے ابن عباس جیسے کو حکم دیا کہ تم زیادہ کو فارس روانہ کرو حضرت عبداللہ بن عباس جیسے کو فہم بصرہ تشریف لائے اور زیادہ کو ایک بڑا لشکر دے کر فہم رس روانہ کیا زیادہ نے اہل فارس کو خوب روئے اٹھی کہ انہوں نے خراج ادا کیا۔

معتقل ابن قیس کی روانگی:

ابو جعفر نے حارث بن کعب کے ذریعہ عبداللہ بن قہم کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں اور میرا بھائی کعب معتقل ابن قیس کے لشکر میں شامل تھے۔ جب معتقل نے لشکر لے کر چلنے کا ارادہ کیا تو معتقل حضرت علی المرتضیٰ کے پاس رخصت طلب کرنے کے لیے گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے انہیں یہ نصیحت فرمائی:

”اے معتقل! جہاں تک تجھ میں طاقت ہو اللہ سے ڈر۔ کیونکہ مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔ اہل قبلہ پر دست درازی کے لیے ہمارے حاشا نہ کر اور نہ اہل ذمہ پر ظلم کر۔ تکبر برگز نہ کیا کہ کیونکہ اللہ تعالیٰ تکبرین کو پسند نہیں فرماتا۔“

اس پر معتقل نے کہا اللہ مددگار ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا وہ سب سے بہتر مددگار ہے۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد معتقل لشکر لے کر چلے۔ ہم بھی ان کے ساتھ تھے انہوں نے ابواز پہنچ کر قیام کیا اور بصرہ کے لشکر کا انتظار کرنے لگے۔ بصرہ کے لشکر کو پہنچنے میں بہت تاخیر ہو گئی۔ مجبوراً معتقل ابن قیس نے اہل بصرہ سے ناامید ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا:

”اے لوگو! ہم نے اہل بصرہ کا بہت انتظار کیا لیکن وہ ابھی تک نہیں پہنچ سکے۔ ہم اللہ ہم لوگوں میں کوئی خوف نہیں پایا

چتا اور نہ ہم واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں اس لیے تم فوراً ان ذلیل دشمنوں کے مقام پر چلو اور ویسے بھی ان کی تعداد بہت معمولی ہے مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ تمہیں کامیاب کرے گا اور انہیں تباہ کرے گا۔“

اس پر میرے بھائی کعب ابن جحیم نے کڑے ہو کر عرض کیا اے امیر اللہ آپ کو ہدایت کرے آپ کی رائے نہایت صائب ہے اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ اللہ ان کے مقابلہ میں ہماری امداد فرمائے گا اور اگر خدا خواستہ شکست ہوئی تو حق پر موت دنیا سے جدائی کا نام ہے۔

اس کے بعد معقل نے ہمیں چلنے کا حکم دیا اور فرمایا اللہ کی برکت پر چلو۔ ہم لوگوں نے کوچ کیا۔ راوی کہتا ہے خدا کی قسم معقل میرے ساتھ نہایت عزت اور محبت سے پیش آتا رہا اور تمام لشکر میں کسی کو میرے برابر نہ سمجھتا تھا وہ گھڑی گھڑی مجھ سے کہتا تھا تو نے کتنی بہتر بات کہی ہے حق پر موت دنیا سے جدائی کا نام ہے خدا کی قسم تو نے سچ کہا اور بہت عمدہ بات کہی۔ یہ بھی تیرے ساتھ توفیق خداوندی تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا معقل کے نام خط:

راوی کہتا ہے کہ ابھی ہم نے ایک ہی روز کا سفر کیا تھا کہ ہمارے پاس قاصد پہنچا جو عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خط لے کر آیا تھا۔ اس میں تحریر تھا:

”اما بعد! اگر میرا قاصد تمہارے پاس اس منزل پر پہنچے جہاں تم مقیم ہو۔ اگر وہاں سے کوچ کر چکے ہوں تو جس جگہ میں بھی میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو اس سے آگے نہ بڑھو اور وہیں قیام کرو تا وقتیکہ وہ لشکر تمہارے پاس نہ پہنچ جائے جو میں نے یہاں سے روانہ کیا ہے میں نے تمہارے مدد کے لیے خالد بن معدان الطائی کو لشکر دے کر بھیجا ہے اور وہ نیک اور چندار لوگوں میں سے ہے اور اچھا ماہر جنگ اور انتہائی بہادر شخص ہے تم اس کی بات نہایت توجہ سے سنو اور اس سے اچھی طرح پیش آنا۔“ والسلام

جنگ کی تیاریاں:

معقل نے یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور اللہ کی حمد و ثناء کی چونک لوگ اسی باعث پریشان بھی تھے پھر ہم لوگوں نے اسی جگہ قیام کیا حتیٰ کہ خالد بن معدان طائی اپنا لشکر لے کر پہنچ گیا اور ہمارے امیر کے پاس آکر حکامانہ طور پر سلام کیا۔ دونوں لشکر ایک جگہ جمع ہو گئے۔

پھر ہم لوگ غریب کی تلاش میں گئے وہ لوگ رامہرح کے پہاڑوں پر چڑھ گئے تھے وہ وہاں ایک قلعہ میں محفوظ ہونا چاہتے تھے کہ اہل شہر نے ہمارے پاس آکر ان کی نقل و حرکت اور ارادوں سے ہمیں مطلع کیا ہم ان کے پیچھے پیچھے چلے جب ہم ان کے قریب پہنچے تو وہ پہاڑ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ہم نے صف بندی کی اور ان کی جانب بڑھے اور معقل نے اپنی فوج کو ترتیب دیا مینہ پر بڑبڑ بن اُمعقل اور میسرہ پر منجاب بن راشد انہی کو امیر بنایا یہ منجاب بصرہ کے لشکر میں شامل تھا۔

غریب بن راشد انہی نے عربوں اور اپنے ساتھیوں کو مینہ میں رکھا شہریوں کا شکار روں اور کردوں وغیرہ میں سے خراج کے منکرین جو اس کے ساتھ تھے انہیں میسرہ میں متعین کیا۔

معتل کا خطبہ:

راوی کہتا ہے کہ جب فوجوں کو ترتیب دیا جا چکا تو معتل نے ادھر سے ادھر تک ایک چکر لگایا۔ اس نے لشکریوں سے سے مخاطب ہو کر کہا:

”اے اللہ کے بندو! تم دشمن کی جانب اپنی نگاہیں نہ اٹھاؤ بلکہ نگاہیں نیچی رکھو۔ بات کم کرو اور نیزہ زنی اور شمشیر زنی کو اپنا مقصد میں سمجھو۔ ان سے جنگ کرنے میں تم اپنے لیے بشارت عقلی سمجھو کیونکہ تم ان لوگوں سے جنگ کر رہے ہو جو دین سے خارج ہو چکے ہیں۔ تمہارے مد مقابل وہ باغی کا شکار اور کردی ہیں جنہوں نے فرائج دینے سے انکار کر دیا ہے۔ تم میری جانب دیکھتے رہو جب میں حملہ کروں تو تم بھی ایک فرد واحد کی طرح سخت حملہ کرو۔“

فریقین کی جنگ:

معتل ہر صف کے سامنے پہنچ کر یہی تقریر کرتا تھی کہ جب تمام لوگوں کو اپنا پیمانہ پہنچا چکا تو قلب لشکر میں درمیان لشکر میں آ کر کھڑا ہو گیا اور ہم یہ دیکھتے رہے کہ وہ کیا کرتا ہے اس نے اپنی سواری کو دوبارہ حرکت دی خدا کی قسم ابھی کچھ دیر بھی نہ گزری تھی کہ دشمن پشت پھیر کر بھاگا۔ ہم نے دشمن کے لشکر میں سے ہونا جیہ کے ستر آدمیوں کو چھید ڈالا تھا اور تین سو کے قریب کا شکاروں اور مردوں کو قتل کیا تھا۔

کعب ابن قحیم کہتا ہے کہ اس جنگ میں جو عرب مارے گئے تھے انہی میں میرا دوست بدرک الریان بھی شامل تھا۔ اور غریب بن راشد شکست کھا کر ساحل سمندر کی جانب بھاگ گیا تھا۔ وہاں اس کی قوم کے بہت سے لوگ رہتے تھے وہ ان کے پاس پہنچ کر مقیم ہو گیا اور انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ابھارتا رہا۔ وہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑنے پر اکساتا رہا اور انہیں یہ سمجھاتا کہ اصل ہدایت یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی جائے جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ اس کی قوم کے بہت سے لوگ اس کے متبع ہو گئے۔

فتح کی خوشخبری:

معتل بن قیس نے اس فتح کے بعد اہواز میں قیام کیا اور فتح کی خوشخبری لکھ کر میرے ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کی اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط لے کر معتل کے پاس آیا تھا۔ خط میں تحریر تھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے بندے امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے نام معتل ابن قیس کی جانب سے آپ پر سلام ہو۔ میں ادا آپ کے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں مگر بعد اہم ہے دین لوگوں سے ملے وہ ہمارے مددگار ہیں میں مشرکین کو بھی ساتھ لے کر آئے تھے ہم نے انہیں عادی اور ام کی طرح قتل کیا۔ اور اس قتل میں ہم نے آپ کی عادت و طریقہ سے تجاوز نہیں کیا۔ نہ تو کسی بھاگتے ہوئے کو قتل کیا اور نہ قیدی کو اور نہ ہم نے ان کے کسی زخمی پر ہاتھ ڈالا اللہ تعالیٰ آپ کی اور مسلمانوں کی مدد فرمائے اور تمام تعزیریں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔“

کعب بن قحیم کہتا ہے کہ میں یہ خط لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو یہ خط پڑھ کر سنایا اور ان سے مشورہ طلب کیا تمام لوگ اس پر متفق ہوئے کہ آپ معتل ابن قیس کو تحریر فرمائیں کہ وہ اس فاسق کا پیچھا ہرگز نہ چھوڑے تاوقتیکہ اسے قتل نہ کر دیا جائے یا اسے ملک بدر کر دیا جائے کیونکہ جب تک یہ زندہ موجود رہے گا لوگوں کو آپ کے خلاف

ابھارتا رہے گا اور تم بھی اس وقت تک بے خوف نہیں رہ سکتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معقل کو جواب تحریر فرمایا اور میرے ہاتھ وہ خط روانہ کیا خط کا مضمون یہ تھا:

”تم تم قریش اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے دوستوں کی امداد فرمائی۔ اپنے دشمنوں کو ذلیل کیا اللہ تعالیٰ تجھے اور تمام مسلمانوں کو نیک جزا عطا فرمائے تم نے اچھا امتحان دیا اور تم پر جو کچھ حق تھا تم نے اسے پورا کیا تو اپنے ناجی بھائی کی معلومات کر اور جس شہر میں وہ مقیم ہو وہاں پہنچ کر اسے قتل کر دیا اسے ملک بدر کر دے کیونکہ وہ جب تک زندہ ہے ہمیشہ مسلمانوں کا دشمن اور نافرمانوں کا دوست رہے گا۔“ والسلام علیک

سرکشوں کا اجتماع:

یہ خط پہنچنے کے بعد معقل نے خربت کے متعلق چھان بین شروع کی کہ وہ آج کل کس جگہ مقیم ہے معلوم ہوا کہ وہ ساحل پر ٹھہرا ہوا ہے اور اس نے اپنی قوم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مخالف بنا دیا ہے اور اس کی قوم کی وجہ سے ابو عبد اللہؑ اور جو قبائل ان قبیلوں کے دوست تھے انہیں بھی اس نے اپنا ہم نوا بنا لیا ہے۔

خربت کی قوم نے صفین کی جنگ کے دوران بھی زکوٰۃ روک لی تھی اور اس دفعہ بھی انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس طرح ان پر دو سال کی زکوٰۃ واجب تھی۔

معقل کو فیلوں اور بھریوں کا لشکر لے کر ان کے مقابلہ پر چلے اور فارس کے علاقہ میں سے گزرتے ہوئے سندھ کے ساحل کے قریب پہنچے جب خربت بن راشد کو اس لشکر کشی کا حال معلوم ہوا تو اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا جو خارجی عقیدہ رکھتے تھے۔ ان سے مشورہ طلب کیا کہ میں اس معاملہ میں تمہاری رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں کیونکہ علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ ہرگز مناسب نہ تھا کہ وہ اللہ کے حکم میں لوگوں کو ٹالٹ بنائیں یہ بات اس نے اپنے ہم خیال لوگوں سے نہایت آہستہ رازدارانہ طور پر کہی۔

اس کے بعد بقیہ لوگوں سے بلند آواز سے کہا۔ علی رضی اللہ عنہ نے حکم بنایا اور اس پر رضا مندی ظاہر کی پھر جو حکم اس نے اپنے لیے بھجرا سمجھا خود ہی اسے ختم کر دیا۔ اب جو اس نے اپنے لیے فیصلہ کیا ہے اور جس حکم کو اس نے اپنے لیے پسند کیا ہے میں اس پر راضی ہوں۔ کوئٹہ سے جو لوگ اس کے ساتھ آئے تھے ان کی یہی رائے تھی۔

پھر خربت نے ان لوگوں سے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامی تھے آہستہ سے کہا۔ خدا کی قسم میں تمہاری رائے کا حامی ہوں اور خدا کی قسم عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید کیے گئے اس طرح اس نے ہر جماعت کو راضی کیا۔ اور ہر جماعت کے دل میں اس نے یہ ذہن نشین کر دیا کہ فی الواقع خربت ان کے ساتھ ہے۔

جن لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا ان سے کہا اپنے صدقات کو اپنے قبضہ میں رکھو اور اپنے رشتہ داروں پر خرچ کر کے صلہ رحمی کا حق ادا کرو۔ اور تم پسند کرو تو اپنے فخریہ خرچ کرو۔

اسلام کے بارے میں عیسائیوں کی رائے:

ان لوگوں میں بہت سے عیسائی تھے جو اسلام لا چکے تھے۔ لیکن جب انہوں نے مسلمانوں میں یہ اختلافی صورت دیکھی تو

کہنے لگے اس سے بہتر تو وہ دین تھا جس کو ہم نے چھوڑا تھا اور جس دین پر یہ لوگ ہیں اس سے زیادہ ہدایت تو ہمارے دین میں پائی جاتی تھی یہ کیسا دین ہے جو آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانے سے بھی انھیں نہیں روکتا اس دین میں نہ تو راہیں محفوظ ہیں اور نہ یہ دین ایک دوسرے کا مال چھیننے سے روکتا ہے۔ اس بات پر ان لوگوں نے دو بار دین عیسوی اختیار کر لیا۔

خریت نے ان مرتدین سے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ جو نصرانیت چھوڑ کر اسلام لاتا اور پھر دوبارہ نصرانی بن جاتا ہے علی رضی اللہ عنہ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ خدا کی قسم علی رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں کی نہ کوئی بات سنے گا اور نہ کوئی عذر قبول کرے گا۔ نہ ان کی توبہ قبول کرے گا اور نہ دوبارہ اسلام کی دعوت دے گا بلکہ اس کا حکم تو یہ ہوگا کہ ایسے لوگوں کو اسی وقت قتل کر دیا جائے۔

اس طرح خربت ہر ایک فریق کو دھوکہ دے کر اپنے ساتھ ملاتا رہا اور بنو ناجیہ اور جتنے لوگ ان کے گرد و نواح میں آباد تھے سب اس کے ساتھ ہو گئے۔ اور اس کے چمندے کے نیچے لاتعداد لوگ جمع ہو گئے۔

سرکشوں کا باہمی اختلاف:

علی رضی اللہ عنہ ابن الحسن الا زوی نے عبدالرحمن بن سلیمان عبدالملک ابن سعید بن عاب بن حزام الرضائی کی سند سے ابوالفضل کا یہ بیان ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں بھی اس لشکر میں شامل تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو بنو ناجیہ کے مقابلہ پر روانہ کیا تھا وہ کہتے ہیں کہ جب ہم بنو ناجیہ کے پاس پہنچے تو ہم نے انھیں تین ٹولیوں میں بٹا ہوا پایا۔

ہمارے امیر یعنی معقل نے ان میں سے ایک جماعت سے سوال کیا۔ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم نصاریٰ ہیں۔ ہم اپنے دین سے کسی دین کو افضل نہیں سمجھتے اس لیے اپنے دین پر قائم ہیں معقل نے انہیں جواب دیا اچھا تو تم علیحدہ رہو۔

معقل نے دوسرے فریق سے سوال کیا۔ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم پہلے عیسائی تھے بعد میں اسلام لائے اور اب اسلام ہی پر قائم ہیں۔ معقل نے ان سے کہا اچھا تم بھی علیحدہ ہو جاؤ۔

مرتدین کا قتل:

تیسرے فریق سے سوال کیا گیا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم اولاد عیسائی تھے پھر اسلام لائے لیکن اب ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے پہلے دین سے افضل کوئی دین نہیں اس لیے ہم پھر عیسائی بن گئے ہیں۔ معقل نے ان سے کہا اچھا اب تم اسلام لے آؤ انہوں نے انکار کیا معقل نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب میں اپنے سر پر تین بار تاج پھیروں تو تم اس تیسرے مرتد فریق پر فوراً سختی سے حملہ کر دو ان میں سے ان لوگوں کو قتل کر دو جو لانے کے قابل ہیں اور بچوں کو قید کر لو انہیں جنگ کے بعد بچے قید کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے جنہیں معقل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوا لاکھ درہم میں خرید لیا اس کے بعد معقل نے ایک لاکھ درہم پیش کیے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آدمی رقم لینے سے انکار کر دیا معقل ان تمام لڑکوں کو آذر کے اور درہم لے کر بھاگ گیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ان غلاموں کو کیوں نہیں پکڑ لیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار فرمایا اور ان لڑکوں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معقل کے نام خط:

ابو جحیف نے حارث بن کعب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب مرتدین کی جنگ سے فارغ ہو کر معقل ہمارے پاس پہنچے تو انہوں

نے حضرت علی مرتضیٰ کا خط پڑھ کر سنایا۔ اس میں تحریر تھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم! اللہ کے بندے امیر المومنین علی مرتضیٰ کی جانب سے ان تمام لوگوں کے نام جنہیں میرا خط پڑھ رہا ہے کہ تم جیسے خواہ وہ مسلمان ہوں یا نصاریٰ اور مرتد ہوں۔ تم پر اور ان لوگوں پر جو ہدایت کی اتباع کریں اللہ اس کے رسول ﷺ کی کتاب اور بعثت بعد الموت پر ایمان لائیں اور اللہ کے عہد کو پورا کریں اور خلیفہ نہ کریں ان سب پر سلام ہو۔“

امام بعد میں جنہیں کتاب اللہ سنت رسول اللہ عمل بالحق اور ان احکام کی دعوت دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمائے ہیں تم میں سے جو شخص اس چیز کی جانب رجوع کرے گا اور اپنے ہاتھ گوروں کے رکھے گا اور اس لڑاکو دشمن سے عہدہ رہے گا جو اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں سے لڑ رہا ہے اور زمین میں فساد پھیلا رہا ہے تو ان لوگوں کو جو گزشتہ احکام کی پیروی کریں گے ان کی جانوں اور مالوں کے لیے امان ہوگی اور جو لوگ لڑائی میں اس دشمن کا ساتھ دیں گے اور ہماری اطاعت سے خارج ہوں گے تو ہم اس کے مقابلہ میں اللہ سے مدد کے طالب ہوں گے اور ہمارے اور ان کے درمیان اللہ ہے اور اللہ ہی اچھا مددگار ہے۔“

خریت کے لشکریوں کی اس سے عہدگی:

اس کے بعد معقل نے امان کا جھنڈا نصب کیا اور اعلان کیا جو شخص اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا اس کے لیے امان ہے۔ سوائے خربت اور اس کے ان ساتھیوں کے جنہوں نے ہم سے جنگ کی ابتداء کی اس اعلان کے بعد بہت سے وہ لوگ جو دیگر قوموں کے خربت کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اسے چھوڑ کر چلا آئے۔

جب یہ لوگ عہدہ ہو گئے تو معقل نے اپنی فوج کو جنگ کے لیے تیار کیا مینہ پر پڑید بن مغلل ازوی اور میسرہ پر منجاب بن راشد انصاری متعین کیا اور لشکر لے کر خربت کی جانب بڑھا خربت کے ساتھ اس کی پوری قوم قحی خواہ وہ مسلمان ہوں یا نصاریٰ یا زکوۃ کے منکرین۔

ابوحنفہ نے حارث ابن کعب کے ذریعہ ابوالصدق الناجی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ خربت اس روز اپنی قوم سے کہہ رہا تھا۔ اپنی عزتوں کا پاس کرو اور اپنی عورتوں اور اولاد کی جانب سے جنگ کرو خدا کی قسم یہ لوگ تم پر غالب آ گئے تو وہ جنہیں خوب قتل کریں گے اور جنہیں غلام بنائیں گے۔

اس پر اس کی قوم کے ایک شخص نے کہا خدا کی قسم ہم پر جو یہ مصیبت نازل ہوئی وہ تیرے ہاتھ اور زبان کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔

خریت نے جواب دیا اچھا اب تو جنگ کرو کیونکہ اب تو تلوار باہر نکل چکی ہے خدا کی قسم اب میری قوم پر بہت بڑی مصیبت نازل ہونے والی ہے۔

معقل کی تقریر:

ابوحنفہ نے حارث بن کعب کے ذریعہ عبداللہ بن قحیم کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ معقل نے صف بندی کے بعد مینہ سے میسرہ

تک چکر لگایا اور ہر صف کے سامنے کھڑے ہو کر کہتا:

”اے مسلمانو! آج سے زیادہ تم فضیلت اور اجر عظیم کبھی حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ آج تمہارا مقابلہ ان لوگوں سے ہے جنہوں نے زکوٰۃ سے انکار کیا ہے یا اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے ہیں یا پھر تمہارے مقابلہ پر وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ظلم و سرکشی کے باعث بیعت کو توڑا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم میں سے آج کے روز جو بھی قتل ہو گا وہ جنت میں جائے گا اور جو زندہ رہے گا اللہ اس کی آنکھوں کو فتح اور مال غنیمت سے عطا کرے گا۔“

معتقل ہر صف کے سامنے یہی تقریر کرتا حتیٰ کہ تمام لوگوں نے اس کی یہ تقریر سن لی پھر معتقل قلب لشکر میں اپنی جگہ جھنڈا لے کر کھڑا ہو گیا۔

جنگ کی ابتدا اور اس کا انجام:

پھر اس نے یزید بن معتقل کے پاس پیغام بھیجا جو یمن پر امیر تھا کہ یمن کو لے کر دشمن پر حملہ کرو۔ یزید نے دشمن پر حملہ کیا اور بہت دیر تک نہایت ثابت قدمی سے ان سے جنگ کرتا رہا۔ پھر اپنے یمن کے ساتھ واپس ہو کر اپنی جگہ آ کر ٹھہر گیا اس کے بعد معتقل نے مغاب بن راشد الفسی کو حکم دیا کہ اپنے میسرہ کو لے کر دشمن پر حملہ کر و مغاب نے ان پر حملہ کیا اور بہت دیر تک ان سے سخت جنگ کی پھر واپس لوٹ کر اپنی جگہ پر آ کر ٹھہر گیا۔ اس کے بعد معتقل نے یمن اور میسرہ دونوں کو کھلا کر بھیجا کہ جب میں حملہ کروں تو تم بھی فوراً حملہ کرنا پھر معتقل نے اپنے جھنڈے کو حرکت دی اور دشمن پر حملہ کیا اس کے ساتھیوں نے بھی فوراً حملہ کیا۔ دشمن ان کے مقابلہ پر زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا۔

خریت کا قتل:

نعمان بن صہبان الراہی نے جو بنی جرم سے تعلق رکھتا تھا خریثہ کو دیکھ کر اس پر حملہ کیا اس کے فیڑہ کھینچ کر مارا اور اسے سواری سے گرا دیا اس کے بعد نعمان نیچے اترا۔ اور خریثہ زخمی ہو چکا تھا اور اس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ لیکن نعمان کے نیچے اترتے ہی وہ تھوڑے کر اس پر ٹوٹ پڑا بھی آپس میں دودھ ہاتھ ہی چلے تھے کہ نعمان نے خریثہ کو قتل کر دیا اس جنگ میں خریثہ کے ایک سوستر آدمی مارے گئے اور باقی دائیں بائیں بھاگ گئے۔

معتقل نے ان کے خیموں کو لوٹنے کا حکم دیا۔ خیموں میں جتنے آدمی ملے وہ سب قید کر لیے گئے اس طرح معتقل نے بہت سے مردوں عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا قید ہونے کے بعد جو شخص مسلمان نظر آیا اس سے بیعت لے کر اسے اور اس کے گھروالوں کو رہا کر دیا گیا اسی طرح جو لوگ مرتد ہو گئے تھے ان پر اسلام پیش کیا وہ دوبارہ اسلام لائے معتقل نے انہیں اور ان کی اولاد کو بھی چھوڑ دیا۔

رباحس کا قتل:

ان میں سے صرف ایک بوڑھے نصرانی نے اسلام لانے سے انکار کیا جس کا نام رباحس ابن منصور تھا۔ اس نے جواب دیا مجھے جب سے عقل آئی ہے تب سے میں نے ایسی غلطی نہیں کی ہے کہ میں اپنے بچے دین کو چھوڑ کر تمہارا برا دین اختیار کروں اس پر معتقل نے آگے بڑھ کر اس کی گردن اتاری۔ اس کے بعد معتقل نے تمام لوگوں کو جمع کر کے کہا ان سالوں میں جو زکوٰۃ تم پر واجب ہوئی ہے وہ ادا کرو اس نے مسلمانوں سے دو سال کی زکوٰۃ لی اس کے بعد وہ جیسائیوں اور ان کی اولاد کی جانب متوجہ ہوا اور ان سے

خراج وصول کیا جب یہ واپس ہونے لگا تو اس علاقہ کے مسلمان اسے رخصت کرنے کے لیے ان کے پیچھے پیچھے چلے معقل نے انھیں واپس جانے کا حکم دیا جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو ان سب نے معقل سے مصافحہ کیا اور رونے لگے۔ وہاں کے تمام مرد و عورت ان مسلمانوں کی واپسی پر رو رہے تھے۔ معقل کا قول ہے خدا کی قسم! جتنی مہربانی آج میں نے ان پر کی ہے اس سے قبل اتنی مہربانی کسی پر نہ کی تھی اور نہ ان کے بعد کسی پر کی۔

فتح کی خوشخبری:

اس کے بعد معقل بن قیس نے حضرت علیؓ کو فتح کی خوشخبری تحریر کر کے بھیجی:

”میں امیر المومنین کو ان کے لشکر اور ان کے دشمنوں کے بارے میں مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر ساحل سمندر پر پہنچے دشمن مختلف قبائل پر مشتمل تھے ان کی تعداد بھی کافی سے زیادہ تھی اور یہ سب لانے پر آمادہ تھے اور یہ سب لوگ ہمارے مقابلہ پر مشتعل تھے اور ہمارے خلاف تحریکی کارروائیاں کر رہے تھے ہم نے انھیں امیر کی اطاعت اور جماعت کا ساتھ دینے کی دعوت دی اور انھیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے حکم کی جانب بلایا میں نے انھیں امیر المومنین کا خط پڑھ کر سنایا اور ان کے لیے امان کا جھنڈا بلند کیا ان میں سے ایک جماعت نے ہماری بات کو قبول کیا اور دوسری جماعت مقابلہ پر قائم رہی جو جماعت ہمارے پاس آگئی تھی ہم نے اس کا عذر قبول کیا اور جو مقابلہ پر آمادہ تھی ہم نے اسے نہیں کر رکھ دیا اللہ تعالیٰ نے انھیں شکست دی اور ہماری مدد فرمائی ان میں سے جو مسلمان تھے ہم نے ان پر احسان کیا۔ امیر المومنین ان کی ان سے بیعت لی اور جو زکوٰۃ ان کے ذمہ تھی وہ وصول کی اور جو لوگ مرتد ہو گئے تھے ان پر دوبارہ اسلام پیش کیا گیا نصاریٰ کو ہم نے قید کیا اور اس شرط پر رہا کیا کہ وہ آئندہ ہمیشہ ذمی رہیں گے اور جزیہ سے کبھی انکار نہ کریں گے اور نہ کبھی اہل قبلہ سے قتال کریں گے یہ سب معمولی اور نیچے درجہ کے لوگ تھے۔ اے امیر المومنین اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے اور آپ کے لیے جنت فہیم کو واجب کرے۔“ والسلام علیک

مصلحہ کے مظالم اور خدائی:

پھر معقل اپنے ساتھیوں کو واپس لے کر چلا راہ میں اس کا گزر مصلحہ بن ہبیرۃ الشیبانی کے پاس سے ہوا جو حضرت علیؓ کی جانب سے اور شہر خروہ کا عامل تھا۔ یہ قیدی صرف پانچ سو آدمی تھے اور مصلحہ کی قوم سے تھے اس لیے ان قیدیوں کی عورتیں اور بچے روتے ہوئے اور مرد چلاتے ہوئے مصلحہ سے بولے اے صاحب فضل! اے انسانوں کے مددگار! اے غلاموں کے آزاد کرنے والے ہم پر آپ یہ احسان کریں کہ ہمیں آپ خرید کر آزاد کر دیں۔

مصلحہ نے کہا تھا خدا کی قسم! میں ان لوگوں پر صدقہ کروں گا کیونکہ اللہ صدقہ کرنے والے کو اچھی جزا دیتا ہے مصلحہ کے یہ تمام حالات معقل کو معلوم ہوئے اس پر معقل نے کہا خدا کی قسم! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ بات مصلحہ نے ان لوگوں کی ہمدردی اور انہیں چھڑانے کے لیے کہی ہے تو میں اسے ضرور قتل کر دیتا۔ کاش! ان لوگوں میں تمیم اور بکر بن وائل کے لوگ ہوتے۔

اس کے بعد مصلحہ نے ذیل بن الحارث الذہلی کو معقل بن قیس کے پاس بھیجا اور کہلوا کیا ہمارے پاس بنو ذبیہ کے کچھ لوگ قید ہیں انہیں ایک لاکھ میں خریدتا ہوں معقل نے اسے قبول کیا اور یہ قیدی اس کے پاس بھیج دیئے گئے اور کہلوا یا یہ مال فوراً

امیر المومنین کے پاس روانہ کرو۔ اس نے جواب دیا میں کچھ روپیہ ابھی روانہ کروں گا اور کچھ بعد میں روانہ کروں گا اور ان شاء اللہ میرے ذمہ کچھ باقی نہ رہے گا۔

اس کے بعد مفضل ابن قیس امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور جو کچھ حالات مفضل کے ساتھ پیش آئے تھے وہ سب امیر المومنین سے بیان کیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے بہت عمدہ اور بہتر کام کیا۔ کافی دن تک حضرت علی رضی اللہ عنہ مصلیٰ کے مال کا انتھار کرتے رہے بعد میں انہیں یہ اطلاع ملی کہ مصلیٰ نے تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا ہے اور ان سے ان کی آزادی پر اس نے کوئی مالی مدد بھی طلب نہیں کی۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ مصلیٰ نے اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھایا ہے میرا خیال ہے مصلیٰ تم لوگ اسے نافرمانوں میں دیکھو گے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ایک خط تحریر فرمایا:

”سب سے بڑی خیانت امت کی خیانت ہے اور سب سے بڑا کینہ یہ ہے کہ حاکم اپنی رعایا اور اہل شہر سے کینہ رکھتا ہو۔

تیرے ذمہ مسلمانوں کے مال میں سے پانچ لاکھ کا حق باقی ہے یہ رقم یا تو تم فوراً میرے قاصد کے ساتھ روانہ کرو ورنہ

میرا خط پڑھتے ہی میرے پاس پہنچ جاؤ کیونکہ میں نے اپنے قاصد کو یہی حکم دے کر بھیجا ہے کہ یا تو وہ تمہیں اپنے ساتھ

لے کر آئے یا تم فوراً مال بھیج دو۔“ والسلام علیک

مصلیٰ کا مال کی ادائیگی سے گریز:

یہ قاصد جس کا نام ابو جبرۃ اُجلی تھا جب مصلیٰ نے اسے پاس پہنچا تو اس نے مصلیٰ سے کہا کہ یا تو اسی وقت مال ادا کرو ورنہ میرے ساتھ امیر المومنین کے پاس چلو مصلیٰ خط پڑھ کر چلا اور بصرہ آ کر ٹھہر گیا اور کوئی نہیں آیا ابھی اسے وہاں قیام کیے چند ہی روز گزرے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے مال کا مطالبہ کیا اور دستور یہ تھا کہ بصرہ کے علاقہ کے تمام حکام وہاں کی آمدنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجتے جب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے مال کا مطالبہ کیا تو اس نے کچھ روز کی مہلت مانگی جب وہ مہلت پوری ہو گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور ان سے کچھ اور دن کی مہلت طلب کر لی لیکن جب یہ مہلت بھی گزر گئی تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے پھر مال کا مطالبہ کیا اس نے مجبور ہو کر دو لاکھ درہم ادا کیے بقیہ کے ادا کرنے سے یہ عاجز آ گیا۔

مصلیٰ کا فرار:

ابو بخت نے ابو اہصلت الاعور کے ذریعہ ذیل ابن الحارث کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مصلیٰ نے اپنی قیام گاہ پر مجھے مطلب کیا اس وقت اس کے سامنے رات کا کھانا چٹا گیا تھا ہم نے بھی اس کے ساتھ کھانا کھایا کھانے سے فراغت کے بعد اس نے ہم لوگوں سے کہا خدا کی قسم! امیر المومنین مجھ سے اس مال کا مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ مجھ میں اس کے ادا کرنے کی قدرت تک نہیں۔

میں نے اس پر جواب دیا خدا کی قسم! اگر تو ادا کرنا چاہتا تو ایک ہفتہ بھی نہ گزرتا کہ تو یہ مال جمع کر لیتا۔

توضیح: میں اس کا بوجھ اپنی قوم پر ہرگز نہ ڈالوں گا اور نہ ان میں سے کسی سے بھی ایک پیسہ کا مطالبہ کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر بندہ کچھ معاویہ رضی اللہ عنہ یا عثمان رضی اللہ عنہ کا بیٹا عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے یہ مطالبہ کرنا تو وہ میری حالت دیکھ کر روپیہ چھوڑ دیتا۔ کیا تم نے ابن عثمان رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے ہر سال اشعث کو ڈربانِ حِجَاب کا ایک لاکھ کا خراج کھلایا۔

ذیل: لیکن یہ میرا اس رائے کا حامی نہیں ہے اور نہ خدا کی قسم اتنے کچھ روک رکھا ہے اس میں سے کچھ چھوڑنے والا ہے۔

میرے اس جواب سے وہ خاموش ہو گیا اور میں بھی خاموش رہا لیکن اس گفتگو کو ابھی ایک رات بھی نہ گزری تھی کہ وہ بھاگ کر شام چلا گیا اور امیر معاویہ جھٹھ سے مل گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا اللہ اسے خوش نہ کرے کہ اس نے کام تو سرداروں جیسے کیا تھا لیکن غلاموں کی طرح بھاگ گیا اور قاجروں کی طرح خیانت کی خدا کی قسم! اگر وہ یہاں مقیم رہتا اور مال کی ادائیگی سے عاجز ہو جاتا تو ہم اس سے زیادہ کچھ نہ کرتے کہ ہمیں جو کچھ اس کے پاس نظر آتا ہے لیتے اور اگر اس کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تو اسے چھوڑ دیتے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے گھر کی طرف گئے اور اسے تڑوا کر زمین کے برابر کر دیا۔

حکومت کی رشوت:

مصلحہ کا ایک بھائی نعیم ابن ہبیرہ نامی تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شیعہ اور خاص ہمدرد تھا مصلحہ نے شام سے ایک خط لکھا اور بنو تغلبہ کے ایک عیسائی کے ہاتھ جس کا نام طوان تھا اس کے پاس روانہ کیا۔ خط میں تحریر تھا:

”میں نے تمہارے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تھی انہوں نے تیرے لیے حکومت و عزت و تکریم کا وعدہ کیا۔ تم میرا قاصد بھیجتے ہی میرے پاس پہنچ جاؤ۔“ والسلام

اس قاصد کو راہ میں مالک بن کعب الارجمی نے پکڑ لیا اور اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر چلا اور اس سے خط وصول کیا اور خط پڑھ کر اس عیسائی کا ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے یہ مر گیا۔

نعیم کا جواب:

نعیم نے اپنے بھائی مصلحہ کو جواب میں یہ اشعار تحریر کیے۔

لَا تُرْمِسُنَّ هَذَاكَ اللَّهُ مُعْتَرِضًا بِالسُّلْطَنِ مِنْكَ فَمَا بَالِي وَحَلُّوْنَا

”خدا تجھے ہدایت دے تو بے خوف ہو کر طوان جیسے شخص کو نہ بھیجا کر۔“

ذَاكَ الْخَبْرُ مُصْ عَلَى مَا نَالِ مِنْ طَمَعٍ وَهُوَ الْبُيُوتُ فَلَا يُحَرِّكَ إِذْ خَانَا

”اے جو بھی مال حاصل ہو سکا ہے وہ ہر وقت اس کا حریف رہتا ہے اگر وہ دور پہنچ گیا تو تو اس کی خیانت سے غمگین نہ ہو۔“

مَاذَا أَرَدْتَ إِلَيَّ أَرْسَالِهِ سَفْهًا تَرْجُو سِقَاطَ أَمْرِ بِي لَمْ يَلَفْ وَ سَنَانَا

”تم نے اے مجھ کو جو یہ قونی کی ہے اس سے تمہارا کیا مقصد تھا تم کو ایک ایسے شخص سے گراوت کی امید تھی جو خائن نہیں۔“

عَرَضْتُكَ لِإِسْعَاقِ أَنَّهُ أَسَدٌ بَيْبُوسَى الْعُرْضَةُ مِنْ أَسَادِ جَفَانَا

”تو نے اے علی رضی اللہ عنہ کے بالقابل بھیجا وہ تو نرم پتھروں کے شیروں میں سے ایک شیر ہیں جو میدان میں چلتے ہیں۔“

قَدْ كُنْتُ فِي مَنَظَرٍ عَنْ ذَاوِ مُنْغَمٍ تَحْمِي الْجِرَاقِ وَ تَدْعِي خَيْرَ شَيْئَانَا

”تو عراق آتے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور کانوں سے سنتا ہے وہ تو شیطان کے بہترین بزرگ ہیں۔“

عَسَى نَفَعْنَتْ أَمْرًا كُنْتَ تَكْرَهُهُ إِلَّا كَيْفَ لَنَا مِثْرًاوْ إِنْ عَلَانَا

ترجمہ: تو نے ایک ایسا کام کیا جسے تو خود برا سمجھتا تھا سواروں کے لیے چھپ کر بھیجی اور اعلان یہ بھی۔

لَوْ كُنْتُ أَذُنًا لَّيُفْلِقُومَ مَطْعَمًا لِّسَحْرِ أَخِيَّتِ أَحِبَانَا وَمُؤَنَانَا

ترجمہ: اگر تو حق سمجھ کر قوم کا مال پیش کر دیتا تو ہمارے زندوں اور مردوں کو زندہ کر دیتا۔

لَكِنْ لَّجِئْتُ بِأَهْلِ الشَّامِ مُلْتَبِسًا فَضَّلَ الْهَيْ هُنْدُ وَ ذَاكَ الرَّأْيُ أَشْحَانَا

ترجمہ: لیکن تم معاویہ بن جوح کی مہربانیوں کو دیکھ کر شامیوں سے مل گئے اور یہ بات ہمیں رنجیدہ کرتی ہے۔

فَالْيَوْمَ نَشْرَعُ بِسَنِّ الْعَرَمِ مِنْ نَدَمِ مَاذَا نَقُولُ وَقَدْ خَانَ الْيَدَى سَخَانَا

ترجمہ: اب تم ندامت میں دانت نہیں رہے ہو اور جو کچھ ہونا تھا سو ہو چکا۔

أَصْحَحْتُ تُبْغِضُكَ الْآخِيَاءَ قَابِلَةً لَمْ يَرْفَعْ إِلَهُهُ بِالْبَغْضَاءِ إِنْسَانَا

ترجمہ: اب تمام قبائل تم سے نفرت کریں گے اور اللہ نے نفرت و بغض کے ذریعہ کسی کا سر بلند نہیں کیا۔

قاصد کا زرفدیہ:

جب یہ خط مصلحہ کو ملا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا قاصد ہلاک ہو گیا ہے اور چند تغلیبوں کے علاوہ سب کو ان کے آدمی کی ہلاکت کی اطلاع مل گئی۔ یہ سب جمع ہو کر مصلحہ کے پاس پہنچے اور بولے کہ ہمارے آدمی کو تم نے روا نہ کیا تھا تو تم اسے زندہ کرو یا اس کا زرفدیہ ادا کرو مصلحہ نے جواب دیا زندہ کرنے پر تو میں قادر نہیں لیکن ہاں میں ان کا زرفدیہ ادا کروں گا اس کے بعد مصلحہ نے زرفدیہ ادا کیا۔

خریت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے:

ابو جحیف نے عبدالرحمن ابن جندب کا یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنو نضیر اور ان کے امیر خربت کے قتل کی خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا۔ اس کی ماں گڑھے میں گرے یہ شخص کتنا ناقص العقل انسان اور خدا تعالیٰ کا کتنا نافرمان اور اس کے مقابلہ میں کتنا جبری تھا اس نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ آپ کے ساتھیوں میں کچھ ایسے افراد موجود ہیں جن کے بارے میں مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ آپ کے چھوڑ دیں گے آپ کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے۔

میں نے اسے جواب دیا میں تہمت پر کسی سے مواخذہ نہیں کرتا اور نہ بدگمانی پر کسی کو سزا دیتا ہوں اور نہ اس وقت تک کسی سے جنگ کرتا ہوں جب تک وہ میری مخالفت نہ کرے اور مجھ سے کھلم کھلا بغاوت اور عداوت کا اظہار نہ کرے۔ میں اس وقت بھی اس سے جنگ نہ کروں گا تا وقتیکہ اسے جماعت کے اتحاد کی دعوت نہ دوں اور اس کے لیے عذر کی کوئی صورت باقی نہ رہے اگر اس نے اپنی غلطی سے توبہ کی اور اپنی بات سے رجوع کیا تو ہم اس کی توبہ قبول کریں گے اور وہ ہمارا بھائی ہوگا اور اگر وہ ہماری کوئی بات قبول نہ کرے گا اور ہم سے جنگ پر آمادہ ہوگا تو ہم اس کے مقابلے میں اللہ سے مدد طلب کریں گے اور اسے اس مخالفت کا بدلہ پکھلائیں گے۔

اس کے بعد خربت نے مجھ سے کچھ دن تک گفتگو نہیں کی اور چند روز بعد وہ بارہ وہ میرے پاس آ کر کہنے لگا مجھے ڈر ہے کہ عبداللہ بن وہب انراہی اور زید بن حصین الطائی آپ کے خلاف ضرور کوئی فتنہ اٹھائیں گے۔ کیونکہ میں نے انھیں ایسی باتیں کرتے

نہ ہے کہ اگر آپ خود وہ باتیں سن لیں تو آپ انہیں ایک لمحہ بھی نہ چھوڑیں بلکہ یا تو آپ انہیں قتل کر دیں گے یا ان کی جزیں اکٹرا دیں گے بہتر یہ ہے کہ آپ انہیں ایک لمحہ کے لیے بھی نہ چھوڑیے۔

میں نے اس سے سوال کیا۔ میں ان دونوں کے معاملے میں تجھ سے مشورہ کرتا ہوں آخر تیری کیا رائے ہے۔

خریت: میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان دونوں کو اسی وقت بلائیں اور ان کی گردنیں اڑا دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ اس شخص میں نام کو بھی عقل و سمجھ نہیں۔ میں نے اسے جواب دیا خدا کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو عقل سے کور ہے خدا کی قسم! اگر میں ان لوگوں کو قتل کروں گا تو تو ہی مجھ سے آکر کہے گا۔ اے علی رضی اللہ عنہ! اللہ سے ڈران کا قتل تو کسی صورت میں حلال نہیں اس لیے کہ انہوں نے کسی کو قتل نہیں کیا نہ تم سے جنگ کی اور نہ تمہاری اطاعت سے انہوں نے انکار کیا۔

قسم ابن عباس رضی اللہ عنہ کی امارت میں حج:

اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے قسم ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا جیسا کہ احمد بن حنبلہ نے احق بن یسین کے ذریعہ ابو معشر سے نقل کیا ہے اور قسم اور زمانے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے مکہ کے عامل حمہ بن کی گورنری ان کے دوسرے بھائی عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تھی اور تیسرے بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر تھے۔

فراسان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عامل ایک روایت کے مطابق خلید ابن قرظہ الیربوعی تھے اور دوسری روایت کے مطابق عبدالرحمن ابن ابزئی رضی اللہ عنہ تھے۔ شام و مصر میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جانب سے متعین کردہ حکام تھے۔



باب ۲۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقبوضات پر شامی لشکروں کے حملے

۳۹ھ کے واقعات

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا عین اتر پر حملہ:

علی بن محمد بن عوانہ نے ذکر کیا ہے کہ اسی سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو دو ہزار لشکر دے کر عین اتر کی جانب بھیجا یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے مالک بن کعب امیر تھے اور ان کے ساتھ ایک ہزار لشکر تھا۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلحہ خانہ تھا۔ مالک ابن کعب نے اپنے ساتھیوں کو اجازت دے دی کہ تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو اس پر اس کے سب ساتھی اسے چھوڑ کر کوفہ بھاگ آئے اور اس کے ساتھ صرف سو آدمی باقی رہ گئے۔

مالک نے یہ تمام حالات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھ کر روانہ کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور انہیں جنگ پر جانے کا حکم دیا لیکن ان حامیان علی رضی اللہ عنہ میں سے ایک شخص بھی جنگ پر جانے پر آمادہ نہ ہوا۔

ادھر مالک بن کعب اپنے سو آدمیوں کو لے کر نعمان رضی اللہ عنہ کے مد مقابل ہوا۔ نعمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو ہزار کا لشکر تھا مالک نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ شہر کی دیواروں کو اپنے پس پشت کر کے جنگ کرو اس کے علاوہ مالک ابن کعب نے خفیف بن سلیم کو اپنی امداد کے لیے لکھا خفیف وہیں قریب میں تھا۔

الغرض مالک نے اپنے سو سواروں کے ساتھ نہایت سخت جنگ کی ادھر خفیف نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو چھاس سواروں کے ساتھ اس کی امداد کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ لوگ مالک اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچے اور جنگ کی یہ خطرناک حالت دیکھی تو ان لوگوں نے اپنی تلواروں کی نیامیں توڑ ڈالیں اور میدان جنگ میں کود پڑے۔

جس وقت یہ دست پہنچا تو شام کا وقت تھا جب اہل شام نے انہیں آتے دیکھا تو وہ یہ سمجھے کہ امدادی فوج آگئی ہے اس لیے وہ پیچھے ہٹ گئے اور جدھر سے آئے تھے ادھر ہی واپس ہو گئے مالک نے موقع غنیمت جان کر کچھ دور ان کا پیچھا کر کے ان میں سے تین آدمیوں کو قتل کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حییان بن علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت:

عبداللہ بن احمد بن شیبہ الرضی نے اپنے باپ سلیمان عبداللہ بن معاویہ اور عمرو بن حسان کی سند سے بنو فزارہ کے ایک بوڑھے کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ کو دو ہزار لشکر دے کر روانہ کیا نعمان رضی اللہ عنہ عین اتر پہنچے اور اسے لوٹا۔ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک حاکم معین تھا جسے ابن فلال الرازی کہا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ تین سو آدمی تھے اس حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدد کے لیے خط روانہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جنگ پر جانے اور اس کی مدد کرنے کا حکم دیا۔ آپ منبر پر چڑھے۔ میں آپ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا:

”اے اہل کوفہ جب تم یہ سنتے ہو کہ شام کے براہل دستوں میں سے کسی دست نے حملہ کر دیا اور لقاؤں شہر کا دروازہ بند کر دیا ہے تو تم میں سے ہر شخص خوف کے مارے گھر میں اس طرح گھس جاتا ہے جیسے گویہ خطرے کے وقت اپنے بھٹ میں گھس جاتی ہے یہ بچہ اپنی جائے پناہ میں چھپ جاتا ہے دراصل دھوکہ میں تو وہ شخص جلتا ہے جسے تم نے دھوکہ دیا اور جو شخص تمہارے ذریعہ کامیاب ہوا جیسے کوئی نوٹے تیرے کامیابی حاصل کرے تم میں ایسے آزاد آدمی موجود نہیں جو کسی کے چیتنے چلانے کی آواز سن لیں اور نہ تم میں ایسے معتبر بھائی ہیں جن کی اعانت پر بھروسہ کیا جاسکے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون“۔

فتح انبار و مدائن:

علی بن محمد ابن عوانہ کا بیان ہے کہ اسی سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سفیان ابن عوف کو چھ ہزار لشکر دے کر روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ اولاً ہیبت پر حملہ کرے اسے اپنے مقبوضات میں شامل کر لو اور وہاں جو کچھ سامان ملے لوٹ لو۔ پھر آگے بڑھ کر انبار و مدائن پر قبضہ کرو۔

سفیان ابن عوف لشکر لے کر آگے بڑھا اور ہیبت پہنچا اسے وہاں ایک شخص بھی نظر نہ آیا (وہاں سے تمام حامیان علی رضی اللہ عنہ اس کے خوف سے فرار ہو چکے تھے) اس نے ہیبت پر قبضہ کیا پھر انبار کی جانب بڑھا یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلحہ رہتا تھا اور اس کی حفاظت کے لیے پانچ سو آدمی معین تھے لیکن حملہ ہوتے ہی ان میں سے چار سو آدمی فرار ہو گئے صرف سو آدمی باقی رہ گئے۔ سفیان کے لشکر نے ان پر حملہ کیا ان سو افراد نے اپنی قلت کے باوجود ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ سفیان نے اپنے سواروں اور پیدلوں کو حکم دیا کہ ان پر ایک عام حملہ کر کے انہیں ختم کر دو ان لوگوں نے اسلحہ خانہ کے امیر کو قتل کر دیا جس کا نام اشرس بن حسان الکھری تھا اس کے ساتھ تیس آدمی اور مقتول ہوئے۔ سفیان نے انبار کے اسلحہ خانہ پر قبضہ کیا اور لوگوں کے مال بھی اپنے قبضہ میں لے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس لوٹ گیا۔

جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ کوفہ سے چل کر خیلہ آئے۔ حامیان علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ہم آپ کی جانب سے ان لوگوں کے مقابلہ کے لیے کافی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میرے لیے تو کیا کافی ہوتے تو اپنی جانوں کے لیے بھی کافی نہیں۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سعید بن قیس کو سفیان اور اس کے لشکر کے تعاقب میں روانہ کیا سعید انکی تلاش میں ہیبت تک پہنچا لیکن سفیان واپس چاچکا تھا اس لیے وہ اور اس کے لشکر کا کہیں نام و نشان نظر نہیں آیا۔

عبداللہ فزاری کا تاج پر حملہ:

راوی کہتا ہے کہ اسی سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود الغزالی کو سترہ سو آدمیوں کے ساتھ تاج کی جانب روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ جن جن دیہات سے اس کا گزر ہو وہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور جو زکوٰۃ دینے سے انکار کرے اسے قتل کر دے۔ پھر مکہ۔ مدینہ اور حجاز پہنچ کر وہاں بھی زکوٰۃ وصول کرے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے اسے قتل کر دے عبداللہ فزاری کے پاس اس لشکر کے علاوہ اس کی قوم کے لاکھ آدمی بھی جمع ہو گئے۔

مسیب کا فزاری سے مقابلہ:

یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انھوں نے عبداللہ فزاری کے مقابلہ پر مسیب بن نجیدہ الفزاری کو روانہ کیا (اس کے ساتھ ایک ہزار لشکر تھا) مسیب آگے بڑھ کر تین چار ہاں دونوں لشکروں کا آتنا سامنا ہوا اور دونوں لشکروں میں زوال کے بعد تک سخت جنگ ہوتی رہی۔

مسیب نے عبداللہ بن مسعود فزاری پر حملہ کیا اور اس پر تین وار کیے لیکن ہر بار ہاتھ کو خالی واپس کھینچ لیا۔ دراصل مسیب اسے قتل کرنا نہ چاہتا تھا۔ مسیب ہر دفعہ اپنے وار کا اشارہ کر کے کہتا اب بھی نجات مانگ لو۔ ابن مسعود اپنے ساتھیوں کو لے کر قلعہ میں داخل ہو گیا اور باقی جو لوگ اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے وہ شام بھاگ گئے عبداللہ بن مسعود کے ساتھ جوڑ کوڑ کے اونٹ تھے انہیں دیہاتی لے کر فرار ہو گئے۔

مسیب کا شامیوں کو زندہ آگ میں جلانا:

مسیب نے عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کا محاصرہ کر لیا لیکن جب محاصرہ کو تین روز گزر گئے اور اس کا کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہوا تو اس نے ٹکڑیاں جمع کر لیں اور انہیں قلعہ کے دروازہ پر چن کر ان میں آگ دکھادی اور قلعہ میں آگ لگ گئی۔ جب شامیوں نے یہ دیکھا کہ اب ان کی ہلاکت قریب آ پہنچی ہے تو انہوں نے قلعہ کی دیواروں پر سے پکار کر کہا اے مسیب یہ تیری ہی قوم ہے۔

اس بات پر مسیب اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹ گیا اور اسے یہ ناگوار معلوم ہوا کہ اس کی قوم جاؤ و برباد ہو یاں لیے اس نے آگ بجھانے کا حکم دیا۔ جس پر آگ بجھا دی گئی۔

مسیب کی فزاری:

آگ بجھ جانے کے بعد مسیب نے اپنے ساتھیوں سے کہا مجھے ابھی ابھی مجبوروں نے خبر دی ہے کہ شام سے تمہارے مقابلے کے لیے اور لشکر آ رہے ہیں لہذا تم سب ایک مکان میں جمع ہو جاؤ یہ لوگ سب ایک مکان میں جمع ہو گئے جب رات ہوئی تو مسعود اپنے ساتھیوں کو لے کر آرام سے قلعہ سے نکلا اور شام کا رخ کیا یہ دیکھ کر عبدالرحمن بن عسب نے مسیب سے کہا تم ہمیں ساتھ لے کر ان کے تعاقب میں چلو مسیب نے عبداللہ کے تعاقب سے انکار کر دیا جس پر عبدالرحمن بن عسب نے کہا تو نے امیر المؤمنین سے دعوہ کہہ دی کی اور ان کے حکم میں مدافعت کی ہے۔

شعلہ بے اور واقعہ پر حملہ:

اسی سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضحاک بن قیس کو لشکر دے کر روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ واقعہ کے ٹھیکے علاقہ سے گزر دو اور اس علاقہ میں جتنے بھی ایسے دیہاتی نظر آئیں جو علی رضی اللہ عنہ کے مطیع ہوں انہیں لوٹ لو۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضحاک کے ساتھ تین ہزار لشکر روانہ کیا یہ جدھر سے گزرتا لوگوں کے مال چھین لیتا اور جو اعراب علی رضی اللہ عنہ کے حامی ہوتے انہیں قتل کر دیتا۔

ضحاک واقعہ سے آگے بڑھ کر شعلہ بے پہنچا اور وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلحہ خانہ اور لوگوں کا مال لوٹ لیا۔ اسی طرح وہ لوٹ مار کرتا ہوا سقظہ تک پہنچا۔ وہاں اسے عمرو بن حمیس ابن مسعود نظر آیا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سواروں میں شامل ہوا تھا اس کے ساتھ اس

کے گھر والے ابھی تھے یہ لوگ حج کو جا رہے تھے۔ شہاک نے ان سب کو لوٹ لیا اور آگے کوچ کرنے سے روک دیا۔
شہاک کا فرار:

جب حضرت علی جوہرؓ کو یہ واقعات معلوم ہوئے تو انہوں نے حجر بن عدی الکندی کو چار ہزار لشکر دے کر شہاک کے مقابلہ پر روانہ کیا اور انہیں پچاس پچاس درہم دیے حجر نے تدریجاً شہاک سے مقابلہ کیا اور اس کے انہیں آدھی قتل کیے اور حجر کے دو آدمی مارے گئے جب رات ہوئی تو شہاک اور اس کے ساتھی بھاگ گئے اور حجر اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس ہوا۔
امیر معاویہ جوہرؓ کا ساحل و جلد پر حملہ:

اسی سال امیر معاویہ جوہرؓ نے بذات خود جلد کے ساحل پر حملہ کیا اور پورے ساحل کا چکر لگا کر واپس ہوئے۔ یہ ابن سعد کا بیان ہے جو اس نے محمد بن عمرو اور ابن جریج کے ذریعہ ابن ابی ملیکہ سے نقل کیا ہے ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ ۳۹ھ میں امیر معاویہ جوہرؓ نے دریائے جلد کے ساحل کا ایک چکر لگایا۔ احمد بن ثابت نے ابو معشر سے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔

امارت حج پر فریقین کا اختلاف:

اس میں اختلاف ہے کہ اس سال لوگوں کو کس نے حج کرایا۔ بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت علی جوہرؓ کی جانب سے لوگوں کو حج کرانے پر عبید اللہ بن عباسؓ، ثامور کیے گئے تھے اور بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ کو ثامور کیا گیا تھا۔

عمرو بن شہبہ کا بیان ہے کہ ۳۹ھ میں حضرت علی جوہرؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کو روانہ کیا تا کہ وہ لوگوں کو حج کرائیں اور نماز پڑھائیں اور امیر معاویہ جوہرؓ نے معاویہ بن یزید بن شمرۃ الرہادی کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا۔

ابو الحسن کا بیان ہے کہ یہ سب غلط ہے اور عبداللہ بن عباسؓ حضرت علی جوہرؓ کی شہادت تک اپنی امارت کے زمانہ میں کسی سال بھی امیر حج ہو کر نہیں آئے۔ اور امارت حج پر معاویہ بن یزید بن شمرہ نے جس سے جھگڑا کیا تھا وہ قثم ابن العباسؓ تھے ان دونوں امیروں میں اس پر فیصلہ ہوا کہ سب حاجیوں کو حقیقہ بن عثمان نماز پڑھائیں۔

ابو الحسن کا یہ قول ان سے ابو یزید نے نقل کیا ہے اور احمد بن ثابت الرازی نے اسحاق بن عیسیٰ کے ذریعہ ابو معشر کا بھی یہی قول بیان کیا ہے۔

واقعی کا بیان ہے کہ ۳۹ھ میں حضرت علی جوہرؓ نے عبید اللہ بن عباسؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور امیر معاویہ جوہرؓ نے معاویہ بن یزید بن شمرۃ الرہادی کو امیر حج بنایا تھا۔ جب یہ دونوں امیر مکہ پہنچے تو دونوں نے ایک دوسرے کی امارت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا پھر دونوں کا حقیقہ بن عثمان بن ابی طلحہ جوہرؓ کی امارت پر فیصلہ ہوا۔

اس سال حضرت علی جوہرؓ کی جانب سے وہی لوگ تمام علاقوں پر حاکم رہے جو ۳۸ھ میں حاکم تھے سوائے عبداللہ بن عباسؓ کے کہ وہ اس سال بصرہ کی امارت چھوڑ کر کوفہ چلے گئے تھے زیادہ کو جسے زیاد بن ربیعہ بھی کہتے ہیں اپنی جگہ خراج پر متعین کر کے گئے تھے اور ابوالاسود دہلی کو قضا پر مامور کیا تھا۔

باب ۲۲

زیاد کی فارس و کرمان کی جانب روانگی

اس سال جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت علیؓ کے پاس سے بصرہ واپس آئے تو انہوں نے حضرت علیؓ کے حکم سے زیاد کو فارس و کرمان کی جانب روانہ کیا۔

اس کی وجہ یہ پیش آئی تھی کہ جب ابن الحضری قتل کر دیا گیا اور لوگوں نے حضرت علیؓ کی حکم کھانا خلافت شروع کر دی تو اہل فارس اور اہل کرمان نے بھی خراج ادا کرنا بند کر دیا اور اپنے قرب و جوار کے تمام علاقوں پر ان لوگوں نے قبضہ کر لیا اور حضرت علیؓ کے عمال کو وہاں سے نکال باہر کیا۔

زیاد کا فارس و کرمان پر تسلط:

عمر و نے ابوالقاسم اور سلمہ بن عثمان کے حوالے سے علی بن کثیر سے نقل کیا ہے کہ جب اہل فارس نے خراج کی ادائیگی سے انکار کر دیا تو حضرت علیؓ نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ کس شخص کو فارس کی ولایت سونپی جائے تاکہ اسے قبضہ میں رکھا جاسکے۔ جاریہ بن قدامتہؓ نے عرض کیا کہ میں آپ کو ایسا شخص بتاؤں جو نہایت صاب الرائے ماہر سیاست اور ان تمام امور کو بہتر طور پر سمجھنے والے والا ہو جو اس کے سپرد کیے جائیں۔

حضرت علیؓ نے سوال کیا ایسا کون شخص ہے؟

جاریہ بن قدامتہؓ نے جواب دیا وہ زیاد ہے۔

حضرت علیؓ نے جاریہ بن قدامتہؓ سے فرمایا ہاں زیاد اسی قابل ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے اسے فارس و کرمان کی حکومت سونپی اور چار ہزار لشکر دے کر اسے روانہ کیا۔ اس نے ان تمام علاقوں کو ہلا کر رکھ دیا حتیٰ کہ سب فارسی اور کرمانی سیدھے ہو گئے۔

عمر و نے ابوالحسنؓ علی بن جاہد کی سند سے امام ضعی کا قول بیان کیا ہے کہ جب اہل جبال نے عہد توڑ دیا اور خراج دینے سے انکار کر دیا۔ اور حضرت علیؓ کے عامل ہبل بن حنیف کو فارس سے نکال دیا۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا آپ کی جانب سے فارس کا انتقام میں کروں گا اس کے بعد انہیں عباسؓ بصرہ آئے اور زیاد کو ایک بڑا لشکر دے کر فارس روانہ کیا زیاد نے فارسیوں کو اچھی طرح پامال کیا حتیٰ کہ ان سب نے خراج ادا کیا۔

زیاد کی سخاوت:

عمر و نے ابوالحسنؓ ایوب بن مویٰ کے ذریعہ اصطر کے ایک بوڑھے سے نقل کیا ہے۔ وہ اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ زیاد جب فارس کا گورنر تھا تو میں نے اسے دیکھا کہ وہ ہر وقت آگ جلانے رکھتا اور لوگوں کی خاطر وہارات کرتا رہتا۔ حتیٰ کہ تمام لوگوں

نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور اس پر مستقیم ہو ہو گئے وہ کسی وقت بھی جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اہل فارس کہا کرتے تھے ہم نے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو نرمی اور مدارات میں کسرتی تو شیروان کے مانند ہو۔ سوائے اس عراقی نوجوان کے۔

زیاوکی سیاست:

زیاو جب فارس پہنچا تو اس نے وہاں کے رؤسا کو بلایا۔ جن لوگوں نے اس کی مدد کی ان سے بہت سے وعدے کیے۔ اور ان پر بہت سے احسانات کیے اور خاقین کو ڈرایا دھمکایا۔ اس نے فارسیوں کو فارسیوں ہی کے ذریعہ ختم کیا اور ایک کے دوسرے پر عیوب ظاہر کر کے انہیں باہم لڑایا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک جماعت تو بھاگ گئی دوسری جماعت جو وہاں مقیم رہی انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کیا اس طرح وہ پورے فارس پر قابض ہو گیا اور اسے کسی جگہ بھی لشکر کشی اور جنگ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ کرمان میں بھی اس نے یہی طریقہ اختیار کیا جب وہ کرمان سے واپس آیا تو فارس کے اکثر علاقہ کا دورہ کیا اور لوگوں پر احسانات کیے لوگ اس سے مطمئن ہو گئے اور تمام شہر اور علاقے اس کے قبضہ میں آ گئے اس کے بعد وہ اصلطغر گیا اور اصلطغر اور بیضا کے درمیان ایک قلعہ بنایا جس کا نام قلعہ زیاو تھا اور تمام خزانہ یہاں اٹھالایا۔

زیاوہ کے بعد منصور ابیشکری نے اس قلعہ میں کچھ ترمیم کی اس کے بعد یہ قلعہ منصور کے نام سے مشورہ ہو گیا۔



باب ۲۳

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حجاز و یمن پر حملہ

بسر بن ابی ارقطہ رضی اللہ عنہ کی حجاز کی جانب روانگی:

اس سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ابی ارقطہ کی ماتحتی میں تین ہزار جنگجو حجاز کی جانب روانہ کیے۔

زیاد بن عبد اللہ ابہکائی نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ ناشوں کے فیصلہ کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ابی ارقطہ رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر حجاز کی جانب روانہ کیا۔ یہ بسر رضی اللہ عنہ بنو عامر بن لوی میں سے تھا۔ یہ لشکر نے کرشام سے نکلا اور مدینہ پہنچا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے اس وقت مدینہ کے گورنر حضرت ابوالاعباس انصاری رضی اللہ عنہ تھے ابوالجوب رضی اللہ عنہ ڈر کر بھاگ گئے اور کوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے بسر بن ابی ارقطہ رضی اللہ عنہ لشکر لیے ہوئے مدینہ میں داخل ہوا۔

راوی کہتا ہے کہ مدینہ میں ایک شخص نے بھی اس کا مقابلہ نہیں کیا وہ منبر پر چڑھ کر اور چلا کر بولا: اے دینار اے بھار اے زریق! میرا امام کہاں ہے میرا امام کہاں گیا جس سے تم نے کل عہد کیا تھا۔ وہ کہاں ہے؟ یعنی عثمان رضی اللہ عنہ۔

اس کے بعد کہا: اے اہل مدینہ اگر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے عہد نہ لیا ہوتا تو میں مدینہ کے ایک ایک بالغ کو قتل کر داتا۔ پھر اس نے اہل مدینہ سے بیعت لی اور بنو سلمہ خاندان کے پاس کھلا کر بھیجا کہ تمہارے لیے میرے پاس کوئی امان نہیں۔ اور نہ میں تم سے اس وقت تک بیعت لوں گا جب تک تم جاہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو حاضر نہ کرو۔

حضرت جاہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ام المومنین زوجہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا اے ام المومنین رضی اللہ عنہ آپ کی کیا رائے ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا اور یہ ظاہر ہے کہ یہ گمراہی کی بیعت ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری رائے تو یہ ہے کہ تم اس کی بیعت کر لو۔ میں نے اپنے بیٹے عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس کی بیعت کا حکم دیا ہے میں نے اپنے داماد عبد اللہ بن زعمہ رضی اللہ عنہ کو اس کی بیعت کا حکم دیا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہ جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی اولاد تھیں عبد اللہ بن زعمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر حضرت جاہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیستہ مسجد آئے اور بسر بن ابی ارقطہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

بسر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں کئی مکانات گروائے اس کے بعد اس نے مکہ کا رخ کیا حضرت ابومویٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ مجھے قتل نہ کر دے لیکن بسر رضی اللہ عنہ نے ان سے کھلو کر بھیجا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکتا اس نے ابومویٰ رضی اللہ عنہ سے درگزر کیا۔

اس سے قبل حضرت ابومویٰ رضی اللہ عنہ نے یمن لکھا تھا کہ یہاں معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک لشکر بھیجا گیا ہے اور جو شخص اس کی حکومت کا انکار کرتا ہے اسے قتل کر دیتا ہے۔

بسر جوڑنے کا یمن پر حملہ اور ہویعان علی رضی اللہ عنہ کا قتل:

اس کے بعد بسر جوڑنے یمن کا رخ کیا۔ اس وقت یمن پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے عبید اللہ بن عباسؓ تھے جب انہیں بسر جوڑنے کی آمد کا علم ہوا تو وہ بھاگ کر کوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے اور اپنی جگہ یمن پر عبید اللہ بن عبد المطلبؓ کا زاری کو اپنا چالشیں کرتے بسر جوڑنے نے یمن پہنچ کر عبید اللہ بن عبد المطلبؓ اور اس کے لڑکے کو قتل کر دیا راہ میں بسر جوڑنے کو عبید اللہ بن عباسؓ نے بیٹے کے گھر والے ملے جن میں عبید اللہ کے دو بیٹے بھی تھے اس نے ان دونوں بچوں کو ذبح کر دیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسے یہ دونوں بے نوکانہ کے ایک شخص کے پاس ملے جب اس نے ان دونوں کو قتل کرنا چاہا تو کنانی نے کہا ان بچوں کا کیا قصور ہے جو ان دونوں کو قتل کرنا چاہتا ہے اگر تو انہیں واقعہ قتل کرنے پر آمادہ ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے بسر جوڑنے نے جواب دیا ہاں میں ایسا ہی کروں گا چنانچہ اس نے پہلے کنانی کو قتل کیا پھر ان بچوں کو قتل کیا اور اس کے بعد شام کی جانب لوٹ گئے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کنانی نے مقابلہ کیا حتیٰ کہ لڑتا لڑتا مارا گیا اور یہ دو بچے جو بسر جوڑنے نے قتل کیے تھے ان میں سے ایک کا نام عبد الرحمن اور دوسرے کا نام تھا۔ بسر جوڑنے نے یمن میں ہویعان علی رضی اللہ عنہ میں سے ایک بڑی جماعت کو قتل کیا۔

جاریہ جوڑنے کا نجران کو آگ لگانا اور عثمانیوں کا قتل عام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب بسر جوڑنے کے حملہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے جاریہ ابن قدامہ جو بسر جوڑنے اور وہب بن مسعود کو دو ہزار لشکر دے کر روانہ کیا۔ جاریہ جوڑنے اپنا لشکر لے کر نجران پہنچا اور پورے شہر کو جلا کر خاک کر دیا اور حضرت عثمان جوڑنے کے حامیوں میں سے بہت سے لوگوں کو پکڑ کر قتل کیا بسر جوڑنے اور اس کے ساتھی شام بھاگ گئے۔

اہل مکہ سے زبردستی بیعت:

جاریہ جوڑنے اس کی تلاش میں چلا اور یمن سے مکہ پہنچا اور انہیں حکم دیا کہ ہماری بیعت کرو اہل مکہ نے جواب دیا امیر المؤمنین تو ہلاک ہو چکے ہیں اب ہم کس کی بیعت کریں اس نے جواب دیا جس کی ہویعان علی رضی اللہ عنہ بیعت کریں اسی کی تم نا معلوم بیعت کر لو یہ بات اہل مکہ کو بہت گراں گزری۔ لیکن مجبوراً انہوں نے بیعت کر لی۔

اس کے بعد جاریہ جوڑنے یند کی جانب بڑھا۔ وہاں لوگوں کو حضرت ابو ہریرہ جوڑنے نماز پڑھاتے تھے۔ ابو ہریرہ جوڑنے جاریہ جوڑنے کے خوف سے مدینہ چھوڑ کر چلے گئے جب جاریہ جوڑنے کو یہ معلوم ہوا تو کہنے لگا خدا کی قسم! اگر میں اس بلی والے کو پالینا تو اس کی گردن اتار لیتا۔ پھر اہل جاریہ جوڑنے نے اہل مدینہ سے کہا کہ حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرو اہل مدینہ نے حضرت حسن جوڑنے کی بیعت کی۔

جاریہ جوڑنے اس روز مدینہ میں مقیم رہا پھر کوفہ لوٹا۔ جب یہ چلا گیا تو ابو ہریرہ جوڑنے مدینہ واپس آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اسلامی حکومت کی دو حصوں میں تقسیم فریقین کا باہمی معاہدہ:

اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ جوڑنے کے درمیان جنگ ہندی کا فیصلہ ہوا۔ باہمی طویل خط و کتابت رہی۔ کتاب کی

طوالت کے خوف سے ہم اس خط و کتابت کو نظر انداز کرتے ہیں۔ فیصلہ یہ قرار پایا کہ باہمی جنگ بندی کر دی جائے عراق علی رضی اللہ عنہ کی حکومت میں شمار ہوگا اور شام معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں اور دونوں فریق ایک دوسرے کے علاقہ پر نہ لشکر کشی کریں گے اور نہ کسی قسم کی غارتگری چاہیں گے۔

زیاد بن عبد اللہ نے ابو اسحاق سے نقل کیا ہے جب دونوں فریقین میں سے کسی نے بھی دوسرے کی اطاعت قبول نہیں کی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا اگر تم چاہو تو ایسا کرو کہ عراق کی حکومت تمہارے حصہ میں ہو اور شام کی میرے حصہ میں تاکہ اس امت سے کوار رک جائے اور مسلمانوں کے خون نہ بہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر شام اور اس کے گرد و نواح کی دیکھ بھال کرتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ملک عراق اور اس کے گرد و نواح کا انتظام کرتے۔



حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اختلافات

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بصرہ سے مکہ روانگی

عام اہل سیر کہتے ہیں کہ اس سال یعنی ۴۰ھ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے لیکن بعض اہل سیر نے اس کا انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما برابر بصرہ کے عامل رہے حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ اس وقت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے۔

بصرہ چھوڑنے کی وجوہات:

عمرو بن شعبہ نے ابو جحیف اور سلیمان بن ابی راشد کے ذریعہ عبدالرحمن بن عبید ابوالکلو دے نقل کیا ہے کہ ایک بار عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ابوالاسود دغلی کے پاس گزرے اور اسے دیکھ کر فرمایا:

”اگر تو چو پایوں میں سے ہوتا تو ادب ہوتا۔ اور اگر چہ واپا ہوتا تو چراگاہ کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا اور نہ تو اپنی رفتار اور طریقہ کار کو بہتر بنا سکتا تھا۔“

ابوالاسود دغلی کی ابن عباس رضی اللہ عنہما پر الزام تراشی:

اس بات پر ابوالاسود دغلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس مضمون کا ایک خط تحریر کیا:

”اما بعد! اللہ تعالیٰ نے آپ کو گمران، ذمہ دار اور امانت دار حاکم بنایا ہے ہم نے آپ کا بار بار امتحان لیا اور آپ کو امت کا بزدل، مست آمین اور رعایا کا خیر خواہ پایا۔ آپ دنیا سے تو ہاتھ کھینچتے ہیں اور رعایا کو خوب دیتے ہیں نہ آپ رعایا کا مال کھاتے ہیں اور نہ آپ کارشت سے کوئی تعلق ہے۔ آپ کے بھائی اور گورنر آپ کی اطلاع کے بغیر وہ رقم کھا گئے ہیں جو ان کے پاس امانت تھی میں آپ سے یہ بات ہرگز مخفی نہیں رکھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے آپ جو رائے پسند فرمائیں وہ مجھے تحریر کریں۔“ والسلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوالاسود کو یہ جواب تحریر فرمایا:

”اما بعد! تم جیسا آدمی امام اور امت دونوں کے لیے مجسمہ خیر خواہی ہے۔ تم نے امانت کا حق ادا کیا اور راہ حق دکھائی میں نے تمہارے امیر کو اس بارے میں لکھا ہے اور اس میں تمہارے خط کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ تمہاری نظر میں اگر ایسی باتیں آئیں جو امت کی بہبود کا سبب ہوں تو مجھے ضرور مطلع کرنا۔ تمہارا یہی فرض ہے اور تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے۔“

اس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی خط تحریر کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ایک مختصر سا جواب تحریر فرمایا:

”اما بعد! آپ کو جو اطلاعات پہنچی ہیں وہ سب غلط ہیں۔ میں اپنے زیر تصرف مال کا دیگر لوگوں سے زیادہ محافظ اور منتظم ہوں آپ بدگمانوں کی باتوں کی ہرگز تصدیق نہ کیجیے۔“ والسلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دوسرا مسئلہ:

یہ خط پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دوسرا مسئلہ تحریر کیا:

”اما بعد اتم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے کتنا جز یہ وصول کیا اور کہاں سے وصول کیا اور کہاں خرچ کیا؟“۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا استغناء:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب اس طرح تحریر فرمایا:

”میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ تک جو یہ بات پہنچی ہے کہ میں نے اس شہر کے لوگوں کے مال پر قبضہ کر لیا ہے تو آپ نے اس غلط اطلاع کو بہت اہمیت دے دی ہے۔ لہذا آپ جسے مناسب سمجھیں اسے یہاں کا حاکم بنا کر بھیج دیں میں اس حکومت

کو چھوڑتا ہوں۔“۔ والسلام

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا رد عمل:

اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ماموؤں بنو ہلال بن عامر کو بلا دیا۔ شحاک بن عبداللہ ہلالی اور عبداللہ بن رزین ابن ابی عمرو الہلالی ان کے پاس آئے۔ پھر ان کی مدد کے لیے بنو قیس بھی جمع ہو گئے اور ان کی حمایت سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تمام خزانہ اٹھوا لیا۔

ابوزید نے ابو عبید اللہ سے نقل کیا ہے کہ خزانہ میں مال کافی جمع ہو چکا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ تمام جمع شدہ مال اٹھا لیا اس طرح مال غنیمت کا تمام فہم لے کر چلے گئے۔ جب لوگوں کو مال پر قبضہ کرنے کی اطلاع ملی تو قیس بولا۔ خدا کی قسم! یہ مال اس کے پاس ہرگز نہ جائے نہ دیا جائے گا یہ کہیں سے کہیں ہم اپنی نگاہوں کے سامنے یہ مال جائے دیں۔

صبرہ بن شیمان الدسانی نے ازدیوں سے کہا خدا کی قسم! قبیلہ قیس اسلام میں ہمارا بھائی ہمارا پڑوسی اور دشمن کے مقابلہ میں ہمارا مددگار ہے جو مال اس وقت تمہارے بھائیوں کے ہاتھ میں جا رہا ہے اگر وہ ہمیں مل بھی جائے تب بھی وہ تھوڑا ہے اور یہ لوگ کل کو وقت پڑنے پر مال سے زیادہ بہتر ثابت ہوں گے۔

ازدیوں نے صبرہ سے سوال کیا تمہاری کیا رائے ہے؟

صبرہ نے جواب دیا تم ان کی محارمت نہ کرو اور ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ اس پر ازدیوں نے اس کی اطاعت کی اور وہ واپس لوٹ گئے۔ قبیلہ بنی بکر اور بنی عبد القیس نے بھی صبرہ کی رائے کی موافقت کی۔ انہوں نے آپس میں کہا صبرہ کی رائے بہت بہتر ہے۔ تم بھی اس میں محارم نہ ہو۔

قبیلہ تمیم بواہم انہیں ہرگز مال نہ لے جانے دیں گے اور ان سے جنگ کریں گے۔

اس پر اخف ابن قیس نے انہیں سمجھایا اور کہا جن لوگوں کا ان سے خونی رشتہ بہت دور کا ہے انہوں نے جنگ سے رُہنہ کیا لیکن تمہارا ان سے رشتہ زیادہ قریبی ہے تمہیں ہرگز مزاحمت نہ کرنی چاہیے۔

نوحیم بولے خدا کی قسم! ہم تو ان سے ضرور جنگ کریں گے اور مال نہ لے جانے دیں گے۔

اخف نے جواب دیا تو پھر میں اس معاملہ میں تمہارا کوئی ساتھ نہیں دے سکتا۔ میں تو ان لوگوں کی راہ میں حائل نہ ہوں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ نوحیم میں سے ابن الحجاج نے بنو بلال کا راستہ روکا اور ان سے جنگ کی جس پر سخاک ہذلی نے ابن الحجاج پر حملہ کر کے اس کے نیزہ مارا۔ اور عبداللہ بن رزین الحجاج کو چپٹ گیا اور دونوں قتل ہو گئے۔ پھر بنو رزین پر گریز پڑا اور بہت سے آدمی زخمی ہوئے لیکن کوئی مقتول نہیں ہوا۔

فہس میں جن لوگوں کا حصہ تھا وہ بولے ہم اس جنگ میں شریک نہ ہوں گے ہم نے انہیں اور لوگوں کو چھوڑ دیا ہے خواہ یہ باہم لڑیں یا ایک دوسرے کو قتل کر دیں۔ اس کے بعد یہ لوگ نوحیم سے بولے۔ ہم تم سے زیادہ لڑیں گے کہ ہم نے اپنا حق اپنے چچا زاد بھائیوں کے لیے چھوڑ دیا ہے اور تم اس پر لڑ رہے ہیں۔ ان لوگوں نے مال بھی اٹھا لیا اور ان کے حامی بھی موجود ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ان کی رائے پر چھوڑ دو اور اگر تم پسند کرو تو واپس ہو جاؤ۔ یہ لوگ واپس چلے گئے اور ابن عباس بنی ہاشم آدھیوں کے ساتھ مکہ چلے گئے۔

ابوزید کہتا ہے کہ ابو عبیدہ کا یہ خیال تھا۔ اگرچہ اس کی یہ رائے میں نے اس سے خود نہیں سنی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک بصرہ میں رہے پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس وقت تک رہے جب تک ان میں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں صلح نہیں ہوئی اس صلح کے بعد بصرہ واپس گئے وہاں ان کے گھر والے تھے ابن عباس رضی اللہ عنہ انہیں لے کر اور بیت المال سے کچھ تھوڑا سامان لے کر مکہ چلے گئے اور بولے یہ میرا روزینہ ہے۔

ابوزید کہتا ہے کہ ابو عبیدہ کے اس قول کا میں نے ابو الحسن سے ذکر کیا۔ اس نے انکار کیا اور کہا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح کے وقت عبیدہ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس تھے نہ کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔



حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

تاریخ شہادت کا اختلاف:

اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت عمل میں آئی ان کی شہادت کی تاریخ میں اختلاف ہے احمد بن حنبل نے اسحاق ابن عیسیٰ کے ذریعہ ابو معشر سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز سترہ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہوئے۔ یہی واقعہ کا قول ہے جیسا کہ حارث نے ابن سعد کے ذریعہ واقعہ سے نقل کیا ہے۔

ابوزید نے علی بن محمد کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں جمعہ کے روز گیارہ رمضان کو شہید ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ رمضان ختم ہونے میں سترہ روز باقی تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ربیع الاول ۴۰ھ میں شہید ہوئے۔

قتل کے اسباب:

موسیٰ ابن عبد الرحمن السمری نے ابو عبد الرحمن الحرانی کے ذریعہ اسماعیل بن راشد کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ ابن ملجم برک بن عبد اللہ اور عمرو بن بکر اسی نے ایک جگہ جمع ہو کر معاملات پر غور و فکر کیا اور ان تینوں نے حکام کے طرز عمل پر نکتہ چینی کی اس کے بعد عمرو بن بکر اور ان کے لوگوں (خارجی) کا ذکر کیا اور ان کے لیے انہوں نے رحمت اور مغفرت کی دعا کی اور بولے ہم ان لوگوں کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ لوگ ایسے بھائی تھے کہ جو لوگوں کو پروردگار کی طرف دعوت دیتے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کیا کرتے تھے۔ کیوں نہ ہم اپنی جانوں کو اللہ کے ہاتھ فروخت کر دیں اور ان گمراہ اماموں کے پاس جائیں اور ان کے قتل کی کوشش کریں (گمراہ اماموں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مراد ہیں) اس طرح تمام علاقہ کے لوگوں کو ان سے چھٹکارا مل جائے گا اور ہم اپنے بھائیوں کا انتقام بھی لے لیں گے۔

اس پر ابن ملجم نے کہا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے تمہیں چھٹکارا ملے گا۔ یہ ابن ملجم مصر کا باشندہ تھا۔ برک بن عبد اللہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ لیا اور عمرو بن بکر نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے قتل کا۔ ان تینوں نے اللہ کو حاضر ناظر کر کے باہم معاہدہ کیا کہ ہم میں سے ہر ایک نے جس شخص کے قتل کا ذمہ لیا ہے وہ اپنے عہد سے پیچھے نہ بٹے گا۔ یا تو اس شخص کو قتل کر دے گا یا خود قتل ہو جائے گا ان لوگوں نے اپنی تلواروں کو زہر میں بچھایا اور ان تینوں صحابہ کے قتل کے لیے سترہ رمضان متعین کی گئی اور اس کے بعد یہ تینوں ان تینوں صحابہ کے قتل کے لیے روانہ ہو گئے۔

مہر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سر:

ابن ملجم المرادی کا شمار بونکدہ میں ہوتا تھا۔ یہ شخص کوفہ پہنچا اور وہاں اپنے ہم قوم اور دوست اصحاب سے ملا لیکن اس راز کو اس نے سینہ میں چھپائے رکھا اور اپنی قوم اور دوستوں سے بھی اس کا کہیں ذکر نہیں کیا تا کہ کہیں راز پہلے سے فاش نہ ہو جائے۔

ایک روز اس نے بنو تیم الرباب کے کچھ آدمیوں کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے اپنے مقتولوں کا ذکر کر رہے ہیں جو حضرت علی

جہنم نے جنگ نہروان میں ان کے دس افراد قتل کیے تھے۔ اسی روز تیم الرباب کی ایک عورت سے ملا جس کا نام قطمہ بنت ابیہہ الحنظلہ تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہروان کی جنگ میں اس کے باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا۔ یہ عورت حسن و جمال میں گاندہ روزگار تھی ابنِ مسلمہ نے جب اسے دیکھا تو اپنی عقل کو بیضا اور جس کام کے لیے آیا تھا وہ بھی بھول گیا۔ اور اسے پیغام نکاح دیا۔

قطمہ نے جواب دیا میں اس وقت تک تجھ سے شادی نہیں کر سکتی جب تک تو میرے لیے کیے کی آگ نہ بجھا دے۔ ابنِ مسلمہ نے پوچھا: وہ کس طرح؟ قطمہ نے جواب دیا۔ تین ہزار درہم ایک غلام اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قتل۔

ابنِ مسلمہ : کیا یہ تیرا میر ہوگا؟

قطمہ : ہاں! یہ میرا میر ہوگا۔ میں علی رضی اللہ عنہ کا سر چاہتی ہوں اگر تو نے ایسا کیا تو تو اپنا اور میرا دونوں کا دل خنڈا کرے گا اور عیش سے زندگی گزارے گا اور اگر تو قتل ہو گیا تو اللہ کے پاس جو اجر ہے وہ دنیا اور دنیا کی زینت سے بہت بہتر ہے۔

ابنِ مسلمہ : خدا کی قسم! میں اس شہر میں علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہی کے لیے آیا ہوں میں تیری ہر خواہش پوری کر دوں گا۔
قطمہ : میں یہ چاہتی ہوں کہ تیرے ساتھ کوئی ایسا شخص ہو جو تیری پشت پناہی اور مدد کر سکے۔ اس کے بعد قطمہ نے اپنی قوم تیم الرباب کے ایک شخص کو جس کا نام وردان تھا طلب کیا اس کے سامنے یہ منصوبہ رکھا۔ اس نے اسے قبول کیا۔

انتقامی کارروائی:

اس کے بعد ابنِ مسلمہ بنو اشجع کے ایک شخص کے پاس گیا جس کا نام حبیب بن بجرہ تھا اور اس سے کہا کیا تو دنیا اور آخرت کی عزت و کرامت کا طلب گار ہے؟

حبیب : وہ کس طرح؟

ابنِ مسلمہ : وہ عزت و شرافت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے حاصل ہو سکتی ہے۔

حبیب : تیری ماں تجھے روئے تو نے بہت ہی بری بات زبان سے نکالی ہے۔ تو علی رضی اللہ عنہ پر کیسے قابو پا سکتا ہے؟
ابنِ مسلمہ : میں مسجد میں چھپ کر بیٹھ جاؤں گا جس وقت علی رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لیے نکلے گا ہم اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیں گے اس کے بعد اگر کریم صبح گئے تو ہمارے دل خنڈے ہو جائیں گے اور ہم اپنے مقتولوں کا بدلہ بھی لے لیں گے اور اگر ہم قتل ہو جائیں گے تو اللہ کے پاس ہمارے لیے جو اجر وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

حبیب : تجھ پر انفس اگر علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور شخص تیرا نشانہ ہوتا تو مجھے اتنا شاق نہ گزرتا تو یہ بھی جانتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر قتلے مصائب برداشت کیے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ساتھ دینے میں انہوں نے سبقت کی ہے۔ میرا دل ان کے قتل پر مطمئن نہیں۔

ابنِ مسلمہ : تو یہ بات تو جانتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہروان کو قتل کیا تھا اور یہ سب نیک بندے تھے۔

حبیب : کیوں نہیں؟

ابن ملجم: تو ہم ان لوگوں کو ضرور قتل کریں گے جنہوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے۔

اس بات پر حشوب نے بھی ابن ملجم کی حمایت کا وعدہ کیا۔ یہ سب مل کر قتل عام کے پاس پہنچے وہ جامع مسجد میں احکاف میں بیٹھی تھی ان سب نے اس سے جا کر کہا ہم سب نے علی جوئیہ کے قتل پر اتفاق کر لیا ہے۔

قتل عام نے کہا جس روز قتل کرنا چاہو اس روز میرے پاس آنا۔

جب اس جمعہ کی شب آئی جس کی صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ ابن ملجم قتل عام کے پاس پہنچا اور بولا

بہنیں و درات ہے جس کی صبح کو ہم لوگوں نے اپنے اپنے ساتھی کے قتل کا عہد کیا تھا۔

اس کے بعد قتل عام نے ریشم کی ایک پٹی منگائی اور ان لوگوں کے سروں پر باندھ دی ان لوگوں نے اپنی اپنی تلواریں نیش اور

اس چوکھٹ کے قریب جھٹ گئے جہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صبح کے وقت

نماز کے لیے نکلے تو حشوب نے آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا جو دروازے کی چوکھٹ یا طاق پر پڑا۔ ابن ملجم نے پیشانی پر وار کیا اور

وردان بھاگ کر اپنے گھر میں گھس گیا۔ اسی کے باپ کی اولاد میں سے ایک شخص اس کے گھر چاٹک پہنچ گیا۔ وہ اپنے سینہ سے ریشم

کی پٹی اتار رہا تھا اس نے سوال کیا یہ تلوار اور ریشم کی پٹی کیسی ہے۔ وردان نے اس سے تمام واقعہ بیان کیا وہ شخص اپنے گھر گیا اور تلوار

لے کر آیا اور وردان کو قتل کر دیا۔

حشوب اندھیرے میں ہونکہندہ کے گھروں کی طرف چلا گیا۔ لوگ اس کے پیچھے چلائے راہ میں اسے حضرموت کا ایک شخص ملا

جس کا نام عومیر تھا جب اس نے حشوب کے ہاتھ میں تلوار دیکھی تو اسے پکڑ لیا اور حضرمی نے اسے نیچے گرادی لیکن جب اس نے یہ

دیکھا کہ لوگ ادھر اس شخص کی تلاش میں دوڑے ہوئے آ رہے ہیں۔ تو حضرمی کو اپنی جان کا خوف پیدا ہوا اس نے حشوب کو چھوڑ دیا

اور حشوب لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا اور اس طرح اس کی جان بچ گئی۔

ابن ملجم کو لوگوں نے گھیر کر پکڑ لیا اور ہمدان کے ایک شخص نے جس کی کنیت ابوداؤد تھی اپنی تلوار نکال کر ابن ملجم کے پاؤں پر

ماری اور اس کا پاؤں کاٹ ڈالا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر پیچھے ہٹے اور اپنی جگہ جمعہ بن مہرقہ ابن ابی وہب کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ انہوں نے لوگوں کو صبح

کی نماز پڑھاائی۔

نماز کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قاتل کو میرے پاس لاؤ۔ قاتل حاضر کیا گیا آپ نے اس سے فرمایا اے اللہ کے دشمن

کیا میں نے تجھ پر احسانات نہ کیے تھے؟

ابن ملجم: کیوں نہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: پھر آخروہ کیا شے ہے جس نے تجھے میرے قتل پر ابھارا۔

ابن ملجم: میں چالیس روز تک استقامت کرتا رہا اور اللہ سے سوال کرتا رہا کہ اس کی مخلوق میں جو شخص بدترین خلائق ہو وہ قتل ہو

جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو میرا خیال ہے کہ وہ قاتل بھی تو ہی ہے اور تو ہی وہ بدترین خلائق ہے۔

ابن مکنم کے خیالات:

لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے پیش آنے سے قبل ایک روز ابن مکنم بنو بکر بن وائل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا۔ یہ مرنے والا ابو جابر انصاری بن جابر العللی تھا اور یہ شخص نصرانی تھا۔ عیسائی اس جنازے کے ارد گرد تھے اور اس مرنے والے کی لوگوں کے دلوں میں نہایت عزت تھی۔ اس لیے سب لوگ ایک جنازے کے ارد گرد تھے اور اس مرنے والے کی لوگوں کے دلوں میں نہایت عزت تھی۔ اس لیے سب لوگ ایک جنازے کے ساتھ چارہے تھے انہی میں شقیق بن ثور بھی تھا۔ ابن مکنم نے سوال کیا کہ یہ کیوں لوگ ہیں اور کیا بات ہے لوگوں نے اس سے تمام واقعہ بیان کیا اس پر ابن مکنم نے یہ اشعار پڑھے۔

لَيْسَ حِمَاؤُ حِجَارٍ لَّنْ اَبْخَرُ مُسْلِمًا لَقَدْ بَوَّعَتْ مِنْهُ حَسَنَاءُ اَبْخَرُ
بِئْسَ خِيَارٌ: "اگر چارہ بن ابجر مسلمان ہوتا تو اس کا جنازہ لوگوں سے دور ہوتا۔

وَ اِنْ حِمَاؤُ حِجَارٍ لَّنْ اَبْخَرُ خَمِيْرًا فَمَا يَمْلُ هَذَا مِنْ كُفُوْرٍ يَسْتَكْبِرُ
بِئْسَ خِيَارٌ: اگر یہ چارہ بن ابجر کافر ہے تو اس سے بڑا کوئی کافر و مکر نہیں۔

اَتَرَضَوْنَ هَذَا اِنْ قَبِلْنَا وَ مُسْلِمًا حَبِيْبًا لَّذِي نَعِشُ قِيَابُحٍ مُنْطَرٍ
بِئْسَ خِيَارٌ: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمیں اور دیگر مسلمان اس کی لاش کے گرد جمع ہوں۔ یہ کتنا برا منظر ہے۔

فَسَوَّ لَا اَلَّذِي اَتَوَى نَفْسُكَ جَمْعُهُمْ بِاَبْخَرٍ مُسْئِلٍ الدُّبَابِ مُشْهَرٍ
بِئْسَ خِيَارٌ: اگر میں نے ایک ارادہ نہ کر لیا ہوتا تو میں ان کے جمع کو ایک جنگی اور کائے والی تلوار سے متفرق کر دیتا۔

وَلَكِنِّي اَتَوَى بِذَلِكَ وَ سَبِيْلَةً اِلَى اللّٰهِ اَوْ هَذَا فَعَسَا ذَاكَ اَوْ ذَكَرَ
بِئْسَ خِيَارٌ: اگر میں نے اس ارادہ کو اللہ کی قربت کا وسیلہ نہ بنایا ہوتا تو پھر میں اسے اختیار کر کے چھوڑ دیتا۔

محمد بن حنفیہ کا بیان:

محمد ابن حنفیہ کا بیان ہے کہ جس صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا میں اس رات جامع مسجد میں تمام رات نماز میں مشغول رہا اور دیگر لوگ بھی جو مصرعے کے باشندے تھے چوکت کے قریب نمازوں میں مشغول رہے ان لوگوں نے تمام رات قیام ورکوع اور سجدوں میں گزاری۔ اور شروع رات سے آخر رات تک قطعاً نہیں سوئے۔

جب صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لیے نکلے تو ان لوگوں کو آواز دی نماز۔ نماز یعنی نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات چوکت سے نکل کر کہے تھے یا چوکت کے اندر کہے تھے ہاں میں اتنا جانتا ہوں کہ میں نے ایک چمک دیکھی اور میں نے یہ الفاظ سے اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں اور حکم کا سے علی رضی اللہ عنہ نہ تھے اختیار ہے اور نہ میرے ساتھیوں کو میں نے ایک تلوار دیکھی۔ پھر دوسری تلوار دیکھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ تم سے یہ شخص بچ کر نہ نکل جائے اور لوگوں پر ہر جانب سے نوٹ پڑے کچھ دیر نہ گزری تھی کہ ابن مکنم کو پکڑ لیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رو بہ و پیش کہا گیا میں بھی لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے جان کے بدلے جان ہے اگر میں مر جاؤں تو تم بھی اسے اسی طرح قتل کر دینا جیسے اس نے مجھے قتل کیا ہے اور اگر میں زندہ باقی رہ گیا تو اس کے بارے میں خود فیصلہ کروں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خرید و فروخت:

راوی کہتا ہے کہ لوگ گھبراہٹ ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے انہیں مطلع کیا اور یہ واقعہ اس وقت ہوا جب کہ ابن ابی نمجم کو باندھ کر لوگوں نے ان کے سامنے پیش کیا تو ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے ابن ابی نمجم سے مخاطب ہو کر کہا اے اللہ کے دشمن! تو نے میرے باپ کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ اللہ تجھے رسوا کرے۔

ابن ابی نمجم نے جواب دیا تم کس شخص پر روتی ہو کیا اس شخص پر جسے میں نے ایک ہزار میں خریدا ہے اور ایک ہزار میں زبردیا ہے اگر یہ مار تمام شہر والوں پر بھی پڑ جاتی تو ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انصاف:

جندب بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ اگر آپ ہم سے روپوش ہو جائیں اور خدا نہ کرے کہ ایسا ہو تو کیا ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہ میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں تم لوگ زیادہ مناسب سمجھ سکتے ہو۔ جندب نے دو بار سوال کیا تو آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان سے فرمایا:

”میں تم دونوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تم دونوں دنیا کو ہرگز تلاش نہ کرنا خواہ دنیا تم سے بغاوت کیوں نہ کرے اور جو شے تم سے ہٹا دی جائے اس پر رونا نہیں ہمیشہ حق بات کہنا۔ یتیموں پر رحم کرنا۔ پریشان کی مدد کرنا۔ آخر کی تیاری میں مصروف رہنا۔ ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے حامی رہنا اور کتاب اللہ کے احکامات پر عمل کرنا۔ اللہ کے دین میں کسی غلامت کرنے والے کی غلامت سے نہ گھبراتا۔“

پھر محمد بن حنفیہ کی جانب دیکھ کر فرمایا میں نے تیرے بھائیوں کو جو نصیحت کی ہے تو نے اسے سن کر محفوظ کر لیا۔ محمد نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا:

”میں تجھے بھی وہی نصیحت کرتا ہوں جو تیرے بھائیوں کو کی ہے اس کے علاوہ میں تجھے یہ وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کی عزت و توقیر تو کرنا اور ان دونوں کے اس اہم حق کو ملحوظ رکھنا جو ان کا تیرے ذمہ ہے ان دونوں کے حکم کی پیروی کرنا اور ان کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔“

اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”میں تم دونوں کو بھی محمد کے ساتھ سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔“

پھر خاص طور پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر انہیں نصیحت فرمائی:

”اے میرے بیٹے! تیرے لیے میری وصیت یہ ہے کہ تو اللہ سے ڈرنا۔ نماز وقت پر ادا کرنا۔ زکوٰۃ کو اس کے مصروف میں خرچ کرنا اور وضو اچھی طرح کرنا کیونکہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ اور زکوٰۃ روکنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ہر وقت گناہوں کی مغفرت طلب کرنا۔ غصہ چینا۔ صلہ رحمی کرنا۔ جاہلوں سے بردباری سے کام لینا۔ دین میں تھکے حاصل

کرنا، ہر کام میں ثابت قدمی دکھانا، قرآن کو لازم پکڑے رہنا۔ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا اور برائیوں سے بچنا۔“

وصیت:

جب وفات کا وقت آیا تو لوگوں کو وصیت فرمائی:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم ایہ وہ وصیت ہے جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ وہ اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرمادیں خواہ یہ بات مشرکوں کو بری کیوں نہ معلوم ہو۔ یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا اور میں تابع فرمان لوگوں میں سے ہوں۔

اے حسن رضی اللہ عنہ میں تجھے اور اپنی تمام اولاد اور اپنے تمام گھروالوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا پروردگار ہے اور اس بات کی کہ تم صرف اسلام کی حالت میں جان دینا ہے تم سب مل کر اللہ کے دین کو مضبوط تمام لو اور باہم متفرق نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ میں نے ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔ باہم ایک دوسرے سے تعلق رکھنا اور ان کی اصلاح ٹھکانا، نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے تم اپنے تمام رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا اس سے اللہ تم پر حساب نرم فرما دے گا۔ یتیموں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا۔ نہ تو انہیں اتنا موقع دینا کہ وہ اپنی زبان سے تم سے مدد طلب کریں نہ تمہاری موجودگی میں پریشانی میں مبتلا ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور اللہ سے پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں ڈرو۔ کیونکہ تمہارے نبی ﷺ کی نصیحت ہے۔ آپ ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کی وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ ہمیں یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں حضور پڑوسیوں کو وارث بھی نہ بنا دیں۔ قرآن کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کیوں قرآن پر عمل کرنے میں تمہارے اخیار تم سے سبقت نہ لے جائیں نماز کے معاملہ میں بھی اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے تم اپنے پروردگار کے گھر (مسجد) کے معاملہ میں بھی اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو اور کسی وقت بھی جب تم زندہ رہو اسے خالی نہ چھوڑو کیونکہ اگر اسے خالی چھوڑ دیا گیا تو وہاں کوئی نظر نہ آئے گا اور جہاد کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ زکوٰۃ کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ پروردگار کے فضلہ کو بھجائی ہے اپنے نبی کی ذمہ داری کے لیے بھی اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ تمہارے موجود ہوتے ہوئے کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اپنے نبی کے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں وصیت فرمائی ہے۔ غرادر اور مساکین کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو انہیں اپنی روزیوں اور کھانے میں شریک کرو۔ اپنے غلاموں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ نماز ادا کرو اور نماز ادا کرو دین کے معاملہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرنا اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے گا اور تمہارے خلاف بغاوت کرے گا تو اللہ تمہیں کافی ہوگا لوگوں سے نیک بات کہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے امر بالمعروف اور نہی

عن ابن عمر کہ ترک نہ کرو اگر تم اسے ترک کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر برے لوگوں کو حاکم بنا دے گا پھر تم دعا کرو گے اور تمہاری دعا نہیں قبول نہ ہوں گی۔ صلہ رحمی کرو اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ پشت دکھانے، قطع رحمی اور تفرقہ اندازی سے احتراز کرو۔ بیعتی اور تقویٰ کے معاملے میں ایک دوسرے کی اعانت کرو اور نافرمانی اور سرکشی میں کسی کی اعانت نہ کرو اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری تمہارے اہل بیت کی حفاظت کرے جیسے اس نے تمہارے نبی کریم ﷺ کی تم میں حفاظت کی تھی۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتا ہوں۔“

شہادت اور تکفین و تدفین:

اس کے بعد آپ ﷺ لا الہ الا اللہ پڑھنے میں مشغول رہے حتیٰ کہ طائر روح عالم بالا کو پرواز کر گیا آپ کی شہادت رمضان ۴۰ھ میں ہوئی۔ آپ کو آپ کے بیٹوں حسن و حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے غسل دیا تین کپڑوں میں آپ کو لٹکھن دیا گیا جس میں ٹھیکر نہ تھی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ میں نو تکبیرات کہیں پھر چھ ماہ تک حضرت حسن رضی اللہ عنہ والی رہے۔

قاتل کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو قاتل کے مشد سے منع فرمایا اور پھر فرمایا:

”اے بنی عبدالمطلب کہیں تم میری وجہ سے مسلمانوں کے خون نہ بہا دینا۔ اور یہ کہتے پھر دو کہ امیر المومنین قتل کر دیئے گئے ہیں۔ سوائے میرے قاتل کے کسی کو قتل نہ کرنا“ اے حسن رضی اللہ عنہ! اگر میں اس کے وار سے مر جاؤں تو تو بھی قاتل کو ایک ہی وار سے قتل کرنا کیونکہ ایک وار کے بدلے میں ایک وار ہونا چاہیے اور اس شخص کا مشد نہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرما تے سنا ہے کہ تم لوگ مشد سے احتراز کرو خواہ وہ ہاؤ لے کتے ہی کا کیوں نہ ہو۔“

قاتل کا انجام اور وصیت کی خلاف ورزی:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کو طلب کیا ابن ملجم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کیا تم ایک اچھا کام کرنے پر آمادہ ہو اور وہ یہ کہ میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ میں اسے ضرور پورا کروں گا وہ عہد میں نے عظیم کے قریب کیا تھا کہ میں علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو ضرور قتل کروں گا یا خود اس کو شمشیر میں مارا جاؤں گا اگر تم یہ پسند کرو تو مجھے معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے جھوڑ دو اور میں تجھ سے اللہ کے نام پر عہد کرتا ہوں کہ اگر میں اسے قتل نہ کروں یا اسے قتل کر کے زندہ بچاؤں تو تیرے پاس آ کر تیرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کام کے لیے تجھے ہرز نہیں جھوڑ سکتا کہ تو آگ کو اور بھڑکا دے اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسے آگے بڑھ کر قتل کر دیا۔ پھر لوگ اس کی لاش کو چپت گئے اور اس کی بوئیاں کر کے آگ میں ڈال دیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ:

جس رات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وار کیا گیا اسی رات برک بن عبداللہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے لیے گھات میں بیٹھا تھا۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے نکلے تو ان پر کنوارے حملہ کیا اس کا وار ان کے گھوڑوں پر پڑا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ

بڑھ کر اسے پکڑ لیا قاضی نے کہا میرے پاس ایک ایسی خبر ہے جس کے سننے سے آپ خوش ہو جائیں گے اور اگر میں آپ سے وہ خبر
یہ سن کر دوں گا تو آپ کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا وہ خبر بیان کرو۔

برک نے جواب دیا آج میرے بھائی نے علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہوگا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: کاش! اتیرا بھائی ان پر قدرت نہ پائے۔

برک: کیوں نہیں۔ اس لیے کہ علی رضی اللہ عنہ جب باہر نکلتے ہیں تو ان کے ساتھ کوئی محافظ نہیں ہوتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے

قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ساعدی کو طلب کیا یہ ایک طبیب تھا اس نے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زخم کو دیکھا تو

کہا اے امیر تم دو ہاتھوں میں سے ایک بات پسند کر لو یا تو میں لوہا جلا کر اس زخم کی جگہ پر لگا دیتا ہوں یا آپ اسے پسند کر لیں کہ میں

آپ کو پیسے کے لیے ایک ایسا شربت دوں جس سے آئندہ آپ کے کوئی اولاد نہ ہو۔ کیونکہ تلوار ہر آن لوتھی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آگ تو میں برداشت نہیں کر سکتا۔ رہا اولاد نہ ہونا تو بڑے اور عبداللہ بنی دو نوں سے میری آنکھیں

غٹھدی ہو جائیں گی۔ طبیب نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ شربت پلا دیا جس سے وہ شفا یاب ہو گئے لیکن آئندہ ان کے کوئی اولاد نہ

ہوئی۔

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسجد میں محرابیں تعمیر کرنے کا حکم دیا راتوں کو پہرہ دار متعین کیے اور جس وقت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سجدے میں جاتے تو پولیس کے آدمی گنگی تلواریں لیے ہوئے ان کی حفاظت کرتے۔

خارجہ ابن حذافہ رضی اللہ عنہ کا قتل:

اسی رات عمرو بن بکر بھی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے گھات میں بیٹھا رہا۔ لیکن صبح کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے نہیں

آئے کیونکہ ان کے پیٹ میں تکلیف تھی۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا یہ ان کے محافظ

دست میں تھے اور بنو عامر بن لوی کے خاندان میں سے تھے یہ نماز پڑھانے کے لیے نکلے عمرو بن بکر نے انھیں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

سمجھ کر ان پر حملہ کر دیا اور انہیں قتل کر دیا لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تمام لوگ عمرو رضی اللہ عنہ کو

اس طرح سلام کر رہے تھے جیسے حاکم کو سلام کیا جاتا ہے۔ عمرو بن بکر نے پوچھا یہ کون شخص ہیں لوگوں نے جواب دیا یہ عمرو بن

العاص رضی اللہ عنہ ہیں۔

عمرو بن بکر: تو پھر میں نے کسے قتل کیا ہے۔

لوگ: خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو۔

عمرو بن بکر: اے قاتل! (یعنی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) خدا کی قسم! میں نے تو تیرے علاوہ کسی کا ارادہ نہ کیا تھا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: ہاں تو نے میرا ارادہ ضرور کیا تھا لیکن اللہ نے تو خارجہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ کیا تھا۔

اس کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اسے قتل کیا۔ جب اس واقعہ کی خبر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے عمرو بن

العاص رضی اللہ عنہ کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

وَقَدْ لَ وَ أَتَابَ الْخَنَاءَ أَخِيْرَةً مَبِيَّةٌ شَيْخٌ مِّنْ لُّؤَيٍّ ابْنِ عَالِبٍ
ترجمہ: ”مقتل تو ایک ہی ہوا ہے اگرچہ موت کے اسباب بہت سے ہیں موت تو صرف لوی بن غالب کے شیخ کی آئی ہے۔

فَيَا عَمْرُ مَهْلًا إِنَّمَا أَنْتَ عَثَرٌ وَ صَاحِبُهُ ذُو الرِّجَالِ الْآقَارِبِ
ترجمہ: اے عمرو جلدی نہ کرنا تو بھڑکا تو بھی تو خارجہ رضی اللہ عنہ کا چچا ہے اور دیگر رشتہ داروں کو چھوڑ کر اس کا دوست ہے۔

نَحْوَتٌ وَ قَدْ بَلَ الْمُرَادِيُّ مَبِيَّةٌ مِّنْ رَّسِي ابْنِ شَيْخِ الْأَنْبَاطِ صَالِبٍ
ترجمہ: تو نے تو قتل سے نجات پائی اور مرادی نے اپنی گوار کو مکہ کے سردار ابو غالب کے بیٹے کے خون سے تر کر لیا ہے۔

وَ تَبْطِرُ بُسْبِي بِالسَّيْفِ أَجْرٌ مُّثْلُهُ فَكُنَانَتْ عَلَيْنَا بَلَكُ حُرَّةٌ لَا رِبِ
ترجمہ: اس کے دوسرے بھائی نے بھی تلواری ماری لیکن ہم پر یہ تلوار اچھتی ہوئی پڑی۔

وَ أَنْتَ ثَنَاءٌ كُفْلٌ يُّؤَمُّ وَ لَيْلَةٌ بِمَضْرُكٍ يَبْطِضُ أَهْلُ الْفُؤَادِ
ترجمہ: لیکن تو دن رات مصر میں ہر نیوں کی طرح چوکریاں بھرتا پھرتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا افسوس:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر ملی تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

فَالْقَتْلُ غَضَاهَا وَ اسْتَفْرَتْ بِهَا النُّوْى كَمَا قَرَعَتْهُ بِأَلْأَتَابِ الْمُسَافِرِ

ترجمہ: ”اس نے اپنی لاشی تک دی ہے اور جدائی کو توڑا دل گیا ہے جس طرح مسافر کی آنکھیں داپھی سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔“

اس کے بعد سوال کیا کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے لوگوں نے جواب دیا: عمار کے ایک شخص نے۔ انہوں نے اس پر دوسرا شعر

کہا۔

فَإِنَّ بَلَكُ نَائِبًا قَلْبُكَ نَعَاهُ غُلَامٌ لَّيْسَ فِىهِ الشَّرَابُ

ترجمہ: ”وہ دور تھا اس کی موت کی خبر ایک لڑکے کے آئی۔ افسوس! کہ اس کے منہ میں مٹی کسی نے نہ بھری۔“

اس پر حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا کہہ رہی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

جواب دیا میں تو (سب واقعات) بھول گئی تھی۔ لیکن جب میں بھول جایا کروں تو تم یاد دلادیا کرو۔

ان کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سفیان بن عبد شمس بن ابی وقاص اثر ہری نے لے کر گئے تھے۔

ابن ابی میاس کا مرثیہ:

ابن ابی میاس مرادی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل پر یہ مرثیہ کہا:

وَ نَحْنُ حُرَّةٌ نَّأْتِيَا لَكَ الْخَيْرَ خَيْرًا أَبَا حَسَنِ مَّامُومَةٍ فَتَفْطِرًا

ترجمہ: ”ہم نے تیرے لیے ایک بہتر شخص حیدر رضی اللہ عنہ کو مارا جس کی کنیت ابو حسن رضی اللہ عنہ ہے ہم نے اس کی کھوپڑی پر مارا جس سے

اس کی کھوپڑی پھٹ گئی۔“

وَنَحْنُ خَلَقْنَا مُلْكَهُ مِنْ يَطْلَامِهِ بِضَرْبَةِ سَيْفٍ إِذْ عَلَا وَتَحَبَّرَا
 ترجمہ: ہم نے اس کے ہاتھ سے اس کا ملک چھین لیا۔ گوار کی ایسی مار سے کہ جب وہ بلند ہوتی ہے تو کاٹ کر چھینک دیتی ہے۔
 وَنَحْنُ بِكَرَامٍ فِي الصَّبَاحِ أَعْرُةٌ إِذِ الْمَوْتُ بِالْمَوْتِ أَرْقَدَى وَتَأَزَّرَا
 ترجمہ: اور ہم صبح کے وقت معزز و شریف تھے کیونکہ موت تو ابس جا چکی تھی۔

ابن ابی میاس کا دوسرا مرثیہ:

وَلَمْ أَرْ مَهْرًا سَافَهُ دُونَ سَاحَةِ كَهْمِهِ قِطَامٍ مِنْ فَيْصِحٍ وَأَعْصَمِ
 ترجمہ: "میں نے اتنا قیمتی مہر کسی عرب اور غیر عرب کا نہیں دیکھا جیسا کہ قظام کا مہر تھا۔

ثَلَاثَةُ الْأَفْ وَ عِبْدٌ وَ قَبْلَهُ تَمِينَ بَرَارٍ دَرَاهِمُ أَيْكٍ غَلَامٍ بَانَدِيٍّ أَوْ جَنْجَلِيٍّ كَوَارِ سَعِيٍّ جَلِيلِيٍّ كِي مَارِ
 ترجمہ: تین ہزار درہم ایک غلام ایک باندی اور ججنلی گوار سے علی رضی اللہ عنہ کی مار۔

فَلَا مَهْرَ أَعْلَى مِنْ عِلَى وَإِنْ عَلَا وَلَا قَتْلَ إِلَّا ذُوْنَ قَتْلِ ابْنِ مُلْجَمِ حَيْرَ امْرِئٍ خَوَّاهُ كَتَايَ كِيُونِ نَدَوُ عَلَى جَلِيلِيٍّ سَعِيٍّ يَسِيٍّ بُوْهَ سَكَا أَوْ نَدَوُ كِي قَتْلِ ابْنِ مُلْجَمِ كَيْ سَعِيٍّ بُوْهَ سَكَا ہے۔"

ابو الاسود دلی کا مرثیہ:

أَلَا أَيْلُغُ مَعَاوَنَةَ ابْنِ حَرْبٍ فَلَا قَرِثَ عُيُودُ الشَّامِيَيْنَا
 ترجمہ: "معاویہ بن حرب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچا دو۔ خدا کرے شامیوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں۔

أَيْسَى شَهْرِ الصِّيَامِ فَحَفَعْتُمُونَا بِخَيْرِ النَّاسِ طَرًّا أَمْعِيْنَا
 ترجمہ: کیا تم نے ہمیں روزوں کے مہینے میں گھبراہٹ میں ڈالا ہے اس شخص کے ذریعہ جو تمام لوگوں میں سب سے بہتر تھا۔

فَقَلْنُمُ خَيْرَ مَنْ رَكِبَ الْمَطَايَا وَرَحَلَهَا وَمَنْ رَكِبَ الشَّيْئَا
 ترجمہ: جتنے لوگ سوار یوں کے کہاؤں اور کشتیوں پر سوار ہوئے تم نے ان میں سب سے بہتر شخص کو قتل کیا ہے

وَمَنْ بَسَّ السَّعَالِ وَمَنْ خَدَّاهَا وَمَنْ قَرَأَ الْمَنَاسِي وَالتَّيْنَا
 ترجمہ: اب کون چہل پہنے گا اور کون انہیں ٹانگے گا اور کون مٹائی اور مین کی خلافت کرے گا۔

إِذَا اسْتَقْبَلْتَ وَجْهَ أَبِي حُسَيْنٍ عَجَبًا رَأَيْتَ الْبَدْرَ رَافِعَ الشَّاطِرِيْنَا
 ترجمہ: جب حیرے سامنے ابوسعین رضی اللہ عنہ کا چہرہ آیا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ چودھویں کا ایک چاند ہے جو دیکھنے والوں کو بھار رہا ہے۔

لَقَدْ غَلِيَمَتْ قُرَيْشٌ حَيْثُ كَانَتْ بِأَنْتَكَ خَيْرُهَا حَسَبًا وَدِينًا
 ترجمہ: قریش یہ خوب جانتے ہیں کہ تو ان میں حسب و نسب کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر:

اس میں اختلاف ہے کہ قتل کے وقت آپ کی عمر کیا تھی بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ اسی سال کی عمر میں قتل کیے گئے۔

مصعب ابن عبد اللہ کا بیان ہے کہ حضرت حسن مجتبیٰ فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد انھوں نے اس کی عمر میں شہید کیے گئے۔ بعض روایات کا بیان ہے کہ اس وقت آپ کی عمر پینسٹھ سال کی تھی۔

ابوزید نے ابوالحسن ایوب بن عمر بن ابی عمرو کے حوالے سے جعفر صادق کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ جو پینسٹھ سال کی عمر میں شہید کیے گئے اور یہی سب سے زیادہ صحیح روایت ہے۔

عمر نے یحییٰ بن عبد الحمید الحمائی شریک کی سند سے ابواسحاق کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ جو پینسٹھ سال کی عمر میں شہید کیے گئے۔ (ایک قول ستر سال کا بھی ہے)

ہشام کا قول ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ جب خلیفہ ہوئے تو ان کی عمر انھوں سال کچھ ماہ تھی اور تین۔ وہ کم پانچ سال تک ان کی خلافت رہی۔ پھر انہیں ابن مہکم نے قتل کیا۔ اس کا نام عبدالرحمن بن عمرو تھا۔ آپ کا قتل ستر و رمضان کو ہوا اور چار سال نو ماہ آپ نے خلافت کی اور ۴۰ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں شہید کیے گئے۔

حارث نے ابن سعد کے ذریعہ محمد بن عمرو کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ جو پینسٹھ سال کی عمر میں جمعہ کی صبح کو ستر و رمضان ۴۰ھ میں شہید کیے گئے اور دارالامارت میں جامع مسجد کے قریب دفن کیے گئے۔

حارث نے ابن سعد کے ذریعہ محمد بن عمرو کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ جب شہید ہوئے۔ اور جمعہ اور ہفتہ کے دن حیات رہے اور یکشنبہ کی رات میں جب کہ رمضان ختم ہونے میں گیارہ راتیں باقی تھیں (یعنی ۱۹/ رمضان ۴۰ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی)

حارث نے ابن سعد محمد بن عمر علی بن عمر ابوبکر السمری عبداللہ بن محمد بن عقیل کی سند سے محمد بن حنفیہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ستر و الحجاب میں فرمایا یہ ۸۱ھ شروع ہو چکا ہے اور اس وقت میری عمر پینسٹھ سال ہے۔ اس وقت میری عمر میرے والد کی عمر سے بڑھ گئی ہے لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ ان کی قتل کے وقت کیا عمر تھی محمد بن حنفیہ نے جواب دیا تریسٹھ سال۔

حارث نے ابن سعد کے ذریعہ محمد بن عمرو کا قول اسی طرح نقل کیا ہے اور یہی ہمارے نزدیک صحیح ہے۔

مدت خلافت:

امام ابن ثابت نے اسحاق ابن عیسیٰ کے ذریعہ ابومعشر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے تین۔ وہ کم پانچ سال خلافت فرمائی۔

ابو حارث نے ابن سعد کے ذریعہ محمد بن عمرو کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کی مدت خلافت تین۔ وہ کم پانچ سال تھی۔

ابوزید نے ابوالحسن نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کی مدت خلافت چار سال نو ماہ ایک دن کم یا ایک روز زیادہ تھی۔

حلیہ مبارک:

حارث ابن سعد محمد ابن عمر ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ کی سند سے اسحاق ابن عبداللہ بن ابی فروہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی (امام باقر) سے سوال کیا کہ حضرت علی مرتضیٰ کا حلیہ کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا درمیانہ قد تھا رنگ نہایت سبزه رنگ تھا آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ بڑا پیٹ تھا۔ لیکن قد رانہ تھی کی طرف مائل تھا (دراصل چوڑی تھی اور سر اور داڑھی سے

ہاں شہید ہو گئے تھے)

نسب و خاندان:

آپ کا اسم رami علی بن ابی طالب جو حضرت فاطمہ آپ کے والد ابو طالب کا نام عبد مناف تھا۔ اور عبد المطلب بن ہاشم ابن عبد مناف کے بیٹے تھے آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو اسد بن ہاشم ابن عبد مناف کی صاحبزادی تھیں۔

ازواج و اولاد:

۱۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت فاطمہؓ جو بنت رسول اللہ ﷺ سے شادی فرمائی اور ان کی موجودگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت علیؓ جو حضرت فاطمہؓ کے بیٹے سے حضرت حسنؓ جو حضرت حسینؓ کے بیٹے اور ایک لڑکا جس کا نام محسن تھا پیدا ہوا ہے محسن کم عمری میں انتقال کر گئے۔ دو صاحبزادیاں یعنی زینب الکبریٰ اور ام کلثومؓ بنیں پیدا ہوئیں۔

۲۔ حضرت علیؓ جو حضرت فاطمہؓ کے بیٹے سے بعد ام المومنین بنت حزام سے شادی فرمائی ام المومنین ابو اکل بن خالد بن ربیعہ بن الوحید بن کعب بن عامر بن کلاب کی والدہ تھیں ان سے حضرت علیؓ جو حضرت عباسؓ جو حضرت عبداللہ اور عثمانؓ پیدا ہوئے عباسؓ کے علاوہ بقیہ بیٹوں لڑکے حضرت حسینؓ کے ساتھ کر بلا میں شہید کیے گئے۔

۳۔ ایک شادی لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربیعہ ابن سلمیٰ بن جندل بن بھطل بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید منافق ابن جمہ سے کی ان سے عبید اللہ اور ابو بکر پیدا ہوئے ہشام بن محمد کا قول ہے کہ یہ دونوں لڑکے حضرت حسینؓ کے ساتھ طف میں رہے گئے۔ محمد بن عمر کا کہنا ہے کہ عبید اللہ بن علیؓ جو حضرت کوثر ابن ابی عبید نے ہذا میں قتل کیا تھا اور محمد بن عمر یہ بھی کہتا ہے کہ عبید اللہ اور ابو بکر سے حضرت علیؓ جو حضرت علیؓ کے کوئی اولاد باقی نہیں رہی۔

۴۔ ایک شادی اسماء بنت عمیس سے فرمائی بقول ہشام ابن محمد ان سے یحییٰ اور محمد الاصغر پیدا ہوئے۔ لیکن ان دونوں کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حادث نے ابن سعد کے ذریعہ واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ جو حضرت علیؓ کے یہاں اسماء سے یحییٰ اور محمد پیدا ہوئے اور محمد الاصغر بعض مؤرخین کے نزدیک ایک ام ولد سے پیدا ہوئے تھے یہی واقدی کا قول ہے نیز واقدی کہتا ہے کہ محمد الاصغر حضرت حسینؓ کے ساتھ قتل کیے گئے۔

۵۔ ایک زوجہ صہبا تھیں جن کی کنیت ام حبیبہ تھیں یہ ام حبیبہ ربیعہ ابن نجیر ابن العبد بن علقمہ بن الحارث بن عبدہ ابن سعد بن زبیر بن جشم بن بکر بن حبیب بن عمرو بن غنم ابن تغلب ابن وائل کی لڑکی تھیں یہ حضرت علیؓ کی باندی تھیں (ام ولد) یہ ان قیدیوں میں سے تھیں کہ جب حضرت خالد بن الولیدؓ نے مین التمر پر حملہ کیا اور بنو تغلب کو شکست دے کر انہیں قیدی بنایا۔ ان سے عمر اور قیدیہ پیدا ہوئیں ان عمر بن علیؓ کی عمر پچاسی سال ہوئی اور حضرت علیؓ جو حضرت علیؓ کی آدمی میراث انہوں نے حاصل کی منیع میں ان کا انتقال ہوا۔

۶۔ آپ کی ایک زوجہ امامہ بنت ابی العاصؓ بن ربیعہ ابن عبد العزیٰ بن عبد شمس ابن عبد مناف تھیں ان کی والدہ حضرت زینبؓ جو بنت رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں ان سے آپ کے یہاں محمد الاوسط پیدا ہوئے۔

۷۔ خولہ بنت جعفر ابن قیس ابن سلمہ بن عبیدہ ابن معلقہ ابن الدول بن حذیفہ بن نجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل۔ ان سے محمد اکبر پیدا ہوئے جنہیں محمد بن الحنفیہ کہا جاتا ہے انہوں نے طائف میں انتقال کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۸۔ ایک زوجہ ام سعیدہ عروۃ ابن مسعود ابن محب بن مالک اٹھی تھیں ان سے ام الحسن اور ملکہ الکرہی پیدا ہوئیں۔ آپ کے اور بھی لڑکیاں مختلف ماؤں سے پیدا ہوئیں جن کی ماؤں کے نام یہیں معلوم نہیں ہو سکتے ان کے نام یہ ہیں ام بانی، میمونہ زینب الصغریٰ، رملہ الصغریٰ، ام کلثوم الصغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام انکرام، ام سلمہ، ام جعفر، جہانہ اور نفیسہ یہ لڑکیاں مختلف ماؤں سے پیدا ہوئیں۔

۹۔ ایک زوجہ حیات بنت امرئ القیس ابن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن عیلم تھیں جو بنی کعب سے تھیں ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو عیلم بن کعب سے نکاح کر لی گئی تھی تو مسجد جایا کرتی تھیں لوگ اسے چھیڑنے کے لیے پوچھتے تھے کہ تیرے ماموں کون ہیں تو وہ جواب دیتی کہ وہ ہیں بنی کعب (اور کعب کتے کو کہتے ہیں اور ایک خاندان کا نام بھی ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشت سے چودہ لڑکے اور ستر لڑکیاں ہوئیں۔

حادث نے ابن سعد کے ذریعہ واقعہ سے سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی پانچ لڑکوں سے اولاد چلی۔ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، محمد بن عبد اللہؓ، عباس بن النکاحؓ اور عمر بن النکاحؓ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اعمال:

بصرہ پر آخری سال میں بھی عبداللہ بن عباسؓ سے ملے۔ ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس میں روایت کا اختلاف ہے۔ الفرض تمام صدقات اور لشکروں کا انتظام انہی کے سپرد تھا اور یہ حضرت علیؓ کے آخری وقت تک معاون رہے جب ابن عباسؓ بصرہ سے کہیں اور شریف لے جاتے تو اپنی جگہ پر کسی کو نائب کر جاتے جہاں کہیں اس سے پہلے بیان کر چکا ہوں۔ حضرت علیؓ کے جانشین کی جانب سے بصرہ کی فضا پر ابوالاسود دہلی تھے اور یہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ بصرہ کی گورنری زیادہ کس طرح ملی اور کیوں اسے فارس کی جنگ اور خراج کی وصول پابی کے لیے روانہ کیا گیا زیادہ میں نقل کیا گیا اور آخر وقت تک وہ اپنی جگہ پر قائم رہا۔

بحرین اس کے قرب و جوار کے علاقہ یمن اور اس کے سامنے کے علاقہ پر عبید اللہ بن عباسؓ نے مامور تھے حتیٰ کہ ان کا اور بصرہ میں ارعاعہ بن عوفؓ کا معاملہ پیش آیا جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔

طائف و مکہ اور ان کے قرب و جوار کے علاقہ پر قثم بن العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عامل تھے۔

مہینہ پر حضرت ابویوب انصاریؓ تھے ایک قول یہ ہے کہ کھل بن حنیف تھے ابویوبؓ اس وقت تک عامل رہے جب تک کہ بسر ہجرت نہ پہنچا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ:

جس بن عبد الاعلیٰ نے وہب ابن امی وعب عباس ابن الفضل مولیٰ بنی ہاشم فضل کے حوالہ سے ابن ابی رافع کا یہ قول نقل کیا

ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے بیت المال کا خزانچی تھا کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے اور ان کی ایک بیٹی بنی سوسری سامنے آئی تو اسے بیت المال کا ایک موتی پہنے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موتی کو پہچان لیا اور فرمایا اس کے پاس یہ کہاں سے آیا ہے خدا کی قسم اب مجھ پر اس کا ہاتھ کاٹنا لازم ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کا پتہ ارادہ کر لیا تو میں نے عرض کیا اے امیر المومنین خدا کی قسم میں اس اپنی بہن کو خود پہنا یا تھا اگر میں نہ دیتا تو یہ کہاں سے حاصل کر لیتی تب حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش ہوئے۔

اسماعیل بن موسیٰ القزازی نے عبدالسلام ابن حرب اور ناجیۃ القرشی کے اپنے چچا یزید بن عدی ابن عثمان کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبیلہ ہمدان سے نکلنے دیکھا جب باہر نکلے تو وہ ہمتیں باہم لڑ رہی تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں جماعتوں کے درمیان گھس گئے اور دونوں کو چھوڑ کر دیا ابھی کچھ دور گئے تھے کہ انہوں نے یہ آواز سنی ”کوئی مددگار ہے کوئی مددگار ہے“۔ جلدی جلدی فوراً دھڑاپے سے چلتے چلتے آپ کے جوتوں کی آوازیں سن رہا تھا اور فرما رہے تھے تیرے پاس تیرا مددگار آ گیا وہاں جا کر دیکھا تو ایک شخص دوسرے کو چھوٹا ہوا تھا آپ کو دیکھ کر ان میں سے ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین میں نے اسے یہ کپڑا نو درہم میں فروخت کیا تھا اور یہ شرط کی تھی کہ مجھے بے کار اور رکھے ہوئے درہم نہ دے گا اور اس وقت لوگ یہی شرط لگایا کرتے تھے۔ میں اس کے پاس یہ درہم لے کر آیا تاکہ یہ انہیں تبدیل کر دے اس نے انکار کیا میں نے اس سے اصرار کیا تو اس نے میرے طمانچہ مارا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے طمانچہ مارنے والے سے کہا اس کے درہم بدل دے اور دوسرے شخص سے کہا اس بات پر گواہ لاؤ کہ اس نے تمہارے طمانچہ مارا ہے وہ گواہ لے کر آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے طمانچہ مارنے والے کو بٹھا دیا اور مظلوم سے فرمایا اس سے قصاص لے لو مظلوم نے جواب دیا اے امیر المومنین میں نے اسے معاف کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تو حیران کن پورا کرنے کا ارادہ کیا تھا پھر اس ظالم کے کوکڑے مارے اور فرمایا یہ حاکم کی جانب سے سزا ہے۔

محمد بن عمارۃ الاسدی نے عثمان بن عبدالرحمن الاصہبانی، مسعودی، ناجیۃ کو سند سے ناجیۃ کے باپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم محل کے دروازے پر مقیم تھے کہ ہمارے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہم نے جب انہیں آتے دیکھا تو ان کی حیثیت سے ان کے سامنے سے ہٹ گئے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے تو ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے وہ ابھی کچھ دور چلے تھے کہ انھوں نے آواز دی ”کتی“ ہے اللہ کے واسطے کوئی مددگار“ آپ نے دیکھا کہ دو آدمی باہم لڑ رہے ہیں آپ نے دونوں کے سینوں پر ہاتھ مار کر پیچھے ہٹا دیا اور ان دونوں سے فرمایا ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ۔

ان میں سے ایک شخص نے عرض کیا امیر المومنین اس نے مجھ سے ایک بکری خریدی تھی اور شرط یہ تھی کہ یہ مجھے خراب اور ردی درہم نہ دے گا لیکن اس نے مجھے ایک کھوٹا درہم دیا ہے میں نے اسے وہ درہم واپس کیا تو اس نے مجھے طمانچہ مارا۔

آپ نے دوسرے سے سوال کیا تم کیا کہتے ہو۔ اس نے جواب دیا امیر المومنین یہ سچ کہتا ہے آپ نے اس سے فرمایا اچھا پہلے اپنی شرط پوری کرو۔ جب شرط پوری ہو گئی تو طمانچہ مارنے والے کو بٹھا دیا اور مظلوم سے کہا اس سے قصاص لے لو۔ مظلوم نے سوال کیا کیا قصاص لوں یا معاف کر دوں آپ نے فرمایا اس کا تجھے اختیار ہے الغرض اس ظالم کو معاف کر دیا گیا جب وہ وہاں سے کچھ دور چلا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا اسے پکڑ کر یہاں لاؤ لوگ اسے پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لائے آپ نے

اس کی پشت پر اسی طرح کوئی چیز رکھ دی جیسے کھینے پر ہنسنے والے بچوں کی پشت پر رکھی جاتی ہے (یعنی کان پکڑوا کر اوپر سے پشت پر کوئی چیز رکھ دی) پھر اس کو نوکڑے مارے اور فرمایا یہ اس شخص کی جنگ عزت کی سزا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

ابن سنان اقرار نے ابو عاصم، سکین بن عبد العزیز، حفص بن خالد کی سند سے ابو خالد بن جابر کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ قتل کئے گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔

تم نے رات ایک شخص کو قتل کر دیا ہے ایسی رات جس میں قرآن نازل ہوا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اٹھائے گئے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت یوشع علیہ السلام ابن نون شہید کیے گئے خدا کی قسم جو لوگ پہلے گزرے ہیں وہ بھی علی رضی اللہ عنہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور نہ وہ لوگ جو بعد میں آئیں گے۔ خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ انھیں لشکر دے کر روانہ فرماتے اور جبریل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام ان کے دائیں بائیں ہوتے خدا کی قسم نہ انھوں نے کچھ سونا چھوڑا ہے اور نہ کچھ چاندی چھوڑی ہے صرف آٹھ سو یا سات سو درہم اپنے خادم کے لیے چھوڑے ہیں۔



انکس سوره القدر کے نام مروجین

۱) شیخ صدوق	۱۳) سید حسین مہاسر رحمت	۲۵) نگہ پادشاه حق حسین	۲۷) اموی
۲) طار مہاسر	۱۴) نگہ پادشاه مہاسر رضوی	۲۶) سید مہاسر حسین	۲۸) نگہ پادشاه مہاسر
۳) طار مہاسر حسین	۱۵) سید نظام حسین زیدی	۲۷) نگہ پادشاه مہاسر	۲۹) نگہ پادشاه حسین
۴) طار سید علی لنگی	۱۶) سید نظام زیدی	۲۸) سید علی	
۵) نگہ پادشاه پادشاه رضوی	۱۷) سید مہاسر رضوی کا قریب	۲۹) سید مہاسر سلطان	
۶) نگہ پادشاه مہاسر رضوی	۱۸) سید مہاسر	۳۰) سید مہاسر حسین	
۷) نگہ پادشاه مہاسر	۱۹) سید مہاسر رضا	۳۱) سید مہاسر حسین نقوی	
۸) نگہ پادشاه مہاسر رضوی	۲۰) سید مہاسر حسین نقوی	۳۲) نگہ پادشاه حسین	
۹) نگہ پادشاه مہاسر	۲۱) نگہ پادشاه مہاسر	۳۳) سید مہاسر رضوی	
۱۰) نگہ پادشاه مہاسر حسین	۲۲) سید مہاسر رضوی	۳۴) سید مہاسر رضوی	
۱۱) نگہ پادشاه مہاسر	۲۳) نگہ پادشاه حسین	۳۵) سید مہاسر	
۱۲) نگہ پادشاه مہاسر	۲۴) سید مہاسر رضوی	۳۶) نگہ پادشاه	